

فَقِيْهِ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ

۹

فتاویٰ عالمگیری

جدید اردو

فقہ حنفی کے احکام و مسائل کا وہ عظیم و مستند ذخیرہ جو ہندوستان کے مشہور مسلمان بادشاہ حضرت عالمگیرؒ نے اپنی نگرانی میں ملک کے مستند علماء کی ایک جماعت کے ذریعہ عربی میں مرتب کرایا تھا اس کا مستند مکمل اردو ترجمہ

تسہیل و عنوانات
مولانا ابو عبید اللہ

خطیب جامع مسجد اقصیٰ للعلمین
ڈیفنس روڈ لاہور

مترجم
مولانا سید میر علی رحمہ اللہ

مصنف تفسیر مواہب الرحمن و عین الہدایہ وغیرہ

مکتبہ رحمانیہ

اقراء سنٹر - عرفی سٹریٹ - اردو بازار - لاہور



فَقِيْهِ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ

فتاویٰ عالمگیری جدید

جلد ہفتم

تسہیل و عنوانات

مترجم

مولانا ابو عبید اللہ

مولانا سید امیر علی رحمۃ اللہ علیہ

خطیب جامع مسجد قضاة العلماء
ڈیفنس روڈ لاہور

مصنف تفسیر مواہب الرحمن و عین البصائر وغیرہ

۔ کتاب الکراہیۃ ۔ کتاب التحری ۔ کتاب احیاء الموات
۔ کتاب الشرب ۔ کتاب الاشریۃ ۔ کتاب الصيد
۔ کتاب الرہن ۔ کتاب الجنایات ۔ کتاب الوصایا

مکتبہ رحمانیہ

اقرا سنٹر - غزنی سٹریٹ - اردو بازار - لاہور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

نام کتاب — فتاویٰ عالمگیری جدید

مترجم — مولانا سید امیر علی رحمۃ اللہ علیہ

تسمیل و عنوانات — مولانا ابو عبید اللہ

تصحیح — طارق اسماعیل صاحب ایم اے اسلامیات

مطبع — علی اعجاز پرنٹرز

ناشر — مکتبہ رحمانیہ

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔
بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ کرم مطلع فرمادیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لئے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔
(ادارہ)

فہرست

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۵	باب : ⑪ کھانا کھانے میں کراہت اور اس کے متصلات کے بیان میں	۹	❦ کتاب الکراہیة ❧
۶۳	باب : ⑫ ہدایا و ضیافت کے بیان میں	۱۰	باب : ① خبر واحد پر عمل کرنے کے بیان میں
۶۹	باب : ⑬ ورم و شکر وغیرہ کے لوٹنے اور لٹانے کے بیان میں	۱۹	باب : ② غالب رائے پر عمل کرنے کے بیان میں
۷۰	باب : ⑭ ذمیوں اور ان کے احکام کے بیان میں جو ذمیوں کی طرف عود کرتے ہیں	۲۰	باب : ③ اگر ایک شخص نے دوسرے کو دیکھا کہ اس کے باپ کو قتل کرتا ہے تو اس کے واسطے جو احکام ہیں اور اس کے متصلات کے بیان میں
۷۴	باب : ⑮ کسب کے بیان میں	۲۲	باب : ④ صلوٰۃ اور تسبیح اور قرآءۃ القرآن وغیرہ کے بیان میں
۷۶	باب : ⑯ زیارت وقبور اور اس کے متصلات کے بیان میں	۲۹	باب : ⑤ مسجد و قبلہ وغیرہ کے آداب کے بیان میں
۷۸	باب : ⑰ غنا ولہو و تمام معاصی و امر بالمعروف کے بیان میں	۳۷	باب : ⑥ مسابقت کے بیان میں
۸۲	باب : ⑱ تداوی و معالجات کے بیان میں	۳۸	باب : ④ سلام و چھینک کے جواب کے بیان میں
۸۶	باب : ⑲ ختنہ کرنے و خسی کرنے وغیرہ کے بیان میں	۴۲	باب : ⑧ آدمی کا جس کو دیکھنا اور چھونا حلال ہے اور جس کا حلال نہیں ہے اس کے بیان میں
۹۰	باب : ⑳ زینت و خدمت کے واسطے خادم رکھنے کے بیان میں	۴۸	باب : ⑨ ان لباسوں کے بیان میں جن کا پہننا مکروہ ہے اور جن کا مکروہ نہیں
۹۱	باب : ㉑ اس بیان میں کہ بنی آدم میں حیوانات میں کن کن جراحات کی گنجائش ہے	۵۲	باب : ⑩ سونے و چاندی کے استعمال کے بیان میں

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۲۹	باب : ۴ متفرقات میں	۹۴	باب : ۲۲ اولاد کا نام و کنیت رکھنے اور عقیقہ کے بیان میں
۱۳۰	✽ کتاب احیاء الموات ✽ باب : ۱ موات کی تفسیر وغیرہ کے بیان میں	۹۵	باب : ۲۳ غنیمت اور حسد اور نیمہ و مدح کے بیان میں
۱۳۵	باب : ۲ نہروں کے اگارنے اور ان کی اصلاح کے بیان میں	۹۶	باب : ۲۴ کام میں داخل ہونے کے بیان میں
۱۳۸	✽ کتاب الشرب ✽ باب : ۱ شرب کی تفسیر و رکن و شرط و حکم کے بیان میں	۹۷	باب : ۲۵ بیع اور غیر کے مول ٹھہرانے پر خود مول ٹھہرانے کے بیان میں
۱۴۲	باب : ۲ شرب کی بیع و اس کے متصلات کے بیان میں	۹۹	باب : ۲۶ اس بیان میں کہ ایک شخص سفر کرنا چاہتا ہے اور اس کے والدین منع کریں اس کے بیان میں
۱۴۵	باب : ۳ ان چیزوں کے احکام میں جن کو انسان نئی بنائے	۱۰۱	باب : ۲۷ قرض و دین کے بیان میں
۱۵۲	باب : ۴ شرب کے مقدمہ میں دعوے و اس کے متصلات و گواہی کی سماعت کے بیان میں	۱۰۲	باب : ۲۸ ملوک سے ملاقات کرنے اور ان کے ساتھ تواضع سے پیش آنے کے بیان میں
۱۵۸	باب : ۵ متفرقات کے بیان میں	۱۰۶	باب : ۲۹ اشیائے مشترکہ سے نفع لینے کے بیان میں
۱۶۵	✽ کتاب الاشربہ ✽ باب : ۱ اشربہ کی تفسیر و احکام کے بیان میں	۱۱۰	باب : ۳۰ متفرقات کے بیان میں
۱۷۰	باب : ۲ متفرقات کے بیان میں	۱۲۳	✽ کتاب التحری ✽ باب : ۱ تحری کی تفسیر و رکن و شرط و حکم کے بیان میں
۱۷۵	✽ کتاب الصيد ✽ باب : ۱ صيد کی تفسیر و رکن و حکم کے بیان میں	۱۲۵	باب : ۲ زکوٰۃ میں تحری کرنے کے بیان میں
		۱۲۶	باب : ۳ کپڑوں و ظروف وغیرہ میں تحری کرنے کے بیان میں

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۱۷	باب : ۳ مرہون کے بضممان یا بغیر ضمان تلف ہو جانے کے بیان میں	۱۷۶	باب : ۲ ان صورتوں کے بیان میں جن سے صید کا مالک ہو جاتا ہے
۲۲۷	باب : ۴ مرہون کے نفقہ اور جو اس کے نفقہ کے مشابہ ہے اس کے بیان میں	۱۸۰	باب : ۳ شرائط اصطياد کے بیان میں
۲۲۹	باب : ۵ اس حق کے بیان میں جو مرتہن کا مرہون میں واجب ہوتا ہے	۱۸۲	باب : ۴ شرائط صید کے بیان میں
۲۳۰	باب : ۶ راہن کی طرف سے مرہون میں زیادہ کر دینے کے بیان میں	۱۸۹	باب : ۵ جو حیوان زکوٰۃ قبول کر سکتے ہیں
۲۳۵	باب : ۷ مال قرضہ وصول پانے کے وقت مال مرہون سپرد کرنے کے بیان میں	۱۹۰	باب : ۶ مچھلی کا شکار کھیلنے کے بیان میں
۲۳۷	باب : ۸ مال مرہون میں راہن یا مرتہن کے تصرف کرنے کے بیان میں	۱۹۲	باب : ۷ متفرقات کے بیان میں
۲۳۵	باب : ۹ راہن میں راہن اور مرتہن کے اختلاف کرنے اور اس میں گواہی دینے کے بیان میں	۱۹۵	❖ کتاب الرهن ❖ باب : ۱ راہن کی تفسیر و رکن و شرائط و حکم وغیرہ کے بیان میں
۲۳۸	باب : ۱۰ چاندی کے عوض چاندی اور سونے کے عوض سونے نے راہن کرنے کے بیان میں	۱۹۸	رہن کی تفسیر و رکن و شرائط و حکم وغیرہ کے بیان میں رہن کی تفسیر وغیرہ کے بیان میں فصل دومری ☆ ان صورتوں کے بیان میں جن سے راہن واقع ہو جاتا ہے
۲۵۲	باب : ۱۱ متفرقات کے بیان میں	۱۹۹	نمبری فصل ☆ جس کے عوض راہن جائز ہوتا ہے اور جس کے عوض نہیں جائز ہوتا ہے
		۲۰۱	مجموعی فصل ☆ جس کا راہن جائز ہے اور جس کا نہیں جائز ہے باب اول و صی کے راہن کرنے کے بیان میں
		۲۰۸	باب : ۲ ایسے راہن کے بیان میں جس میں کسی عادل کے پاس رکھے جانے کی شرط ہو

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۲۳	باب : ۱۱ دیوار و جناح و پانچخانہ کی جنایت اور اس کے مناسبات کے بیان میں	۲۶۶	باب : ۱۲ رہن میں دعوے اور خصومات واقع ہونے کے بیان میں
۳۲۶	باب : ۱۲ بہائم کی جنایت اور بہائم پر جنایت کرنے کے بیان میں	۲۷۱	کتاب الجنایات باب : ۱ جنایت کی تعریف و اس کے انواع و احکام کے بیان میں
۳۵۳	باب : ۱۳ مملوکوں کی جنایت کے بیان میں رہلی فصل ☆ رقیق کی جنایت کے بیان میں دوسری فصل ☆ ام الولد اور مدبر کی جنایت کے بیان میں	۲۷۲	باب : ۲ کون شخص قصاص میں قتل ہو سکتا ہے اور کون نہیں؟
۳۷۲	باب : ۱۴ نہری فصل ☆ مکاتب کی جنایت و حبایت کا اقرار کرنے کے بیان میں	۲۷۹	باب : ۳ قصاص حاصل کرنے والوں کے بیان میں
۳۸۰	باب : ۱۵ ممالک غیر پر خیانت کرنے کے بیان میں	۲۸۲	باب : ۴ جان تلف کرنے سے کم میں قصاص لینے کے بیان میں
۳۸۸	باب : ۱۶ قسامت کے بیان میں	۲۹۱	باب : ۵ واقعہ قتل میں گواہی اور اقرار قتل وغیرہ کی بیان میں
۳۹۳	باب : ۱۷ معامل کے بیان میں فصل	۲۹۹	باب : ۶ صلح و عفو و اس میں ادائے شہادت کے بیان میں
۴۰۱	باب : ۱۸ متفرقات کے بیان میں	۳۰۴	باب : ۷ حالت قتل کے اعتبار میں
۴۰۹	باب : ۱۹ کتاب الوصایا	۳۰۵	باب : ۸ وتیوں کے بیان میں فصل شجاج کے بیان میں
۴۱۷	باب : ۲۰ وصیت کی تفسیر و شرط و جواز و حکم کے بیان میں	۳۱۲	باب : ۹ جنایت کے واسطے حکم کرنے اور اس کے مناسبات کے بیان میں
۴۲۳	باب : ۲۱ أن الفاظ کے بیان میں جو وصیت اہوتے ہیں	۳۲۲	باب : ۱۰ جنین کے بیان میں

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۶۱	باب : ۶ اقارب و اہل بیت وغیرہ کے حق میں وصیت کرنے کے بیان میں	۴۳۰	باب : ۳ تہائی مال یا اس کے مانند کسی حصہ کی وصیت کرنے کے بیان میں
۴۷۰	باب : ۷ سکنی و خدمت و ثمر وغیرہ کی وصیت کے بیان میں	۴۳۷	باب : ۴ بیٹے کا اپنے مرض میں اپنے باپ کی وصیت دینے کے بیان میں
۴۸۷	باب : ۸ ذمی و حرابی کی وصیت کے بیان میں	۴۳۸	فصل ☆ حالت الوصیہ کے اعتبار کے بیان میں
۴۹۴	باب : ۹ وصی اور اس کے اختیارات کے بیان میں		باب : ۵
۵۲۶	باب : ۱۰ وصیت پر گواہی دینے کے بیان میں	۴۴۹	مرض الموت میں عتق و ہبہ وغیرہ کے بیان میں

☆ کتاب الکراہیۃ

واضح ہو کہ مشائخ نے مکروہ کے معنی میں گفتگو کی ہے اور امام محمدؒ سے صریح یوں مروی ہے کہ ہر مکروہ حرام ہے لیکن چونکہ انہوں نے اس میں کوئی نص قاطع نہیں پائی اس واسطے اس پر حرام کا لفظ اطلاق نہیں کیا اور امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ مکروہ قریب بحرام ہوتا ہے کذا فی الہدایۃ اور یہی مختار ہے یہ شرح ابوالکرام میں ہے یہ وہ مکروہ ہے جو مکروہ تحریمی ہوتا ہے۔ رہا مکروہ تنزیہی سو حلال سے زیادہ قریب ہے یہ شرح وقایہ میں ہے اور اصل فاصل دونوں میں یہ ہے کہ مکروہ کی اصل کو دیکھا جائے پس اگر اصل کو استحقاق اثبات حرمت ہو مگر حرمت کسی عارض کی وجہ سے ساقط کی گئی ہے تو عارض کو دیکھنا چاہئے کہ اگر ایسا عارض جس میں عام بلوی ہو اور ضرورت سب کے حق میں ثابت ہو تو کراہت تنزیہی ہوگی اور اگر ضرورت اس وجہ تک نہ پہنچی ہو تو کراہت تحریمی ہوگی پس اپنی اصل کی طرف راجع ہوگی اور در صورت اولیٰ اس کے برعکس ہے اور اگر اصل کو استحقاق اثبات ہوگی مگر کوئی عارض محرم پیش آیا پس اگر گمان غالب ہو کہ عارض موجود ہے تو کراہت تحریمی ہوگی اور اگر گمان غالب نہ ہو تو کراہت تنزیہی ہوگی اول کی مثال جیسے بلی کا جھوٹا۔ اور دوم کی مثال جیسے مادہ خر کا دودھ و گوشت اور سوم کی مثال جیسے بقرہ حلالہ و شکاری پرندوں کا جھوٹا ہے۔ یہ خزائنہ الفتاویٰ میں ہے۔ اس کتاب میں تیس باب ہیں۔

۱۔ قولہ بلی کا جھوٹا یہ برائے امام اعظمؒ ہے کہ بلی درندہ جانوروں میں سے ہے ورنہ صاحبین میں سے ایک کے نزدیک و باقی ائمہ مجتہدین کے نزدیک مکروہ نہیں ہے معنی کلام یہ ہیں کہ بلی کے جھوٹے کو استحقاق اثبات حرمت ہے کہ درندہ کا جھوٹا ہے مگر بلی سے احتراز دشوار ہے عام بلوی ہے پس مکروہ تنزیہی رہا اور گدھی کے دودھ و گوشت میں عام بلوی نہیں ہے اور گائے نجاست خوار کے جھوٹے میں اگر کثرت نجاست خوری موجود ہو تو یہی بات ہے ورنہ نہیں ۱۲

☆ امام قدوریؒ نے اس کو کتاب الخطر والاباحۃ کا عنوان دیا ہے۔ یہ عنوان عمدہ ہے کیونکہ خطر بمعنی منع ہے اور اباحہ بمعنی اطلاق و جواز ہے اور اس میں ان مسائل کو بیان کیا جائے گا جو ممنوع اور مباح ہیں اور بعض حضرات نے اس کو کتاب الاستحسان کا عنوان دیا ہے کیونکہ اس میں ان چیزوں کا بیان ہے جن کو شریعت نے مستحسن یا قبیح قرار کیا ہے۔ (حافظ)

”کتابت الکراہیۃ“ کی بابت دو تنبیہات

تنبیہ (۱) : جب فقہائے کرام کسی شے پر کراہت تنزیہی کا حکم صادر فرماتے ہیں تو اس کو کراہت تنزیہیہ کے ساتھ مقید فرماتے ہیں ورنہ مطلقاً مکروہ بولنے کی صورت میں مکروہ تحریمی مراد ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہوشامی ص ۱۵۰ ج ۱۔ ص ۳۲۹ ج ۱۔ ص ۲۱۳ ج ۵۔ البحر ص ۱۳۱ ج ۱۔ العرف الشذی ص ۵۷ اور ملاحظہ ہو فقیر کا رسالہ تنقیح الافکار ص ۲۷۔

تنبیہ (۲) : وہ دلائل سمعیہ جو ظنی الثبوت اور قطعی الدلالت ہوں ان سے وجوب و کراہت تحریمی ثابت ہوتی ہے اور اگر ظنی الثبوت، ظنی الدلالت ہوں تو سنت و مستحب اور اگر ثانی کا عکس ہو تو فرض و حرام اور اگر اول کا عکس ہو تو اس کا حکم بھی اول جیسا ہے یعنی اس سے بھی وجوب و کراہت تحریمی ثابت ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہوشامی ص ۶۳ ج ۱۔ ص ۲۱۳ ج ۵ اور ملاحظہ ہو فقیر کا رسالہ تنقیح الافکار ص ۲۹۔

(حافظ)

باب اول ☆

خبر واحد پر عمل کرنے کے بیان میں

اس باب میں دو فصلیں ہیں

فصل اول ☆

أمر دینی سے خبر دینے کے بیان میں

مثلاً کسی پانی کی طہارت و نجاست کی خبر دینا یا کسی چیز کی حرمت یا اباحت کی خبر دینا اور اس کے متصلاات یعنی مثلاً پانی کی طہارت و نجاست میں دو خبریں متعارض واقع ہونے کے بیان میں یا کسی چیز کی حرمت و اباحت کی دو خبریں متعارض ہونے کے بیان میں دینی امور مثل حلت و حرمت و طہارت و نجاست میں خبر واحد مقبول ہوتی ہے بشرطیکہ یہ شخص واحد مسلمان ہو عادل ہو خواہ مذکر ہو یا مؤنث ہو خواہ آزاد ہو یا غلام ہو خواہ کسی پاک کو تہمت لگانے میں محدود ہو یا ایسا نہ ہو اور شہادت کا لفظ وعدہ و شرط^(۱) نہیں ہے یہ وجہ کر دہی میں ہے اور یہی محیط سرخسی و ہدایہ میں ہے۔ دینی باتوں میں کافر کا قول قبول نہیں ہوتا ہے لیکن معاملات میں کافر کا قول قبول ہوتا ہے سو معاملات میں قبول ہونا اگر اس بات کو متضمن نہ ہو کہ دینی بات میں قبول ہو تو بضرورت دینی بات میں بھی قبول ہوگا یہ تبیین میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنے مجوسی اجیر یا خادم کو بازار بھیجا اور اس نے گوشت خریدا اور کہا کہ میں نے یہودی یا نصرانی یا مسلمان خریدا ہے تو اس شخص کو اس کے کھانے کی گنجائش ہے اور اگر اس کے سوائے کسی سے خریدنا بیان کرے تو کھانے کی گنجائش نہ ہوگی اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر سوائے اہل کتاب یا مسلمان کے کسی کے ہاتھ کا ذبیحہ ہو تو نہیں کھا سکتا ہے اس واسطے کہ جب حلت میں اس کا قول قبول ہو تو حرمت میں بدرجہ اولیٰ قبول ہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔

مستور کا قول دیانات میں موافق ظاہر الروایات کے قبول نہ ہوگا اور یہی صحیح ہے یہ کافی میں ہے۔ سلطان کے منادی کی خبر مقبول ہے خواہ عادل ہو یا فاسق ہو یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر مسافر کو نماز کا وقت آ گیا مگر اس نے پانی نہ پایا سوائے ایک برتن کے کہ اس میں پانی تھا اور ایک شخص نے جو اس کے نزدیک مسلمان پسندیدہ ہے یعنی عادل نے اس کو یہ خبر دی کہ یہ نجس ہے تو مسافر مذکور اس سے وضو نہ کرے اسی طرح اگر اس خبر نے کسی ثقہ سے یہ بات سننا بیان کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر خبر مذکور غلام یا باندی یا آزاد عورت ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ سب اس وقت ہے کہ خبر دینے والا عادل ہے اور اگر مخبر فاسق یا مستور ہو تو خبر میں نظر کرے پس اگر اس کی غالب رائے یہ ہو کہ یہ سچا ہے تو تیمم کرے اس سے وضو نہ کرے اور اگر پہلے اس پانی کو بہا دے پھر تیمم کرے تو اس میں زیادہ احتیاط ہے اور اگر اس کی رائے غالب میں یہ شخص جھوٹا ہو تو اس سے وضو کرے اور اس کے قول پر التفات نہ کرے اور یہ اس کے حق میں کافی ہوگا اور اس پر تیمم کرنا ضروری نہیں ہے اور یہ جواب حکمی ہے مگر احتیاط یوں ہے کہ اس کے حق میں افضل یہ ہے کہ وضو کے بعد تیمم کرے یہ محیط میں ہے اور اگر پانی کے نجس ہونے کی خبر دینے والا کوئی شخص ذمی ہو تو اس کا قول قبول نہ ہوگا اور اگر اس کے دل میں ایسی صورت میں یہ آیا کہ اس خبر میں یہ ذمی سچا ہے تو کتاب میں فرمایا کہ میرے نزدیک یہ پسندیدہ ہے کہ پہلے پانی کو بہا کر پھر تیمم کرے اور اگر اس سے وضو کر کے اس نے نماز پڑھ لی تو نماز ادا ہو جائے گی اور اگر پانی کے نجس ہونے کی خبر

(۱) یعنی کم سے کم دو گواہ ہوتے ہیں ۱۲

دینے والا کوئی نابالغ یا معتوہ ہو مگر دونوں ایسے ہیں جو کہتے ہیں اس کو سمجھتے ہیں تو اس صحیح یہ ہے کہ ان دونوں کی خبر اس باب میں مثل خبر ذمی کے ہے کیونکہ ان دونوں کو ولایت الزامی^(۱) حاصل نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے گوشت خریدا پھر جب اس پر قبضہ کر لیا تو اس کو ایک مسلمان ثقہ نے یہ خبر دی کہ اس میں سور کا گوشت مخلوط ہو گیا تو مشتری کو اس میں سے کھانا روا نہیں ہے یہ تاتار خانہ میں ہے ایک مسلمان نے گوشت خریدا کر قبضہ کر لیا پھر اس کو ایک مسلمان ثقہ نے خبر دی کہ یہ مجوسی کا ذبیحہ ہے تو مشتری کو اس میں سے کھانا نہیں چاہئے اور نہ دوسرے کو کھلانا چاہئے کیونکہ منجر نے اس کو حرمتہ العین^(۲) و بطلان الملک کی خبر دی اور حرمتہ العین حق اللہ تعالیٰ ہے پس ایک شخص کی خبر سے ثابت ہو جائے گا کہ یہ حرام ہے اور ملک باطل ہونا ایک شخص کی خبر سے ثابت نہیں ہوتا ہے اور حرمت ثابت ہونے کے واسطے بطلان^(۳) ملک ضروری نہیں ہے اور جب اس مقام پر حرمت باوجود اس کے کہ عین شے مشتری کی ملک میں باقی رہی ثابت ہوئی تو اپنے بائع کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور نہ یہ اختیار ہے کہ بائع کو دشمن دینا روک لے کہ بیع باطل نہیں ہوئی اور اگر مشتری نے ہنوز گوشت خریدا نہ ہو لیکن جس کے ہاتھ میں گوشت تھا اس کو اس نے تناول کرنے کی اجازت دی پس اس کو ایک مسلمان ثقہ نے یہ خبر دی کہ یہ ذبیحہ مجوسی ہے تو اس کو کھانا حلال نہیں ہے اور اگر اس نے تناول کی اجازت دی پھر اس کے ہاتھ یہ گوشت فروخت کر دیا یا خریدنے والا کسی اور سبب سے بوجہ میراث یا ہبہ کے مالک ہوا پھر اس کو ایک مسلمان ثقہ نے یہ خبر دی کہ یہ حرام العین ہے تو اس کا کھانا حلال نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر طعام و شراب کسی شخص کے قبضہ میں ہو اس نے ایک شخص کو اس میں سے تناول کرنے کی اجازت دی

ایک شخص نے طعام یا باندی خریدی بوجہ میراث، ہبہ، صدقہ یا وصیت کے اس کا مالک ہوا پھر ایک مسلمان ثقہ نے آ کر گواہی دی کہ یہ چیز زید مخزومی کی ہے کہ جس سے بائع یا واہب یا میت نے غصب کر لی تھی تو میرے نزدیک یہ پسندیدہ ہے کہ اس طعام کے کھانے و پینے و باندی کی وطی سے پرہیز کرے اور اگر پرہیز نہ کیا تو اس میں گنجائش ہے اسی طرح اگر طعام و شراب کسی شخص کے قبضہ میں ہو اس نے ایک شخص کو اس میں سے تناول کرنے کی اجازت دی پس ایک ثقہ مسلمان نے اس سے کہا کہ یہ چیز اس کے پاس فلاں شخص سے مغصوبہ ہے اور جس کے قبضہ میں ہے وہ اس بات سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ میری ہے حالانکہ یہ شخص متہم ہے ثقہ نہیں ہے تو میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ اس کے کھانے سے پرہیز کرے اور اگر اس کو کھالیا یا پی لیا یا اس سے وضو کر لیا تو گنجائش ہے اور اس کے سوائے پانی نہ پایا حالانکہ وہ سفر میں ہے تو وضو کرے تیمم نہ کرے۔ یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے اور امام محمد نے کتاب الاصل میں یہ صورت ذکر نہ فرمائی کہ جس کے ہاتھ میں کھانا یا پانی ہے کہ جس نے دوسرے کو تناول کرنے کی اجازت دی ہے اگر وہ ثقہ عادل ہو اور یہ بھی خبر دی ہو کہ میں نے اس کو کسی نے غصب نہیں کیا ہے تو کیا حکم ہے اور مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے پس شیخ فقہ ابو جعفر ہندوانی نے فرمایا کہ پرہیز نہ کرے گا کیونکہ خبریں ساقط ہو گئیں۔ بوجہ باہمی تعارض کے پس اباحت اصلی معتبر ہوگی بخلاف اس کے جب کہ قابض فاسق ہو تو ایسا نہیں ہے اور ان کے سوائے دوسرے مشائخ نے فرمایا کہ پرہیز کرے اور یہی صحیح ہے اور

۱۔ حرام العین ذات حرام ہے اور قول اس میں گنجائش ہے یعنی جواز ہے اگرچہ بہتر نہیں ہے ۱۲ منہ

۲۔ قول اباحت اصلی اقوال مسئلہ اصول یہ ہے کہ جو چیزیں میں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیں کیا ہم سب کو مباح ہیں سوائے ممنوع کے یا سب ممنوع ہیں سوائے مباح کے اور مختار قول اول ہے بقول نقل خلق لکم مافی الارض جمیعاً الا یہ ونحوہا پس اصل میں چیزیں سب مباح ہیں سوائے بعض کے جس کو وصیل سے منع فرمایا

۱۲ (۱) یعنی لازم کر دیں ۱۲ منہ (۲) یعنی یہ شے مردار ہے و حرام ہے اور مشتری کی ملک بھی باطل ہے ۱۲ منہ

(۳) حالانکہ جب یہ گوشت مردار ہو تو مشتری کی ملک باطل ہوئی جاتی ہے۔

علیٰ ہذا اگر ایک شخص نے گوشت خریدنا چاہا اور اس سے ایک ثقہ مسلمان نے کہا کہ اس کو نہ خرید کہ یہ ذبیحہ مجوسی کا ہے اور قصاب نے کہا کہ تو خرید لے یہ مسلمان کے ہاتھ کا ذبیحہ ہے اور قصاب ایک ثقہ آدمی ہے تو بنا بر قول شیخ ابو جعفر کے قصاب کے قول سے کراہت جاتی رہے گی اور ان کے سوائے دوسرے مشائخ کے قول پر کراہت نہ جائے گی یہ محیط میں ہے۔ کسی مقام پر چند مسلمان کھانا کھاتے اور پانی پیتے تھے وہاں ایک مسلمان گیا ان لوگوں نے اس کو کھانے پینے کے واسطے بلایا پس اس سے ایک مسلمان ثقہ نے جس کو یہ پہچانتا تھا یوں کہا کہ یہ گوشت مجوسی کے ہاتھ کا ذبیحہ ہے اور اس پانی میں شراب مل گئی ہے اور جن لوگوں نے اس کو کھانے کے واسطے بلایا تھا انہوں نے کہا جیسا یہ کہتا ہے یہ بات نہیں ہے بلکہ یہ حلال ہے تو ان لوگوں کی حالت دیکھے پس اگر یہ لوگ عدول وثقات ہوں تو اس ایک شخص کے قول پر التفات نہ کرے اور اگر یہ لوگ متہم ہوں تو شخص واحد کے قول کو اختیار کرے اور اس کو یہ روانہ ہوگا کہ اس کھانے پانی کے قریب جائے اور فرمایا کہ اس میں کچھ فرق نہیں ہے کہ یہ مخبر جس نے حرمت کی خبر دی ہے مسلمان آزاد ہو یا مملوک ہو خواہ مذکر ہو یا مؤنث ہو۔ اور اگر قوم میں دو آدمی ثقہ ہوں تو ان کا قول اختیار کرے گا اور اگر ایک ثقہ ہوگا تو اس میں اپنی رائے غالب پر عمل کرے گا اور اگر کسی طرف اس کی رائے غالب نہ ہو بلکہ دونوں باتیں یکساں ہوں تو اس کے کھانے پینے میں کچھ ڈر نہیں ہے اسی طرح اس سے وضو کرنے میں بھی کچھ ڈر نہیں ہے کہ جب کسی طرف اس کی رائے غالب نہ ہوئی تو اصلی طہارت کو لے سکتا ہے اور اگر حلت کی خبر دینے والے دو ثقہ مملوک ہوں اور حرام کہنے والا ایک آزاد ثقہ ہو تو کھالینے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر وہ شخص جس کے قول میں وہ حرام ہے دو ثقہ مملوک ہوں اور جو حلال کہتا ہے وہ ایک ثقہ آزاد ہو تو اس کو نہ کھانا چاہئے اسی طرح اگر حلت و حرمت میں سے ایک بات کی ایک ثقہ غلام نے خبر دی اور دوسری بات کی ثقہ آزاد نے خبر دی تو اپنی غالب رائے پر عمل کرے اور اگر دونوں باتوں میں سے ایک بات کی دو ثقہ غلاموں نے اور دوسری بات کی دو آزاد ثقہ نے خبر دی تو دونوں آزاد کے قول کو اختیار کرے یہ مبسوط میں ہے اور اگر ایک طرف دو آزاد عادل ہوں اور دوسری جانب تین غلام ہوں تو غلاموں کا قول لیا جائے گا اور اگر ایک جانب دو آزاد عادل ہوں اور دوسری جانب چار غلام ثقہ ہوں تو چاروں غلاموں کی خبر کو ترجیح دی جائے گی اور حاصل یہ ہے کہ اگر غلام آزاد دونوں ثقاہت میں یکساں ہوں تو امر دینی کے خبر دینے میں دونوں یکساں ہیں پس ترجیح پہلے تو باعتبار عدد کے رکھی جائے گی پس اگر عدد میں برابر ہوں تو احکام میں فی الجملہ (۱) حجت ہونے کے ساتھ ترجیح دی جائے گی اور اگر اس میں بھی یکساں ہوں تو ترجیح بوجہ تحریری یعنی غالب رائے سے رکھی جائے گی اسی طرح اگر دونوں میں کسی امر کی خبر ایک مرد و دو عورتوں نے دی اور دوسرے کی خبر دو مردوں نے دی تو ایک مرد و دو عورتوں کا (۲) قول لیا جائے گا کیونکہ اس میں تعداد کی زیادتی ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر ایک مسلمان نے ایک مشتری کے سامنے گواہی دی کہ یہ باندی جو اس بائع کے پاس ہے فلاں شخص کی باندی ہے اس سے بائع نے غصب کر لی ہے حالانکہ باندی مذکور بائع کی مملوکہ ہونے کا اقرار کرتی ہے اور جس شخص کے پاس ہے وہ غصب سے انکار کرتا ہے مگر وہ غیر مامون (۳) ہے تو میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ اس کو نہ خریدے اور اگر اس کو خریدنا اور اس سے وطی کی تو اس کو اس کی گنجائش ہے اور اگر مشتری کو یہ خبر دی کہ یہ باندی اصلی حرہ ہے یا اسی قابض کی باندی تھی مگر اس نے آزاد کر دیا ہے اور مخبر مسلمان ثقہ ہے تو یہ صورت اور صورت اولیٰ دونوں یکساں ہیں یہ مبسوط میں ہے۔

۱۔ پھر دوسروں کے قول کو قطعاً نہیں لے سکتا ہے کیونکہ وہ ایسا ہے کہ حرمت و حلت کا اجتماع ہوا جانا ہے ۱۲ منہ ۲۔ قولہ ترجیح اقول ضرورت ترجیح کی اس وجہ سے کہ دونوں بقول نہیں لے سکتے ہیں اور یہی حال مجتہدوں کے یہاں اجتہاد میں ہے کیونکہ حلت و حرمت دونوں جمع کرنا غیر ممکن ہے اس واسطے مقلد لامحالہ کسی ایک قول کو اختیار کرے لیکن دوسروں کی نسبت درست نہیں ۱۳ ایسے الفاظ غیر ثقہ کے واسطے استعمال کرتے ہیں اور قولہ معاملات یعنی سوائے امور دین کے جو اعمال فقط دنیا ہر کرنے کے لیے ہیں ۱۲ (۱) یعنی پس آزاد کی خبر یہ نسبت غلام کے مرجع ہوگی ۱۲ منہ (۲) بشرطیکہ ثقہ ہوں ۱۲ منہ (۳) یعنی چنداں ثقہ نہیں ہے۔

دوسری فصل ☆

معاملات میں خبر واحد پر عمل کرنے کے بیان میں

معاملات میں ایک شخص کا قول مقبول ہوتا ہے خواہ عادل ہو یا فاسق ہو آ زاد ہو یا غلام ہو مذکر ہو یا مؤنث ہو مسلمان ہو یا کافر ہوتا کہ جرح و ضرورت دفع ہو اور منجملہ معاملات کے وکالات و مضاربات اور ہدیہ کے رسالات و اذن فی التجارات ہے یہ کافی میں ہے اور جب معاملات میں خبر واحد صحیح ہوئی خواہ عادل ہو یا غیر عادل ہو تو اس میں یہ ضروری ہے کہ اس کی غالب رائے میں یہ ہو کہ یہ شخص اپنی خبر میں سچا ہے پس اگر اس کی رائے میں یہ امر غالب ہو تو اس کی خبر پر عمل کرے ورنہ عمل نہ کرے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر ایک باندی کسی شخص کی ہو اور اس کو دوسرے شخص نے لیا اور چاہا کہ اس کو فروخت کرے تو جو شخص اس کو پہلے شخص کی مملوکہ پہچانتا ہو اس کے واسطے اس باندی کا خریدنا مکروہ ہے جب تک یہ معلوم نہ کرے کہ اس نے پہلے مالک کی طرف سے کسی سبب سے باندی کی ملک حاصل کی ہے خواہ کوئی سبب ہو یا مالک نے اس کو اس باندی کے فروخت کرنے کا حکم دیا ہے اور اگر اس نے خرید لی تو جائز ہوگی ورنہ مکروہ ہے۔ اور اگر اس کو معلوم ہے کہ مالک سے اس نے کسی سبب سے اپنی ملک میں لی ہے یا مالک نے اس کو باندی فروخت کرنے کی اجازت دی ہے تو اس سے خرید لینے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور یہ خرید بدون کراہت کے جائز ہوگی اور اگر اس شخص نے کہ بالفعل جس کے قبضہ میں ہے یہ کہا کہ میں نے مالک سے اس کو خریدا ہے یا اس نے مجھے ہبہ کی ہے یا مجھے صدقہ دی ہے یا مجھے اس کے فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا ہے تو اس شخص کو اس قابض سے خرید لینا حلال ہے بشرطیکہ بائع خبر دینے والا مسلمان عادل ہو اور واضح ہو کہ امام محمدؒ نے اس مسئلہ میں یوں شرط لگائی کہ جو شخص بالفعل قابض ہے وہ عادل مسلمان ہو حالانکہ عادل ہونا تو شرط ہے مگر اسلام شرط نہیں ہے اور حاکم شہیدؒ نے اپنی مختصر میں فقط عدالت کا ذکر کیا اور اسلام کا ذکر نہیں کیا اور جو حاکم شہیدؒ نے ذکر کیا اس سے ظاہر ہوا کہ جو امام محمدؒ نے اسلام کا لفظ ذکر کیا ہے یہ اتفاقی ہے شرط نہیں ہے اور اگر باندی کا قابض ایک مرد فاسق ہو تو فقط اس کی خبر اس کے ساتھ معاملہ مباح ہونا ثابت نہ ہوگا بلکہ اس کے ساتھ اپنے دل سے تحری (۱) کرے گا پس اگر اس کے دل میں یہ غالب ہوا کہ یہ سچا ہے تو اس سے خرید لینا حلال ہے اور اگر اس کے دل میں یہ آیا کہ یہ اپنے قول میں کاذب ہے تو اس سے خریدنا حلال نہیں ہے اور اگر اس باب میں اس کی رائے کسی طرف نہ ہو تو جو چیز جس حال پر بھی اس حال پر رہے گی جیسا دیانات میں حکم ہے۔

اسی طرح اگر یہ شخص مشتری یہ نہ جانتا ہو کہ یہ باندی اس قابض کے سوائے دوسرے شخص کی ہے حتیٰ کہ اس کو قابض نے یہ خبر دی کہ یہ باندی فلاں شخص کی ملک ہے اور فلاں شخص نے مجھے اس کے فروخت کے واسطے وکیل کیا ہے تو مشتری کو اس سے خرید لینا حلال نہیں ہے تا وقتیکہ اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ فلاں شخص یعنی مالک نے اس کی ملک میں دی ہے یا اس کو باندی فروخت کرنے کی اجازت دی ہے اور اگر مشتری یہ نہ جانتا ہو کہ یہ باندی کسی غیر کی ملک ہے اور نہ قابض نے اس بات کی اس کو خبر دی تو کچھ ڈر نہیں ہے کہ مشتری اس سے خرید لے اگرچہ بائع کوئی فاسق ہو لیکن در صورتیکہ ایسی چیز ہو کہ ایسا شخص غالباً ایسی چیز کا مالک نہیں ہوتا مثلاً نفیس موتی ایک ایسے فقیر کے قبضہ میں ہو جس کے پاس ایک دن کا روزینہ نہیں ہے یا مثلاً کسی جاہل کے پاس ایسی کتاب ہو جس کے باپ دادا میں کوئی ایسی لیاقت کا نہیں گذرا ہے تو ایسی صورت میں مستحب ہے کہ پرہیز کرے اور نہ اس سے خریدے اور نہ بطور ہدیہ دے

۱۔ قول مستحب اقوال یہ دلیل ہے کہ جب شبہ پر خرید چھوڑنا چاہئے تو جب غالب گمان ہو کہ یہ مال مسروقہ ہے تو خریدنا جائز نہیں ہے ۱۲

(۱) گمان غالب

صدقہ کے قبول کرے اور اگر ایسی چیز کو کوئی آزاد عورت لائی تو اس کا حکم مثل مرد کے ہے اور اگر کوئی باندی یا غلام لایا تو جب تک باندی یا غلام سے اس کا حال استفسار نہ کرے تب تک اس کو باندی یا غلام سے خریدنا نہیں چاہئے اور بطور ہبہ و صدقہ کے بھی لینا نہیں چاہئے۔ پس اگر غلام سے یہ حال دریافت کیا اور غلام نے خبر دی کہ میرے مولیٰ نے مجھے اس کے فروخت کرنے کی اجازت دی ہے یا اس کے ہبہ کرنے یا صدقہ کرنے کی اجازت دی ہے پس اگر یہ غلام ثقہ ہو تو اس سے یہ چیز خرید لینے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر فاسق ہو تو اپنے دل میں تحری کرے پس اگر تحری میں اس کی رائے کسی طرف جمی تو خیر اور نہ جمی تو جو چیز جس حال پر تھی ویسی ہی رہے گی جیسا کہ آزادی کی صورت میں حکم ہے اور اگر اس کے پاس کوئی لڑکا صغیر یا لڑکی صغیرہ لائی خواہ آزادی یا مملوک تھی تو بدون اس کے دریافت کرنے کے خریدنے کی گنجائش نہیں ہے پس اگر صغیر نے کہا کہ مجھے تجارت کی اجازت ہے تو یہ شخص جو خریدنے کا قصد رکھتا ہے تحری کرے اگرچہ یہ لڑکا عادل ہو پس اگر اس کی تحری میں کچھ نہ آیا تو جو جس حال پر تھی ویسی ہی باقی رہے گی جیسے تحری سے پہلے تھی اسی طرح اگر صغیر کوئی چیز لایا اور کسی کو بطور ہبہ یا صدقہ دینی چاہی تو اس شخص کو چاہئے کہ جب تک اس سے دریافت نہ کرے تب تک اس کا ہدیہ و صدقہ قبول نہ کرے پس اگر صغیر مذکور نے بیان کیا کہ مجھے صدقہ یا ہبہ کرنے کی اجازت ہے تو قابض اس میں تحری کرے اور جس طرف اس کی تحری ہو اسی پر حکم کی بنیاد رکھے اور اگر اس کے دل میں کسی طرف گمان غالب نہ ہو تو جیسا کہ تحری سے پہلے تھا ویسا ہی رہے گا۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر اس شخص نے تحری کی اور تحری میں آیا کہ یہ صغیر اپنے قول میں صادق ہے تو بھی صغیر کے قول کی جیسی تصدیق کی جائے گی کہ جب اس نے یہ کہا کہ مال میرے باپ کا یا فلاں اجنبی کا یا میرے مولیٰ کا ہے اس نے مجھے اس کے ساتھ تیرے پاس تجھے صدقہ یا ہبہ دے کر بھیجا ہے۔ اور اگر صغیر نے کہا کہ یہ ہمارا مال ہے ہمارے باپ نے ہمیں اجازت دے دی ہے کہ ہم تجھے اس کو صدقہ دیں یا ہبہ دیں تو اس کو نہ چاہئے کہ اس کو قبول کرے یہ ذخیرہ میں ہے۔

باندی کا حاضر ہونا اور مولیٰ کی نسبت سے کچھ ہدیہ کی بابت آگاہ کرنا ☆

اگر کسی فقیر کے پاس کوئی باندی یا غلام اپنے مولیٰ کی طرف سے صدقہ لے کر آیا تو فقیر کو چاہئے کہ تحری کرے یہ محیط میں ہے اگر کسی شخص کے غلام یا اس کے صغیر بیٹے نے ایک شخص کو گھر میں آنے کی اجازت دی تو قیاس یہ ہے کہ تحری کرے لیکن لوگوں میں یہ عادت جاری ہو گئی ہے کہ اس سے انکار نہیں کرتے ہیں اس وجہ (۱) سے جائز ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر عاقل لڑکا کسی بقال وغیرہ دکاندار کے پاس آیا تاکہ اس سے کوئی چیز خریدے اور اس کو خبر دی کہ میری ماں نے مجھے اس کے خریدنے کا حکم دیا ہے تو شیخ امام حلوانی نے فرمایا کہ اگر صابون وغیرہ کے مثل کوئی چیز طلب کی تو اس کے ہاتھ بیچنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور کشمش و باقلا و قبیطاء وغیرہ کی قسم سے جس کے کھانے کی اکثر لڑکوں کو عادت ہوتی ہے طلب کیا تو بقال کو چاہئے کہ اس کے ہاتھ نہ فروخت کرے یہ سراجیہ میں ہے۔ ایک باندی ایک شخص کے پاس آئی اور کہا کہ میرے مولیٰ نے مجھے تیرے پاس یہ ہدیہ دے کر بھیجا ہے تو اس شخص کو گنجائش ہے کہ اس سے لے لے اس واسطے کہ خبر واحد معاملات میں مقبول ہوتی ہے خواہ کیسا ہی ہو یعنی عادل ہو یا فاسق ہو لیکن عاقل ہونا ضروری ہے اور اس پر اجماع ہے یہ جامع صغیر و سراج الوہاج و عینی شرح ہدایہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے شخص کو دیکھا کہ وہ ایک باندی کا دعویٰ کرتا ہے کہ یہ باندی میری ہے اور باندی اس کے قول کی تصدیق کرتی ہے کہ میں اس شخص کی ہوں پھر اس شخص نے وہی باندی کسی دوسرے شخص کے پاس دیکھی اور یہ شخص یہ کہتا تھا کہ یہ باندی فلاں شخص کی ہے اور فلاں شخص دعویٰ کرتا تھا کہ یہ میری ہے اور یہ باندی بھی اس کے قول کی تصدیق کرتی تھی کہ ہاں میں اس کی ہوں حالانکہ یہ سب اس وجہ سے تھا کہ میں نے ایک ابھید پوشیدہ کی وجہ

(۱) یعنی بدون تحری ۱۲

سے فلاں شخص کو ایسا حکم کر دیا تھا اور باندی مذکور نے اس قائل کے قول کی بھی تصدیق کی اور یہ شخص مدعی مسلمان ثقہ ہے تو سامع کو روا ہے کہ باندی کو اس سے خرید لے اور اگر سامع کی غالب رائے میں آئے کہ یہ شخص جھوٹا ہے تو سامع کو اس سے خریدنا نہ چاہئے اور اس کا ہبہ (۱) وصدقہ بھی قبول کرنا نہ چاہئے اور اگر قابض حال نے ایسا نہ کیا بلکہ یہ دعویٰ کیا کہ فلاں شخص نے مجھ سے براہ ظلم غصب کر لی تھی پھر میں نے اس سے چھین لی تو سامع کو نہیں چاہئے کہ اس سے خریدے اور نہ اس سے بطور ہبہ یا صدقہ کے قبول کرے خواہ یہ شخص مدعی غصب مرد ثقہ ہو یا غیر ثقہ ہو بخلاف اس کے اگر اس نے غصب کرنے کا دعویٰ نہ کیا فقط تلجیہ کا اقرار کیا ہو تو ایسا نہیں ہے کیونکہ غصب ایک امر مستنکر ہے پس اس میں اس کا قول قبول نہ ہوگا اور تلجیہ کی صورت میں اس نے امر مستنکر کی خبر نہیں دی پس اس کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر قابض حال نے کہا کہ فلاں شخص نے میرے اوپر ظلم کیا اور میری باندی غصب کر لی پھر اس نے اس ظلم سے توبہ کی اور اقرار کیا کہ یہ باندی تیری ہے اور مجھے واپس دی پس اگر قابض حال ثقہ ہو تو کچھ ڈر نہیں ہے کہ اس کا قول قبول کر کے باندی اس سے خرید لے۔ اسی طرح اگر اس نے کہا کہ فلاں شخص نے مجھ سے غصب کر لی تھی پس میں نے قاضی کے پاس نالش کی اور قاضی نے میرے نام بوجہ ایسی گواہی کے جس کو میں نے اپنے دعویٰ پر پیش کیا تھا یا غاصب مذکور کے قسم سے انکار کرنے کی وجہ سے ڈگری کر دی ہے تو سامع کو جائز ہے کہ اگر یہ شخص ثقہ ہو تو اس کا قول قبول کر لے اور اگر ان سب صورتوں میں سامع کی غالب رائے میں یہ قائل یعنی قابض حال جھوٹا ہو تو سب صورتوں میں اس سے خریدنا نہ چاہئے اور نہ اس کا قول قبول کرے اور اگر کہا کہ میرے نام قاضی نے باندی کی ڈگری کر دی اور باندی اس سے لے کر مجھے دے دی یا کہا کہ قاضی نے میرے نام باندی کی ڈگری کر دی کرنا جائز ہے اور اگر کہا کہ قاضی نے میرے نام ڈگری گھر سے با اجازت یا بلا اجازت لے لی پس اگر ثقہ ہو تو سامع کو اس کا قول قبول کرنا جائز ہے اور اگر کہا کہ قاضی نے میرے نام ڈگری کی مگر غاصب مذکور نے اس حکم قضاء سے انکار کیا پس میں نے اس سے لے لی تو سامع کو اس کا قول قبول کرنا چاہئے اگرچہ ثقہ ہو چنانچہ اگر کہا کہ میں نے فلاں شخص سے یہ باندی خریدی ہے اور اس کو ثمن دے دیا تھا پھر اس نے بیع سے انکار کیا پس میں نے اس سے لے لی تو ایسی صورت میں اس کا قول قبول کرنا نہیں چاہئے۔ اور اگر ایک شخص نے کہا کہ میں نے یہ باندی فلاں شخص سے خریدی ہے اور اس کو ثمن نقد دے دیا اور اس کی اجازت سے اس پر قبضہ کر لیا ہے اور یہ قائل سننے والے کے نزدیک مامون ثقہ ہے اور سامع سے دوسرے شخص نے کہا کہ وہ فلاں شخص اس بیع سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے اس مشتری کے ہاتھ کچھ نہیں بیچا ہے اور دوسرا قائل بھی سامع کے نزدیک ثقہ ہے تو سامع کو اس کا قول قبول نہ کرنا چاہئے اور اس سے باندی نہ خریدنی چاہئے اور اگر دوسرا منجر غیر ثقہ ہو لیکن سامع کی رائے غالب میں یہ دوسرا منجر سچا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اس کی رائے غالب میں دوسرا منجر جھوٹا ہو تو قابض سے خریدنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر دونوں غیر ثقہ ہوں اور سامع کی رائے غالب میں دوسرا منجر سچا ہو تو سامع کو قابض سے خریدنا نہ چاہئے اور نہ اس کا قول قبول کرنا چاہئے یعنی یہ صورت بمنزلہ اس صورت کے ہے کہ دوسرا منجر ثقہ ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

زید نے عمرو کو دیکھا کہ ایسی باندی فروخت کرتا ہے جس کو وہ خالد کی باندی جانتا ہے پس زید کے سامنے دو عادل گواہوں نے گواہی دی کہ باندی کے مولیٰ نے عمرو کو اس کے فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا ہے پس زید نے خرید کر عمرو کو اس کا ثمن دے دیا اور اس نے قبضہ کر لیا پھر باندی کا مولیٰ آیا اور اس نے وکالت و حکم دینے سے انکار کیا تو مشتری کو گنجائش ہے کہ اس کو نہ دے یہاں تک کہ وہ قاضی کے سامنے نالش کرے اور جب قاضی نے مالک کے نام باندی مذکور کی ڈگری کی تو مشتری یعنی زید کو اس کے روکنے کا اختیار نہ ہوگا لیکن اگر قاضی کے سامنے وکالت کے گواہ اعادہ کرے اور قاضی بطور شرعی اس وکالت کے ثبوت کا حکم دے دے تو زید کو

(۱) یعنی باندی کو بطور ہبہ الخ ۱۲

اختیار ہوگا کہ اپنے ثمن کے واسطے روکے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک شخص زید نے کہا کہ مجھے عمرو نے اپنی باندی جو اس کی حویلی میں ہے فروخت کرنے اور مشتری کو دے دینے کا حکم دیا ہے تو اس میں کچھ ڈر نہیں ہے کہ مشتری مثلاً خالد اس باندی کو زید سے خرید لے اور عمرو کی حویلی میں سے اس کو لے کر خواہ زید کی اجازت سے یا بلا اجازت لے کر اس پر قبضہ کر لے جبکہ باندی کا ثمن اس کو ادا کر چکا بشرطیکہ زید ثقہ ہو یا غیر ثقہ ہو لیکن خالد کی رائے سے غالب میں وہ سچا ہو اور اگر خالد کی رائے غالب میں بائع جھوٹا ہو خواہ خریدنے سے پہلے اس کے دل میں اس کے جھوٹے ہونے کا گمان غالب ہو یا خریدنے کے بعد ایسا گمان غالب ہو ہو مگر ہنوز قبضہ نہیں ہوا ہے تو خالد کو اس سے تعرض کرنا روا نہیں ہے جب تک کہ عمرو یعنی باندی کے مولیٰ سے اس کے حکم دینے کو در یافت نہ کرے اسی طرح اگر خالد نے باندی پر قبضہ کر کے اس سے وٹلی کر لی ہو پھر اس کے دل میں ایسا گمان غالب ہو کہ بائع کاذب ہے تو خالد اس کی وٹلی سے الگ رہے یہاں تک کہ اس کی خبر کے راست و دروغ ہونے کو پہچانے اور یہی لوگوں کا دستور ہے تا وقتیکہ ایسے شخص کی طرف سے جو باندی کا مالک تھا یعنی عمرو کی طرف سے وکالت کا انکار ظاہر نہ ہو اور جب ایسا انکار ظاہر ہو تو اس وقت سے باندی کی وٹلی کرنے سے دور رہے اس کے قریب نہ جائے اور باندی اس کو واپس کر دے اور بائع سے اپنا ثمن وصول کرے اور مشتری کو چاہئے کہ باندی کے مولیٰ کو باندی کا عقر بھی دے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید نے کہا کہ میں عمرو کا وکیل ہوں اور میں نے عمرو کی بیٹی گواہوں کے سامنے تیرے نکاح میں دی ہے حالانکہ وہ لڑکی صغیر یا مجنونہ ہے تو جس سے خطاب کرتا ہے اس کو اس لڑکی سے وٹلی کرنا جائز ہے اور اگر باپ مر گیا ہو اور وہ لڑکی اپنے بھائی کی پرورش میں ہو تو جب تک اس کا بھائی ایسا اقرار نہ کرے تب تک اس سے وٹلی کرنا جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ عثمانیہ میں ہے۔

اگر زید نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کے ساتھ دخول نہ کیا تھا کہ کہیں غائب ہو گیا پھر اس کو کسی مخبر نے خبر دی کہ وہ عورت مرتد ہو گئی ہے پس اگر مخبر اس کے نزدیک ثقہ ہو خواہ وہ آزاد ہو یا مملوک ہو یا محدود القذف ہو تو زید اس کی تصدیق کر سکتا ہے اور اس عورت کے سوائے اور چار عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے اور اگر مخبر ثقہ نہ ہو مگر زید کی رائے غالب میں وہ سچا معلوم ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اس کی رائے غالب میں وہ کاذب ہو تو تین سے زیادہ عورتوں سے نکاح نہیں کر سکتا ہے اور اگر کسی مخبر نے عورت مذکورہ کو ایسی خبر دی کہ اس کا شوہر مرتد ہو گیا تو اصل کے استحسان میں ہے کہ عورت مذکورہ اس شوہر کے سوائے دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے اور فرمایا کہ مرد و عورت دونوں یکساں ہیں اور سیر میں مذکور ہے کہ جب تک اس کے پاس دو مرد یا ایک مرد و دو عورتیں گواہی نہ دیں تب تک دوسرے شوہر سے نکاح نہیں کر سکتی ہے اور ثمن الاثمہ سرخسی نے ذکر فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ عورت مذکورہ دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے اس واسطے کہ اس خبر سے مقصود یہ ہے کہ بیوی خصم میں جدائی ہو گئی اور جدائی ہو جانا دونوں کے مرتد ہونے سے یکساں ہوتا ہے خواہ عورت مرتد ہو جائے یا خاوند مرتد ہو جائے۔ اسی طرح اگر عورت صغیرہ ہو اور شوہر کو کسی نے خبر دی کہ اس نے تیری ماں یا بہن کا دودھ پی لیا تو یہ خبر صحیح ہے اور اگر شوہر کو کسی شخص نے خبر دی کہ جس دن تو نے اپنی عورت سے نکاح کیا ہے اس زمانہ میں وہ عورت مرتد تھی یعنی تو نے اس سے ایام ارتداد میں نکاح کیا ہے یا یہ خبر دی کہ وہ تیری رضاعی بہن ہے اور مخبر ثقہ آدمی ہے تو اس شخص کو یہ نہ چاہئے کہ اس کے سوائے چار عورتوں کو نکاح میں لائے جب تک کہ دو عادل گواہ اس کے سامنے ایسی گواہی نہ دیں کیونکہ اس نے ایسے عقد کے فاسد

۱۔ قولہ ثمن اقول جب قاضی نے وکالت کا حکم دیا تو انکار موکل باطل ہو گیا جواب یہ کہ ثبوت مذکور صرف مشتری کے حق میں ہے اور مدعی وکالت از موکل السرخسی نہیں ہے پس اس کے حق میں صرف اسی قدر ثبوت ہوا کہ موکل کا ہاتھ روکے جب تک ثمن نہ پہنچے پھر جب وکیل دعویٰ کرے تو گواہوں سے یا موکل کے نکول سے وکالت ثبوت ہو کہ موکل کا انکار باطل ہو

ہونے کی خبر دی جس پر ظاہراً صحت کا حکم تھا پس ایک شخص کے خبر دینے سے باطل نہ ہوگا بخلاف اول صورت کہ اس میں عقد ایسا نہیں ہے۔ پس اگر اس کے سامنے دو عادل گواہوں نے ایسی گواہی دی تو مرد مذکور کو روا ہے کہ اس بیوی کے سوائے چار عورتوں سے نکاح کرے اور اگر عورت کے پاس ایک شخص نے آ کر اس کو خبر دی کہ تیرا اصل نکاح فاسد واقع ہوا یا تیرا شوہر تیرا رضاعی بھائی ہے یا وقت نکاح کے مرد تھا تو عورت مذکورہ کو یہ گنجائش نہیں ہے کہ اس کی خبر پر دوسرے شوہر سے نکاح کر لے اگرچہ مخبر ثقہ ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کسی شخص کی جو رومشہات^۱ ہو اور اس کو کسی نے خبر دی کہ تیری جو رومشہات کا تیرے باپ نے یا تیرے بیٹے نے شہوت سے بوسہ لے لیا اور اس کے دل میں آیا کہ یہ سچا ہے تو اس کو اختیار ہے کہ عورت مذکورہ کی بہن سے نکاح کرے یا اس عورت کے سوائے چار عورتوں سے عقد کرے بخلاف اس کے اگر اس شخص کو نکاح سے سابق رشتہ رضاعت^۲ یا مصاہرت کی خبر دی تو ایسا نہیں ہے اس واسطے کہ اس صورت میں شوہر خود اس کا منازع ہے اور باپ یا بیٹے کا چومنا عارض ہو جانے میں منازع نہیں ہے اس وجہ سے کہ شوہر کو اس کا علم نہیں ہے۔ پس جب اس کے دل میں یہی غالب گمان ہوا کہ سچا ہے تو ایسی خبر کا قبول کرنا واجب^(۱) ہوایہ وجیز کردری میں ہے۔

شوہر کی گمشدگی کی اطلاع دینے والے کی صداقت کا تعین کیسے کیا جائے گا؟

ایک عورت کا شوہر غائب ہو گیا پھر اس عورت کے پاس ایک مسلمان غیر ثقہ ایک خط لایا جو اس کے شوہر کی طرف سے اس عورت کے نام تھا جس میں اس نے اس عورت کو طلاق دی تھی اور اس عورت کو یقین نہیں ہے کہ یہ خط اسی کا ہے یا نہیں ہے مگر ہاں غالب گمان اس کا یہی ہے کہ یہ خط اسی کا ہے تو کچھ ڈر نہیں ہے کہ عورت مذکورہ عدت میں بیٹھ کر عدت پوری کرنے کے بعد اپنا نکاح کرے یہ محیط سرخی میں ہے۔ اگر ایک عورت کا شوہر غائب^(۲) ہو گیا پھر ایک مسلمان عادل نے آ کر اس عورت کو خبر دی کہ تیرے شوہر نے تجھے تین طلاق دیں یا وہ مر گیا ہے تو عورت مذکورہ کو اختیار ہوگا کہ عدت پوری کر کے دوسرے شوہر سے نکاح کرے اور اگر مخبر فاسق ہو تو تحریر کرے پھر واضح ہو کہ اگر عادل مسلمان نے اس کو خبر دی کہ تیرا شوہر مر گیا ہے تو جہی اس کی خبر پر اعتماد کرے کہ جب اس نے یوں خبر دی کہ میں نے اس کو مردہ معائنہ کیا یا میں اس کے جنازہ میں شریک ہوا ہوں اور اگر اس نے کہا کہ مجھے کسی نے خبر دی ہے تو اس کی خبر پر اعتماد نہ کرے اور اگر عورت کو ایک نے شوہر کے مرنے کی خبر دی اور دو آدمیوں نے اس کے زندہ ہونے کی خبر دی پس اگر موت کی خبر دینے والے نے کہا کہ میں نے اس کو مردہ دیکھا یا میں اس کے جنازہ میں شریک ہوا ہوں تو عورت مذکورہ کو بعد عدت کے دوسرے شوہر سے نکاح کر لینا حلال ہے اور جن دونوں نے اس کے زندہ ہونے کی خبر دی ہے اگر انہوں نے موت کی خبر دینے سے پیچھے کی تاریخ بیان کی ہے تو ان دونوں کا قول مقدم ہے اور اگر دو شخصوں نے اس کے مرنے یا قتل ہونے کی گواہی دی اور دو شخصوں نے اس کے زندہ ہونے کی خبر دی تو موت کی گواہی اولیٰ ہے یہ محیط میں ہے اور اگر دو عادل گواہوں نے عورت کے سامنے گواہی دی کہ تیرے شوہر نے تجھ کو تین طلاق دی ہیں حالانکہ شوہر اس کا انکار کرتا ہے پھر قاضی کے پاس گواہی ادا کرنے سے پہلے دونوں غائب ہو گئے یا مر گئے تو عورت کو گنجائش نہیں ہے کہ اس شوہر کے ساتھ رہے اگرچہ مرد اس کو قربت کے واسطے بلاتا ہو اور یہ گنجائش بھی نہیں ہے کہ نکاح کر لے یہ محیط سرخی میں ہے۔ اگر دو گواہوں نے عورت کے سامنے طلاق کی گواہی دی پس اگر اس کا شوہر غائب ہو تو اس کو گنجائش ہے کہ عدت پوری کر کے دوسرے شوہر سے نکاح کر لے اور اگر حاضر ہو تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے لیکن اس کو یہ اختیار نہیں ہے

۱۔ دو عورت کے جس کی طرف مردوں کو خواہش ہوتی ہے ۱۲ منہ ع۔ قولہ رضاعت یعنی تیری بیوی بسبب دودھ پلائی کے رشتہ کے مثلاً تیری بہن ہوتی ہے بسبب رشتہ و مصاہرت یعنی دامادی کے مثلاً تیری فلاںہ جو رو کی ماں ہے یا خالہ ہے تو اس کو قبول نہ کرے کیونکہ شوہر جانتا ہے کہ میں نے بظاہر صحیح نکاح کیا

(۲) مثلاً سفر کو گیا ۱۲

(۱) پس باطل ہو سکتا ہے ۱۲

پس خود منازع ہے بخلاف مسئلہ عارض بوسہ کے فافہم ۱۲ منہ

کہ شوہر کو اپنے ساتھ جماع کرنے کا قابو دے اسی طرح اگر عورت نے خود سنا ہو کہ شوہر نے اس کو تین طلاق دے دی ہیں مگر شوہر نے اس سے انکار کیا اور قسم کھا گیا پس قاضی نے عورت مذکورہ کو شوہر کے پاس واپس کر دیا تو بھی عورت مذکورہ کو اس کے ساتھ رہنے کی گنجائش نہیں ہے اور چاہئے کہ اپنا مال دے کر اپنے تئیں اس سے چھڑا دے یا اس کے پاس سے بھاگ جائے اور اگر اس پر قابو نہ پایا تو اس کو قتل کرے اور اگر بھاگ گئی تو اس کو عدت پوری کر کے دوسرے شوہر سے نکاح کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ یہ جو ذکر فرمایا کہ اگر بھاگ گئی تو اس کو پوری عدت کر کے دوسرے شوہر سے نکاح کرنے کی گنجائش نہیں ہے یہ جواب قضاء ہے اور دیانۃ فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ اس کو اختیار ہے کہ عدت پوری کر کے دوسرے شوہر سے نکاح کر لے یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک عورت نے ایک شخص سے کہا کہ مجھے میرے شوہر نے تین طلاق دی تھیں پس میری عدت گزر گئی تو اس شخص کو اختیار ہے کہ اگر یہ عورت عاملہ ہو تو اس سے نکاح کر لے اور اگر فاسقہ ہو تو تحری کرے اور جس طرف اس کا دل غالباً جھے اس پر عمل کرے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک عورت کو اس کے شوہر نے تین طلاق دی پھر بعد چندے اس سے نکاح کرنا چاہا پس عورت مذکورہ نے کہا کہ تیرے طلاق دینے کے بعد عدت گزر جانے کے بعد میں نے دوسرے شخص سے نکاح کیا اور اس نے میرے ساتھ دخول کیا پھر اس نے مجھے طلاق دے دی اور میری عدت گزر گئی ہے تو اس کے پہلے شوہر کو اختیار ہے کہ اس کے ساتھ نکاح کر لے بشرطیکہ یہ عورت اس کے نزدیک ثقہ ہو یا اس شخص کے دل میں یہ گمان غالب ہو کہ یہ عورت اس خبر میں سچی ہے اور واضح ہو کہ ایسی نقل میں اس بات کا بیان ہے کہ اگر عورت مذکور نے اپنے شوہر سے یوں کہا کہ میں تیرے واسطے حلال ہو گئی ہوں تو اس شخص کو یہ حلال نہ ہوگا کہ اتنے کہنے پر اس کے ساتھ نکاح کر لے جب تک کہ اس سے استفسار نہ کرے کہ مفصل کیا واقع ہوا ہے اس وجہ سے کہ حلالہ میں لوگوں میں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک فقط عقد کرنے سے بدون دخول کے حلال ہو جاتی ہے تو اس کو چاہئے کہ بدوں مفصل بیان کرنے کے عورت کی اتنی خبر دینے پر کہ میں تیرے واسطے حلال ہو گئی ہوں اعتماد کر لے اگر ایک نابالغ چھوٹی لڑکی جو اپنی ذات سے تعبیر نہیں کر سکتی ہے ایک شخص کے ہاتھ میں ہو اور وہ دعویٰ کرتا ہو کہ یہ میری ملک ہے پھر جب وہ بڑی ہوئی تو دوسرے شہر میں اُسے ایک شخص^(۱) ملا پس اس باندی نے اس سے کہا کہ میں اصلی آزاد ہوں تو اس شخص کو اختیار نہیں ہے کہ اس باندی سے نکاح کرے اور اگر باندی مذکورہ نے یوں کہا کہ میں باندی تھی پھر اس نے مجھے آزاد کر دیا اور یہ باندی اس سامع کے نزدیک ثقہ ہے یا اس کے دل میں غالب گمان ہوا کہ یہ سچی ہے تو میرے نزدیک اس میں کچھ خوف نہیں ہے کہ اس باندی کے ساتھ نکاح کر لے یہ مبسوط میں ہے۔

عورت آزاد نے اگر ایک شخص سے نکاح کیا پھر دوسرے مرد سے کہا کہ میرا نکاح فاسد تھا۔ یا میرا شوہر دین اسلام کے سوائے کسی دوسری ملت پر تھا تو مخاطب کو رد نہیں ہے کہ اس کا قول قبول کرے اور اس سے نکاح کرے کیونکہ عورت مذکور نے امر مستنکر کی خبر دی ہے اور اگر یوں کہا کہ اس نے بعد نکاح کے مجھے طلاق دے دی یا اسلام سے مرتد ہو گیا تو مخاطب کو اس کی خبر پر اعتماد کرنے اور اس سے نکاح کرنے کی گنجائش ہے اس واسطے کہ اس نے ہر متحمل کی خبر دی ہے اگر عورت بطلان نکاح اول کی خبر دے تو اس کا قول قبول نہ ہوگا اور اگر نکاح ہونے کے بعد رضاعت واقع ہو جانے وغیرہ کسی امر عارضی سے حرام ہو جانے کی خبر دے پس اگر عورت مذکورہ ثقہ ہو یا ثقہ نہ ہو مگر مخاطب کے دل میں اس کے صادق ہونے کی رائے غالب ہو تو اس سے نکاح کر لینے میں کچھ ڈر نہیں

۱۔ قتل کرے اور چاہئے کہ زہر وغیرہ سے مارے چنانچہ سید ابو شجاع کے فتویٰ پر مصنف نے بیان کیا ہے اور قولہ جواب قضاء ہے یعنی قاضی بوجہ ثبوت نہ ہونے کے اس کا نکاح صحیح نہ رکھے گا۔ ۲۔ کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ اس کا مذہب کیا ہے اور وہ کیا اعتقاد رکھتی ہے ۱۲ منہ

(۱) یعنی جس نے اس کو شہر اول میں قابض کے پاس جو اس کی ملک کا حالت صغر میں دعویٰ کرتا تھا اور جانتا تھا ۱۲ منہ

ہے۔ کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔

دوسرا باب ☆

غالب رائے پر عمل کرنے کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ باب دیانات و باب معاملات میں غالب رائے کے موافق عمل کرنا جائز ہے اسی طرح حقوق خون میں موافق رائے غالب کے عمل کرنا جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر رات میں ایک شخص دوسرے کے گھر میں داخل ہوا حالانکہ وہ تلوار کھینچے ہوئے یا نیزہ تانے ہوئے ہے تاکہ حملہ کرے اور مالک حویلی کو یہ معلوم نہیں کہ یہ چور ہے یا چوروں سے بھاگا ہے تو اس کو چاہئے کہ اپنی رائے سے حکم لے پس اگر غالب رائے میں یہ آیا کہ یہ چور ہے اس نے یہ قصد کیا ہے کہ میرا مال لے لے اور اگر میں اس کو منع کروں تو مجھے قتل کر دے اور اگر میں نے اس کو دھمکایا یا پڑوسیوں کو آواز دی تو جب تک کچھ کام نکلے اس سے پہلے ہی یہ مجھے قتل کر ڈالے گا تو ایسی حالت میں کچھ ڈر نہیں ہے کہ مالک حویلی تلوار نکال کر اس پر قتل کے واسطے حملہ کرے اور اگر اس کی غالب رائے میں یہ آئے کہ یہ شخص چوروں سے بھاگا ہوا آیا ہے تو مالک حویلی کو اس کے حق میں جلدی کرنے اور اس کو قتل کر ڈالنے کی گنجائش نہیں ہے اور واضح ہو کہ اس داخل ہو جانے والے کے حق میں غالب رائے حاصل ہونے کی صورت یہ ہے کہ اس شخص کے لباس و ہیئت کو دیکھے پس اگر نیکوں کے مانند ہو یا اس حرکت سے پہلے اس کو پہچانتا ہو اور نیک لوگوں کے پاس بیٹھا دیکھتا ہو تو اس سے استدلال کرے گا کہ یہ شخص چوروں کے خوف سے بھاگا ہے اور اگر اس کو چوروں کے ساتھ ہم نشین پاتا ہو تو اس سے استدلال کرے گا کہ چور ہے یہ مبسوط میں ہے۔

مشائخ نے فرمایا کہ اگر مسلمانوں کے سامنے دارالحرب میں ایک گروہ آئے اور مسلمانوں پر ان کا حال مشتبہ ہو جائے کہ یہ مسلمان لوگ ہیں یا کافروں میں سے ہیں تو مسلمانوں کو اپنی رائے غالب پر عمل کرنا چاہئے یہ محیط میں ہے۔ فقیہ ابو جعفرؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کو اپنی عورت کے ساتھ پایا پس آیا اس کو قتل کر سکتا ہے تو شیخؒ نے فرمایا کہ اگر وہ جانتا ہے کہ یہ مرد اجنبی دھمکانے یا چیخنے سے زنا سے باز رہے گا یا ہتھیار سے کم کسی ضرب سے باز رہے گا تو اس کو قتل نہ کرے اور ہتھیار کے ساتھ اس سے مقابلہ نہ کرے اور اگر جانتا ہے کہ بدوں قتل ہتھیار سے لڑائی کے باز نہ رہے گا تو اس کا قتل کرنا حلال ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کسی نے اپنی جورو یا باندی کے ساتھ ایک شخص کو پایا کہ جو یہ بات چاہتا ہے کہ اس عورت کے اوپر^(۱) غالب ہو کر اس سے زنا کرے تو فرمایا کہ اس کو اختیار ہے کہ اس مرد فاجر کو قتل کر ڈالے اور اگر اس نے ایسے شخص کو اپنی جورو یا کسی عورت محرمہ کے ساتھ پایا حالانکہ یہ عورت بھی اس کی فرمانبرداری میں تھی تو اس مرد فاجر و عورت دونوں کو قتل کر ڈالے اسی طرح اگر جنگل میں کسی شخص نے اس کو روکا اور اس کا مال لینا چاہا پس اگر اس کا مال دس یا دس سے زیادہ ہو تو روکنے والے کو قتل کر سکتا ہے اور اگر دس سے کم ہو تو اس سے لڑائی کرے مگر اس کو قتل نہ کرے۔ اگر کسی شخص نے کسی آدمی کو دیکھا کہ یہ آدمی اس کی عورت یا کسی غیر کی عورت سے زنا کرتا ہے حالانکہ وہ محسن ہے پس یہ شخص چلایا مگر زنا کرنے والا نہ گیا اور نہ زنا سے باز رہا تو اس کو حلال ہوگا کہ زانی کو قتل کر ڈالے اور اس پر قصاص نہیں ہے اور اسی طرح اگر ایک چور کو دیکھا کہ اس کا مال چور اتا ہے پس چور چور چلایا مگر وہ نہ گیا یا کسی شخص کو دیکھا کہ اس کی دیوار یا غیر کی دیوار میں نقب لگاتا ہے حالانکہ یہ شخص مشہور چور ہے پس وہ چلایا مگر چور نہ گیا تو اس کا قتل کرنا حلال ہے اور قاتل مذکور پر قصاص نہ آئے گا۔ اگر کسی شخص نے چاہا کہ لڑکے یا عورت کو فاحشہ بات پر مجبور کرے تو ان دونوں پر واجب ہے کہ زبردستی کرنے والے سے قتال کریں۔ پس اگر

(۱) یعنی زبردستی ۱۲

انہوں نے اس کو قتل کر ڈالا تو اس کا خون بدر ہوگا بشرطیکہ اس شخص کو بدون اس کے قتل کرنے کے منع نہ کر سکے یہ خزانۃ الفتاویٰ میں ہے۔ اگر کسی شخص نے ایسی عورت سے نکاح کیا جس کو اس نے کبھی نہیں دیکھا ہے پھر ایک شخص اس عورت کو رات میں لایا اور اس کے پاس داخل کر گیا کہ یہ تیری جوڑو ہے تو اس کو گنجائش ہے کہ خبر کا قول (۱) قبول کرے بشرطیکہ مخبر اس کے نزدیک ثقہ ہو یا اس کی رائے غالب میں مخبر سچا ہو کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔

بسم رب☆

اگر ایک شخص نے دوسرے کو دیکھا کہ اس کے باپ کو قتل کرتا ہے تو اس کے واسطے جو

احکام ہیں اور اس کے متصلات کے بیان میں

اگر ایک شخص نے دوسرے کو دیکھا کہ عدا اس کے باپ کو قتل کرتا ہے مگر قاتل نے اس امر سے انکار کیا اور کہا کہ میں نے اس کو نہیں قتل کیا ہے یا فرزند سے خفیہ اس امر کو کہہ دیا کہ میں نے اس کو قتل کیا ہے اس وجہ سے کہ اس نے میرے باپ فلاں شخص کو عدا قتل کیا تھا یا دین اسلام سے مرتد ہو گیا تھا حالانکہ یہ فرزند ان باتوں میں سے جو قاتل کہتا ہے کچھ نہیں جانتا ہے اور مقتول کا سوائے اس فرزند کے کوئی وارث نہیں ہے تو فرزند کو گنجائش ہے کہ قاتل کو عدا قتل کر ڈالے اگر زید نے مثلاً کسی شخص پر گواہ قائم کئے کہ اس نے میرے باپ کو قتل کر ڈالا ہے اور قاضی نے قصاص کا حکم دے دیا تو زید کو اس کے قتل کر ڈالنے کا اختیار ہے اور اگر زید کے پاس دو عادل گواہوں نے گواہی دی کہ اس شخص نے تیرے باپ کو قتل کیا ہے تو زید کو فقط اس گواہی پر اس قاتل کے قتل کرنے کی گنجائش نہیں ہے تا وقتیکہ حکم قاضی نہ ہو اس واسطے کہ خالی گواہی حق کو واجب نہیں کرتی ہے جب تک کہ اس کے ساتھ حکم قاضی متصل نہ ہو اور جو حکم جواز ہم نے مقتول کے فرزند کے حق میں بیان کیا ہے ویسا ہی غیر فرزند کے حق میں ہے کہ اگر غیر نے قاتل کا قتل کرنا اپنی آنکھ سے دیکھا یا قاتل کی زبان سے اقرار سنا کہ میں نے اس کو قتل کیا ہے یا دیکھا یا کہ قاضی نے قاتل پر قصاص کا حکم دے دیا ہے تو اس غیر کو بھی روا ہے کہ فرزند مقتول کی قاتل کے قتل کرنے پر مدد کرے اور اگر غیر کے سامنے دو عادل گواہوں نے گواہی دی ہو کہ اس قاتل نے فلاں شخص کے باپ کو قتل کیا ہے تو اس غیر کو روا نہیں ہے کہ قاتل کے قتل کرنے پر فرزند مقتول کی مدد کرے حتیٰ کہ جب قاضی فرزند مقتول کے واسطے قصاص کا حکم دے تو مدد کر سکتا ہے اور اگر قاتل نے فرزند مقتول کے سامنے دو عادل گواہ پیش کئے کہ تیرے باپ نے میرے باپ کو عدا قتل کیا تھا اس وجہ سے میں نے تیرے باپ کو قتل کیا ہے تو فرزند مقتول کو چاہئے کہ قاتل کے قتل کرنے میں جلدی نہ کرے یہاں تک کہ اس بات کو خوب دریافت کر لے اسی طرح غیر شخص کو بھی نہ چاہئے کہ مقتول کے فرزند کے قاتل کے قتل کرنے پر مدد کرے در صورتیکہ غیر شخص کے سامنے دو عادل گواہ ایسی گواہی دیں جیسی ہم نے بیان کی ہے یا اگر قاتل نے جس کو قتل کیا ہے اس کے مرتد ہونے کے دو عادل گواہ پیش کئے تو بھی جب تک اس بات میں خوب چھان پھٹک نہ کر لے تب تک قاتل کے قتل میں جلدی نہیں کرنی چاہئے اور اگر ایسی گواہی ایسے دو گواہوں نے ادا کی جو محمد و القذف ہیں یا دو غلام ہیں یا فقط عورتیں ہیں ان کے ساتھ کوئی مرد نہیں ہے مگر سب عورتیں عادل ہیں یا دو فاسق گواہ ہیں تو ایسی صورت میں مقتول کے فرزند کو قاتل کا قتل کرنا روا ہے یا غیر کو اس کی مدد کرنا روا ہے لیکن اگر اس خبر کی چھان پھٹک کرنے کے بعد ایسا کرے تو اس کے حق میں بہتر ہے اور اگر ایک ہی عادل گواہ نے جس کی گواہی جائز

۱ یعنی گواہ نہیں ہیں فقط فرزند نے قاتل کو قتل کرتے دیکھا ۱۲ منہ (۱) اور اس سے واپس کرے ۱۲

ہے ایسی گواہی دی پھر قاتل نے کہا کہ میرے پاس ایسا ہی دوسرا گواہ بھی ہے تو استحضار یہ حکم ہے کہ اس کے قتل میں جلدی نہ کرے بلکہ اتنا انتظار کر دیکھے کہ آیا دوسرا ایسا گواہ لاتا ہے یا نہیں لاتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر فرزند کے پاس دو عادل گواہوں نے یوں گواہی دی کہ اس قاتل نے تیرے باپ کو قتل کیا ہے یا قاتل نے ایسا اقرار کیا ہے تو فرزند اس کو قتل نہیں کر سکتا ہے اور نہ غیر شخص اس فرزند کی مدد کر سکتا ہے جب تک کہ اس گواہی کے ساتھ حکم قاضی موجود نہ ہو اور اگر قاضی نے قصاص کا حکم دیا پھر دو عادل گواہوں نے گواہی دی کہ مقتول نے اس قاتل کے ولی کو عداۃ قتل کیا ہے یا مقتول مرتد تھا تو ازراہ دیانت صاحب قصاص کو نہ چاہئے کہ قاتل کے قتل میں جلدی کرے یہ محیط سرخی میں ہے۔ زید کے پاس کچھ مال ہے اور عمرو کے سامنے دو عادل گواہوں نے یوں گواہی دی کہ یہ مال تیرے باپ کا ہے اس سے زید نے غصب کر لیا ہے اور عمرو کے سوائے عمرو کے باپ کا کوئی وارث نہیں ہے تو عمرو ایسی گواہی سے زید پر مال کا دعویٰ کر سکتا ہے مگر جب تک گواہ قائم کر کے قاضی کا حکم حاصل نہ کرے تب تک زید سے یہ مال نہیں لے سکتا ہے اسی طرح جب تک اس طرح حکم قاضی اس گواہی کے ساتھ نہ پایا جائے تب تک غیر شخص کو بھی نہیں جائز ہے کہ فقط ایسے گواہوں پر عمرو کی اس مال لینے پر مدد کرے اور اگر عمرو نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہو کہ زید نے یہ مال میرے باپ سے لے لیا ہے تو ایسی صورت میں عمرو کو اس سے لے لینے کا اختیار ہے اسی طرح اگر زید نے اس کے سامنے اقرار کیا ہو کہ میں نے تیرے باپ سے غصب کر لیا ہے تو بھی یہی حکم ہے۔ اسی طرح اگر غیر نے اپنی آنکھ سے غاصب کر لینا کا مشاہدہ کیا ہو تو اس کو بھی وارث کی مدد کرنے کا اختیار ہے حاصل آنکھ گواہی میں حکم قاضی کی ضرورت ہے معائنہ میں نہیں اور اگر وہ ایسی جگہ ہو کہ جہاں ایسا کوئی حکم نہیں پاتا ہے جو غاصب سے اس کو مال دلا دے اور غاصب دینے سے انکار کرتا ہے تو اس کو اختیار ہے کہ اس سے اپنا مال لے لے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر تیسرے فریق نے مال غصب کی بابت گواہی دی ☆

اگر زید کے پاس دو گواہوں نے گواہی دی کہ عمرو نے تیرے باپ سے یہ مال غصب کرنے کا اقرار کیا ہے تو زید کو اس سے مال لے لینے کا اختیار نہیں ہے جب تک کہ قاضی کے سامنے اس کو ثابت نہ کرادے اور اگر کسی شخص نے غاصب سے مال غصب کرنے کا اقرار سنا پھر سننے والے کو دو عادل گواہوں نے خبر دی کہ جس مال کا اس نے اقرار کیا تھا وہ اس کے حق میں ہبہ ہو گیا ہے تو سننے والے کو اختیار ہے چاہے اقرار کرنے والے پر مال کی بابت اقرار کی گواہی دے یا نہ دے اور اگر نکاح یا رقیق کا گواہ ہو پھر اس کو دو عادل شخصوں نے طلاق یا عتاق واقع ہونے کی خبر دی تو گواہ مذکور نکاح و رقیق کے گواہی نہ دے اور قصاص سے عفو کرنے کا بھی یہی حکم ہے اور حسن ابن زیاد سے روایت ہے کہ وارث نے اگر اپنے مورث پر کسی شخص کا قرضہ معلوم کیا ہے پھر اس کو دو عادل آدمیوں نے خبر دی کہ اس نے ادا کر دیا ہے تو وارث مذکور روا نہیں ہے کہ قاضی کے سامنے اس طرح قسم کھا جائے کہ مجھے معلوم ہے کہ میرے مورث نے اس کا قرضہ ادا کر دیا ہے۔ اسی طرح اگر میت نے اس کو خبر دی کہ میں نے ادا کر دیا ہے یا میت نے کسی عادل مرد یا عورت کے ساتھ ایسی خبر دی ہو تو بھی افضل یہ ہے کہ اپنے علم پر قسم نہ کھائے کذا فی الغیاثہ۔

۱۔ قولہ عز قول لیکن اگر قاضی کے سامنے ثبوت نہ ہو تو وہ قصاص میں مارا جائے گا پس اصل یہ کہ وہ عند اللہ قاتل عمدی نہ ہو گا ۱۲

۲۔ قال المحرر جم مال لے لینا جہی ہے کہ جب اس مال میں ایسا تغیر نہ آیا ہو کہ جس سے حق مالک منقطع ہو جاتا ہے ورنہ تاوان لے سکتا ہے اصل مال نہیں

۳۔ یعنی دو عادلوں نے خبر دی کہ اس قاتل کو کسی ولی جائز نے قصاص عفو کیا ہے تو گواہی نہ دے ۱۲ منہ

☆ جونہا باب ☆

صلوٰۃ اور تسبیح اور قراۃ القرآن، ذکر، دعاء اور قرآن پڑھنے کے وقت

آواز بلند کرنے کے بیان میں

اگر کسی نے کمر باندھے ہوئے نماز پڑھی تو مکروہ نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر مسلمان سے ایک کپڑا یا فرش خریدا تو اس پر نماز پڑھے اگرچہ بائع شراب خوار ہو اس واسطے کہ ظاہر حال مسلمان یہ ہے کہ وہ نجاست سے اجتناب کرتا ہے اور اگر مجوسی کے تہبند سے نماز پڑھی تو جائز ہے مگر مکروہ ہے یہ تاتار خانہ میں ہے۔ اگرچہ بچہ کے سامنے نماز پڑھی تو کچھ ڈرنہیں ہے بشرطیکہ اس کے قریب نہ ہو اور عین الایمہ کرامیسی نے فرمایا کہ جس بیت میں بالوعہ ہو اس میں نماز مکروہ نہیں ہے یہ قینہ میں ہے۔ مشائخ نے تصویر کے سر میں بلا حبشہ کے اختلاف کیا ہے کہ اس کا اتحاذا اور اس کے پاس نماز پڑھنا کیسا ہے اور کپڑے اور ہیئت میں تصویر کا رکھنا سوائے وقت نماز کے دو طور کا ہوتا ہے۔ ایک وہ کہ جس کا مرجع اس تصویر کی تعظیم ہو یعنی بغرض تعظیم رکھے تو وہ مکروہ ہے اور دوم وہ کہ اس کا مرجع اس تصویر کی تحقیر ہو تو وہ مکروہ نہیں ہے اور اسی سے ہم نے کہا کہ اگر تصویر وار فرش بچھا ہوا ہو تو مکروہ نہیں ہے اور اگر لٹکا ہوا ہو تو مکروہ ہے یہ محیط میں ہے۔ کلام میں سے بعض کلام تو موجب ثواب ہوتا ہے جیسے تسبیح و تحمید و قرأت قرآن و احادیث نبوی و علم فقہ مگر کبھی ایسے کلام سے بھی گنہگار ہوتا ہے جب کہ اس کو جان بوجھ کر مجلس فسق میں بولا کیونکہ اس میں استہزاء و مخالف ہے لیکن اگر اس نے مجلس فسق میں اس غرض سے سبحان اللہ کہا کہ لوگ عبرت پکڑیں یا اس مجلس کو برا جان کر کہا یا اس غرض سے کہ جس بد حالت فسق میں وہ لوگ ہیں اس سے منہ موڑ کر اس طرف مشغول ہوں تو یہ بہتر ہے اسی طرح اگر بازار میں کسی نے بدیں نیت تسبیح پڑھی کہ لوگ غافل دنیا کے کاموں میں مشغول ہیں اور وہ تسبیح میں مشغول ہے تو یہی افضل ہے اور یہ امر اس کے بازار کے سوائے تنہا پڑھنے سے بہتر ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔

ایک شخص ایک تاجر کے پاس کپڑا لینے گیا پس جب تاجر نے کپڑا کھول کر دکھانا چاہا تو اس نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھی یا آنحضرت ﷺ پر درود بھیجا مگر نیت یہ ہے کہ مشتری کو آگاہ کرے کہ کپڑا کتنا عمدہ ہے تو یہ مکروہ ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے شراب پی پس کہا الحمد للہ تو اس کو ایسی جگہ پر الحمد للہ (۱) نہ کہنا چاہئے اور اگر کسی شخص سے غصب کی ہوئی چیز کھائی پس کہا کہ الحمد للہ تو شیخ امام اسماعیل زاہدؒ نے فرمایا کہ اس میں کچھ ڈرنہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک چوکیدار لا الہ الا اللہ کہتا ہے یا آنحضرت ﷺ پر درود بھیجتا ہے تو گنہگار ہوگا اس واسطے کہ وہ اس کے دام لیتا ہے بخلاف عالم کے کہ اگر اس نے مجلس میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجو یا قاری نے کہا کہ تکبیر کہو تو ان کو ثواب ہوگا۔ اور اگر فقہی نے اپنی فقاہ کھولنے کے وقت بقصد اس کی ترویج (۲) و تحسین کے رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجا یا تسبیح پڑھی یا قصہ گو نے ان دونوں کلاموں کو بہ نظر گرمی ہنگامہ پڑھا تو گنہگار ہوگا اور اسی سے منع کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی بڑا آدمی مجلس میں آیا اس کی آمد آمد کے واسطے تسبیح پڑھی گئی یا آنحضرت ﷺ پر درود بھیجا گیا کہ لوگ اس کی آمد سے خوش ہو کر جگہ چھوڑیں یا تعظیماً کھڑے ہو جائیں تو گنہگار ہوگا یہ وجہ کروری میں ہے۔ ایک قاضیؒ کے پاس ایک جماعت

۱ یعنی قصہ گو کا قصہ سنا دینا اور گھر میں رکھنا روا ہے یا نہیں ۱۲ ۲ چنانچہ عادت ہے کہ سبحان اللہ کیا عمدہ ہے ۱۲ منہ

۳ بعض چیزوں میں سبحان اللہ بظہر تجب و قدرت باری تعالیٰ ہوتی ہے اور وہ نیت پر ہے ۱۲ منہ ۴ خواہ واعظ قصہ گو ہے ۱۲ منہ

۵ شاید یہ لفظ قاضی بسا و مہملہ و بمعنی واعظ قصہ گو اللہ اعلم ۱۲ منہ (۱) بعضوں نے کہا کہ کافر ہوگا ۱۲ (۲) راج کرنا تحسین خوبی ظاہر کرنا ۱۲

عظیم بلند آواز سے تسبیح و تہلیل کرتی ہے تو کچھ ڈر نہیں ہے مگر چپکے سے پڑھنا افضل ہے اور اگر لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر و تسبیح و تہلیل کے واسطے جمع ہوں تو چپکے سے پڑھیں اور کشتی میں خوف پیدا ہونے کے وقت اور تلواروں سے (۱) ملاعیت کرنے کے وقت بھی چپکے سے پڑھنا افضل ہے اور آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے کا یہی حکم ہے یہ قدیہ میں ہے یہ مستحب ہے کہ یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور یوں بلا تعظیم نہ کہے کہ اللہ نے فرمایا یعنی اس کے ساتھ کوئی وصف اللہ تعالیٰ کا جو صالح تعظیم ہے پیچھے لگائے (۲) یہ وجہ کر دہی میں ہے۔ کسی شخص نے اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کوئی نام سنا تو اس پر واجب ہے کہ اس کی تعظیم کرے اور کہے کہ سبحان اللہ یا اس کے مثل کوئی لفظ کہے اور اگر اس نے رسول اللہ ﷺ کا نام سنا تو اس پر واجب ہے کہ درود بھیجے اور ایک ہی مجلس میں چند بار سنا تو اس میں اختلاف ہے بعض نے فرمایا کہ اس پر فقط ایک ہی مرتبہ درود پڑھنا واجب ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان اسی پر فتویٰ ہے کذا فی القدیہ۔

ایک ہی مجلس میں مکرر سہ کر درود سننے تو تکرار واجب ہے ☆

امام طحاویؒ نے فرمایا کہ اس پر ہر بار سننے کے وقت درود بھیجنا واجب ہے اور امام طحاوی کا قول مختار ہے کذا فی الولو الجیہ اور اگر اللہ تعالیٰ کا نام چند بار سنا تو ہر بار اس پر تعظیم کرنی واجب ہے اور ہر بار کہے کہ سبحان اللہ وتبارک اللہ یہ خزائنہ الفتاویٰ میں ہے۔ اور اگر سننے والے نے آنحضرت ﷺ کا نام مبارک سننے کے وقت درود نہ بھیجا تو درود بھیجنا اس کی گردن پر قرضہ رہا بخلاف ذکر اللہ تعالیٰ کے کہ ہر دم اس کے واسطے محل اداء ہے پس محل قضاء نہ ہوگا اور آنحضرت ﷺ پر بجائے صلوٰۃ کے اگر سلام پہنچا تو کافی ہے یہ غرائب میں ہے اگر سوائے رسول اللہ ﷺ کے کسی غیر پر تنہا درود بھیجا مثلاً یوں کہا کہ اللھم صل علی فلاں تو مکروہ ہے اور اگر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دوسرے کو جمع کر کے یوں کہا کہ اللھم صل علی محمد وعلی آلہ واصحابہ تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور صحابہ کا نام ذکر کرنے کے وقت رضی اللہ عنہ کہنا (۳) واجب نہیں ہے یہ قدیہ میں ہے اور اگر قرآن شریف پڑھتے وقت اس نے آنحضرت ﷺ کا نام سنا تو اس پر درود پڑھنا واجب نہیں ہے لیکن اگر قرآن شریف کی قرأت سے فارغ ہونے کے بعد اس نے درود بھیجا تو بہت بہتر ہے یہ نیا بیع میں ہے اور اگر قرآن شریف پڑھنے میں رسول اللہ ﷺ کا نام آیا یعنی قرآن میں آیا تو ایسے وقت میں قرآن مجید کا اس کی تالیف و نظم پر پڑھنا بہ نسبت اس کے کہ بیچ میں درود پڑھنے لگے افضل ہے پھر بعد فراغت کے اگر اس نے درود پڑھا تو افضل ہے اور اگر نہ پڑھا تو اس پر گناہ نہ ہوگا یہ ملقط میں ہے۔ شیخ بقائی سے دریافت کیا گیا کہ قرآن پڑھنا افضل ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنا تو فرمایا کہ طلوع آفتاب کے وقت اور ان اوقات میں جن میں نماز سے ممانعت ہے رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنا و دعاء و تسبیح بہ نسبت قرآن مجید پڑھنے کے اولیٰ ہے اور سلف رحمہم اللہ ان اوقات میں تسبیح کرتے تھے قرآن مجید نہیں پڑھتے تھے یہ غرائب میں ہے۔

قال المیز جم ☆

اللہ تعالیٰ البقائی قد اتی بجواب حسن لا یرجى کلام افضل ابلغ من ہذا من ذی فطن واللہ تعالیٰ اعلم اور بعض سورتوں اور آیتوں کو مثل آیۃ الکرسی وغیرہ کے تفصیل دی جاسکتی ہیا اور فضیلت کے یہ معنی ہیں کہ اس کی قرأت کا ثواب کثیر ہے اور بعض نے یہ معنی فرمائے کہ ان سے قلب زیادہ بیدار ہوتا ہے اور یہی معنی اقرب الی الصواب ہے اور بدیں معنی یہ کہا جاتا ہے کہ تمام آسمانی کتابوں

۱۔ یعنی افضل مستحب ہے مگر واجب نہیں ہے ۲۔ قال الخ یعنی شیخ بقائی پر اللہ تعالیٰ رحم کرے کہ اس سے بہتر جواب کی امید نہیں جو شیخ نے دیا ہے ۱۲

(۱) یعنی گانا سیکھنے کے وقت یا مشق کرنے کے وقت ۱۲ منہ (۲) مثلاً اللہ جل جلالہ یا عزوجل نے یوں فرمایا ۱۲ منہ

(۳) خواہ یہ لفظ یا اس کے معنی میں دوسرا لفظ کہے ۱۲ منہ

سے قرآن مجید افضل ہے اور افضل یہ ہے کہ بعض قرآن کو بعض پر بالکل تفصیل نہ دی جائے اور یہی مختار ہے۔ یہ جو اہر اخلاطی میں ہے جس نے قرآن پڑھنے کا قصد کیا اس کو چاہئے کہ اپنے احوال میں سے اچھے حال کے ساتھ بیٹھے یعنی اپنے شایستہ کپڑے پہن کر عمامہ باندھ کر قبلہ رخ ہو بیٹھے اس واسطے کہ قرآن مجید کی تعظیم اور فقہ کی واجب ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنا چاہا پس اگر کوئی کام شروع کرنا چاہتا ہے تو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم نہ پڑھے اور قراۃ قرآن چاہتا ہے تو تعوذ پڑھے یہ سراجیہ میں ہے اور محمد بن مقاتل سے مروی ہے کہ اگر کسی نے قرآن مجید کی سورت یا آیت پڑھنی چاہی تو اس پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگے کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور اس سے پیچھے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے اور اگر کسی نے سورۃ انفال کی قرأت شروع کرنے کے وقت تعوذ و تسمیہ پڑھ لیا اور برابر سورۃ انفال سے سورہ توبہ تک پڑھتا چلا گیا اور سورہ توبہ پڑھی تو پہلا تعوذ و تسمیہ اس کے حق میں کافی ہوگا اور اس کو نہ چاہئے کہ جن بزرگوں نے باہم اتفاق کر کے مصاحف جو لوگوں کے پاس ہیں لکھے ہیں ان کی مخالفت کرے اور اگر اس نے سورۃ انفال پڑھ کر قرأت چھوڑی پھر سورہ توبہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو اس کے واسطے وہی چاہئے جو ابتدا میں سورۃ انفال شروع کرنے میں چاہئے تھا یعنی اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے اور یہی حکم باقی سب سورتوں میں ہے یہ محیط میں ہے۔ شیخ ابو جعفر سے دریافت کیا گیا کہ تعوذ کیونکر پڑھے تو فرمایا کہ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ یوں کہے کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم تاکہ قرآن مجید کی موافقت ہو اور اگر یوں کہے کہ اعوذ باللہ العظیم یا اعوذ باللہ السبع العظیم تو جائز ہے اور یہ چاہئے کہ تعوذ قرأت سے موصول ہو یہ حاوی میں ہے اور سوار یا پیادہ چلنے کی حالت میں قرآن مجید پڑھنے میں کچھ ڈر نہیں ہے بشرطیکہ یہ جگہ نجاست کے واسطے مقرر نہ ہو اور اگر ہوگی تو مکروہ ہے یہ قیہ میں ہے حمام میں قرآن مجید پڑھنا دو طرح پر ہے اگر اس نے آواز سے پڑھا تو مکروہ ہے اور اگر آواز سے نہ پڑھا تو مکروہ نہیں ہے اور یہی مختار ہے اور تسبیح و تہلیل کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اگر چہ آواز ہو یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔

اگر حمام سے باہر ایسی جگہ جہاں لوگوں کا دھوون نہیں ہوتا ہے قرآن مجید پڑھا جیسے حمامی کے بیٹھنے کی جگہ میں یا ثیابی یعنی کپڑوں کے نگاہان کی جگہ میں بیٹھ کر پڑھا تو ہمارے علماء نے اس میں اختلاف کیا ہے امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ مکروہ نہیں ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ مکروہ ہے اور امام ابو یوسفؒ سے اس میں کوئی صریح روایت نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اور حمام میں قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ وہ موضع نجاست ہے اور بیت الخلاء میں بھی نہ پڑھے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور پیخانہ و غسلخانہ و حمام میں قرآن مجید نہ پڑھے لیکن اگر ایک ایک حرف توڑ توڑ کر پڑھے تو پڑھ سکتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ بھی مکروہ ہے مگر اول اصح ہے یہ جو اہر اخلاطی میں ہے اور طواف کعبہ کی حالت میں قرآن پڑھنا مکروہ ہے یہ ملقط میں ہے اور جو لوگ کاموں میں مشغول ہوں ان کے پاس جہر سے قرآن نہ پڑھے اور قرآن کی تعظیم و حرمت میں سے یہ ہے کہ بازار میں اور جہاں لغو ہوتا ہو وہاں قرآن مجید نہ پڑھے یہ قیہ میں ہے اور اگر مجلسوں میں دنیا کی طمع سے پڑھا تو پڑھنا مکروہ ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے واسطے پڑھا تو نہیں مکروہ ہے اور اصحاب رسول اللہ ﷺ ایسا کرتے تھے کہ جب کہیں جمع ہوتے تھے تو اپنوں میں سے کسی سے کہتے تھے کہ قرآن مجید کی کوئی سورت پڑھے یہ غرائب میں ہے۔ چند لوگ مصاحف سے دیکھ دیکھ کر قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے یا ایک ہی شخص ایسا کرتا تھا کہ اتنے میں بزرگ و اشراف آدمیوں میں سے کوئی آیا پس قاری اس کے واسطے کھڑا ہو گیا تو مشائخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر عالم آیا یا قاری کا باپ یا اس کا استاد جس نے اس کو علم پڑھایا ہے تو آیا تو اس کے واسطے قاری کا کھڑا ہو جانا جائز ہے اور ان کے سوائے اگر کوئی ہو تو اس کے واسطے نہیں جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر اس نے اپنا بازو زمین پر رکھ کر قرآن پڑھا تو کچھ ڈر نہیں ہے لیکن چاہئے کہ ایسی حالت میں اپنے دونوں پاؤں اپنی طرف کھینچ کر ملا لے یہ محیط میں ہے اور اگر کروٹ سے لیٹے لیٹے قرأت کی تو کچھ ڈر نہیں ہے بشرطیکہ

سر کو اس کپڑے سے جواڑھے ہوئے ہے نکال لے ورنہ نہیں یہ قیہ میں ہے اور اسباع سے قرآن پڑھنا جائز ہے مگر مصحف سے دیکھ کر پڑھنا مستحب ہے اس واسطے کہ اسباع^۱ محدثات میں سے ہیں یہ محیط میں ہے۔ نماز سے باہر قرآن پڑھنا جہر سے افضل ہے اور فریضہ نمازوں کے بعد مہمات کے واسطے فاتحہ یعنی سورۃ الحمد آواز سے یا چپکے سے پڑھنا جماعت کے ساتھ مکروہ ہے۔ مگر قاضی بدیع الدین نے یہ اختیار کیا ہے کہ مکروہ نہیں ہے اور قاضی جلال الدین نے یہ اختیار کیا ہے کہ اگر فریضہ کے بعد نماز سنت ہو تو مکروہ ہے ورنہ مکروہ نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور قل یا لہھا الکافرون پوری سورت جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ بدعت ہے صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ چند لوگ جمع ہو کر آواز سے دعا کے واسطے سورۃ الحمد پڑھتے ہیں تو عادت منع نہ کئے جائیں گے لیکن یہ اولیٰ ہے کہ چپکے سے پڑھی جائے بخندی میں ہے کہ ایک امام کی عادت ہے کہ ہر روز صبح کو جماعت کے ساتھ آیۃ الکرسی اور آخر سورہ بقرہ شہد اللہ^(۱) اس کے مثل آیات جہر سے پڑھتا ہے تو اس میں کچھ ڈر نہیں ہے۔ مگر چپکے سے پڑھنا افضل ہے یہ قیہ میں ہے۔ عیوں میں ہے کہ اگر کسی جب نے بطور دعا کے سورۃ فاتحہ پڑھی تو کچھ ڈر نہیں ہے اور غایۃ البیان میں ذکر کیا کہ یہی مختار ہے لیکن شیخ ابو جعفر نے فرمایا کہ میں اس پر فتویٰ نہیں دیتا ہوں اگرچہ امام اعظم سے مروی ہے اور مثل سورۃ فاتحہ میں یہی قول ظاہر ہے یہ بحر الرائق کی کتاب الطہارۃ میں ہے۔ مصحف سے دیکھ کر قرآن مجید پڑھنا بہ نسبت^(۲) حفظ پڑھنے کے اولیٰ ہے۔ اگر کسی نے قرآن حفظ کیا پھر بھول گیا تو گنہگار ہوگا اور بھول جانے کی تفسیر یہ ہے کہ مصحف سے دیکھ کر نہ پڑھ سکے اور اگر اس کے پاس پارہ کلام مجید ودیعت رکھا گیا ہو تو اس میں سے تلاوت کرنا نہ چاہئے اور غصب کئے ہوئے پارہ سے بالا جماع تلاوت جائز نہیں ہے اور مستعار پارہ سے اگر بائع نے اپنی ملک مستعار دیا ہو تو اس سے تلاوت کرنا جائز ہے اور اگر نابالغ کا ہو تو ایسا نہ چاہئے یہ غرائب میں ہے ایک شخص ایک روز میں پورا کلام اللہ پڑھتا ہے اور دوسرا شخص ایک اور میں پانچ ہزار دفعہ سورۃ قل ھو اللہ احد پڑھتا ہے پس اگر کلام اللہ تعالیٰ پڑھ سکتا ہے تو کلام اللہ تعالیٰ کی تلاوت کرنا افضل ہے یہ محیط میں ہے۔

اچھی تلاوت یہ ہے کہ قرآن کے معنی میں تدبیر کرے یعنی خوب سوچ و سمجھے حتیٰ کہ^(۳) بعضوں نے فرمایا کہ ایک روز میں قرآن ختم کرنا مکروہ ہے اور قرآن کی تعظیم کے واسطے تین روز سے کم میں ختم نہ کرے اور قرأت وہ^(۴) پڑھے جس پر اجماع ہے کذا فی القیہ اور حافظ قرآن کے واسطے مندوب ہے کہ ہر چالیس روز میں ختم کرے ہر روز ایک حزب و تہائی حزب پڑھا کرے یا اس سے کم پڑھے۔ یہ تبیین مسائل شمیم ہے۔ جس نے سال میں ایک مرتبہ بھی قرآن ختم کر لیا وہ چھوڑ دینے والا نہ ہوگا یہ قیہ میں ہے۔ اور مستحب ہے کہ گرمیوں میں چڑھتے دن میں ختم کرے اور جاڑوں میں شروع رات میں ختم کرے یہ سراجیہ میں ہے۔ اور ختم کے بعد تین بار قل ھو اللہ احد پڑھنے کو بعض مشائخ نے مستحسن نہیں جانا ہے اور اکثر مشائخ نے اس کو مستحسن جانا ہے تاکہ اگر بعض کی قرأت میں کمی ہوئی ہو تو پوری ہو جائے لیکن اگر فریضہ نماز میں قرآن ختم کیا تو ایک بار سے زیادہ نہ پڑھے یہ غرائب میں ہے اور ختم قرآن کے وقت لوگوں کے جہر سے قل ھو اللہ احد مجتمع ہو کر پڑھنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر ایک شخص پڑھے اور باقی لوگ سنیں تو یہ اولیٰ ہے یہ قیہ میں ہے اور قرآن کے ختم کے وقت یہ مستحب ہے کہ اپنے اہل اولاد کو جمع کرے اور ان کے واسطے دعا کرے یہ نیایع میں ہے۔ اور یہ مکروہ ہے کہ لوگ ایک بارگی آواز سے قرآن کی تلاوت کریں کیونکہ قرأت قرآن کا سننا اور اس دم خاموش رہنا کہ جن کا حکم کیا

۱۔ جیسے پنج سورہ وغیرہ ۱۲ منہ ۲۔ یعنی آمن الرسول یا انزل الیہ آلائیہ تمام ختم تک ۱۲ منہ ۳۔ سورۃ فاتحہ یعنی قرآن مجید میں سے جو دعا و ثناء ہو ۱۲

۴۔ یعنی پانچ ہزار بار قل ھو اللہ پڑھنے سے ایک کلام اللہ پڑھنا افضل ہے بشرطیکہ وہ قرآن مجید کی تلاوت کر سکتا ہے ہو ۱۲ (۱) شہد اللہ انہ لا الہ الا ھو واللاکۃ الی آخرہ ۱۲ منہ (۲) یعنی تلاوت میں ۱۲ (۳) یعنی اسی وجہ سے (۴) یعنی قرأت شاذ نہ پڑھے ۱۲

گیا ہے دونوں کا ترک کرنا لازم آتا ہے یہ قیہ میں ہے اور ترجیع سے قرآن پڑھنا بعض نے کہا کہ مکروہ نہیں ہے اور اکثر مشائخ نے کہا کہ مکروہ ہے حلال نہیں ہے اس واسطے کہ اس میں فاسقوں کی فسق کے فعل سے مشابہت ہے اور کوئی یہ گمان نہ کرے کہ یہ ترجیع جس میں ایسا اختلاف ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد الحن ہے یعنی گانا کیونکہ الحن بلا خلاف حرام ہے پس اگر کسی شخص نے الحن کے ساتھ قرأت کی اور دوسرے نے اس کو سنایا پس اگر جانتا ہے کہ تلقین صواب سے اس کو وحشت نہ ہوگی تو اس کو راہ صواب تلقین کرے اور اگر جانتا ہے کہ وحشت ہوگی تو اس کو تلقین نہ کرنے کی گنجائش ہے اس واسطے کہ جس امر معروف کے ضمن میں فعل منکر پیدا ہوتا ہو اس کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر نماز سے باہر کسی نے الحان کے ساتھ قرآن پڑھا پس اگر کلمہ کو متغیر کیا اور بجائے وقف کے وصل وصل کے وقف کیا تو مکروہ ہے ورنہ مکروہ نہیں ہے یہ غرائب میں ہے اور جولاہہ و موزہ دوز وغیرہ اہل حرفہ کو حالت کام میں قرآن کی تلاوت جائز ہے بشرطیکہ اس کا کام اس کے قلب کو قرآن سے اپنی طرف مشغول نہ کرے ورنہ نہیں اور اگر مکتب میں ایک قاری ہو کہ پڑھ رہا ہو۔ تو جو لوگ راہ سے گذرتے ہیں ان پر سننا واجب ہوگا اور اگر زیادہ ہوں اور سماعت میں خلل پڑتا ہو تو گذرنے والوں پر سننا واجب نہ ہوگا۔ ایک لڑکا گھر میں پڑھ رہا ہے اور اس کے اہل کام کاج میں مشغول ہیں تو سننا ترک کرنے میں معذور ہوں گے بشرطیکہ انہوں نے اس کی قرأت سے پہلے کام شروع کر دیا ہو ورنہ نہیں اور فقہ کی قرأت کا قرأت قرآن مجید کے وقت بھی یہی حکم ہے۔ ایک مدرس مسجد میں درس دیتا ہے اور ایک قاری مسجد میں قرآن پڑھتا ہے کہ اگر مدرس پڑھانے سے رُکے تو اس کی تلاوت کو سن سکتا ہے تو مدرس مذکور ترک سماع میں معذور ہوگا اور قرآن کے وقت صعق مکروہ ہے کہ یہ ریا ہے جو شیطانی فعل ہے اور صحابہؓ و تابعین و سلف صالحین نے قرأت قرآن کے وقت صعق و زعق و صیاح سے ممانعت کرنے میں تشدد کیا ہے یہ قیہ میں ہے اور محدث نے اگر قرآن مجید کے اوراق قلم یا چھری سے لوٹ کر تلاوت کی تو کچھ ڈر نہیں ہے۔ یہ غرائب میں ہے۔

فقہ کے لئے کتب کا "محض" مشاہدہ قیام اللیل سے زیادہ فضیلت کا باعث ہے ☆

اسماعل متکلم نے کہا کہ نابالغ لڑکے سے یہ کہنا کہ یہ مصحف میرے پاس اٹھالا جائز ہے یہ قیہ میں ہے۔ فتاویٰ میں ہے کہ شیخ ابو بکر سے دریافت کیا گیا کہ جو شخص فقہ ہے اس کو قرآن کی تلاوت کرنا افضل ہے یا فقہ پڑھانا تو فرمایا کہ ابو مطیعؒ سے منقول ہے کہ ابو مطیع نے کہا کہ ہمارے اصحاب کی کتابوں کو بغیر سماع کے فقط دیکھنا رات کے قیام سے افضل ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ قول فی الثبوت الروایۃ تامل بعدہ عن ابی مطیع ان یقول مثل ہذا وکانہ شبہ لاشیء فاستقسم ایک شخص فقہ کی تکرار کرتا ہے اور دوسرا قرآن کی قرأت کرتا ہے تو سننا واجب نہیں ہے۔ وبریؒ نے فرمایا کہ ایک مسجد میں وعظ ہوتا ہے اور قرأت قرآن ہے تو وعظ سننا اولیٰ ہے یہ قیہ میں ہے۔ ایک شخص فقط لکھتا ہے اس کے پہلو میں دوسرا شخص قرآن پڑھنے لگا کہ لکھنے والا اس کو نہیں سن سکتا تو گناہ اس قاری پر ہوگا اور کاتب پر کچھ نہ ہوگا۔ علی ہذا اگر رات کو چھت پر آواز سے پڑھا تو گنہگار ہوگا یہ غرائب میں ہے۔ ایک شخص اپنا قرآن وغیرہ کا ورد تمام کرنے کے وقت یوں کہتا ہے واللہ اعلم۔ یا۔ صلی اللہ علی محمد وآلہ آگاہ کرنے کے واسطے کہ ورد ختم ہو گیا ہے تو مکروہ ہے یہ قیہ میں ہے۔ ایک شخص قرآن پڑھنا چاہتا ہے مگر خوف کرتا ہے کہ میرے دل میں ریا نہ آجائے تو اس خوف کی وجہ سے قرأت کو ترک نہیں کر سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اس طرح دعا میں کہنا اللہم انی سئالک بمعقد العزمین عرشک مکروہ ہے اور یوں دعا کرنے میں دو عبارتیں ہیں ایک بمعقد العز دوسرے بمعقد العز پس پہلا لفظ عقد سے ماخوذ ہے اور دوسرا عقود سے پس دوسرے کے مکروہ ہونے میں تو کوئی شک نہیں ہے

۱۔ صعق آواز بے ہوشی اور زعق بلند آوازیں تلوٹ اور صیاح فقط چلانا آواز زاری وغیرہ سے ۱۲ ۲۔ قول یعنی ابو مطیع سے یہ کلام بعید ہے تو روایت کے ثبوت میں تامل ہے ۱۲

کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی شان سے مستحیل ہے اور اسی طرح اول بھی مکروہ ہے مگر امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ اس میں کچھ ڈرنہیں ہے اور اس کو فقیہ ابواللیثؒ نے اختیار کیا ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی دعا میں فرماتے تھے کہ اللھم انی اسالک بمقعد الغرمن عرشک مگر احوط یہی ہے کہ منع کیا جائے اس واسطے کہ یہ خبر واحد معارض القطعی ہے اور اگر اپنی دعا میں بحق فلاں یا بحق انبیاء ایک یا اولیاء ایک یا بحق رسلک یا بحق بیت اللہ یا بحق شعر الحرام کہے تو مکروہ ہے اس واسطے کہ مخلوق کا کچھ حق اللہ تعالیٰ پر نہیں ہے کذا فی التہمین اور یہ جائز ہے کہ یوں کہے کہ بدعوۃ^(۱) انبیک کذا فی الخلاصہ اور دعائے مازون و ماثورہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس کلام پاک سے مستفاد ہے قال اللہ تعالیٰ واللہ الاسماء الحسنی افعوہ بہا یہ محیط میں ہے اور دعا کرنے میں یہ افضل ہے کہ اپنی دونوں ہتھیلیاں پھیلائے اور دونوں کے درمیان جگہ کشادہ رکھے اگرچہ بہت قلیل ہو اور ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر نہ رکھے اور اگر عذر یا سخت سردی کے وقت فقط کلمہ کی انگلی سے اشارہ کیا تو دونوں ہتھیلیاں پھیلانے کے قائم مقام ہے اور مستحب ہے کہ دعا کے وقت دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر سینے کے مقابل رکھے یہ قیدیہ میں ہے اور دعا سے فارغ ہو کر اپنے ہاتھوں کو منہ پر مل لینا بعض مشائخ نے کہا کہ کچھ نہیں ہے اور بہت مشائخ نے اس کو معتبر رکھا ہے اور یہی اصح ہے یوں ہی خبر میں وارد ہے یہ غیاشیہ میں ہے۔

ابن ابی عمرانؒ سے منقول ہے کہ فرماتے تھے کہ استغفر اللہ و اتوب الیہ کہنا مکروہ ہے لیکن یوں کہے کہ استغفر اللہ و اسال التوبۃ اور طحاوی نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ وہ جائز ہے یہ قیدیہ میں ہے۔ ماہ رمضان میں^(۲) ختم قرآن کے وقت دعا مکروہ ہے لیکن یہ ایسی چیز ہے کہ اس پر فتویٰ نہ دیا جائے گا کذا فی خزائنہ الفتاویٰ و جماعت کے ساتھ^(۳) قرآن ختم ہونے کے وقت دعا مکروہ ہے اس واسطے کہ اس طرح دعا کرنا رسول اللہ ﷺ سے منقول نہیں ہے۔ مصلیٰ کو نہ چاہئے کہ جو دعا اس کے دل میں آتی جائے اس کو مانگے بلکہ یہ چاہئے کہ نماز میں دعا مانگنے کے واسطے کوئی دعایاد کرے اور نماز کے سوائے حالت میں جو دعا دل میں آتی جائے وہ دعا کرے اور کوئی دعایاد نہ رکھے اس واسطے کہ دعایاد کر لینے سے قلب کی رقت جاتی رہتی ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ تجھے اللہ کی قسم تو ایسا کر دے تو عمرو پر شرعاً یہ فعل کرنا واجب نہیں ہے اگرچہ یہ فعل کر دینا اولیٰ ہے یہ کافی میں ہے۔ اگر کہا کہ بحق اللہ تعالیٰ یا بحق محمد علیہ السلام تو مجھے یہ دے دے تو شرعاً اس پر دے دینا واجب نہیں ہے مگر بنظر مروت نہایت بہتر ہے کہ اس کو دے دے اور یہی مختار ہے یہ غیاشیہ میں ہے۔ محمد بن الخفیہ سے مروی ہے کہ دعا چار طرح کی ہے دعائے رغبت و دعائے رہبت و دعائے تضرع و دعائے خفیہ پس دعائے رغبت میں اپنی ہتھیلیاں آسمان کی طرف کرے اور دعائے رہبت میں اپنی ہتھیلیوں کی پشت اپنے منہ کی طرف رکھے اور دعائے تضرع میں چھٹکیا اور اس کے پاس کی انگلی بند کر لے اور بیچ کی انگلی انگوٹھے کے سرے ملا کر حلقہ بنائے اور کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرے اور دعائے خفیہ وہ ہے جو آدمی اپنے دل میں دعا کرتا ہے یہ مجموع الفتاویٰ میں حاکم شہید کی مختصر کی شرح سرحی سے منقول ہے۔ اگر کسی نے دعا کی حالانکہ اس کا قلب بھولا ہوا ہے تو اگر وہ رقت قلب کے ساتھ دعا کرے تو افضل ہے اور اسی طرح اگر بدوں غفلت دل کے دعا نہ کر سکتا ہو تو بھی ترک دعا سے دعا کرنا افضل ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کوئی امام اس غرض سے کہ اس کے ساتھ کی قوم سکھ جائے دعائے ماثورہ کے ساتھ بلند آواز سے دعا کرتا ہے تو کچھ ڈرنہیں ہے اور جب وہ لوگ سکھ جائیں تو اس وقت قوم کا جہر کرنا بدعت ہوگا یہ وجہ زبردوری میں ہے۔ اگر کسی واعظ نے منبر پر کسی دعائے ماثورہ کے ساتھ دعا کی اور قوم کے لوگ بھی اس کے ساتھ یہی دعا کرتے ہیں پس اگر قوم کی تعلیم کے واسطے ایسا ہو تو کچھ ڈرنہیں ہے اور اگر اس غرض سے نہ ہو تو مکروہ ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

۱۔ اختیار الخ اسی کو بحر الرائق میں قوی کہا اور مقدمہ عین الہدایہ میں بھی یہ مسئلہ مذکور ہے ۱۲ ۲۔ یعنی حدیث و آثار ۱۲ منہ

(۱) مرسلہ اپنے نبی کی دعوت کے ۱۲ (۲) یعنی تراویح میں واللہ اعلم ۱۲ ۳۔ یعنی رمضان میں واللہ اعلم ۱۲ منہ

مشروع آواز سے تکبیر کہنا سوائے ایام تشریق کے کسی ایام میں مسنون نہیں لیکن بمقابلہ دشمنوں و چوروں کے مشروع ہے اور بعض مشائخ نے (۱) آتشزدگی اور تمام مخاوف کو انہیں دونوں پر قیاس کیا ہے یہ قیہ میں ہے فقیہ ابو جعفر سے دریافت کیا گیا کہ ایک قوم نے اپنا ورد پڑھ کر اس کے بعد آواز سے تکبیر کہی تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر انہوں نے اس تکبیر سے ادائے شکر کا قصد کیا تو کچھ ڈر نہیں ہے اور فرمایا کہ اگر نماز تمام ہوتے ہی معاسکے بعد تکبیر کہی تو مکروہ ہے اور یہ بدعت ہے اور اگر رباطات میں تکبیر کہی تو مکروہ نہیں ہے بشرطیکہ اس سے اظہار قوت مقصود ہو اور یہ مقام خوف کی جگہ ہو۔ اور اگر رباطات کی مسجدوں میں تکبیر کہی اور یہ جگہ خوفناک نہیں ہے تو مکروہ ہے اور فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ ابو بکر رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا کہ فرماتے تھے کہ ابراہیم رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایام تشریق میں آواز سے بازار میں تکبیر کہنا کیسا ہے تو فرمایا کہ یہ جولاہوں کی تکبیر ہے۔ اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ جائز ہے اور فقیہ کہتے ہیں کہ میں بھی لوگوں کو اس سے منع نہیں کرتا ہوں یہ محیط میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے واسطے وعظ کہنے کی نیت سے اگر بیٹھے تو کچھ ڈر نہیں ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ واعظ نے اگر مجلس وعظ میں اپنے واسطے لوگوں سے کچھ سوال کیا تو اس کو یہ حلال نہیں ہے اس واسطے کہ اس نے علم سے دنیا حاصل کی یہ تاتار خانہ میں خلاصہ سے منقول ہے۔ اور قرآن و وعظ سننے کے وقت آواز بلند کرنا مکروہ ہے اور جو لوگ وجد و محبت کا دعویٰ کر کے ایسا کرتے ہیں اس کی کچھ اصل نہیں ہے اور صوفی لوگ آواز بلند کرنے سے اور کپڑے پھاڑنے سے منع (۲) کئے جائیں گے یہ سراجیہ میں ہے۔ اگر کافر نے دعا کی تو اس کی دعا کی نسبت کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرے یا نہیں تو فتاویٰ اہل سمرقند میں اس بارے میں مشائخ کا اختلاف مذکور ہے کہ بعض نے جن میں سے ابو الحسن رستغینی بھی ہیں فرمایا کہ نہیں جائز ہے اور بعض مشائخ جن میں سے ابو القاسم حاکم و ابو نصر الدبوسی ہیں فرمایا کہ جائز ہے اور صدر الشہید نے کہا کہ یہی صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔

اجناس میں امام رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جنوں کے لیے ثواب نہیں ہے یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر میت پر نماز کے واسطے لوگ مجتمع ہو گئے ہیں پھر اس وقت ایک شخص کھڑا ہو کر میت کے حق میں دعا کرے اور اپنی آواز بلند کرے تو یہ مکروہ ہے اور زمانہ جاہلیت کے لوگ جنازہ پر حالت موجودہ کے موافق باتیں کرنے میں جو میت کی تعریف میں حد سے زیادہ افراط کرتے تھے ویسا کرنا مکروہ ہے اور میت کی تعریف مکروہ نہیں ہے بلکہ یہ مکروہ ہے کہ اس کی تعریف میں حد سے تجاوز کر کے ایسی باتیں بیان کی جائیں جو اس میں نہ تھیں یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے میت کی طرف سے صدقہ دیا اور اس کے حق میں دعا کی تو جائز ہے اور میت کو اس کا ثواب پہنچے گا یہ خزائے الفتاویٰ میں ہے۔

۱۔ ملک اسلام کی سرحد جو ملک کفار سے ملتی ہو اور وہاں جہاں دونوں کے گھوڑے بندھیں وہ رباطات ہے ۱۲

(۱) آگ لگنے اور اس کے مانند خوفناک چیزیں ۱۲ (۲) یعنی اگر لوگ ایسا کریں گے تو منع کئے جائیں گے ۱۲ منہ

بانیحوالہ باب ☆

مسجد و قبلہ و مصحف مجید و جس میں قرآن مجید لکھا ہو جیسے درم و کاغذ یا اللہ تعالیٰ کا نام لکھا

ہو ان سب کے آداب کے بیان میں

مسجد کو گچ و ساج سے اور سونے کے پانی سے منقوش کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے مگر یہ مال فقیروں کی حوائج میں صرف کرنا اس سے افضل ہے کذا فی السراجیہ اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی المضممرات وال محیط اور مسجد میں گچ کاری کرنا اچھا ہے کیونکہ اس میں عمارت مسجد کی مضبوطی ہے۔ کذا فی الاختیار شرح المختار اور ہمارے بعض مشائخ نے محراب و دیوار قبلہ کو منقش کرنے کو مکروہ جانا ہے کیونکہ یہ امر مصلیٰ کے دل کو اپنی طرف مشغول کرے گا اور فقیہ ابو جعفر نے شرح سیر کبیر میں ذکر کیا کہ دیواروں کو منقش کرنا خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو مکروہ ہے اور چھت میں قلیل نقش کی اجازت ہے مگر کثیر مکروہ ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر نقش کی غرض سے سپیدی پر سیاہی پھیرے یا سیاہی پر سپیدی تو اس میں کچھ ڈر نہیں ہے بشرطیکہ اپنے مال سے ہو اور اگر مال وقف سے ایسا کیا تو مستحسن نہیں کیونکہ یہ تزیین مال ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور مسجد میں ایسی مٹی سے کھنگل کرنا جو نجس پانی سے ترکی گئی ہو مکروہ ہے بخلاف اس کے مٹی میں گوبر ڈالا گیا ہو تو ایسا نہیں ہے بوجہ اس کے کہ اس میں ضرورت خاص ہے یعنی اس سے جو مطلب نکلتا ہے وہ دوسری چیز سے نہیں حاصل ہو سکتا ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اپنے گھر کی چھت میں سونے و چاندی کے لگانے میں کچھ ڈر نہیں اور مسجد میں اپنے مال سے چاندی کے پانی سے نقش کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور خواب وغیرہ کی حالت میں عدا قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا مکروہ ہے اس طرح کتب شریعت کی طرف پاؤں پھیلانا بھی مکروہ ہے اسی طرح اپنی عورت سے جماع (۱) کرتے وقت ایسا کرنا بھی مکروہ ہے یہ محیط سرخی میں ہے۔

قبلہ کا مسجد کے حمام کی جانب ہونا ☆

اگر قبلہ بجانب متوضی ہو تو مکروہ ہے یعنی مسجد کے قبلہ رخ آنکھوں کے سامنے وہ چہ بچہ ہو جہاں وضو کا پانی مجتمع ہوتا ہے کذا فی السراجیہ مع توضیح امام محمد نے فرمایا کہ قبلہ مسجد اگر بجانب مخرج و حمام و قبر ہو تو میں مکروہ جانتا ہوں اور یہ امام محمد نے فرمایا کہ میں قبلہ مسجد کا حمام کی طرف ہونا مکروہ جانتا ہوں اس کے معنی میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے فرمایا کہ امام محمد کی مراد دیوار حمام نہیں ہے بلکہ مراد محم ہے یعنی وہ جگہ جس میں گرم پانی ریختہ ہوتا ہے اور اگر دیوار حمام کی طرف نماز پڑھی تو استقبال نجاست نہیں ہوتا ہے بلکہ پھر یا مٹی جس کی دیوار ہے وہ سامنے ہوتی ہے اسی طرح جو امام محمد نے فرمایا کہ مخرج کی طرف قبلہ مسجد ہونا مکروہ جانتا ہوں اس میں بھی مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ نفس مخرج مراد ہے اور بعضوں نے کہا کہ دیوار مراد ہے اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ جب مصلیٰ اور ان جگہوں کے درمیان میں کوئی دیوار یا سترہ نہ ہو اور اگر ہوگا تو مکروہ نہیں ہے دیوار فاصل ہو جائے گی پھر اگر مصلیٰ اور ان جگہوں کے درمیان میں سترہ نہ ہو تو ان چیزوں کو سامنے کر کے نماز پڑھنا فقط جماعت کی مسجدوں میں مکروہ ہے اور گھروں کی مسجدوں میں مکروہ نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔

۱۔ ایک قسم کا پتھر ہے و ظاہر سا کھو مراد ہے مگر اول مناسب تر ۱۲ منہ (۱) یعنی قبلہ رخ ہونا ۱۲

قال المترجم ☆

گھر کی مسجد سے یہ مراد ہے کہ نیک لوگ اپنے اپنے گھروں کو قبرستان نہیں بناتے بلکہ نوافل ادا کرنے کے واسطے کوئی جگہ مقرر کر لیتے ہیں کہ اس کو پاک صاف رکھتے ہیں مگر اس کو مسجد جماعت کا حکم حاصل نہیں ہوتا ہے یعنی اس میں نماز پڑھنے سے بچیں یا ستائیس رکعت کا ثواب ملے یا اس میں جنابت کے ساتھ داخل نہ ہو سکے وغیرہ ذلک کذا صرحوا بہ بلا خلاف فاحفظہ اور ہمارے مشائخ نے اس بات کو مکروہ جانا ہے کہ کوئی مرد یا عورت اپنے مقام پیشاب کو سورج یا چاند کے سامنے کرے یہ محیط سرحسی میں ہے۔ قبلہ کی طرف نشانہ رکھ کر تیر اندازی کرنا مکروہ ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اگر مصلائے^(۱) عید و جناز میں تیر اندازی کے واسطے کوئی نشانہ بنایا جائے تو جائز ہے یہ قنویہ میں ہے ہر مسلمان کے واسطے مندوب ہے کہ اپنے گھر میں ایسی جگہ بنالے جس میں نماز پڑھا کرے مگر اس جگہ کو علی الاطلاق حکم مسجد حاصل نہیں ہوتا ہے کیونکہ وہ اس کی ملک میں باقی رہتی ہے یہ محیط میں ہے امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر کوئی زمین غصب کر کے اس کو مسجد یا حمام یا دوکان بنایا تو اس مسجد میں نماز کے واسطے یا حمام میں نہانے کے واسطے یا دوکان میں خریدنے کے واسطے جانے میں کچھ ڈر نہیں ہے مگر حمام یا دوکان کو اجارہ پر لینا جائز نہیں۔

قال المترجم ☆

صریح بعض نے کہا کہ یہ مسجد بھی مالک کو اختیار ہے کہ زمین کو لے کر اپنی ملک میں داخل کرے۔ یعنی مسجد کا حکم نہ دے فالترجمۃ بالظاہر اور اگر کسی کا دار غصب کر کے اس کو مسجد بنایا تو کسی شخص کو اس میں نماز کے واسطے جانا اور نماز پڑھنا روا نہیں ہے اور اگر اس کو مسجد جامع بنایا تو اس میں جمعہ نہ پڑھا جائے گا اور اگر اس کو راستہ بنایا تو کسی کو اس راہ سے گذرنا جائز نہیں ہے یہ مضممرات میں ہے۔ ایک شخص نے جنگل میں ایسی جگہ مسجد بنائی کہ جہاں کوئی نہیں رہتا ہے اور مسافر بھی کبھی کوئی بہت کم اس طرف سے گذرتا ہے تو وہ مسجد نہ ہو جائے گی کیونکہ اس کے مسجد ہو جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے یہ غرائب میں ہے۔

قال المترجم ☆

فیہ نظر اگر دار واقف میں سے مسجد میں جانے کا دروازہ ہو تو امام کو اس دروازہ میں سے ہو کر مسجد میں جانے میں کچھ ڈر نہیں ہے یہ قنویہ میں ہے اور جو حجرہ مسجد کے واسطے وقف ہو اس میں مؤذن کو رہنا جائز ہے یہ غرائب میں ہے۔ ایک مدرس مسجد میں درس دیتا ہے اس کا گھر دیوار مسجد سے متصل ہے خواہ یہ گھر مدرس کی ملک ہے یا کرایہ پر ہے پس آیا مدرس کو اختیار ہے کہ دیوار مسجد توڑ کر اپنے مال سے دروازہ خرید کہ اس میں لگائے کہ مسجد کی طرف آمد و رفت کا دروازہ ہو جائے تو مشائخ نے فرمایا کہ اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اگر چہ اس نے یہ کہہ دیا ہو کہ اگر دیوار مسجد میں کوئی نقصان ہوگا تو میں اس کا ضامن ہوں یہ جواہر خلاطی میں ہے مسجد میں درس دینا جائز ہے اگر چہ اس میں یہ لازم آتا ہے کہ جو بوریا و فرش مسجد کے^(۲) واسطے واقف ہے وہ مستعمل ہوتا ہے یہ قنویہ میں ہے۔ شیخ فخر الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک نگاہبان مسجد فنائے مسجد لوگوں کی تجارت کے واسطے مباح کرتا ہے پس آیا اس کو اس طرح مباح کرنے کا اختیار ہے تو فرمایا کہ اگر اس میں مسجد کے واسطے کوئی مصلحت ہو تو انشاء اللہ تعالیٰ اس میں کچھ ڈر نہیں ہے پھر شیخ موصوفؒ سے دریافت کیا گیا کہ اگر متولی مذکور نے فنائے مسجد میں تخت رکھے اور ان کو لوگوں کو اجارہ پر دیا کہ ان پر بیٹھ کر تجارت کریں اور اس مسجد کی فنان کے واسطے مباح کر دی پس آیا اس کو یہ اختیار ہے تو فرمایا کہ اگر اس میں مصلحت مسجد ہو تو کچھ ڈر نہیں ہے بشرطیکہ ہر گز عوام مسلمین نہ ہو

۱۔ اس زمانے میں کوئی جگہ مقرر نہیں رہی ہے جیسا کہ تیر اندازی سیکھنا ہندوستان سے معدوم ہے قال المترجم بندوق کا نشانہ سیکھنے کے واسطے بنانا بھی امیہ

ہے کہ مثل تیر کے جائز ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ (۱) جہاں جنازہ کی نماز پڑھی جاتی ہے ۱۲ (۲) مثل درمی و جامع وغیرہ ۱۲

اور شیخؒ سے دریافت کیا گیا کہ آیا فنائے مسجد وہ جگہ ہے جو اس کی دیوار کے سامنے ہے یا فقط اس کے دروازہ کا ظلہ ہے تو فرمایا کہ ظلہ مسجد کے سایہ میں جو جگہ ہے وہی فنائے مسجد ہے بشرطیکہ عام مسلمانوں کی گذرگاہ نہ ہو۔ شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ اگر متولی مسجد نے فنائے مسجد میں کرسی و تخت رکھے اور لوگوں کو اجارہ پر دیے تاکہ لوگ ان پر تجارت کریں اور یہ کرایہ اپنی ذات پر صرف کیا یا امام مسجد کے واسطے دیا پس آیا اس کو یہ اختیار ہے فرمایا کہ نہیں مولف رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس کو اختیار ہے کہ کرایہ جہاں چاہے خرچ کرے کذا فی التاثر خانہ نقلاً عن التیمیہ۔

قال المترجم ☆

المختار عندی ما قال شمس الائمہ الجندی صلوٰۃ الاثر میں ہے کہ میں نے امام محمدؒ سے دریافت کیا کہ ایک مسجد کے واسطے ایک دوکان لی گئی حالانکہ مسجد اور اس دوکان میں فاصلہ ہے بیچ میں راستہ ہے اور اس واسطے یہ دوکان لی گئی کہ گرمیوں میں اس دوکان میں نماز پڑھی جائے پس آیا اس دوکان میں نماز پڑھنے سے بھی اتنے گونہ ثواب ہوگا جتنے گونہ مسجد میں پڑھنے سے ہوتا ہے تو فرمایا کہ ہاں کذا فی الذخیرہ اہل محلہ نے مسجد کو تقسیم کر لیا اور بیچ میں دیوار بنالی اور ہر گروہ نے علیحدہ اپنا امام مقرر کر لیا مگر یہ مؤذن دونوں کا ایک ہی رہا تو کچھ ڈر نہیں ہے مگر اولیٰ یہ ہے کہ ہر گروہ کا مؤذن بھی الگ الگ ہو اور رکن الصباغی نے فرمایا کہ جس طرح یہ جائز ہے کہ محلے والے ایک مسجد کو دو مسجدیں کر لیں اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ اقامت جماعت کے واسطے دو مسجدوں کو ایک کر لیں مگر وعظ و درس کے واسطے ایسا نہیں کر سکتے ہیں اگرچہ وعظ و درس مسجد میں جائز ہے یہ قیہ میں ہے۔ شیخ برہان الدینؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک دوکان ایک امام مسجد کے واسطے وقف کی گئی ہے وہ امام تین مہینے تک غائب رہا اور اپنی طرف سے ایک خلیفہ مقرر کر گیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھاتا تھا پھر آیا تو جتنی مدت تک غائب رہا ہے اتنی مدت کا کرایہ دوکان اس کو لینا جائز ہے یا نہیں تو فرمایا کہ اگر اس نے یا اس کے آدمی نے اس کی اجازت سے دوکان مذکور کرایہ پر دی ہو تو کرایہ وصول کر لے سکتا ہے مگر اس کو صدقہ کر دے یا تاثر خانہ میں فتاویٰ سے نقل ہے۔ امام ابو حنیفہؒ سے دریافت کیا گیا کہ کسی معتکف کو فصد و حجامت کی حاجت ہوئی پس آیا وہ مسجد سے باہر آئے فرمایا کہ نہیں اور لالی میں ہے کہ جو شخص مسجد میں آہستہ سے پادتا ہے اس کے بارے میں اختلاف ہے بعضوں نے فرمایا کہ خیر کچھ ڈر نہیں ہے اور بعضوں نے فرمایا کہ مسجد میں نہ پائے بلکہ جب ضرورت ہو تو باہر آ جائے اور یہی اصح ہے یہ ترمناشی میں ہے اور محدث کو مسجد کے اندر جانے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور یہی اصح القولین ہے اور جو شخص معتکف نہ ہو اس کے واسطے مسجد میں سونا و کھانا مکروہ ہے لیکن جب ایسا کرنا چاہئے تو اس کو چاہئے کہ اعتکاف کی نیت کر کے اس میں داخل ہو اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے جتنا چاہے یا نماز پڑھے پھر جو چاہے وہ کرے یہ سراجیہ میں ہے اور مسافر و صاحب دار کو روا ہے کہ مسجد میں سودے اور یہی مذہب صحیح ہے۔

قال المترجم ☆

وهو الاوفق بالجہد یعنی جس کا گھر موجود ہو وہ بھی مسجد میں خواب کر سکتا ہے وکان ابن عمر رضی اللہ عنہما یفعل ذلک کما فی صحیح البخاری اور احسن یہ ہے کہ تورع و پرہیزگاری اختیار کرے یعنی ایسا نہ کرے یہ خزائے الفتاویٰ میں ہے۔ مسجد میں جو سوکھی گھاس مجتمع ہو اس سے پاؤں رگڑ لینے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور شمس الائمہ حلوانی نے شرح کتاب الصلوٰۃ میں ذکر فرمایا کہ جو ہمارے زمانے میں لوگ مسجدوں میں ہرادی گڈال رکھتے ہیں اور اس سے قدم رگڑ لیتے ہیں یہ اماموں کے نزدیک مکروہ ہے یہ محیط میں ہے۔ محراب ۱۔ مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک مختار قول شیخ امام بخاری ہے ۱۲ حجامت پچھنے کا ۱۲ منہ ۱۲ صریح معلوم نہیں ہوتا ہے کہ یہ حکم معتکف وغیرہ سب کے واسطے ہے یا غیر معتکف کے واسطے مگر سیاق اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ سب کے واسطے ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ ۱۲ قال المترجم جم جم ہرادی (بقیہ اگلے صفحے پر)

کے اندر جو جگہ ہے وہ مسجد کے حکم میں ہے یہ غرائب میں ہے۔ اگر مسجد میں ابابیل یا چگاڈز کے گھونسلے ہوں کہ یہ جانور مسجد میں پلید بیٹ گراتے ہوں تو روا ہے کہ ان کے گھونسلے مع ان کے بچوں کے نکال کر پھینک دیئے یہ ملقط میں ہے۔

قال المترجم ☆

اصل کتاب میں عیش کا لفظ مذکور ہے اور وہ ایسے گھونسلے کو کہتے ہیں جو لکڑیاں جمع کر کے شاخ درخت پر لگاتا ہے۔ دنیا بریں یہ حکم ایسے گھونسلے سے متعلق ہوگا جو مسجد میں کسی درخت پر ہو مگر ابابیل و چگاڈز اس طرح گھونسلہ نہیں لگاتا ہے پس ظاہر او کر یعنی سوراخ دیوار وغیرہ کا گھونسلہ مراد ہے پس کچھ اشکال نہیں ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونوں جانوروں کی بیٹ نجس غلیظ ہے و لکن فیہ و فیما ذکر من الحکم نظر فلیرجع الی المستتر ات اور صلوة جلالی میں مذکور ہے کہ مسجد میں راجتہ نہ بنائے بایں طور کہ مسجد کے دو دروازے ہوں ایک دروازے سے گھس کر دوسری طرف دروازے سے نکل جائے یہ تشریاتی میں ہے اور جو تپہ ہوئے مسجد میں جانا مکروہ ہے یہ سراجیہ میں ہے اور خاک مسجد کی کچھ حرمت نہیں ہے بلکہ مجتمع ہو اور اس کی حرمت ہے جب کہ پچھی ہوئی ہو یہ قبیہ میں ہے۔ ایک شخص کوراہ میں سخت سردی پہنچی پس وہ مسجد میں داخل ہوا جس میں غیر کی لکڑیاں رکھی ہوئی ہیں اور یہ شخص سرمازدہ اگر آگ جلا کر نہیں تاپتا ہے تو مرا جاتا ہے تو غیر شخص کی لکڑیاں جلانے سے مسجد کی لکڑیاں جلانا کھولی ہے اور عام فقہ (۱) میں خوف کی وجہ سے اناج و دیگر اثاث البیت کو مسجد میں داخل کرنا جائز ہے یہ قبیہ میں ہے۔

تمام قسم کے "دُنیاوی اُمور" کا مسجد میں بجالانا مکروہ ہے ☆

ایک شخص جامع مسجد میں تعویذ فروخت کرتا ہے اور ان تعویذوں میں توریت و انجیل و قرآن لکھتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے ہدیہ دے دو اور تعویذ لے لو تو اس کو حلال نہیں ہے یہ کبریٰ میں ہے اور دنیا کا ہر کام مسجد میں مکروہ ہے اور اگر معلم یا کاتب نے مسجد میں نشست اختیار کی پس اگر معلم جسے اللہ ثواب کے واسطے تعلیم دیتا ہے اور کاتب مذکور اپنے واسطے دین کے امور لکھتا ہے تو اس میں کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر یہ دونوں اجرت پر ایسا کرتے ہوں تو مکروہ ہے لیکن اگر دونوں کو ضرورت پیش آئی ہو تو ایسا نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ مسجد میں نکاح کا عقد باندھنا مستحب ہے مگر امام ظہیر الدین نے اس کے برخلاف اختیار کیا ہے اور جس کے بدن پر نجاست لگی ہو وہ مسجد میں داخل نہ ہو یہ خزائن المفتین میں ہے۔ ایک شخص رہگذر کے طور پر مسجد میں داخل ہوا یعنی تاکہ مسجد سے ہو کر چلا جائے پھر جب بیچ مسجد میں پہنچا تو اپنے فعل سے نادم ہوا تو بعض نے فرمایا کہ جس دروازے سے نکلنے کا قصد کیا تھا اس کے سوائے دوسرے دروازے سے نکلے اور بعض نے فرمایا کہ نماز پڑھ لے پھر اس کو اختیار ہے جدھر سے چاہے نکل جائے اور مجدد الائمہ ترمذی نے فرمایا کہ اگر محدث ہو تو جدھر سے آیا ہے اسی راہ سے نکلے تاکہ جو جرم کیا ہے اس پر اعلام ہو یہ قبیہ میں ہے۔ ایک شخص نے مسجد میں درخت جمایا پس اگر اس واسطے ہو کہ لوگ اس کے سایہ سے نفع اٹھائیں اور لوگوں کو مسجد میں تنگی نہ ہوتی ہو اور نہ صفیں متفرق ہوتی ہوں تو کچھ ڈر نہیں ہے۔ اور اگر اس شخص نے اس کے پتوں پھلوں سے خود نفع اٹھانے کے واسطے بویا ہو یا صفوں کی تفریق لازم آتی ہو یا ایسی جگہ ہو

(حاشیہ پچھلے صفحہ کا) قال المترجم جمہرادی نزک کی چٹائی نمائتا ہے جس قال نے دیوان الادب ہرادی جمع ہرادی وہی تصبات تضم مملوک بطلاقات من الکرم فترسل علیہما تصبات الکرم حتی کذا ذکرہ العینی ولی الصحاح بالحاء الحظی وقال نعتہ معریہ و ذکر فی المغرب عن الیث لایقال ہرادی لہ بالغادیہ و روک ہکذا فی النہایۃ ۱۲۵ منہ

۱۔ مجتمع یعنی جہاں جمع کریں تو حرمت رہی ہے اور جب تک پچھی تھی مترجم تھی۔ ۲۔ اس میں اشارہ ہے کہ ایسی حالت میں غیر کی لکڑیاں جلانا بھی جائز ہے لیکن تاوان دے دے ۱۲ منہ ۳۔ اس میں اشارہ ہے کہ جائز اتفاق ہے ۱۲ منہ (۱) یعنی جو تمام میں پھیل رہا ہو مثلاً قال وغیرہ ۱۲ منہ

جہاں اس فعل سے مسجد کی مشابہت بیعہ و کنیہ سے ہوئی جاتی ہو تو مکروہ ہے یہ غرائب میں ہے۔ مسجدوں میں سب سے زیادہ حرمت مسجد الحرام یعنی کعبہ معظمہ کی ہے اس کے بعد مسجد مدینہ مسجد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے پھر بیت المقدس کی پھر جامع مسجدوں کی پھر محلوں کی مسجدوں کی پھر شارع عام مسجدوں کی کہ ان کا رتبہ کم ہے حتیٰ کہ اگر عام مسجدوں کے واسطے کوئی امام معلوم و مؤذن نہ ہو تو ان میں کوئی اعتکاف نہیں کر سکتا ہے پھر گھروں کی مسجدوں کی حرمت ہے کہ ان میں کسی کو اعتکاف کرنا جائز نہیں ہے لیکن عورتوں کو جائز ہے یہ قیدیہ میں ہے۔ فقیہ نے تنبیہ میں ذکر فرمایا کہ مسجد کی حرمت کی پندرہ باتیں ہیں اول یہ کہ جب مسجد میں داخل ہو پس اگر لوگ بیٹھے ہوں پڑھنے و پڑھانے میں یا دالہی میں مشغول نہ ہوں تو ان کو سلام کرے اور اگر لوگ نماز میں ہوں یا اس میں کوئی نہ ہو تو یوں کہے اسلام علینا من ربنا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین۔ دوم یہ کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے۔ سوم یہ کہ اس میں خرید و فروخت کی گفتگو نہ کرے۔ چہارم یہ کہ اس میں تلوار نہ کھینچے۔ پنجم یہ کہ اس میں گم شدہ کی جستجو نہ کرے ششم یہ کہ سوائے ذکر اللہ تعالیٰ کے اس میں آواز بلند نہ کرے۔ ہفتم یہ کہ اس میں دنیا کی باتیں نہ کرے۔ ہشتم یہ کہ کسی جگہ جا بیٹھنے کے واسطے لوگوں کے سروں پر پھاند نہ جائے۔ نہم یہ کہ جگہ کے واسطے کسی سے جھگڑا نہ کرے۔ دہم یہ کہ صف میں کسی شخص پر جگہ کی تنگی نہ کر دے یا زدہم یہ کہ کسی نمازی کے سامنے ہو کر نہ گزرے دوازدہم یہ کہ مسجد میں تھوک نہ پھینکے۔ سیزدہم یہ کہ اس میں اپنی انگلیاں نہ چٹکائے چہار دہم یہ کہ مسجد کو نجاستوں اور چھوٹے بچوں اور مجنوں اور اقامۃ حدود سے پاک رکھے پانزدہم یہ کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی یاد زیادہ کرے یہ غرائب میں لکھا ہے مسجد میں باتیں کرنے کے واسطے بیٹھنا بالاتفاق مباح نہیں ہے کیونکہ مسجد امور دنیا کے واسطے نہیں بنائی گئی ہے اور خزائن الفقہ میں ایسی عبارت ہے جو اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ دنیا کی باتوں میں جو کلام مباح ہے وہ بھی مسجد میں حرام ہے اور فرمایا کہ اس میں دنیا کا کلام بالکل نہ کرے اور صلوٰۃ جلالی میں لکھا ہے کہ دنیا کی مباح باتیں مسجد میں جائز ہیں اگرچہ اولیٰ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہو کذا فی التمراشی۔

وقال المترجم ☆

وهو اشیخ البخاری عندی واللہ اعلم۔ اگر مسجد میں جگہ تنگ ہو گئی تو مصلیٰ کو یعنی جو نماز میں داخل ہونا چاہتا ہے یہ اختیار ہے کہ جو شخص اس میں بیٹھا ہے اس کو اپنی نماز پڑھنے کے واسطے اس جگہ سے اٹھائے اگرچہ وہ شخص یا دالہی یا درس یا قرآن میں مشغول ہو یا اعتکاف میں ہو۔ اسی طرح اگر محلہ والے نمازیوں کے واسطے مسجد محلہ نے تنگی کی یعنی محلہ میں مسجد میں محلہ والے نہیں سماتے ہیں تو محلہ والوں کو اختیار ہے کہ جو شخص ان محلہ کا نہیں ہے اس کو اس مسجد میں نماز سے منع کریں یہ قیدیہ میں ہے اور ہر مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے اسی وجہ سے شدت گرمی میں مسجد کے اوپر جا کر جماعت سے نماز پڑھنا مکروہ ہے لیکن اگر مسجد تنگ ہو اور مصلے نیچے نہ سمائیں تو ضرورت کی وجہ سے اس کی چھت پر چڑھنا مکروہ نہیں ہے یہ غرائب میں ہے۔ اور وقف کی آمدنی سے مسجد کا منارہ بنانے میں یہ حکم ہے کہ اگر منارہ کی تعمیر میں مسجد کے واسطے مصلحت ہو مثلاً سب لوگوں کو اذان کی آواز منارہ پر سے سنائی دے تو کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر مصلحت نہ ہو مثلاً سب اہل مسجد بدوں منارہ کے آواز اذان سنتے ہوں تو نہیں جائز ہے یہ تمراشی میں ہے اور متولی وقف کو جائز نہیں ہے کہ استوانوں میں لٹکانے کے واسطے مصلیات خریدے اور نماز کے واسطے جائز ہے مگر استوانوں میں لٹکائے نہ جائیں گے اور

۱۔ اقامت حدود یعنی مسجد میں مثلاً زنا وغیرہ کی حد میں درجے نہ مارے جائیں یوں ہی قصاص ۱۲ منہ ۲۔ مال یعنی مترجم کے نزدیک دنیاوی معاملات متعلقہ دین کی باتیں جائز ہیں درجہ ہر جگہ حرام ۳۔ قال مترجم اگر خود چند قدم جا کر دوسری مسجد میں پڑھتے تو اولیٰ ہے کیونکہ نماز سے اوکہ لغو تاک ہے مگر یہ یہاں ضرورت دائمی سے جواز ہو ۱۲ منہ

دوسری مسجد کے واسطے ان کا عاریت دینا جائز نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب وقف کرنے کا حال معلوم نہ ہو اور اگر یہ معلوم ہو کہ اس نے حکم دیا ہے کہ مصلیات استوانوں میں لٹکائے جائیں اور اس میں درس کی اجازت دی ہو اور درس کے واسطے اس کو بنایا ہو اور عادت جاری معائنہ کی گئی ہو کہ جن مسجدوں میں درس دیا جاتا ہے ان میں استوانوں سے لٹکائے جاتے ہیں تو متولی کو جائز ہے کہ جب مصلیات کی ضرورت ہو تو مسجد کی مصلحت کے واسطے ان کو مال وقف سے خریدے اور انشاء اللہ تعالیٰ ضامن نہ ہوگا یہ قیدیہ میں ہے۔

مسجد کے چراغ سے کتاب پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ ☆

پس حکم یہ ہے کہ اگر چراغ نماز پڑھنے کے واسطے جل رہا ہو تو کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر یوں جلتا ہو نماز کے واسطے نہ جلتا ہو مثلاً وہ لوگ نماز سے فارغ ہو کر چلے گئے ہوں پس اگر تہائی رات گئے تک جلتا رکھا تو کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر تہائی رات سے زیادہ تاخیر کی تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے یہ کتاب البیہ مضمرات میں ہے ایک متعلم یعنی طالب علم نے مسجد کی کولان میں سے لے کر اپنی کتاب میں نشانی رکھی تو یہ غنہ ہے یہ قیدیہ میں ہے اور جس کاغذ میں اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہو اس میں کوئی چیز لپیٹ کر باندھنا مکروہ ہے۔ خواہ نام لکھا ہو اندر کی طرف ہو یا باہر کی طرف ہو بخلاف ایسی تھیلی کے کہ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ہو کہ اس میں درم وغیرہ رکھنا مکروہ نہیں ہے یہ ملقط میں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا پھر اس کو اپنے نہالچے کے نیچے جس پر لوگ بیٹھتے ہیں رکھ دیا تو بعض نے فرمایا کہ مکروہ ہے اور بعض نے یوں کہا کہ مکروہ نہیں ہے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر بیت میں رکھا تو اس کی چت پر سونا روا ہے پس ایسا ہی یہاں ہے کذا فی المحیط۔

قال المترجم

انما العبرة فی الادب للعرف وما ذکر من مسئلہ البیت لیس فی العرف مثل ما نحن فیہ نے حق الادب فالتحار عنندی هو الاول واللہ اعلم اور ایسے کاغذ میں جس میں کچھ فقہ لکھی ہو کوئی چیز لپیٹنا نہیں جائز ہے اور اگر علم کلام میں سے کچھ لکھا ہو تو اولیٰ یہ ہے کہ نہ لپیٹے اور اگر طب لکھی ہو تو لپیٹنا جائز ہے اور اگر اس میں اللہ تعالیٰ کا نام یا رسول اللہ ﷺ کا نام ہو تو لپیٹنے کے واسطے اس نام پاک کا محو کرنا جائز ہے یہ قیدیہ میں ہے۔ اور کسی تختہ لوح سے جس میں قرآن لکھا تھا قرآن محو کر دیا اور اس کو دنیا کے کام میں استعمال کیا تو جائز ہے اور اللہ تعالیٰ کا نام تھوک سے مٹانے سے ممانعت آئی ہے یہ غرائب میں ہے اور کچھ تھوڑی تحریر کا تھوک سے مٹانا جائز ہے یہ قیدیہ میں ہے۔ شیخ ابو حامد سے دریافت کیا گیا کہ اکثر اوراق لوگ ایسے کاغذ سے جس میں اخبار و تعلیقات ہیں وقتی بناتے ہیں تو فرمایا کہ اگر قرآن شریف کی یا کتب فقہ و تفسیر کی وقتی بناتے ہوں تو ڈر نہیں ہے اور اگر ادب و نجوم کی کتابوں کی وقتی بناتے ہوں تو ان کے حق میں یہ مکروہ ہے یہ غرائب میں ہے۔ حاکم رحمہ اللہ نے امام سے نقل کیا کہ امام ولیمہ کی دعوت میں انگلیاں صاف کرنے میں کاغذ کا استعمال مکروہ جانتے تھے اور اس میں تشدد کرتے تھے اور لوگوں کو اس فعل سے بہت جھڑکتے تھے یہ محیط میں ہے۔ ایک طالب علم کے خریطہ میں حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب ہے۔ یا امام ابو حنیفہؒ یا غیر فقہ کی کتاب ہے اس کو وہ سر کے نیچے رکھتا ہے پس اگر اس نے بقصد حفاظت سر کے نیچے رکھ کر سونا اختیار کیا ہے تو مکروہ نہیں ہے ورنہ مکروہ ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور ایسی کتاب کا جس میں احادیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں سر کے نیچے تکبیر بنانا نہیں جائز ہے الا اس صورت میں کہ اس کی حفاظت کے قصد سے ایسا کیا ہے یہ ملقط میں ہے اور سفر میں قرآن شریف کو سر کے نیچے رکھنا اگر بقصد حفاظت ہو تو ڈر نہیں ہے اور اگر بقصد حفاظت نہ ہو تو مکروہ ہے یہ خزائنہ الفتاویٰ میں ہے۔

۱۔ مترجم کہتا ہے کہ اس میں معروف ادب کا لحاظ ہے سوائے ضرورت کے ۱۲

۲۔ اخبار خواہ احادیث نبوی علیہ السلام یا آثار صحابہ و اقوال تابعین رحمہم اللہ و اقوال تابعین رحمہم اللہ ۱۲

اور جس کو ٹھری میں قرآن شریف پردہ کے ساتھ رکھا ہے اس میں عورت سے جماع کرنا جائز ہے یہ قیہ میں ہے۔ ایک شخص نے قرآن شریف اپنے گھر میں رکھ لیا ہے اس کو پڑھتا نہیں ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اس نے خیر و برکت کی نیت سے ایسا کیا ہے تو گنہگار نہ ہو گا بلکہ امید ہے کہ اس کو ثواب ملے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر سواری کے جانور پر جوال میں مصحف مجید یا شریعت کی کتابیں رکھ کر لادی ہیں اور جوال پر آپ سوار ہو کر بیٹھا تو مکروہ نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ مصحف مجید کی طرف ٹانگیں پھیلا کر وہ نہیں ہے بشرطیکہ مصحف و اس کی ٹانگوں میں محاذات نہ ہو یعنی مقابل نہ ہوں اسی طرح اگر مصحف مجید کھونٹی میں لٹکایا ہو اور اس نے اسی طرف ٹانگیں پھلائیں تو بھی مکروہ نہیں ہے یہ غرائب میں ہے۔ ایک شخص کے پاس ایک بورا ہے جس میں ایسے درم ہیں جن میں قرآن مجید کی آیت لکھی ہے یا اس میں فقیہ یا تفسیر کی کتابیں یا مصحف مجید ہے اور وہ شخص اس بورے پر بیٹھا یا سوراہا پس اگر بقصد حفاظت اس نے ایسا کیا ہے تو خیر کچھ ڈر نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

آیات قرآنی و احادیث نبویہ کو لے کر (یا پہن کر) غسل خانہ (استنجاء خانہ) وغیرہ میں جانا ☆

ایک شخص نے قرآن شریف پر اپنا پاؤں رکھا پس اگر بطریق استخفاف ہو تو کافر ہو جائے گا ورنہ کفر کا فتویٰ نہ دیا جائے گا یہ غرائب میں ہے درمیں پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اس واسطے کہ صاحب درم کا قصد علامت ہے نہ اہانت کذالی جو اہر الاخلاطی قلت هذا التوجیہ لیس بشی لان غایۃ ما یلزم انه لا ینکفر لعدم الاستخفاف والابانة واما انه لایاثم بذلك فلیس فیہ يدل علیہ فافہم۔ اگر اپنی انگوٹھی پر اپنا نام یا اللہ تعالیٰ کا نام یا اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کوئی نام جیسے جسی اللہ نعم الوکیل یا ربی اللہ یا نعم القادر اللہ نقش کیا تو اس میں کچھ ڈر نہیں ہے اور جن پیسوں پر اللہ تعالیٰ کا نام ہو ان کو ہاتھ میں پکڑنا ایسے شخص کے حق میں مکروہ ہے جو طہارت کے ساتھ نہ ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور نوادر ابن سماعہ میں ہے کہ اگر کسی شخص بے وضو کے پاس ایسے درم کسی کپڑے میں لپٹے ہوئے ہوں تو کچھ ڈر نہیں ہے یہ حاوی میں ہے۔ فقیہ ابو جعفر سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کی آستین میں کتاب ہے وہ پیشاب کرنے کو بیٹھ گیا پس آیا یہ مکروہ ہے فرمایا کہ اگر کتاب کو پاخانہ میں اپنے ساتھ لے گیا تو مکروہ ہے اور اگر کسی پاک جگہ پیشاب کرنے کو بیٹھا تو مکروہ نہیں ہے۔ اسی طرح اگر اس کے پاس اللہ تعالیٰ کے نام لکھے ہوئے درم ہوں یا کچھ قرآن کی آیت ان پر لکھی ہو پس اگر اپنے ساتھ پیخانہ میں لے گیا تو مکروہ ہے اور اگر کسی پاک جگہ پیشاب کرنے کو بیٹھا تو مکروہ نہیں ہے اسی طرح اگر اس کے پاس انگوٹھی میں قرآن کی آیت یا اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہو پس اگر اس کو پیخانہ میں لے گیا تو مکروہ ہے اور اگر پاک جگہ پیشاب کرنے کو بیٹھا تو مکروہ نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر قرآن کو چار دیواری و دیواروں پر لکھا تو بعضوں نے فرمایا کہ امید ہے کہ جائز ہو اور بعضوں نے مکروہ جانا ہے بدیں خوف کہ شاید گر پڑنے کے بعد لوگوں کے قدموں کے نیچے آئے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ جو چیز فرش و بچھونا بنائی جاتی ہے اس پر قرآن شریف لکھنا مکروہ ہے یہ غرائب میں ہے۔ بچھونا یا مصلی جس پر یہ لفظ لکھا ہو کہ الملک اللہ اس کا بچھونا اس پر بیٹھنا و استعمال کرنا مکروہ ہے علی ہذا مشائخ نے فرمایا کہ ورقوں کے بیچ میں سفید ٹکڑا کاغذ کا جس میں اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہے نشانی بنا کر رکھنا مکروہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے نام پاک کی بے توقیری ہے اور اگر ایک حرف کو دوسرے حرف سے کاٹ دیا اور بچھونے یا مصلے میں سیاحتی کہ کلمہ متصل نہ رہا تو کراہت ساقط نہ ہوگی اسی طرح اگر ان دونوں پر فقط الملک ہو تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر تنہا الف و تنہا لام ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ کبریٰ میں ہے اگر فرعون یا ابوجہل کا نام کسی نشانہ پر لکھ کر اس پر تیر اندازی کی تو مکروہ ہے کیونکہ ان حروف کی حرمت ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ حسن نے امام اعظم سے روایت کیا کہ مصحف کو چھوٹا کر نابار یک قلم سے مکروہ ہے اور

۱۔ قولہ فافہم یعنی دلیل سچ ہے اس واسطے کہ غایت درحد اس سے کافر نہ ہوگا اور یہ لازم نہیں آتا کہ گنہگار نہ ہو فافہم ۱۲

یہی امام ابو یوسفؒ کا قول ہے اور جس نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں مؤلف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ شاید امامؒ کی مراد اس سے یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے یہ مراد نہیں ہے کہ ایسا کرنے سے گنہگار ہوگا اور جو شخص قرآن شریف لکھنا چاہے اس کو چاہئے کہ اچھے خط سے اچھے ورق پر سپید کاغذ پر موٹے قلم سے چمکدار روشنائی سے لکھے اور ہر دو سطر میں زیادہ جگہ چھوڑے اور حروف پر کار لکھے اور مصحف مجید کی ضخامت بڑھائے اور سوائے کلام مجید کے اور باتوں سے جیسے تعشیر لوز کر آیات و علامات وقف سے مجرور رکھے تاکہ نظم کلمات میں خلل نہ ہو محفوظ رہے جیسا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا مصحف مجید تھا کذا فی القیہ اور تعشیر کے یہ معنی ہیں کہ ہر دس آیت کے بعد نشان دے اور بیان کیا گیا ہے کہ قرآن مجید میں چھ سو تیس عاشرہ ہیں یہ سراج الوہاج میں ہے اور سورتوں کے نام اور آیتوں کی تعداد لکھنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور یہ اگرچہ محدث ہے مگر بدعت حسنہ ہے اور بہت چیزیں محدث ہیں مگر بدعت حسنہ ہیں اور بہت چیزیں بوجہ اختلاف مکان و زمان کے مختلف ہوتی ہیں یہ جو اہر اخلاطی میں ہے اور ابو الحسن فرماتے تھے کہ تراجم سورہ میں جن کے لکھنے کی عادت جاری ہے ان کے لکھنے میں ڈر نہیں ہے جیسا کہ سورتوں کے اول میں فصل کے واسطے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھتے ہیں یہ سراج الوہاج میں ہے اور مصحف کو سنہرا اور رو پہلا کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ یہ سب مکروہ ہے اور مشائخ نے امام محمد کے قول میں اختلاف کیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ میں نصرانی کو فقہ و قرآن سکھلاؤں گا شاید وہ راہ راست پر آجائے مگر مصحف کو نصرانی نہ چھوئے گا اور اگر اس نے غسل کر کے پھر چھواتو کچھ ڈر نہیں ہے یہ ملقط میں ہے۔

مصحف مجید اگر کہنہ ہو جائے کہ اس سے تلاوت نہ کی جاسکے اور اس کی اضاعت کا خوف ہو تو پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے اور دفن کرنا بہ نسبت ایسی جگہ رکھنے کے جہاں اس پر نجاست پڑ جانے کا خوف ہو یا اس کے مثل کسی بات کا خوف ہو بہتر ہے اور دفن کرنے کے واسطے لحد بنائی جائے کیونکہ اگر شق بنائی جائے گی اور دفن کیا جائے گا تو مٹی ڈالنے میں مٹی اس پر پڑے گی اور اس میں ایک گونہ تحقیر ہے لیکن اگر پہلے چھت دے کر یعنی بنگے لگا کر دفن کیا جائے تاکہ مٹی اس پر نہ پہنچے تو یہ بھی اچھا ہے یہ غراب میں ہے۔ اگر کہنہ ہو گیا کہ اس سے تلاوت نہیں کر سکتے ہیں تو اس کو آگ سے نہ جلایا جائے اس حکم کی طرف امام محمدؒ نے سیر کبیر میں اشارہ کیا ہے اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں کذا فی الذخیرہ۔ اور جو مصحف کہنہ ہو گیا ایسا نہ رہا کہ اس سے تلاوت ممکن ہو تو یہ نہیں جائز ہے کہ اس سے دوسرے قرآن کو وقتی بنائی جائے یہ قیہ میں ہے۔ لغت و نحو قسم واحد ہے پس ایک کو دوسرے پر رکھنا روا ہے اور کتاب تعبیر ان دونوں سے بلند مرتبہ ہے اور کلام اس سے بلند مرتبہ ہے اور فقہ اس سے بلند ہے اور کتب اخبار یعنی احادیث و مواعد و دعوات مرویہ^(۱) اس سے بلند مرتبہ اور تفسیر جس میں آیات لکھی ہوئی ہیں کتب قرأت سے بلند مرتبہ ہے۔ حالات یا تابوت جس میں کتابیں ہیں تو ادب یہ ہے کہ ان پر کپڑے نہ رکھے۔ نیا کلک کا نیزہ جو استعمال میں نہ آیا ہو اس کو تیر اندازی کے طور پر پھینکنا جائز ہے اور جو مستعمل ہو اس سے تیر اندازی نہ کرے کیونکہ وہ لائق احترام ہے جیسے مسجد کی خشک گھاس اور اس کا جھاڑا ہوا کوڑا ایسی جگہ نہ ڈالنا چاہئے جو محل تعظیم ہو یہ قیہ میں ہے اور حسن نے امام اعظمؒ سے روایت کی کہ امام رحمہ اللہ مکہ کا جوار اور مکہ میں اقامت اختیار کرنا مکروہ جانتے تھے کذا فی الذخیرہ۔

۱۔ تعشیر یعنی ہر دس آیات پر علامت یا آیتوں کی علامت یہ اس وقت کہ حرنی علامت ہے اور متاخرین نے نظر عوام کے لیے موافق رونق کے جائز رکھا

۲۔ یہ مراد نہیں ہے کہ نعوذ باللہ اس کی بے تعظیسی کی وجہ سے ہو بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ اس کا حق تعظیم ادا نہ ہو سکے گا ۱۲۸ھ

(۱) جو روایت کی گئی ہیں ۱۲

جہنما باب ☆

مسابقہ کے بیان میں

قال المترجم ☆

مسابقہ لغت میں بمعنی با کسی پیشی گرفتن و رویدوں یعنی دوڑنے میں کسی سے آگے نکل جانا مگر یہاں عام معنی مراد ہیں خواہ آدمی ہو یا غیر ہو و تعلیم فیما تیلے علیک سابق چار چیزوں میں جائز ہے خف یعنی اونٹ میں یعنی اونٹ دوڑانے اور حافر یعنی گھوڑے و خچر میں اور فصل یعنی تیر اندازی میں اور قدم چلنے یعنی دوڑ میں اور اس کا جواز بھی ہے کہ جب بدل ایک ہی طرف سے ہو اور معلوم ہو مثلاً یوں کہا کہ اگر تو مجھ سے سبقت لے گیا تو تیرے واسطے مجھ پر اس قدر مال ہوگا اور اگر میں تجھ سے سبقت لے گیا تو میرا تجھ پر کچھ نہ ہوگا یا اس کے برعکس شرط لگائی اور اگر دونوں طرف سے بدل قرار دیا تو یہ جواز ہے حرام ہے لیکن اگر دونوں نے تیسرے محلل کو داخل کر لیا مثلاً زید نے عمرو سے کہا کہ اگر میں سبقت لے گیا تو میرے واسطے تجھ پر اس قدر مال ہوگا اور اگر تو سبقت لے گیا تو تیرے واسطے مجھ پر اس قدر مال ہوگا اور اگر یہ تیسرا شخص یعنی خالد مثلاً سبقت لے گیا ہو اس کے واسطے کچھ نہ ہوگا اور اس مقام پر جائز ہے یہ مراد ہے کہ بدل حلال ہوگا اور یہ مراد نہیں ہے کہ استحقاق حاصل ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اور جب کہ مسابقہ میں مال دونوں طرف سے مشروط ہو اور دونوں نے تیسرے شخص کو بیچ میں داش کر لیا اور دونوں نے تیسرے سے کہا کہ اگر تو ہم دونوں پر سبقت لے گیا تو یہ دونوں مال تیرے واسطے ہوں گے اور اگر ہم دونوں تجھ پر سبقت لے گئے تو ہمارے واسطے کچھ نہ ہوگا تو یہ استحسانا جائز ہے پس اگر تیسرا شخص دونوں سے سبقت لے گیا تو اس کو دونوں مال ملیں گے اور اگر یہ دونوں اس پر سبقت لے گئے پس اگر دونوں ساتھ ہی سبقت لے گئے تو دونوں میں سے ایک کا دوسرے پر کچھ مال نہ ہوگا اور اگر آگے پیچھے سبقت لے گئے تو جو شخص پہلے سبقت لے گیا ہے وہ دوسرے سے مال کا استحقاق رکھتا ہے اور دوسرا اس مال کا استحقاق نہیں رکھتا ہے اور امام محمدؒ نے کتاب میں فرمایا کہ تیسرے شخص کا داخل کرنا جواز کا حیلہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب تیسرے شخص کی شان سے اس امر کا گمان ہو کہ یہ شخص سابق اور مسبوق ہو سکتا ہے اور اگر یہ امر یقینی ہو کہ یہ شخص ان دونوں سے ضرور سبقت لے جائے گا یا ان دونوں سے ضرور پچھڑ جائے گا تو جائز نہیں ہے اور شیخ امام ابو بکر محمد بن المفصل سے نقل کیا گیا ہے کہ شیخ نے فرمایا کہ اگر دو شخص فقہ جاننے والوں میں کسی مسئلہ کے حکم میں باہم اختلاف ہو اور دونوں نے چاہا کہ استاد کی خدمت میں رجوع کریں و باہم یوں شرط کر لی کہ ایک نے کہا کہ اگر حکم وہی ہوگا جو کہتا ہے تو میں تجھے اس قدر مال دوں گا اور اگر وہ ہے جو میں کہتا ہوں تو میں تجھ سے کچھ نہ لوں گا نو گھوڑ دوڑ میں بطور مذکور بازی لگانے پر قیاس کر کے یہ صورت بھی جائز ہونی چاہئے۔ اسی طرح اگر کسی فقیہ نے اپنے مثل فقیہ سے کہا کہ آؤ ہم تم ایک دوسرے سے مسائل دریافت کریں پس اگر تو نے صحیح جواب دیا اور میں نے خطا کی تو میں تجھے اس قدر دوں گا اور اگر تو نے خطا کی اور میں نے صحیح جواب دیا تو میں تجھ سے کچھ نہ لوں گا تو بھی جائز ہونا چاہئے اور اسی کو شیخ امام شمس الائمہ حلوانی نے لیا ہے یہ محیط میں ہے اور امیر لوگ جو کیا کرتے ہیں کہ دو شخصوں سے کہتے ہیں کہ جو شخص تم میں سے بڑھ کر رہے گا اس کو اس قدر ملے گا تو یہ بھی جائز ہے۔

قال المترجم ☆

واضح ہو کہ امیر لوگ دو شخصوں سے ایسے کام میں یوں کہیں جو کام شرع میں منع نہیں ہے تو یہ حکم ہے اور یہی مراد ہے اور ممنوع

۱۔ استحقاق سے یہاں حق شرعی مراد نہیں ہے کیونکہ یہ منفی ہے بلکہ قابلیت عربی مراد ہے ۱۲

کام میں جائز نہیں ہے مثلاً ننگے بدن جائز طور پر کشتی کے لڑنے میں ایسا کہتے ہیں سو وہ جائز نہیں ہے واللہ اعلم۔ طالب علموں نے اگر سبق میں جھگڑا کیا ہر ایک نے چاہا کہ میرا سبق مقدم ہو تو جو شخص پہلے آیا ہے اس کا سبق مقدم ہوگا اور اگر پہلے آنے میں اختلاف کیا پس اگر کسی کے پاس گواہ ہوں تو اس کے گواہ لئے جائیں گے اور اگر گواہ نہ ہوں تو اس میں قرعہ ڈالا جائے گا اور یوں قرار دیا جائے گا کہ گویا دونوں ساتھ ہی آئے ہیں جیسا کہ مسئلہ فرائض میں حرق یعنی جل جانے اور غرق یعنی ڈوب جانے میں ہوتا ہے کہ اگر دو شخص جن میں باہم توارث ہو اور دونوں جل مرے یا ڈوب مرے اور یہ دریافت نہیں ہوتا ہے کہ اول کون جلایا ڈوبا ہے تو یوں قرار دیا جاتا ہے کہ گویا ساتھ ہی مر گئے ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اخروٹ کے ساتھ کھیل جو عید کے روز لڑ کے کھیلتے ہیں ان کا کھانا جائز ہے مگر یہ حکم اس وقت ہے کہ ایک نے دوسرے سے بطور قمار یعنی جوئے کے نہ جیتا ہو ورنہ اگر ایسا ہو تو یہ فعل حرام ہے کذا فی خزائن المفتیین واللہ اعلم۔

سانو (۶) باب ☆

سلام و چھینک کے جواب کے بیان میں

اگر کوئی شخص کسی کے دروازے پر آیا تو واجب ہے کہ سلام کرنے سے پہلے اجازت طلب کرے پھر جب اجازت حاصل ہونے کے بعد اندر جائے تو پہلے سلام کرے پھر اور بات کرے اور گھر کے باہر میدان میں کسی سے ملاقات ہو تو پہلے سلام کرے پھر بات چیت کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور مشائخ نے اختلاف کیا ہے کہ سلام کرنے والا افضل ہے یا جواب دینے والا پس بعض نے فرمایا کہ سلام کا جواب دینے والا افضل ہے اور بعض نے فرمایا کہ سلام کرنے والا (۱) افضل ہے یہ محیط میں ہے۔ جو شخص کسی کو سلام کرنا چاہے اس کو چاہئے کہ لفظ جمع کے ساتھ سلام کرے اسی طرح جواب سلام (۲) بھی لفظ جمع کے ساتھ چاہئے یہ سراجیہ میں ہے۔ سلام کرنے والے کو افضل یہ ہے کہ یوں کہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور جواب سلام دینے والا بھی یوں ہی جواب دے اور برکاتہ سے زیادہ بڑھانا نہ چاہئے چنانچہ علی (۳) ابن عباس نے فرمایا کہ ہر چیز کا ملتہی ہوتا ہے اور سلام کا ملتہی لفظ برکاتہ ہے کذا فی المحيط اور جواب سلام میں واو عطف کے ساتھ کہے یعنی وعلیکم السلام اور اگر واو حذف کیا یوں کہا کہ علیکم السلام تو کافی ہے۔ اور اگر پہل کرنے والے نے کہا کہ سلام علیکم یا کہا کہ السلام علیکم تو جواب سلام دینے والے کو دونوں صورتوں میں جائز ہے کہ یوں کہے سلام علیکم اور یہ بھی مختار ہے کہ یوں کہے السلام علیکم لیکن الف ولام کے ساتھ کہنا یعنی السلام علیکم کہنا اولیٰ ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ فقیہ ابواللیث نے فرمایا کہ اگر ایک جماعت ایک قوم کے پاس گئی پس اگر سب نے سلام کرنا ترک کیا تو سب گنہگار ہوں گے اور اگر ان میں سے ایک نے سلام کر دیا تو سب کی طرف سے کافی ہو جائے گا لیکن اگر سب نے سلام کیا تو یہ افضل ہے اور جواب سلام کو اگر سب نے ترک کیا تو سب گنہگار ہوں گے اور اگر ان میں سے ایک نے جواب دے دیا تو سب کی طرف سے ادا ہو جائے گا ایسا ہی حدیث میں آیا ہے اور اسی کو فقیہ ابواللیث نے اختیار کیا ہے اور اگر سب نے جواب سلام دیا تو یہ افضل ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ فتاویٰ آہو میں ہے کہ ایک شخص ایک قوم کے پاس آیا اور اس نے سب کو سلام کیا تو ان لوگوں پر جواب سلام (۴) واجب ہے پھر اگر اس نے اس مجلس میں دوبارہ ان

۱۔ پہلے قول حدیث میں آنحضرت ﷺ نے تعلیم فرمائی کہ یوں کہے کہ والسلام علیکم کیا میں آؤں اس میں سلام مقدم ہے اور فقہ کی نظر سے شاید حق یہ کہ جہاں سلام کی آواز مکان میں پہنچے وہاں سلام مقدم ہے ورنہ جو طریقہ کتاب میں مذکور ہے ۱۲ منہ ۲۔ قال المتر جم حدیث میں ایک نے برکاتہ تک کہہ کر سلام کیا تو آپ نے فقط وعلیک کہہ کر فرمایا کہ تو نے پڑھانے کو مجھے کچھ نہیں چھوڑا ۱۲ ۳۔ قال المتر جم اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سلام کرنا فقیہ ابواللیث کے نزدیک واجب ہے مگر مشہور مذہب یہ کہ سلام کرنا مسنون ہے اور جواب سلام واجب ہے ۱۲ منہ (۱) یہی صحیح اگرچہ سلام سنت اور جواب واجب ہے ۱۲ (۲) اگرچہ مخاطب ایک ہی شخص ہو ۱۲ (۳) شاید صحیح عبد اللہ بن عباس ہو ۱۲ منہ (۴) یعنی برسبیل کفایہ ۱۲

لوگوں کو سلام کیا تو دوبارہ ان لوگوں پر جواب دینا واجب نہیں ہے پھر اسی طرح تشمیت یعنی چھینک کا جواب دینا بھی دوبارہ میں واجب نہیں ہوتا ہے مگر مستحب ہے یہ تاتار خانہ میں ہے۔ نوازل میں ہے کہ زید مثلاً ایک قوم کے ساتھ بیٹھا ہے پھر خالد آیا اور کہا کہ السلام علیک پس قوم میں سے کسی شخص نے جواب دے دیا تو یہ جواب اس کی طرف سے جس کو اس نے سلام کیا ہے نائب ہوگا اور زید کے ذمہ سے جواب سلام ساقط ہو جائے گا اور مراد یہ ہے کہ خالد نے ان لوگوں کی طرف اشارہ کر کے سلام کیا ہے خاص زید کا نام نہیں لیا ہے تو ایسا حکم ہے کیونکہ اس صورت میں خالد کی نیت سب کو سلام کرنے کی ہے اور یہ جائز ہے کہ ایک جماعت کو بلفظ واحد خطاب کرے یہ سب صورت میں ہے کہ خالد نے زید کا نام نہ لیا ہو اور اگر خاص نام لے کر یوں کہا کہ السلام علیک یا زید پس سوائے زید کے دوسرے شخص نے خالد کو جواب دیا تو زید کے ذمہ سے قرض ساقط نہ ہوگا اور اگر اس نے خاص زید کا نام نہ لیا ہو مگر زید کی طرف اشارہ کر کے سلام کیا ہو تو ایسی صورت میں زید کے ذمہ سے جواب ساقط ہو جائے گا کیونکہ خالد کی نیت سب کو سلام کرنے کی ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص ایک قوم کی طرف گذرا کہ وہ لوگ کھانا کھا رہے تھے پس اگر احتیاج رکھتا ہے کہ وہ لوگ بلائیں گے تو سلام کرے ورنہ نہیں یہ وجہ کر دردی میں ہے۔ سائل نے اگر سلام کیا تو اس کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے یہ خلاصہ میں ہے سائل اگر کسی شخص کے دروازہ پر آیا اور کہا کہ السلام علیک تو اس کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے اسی طرح اگر کچھری میں قاضی کو سلام کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور مشائخ نے شہری و دیہاتی میں اسی طرح اختلاف کیا ہے کہ بعضوں نے فرمایا کہ جو شخص شہر سے آتا ہے وہ اس شخص کو جو گاؤں والوں میں سے اس کے سامنے پڑے سلام کرے اور بعضوں نے اس کے برعکس کہا ہے اور سوار آدمی پیدل کو سلام کرے اور جو کھڑا ہو وہ بیٹھے ہوئے کو اور قلیل لوگ کثیر جماعت کو اور چھوٹا بڑے کو سلام کرے کذا فی الخلاصہ اور جو شخص پیدل جاتا ہے وہ بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور جو شخص پیچھے سے آتا ہے وہ آگے والے کو سلام کرے یہ محیط میں ہے۔

عورت و مرد سے اگر ملاقات ہو تو پہلے مرد سلام کرے کذا فی فتاویٰ قاضی خان بہت مرد و بہت عورتیں ایک مرد کے سامنے آئے تو حکماً یہ مرد ان سب کو سلام کرے نہ دیا یہ وجہ کر دردی میں ہے۔ جب دو شخص باہم ملے تو دونوں میں سے جو شخص سلام کرنے میں پہل کرے وہی دونوں میں سے افضل رہا پس اگر دونوں نے ساتھ ہی سلام کیا تو ہر واحد جواب دے اور جواب سلام دینے کے واسطے وضو کے ساتھ ہونا افضل ہے اور اگر تیمم کر لیا تو بھی کافی ہے یہ غیاشہ میں ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے گھر میں داخل ہو تو اپنے اہل خانہ کو سلام کرے اور اگر گھر میں کوئی نہ ہو تو یوں کہے السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین کذا فی المحیط اور ہر بار جب داخل ہو اسی طرح سلام کرے یہ تاتار خانہ میں صیرفیہ سے نقل ہے۔ لڑکوں کو سلام کرنے میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے فرمایا کہ لڑکوں کو سلام نہ کرے اور یہی قول حسن کا ہے اور بعضوں نے کہا کہ اگر یہ شخص لڑکوں کو سلام کرے تو افضل ہے اور یہی قول شریح کا ہے اور اسی کو فقیہ ابواللیث نے اختیار کیا ہے۔ ذمیوں کو سلام کرنے میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ ذمیوں کو سلام کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ ان کو سلام نہ کرے اور یہ سب اُس صورت میں ہے کہ سلام کرنے والے کو ذمی سے کوئی حاجت متعلق نہ ہو اور اگر ذمی سے کوئی غرض ہو تو اس کو سلام کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور ذمیوں کے سلام جواب دینے میں کچھ ڈر نہیں ہے لیکن اس سے زیادہ جواب میں نہ کہا جائے وعلیکم۔ فقیہ ابواللیث نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص ایک قوم کی طرف ہو کر گذرا اور قوم میں کافر لوگ بھی تھے تو اس کو اختیار ہے چاہے مسلمانوں کی نیت کر کے یہ کہے السلام علیکم اور اگر چاہے تو یوں کہے السلام علی من اتبع الہدی

۱۔ مراد یہ ہے کہ اس جنسہ میں اس نے دوبارہ چھینک لی تو مستحب ہے جب کہ اس کو زکام نہ ہو ۱۲۔ یہ بات بطور حسن ظن کے ہے کہ مسلمان آدمی خلاف شرع نہ کرے گا ۱۲

یہ ذخیرہ میں ہے۔ سلام کرنا زائرین کا تہیہ ہے یعنی جو کسی کی زیارت کو جائے تو سلام کرے اور جو لوگ مسجد میں تلاوت قرآن و تسبیح کے لیے یا نماز کے انتظار میں بیٹھے ہیں وہ لوگ اس واسطے نہیں بیٹھے ہیں کہ زیارت کرنے والے لوگ یعنی ہماری ملاقات سے بچا ہونے والے لوگ ہمارے پاس آئیں پس ایسے وقت میں سلام کا وقت نہیں ہے پس ایسے لوگوں کو سلام نہ کرے اور اسی وجہ سے مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر مسجد میں کسی آنے والے نے ان کو سلام کیا تو ان کو روا ہے کہ اس کا جواب نہ دیں یہ قیہ میں ہے۔ اگر آواز سے قرآن کی تلاوت کرتا ہے تو اس کو سلام کرنا مکروہ ہے اور ایسے ہی مذاکرہ کے علم کے وقت بھی یہی حکم ہے اور اذان دینے و اقامت کہنے کے وقت بھی یہی حکم ہے اور صحیح یہ ہے کہ ان صورتوں میں جواب سلام بھی نہ دے یہ غیاثیہ میں ہے۔ اگر حالت تلاوت میں کسی نے سلام کیا تو مختار یہ ہے کہ جواب دینا واجب ہے کذا فی وجیز الکردری۔ اسی کو صدر الشہید نے اختیار کیا ہے اور ایسا ہی فقیہ ابو اللیثؒ نے اختیار کیا ہے یہ محیط میں ہے اور جمعہ و عیدین کے روز خطبہ کے وقت اور جب لوگ نماز میں مشغول ہوں کہ ان میں کوئی ایسا نہ ہو جو نماز نہ پڑھتا ہو تو ایسے وقت میں سلام نہ کرے یہ خلاصہ میں ہے۔ اصل میں ہے کہ قوم کو نہ چاہئے کہ ایسے وقت یعنی وقت خطبہ کے چھینکنے والے کو یرحمک اللہ کہہ کر جواب دیں یا سلام کا جواب دیں صلوٰۃ الاثر میں ہے کہ امام محمدؒ نے امام ابو یوسفؒ سے یوں روایت کی کہ لوگ سلام کا جواب دیں گے اور چھینکنے والے کو یرحمک اللہ کہیں گے پس یہ قول جو صلوٰۃ الاثر سے نقل ہے اس سے ظاہر ہوا کہ اصل میں جو مذکور ہے وہ امام محمدؒ کا قول ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کا اس میں اختلاف اس بناء پر ہے کہ اگر اس نے فی الحال جواب نہ دیا پس آیا خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد جواب دے گا تو امام محمدؒ کے قول پر جواب دے گا و امام ابو یوسفؒ کے قول پر نہیں دے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک قوم میں سب لوگ علمی مذاکرہ کرتے ہوں یا ایک ذکر کرتا ہو اور باقی لوگ اس کا کلام سنتے ہوں تو ان لوگوں کو سلام نہ کرے اور اگر کرے گا تو گنہگار ہو گا یہ تا تاریخانیہ میں ہے فقہ سیکھنے والا اپنے استاد (۱) کو سلام نہ کرے اور اگر سلام کیا تو اس کا جواب دینا واجب نہیں ہے یہ قیہ میں ہے۔ امام جلیل ابو بکر محمد بن الفضل بخاریؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ جو شخص ذکر کرنے کی غرض سے بیٹھا خواہ کسی قسم کا ذکر ہو پھر اس کے پاس کوئی آیا اور سلام کیا تو اس کو روا ہے کہ جواب نہ دے یہ محیط میں ہے۔

بڑھے دگی باز کو یا رنڈیا کذاب یا بیہودہ گو کو اور جو لوگوں کو برا کہتا رہتا ہو اور جو بازار میں عورتوں کو گھورتا ہو ایسے لوگوں کو سلام نہ کرے بشرطیکہ ان لوگوں کا توبہ کر لینا معلوم نہ ہوا ہو یہ قیہ میں ہے اور جو شخص گاتا ہو یا پیشاب کرتا ہو اور جو کبوتر اڑایا کرتا ہو اس کو سلام نہ کرے اور حمام میں سلام نہ کرے اور ننگے آدمی کو جس نے قوم کو ڈر سنانے کے لیے یہ حالت بنائی ہے سلام نہ کرے اور ان لوگوں پر جواب دینا بھی واجب نہیں ہے یہ غیاثیہ میں ہے اور فاسقوں کو سلام کرنے میں اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ ان کو سلام کرنے میں پہل نہ کرے یہ ترمذی میں ہے اگر کسی شخص کے پڑوسی سفیہ (۲) لوگ ہوں کہ اگر یہ شخص ان لوگوں کو سلام کرتا ہو تو اس سے شرمندہ ہو کر شرارت و بدی چھوڑتے ہیں اور اگر سلام نہیں کرتا تو فواحش پر کمر باندھتے ہیں تو ظاہر اس مسئلہ میں یہ شخص معذور (۳) ہے یہ متفرقات قیہ میں ہے اور جو شخص بطور لہو و لعب کے شطرنج کھیلتا ہو اس کو سلام کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر بطریق تادیب و زجر کے اس کو سلام نہ کیا تا کہ ایسا کام چھوڑ دے تو کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر یہ شخص شطرنج کو تشحیذ خاطر یعنی تیزی سے ہن کے واسطے کھیلتا ہو تو اس پر سلام کرنے میں کچھ ڈر ہے اور مسترزاد میں لکھا ہے کہ ابو حنیفہؒ نے شطرنج کھیلنے والے کو سلام کرنے میں کچھ باک نہیں خیال فرمایا

۱۔ جواب دے گا قول یوں ہے نسخہ اصل میں ہے اور ظاہر صحیح یہ کہ امام ابو یوسفؒ کے قول پر جواب دے نہ امام محمدؒ کے قول پر فافہم ۱۲

۲۔ ڈر سنانے الخ عرب کا دستور تھا کہ جب خوفناک دشمن سے کوئی واقف ہوتا تو ننگا ہو کر چلاتا اور اپنا نام والد بزرگوار کا لکھتا تھا ۱۲

۳۔ تیزی الخ جواب سلام میں بوجہ وجوب کے یہ احتیاط ہے اگرچہ اس طرح شطرنج کھیلتا بھی مکروہ ہے ۱۲

(۱) یعنی جو مشغول ہو ۱۲ (۲) بیوقوف جاہل ۱۲ (۳) یعنی سلام کرے

بدیں غرض کہ جس فعل میں مبتلا ہے اس سے دوسری طرف مشغول ہو جائے مگر امام ابو یوسفؒ نے ان لوگوں کی تحقیر کی غرض سے ان کو سلام کرنا مکروہ جانا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص بیچخانہ میں پھرتا اور پیشاب کرتا ہے اس کو کسی نے سلام کیا تو سلام کرنے والے کو ایسی حالت میں سلام نہ کرنا چاہئے لیکن اگر اس نے سلام کیا تو بیچخانہ والے کے حق میں امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اپنے دل سے اس کے سلام کا جواب دے زبان سے نہ دے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ دل سے جواب دے نہ زبان سے اور فارغ ہونے کے بعد بھی جواب نہ دے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ حاجت سے فارغ ہونے کے بعد جواب دے اور اگر اجنبی عورت نے کسی مرد کو سلام کیا پس اگر وہ عورت بڑھی ہو تو یہ مرد اس کو ایسی آواز سے اپنی زبان سے جواب دے کہ وہ عورت سن لے اور اگر یہ عورت جوان ہو تو دل سے اس کا جواب دے دے اور اگر مرد اجنبی نے کسی عورت کو سلام کیا تو اس کے برعکس حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کو حکم دیا کہ فلاں شخص کو میرا سلام کہہ دے تو اس پر واجب ہوگا یہ غیاثہ میں ہے اور امام محمدؒ نے کتاب السیر کی باب الجعائل میں ایک حدیث روایت کی جو اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اگر شخص غائب کا سلام کسی نے کسی کو پہنچایا تو اس کو چاہئے کہ پہلے اس کو جس نے سلام پہنچایا ہے سلام کرے پھر اس غائب کو سلام کرے کذا فی الذخیرہ۔

قال المترجم ☆

یہ حدیث بہت صحیح ہے اور صورت یہ ہے کہ زید نے عمرو کا سلام بکر کو پہنچایا تو بکر کو چاہئے کہ زید سے یوں کہے وعلیکم وعلیہ السلام لہذا روی فی الحدیث فاحفظہ جواب سلام کی فرضیت بدوں اس کے ساقط نہیں ہوتی کہ جس نے سلام کیا تھا اس کو جواب سنا دے جیسا کہ جواب واجب نہیں ہوتا ہے جب تک کہ سلام کو نہ سنائے یہ غیاثہ میں ہے اور اگر سلام کرنے والا بہرا ہو تو چاہئے کہ اپنے لبوں کی جنبش اس کو دکھلائے اور یہی حکم چھینک کے جواب کا ہے یہ کبریٰ میں ہے اور کلمہ کی انگلی سے سلام کرنا مکروہ ہے یہ غیاثہ میں ہے یہ چھینکنے والے کو جواب دینا واجب ہے اگر خود چھینکنے والے نے الحمد للہ کہا پس تین مرتبہ تک اس کو جواب دے پھر اس کے بعد اس کو اختیار ہے چاہے جواب دے یا نہ دے یہ سراجیہ میں ہے اور چھینکنے والے کے پاس جو شخص حاضر ہے اس کو چاہئے کہ چھینکنے والے کو تین بار تک اگر وہ ایک ہی مجلس میں مکرر چھینکے تو جواب دے پھر اگر اس نے تین بار سے زیادہ چھینکا تو چھینکنے والا ہر بار الحمد للہ کہے گا اور جو اس کے پاس ہے وہ اگر ہر بار اس کا جواب دے تو اچھا ہے اور اگر نہ دے تو بھی اچھا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ امام محمدؒ سے مروی ہے کہ اگر ایک شخص نے کئی بار چھینکا اور مرد حاضر نے اس کو ہر بار جواب دیا تو خیر اور اگر تاخیر کر دی پھر آخر میں جواب دیا تو ایک ہی جواب کافی ہو جائے گا یہ تارخانہ میں ہے۔ اگر خارج نماز کسی شخص نے چھینکا تو اس کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد یوں کرے کہ الحمد للہ رب العالمین یا یوں کہے الحمد للہ علی کل حال۔ اس کے سوائے اور کچھ نہ کہے اور جو شخص حاضر ہو اس کو جواب دینا چاہئے اس طرح کہ یرحمک اللہ۔ پھر چھینکنے والا کہے یغفر اللہ لنا ولکم یا یوں کہے۔ یہد یکم اللہ و صلح بالکم۔ اس کے سوائے اور کچھ نہ کہے یہ محیط میں ہے۔ ایک عورت نے چھینکا پس اگر بڑھی ہو تو اس کو جواب دے اور اگر جوان ہو تو دل میں اس کا جواب دے یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر کسی مرد نے چھینکا تو عورت اس کو جواب دے گی پھر اگر یہ عورت بڑھی ہو تو مرد اس کو جواب دے دے اور اگر جوان ہو تو دل سے اس کا جواب دے دے یہ ذخیرہ میں ہے۔ جوان خوبصورت عورت نے چھینکا تو سوائے اس کے محرم مردوں کے کوئی اس کو آواز سے چھینک کا جواب نہ دے یہ غرائب میں ہے۔ اگر اذان کی حالت میں کسی نے چھینکا تو حمد کرے اور حاضر آدمی اس کو جواب دے گا اور

۱۔ قال المترجم حدیث صحیح میں ہے کہ ایک مرد نے آنحضرت ﷺ کے حضور میں چھینکا اور الحمد للہ کہا پس آپ نے جواب میں فرمایا یرحمک اللہ پھر اس نے چھینکا تو آپ نے فرمایا کہ تجھے زکام ہے یعنی جواب نہ دیا اور شاید یہ حکم خاص زکام کی صورت میں ہو ۱۲ (۱) یعنی جواب میں ہونٹ ہلانا ۱۲

قاضی عبد الجبار معتزلی نے کہا کہ وہ حمد نہ کرے یہ قیہ میں ہے۔ اگر نماز پڑھنے والے نے چھینکا اور کسی نے اس کا جواب دیا کہ یرحمک اللہ پھر نمازی نے کہا کہ غفر اللہ لے و لک تو جواب ہو جائے گا اور اس کی نماز فاسد ہو جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

☆ باب ۱۰

آدمی کا جس کو دیکھنا اور چھونا حلال ہے اور جس کا حلال نہیں ہے اس کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ نظر کے مسائل چار قسم کے ہیں اول مرد کا مرد کو دیکھنا دوم عورت کا عورت کو دیکھنا سوم عورت کا مرد کو دیکھنا چہارم مرد کا عورت کو دیکھنا۔ پس ہم قسم اول کا بیان کرتے ہیں کہ مرد کو مرد کی طرف نظر کرنا سوائے اس کے مقام ستر کے سب جگہ جائز ہے کذا فی المحیط اور اسی پر اجماع ہے کذا فی الاختیار شرح المختار اور مقام ستر مرد کا اس کے ناف سے لے کر آخر گھٹنے تک ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ناف سے نیچے بال جنمے کی جگہ تک ظاہر الروایۃ کے موافق مقام ستر ہے پھر واضح ہو کہ ان کی بہ نسبت گھٹنے کا ستر ہونا کم ہے اور سب شرمگاہ کی بہ نسبت ران کا ستر ہونا کم ہے پس اگر کسی شخص نے دوسرے کو گھٹنا کھلا ہوا دیکھا تو اس کو نرہ کے ساتھ منع کرے اور اگر وہ باصرار جھگڑے پر آمادہ ہو تو اس کے ساتھ جھگڑا نہ کرے اور اگر ران کھلی ہوئی دیکھے تو اس کو سختی سے منع کرے اور اگر وہ جھگڑے پر آمادہ ہو تو اس کو نہ مارے اور اگر شرمگاہ کھلی ہوئی دیکھے تو اس کو حکم کرے کہ اس کو چھپائے اور اگر وہ جھگڑا کرنے لگے تو اس کو ادب کے واسطے مارے یہ کافی میں ہے۔ ابانہ میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس میں کچھ ڈر نہیں ہے کہ حامی کسی نہانے والے مرد کا مقام ستر دیکھے یہ تار تار خانہ میں ہے مترجم کہتا ہے کہ ظاہر امراد ستر سے سوائے شرمگاہ کے ہے پس سوائے شرمگاہ (۱) کے باقی ران و گھٹنا علماء کے نزدیک مختلف فیہ ہے چنانچہ مذہب مشہور امام مالک و حمیدی وغیرہ سے ران ستر نہیں ہے اگرچہ بروایت حدیث ترمذی کہ جس کی امام ترمذی نے تحسین کی ہے ران مقام ستر میں سے پس امام اعظمؒ نے بسبب مختلف فیہ ہونے کے بضرورت اس کو جائز رکھا ہے واللہ اعلم اور مرد کا جس قدر جسم دوسرے مرد کو دیکھنا مباح ہے اس کا چھونا بھی مباح ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اس میں ڈر نہیں ہے کہ حمام والا کسی مرد کے پشم کے بال نورہ لگا کر اپنے ہاتھ سے صاف کر دے بشرطیکہ اپنی آنکھیں بند کئے رہے۔ مگر فقیہ ابواللیثؒ نے فرمایا کہ یہ بات فقط ضرورت کے وقت ہے بغیر ضرورت کے نہیں ہے اور نورہ لگا کر پشم کے بال صاف کرنے میں ہر شخص کو اپنے ہاتھ سے صاف کرنا چاہئے یہ محیط میں ہے اور قسم ثانی کو ہم اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جہاں مرد کو مرد دیکھ سکتا ہے وہیں عورت کو عورت دیکھ سکتی ہے کذا فی الذخیرہ اور یہی اصح ہے یہ کافی میں ہے اور کسی عورت کو یہ جائز نہیں ہے کہ شہوت سے دوسری عورت کا پیٹ دیکھے یہ سراجیہ میں ہے اور نیک پارسا عورت کو نہ چاہئے کہ کسی بدکار عورت کو اپنے آپ کو دیکھنے دے کیونکہ بدکار عورت اس کا حال وصف مردوں سے بیان کرے گی پس اپنی اوڑھنی و خمار اس کے پاس نہ رکھے اور مؤمنہ عورت کو یہ حلال نہیں ہے کہ مشترکہ باندی یا کتابیہ عورت کے سامنے کپڑے اتار دے لیکن اگر یہ عورت اسی کی باندی ہو تو یہ حکم نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور قسم سوم کا بیان یہ ہے کہ عورت کو اجنبی مرد کی طرف دیکھنا ایسا ہے جیسے مرد کا مرد کو دیکھنا کہ اس کے تمام بدن کو سوائے ناف سے لے کر گھٹنے کے آخر تک دیکھنا روا ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ عورت مذکور یہ بات قطعاً و یقیناً جانتی ہو کہ اگر میں نے مرد اجنبی کے بعض بدن کو جو مرد کو دیکھنا جائز ہے دیکھا تو میرے دل میں شہوت جوش نہ کرے گی اور اگر یہ جانتی ہو کہ شہوت جوش کرے گی یا اس میں شک ہو یعنی دونوں باتوں کا کہ جوش کرے گی یا نہ کرے گی گمان برا ہو تو میرے نزدیک یہ پسندیدہ ہے کہ عورت اپنی آنکھ کو بند کر لے ایسا ہی الامام محمدؒ نے کتاب

اسل میں لفظ انسان ہے لیکن یہ قسم خاص کر مردوں کے بیان میں ہے ۱۲ (۱) یعنی مقام پیشاب و بیخا نہ ۱۲

الاصل میں ذکر فرمایا ہے۔ پس امام محمدؒ نے یہ استحسان ایسی صورت میں ذکر فرمایا کہ جب اجنبی مرد کو دیکھنے والی عورت ہو تو یہ حکم ہے اور جس صورت میں مرد کسی اجنبی عورت کو دیکھنے والا ہو تو فرمایا کہ فلیتجنب بجدہ یعنی واجب ہے کہ اپنی کوشش سے نظر ڈالنے سے اجتناب کرے اور یہ قول اس امر کی دلیل ہے کہ دیکھنا حرام ہے اور صحیح حکم دونوں صورتوں میں یہی ہے اور عورت اجنبی مرد کا بدن کسی جگہ سے نہ چھوئے بشرطیکہ کوئی ان میں سے جوانی کی نوبت پر حد شہوت پر ہوا اگرچہ دونوں اپنی ذات پر شہوت جوش کرنے سے بے خوف ہوں۔ اور باندی کے حق میں روا ہے کہ اجنبی مرد کے تمام بدن کو سوائے ناف سے گھٹنے کے نیچے تک دیکھے اور اس قدر بدن جس کا دیکھنا جائز ہے اس کو چھو سکتی ہے بشرطیکہ دونوں شہوت جوش کرنے سے بے خوف ہوں۔ آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ لوگوں میں بدوں کسی منکر کے انکار کی یہ عادت جاری ہے کہ باندی اپنے مولاء کے شوہر کے پاؤں دابتی ہے اور یہ بات دلالت کرتی ہے کہ چھونا جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ قسم چہارم کا بیان یوں ہے کہ مرد کا عورت کی طرف دیکھنا چار طرح پر ہے اول یہ کہ مرد اپنی جو رو یا باندی کو دیکھے دوم مرد ایسی عورتوں کی طرف دیکھے جو ہمیشہ کے واسطے اس پر حرام ہیں جن کو محرمات کہتے ہیں۔ سوم مرد کسی اجنبی آزاد عورت کو دیکھے چہارم مرد کسی غیر کی باندی کو دیکھے۔ پس مرد کا اپنی عورت باندی کے سر سے پیر تک دیکھنا حلال ہے خواہ شہوت سے ہو یا بلا شہوت ہو اور یہ بات ظاہر ہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ ان دونوں مرد و عورت میں سے کوئی دوسرے کے مقام ستر کو نہ دیکھے کذا فی الذخیرہ۔

باندی سے اس مقام پر وہ باندی مراد ہے جس کے ساتھ وطی کرنا حلال ہے اور اگر ایسی باندی ہو جس کے ساتھ وطی حلال نہیں ہے مثلاً مجوسہ یا مشترکہ باندی اس کی مالک ہو یا اس کی ماں بہن رضاعی ہو یا اس کی جو رو کی ماں یا بیٹی ہو تو اس پر مرد کو اس کی شرمگاہ دیکھنا حلال نہیں ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ اولیٰ یہ ہے کہ جماع کے وقت اپنی جو رو کی فرج دیکھے تاکہ لذت پوری پوری حاصل ہو یہ تبیین تیس ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ میں نے امام ابو حنیفہؒ سے دریافت کیا کہ ایک شخص اپنی عورت کی فرج کو مس کرتا ہے اور عورت اس کے آلہ تناسل کو مس کرتی ہے تاکہ اس کا آلہ تناسل کھڑا ہو جائے پس آیا آپ کے نزدیک اس میں کوئی برائی ہے فرمایا کہ نہیں اور مجھے امید ہے کہ اس کو ثواب ملے گا یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر کوٹھری چھوٹی ہو پانچ سے دس گز تک تو اپنی جو رو کو جماع کے واسطے نگا کر سکتا ہے اور مجد الائمہ ترجمانی درکن الصباغی اور حافظ سائلی نے فرمایا کہ بیت میں اگر دونوں ننگے ہو جائیں (۱) تو کچھ ڈر نہیں ہے یہ قنویہ میں ہے۔ اگر مرد و اس کی عورت دونوں لیٹے ہوں وطی نہ کرتے ہوں تو ایسی حالت میں کچھ ڈر نہیں ہے کہ ان کے محارم پکار کر ان کے پاس جائیں مگر بلا اجازت کوئی نہ جائے اور یہی خادم سلم کا حکم ہے جب کہ مرد و عورت خلوت میں ہوں یا مرد اپنی باندی کے ساتھ خلوت میں ہو یہ غیاثیہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی باندی کا ہاتھ پکڑا اور اس کو کوٹھری میں لے گیا اور کوڑ بند کر لئے کہ لوگوں نے معلوم کیا کہ اس باندی سے وطی کرنا چاہتا ہے تو یہ مکروہ ہے۔ ایک شخص نے اپنی جو رو سے اس کی سوت کے سامنے یا اپنی باندی کے سامنے وطی کی تو امام محمدؒ کے نزدیک یہ مکروہ ہے اور اس وجہ سے اہل بخارا نے چھت پر سونا مکروہ جانا ہے یہ کم میں ہے۔ کسی مرد کا اپنی محرمات (۲) باندی کو دیکھنا سو اس کا بیان اس طرح ہے کہ ہر مرد ایسی عورت کا جو اس پر ہمیشہ کے واسطے حرام ہے مقام زینت ظاہرہ باطنہ کو دیکھ سکتا ہے اور مواضع (۳) زینت یہ ہیں۔ سر، بال، گردن، سینہ، کان، بازو، ہاتھ، ہتھیلی، پنڈلی، پاؤں، چہرہ پس سر کی زینت تاج (۴) و اکلیل سے ہوتی ہے۔ اور بال کی زینت عقاص سے اور گردن میں قلاوہ ہوتا ہے اور سینہ بھی ایسا ہی ہے اور

۱۔ یعنی خواہ عورت اجنبی مرد کو یا مرد اجنبی عورت کو دیکھے صحیح یہ ہے کہ حرام ہے ایسی صورت میں ۱۲ منہ ۲۔ مترجم کہتا ہے مجھ کو اس روایت کی سحت معلوم نہ ہوئی واللہ اعلم ۱۲ منہ ۳۔ خادم غلام یا باندی ۱۲ منہ (۱) یعنی بیت کی کوئی مقدار مقرر کی ۱۲ منہ (۲) جیسے ماں، بہن، مانی، دادی وغیرہ ۱۲ منہ (۳) یعنی وہ جگہ بدن کی زینت کے واسطے ہوتی ہے ۱۲ منہ (۴) بطور سر بند کے جو اسے مرصع کرتی ہیں ۱۲ منہ

قلادہ (۱) حائل ہے کہ کبھی سینہ تک پہنچتی ہے کان گوشوارہ کے واسطے ہے اور بازو مقام و لموح ہے اور ہاتھ مقام نکلن ہے اور ہتھیلی مقام انگٹھی و منہدی وغیرہ رنگین کرنے کا ہے اور پنڈلی میں خلخال ہوتی ہے اور قدم میں رنگ منہدی ہوتا ہے یہ مبسوط میں ہیا اور کچھ ڈرنہیں ہے کہ آدمی اپنی ماں و بالغہ بیٹی و بہن و ہر ایسی عورت کے جو اس پر ہمیشہ کے واسطے حرام ہے جیسے نانی، دادی، پر نانی، پردادی وغیرہ علیٰ ہذا القیاس اور اولاد کی اولاد وغیرہ اور پھوپھیاں و خالوں کے بالوں کو دیکھے یا سینہ و گیسوؤں و پستان و بازو ہاتھ کی طرف نظر کرے مگر ان لوگوں کی پیٹھ و پیٹ کو اور جس قدر بدن ناف سے لے کر گھٹنے کے نیچے تک ہے وہ نہ دیکھے اور یہی حکم اس عورت کا ہے جو عورت بسبب رضاعت کے یا سبب دامادی قرابت کے اس پر ہمیشہ کے واسطے حرام ہو گئی ہو جیسے باپ یا سگے دادا پرداد وغیرہ کی جو رو بیٹے یا سگے پوتے و پر پوتے وغیرہ کی جو رو جیسے اس عورت کی بیٹی جس سے اس نے نکاح کر کے وطی کر لی ہے اور اگر اس عورت سے وطی نہ کی ہو تو اس کی بیٹی بمنزلہ اجنبی عورت کے ہے یعنی جو حکم اجنبی عورت کی صورت میں مذکور ہوا ہے وہی اس کا حکم ہے۔ اور اگر حرمت مصاہرہ یعنی دامادی کی وجہ سے جو عورتیں دائمی حرام ہو جاتی ہیں بسبب زنا کے ہو تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے فرمایا کہ زنا کی وجہ سے جو حرمت مصاہرہ ہو اس میں دیکھنا و چھونا مباح نہیں ہوتا ہے یعنی جس عورت سے زنا کیا اس کی ماں کو مثلاً دیکھنا و چھونا مثل مذکورہ بالا کے جائز نہیں ہے اور شمس اللائمہ سرحسی نے فرمایا کہ اس سے بھی دیکھنا و چھونا مباح ہو جاتا ہے کیونکہ اس سے دائمی حرمت ثابت ہو جاتی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط میں ہے اقوال و فیہ خلاف الشافعی وغیرہ واحد بناء علی مارواہ البخاری فی جامعہ صحیح و لیس ہذا مقام نقلہ ان شدت فلتراجمھا اور واضح رہے کہ یہ دیکھنا جو حلال بیان کیا گیا ہے اسی صورت میں ہے کہ جب اپنی ذات سے شہوت جوش کرنے سے بے خوف ہو اور اگر اس کو اپنی ذات پر شہوت کا خوف ہو تو مباح نہیں ہے اور یہی حال چھونے کا ہے کہ چھونا جہی مباح ہے کہ جب اپنے اوپر اور اس عورت پر جو محرمات ابدیہ میں سے ہے شہوت کا خوف نہ ہو اور اگر اپنی ذات پر یا اس عورت کی ذات پر جو دائمی حرام ہے۔ شہوت کا خوف ہو تو اس کو اس عورت کا چھونا مباح نہیں ہے۔ اور یہ حلال نہیں ہے کہ کسی محرمات ابدیہ کے پیٹ کو یا پیٹھ کو یا پہلو کو دیکھے اور نہ ان چیزوں میں سے کسی کا چھونا حلال ہے یہ محیط میں ہے۔

والدین یا بزرگوں کے پاؤں (وغیرہ) دبائے کی بابت کچھ احتیاطیں و آداب ☆

بیٹے کو روا ہے کہ اپنی ماں کی خدمت کی غرض سے اپنی ماں کا پیٹ ملے یا پیٹھ دبائے بشرطیکہ کپڑے کے اوپر سے ہو یہ قبیہ میں ہے۔ شیخ ابو جعفرؒ نے فرمایا کہ میں نے شیخ امام ابو بکر سے سنا کہ فرماتے تھے کہ اگر مرد پنڈلیوں تک پاؤں دبائے تو کچھ ڈرنہیں ہے اور اگر ران کو دبائے تو مکروہ ہے مگر کپڑے کے باہر سے چھو سکتا ہے اور فرماتے تھے ہر مرد اپنے والدین کے پاؤں داب سکتا ہے اور والدین کی ران نہیں داب سکتا ہے اور فقیہ ابو جعفرؒ اس امر کو مباح جانتے تھے کہ ران کو دبائے اور اس کو چھوئے خواہ کپڑے کے اوپر سے ہو یا نہ ہو یہ غرائب میں ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ مرد کو جائز ہے کہ ایسی عورت کے ساتھ جو اس پر ہمیشہ کے واسطے حرام ہے سفر کرے اور اس کی خلوت میں بیٹھے بشرطیکہ اپنی ذات پر شہوت سے بے خوف ہو اور اگر یہ جانتا ہو کہ اگر میں نے اس کے ساتھ سفر کیا یا خلوت میں بیٹھا تو مجھ کو شہوت ہوگی یا اس کو شہوت ہوگی پس اگر اس کا غالب گمان یہ ہو یا شکست ہو تو ایسا کرنا مباح نہیں ہے اور اگر سفر میں مرد کو ضرورت پیش آئی کہ محرمات ابدیہ میں سے کسی عورت کو اٹھا کر سوار کرے یا سواری پر سے اتارے تو کچھ ڈرنہیں ہے کہ کپڑے کے اوپر سے اس کا پیٹ یا پیٹھ پکڑ کر سوار کرے یا اتارے اور اگر اس کو اپنی ذات پر یا اس کی ذات پر شہوت کا خوف ہو تو کوشش کے ساتھ

۱۔ وغیرہ سے یہ مراد کہ چاہے اسی طرح کتنا ہی رشتہ نیچا دور ہوتا جائے ۱۲ منہ
(۱) یعنی ایک قسم کا زیور ہے کہ گردن میں ڈالتی ہیں وہ بھی سینہ تک پہنچتا ہے ۱۲

اس سے پرہیز کرے اور اس کی صورت یہ ہے کہ اگر اس عورت سے خود سوار ہو جانا یا اتر آنا ممکن ہو سکے تو بالکل اس سے دور رہے اور اگر اس سے یہ بات ممکن نہ ہو تو یہ مرد اس امر میں بہت تکلف کرے یعنی بہت سے کپڑوں کے اوپر سے اس کو پکڑے تاکہ اس کے بدن کی حرارت اس کو نہ پہنچے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو اپنے دل سے شہوت دور کرنے کے واسطے تکلف کرے یعنی اس کے ساتھ ایسے فعل کا جس سے قضائے شہوت ہوتی ہے ہرگز قصد نہ کرے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور غیر شخص کی باندی کی طرف نظر کرنے میں وہی حکم ہے جو محرمات کی طرف نظر کرنے میں ہے اور غیر کی باندی کے پیٹ و پیٹھ کو دیکھنا حلال نہیں ہے جیسا کہ مرحمت کے حق میں ہے۔ اور محمد بن مقاتل رازی یوں فرماتے تھے کہ غیر کی باندی کے ناف کے نیچے سے گھٹنے تک دیکھنا حلال نہیں ہے اور اس کے سوائے تمام بدن کی طرف نظر کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور جو باندی کہ مدبرہ ہے یا مکاتبہ ہے یا ام ولد ہے وہ مثل باندی کے ہے اور جو باندی مستعاعہ ہے یعنی سعایت کر رہی ہے کہ مقدار معلوم مال کما کر دے دے تو آزاد ہو جائے وہ مثل مکاتبہ کے ہے یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے یہ کافی میں ہے اور غیر کی باندی کا جس قدر دیکھنا حلال ہے اس کا چھوٹا بھی حلال ہے بشرطیکہ اپنی ذات پر اور اس کی ذات پر شہوت سے بے خوف ہو یہ محیط میں ہے اور ہمارے بعض مشائخ کے نزدیک غیر کی باندی کو سوار کرنے و اتارنے میں پکڑنا و دو بوجھنا و انہیں سے مکر اصح یہ ہے کہ اگر اپنی ذات پر اس کی ذات پر شہوت سے بے خوف ہو تو اس میں کچھ ڈر نہیں ہے یہ کافی میں ہے اور امام محمدؒ نے کسی کتاب میں غیر کی باندی کے ساتھ سفر کرنے اور خلوت کرنے کا حکم ذکر نہیں فرمایا اور مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے فرمایا کہ حلال نہیں ہے اور اسی طرف حاکم شہیدؒ نے میل کیا ہے کذا فی المحیط اور یہی مختار ہے کذا فی الاختیار شرح المختار اور بعضوں نے فرمایا کہ حلال ہے اور اسی پر شیخ امام شمس الائمہ سرخسی فتویٰ دیتے تھے یہ محیط میں ہے۔

اگر باندی کو خریدنے کا قصد رکھتا ہو تو سوائے اس کے پیٹ و پیٹھ کے جہاں جہاں دیکھنا حلال ہے اس کو چھو سکتا ہے اگر چہ شہوت ناک ہو جانے کا خوف کرتا ہو یہ سراج الوہاب و ہدیہ میں ہے اور جامع صغیر میں مذکور ہے کہ اگر کسی شخص نے کوئی باندی خریدنے کا قصد کیا تو کچھ ڈر نہیں ہے کہ اس کی پنڈلیاں و سینہ دونوں ہاتھ پورے چھوئے اور کھلے ہوئے اعضا کی طرف دیکھے یہ کافی میں ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ ایسی عورت میں ان اعضاء کا دیکھنا بسبب ضرورت کے مباح ہے اگر چہ اس کو شہوت ہو جائے مگر چھوٹا در صورتیکہ اس کو شہوت ہو جانے کا خوف ہو مباح نہیں ہے یا اس کا غالب گمان یہ ہو کہ مجھے شہوت ہوگی تو بھی مباح نہیں ہے کیونکہ چھوٹا ایک نوع کا استمتاع ہے اور در حالیکہ خرید کا قصد نہ رکھتا ہو تو چھوٹا و دیکھنا اس شرط سے مباح ہے کہ شہوت سے ماموں ہو یہ ہدایہ میں ہے اور بالغ باندی اک ازار میں فروخت کے واسطے پیش کی جائے اور ازار سے وہ کپڑا مراد ہے جو اس کے ناف سے گھٹنے تک ڈھانکتا ہو یہ اس وجہ سے ہے کہ باندی مذکور کا پیٹ و پیٹھ ستر عورت ہے پس اس کے پیٹ و پیٹھ کا کھولنا جائز نہیں ہے اور جو باندی حد شہوت کو پہنچ گئی ہو یعنی اس پر شہوت ہوتی ہو تو وہ مثل بالغ باندی کے ہے کہ ایک ازار میں پیش نہ کی جائے گی یہ امام محمدؒ سے مروی ہے بدیں وجہ کہ اشتہا موجود ہے یہ تبیین میں ہے اور اجنبی عورتوں کی طرف نظر کرنے میں ہم کہتے ہیں کہ اجنبی عورتوں کے ظاہری مواضع زینت کی طرف نظر مباح ہے اور جو جگہ ظاہری زینت کی ہے وہ ظاہر الروایۃ کے موافق چہرہ اور ہتھیلی ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر دیکھنے والے کے دل میں غالب گمان یہ ہو کہ مجھے شہوت ہو جائے گی تو اس کا دیکھنا بھی حرام ہے یہ نیا بیج میں ہے۔ اجنبی عورت کے چہرے کا دیکھنا اگر شہوت سے نہ ہو تو حرام نہیں ہے لیکن مکروہ ہے یہ سراجیہ میں ہے اور حسنؒ نے امام اعظمؒ سے روایت کی ہے کہ اجنبیہ کا قدم دیکھنا بھی مباح ہے اور دوسری روایت میں امام اعظمؒ سے مروی ہے کہ اجنبیہ کے قدم کی طرف نظر کرنا جائز نہیں ہے۔ جامع البرامکہ

۱۔ کذا فی النسخۃ و اصحّ حدی نظر مباح نہیں ہے فانظر المقدمة ۱۲م

میں امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ اجنبیہ کے ہاتھوں کا دیکھنا دھونے اور پکانے کے وقت جائز ہے اور بعض نے فرمایا کہ اسی طرح اس کے دونوں اگلے دانتوں کا دیکھنا بھی مباح ہے اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ یہ دیکھنا بہ نظر شہوت نہ ہو یہ محیط میں ہے۔ اسی طرح اگر شہوت ہو جانے میں شک ہو تو بھی نظر مباح ہے کذا فی الکافی اور بعض نے فرمایا کہ اسی طرح اجنبیہ عورت کی ساق یعنی پنڈلی کی طرف نظر مباح ہے بشرطیکہ شہوت سے نہ ہو اور اگر جانتا ہو کہ دیکھنے سے مجھے شہوت ہوگی یہ گمان غالب ہو کہ شہوت ہو جائے گی تو یہ کوشش اجتناب کرے یہ ذخیرہ میں ہیا اور جس عضو کا دیکھنا جائز نہیں ہے اس کا بدن سے جدا ہو جانے کے بعد بھی صحیح قول کے موافق دیکھنا جائز نہیں ہے جیسے سر کے بال اور قدم کے کالے ہوئے ناخن اور چشم کے بال یہ زاہدی میں ہے اور اجنبیہ کے چہرہ و تھلی کا چھونا حلال نہیں ہے اگرچہ شہوت سے مامون ہو اور یہ اس صورت میں ہے کہ عورت اجنبیہ جو ان لائق اشتہا ہو اور اگر وہ عورت ایسی نہ ہو کہ اس کی طرف خواہش و شہوت ہو تو اس کے ساتھ مصافحہ کرنے اور اس کا ہاتھ چھونے میں کچھ ڈر نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اسی طرح اگر مرد بڑھا ہو کہ اپنی ذات پر اور اس عورت اجنبیہ کی طرف سے شہوت سے بے خوف ہو تو اجنبیہ سے مصافحہ کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر اپنی ذات پر یا اس کی طرف سے شہوت ہونے سے بے خوف نہ ہو تو اس سے اجتناب کرے پھر واضح ہو کہ امام محمدؒ نے در صورتیکہ مرد چھونے والا ہو فقط یہ شرط لگائی کہ عورت بڑھی ہو اور یہ شرط نہیں فرمائی کہ مرد ایسا ہو کہ وہ لائق جماع کرنے کے نہیں ہے اور در صورتیکہ عورت چھونے والی ہو فرمایا کہ جب دونوں بڑھے ہوں کہ مرد بھی قابل جماع کرنے کے نہ ہو اور عورت بھی جماع کرنے کے لائق نہ ہو تو باہم مصافحہ کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے پس فتویٰ کے وقت تامل کے ساتھ فتویٰ دینا چاہئے یہ محیط میں ہے اور بڑھی اجنبیہ عورت سے کپڑے کے اوپر سے معانقہ کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے لیکن اگر کپڑے اس کے ایسے ہوں کہ ان سے کپڑوں کے نیچے کا حال مل جائے تو جائز نہیں ہے یہ غیاثہ میں ہے۔

اگر کسی عورت کے بدن پر کپڑے ہوں تو کچھ ڈر نہیں ہے کہ اس کے کینڈے کی طرف نگاہ کرے کیونکہ اس کی نظر کپڑوں پر ہوگی نہ جسم پر پس یہ ایسا ہوا کہ جیسے عورت مذکورہ کو ٹھہری میں ہے اور مرد اجنبی نے دیواروں پر نظر ڈالی۔ یہ اس وقت ہے کہ اس کے کپڑے اس کے بدن سے ایسے چسپید نہ ہوں کہ بدن کا حال (۱) صاف معلوم ہوتا ہو جیسے ترکی قبا اور نہ ایسے باریک ہوں کہ جن سے بدن کا حال معلوم ہوتا ہو اور اگر کپڑے ایسے ہوں تو اپنی آنکھ بند کرنا چاہئے کیونکہ یہ لباس بدیں معنی کہ اس کے بدن کے واسطے ستر نہیں ہے۔ ایسا ہے کہ جیسے اس کے اوپر جال پڑا ہے اور یہ اس وقت ہے کہ یہ عورت اجنبیہ حد شہوت تک پہنچ گئی ہو اور اگر نابالغہ ہو کہ اس کے مثل عورت سے خواہش جماع نہیں ہوتی ہے تو اس کے دیکھنے و چھونے میں کچھ ڈر نہیں کیونکہ اس کے بدن کو حکم عورت حاصل نہیں ہے اور نہ اس کے دیکھنے و چھونے میں خوف فتنہ ہے۔ پھر واضح ہو کہ کبھی اجنبیہ آزاد عورت کی طرف دیکھنا بسبب ضرورت کے جائز ہو جاتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اجنبیہ عورت خواہ کافر ہو یا مسلمہ ہو دونوں یکساں ہیں اور ایک روایت میں یہ ہے کہ کافرہ کے بال دیکھنے میں کچھ ڈر نہیں ہے یہ غیاثہ میں ہے اور قاضی نے اگر کسی اجنبیہ پر کوئی حکم جاری کرنا چاہا یا گواہ نے اس پر گواہی دینی چاہی تو ان دونوں کو اس کا منہ دیکھنا جائز ہے اگرچہ یہ خوف ہو کہ دیکھنے سے شہوت ہو جائے گی مگر یہ چاہئے کہ اس سے ادائے شہادت کا یا اس پر حکم دینے کا قصد ہو یا قصد نہ ہو کہ شہوت رانی کے واسطے اس کو دیکھ لیں اور کسی اجنبی کی گواہی اٹھانے میں یعنی اس کے گواہ ہو جائیں اس کے چہرہ کا دیکھنا در صورتیکہ دیکھنے سے شہوت ہوگی بعض مشائخ نے فرمایا کہ مباح ہے جیسا کہ گواہی ادا کرنے کے وقت مباح ہے مگر اس میں یہ ہے کہ مباح نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر کسی شخص نے کسی عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا تو اس کو دیکھنے میں کچھ ڈر نہیں ہے

(۱) ران ایسی ہے اور ہاتھ ایسے ہیں اور سینہ ایسا موٹا یا دبلا ہو ۱۲ منہ

اگرچہ یہ خوف ہو کہ دیکھنے سے شہوت ہوگی یہ تبیین میں ہے اور جو لڑکا کہ حد شہوت تک پہنچ گیا ہو وہ مثل بالغ کے ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔ لڑکا اگر مردوں کی حد^(۱) تک پہنچ گیا تو اس کا مثل مردوں کے ہے اور اگر صلیح ہو تو اس کا حکم عورتوں کے ہے وہ سر سے قدم تک عورت ہے شہوت سے اس کی طرف دیکھنا حلال نہیں ہے اور بدون شہوت کے دیکھنا اور اس کے ساتھ خلوت میں بیٹھنا روا ہے اسی وجہ سے اس کو نقاب ڈالنے کا حکم نہیں دیا جاتا ہے کذا فی الملتقط۔ لیکن نماز کے حق میں مثل^(۲) مردوں کے ہے یہ غیاثیہ میں ہے اور فرج کی طرف دیکھنا حقیقتہً اور قابلہ طیب کو وقت معالجہ کے جائز ہے مگر جہاں تک طیب سے ممکن ہو چشم پوشی کرے یہ سراجیہ میں ہے اور مرد کو حقنہ کے واسطے دوسرے مرد کی فرج کا دیکھنا جائز ہے ایسا ہی شمس الائمہ سرحسی نے ذکر کیا ہے اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ اگر کسی مرد پر دبلا پن بہت ہو اور طیب نے کہا کہ حقنہ سے تیرا دبلا پن زائل ہو جائے گا تو کچھ ڈر نہیں ہے کہ حقنہ کی جگہ حقنہ کے واسطے کھول دے اور یہ صحیح ہے کہ اس واسطے کہ بہت دبلا پن ایک قسم کا مرض ہے کہ انجام کار منجر بہ دق و سل ہو جاتا ہے اور شمس الائمہ حلوانی نے شرح کتاب الصوم میں ذکر کیا کہ حقنہ فقط ضرورت کے وقت جائز ہے اور اگر حقنہ کی کوئی ضرورت نہ ہو مگر اس کا نفع ظاہر ہو مثلاً حقنہ سے اس کو جماع کی تقویت حاصل ہو جائے تو ہمارے نزدیک نہیں جائز ہے اور اگر دبلا پن ہو پس اگر ایسا دبلا پن ہو جس سے خوف تلف ہو تو حلال ہے ورنہ حلال نہیں ہے یہ ذخیرہ میں امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ ماں و بہن و بیٹی کے پاس جب تک اجازت طلب نہ کر لے تب تک نہ جائے اور اپنی جو رو کے پاس بدوں اجازت لینے کے چلا جائے فقط سلام کرے یہ تاتار خانہ میں ایک عورت کے ایسی جگہ قرحہ ہو گیا جہاں مرد کو دیکھنا حلال نہیں ہے تو یہ حلال نہیں کہ اس جگہ کو دیکھے مگر کسی عورت کو سکھلائے کہ وہ علاج کر دے اور اگر کوئی ایسی نہ ملے جو اس کا علاج کرے یا ایسی عورت نہ ملے جو تہلانے سے علاج کرنا سمجھ جائے اور عورت مر یضہ کے حق میں بلاء یاورد یا ہلاک کا خوف ہو تو عورت مذکور اس جگہ کے سوائے سب جگہ چھپا لے پھر مرد اس کا علاج کرے اور سوائے اس جگہ کے جہاں قرحہ ہے باقی سب سے جہاں تک ہو سکے چشم پوشی کرے اور اس حکم میں محرمات ابدیہ و غیر محرمات ابدیہ میں کچھ فرق نہیں ہے اس واسطے کہ جس جگہ عورت تھی یعنی اس کا چھپانا واجب ہے اس کی طرف بسبب محرمیت کے نظر کرنا حلال نہیں ہو جاتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایسا غلام جس سے اپنی مولاء^(۳) حسرہ سے قرابت محرمیت نہیں ہے اس کا اپنی ولایت مذکور کی طرف دیکھنے کا حکم مثل مرد اجنبی کے ہے کہ اس کے چہرہ و ہتھیلیوں کو دیکھ سکتا ہے اور جہاں مرد اجنبی آزاد عورت اجنبیہ کو نہیں دیکھ سکتا ہے وہاں نہ دیکھے خواہ یہ غلام خفی موسیٰ ہو یا فحل^(۴) ہو بشرطیکہ مردوں کی حد تک پہنچ گیا ہو اور وہ محبوب جس کا پانی خشک ہو گیا ہو سو ہمارے بعض مشائخ نے عورتوں کے ساتھ اس کا غلط ملط ہونا جائز رکھا ہے اور اصح یہ ہے کہ اجازت نہ دی جائے گی بلکہ منع کیا جائے گا اور غلام اپنی مولاء کے پاس بنا اجازت لینے کے بالا جماع جاسکتا ہے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ غلام کے ساتھ اس کی مولاء سفر نہ کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور جو غلام خصی ہیں وہ جب تک حد بلوغ تک نہ پہنچے ہوں تب تک عورتوں کے پاس چلے جانے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور حد بلوغ کی مدت پندرہ سال کی مقرر کی گئی ہو اس واسطے کہ خصی کو احتلام نہیں ہو سکتا ہے اور ایک خصی ہو یا زیادہ ہوں سب کا حکم یکساں ہے کہ سب جاسکتے ہیں یہ کبریٰ میں ہے حسن بن علی مرغینانی سے دریافت کیا گیا کہ آیا مستحاضہ^(۵) یا حائضہ پر لازم ہے کہ نماز کے وقت اپنی فرج کو دیکھ لے فرمایا کہ نہیں اور بھی شیخ سے دریافت کیا گیا کہ عورت کے مرنے کے بعد اس کی ہڈیاں کی طرف مثل

۱۔ فرج سے مراد مقصد ہے کیونکہ حقنہ عورت کی پیشاب گاہ و مرد کے سوراخ میں خلاف اصطلاح اطلاق ممکن نہیں ہے ۱۲۔ ۲۔ قولہ حائضہ اطلاق منظر

تفہیم عام ہے ۱۲۔ (۱) داڑھی مونچھ والا ہو گیا ۱۲۔ (۲) مثلاً عورتوں کی صف سے اگلی صف میں ہوگا ۱۲۔

(۳) آزاد عورت مالک غلام ۱۲۔ (۴) قابل جماع کرے ۱۲۔ (۵) جس کو مستحاضہ کا مرض ہو ۱۲۔

جھبہ کے دیکھنا جائز ہے فرمایا کہ نہیں دیکھنا جائز ہے۔ یہ تار خانہ میں ہے تیمیہ سے منقول ہے۔ اپنے غلام یا اپنی باندی یا اپنی جورو سے لواطت کرنا حرام ہے۔ اگر کسی کی جورو کا وہ پردہ جو اس کی فرج اور مقعد کے درمیان ہے پھٹ گیا ہو تو شوہر کو اس کے ساتھ وطی کرنا جائز نہیں ہے لیکن اگر یہ جانتا ہو کہ آلہ تناسل فقط سوراخ فرج میں جائے گا سوراخ مقعد میں کبھی نہ پڑے گا تو جائز ہے اور اگر شک ہو تو وطی نہیں کر سکتا ہے کذا فی الغرائب۔

نور باب ☆

ان لباسوں کے بیان میں جن کا پہننا مکروہ ہے اور جن کا مکروہ نہیں

سیاہ رنگ کا پہننا اور عمامہ کا چھور پشت پر آدھی پیٹھ تک دونوں کندھوں کے بیچ میں لٹکانا مندوب ہے یہ کنز میں ہے۔ اور مشائخ نے عمامہ کی چھور کی مقدار میں اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ اب ایک بالشت ہو اور بعض نے کہا کہ آدھی پیٹھ تک ہو اور بعض نے کہا کہ موضع جلوس تک ہو کذا فی الذخیرہ اور جب عمامہ کو از سر نو باندھنا چاہئیں تو چاہئے کہ عمامہ کے بچوں کو جس طرح باندھنا ہے اسی طرح کھول لے اور ایک باریگی زمین پر نہ ڈال دے یہ خزائنہ المفتین میں ہے۔ اور ٹوپی پہننے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور تحقیق صحیح ہوا کہ آنحضرت ﷺ ٹوپی پہنتے تھے یہ وجہ کروری میں ہے۔ جانتا چاہئے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک حریر کا پہننا جس کا بانا و تانا دونوں ریشم ہوتا ہے مردوں کو ہر حال میں حرام ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ لڑائی کی حالت میں مکروہ نہیں ہے۔ شرح قاضی امام اسحاقی میں لکھا ہے کہ صاحبین کے نزدیک مردوں کو حریر پہننا لڑائی کی حالت میں جہی مکروہ نہیں ہے کہ جب ایسا گندہ ہو کہ ہتھیار کے زخم سے بچا سکے کذا فی المحیط اور اگر باریک ہو کہ اس لائق نہ ہو تو یہ بالا جماع مکروہ ہے یہ مضمرات میں ہے اور اگر تانا ریشم ہو اور بانا ریشم نہ ہو تو بلا خلاف اس کے پہننے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور یہی صحیح ہے اور عامہ مشائخ کا یہی قول ہے اور شیخ الاسلام نے شرح السیر میں ذکر کیا کہ اگر بانا سوت کا ہو اور تانا ریشم کا ہو پس اگر ریشم دکھلائی دیتا ہو تو مردوں کو اس کا پہننا مکروہ ہے اور اگر نہ دکھلائی دیتا ہو تو نہیں مکروہ ہے اور یہ حکم غیر حالت جنگ کا ہے اور حالت حرب کا یہ حکم ہے کہ جس کا تانا ریشم ہو اور بانا غیر ریشم کا ہو تو حالت جنگ میں اس کا پہننا مباح ہے کیونکہ جب غیر حالت جنگ میں اس کا پہننا مباح ہے تو حالت جنگ میں ایسی چیز کا پہننا باوجود شرعاً گنجائش کے بدرجہ اولیٰ مباح ہوگا اور جس کا بانا ریشم اور تانا غیر حریر ہو تو بالا جماع حالت جنگ میں اس کا پہننا مباح ہے یہ محیط میں ہے۔

مردوں کو دیبا کا پہننا مکروہ ہے اور اس کے تکیہ بنانے اور اس پر سونے میں ڈر نہیں ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ مکروہ ہے اور امام ابو یوسفؒ کا قول مثل قول امام محمدؒ کے ہے اس کو صدر الشہیدؒ نے ذکر کیا ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ منقہ میں ابن سماعہ کی روایت سے امام محمدؒ سے مروی ہے کہ دیبا و حریر پر بیٹھنا کراہت کے حق میں ایسا نہیں ہے جیسا ان دونوں کا پہننا ہے پس اگر اس قول سے کہ دونوں پر بیٹھنا مثل پہننے کے نہیں ہے یہ مراد ہے کہ بالکل کراہت نہیں ہے تو دیبا پر بیٹھنے میں امام محمدؒ سے دو روایتیں ہو گئیں کیونکہ ظاہر مذہب ان کا یہ ہے کہ دیبا پر بیٹھنا مکروہ ہے اور اگر قول مذکور سے اثبات کراہت مراد ہے تو مسئلہ میں دو روایتیں نہ ہوں گی بلکہ دونوں باتیں یعنی بیٹھنا لیٹنا دونوں مکروہ ہوں گی لیکن پہننا زیادہ مکروہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور لڑائی میں حریر و دیبا پہننے میں ڈر نہیں ہے۔

۱۔ واضح ہو کہ مراد یہ ہے کہ عورت مر کر بوسیدہ ہو گئی اور گوشت اتر جانے کے بعد ہڈیاں صاف ہو گئیں تو اس کا دیکھنا متحمل ہو شاید یہ مراد ہو کہ فوراً بعد موت کے واللہ تعالیٰ اعلم ۲۔ بیٹھنا یعنی پہننا سخت مکروہ ہے ۱۲

۳۔ قول اس لیے کہ کراہت متعلق مثل ہے اور اس میں دو صورتیں ہیں اول یہ کہ بالکل کراہت نہ ہو کیونکہ سالبہ بلا وجود موضوع کے صادق ہوتا ہے دوم یہ کہ کراہت اس قدر نہیں ہے پس اگر قول ہو تو دو روایتیں ہو گئیں اور دوم روایت واحدہ ہے ۱۲

اور بعض نے فرمایا کہ مکروہ ہے اور یہی اصح ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ عیوں میں ہے کہ مردوں کو خنز پینے میں امام اعظمؒ کچھ باک نہیں جانتے تھے اگرچہ اس کا تانا بریشم یا حریر ہو یہ خلاصہ میں ہے اور جن کپڑوں میں ریشم زیادہ ہوتا ہے جیسے خنز وغیرہ تو اس میں کچھ ڈر نہیں ہے اور جس کپڑے میں ظاہر آ ریشم ہو وہ مکروہ ہے اسی طرح جس کا ایک خط خنز اور ایک خط ریشم ہو اور وہ ظاہر ہو تو اس میں خیر نہیں ہے یہ قیدیہ میں ہے اور امام ابو حنیفہؒ مردوں کے حق میں خنز پینے میں کچھ باک نہیں سمجھتے تھے اگرچہ اس کا تانا حریر ہو مگر یہ بندہ ضعیف کہتا ہے کہ ان کے زمانہ میں خنز اسی حیوان آبی کے بالوں سے جن کو عربی میں خنز و تصاعہ اور ترکی میں قنذر کہتے ہیں بنایا جاتا تھا اور اس زمانے میں ریشم عفن سے تیار ہوتا ہے پس مثل قز کے مکروہ ہونا واجب ہے یہ ملقط میں ہے۔ امام محمدؒ سے مروی ہے کہ خنز میں کچھ ڈر نہیں ہے بشرطیکہ شہرت کی نیت نہ ہو ورنہ اس میں خیر نہیں ہے یہ غیاثیہ میں ہے اور جس چیز کا پہننا مردوں کو مکروہ ہے وہ غلامان یعنی غلاموں و لڑکوں کو بھی مکروہ ہے اس واسطے کہ کفن میں آنحضرت ﷺ نے سونا و ریشمی کپڑا اپنی امت کے مذکروں پر بدوں قید بلوغ و آزادی کے حرام کیا ہے پس گناہ اس شخص پر ہوگا جس نے ان کو پہنایا کیونکہ ہم لوگ ان کی حفاظت کے واسطے امور ہیں یہ ترمذی میں ہے۔ ریشم کا لحاف نہیں جائز ہے کیونکہ یہ ایک طرح کی پوشش ہے اور اگر بچہ کے گہوارہ پر ریشمی چادر ڈالی جائے تو کچھ ڈر نہیں ہے کہ یہ پہننا نہیں ہے اسی طرح ریشمی کلمہ مردوں کے واسطے مباح ہے کیونکہ وہ مثل بیت کے ہے یہ قیدیہ میں ہے اور اسبیجانی میں ہے کہ حریر کا غلاف (۱) بنانے میں ڈر نہیں ہے کذا فی الترمذی اور فتاویٰ عصیر و فتاویٰ ابوالفضل کرمانی میں ہے کہ مردوں کے واسطے حریر کا غلاف بنانا مکروہ ہے کہ عین الائمہ کرامیسی نے فرمایا ہے نہیں ہاں یہ قیدیہ میں ہے اور حریر کا پردہ بنانے اور دروازہ پر لٹکانے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ مکروہ ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ ایک دلال حریر کا کپڑا فروخت کرنے کے واسطے اپنے کندھوں پر ڈالے ہے تو یہ جائز ہے بشرطیکہ اپنے ہاتھ اس کے آستینوں میں نہ ڈالے اور عین الائمہ کرامیسی نے فرمایا کہ مشائخ کے درمیان اس امر میں گفتگو (۲) ہے یہ قیدیہ میں ہے۔ عامہ علماء نے فرمایا کہ عورتوں کو حریر خالص پہننا حلال ہے یہ محیط میں ہے اور جس کپڑے پر ریشم کا کام ہو یا ملفوف بحریر ہو وہ عامہ فقہاء کے نزدیک حلال ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

بشر نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ کپڑے میں ریشمی کام کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے بشرطیکہ چار انگل یا اس سے کم ہو اور اس میں کوئی اختلاف بیان نہیں کیا اور شمس الائمہ سرخسی نے شرح السیر میں ذکر کیا کہ ریشم سے کام کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے مگر کوئی مقدار بیان نہ کی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک عمامہ کا طرہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انگل سے چار انگل ہے جو ہمارے بالشت کے برابر ہے تو اس قدر روا ہے اور نجم الائمہ بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رخصت میں چار انگل اس طرح مخبر ہیں کہ نہ بالکل مضموم ہوں اور نہ بالکل منشور ہوں اور ظہیر الدین ترمذی نے فرمایا کہ چار انگل جیسے ہیں اپنی بیعت پر معتبر ہیں اہل سلف کے انگل نہیں ضروری ہیں اور فتاویٰ ابوالفضل کرمانی میں چار انگل منشورہ لکھے ہیں اور عین الائمہ کرامیسی نے فرمایا کہ منشورہ چار انگل کی مقدار سے احتراز کرنا اولیٰ ہے۔ فتاویٰ ابوالفضل کرمانی میں لکھا ہے کہ اگر عمامہ میں کئی جگہ ریشمی کام ہو تو وہ جمع کر کے دیکھا جائے گا کہ کس قدر ہے اور شیخ ابو حامدؒ نے فرمایا کہ جمع نہیں کیا جائے گا اور عین الائمہ کرامیسی نے فرمایا کہ متفرق کام میں جمع کرنے میں نہ کرنے میں اختلاف ہے اور نجم الائمہ بخاری نے فرمایا کہ متفرقات کام میں ظاہر مذہب یہ ہے کہ جمع نہ کیا جائے لیکن اگر یوں ہو کہ

غلام جمع غلام اگر بمعنی طفل و کودک لیا جائے تو گو نہ تکرار ہے اور عدم تطابق دلیل آئندہ بیع اجزاء و اگر بمعنی غلام یعنی مملوک لیا جائے تو کوئی خرابی نہ ہوگی کیونکہ جمع اس کی بھی غلامان آتی ہے ۱۲ منہ (۱) مجھروں وغیرہ کے بچاؤ کے واسطے پلنگ کے گرد مثل کوٹھری کے بنالیتے ہیں ۱۲

(۲) یعنی جواز کا حکم اتفاقی سچ نہیں ہے ۱۲

کپڑے کا ایک خط ریشمی ہو اور دوسرا غیر ریشمی بوجہ کہ سب ریشمی نظر آتا ہو تو جائز نہیں ہے جیسا کہ بقالی کے جمع التفاریق میں مذکور ہے اور اگر ہر ایک علیحدہ علیحدہ نظر آتا ہو جیسے عمامہ میں طرہ ہوتا ہے تو ظاہر مذہب یہ ہے کہ جمع کر کے اس کا اندازہ نہ کیا جائے گا یہ قیہ میں ہے۔ اگر ایسی پٹی ہو جس کے دونوں کنارے جو آپس میں ملائے جاتے ہیں چاندی کے ہوں تو اس کے استعمال میں ڈر نہیں ہے اور منطقہ مفضہ نو بعض نے فرمایا کہ مکروہ ہے اور بعض نے فرمایا کہ کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر وسط منطقہ میں جامہ دیا ہو تو بعض نے فرمایا کہ اس کے استعمال میں ڈر نہیں ہے بشرطیکہ چار انگل عرض نہ ہو اور بعض نے فرمایا کہ مردوں کو اس کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے یہ غریب ہے۔ مردوں کو حریر کی ٹوپی اور سونا چاندی پہننا مکروہ ہے اور جس کپڑے پر ریشم کثیر یا کچھ سونا و چاندی ہے سیاہ بشرطیکہ چار انگل کی مقدار سے زیادہ ہو وہ بھی مکروہ ہے اور ٹوپی کے کنارے میں یہ چار انگل ہو تو کچھ ڈر نہیں اسی طرح اگر عمامہ کے کنارے میں ہو تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر جبہ پر ایسا کام ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ فتاویٰ آہو میں ہے کہ قاضی برہان الدین سے دریافت کیا گیا کہ اگر ریشم سے کنٹھے میں چکن بنائی گئی یا کاڑھا گیا تو مرد کو اس کا پہننا کیسا ہے تو فرمایا کہ چاہئے کہ مکروہ نہ ہو کیونکہ وہ مستہلک ہو گیا پس تابع ہوگا اور خمس الائمہ سرخسی نے بھی اشارہ کیا ہے کہ وہ تابع ہوگا یہ تاتار خانہ میں ہے۔ ایک شخص کو برف میں چلنا پڑتا ہے اور اس کو ہمیشہ برف کی طرف نظر کرنا پینائی کو مضرت ہوتی ہے تو کچھ ڈر نہیں ہے کہ وہ اپنی آنکھ پر ابریشم کے خمار سیاہ ڈالے۔ میں کہتا ہوں کہ چشم رمد میں بدرجہ اولیٰ یہ جائز ہوگا یہ قیہ میں ہے اور ایسا جبہ جس میں خبز بھرا ہو اس کے پہننے میں کچھ ڈر نہیں ہے یہ وجہ کردری میں ہے سیر کبیر میں ہے۔ کہ اگر مرد کی ازاردیہا کی یا سونے کے تاروں کی ہو تو غیر حالت جنگ میں بھی اس کے پہننے میں کچھ ڈر نہیں کذا فی الذخیرۃ۔

قال المترجم

هكذا الـ الموجدۃ فلو كان كذلك لم تؤخذ بهذه الروایۃ والمترجم كانہ لم یحصلہ جداً۔ بعض مشائخ کی شرح جامع صغیر میں ہے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک مرد کے واسطے حریر کے تکرہ میں کچھ ڈر نہیں ہے اور صدر الشہید نے ایمان الواقعات میں ذکر کیا کہ صاحبینؒ کے نزدیک یہ مکروہ ہے اور صدر الشہیدؒ کے حاشیہ شرح جامع صغیر میں ان کے خط سے مرقوم ہے کہ تکرہ حریر میں ہمارے اصحاب میں اختلاف ہے کذا فی المحيط ریشم کا بنایا ہوا تکرہ مکروہ ہے اور یہی صحیح ہے اسی طرح ریشمی ٹوپی کا اگر چہ عمامہ کے نیچے ہو اور ریشمی ہمیانی کا جو لٹکائی جاتی ہے یہی حکم ہے کذا فی القیہ ریشمی تکرہ میں اختلاف ہے اور بعض نے فرمایا کہ بالاتفاق مکروہ ہے اسی طرح فصد لینے والے کی پٹی ریشمی مکروہ ہے اگر چہ چار انگل سے کم ہو کیونکہ وہ خود اصل ہے کذا فی التمر تاشی اور جامع الفتاویٰ میں محمد بن سلمہؒ سے روایت ہے کہ جس نے ریشمی تکرہ کے ساتھ نماز پڑھی تو نماز جائز ہے۔ مکروہ شخص گنہگار ہوگا یہ تاتار خانہ میں ہے۔

مردوں کو کن صورتوں میں ریشم کے استعمال کی اجازت ہے؟

اگر کسی نے قزوقبا کے اندر بھرا تو ڈر نہیں ہے کیونکہ وہ تابع ہو گیا اور اگر قبا کا استریا ابرہ قز کا بنایا تو مکروہ ہے کیونکہ ابرہ و استر دونوں مقصود (۱) ہوتے ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے۔ شرح قدوری میں امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ قز کا کپڑا جو قز اور ابرہ کے درمیان ہوتا ہے میں مکروہ جانتا ہوں یہ محیط میں ہے امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ غوپی کا ریشمی استر مکروہ ہے یہ تمر تاشی میں ہے۔

۱۔ قول چشم رمد یعنی جس آنکھ میں رمد ہو اور رمد درم ہوتا ہے آنکھ کی پیدی میں یہ اطباء کی اصطلاح ہو پس یہ حکم صورت درم میں ہوگا اور شاید اس کام پر سرخسی

چشم مراد بوجہ اللہ اعلم ۲۔ یوں ہی نسخہ میں موجود ہے اور یہ اختیار کے قابل روایت نہیں بلکہ مخالف ہے ورنہ کاتب کی غلطی ہے ۱۲

(۱) تابع نہیں ہوتے ہیں ۱۲

عورتوں کے واسطے سونے کے تاروں کا کار چوبی بنا ہوا کپڑے پہننے میں کچھ ڈرنہیں ہے مگر مردوں کے واسطے فقط چار انگل تک روا ہے اس سے زیادہ مکروہ ہے یہ قیہ میں ہے مردوں کے واسطے کسم، زعفران، درس کارنگا ہوا کپڑا پہننا مکروہ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور امام ابو حنیفہؒ سے مروی ہے کہ سرخ رنگ و سیاہ رنگ میں کچھ ڈرنہیں ہے یہ ملقط میں ہے۔ مجموع النوازل میں ہے کہ دریافت کیا گیا کہ دنیا میں زینت و تجمل کا کیا حکم ہے تو فرمایا کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ ہر تشریف لائے اس وقت آپ کے بدن مبارک پر ہزار درم قیمت کی ایک چادر تھی اور گاہ گاہ ہے چار ہزار درم کی چادر اوڑھے ہوئے نماز کو کھڑے ہوتے تھے اور آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص ایک روز چادر خزانہ اوڑھے ہوئے داخل ہوئے پس آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کو نعمت عطا فرماتا ہے تو پسند کرتا ہے کہ اپنی نعمت کا اثر اس کے بدن پر دیکھے اور امام ابو حنیفہؒ چار سو دینار کی قیمت کی چادر اوڑھتے تھے یہ ذخیرہ میں ہے۔ صوف و بالوں کا پہننا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے کیونکہ یہ تواضع کی نشانی ہے اور پہلے پہل اس کو حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ السلام نے پہنا ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ اپنے دلوں کو لباس صوف پہن کر روشن کرو کہ یہ دنیا میں مذلت ہے اور آخرت میں نور ہے اور لوگوں کی تعریف و بڑائی سے اپنا دین بگاڑنے سے بچے رہو یہ غرائب میں ہے۔ اچھے کپڑے پہننا مباح ہے بشرطیکہ تکبر نہ کرے اور اس کی تفسیر یہ ہے کہ ایسے کپڑے پہن کر ویسا ہی رہے جیسا پہلے تھا یہ سراجیہ میں ہے۔

کسی کی موت پر تاسف کرنے کے واسطے کپڑوں کا سیاہ و اکھب رنگنا جائز نہیں ہے اور صدر الحسام^(۱) نے فرمایا کہ منزل میت میں کالے کپڑے کرنا جائز نہیں ہے یہ قیہ میں ہے۔ امام سرحسی نے کتاب الکسب میں فرمایا کہ عام اوقات میں دھلے ہوئے کپڑے پہننا چاہئے اور بعض اوقات میں اللہ تعالیٰ کی نعمت ظاہر کرنے کے واسطے احسن لباس پہنے مگر ہر وقت نہ پہنے کہ اس میں محتاج مسلمانوں کو ایذا ہوتی ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اسی طرح اگر ایک جبہ سے جاڑا جاتا رہے تو نہ چاہئے کہ دو تین جبہ لا کر ظاہر کرے کیونکہ اس میں محتاجوں کے حق میں ایذا ہی ہے پس اس لباس سے یہ سبب ایذائے غیر کے ممانعت ہے یہ محیط میں ہے اور وثار بلا خلاف مکروہ ہے یہ غیاثیہ میں ہے اور مرد کو ایسا پانچامہ جو پشت پاتک لٹکتا ہو مکروہ ہے یہ فتاویٰ عثمانیہ میں ہے اور بعض مشائخ سے روایت ہے کہ مرقع اور موٹا کپڑا پہننا سنت اسلام میں سے ہیں پانچامہ پہننا سنت ہے اور لباس مرد و عورت کے واسطے بہت پردہ پوش ہے یہ غرائب میں ہے۔ عورت کو اپنے گھر میں سر کھولنا روا ہے پس بدرجہ اولیٰ یہ روا ہے کہ اپنے محارم کے سامنے ایسی خمار اوڑھے جس سے اس کے نیچے کا بدن معلوم ہو یہ قیہ میں ہے۔ لباس میں کپڑے کو کئی کے ساتھ رکھنا سنت ہے اور ازار و قمیص کا لٹکانا بدعت ہے ازار کو چاہئے کہ ٹخنوں سے اونچی رکھے بلکہ نصف ساق تک رکھے مگر یہ حکم مردوں کے واسطے ہے اور عورتیں اپنے ازار کو مردوں سے زیادہ لٹکائے رہیں تاکہ ان کے قدموں کے پیٹھ ڈھکی رہے اگر کسی مرد نے اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکائی پس اگر براہ تکبر نہ ہو تو اس میں تزیہی کراہت ہے یہ غرائب میں ہے اقوال فیہ نظر فافہم۔ سوائے نماز کے غیر وقت میں سدل میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے پس بعض نے فرمایا کہ بدوں قمیص کے مکروہ ہے اور قمیص و ازار کے ساتھ مکروہ نہیں ہے اور بعض نے فرمایا کہ مکروہ ہے جیسا کہ نماز میں مکروہ ہے اور صحیح قول شیخ ابو جعفرؒ کا ہے مکروہ نہیں ہے یہ قلیہ میں ہے امام ابو حنیفہؒ سے مروی ہے کہ لومڑی کی کھال کی ٹوپی پہننے میں ڈرنہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے بدن شریف پر سنبال تھا اور ضحاکؒ کے سر شریف پر سمور کی ٹوپی تھی یہ غیاثیہ میں ہے۔ امام ابو حنیفہؒ سے مروی ہے کہ سب درندوں کی اور ان کے سوائے مردار کی کھال کی دباغت کی ہوئی و ذبح کی ہوئی کی پوستیں بنانے میں ڈرنہیں ہے اور فرمایا کہ

۱۔ گاہ گاہ ہے ترجمہ قولہ برما علی مذہب بعض المحققین اور یہ اختیار اس وجہ سے کہ ایک مرتبہ ایسی روایت ہے ۱۲ منہ ۲۔ یہ حدیث موضوع ہے اور اس بارہ میں پنجہ ثابت نہیں ہے۔ اکھب بھک میلا سیاہی مائل ۱۲ (۱) یعنی صدر الشریعہ شیخ حجام الدین ۱۲

دباغت کرنا اس کی زکوٰۃ ہے یہ محیط میں ہے۔ چپے و تمام درندہ جانوروں کی کھال سے دباغت کرنے کے بعد مصلی یا زین کا میسرہ بنانے میں ڈر نہیں ہے یہ ملتقط میں ہے۔ اگر وضو کے واسطے یا ناک کی میل کے واسطے کوئی کپڑا بنالے تو کچھ ڈر نہیں ہے اور جامع صغیر میں ہے کہ اگر کوئی کپڑا پسینا پوچھنے کے واسطے اپنے ساتھ رکھے تو مکروہ ہے کیونکہ یہ نئی نکالی ہوئی بات بدعت ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے اور حاصل یہ ہے کہ اگر کسی نے ان میں سے کوئی بات براہ تکبر کی تو مکروہ ہے اور اگر کسی نے ازراہ ضرورت و احتیاج کی تو مکروہ نہیں ہے یہ کافی میں ہے ہشام نے اپنی نوادر میں فرمایا کہ میں نے امام ابو یوسفؒ کے پاؤں میں دو نعلین دیکھیں جن میں چوگردالو ہے کی کیلیں جڑی ہوئی تھیں تو میں نے پوچھا کہ آیا آپ اس نئی بات سے ہاک کرتے ہیں فرمایا کہ نہیں تو میں نے ان سے کہا کہ سفیان و ثور بن یزید دونوں اس کو مکروہ جانتے ہیں کہ یہ راہبوں کے ساتھ مشابہت ہے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ایسی پاپوش پہنتے تھے جن میں بال لگے ہوتے تھے حالانکہ یہ بھی راہبوں کا لباس ہے پس امام ابو یوسفؒ نے اس قول میں یہ اشارہ کیا کہ جن باتوں میں بندوں کے واسطے بہتری ہے ان میں صورت کی مشابہت کچھ مضر نہیں ہے اور پاپوش میں ایسی مضبوطی کرنے میں بہتری ہے کہ بعض زمین ایسی ہوتی ہے کہ اس کی مسافت بعیدہ بدوں ایسی مضبوطی کے نہیں ہو سکتی ہے یہ متفرقات محیط میں ہے۔ ایک عورت کے پاس ایک صندوق ہے جس کے قدم کی جگہ ایک مچھلی چاندی کے تاروں کی بنی ہوئی ہے اور یہ تار ایسے ہیں کہ علیحدہ کر لئے جاسکتے ہیں تو عورت مذکورہ کو اس کا استعمال کرنا جائز ہے اور عین الائمہ کرامتہسی نے فرمایا کہ مکروہ ہے اور شرح طحاویؒ میں ہے کہ مکعب میں چاندی کا لانا ایک روایت میں امام ابو یوسفؒ سے مکروہ ہے اور امام اعظمؒ امام محمدؒ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے کذا فی القیہ۔ اگر کسی شخص کو کوٹھری میں دیبا کا فرش بچھا ہو اور دروازہ پردیبا کا پردہ لٹکا ہو یہ سب تحمل کی غرض سے ہو وہ شخص اس فرش پر نہ بیٹھتا ہو اور نہ سوتا ہو تو کچھ ڈر نہیں ہے اس کو امام محمدؒ نے صریح بیان فرمایا ہے اس واسطے کہ دیبا سے انتفاع حرام ہے اور فرش دیبا سے انتفاع یوں ہے کہ اس پر بیٹھے یا اس پر سوئے یہ کبریٰ میں ہے۔ لکڑی کی جوتی بنانا بدعت ہے اور ابو القاسم صفار سے مروی ہے کہ سرخ چمڑے کا موزہ فرعون کا تھا اور سپید چمڑے کا موزہ بامان کا تھا اور سیاہ موزہ علماء کا ہے اور میں نے بیس بڑے فقیہوں کی فقہائے پنج سے ملاقات کی مگر میں نے کسی کے پاس سرخ یا سفید موزہ نہ دیکھا اور نہ میں نے کسی کو سنا کہ اس نے کبھی اپنے پاس رکھا ہے اور روایت کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سیاہ موزہ رکھا کہ آپ کو دو سیاہ موزے ہدیہ بھیجے گئے تھے پس آپ نے لے کر پہنے تھے یہ قیہ میں ہے۔

☆ باب ۱۰

سونے و چاندی کے استعمال کے بیان میں

عورتوں و لڑکوں و مردوں کو سونے و چاندی کے برتن میں کھانا و پینا اس سے تیل ڈالنا و خوشبو لگانا مکروہ ہے کذا فی السراجیہ۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ اس نے چاندی یا سونے کے برتن سے اپنے سر و بدن پر تیل ڈالا ہو اور اگر اس نے برتن کے اندر ہاتھ ڈال کر ان میں سے تیل نکال کر اپنے ہاتھ سے استعمال کیا تو کچھ ڈر نہیں ہے۔ اسی طرح اگر چاندی و سونے کے پیالے میں سے کھانا نکال کر روٹی وغیرہ کسی چیز پر رکھ لیا پھر کھایا تو بھی کچھ ڈر نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر چاندی کی کچی سے تیل اپنے سر پر

۱۔ اس بدعت سے خلاف طریقہ مراد ہے ورنہ امور دنیاوی میں بدعت کا اخلاق داخل و عبادت شرعی نہیں ہے واللہ اعلم لقولہ علیہ السلام من احدث فی امرنا ہذا لیس منہ فہو اذ قال فیہ ۱۲ ۲۔ مشابہت اس میں اشارت ہے کہ مشابہت مکروہ وہ ہے کہ جو طریقہ سنت میں نہ ہو اور اس کی وجہ سے آدمی ایسا مشتبہ ہو جائے کہ گویا اسی قوم فاجر میں سے ہے خواہ بالکل شبہ ہو یا بعض علامات میں ہو حتیٰ کہ اگر اس سے کچھ علامت پائی نہ جائے تو کراہت ہوگی حتیٰ کہ اگر حدیث کی وضع ہو مگر ہندوستان میں کراہیوں سے تھکے ہو کر مکروہ ہوگا فہرہ ۱۲

ڈالا تو مکروہ ہے اسی طرح اگر اس سے اپنی ہتھیلی پر نایا پھر اپنے سر پر یاد اڑھی میں ملا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر غالیہ ہو تو ڈر نہیں ہے کیونکہ غالیہ جس برتن میں ہوتا ہے اس سے سر پر نہیں نایا جاتا ہے اور چاندی و سونے کے چمچے سے کھانا مکروہ ہے اور چاندی و سونے کے خوان پر کھانا مکروہ ہے و چاندی و سونے کے طشت سے وضو کرنا مکروہ ہے اسی طرح اگر چاندی و سونے کا آفتابہ ہو اس سے وضو کرنا بھی مکروہ ہے اسی طرح چاندی و سونے کے حجر میں خوشبودار وغیرہ چیز جلا کر دھونی لینا مکروہ ہے لیکن فقط تجل کے واسطے ہو تو ایسا نہیں ہے یہ غیاشیہ میں ہے۔ اسی طرح سونے و چاندی کی سلائی سے سرمہ لگانا یا سرمہ دانی بنانا بھی مکروہ ہے اسی طرح سونے و چاندی کی ہر ایسی چیز جس سے بدن کو نفع پہنچے مکروہ ہے۔ یہ سراج الوہاج میں ہے اور سونے و چاندی کے طشت میں وضو کرنا مکروہ ہے۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ سونے و چاندی کی کرسی پر بیٹھنا مکروہ ہے اس حکم میں مرد و عورت یکساں ہیں اور آئینہ جو سونے یا چاندی کا بنایا گیا ہو اس میں دیکھنا اور سونے و چاندی کے قلم سے لکھنا مکروہ ہے اور سونے و چاندی کی دوات کا بھی یہی حکم ہے اور اس میں مرد و عورت یکساں ہیں یہ سراجیہ میں ہے اور اگر کسی شخص کے گھر میں سونے کے کٹورے تجل کے واسطے ہوں اس سے وہ شخص پانی^(۱) نہ پیتا ہو تو ڈر نہیں ہے اس کو صریح امام محمدؒ نے بیان فرمایا اس واسطے کہ انتفاع حرام کیا گیا ہے اور ان ظروف سے انتفاع پینے کے کام میں لانا ہے یہ کبریٰ میں ہے۔ پھر واضح ہو کہ چاندی کے ظروف سے جو چیز ہاتھ ڈال کر نکال کر استعمال کی جائے اس میں ڈر نہیں ہے اور جو چیز برتن سے ریختہ کی جائے جیسے اشنان و روغن و غالیہ وغیرہ کے مانند تو مکروہ ہے یہ حاوی میں ہے۔ اور ظرف مذہب یا مقفوض^(۲) سے کھانے و پینے میں ڈر نہیں ہے بشرطیکہ اپنا منہ سونے و چاندی پر نہ رکھے اور اسی طرح ظروف کو کرسیوں و سریر میں سے جو مضرب ہو اس کا بھی یہی حکم ہے بشرطیکہ نشست اس کی سونے و چاندی پر نہ ہو اسی طرح اگر آئینہ کا حلقہ سونے و چاندی کا ہو تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح حجر و لگام و زین و سترو و رکاب کا بھی یہی حکم ہے بشرطیکہ سونے و چاندی پر نشست نہ ہو اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے ان سب کو مکروہ فرمایا ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ امام محمدؒ انہیں کے ساتھ ہیں اور بعض نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ ہیں کذا فی التمر تاشی اور زاد میں ہے کہ صحیح امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے یہ مضمرات میں ہے۔

لباس پر سونے و چاندی کی نقاشی کی بابت مسائل ☆

جن کپڑوں پر سونے و چاندی سے لکھا گیا ہو ان کا پہنا مکروہ نہیں ہے اسی طرح ہر مموہ کا استعمال یعنی سونے و چاندی سے تمویہ ہو مکروہ نہیں ہے کیونکہ اگر وہ چیز گھائی جائے تو اس میں سے کچھ^(۳) نہ نکلے گا یہ نیا بیع میں ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ جس کپڑے میں سونے و چاندی سے لکھا ہو وہ مرد کو پہننا نہ چاہئے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر چھری کے پھل میں یا تلوار کے قبضہ میں چاندی ہو تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ اگر وہ جگہ جہاں چاندی ہے گرفت کی ہو تو مکروہ ہے ورنہ نہیں اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ مطلقاً مکروہ ہے اور وہ طمع کہ اگر جدا کریں تو کچھ نہ نکلے گا اس کے استعمال میں بالاجماع کچھ ڈر نہیں ہے یہ کافی میں ہے۔ سیرین میں لکھا ہے کہ تلوار کو سونے سے محلی نہ کرنا چاہئے اگر چہ لڑائی و جہاد میں ہو اس واسطے کہ لڑائی میں حلیہ سے کچھ نفع نہیں ہوتا ہے حلیہ فقط زینت کے واسطے ہوتا ہے مؤلف عفا اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب یہ حکم تلوار کے حق میں ہے تو تلوار کی حائل کے حق میں بدرجہ اولیٰ یہی حکم ہے یہ تمر تاشی میں ہے۔ تلوار اور اس کی حائل و پیٹی کو چاندی سے محلی کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے سونے سے محلی کرنا نہیں جائز

۱۔ شکستہ کا حلقہ یا پتھر دبا ہوا ۱۲۱ ۲۔ قال المتر جم عفا اللہ عنہ یہ علت تو چاندی میں بھی جاری ہے اور شاید فرق کا متشابہ کہ سونے کی انگوٹھی مطلقاً ممنوع ہے بخلاف چاندی کے فافہم ۱۲ منہ (۱) یعنی استعمال نہ کرتا ہوا (۲) سونے یا چاندی کی پچی گاری کیا ہوا (۳) یعنی سونا و چاندی کچھ نہ نکلے گا ۱۲

ہے یہ وجہ زکریٰ میں ہے۔ اگر کوئی چھری پوری مفضض ہو اور سونے یا چاندی سے بندھی ہوئی ہو تو اس سے انتفاع مکروہ ہے لیکن اگر سونا یا چاندی مقام گرفت سے ایک طرف ہو کہ اس کا ہاتھ سونے یا چاندی پر نہ پڑے تو ایسا نہیں ہے کذا فی محیط السرخسی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ جواب پاندی کی صورت میں دو روایتوں میں سے ایک روایت کے موافق ہے اور تہذیب میں لکھا ہے کہ قلم تراش و مہنہ و مقراض و مقلہ و ودات و آئینہ کا سونے سے محلی کرنا جائز نہیں ہے اور چاندی سے محلی کرنے میں دو صورتیں ہیں اور لڑائی کے واسطے جو چھری ہو اس کا محلی کرنا مباح ہے اور مکتوبات میں چاندی ہونا مکروہ ہے یہ امام ابو یوسفؒ نے مروی ہے اور امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا قول اس کے برخلاف ہے یہ ترمذی میں ہے اور سونے و چاندی کی گل میخیں بنانے میں کچھ ڈرنہیں ہے اور اس کا دروازہ مکروہ ہے جس ہاتھ کی چھنگلیا میں سونے کی انگوٹھی ہو اس سے پانی پینے میں کچھ ڈرنہیں ہے۔ اور کھانے و پینے و تیل لگانے میں سونے و چاندی کے استعمال کرنے یا سونے و چاندی پر بیٹھنے میں سوائے زیور کے سب باتوں میں عورتیں و مرد یکساں ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ واضح ہو کہ جو برتن اس طرح مضرب ہو کہ اس کی ٹوٹی یا دہانہ پر چاندی یا سونے کا پتر دار چوڑا حلقہ ہو اس سے پانی پینے وغیرہ میں ہمارے بعض مشائخ نے اس طرح تفصیل کی ہے کہ پیالے کا ضباب اگر اس واسطے ہو کہ اس کی وجہ سے پیالہ کا تقوم رہے واسطے زینت کے نہ ہو تو موضع ضباب پر منہ رکھنے میں کچھ ڈرنہیں ہے اور اگر زینت کے واسطے ضباب ہو پیالہ کے تقوم کے واسطے نہ ہو تو ضباب پر منہ رکھنا مکروہ ہے اور اس قائل نے ایک مسئلہ سے استدلال کیا ہے جس کو امام محمدؒ نے سیر کی باب الانفال میں ذکر فرمایا ہے جس کی صورت یہ ہے کہ سردار لشکر نے غازیوں سے کہا کہ جو شخص سونا یا چاندی پائے وہ اسی کا ہے پس ایک شخص کو ایک پیالہ سونے یا چاندی سے مضرب ہاتھ لگا یا قدح مضرب ہاتھ لگا پس اگر اس کا ضباب زینت پیالہ کے واسطے ہو اس واسطے نہ ہو کہ پیالہ کا تقوم ہے تو یہ ضباب اس شخص کا ہوگا جس نے اس کو پایا ہے اور اگر یہ ضباب اس واسطے ہو کہ پیالہ کا تقوم رہے چنانچہ اگر یہ ضباب الگ کر دیا جائے تو پیالہ باقی نہیں رہتا ہے تو ضباب اس شخص کو نہ ملے گا جس نے پایا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

لڑائی میں سونے و چاندی کے خود یا جوشن پہننے میں ڈرنہیں ہے یہ خزائنہ المفتین میں ہے۔ ہتھیاروں پر سونے و چاندی کا طمع کرنے میں کچھ ڈرنہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ عقیق و بلور و شیشہ و زبرجد و رنگ کے ظروف میں کچھ ڈرنہیں ہے۔ کذا فی خزائنہ المفتین اور یا قوت کے برتنوں کے استعمال میں بالا جماع مضائقہ نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ سونے و چاندی سے طمع کئے ہوئے برتنوں کے استعمال میں بالا جماع کچھ ڈرنہیں ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور نابالغ کو موتی پہننانے میں ڈرنہیں ہے اور یہی حکم بالغ کا ہے اور بچہ کو اگر مذکر ہو تو خلخال و کڑے پہنانا مکروہ ہے۔ یہ سراجیہ میں ہے اور مرد کو چاندی کی انگوٹھی جی جی جائز ہے کہ جب ایسی صفت پر بنی ہوئی ہو جیسی مرد پہنتے ہیں اور اگر عورتوں کی انگوٹھیوں کے طور پر ہو تو مکروہ ہے یعنی اس میں دو نگینہ ہوں یہ سراج الوہاج میں ہے اور چاندی کی انگوٹھی جی جی جائز ہے جب مردوں کے انگوٹھیوں کے طرز پر بنی ہو اور اگر عورتوں کی انگوٹھیوں کے طرز پر ہو مثلاً اس میں دو یا تین نگینہ ہوں تو مرد کو اس کا استعمال مکروہ ہے یہ خلاصہ میں ہے اور سوائے چاندی کے دوسری چیز کی انگوٹھی پہننا مرد کو مکروہ ہے یہ نیایع میں ہے اور سونے کی انگوٹھی پہننا صحیح مذہب کے موافق مرد کو حرام ہے یہ وجہ زکریٰ میں ہے۔ خندی میں ہے کہ لوہے، بیتل، تانبے، رائے کی انگوٹھی پہننا مرد و عورت دونوں کو مکروہ ہے اور عقیق کی انگوٹھی پہننے میں مشائخ کا اختلاف ہے اور ذخیرہ میں لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں ہے اور قاضی خان میں لکھا ہے کہ اصح یہ ہے کہ جائز ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور پشت کے مانند چیزوں کی انگوٹھی پہننے میں مثل عقیق کے کچھ ڈرنہیں ہے یہ یعنی شرح ہدایہ میں ہے اور یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ ہڈی کی انگوٹھی پہننا جائز ہے یہ غرائب میں ہے اور لوہے کی انگوٹھی پہننے میں بشرطیکہ اس پر چاندی لپیٹی گئی ہو یا طمع کی گئی ہو حتیٰ کہ لوہا نظر نہ آئے کچھ ڈرنہیں ہے

یہ محیط میں ہے اور انگوٹھی میں فقط حلقہ معتبر ہے کیونکہ انگوٹھی کا قوام اسی سے ہے اور نگینہ کا کچھ اعتبار نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ کہ نگینہ پتھر کا ہو یا کسی اور چیز کا ہو یہ سراج الوہاج میں ہے اور نگ کے چھید کو سونے کی گل میخوں سے بند کرنے میں ڈرنہیں ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور جامع صغیر میں مذکور ہے کہ انگوٹھی کی چاندی ایک مثقال تک ہونی چاہئے اس پر زیادہ نہ کی جائے گی اور بعض نے فرمایا کہ پورا مثقال بھی نہ ہونے پائے اور یہی اثر میں وارد ہے یہ محیط میں ہیا اور چاندی کی انگوٹھی پہننا اسی شخص کو مسنون ہے جس کو مہر کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جیسے سلطان وقاضی وغیرہ اور جس کو مہر کرنے کی حاجت نہ ہو اس کو ترک کرنا افضل ہے یہ ترمذی میں ہے اور فقیہ ابواللیث نے ذکر فرمایا کہ بعض لوگوں نے سوائے صاحب حکومت کے غیر شخص کے واسطے انگوٹھی پہننا مکروہ جانا ہے مگر عامہ علماء نے جائز فرمایا ہے یہ جو اہر اخلاطی میں ہے اور جب انگوٹھی پہنے تو چاہئے کہ اس کا نگینہ اپنی ہتھیلی کی طرف رکھے اور پر کی طرف نہ رکھے بخلاف عورتوں کے کہ عورتیں اوپر رکھیں گی اس لیے کہ عورتیں زینت کے واسطے پہنتی ہیں اور مرد مہر کرنے کے واسطے پہنتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور فتاویٰ میں ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ انگوٹھی کو بائیں چھنگلیا میں پہنے دائیں چھنگلیا اور باقی انگلیوں میں نہ پہنے اس واسطے کہ دائیں چھنگلیا میں انگوٹھی پہننا رافضیوں کی علامت ہے حالانکہ دائیں و بائیں دونوں میں پہننا جائز ہونا ثابت ہوا ہے اور دونوں طرح پہننا اثر میں وارد ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ امام محمدؒ نے جامع صغیر میں فرمایا کہ سونے سے دانت نہ باندھے اور چاندی سے باندھے اور امام محمدؒ کی یہ مراد ہے کہ جب دانت ہلنے لگیں اور ان کے گر جانے کا خوف ہو اور اس شخص نے چاہا کہ میں ۱۰ باندھوں تو چاہئے کہ چاندی سے باندھے اور سونے سے نہ باندھے مگر یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور خود امام محمدؒ نے فرمایا کہ سونے سے بھی باندھ سکتا ہے اور جامع صغیر میں امام ابو یوسفؒ کا قول ذکر نہیں کیا بعض مشائخ نے کہا کہ امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ کے ساتھ ہیں اور بعض نے فرمایا کہ امام اعظمؒ کے ساتھ ہیں اور حاکم نے منقحی میں ذکر کیا کہ اگر کسی کے دانت ہلنے لگے اور اس کو گر جانے کا خوف ہو پس اس نے سونے یا چاندی سے باندھا تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس میں کچھ ڈرنہیں ہے اور حسنؒ نے امام اعظمؒ سے روایت کی ہے کہ دانت و ناک میں فرق ہے پس دانت کے حق میں فرمایا کہ سونے سے باندھنے میں کچھ ڈرنہیں ہے اور ناک کے حق میں اس کو مکروہ جانا ہے یہ محیط میں ہے۔

امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اس میں کچھ ڈرنہیں ہے کہ اپنا اکھڑا ہوا دانت پھر اپنے منہ میں جما کر باندھ دے اور اگر دوسرے کے دانت کو اس نے اس طرح اپنے منہ میں لگایا تو مکروہ ہے کذا فی السراج الوہاج بشرح رحمہ اللہ نے کہا کہ امام ابو یوسفؒ نے دوسری مجلس میں فرمایا کہ میں نے امام اعظمؒ سے اس کو دریافت کیا تو امام اعظمؒ نے اس کے دوہرانے و اعادہ کرنے میں فرمایا کہ کچھ ڈرنہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ کسی شخص کی انگلیوں کی پوری کاٹ ڈالی گئیں تو اس کو روا ہے کہ سونے و چاندی کی پوری بنا کر لگائے بخلاف اس کے اگر ہاتھ یا پوری انگلی کاٹ ڈالی گئی تو ایسا نہیں کر سکتا ہے یہ ترمذی میں ہے۔

گبار بول باب ۱۰ ☆

کھانا کھانے میں کراہت واس کے متصلات کے بیان میں

کھانے کے چند مراتب ہیں ایک فرض ہے کہ جس سے مرنہ جائے پس اگر کسی نے کھانا پینا چھوڑ دیا یہاں تک کہ مر گیا تو عاصی مرادوم جس پر ثواب ملتا ہے یعنی مقدار فرض سے اس قدر زیادہ کھائے جس سے کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکے اور روزہ رکھنا اس پر آسان ہو جائے سوم مباح ہے یعنی اس سے بھی زیادہ کھائے اور اس کی انتہا سیری تک ہے اس غرض سے کہ بدن کی قوت بڑھ جائے

۱۔ یعنی حدیث یا قول و فعل صحابی یا تابعی رضی اللہ عنہم ۱۲ منہ

اور اس میں نہ ثواب ہے نہ عذاب ہے اور آخرت میں اس قدر کا حساب آسان ہے بشرطیکہ طعام حلال ہو چہارم حرام ہے وہ یہ ہے کہ سیری سے بھی زیادہ کھا جائے لیکن اگر اس غرض سے ہو کہ کل کے روز کے روزہ میں تقویت رہے یا مہمان کو کھانے میں شرم نہ ہو تو سیری سے زیادہ کھانے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور ریاضت کے واسطے کھانے میں ایسی کمی کرنا کہ آخر کار ادائے فرائض سے عاجز ہو جائے جائز نہیں ہے۔ ہاں نفس کو اس قدر بھوکا رکھنا کہ ادائے عبادت سے عاجز نہ ہو جائے مباح ہے اور اس میں نفس کے واسطے ریاضت بھی ہے اور اس میں طعام کی خواہش و گوارائی بھی ہو جاتی ہے بخلاف صورت اول کے کہ اس میں نفس کا ہلاک کرنا ہے اسی طرح جو نو جوان جوش شہوت سے خوفناک ہے اس کو مضائقہ نہیں کہ اپنے تئیں کھانے سے روکے تاکہ بھوک سے اس کی شہوت ٹوٹ جائے بشرطیکہ اس طرح ہو کہ ادائے عبادت سے عاجز نہ ہو جائے یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور اگر کسی شخص نے اپنے بدن کی اصلاح کے واسطے بقدر حاجت کی یا حاجت سے زیادہ کھانا کھایا تو کچھ ڈر نہیں ہے یہ حاوی میں ہے اگر کسی شخص نے حاجت سے زیادہ اس واسطے کھایا کہ قے کرے تو حسن نے فرمایا کہ اس میں کچھ ڈر نہیں ہے اور کہا کہ میں نے انس بن مالکؓ کو دیکھا کہ طرح طرح کا کھانا کھاتے اور زیادہ کھاتے پھرتے کر دیتے تھے اور یہ ان کو نافع ہوتا تھا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور سالنوں میں جس کے ساتھ روٹی کھائی جائے کثرت کرنا اس طرف میں سے ہے لیکن اگر حاجت ہو تو روا ہے مثلاً ایک ہی سالن سے جی گھبرا گیا پس چند طرح کا پکوائے تاکہ ہر ایک میں سے تھوڑا تھوڑا کھائے تاکہ مجموعہ اس قدر ہو جائے کہ طاقت پر قادر ہو یا اس نے یہ قصد کیا کہ ضیافت کے واسطے لوگوں کو گروہ گروہ بلائے کہ ایک کے بعد دوسرا آتا جائے یہاں تک کہ کھانا پورا پڑ جائے تو اس میں کچھ ڈر نہیں ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ چند طرح کا طعام پکوانا دسترخوان حاجت سے زائد روٹیاں رکھنا اسراف ہے لیکن اگر یہ قصد ہو کہ ضیافت کے واسطے لوگوں کے گروہ ایک بعد دوسرے کے بلاتا جائے یہاں تک کہ کھانا پورا ہو جائے تو کچھ ڈر نہیں ہے کیونکہ اس میں فائدہ ہے اور یہ بھی اسراف میں سے ہے کہ روٹی بیچ بیچ میں سے کھالے اور کنارے چھوڑ دے یا ایک روٹی میں سے پھولی ہوئی کھالے اور باقی چھوڑ دے کیونکہ اس میں ایک طرح کا تبخیر ہے لیکن اگر دوسرا شخص اس کو کھا لیتا ہو تو کچھ ڈر نہیں ہے چنانچہ اگر روٹیوں میں سے کوئی چھانٹ کر کھائی کوئی نہ کھائی تو جائز ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے جو لقمہ ہاتھ سے گر پڑے اس کا ترک کر دینا اسراف میں سے ہے بلکہ چاہئے کہ اس کو پہلے اٹھا کر کھالے پھر دوسرا کھائے یہ وجہ کروری میں ہے روٹی کی تعظیم میں سے ایک یہ ہے کہ جب روٹی سامنے آئے تو کھانا شروع کر دے سالن کا انتظار نہ کرے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اور کھانے سے پہلے و پیچھے دونوں ہاتھ دھونا سنت ہے اور کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے میں یہ ادب ہے کہ پہلے جو ان لوگ شروع کریں پھر بڑھے لوگ ہاتھ دھوئیں اور بعد کھانے کے اس کے برعکس چاہئے کذا فی التظہیر یہ اور نجم الامم بخاری وغیرہ نے فرمایا کہ اگر کھانے سے پہلے کسی شخص نے ایک ہاتھ یا دونوں ہاتھوں کی انگلیاں دھو ڈالیں تو دونوں ہاتھ دھونے کی سنت ادا نہ ہوگی اس واسطے کہ طریقہ سنت یوں مذکور ہے کہ دونوں ہاتھ دھو دے اور ہاتھ کا اطلاق پہنچنے تک ہے یہ قیہ میں ہے اور کھانے سے پہلے ہاتھ دھو کر ان کو رومال سے نہ پونچھے تاکہ کھانا شروع کرنے تک دھونے کا اثر باقی رہے اور بعد کھانے کے ہاتھ دھو کر پونچھ ڈالے تاکہ طعام کا اثر بالکل زائل ہو جائے یہ خزائنہ المفتین میں ہے اور تیمیہ میں ہے کہ میرے والد سے دریافت کیا گیا کہ کھانے کے وقت کلی کرنا بھی مثل ہاتھ دھونے کے سنت ہے تو فرمایا کہ نہیں یہ تاتار خانہ میں ہے اور اگر چوکر سے کسی نے ہاتھ

اصلاح وہ معتبر ہے جو کار خیر کی نیت سے موافق شرح ہو مانند قوت عبادت و تعلیم و جہاد وغیرہ حتیٰ کہ اہل و عیال کے لیے کمانا وغیرہ برخلاف اس کے جو پہلو تہی کرتا ہے کہ وہ تحریری مکروہ بلکہ شدید ہے ۱۲ منہ قال المترجم یونہی نسخہ میں موجود ہے اور ظاہر حسن سے مراد حسن بن زیاد نہیں ہیں کیونکہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہیں دیکھا پس مراد حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ تابعی مشہور ہیں واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ

دھوئے یا سردھو یا اس کو جلایا پس اگر اس میں کچھ لگاؤ آئے گا نہیں رہا تھا بلکہ فقط چوکر چوپاؤں کے کھانے کے لائق تھا تو کچھ ڈر نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور نوادر ہشام میں ہے کہ میں نے امام محمدؒ سے دریافت کیا کہ کھانے کے بعد آئے یا ستو سے ہاتھ دھونا کیسا ہے جیسا^(۱) اشنان سے ہاتھ دھوتے ہیں تو امام محمدؒ نے مجھے خبر دی کہ امام ابو حنیفہؒ اس میں کچھ باک نہیں جانتے تھے اور ایسے ہی امام ابو یوسفؒ بھی اور یہی میرا قول ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور^(۲) جب کو خواہ مرد ہو یا عورت دونوں ہاتھ دھونے وکلی کرنے سے پہلے کھانا پینا مکروہ ہے مگر^(۳) حائض کے واسطے مکروہ نہیں ہے اور ہر صورت میں منہ کا پاک رکھنا مستحب ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور چاہئے کہ پانی برتن سے اپنے ہاتھ پر خود ڈالے کسی دوسرے سے استعانت نہ لے چنانچہ ہمارے بعض مشائخ سے منقول ہے کہ فرمایا کہ یہ امر مثل وضو کے ہے اور ہم لوگ وضو میں کسی غیر سے استعانت نہیں لیتے ہیں یہ محیط میں ہے اور سنت طعام یہ ہے کہ اول میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے اور آخر میں الحمد للہ پڑھے اور اگر اول میں بسم اللہ بھول جائے تو یوں کہے بسم اللہ علی اولہ و آخرہ یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور جب بسم اللہ کہے تو چاہئے کہ آواز بلند سے کہے تاکہ جو لوگ ساتھ کھانے بیٹھے ہیں ان کو بھی تلقین ہو جائے یہ تاتار خانہ میں ہے۔ اگر طعام حلال ہو تو بسم اللہ کہہ کر شروع کرے اور فارغ ہونے کے بعد الحمد للہ کہے چاہے جیسا ہو یعنی حلال ہو یا مشتبہ ہو یا حرام ہو یہ قیہ میں ہے۔ اور الحمد للہ کے ساتھ آواز بلند نہ کرنا چاہئے لیکن اگر ساتھی لوگ فارغ ہو گئے ہوں تو خیر یہ تاتار خانہ میں ہے۔ اور نمک کے ساتھ شروع کرنا اور نمک ہی پر ختم کرنا سنت سے ہے یہ خلاصہ میں ہے اور کھانا کم کھائے یہ غرائب میں ہے۔ نوادر میں ہے کہ فضل بن غانم کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو یوسفؒ سے پوچھا کہ طعام کو پھونکنا کیا مکروہ ہے فرمایا کہ نہیں لیکن اگر پھونک آواز سے مثل اف کے ہو تو مکروہ ہے اور^(۴) نفخ کی ممانعت کے یہی معنی ہیں اور جلتا ہوا کھانا نہ کھائے اور کھانے کو نہ سونگھے اور کھانے کی چیز یا پینے کی چیز میں نہ پھونکے اور یہ بھی سنت ہے کہ کھانا شروع کرنے میں درمیان میں سے کھانا نہ شروع کرے یہ خلاصہ میں ہے اور سنت ہے کہ سرو مال سے پوچھنے سے پہلے انگلیوں کو محوب چاٹ لے یہ وجہ کروری میں ہے اور پیالہ کا چائنا سنت ہے یہ خلاصہ میں ہے اور جو طعام خوان سے گرے اس کو کھالینا سنت ہے یہ محیط میں ہے۔

بطور تکمیل لگا کر کھانا سنت نبویہ کے مخالف ہے ☆

تکلیف لگا کر کھانے میں کچھ ڈر نہیں ہے بشرطیکہ تکبر کی راہ سے نہ ہو اور ظہیر یہ میں لکھا ہے کہ یہی مختار ہے یہ جو اہر اخلاطی میں ہے اور تکلیف لگا کر کھانا پینا یا بایاں ہاتھ زمین پر رکھ کر یا ٹیک لگا کر مکروہ ہے یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے۔ سر راہ کھانا مکروہ ہے اور سر کھلے ہوئے کھانے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور یہی مختار ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ بھوک سے جب مختصہ کی حالت پہنچ جائے تو مردار چیز سے اس قدر کھا لینا کہ جس سے ہلاکت کا خوف جاتا رہے روا ہے کذا فی السراجیہ اور مشائخ نے اضطرار کی تعریف میں گفتگو کی ہے یعنی وہ حالت مختصہ جس میں مردار حلال ہو جاتا ہے وہ کب ہوتی ہے سو بعض نے فرمایا کہ جب ایسی حالت پہنچ جائے کہ اس کو جان جاتی رہے کا خوف ہو اور ابن المبارکؒ سے مروی ہے کہ جب ایسی حالت ہو کہ اگر بازار میں داخل کیا جائے تو کسی مال و اسباب پر کیسا ہی عمدہ ہو نظر نہ ڈالے سوائے مردار کے اور بعض نے فرمایا کہ جب فرائض ادا کرنے سے عاجز ہو جائے اور بعض نے فرمایا کہ تین دن بعد اور صحیح یہ ہے کہ اس کے واسطے کوئی مقدار مقرر نہیں ہے اس واسطے کہ^(۵) لوگوں کے طبائع مختلف ہوتے ہیں اور مشائخؒ نے مردار خواری کی کیفیت میں

۱۔ اس ملک کی عادت کے موافق کہ لوگ کھانا کھا کر رومال سے ہاتھ مل ڈالتے تھے ورنہ دھونے سے پہلے ایسا کرے ۱۲ منہ (۱) ایک قسم کی گھاس ہوتی ہے ۱۲ (۲) جس پر غسل واجب ہو ۱۲ (۳) جس عورت کو حیض آیا ہو ۱۲ (۴) یعنی حدیث میں جو نفخ بمعنی پھونکنا منع ہے اس کے الخ ۱۲

(۵) کوئی شخص دو ہی روز میں مرنے کے قریب ہوتا ہے ۱۲

اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ اس کا کھانا حرام ہے مگر مضطر سے اس کا گناہ دور کر دیا گیا ہے اور بعض نے فرمایا کہ وہ حلال ہو جاتا ہے (۱) مضطر کو اس کا ترک کرنا روا نہیں ہے یہ غرائب میں ہے اگر بھوک سے اپنی جان جاتی رہنے کا خوف کرے اور اس کے رفیق کے پاس کھاتا ہو تو روضہ میں مذکور ہے کہ ضمانت شرط کر لے اس سے اس قدر طعام کو بھوک دفع ہونے کے لیے کافی ہو خلاصہ میں ہے اور جو شخص محض میں پھنسا اور اس کے پاس رفیق کا طعام ہے مگر اس نے اس سے اکراہاً بہ قیمت نہ لیا بلکہ صبر کیا یہاں تک کہ بھوک سے مرگیا تو ثواب پائے گا دیرینہ میں ہے اور اگر پیاس سے جان جانے کا خوف ہو حالانکہ اس کے رفیق کے پاس پانی ہے تو اس کو جائز ہے کہ رفیق کے ساتھ بدوں ہتھیار کے لڑائی کر کے بقدر دفع تشنگی کے پانی لے لے اور اگر رفیق کی نسبت بھی موت کا خوف ہو تو کچھ پانی لے لے اور کچھ چھوڑے اور اگر بھوک سے مضطر ہو اور طعام کا مالک اس کو دینے سے روکتا ہے تو اس کو لے لینا روا ہے مگر اس سے قتال نہ کرے اور اگر نہ لیا یہاں تک کہ مر گیا تو گنجائش ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کوئی شخص پیاس سے مضطر ہو اور ایک کنویں میں پانی ہے۔ مگر وہاں کوئی شخص اس کو پانی لینے سے منع کرتا ہے تو اس شخص کو جائز ہے کہ منع کرنے والے سے مقابلہ کرے یہ تہذیب میں ہے اور شیخ ابوالنضر سے منقول ہے کہ فرمایا کہ جو چیز ایسی ہو کہ اس کو کسی شخص نے اپنی ملک و حیا زت میں کر لیا ہے جیسے طعام یا وہ پانی جو اس نے اپنے برتن میں بھر لیا ہے یا اپنی ملک میں کر لیا ہے پس اگر وہ شخص مضطر کو نہ دے تو مضطر کو اس سے سوائے ہتھیاروں کے اور طرح لڑائی کر کے لینا جائز ہے اور کنویں وغیرہ کے مانند کسی مقام کے پانی سے اگر کوئی رو کے تو مضطر کو اس سے ہتھیار سے بدوں ہتھیار کے سب طرح مقابلہ کرنا جائز ہے۔ یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کو پیاس سے مرجانے کا خوف ہو اور اس کے پاس شراب موجود ہے پس اگر اس کو مہم ہو کہ شراب پینے سے پیاس بجھ جائے گی تو شراب کو بقدر پیاس دور کرنے کے پی سکتا ہے یہ وجہ زکریٰ میں ہے۔ ایک مضطر نے مردار بھی کھانے کو نہ پایا اور مرجانے کا خوف ہوا پس ایک شخص نے اس سے کہا کہ میرا ہاتھ کاٹ کر کھالے یا کہا کہ میرے بدن میں سے ایک ٹکڑا کھالے تو مضطر کو ایسا کرنا روا نہیں ہے اور حکم دہندہ کو ایسا حکم کرنا بھی صحیح نہیں ہے جیسا کہ مضطر کو یہ روا نہیں ہے کہ اپنے بدن سے کوئی ٹکڑا قطع کر کے کھائے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

باپ کو اگر اپنے فرزند کا مال کھانے کی حاجت پڑی پس اگر شہر میں ہو اور بسبب فقر کے اس کی ضرورت ہو تو مفت کھائے اور بنگلہ میں ہو اور سبب کھانا نہ ہونے کے اس کی ضرورت ہوئی پس اگر غنی ہو یعنی اس کو صدقہ حلال نہ ہو تو بقیہ کھائے یہ خلاصہ میں ہے۔ باپ کو اپنے بخیل بیٹے کا مال لینا حلال نہیں ہے۔ الا جب کہ ضرورت ہو اور اگر بیٹا بخلی ہو تو غیر ضرورت کے وقت بھی لینا جائز ہے یہ ملکہ مطہر میں ہے اور اگر حالت محضہ میں کسی نے مردار کھانے سے انکار کیا یا روزہ رکھا اور نہ کھایا یہاں تک کہ مر گیا تو گنہگار ہو گا یہ کبریٰ میں ہے۔ امام محمد نے کتاب الکسب میں فرمایا کہ محتاج جس وقت نکلنے و طلب کرنے سے عاجز ہو اس وقت لوگوں پر اس کو کھانا کھلانا فرض ہے اور اس مسئلہ میں تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ محتاج جس وقت باہر نکلنے سے عاجز ہو تو ہر شخص پر جو اس کے حال سے آگاہ ہو ایہ فرض ہے کہ بشرط قدرت اس کو اس قدر کھانا کھلائے جس سے وہ نکلنے و ادائے عبادت پر قادر ہو جائے حتیٰ کہ اس کے حال سے واقف لوگوں میں سے کسی نے اس کو کھانا نہ دیا اور وہ مر گیا تو گناہ سب پر ہو گا اسی طرح اگر اس شخص کے پاس جو اس کے حال سے آگاہ ہو اس قدر نہ ہو کہ اس محتاج کو کھلائے لیکن اس کو یہ قدرت ہے کہ نکل کر لوگوں کو اس کے حال سے آگاہ کرے تاکہ وہ لوگ اس کی خبر گیری کریں تو اس پر ایسا کرنا فرض ہو گا پھر اگر لوگوں نے خبر گیری نہ کی تو جس قدر لوگ واقف ہوئے تھے سب لوگ اگر محتاج مذکور بھوک

(۱) تہذیب میں حدیث میں وارد ہے کہ چالیس گھروں تک اس کا وبال رہے گا جب کہ وہ رات کو بھوکا رہ گیا ہو اس کو مترجم نے الہدایہ میں ترجمہ کیا ہے ۱۲ منہ (۲) تہذیب میں آیت کھائے اور جان ہی دے دے تو ثواب ہو گا مگر یہ قول نہیں صحیح ہے ۱۲ منہ

سے مر جائے تو گنہگار ہوں گے لیکن اگر ایک نے اس کے حال کی خبر گیری کر لی تو باقی سب کی طرف سے ساقط ہو جائے گی دوم یہ کہ محتاج نکلنے پر قادر ہے مگر کسب پر قادر نہیں ہے تو اس پر واجب ہے کہ نکلنے اور جو شخص اس کے حال سے واقف ہو پس اگر اس پر محتاج کا کچھ حق واجب ہو تو اس پر واجب ہے کہ اس کا حق ادا کر دے اور اگر محتاج مذکور کمائی کرنے پر قادر ہو تو اس پر واجب ہے کہ کمائی کرے اور سوال کرنا اس کے حق میں حلال نہیں ہے۔ سوم یہ کہ اگر محتاج کمائی سے عاجز ہو مگر اس پر قادر ہے کہ نکل کر لوگوں کے دروازوں پر جائے تو اس پر ایسا کرنا فرض ہے پس اگر اس نے ایسا نہ کیا اور مر گیا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک گنہگار ہوگا۔ پھر امام محمدؒ نے فرمایا کہ دینے والا بہ نسبت لینے والے کے افضل ہے اور اس میں بھی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ دینے والے نے حق واجب ادا کیا حالانکہ لینے والا کمائی کرنے پر قادر ہے مگر محتاج ہے تو اس صورت میں بالاتفاق دینے والا افضل ہے دوم یہ کہ دینے والا اور لینے والا دونوں متبرع ہوں چنانچہ دینے والے کا متبرع ہونا ظاہر ہے اور لینے والے کے تبرع کی یہ صورت ہے کہ لینے والا کمائی پر قادر ہو تو اس صورت میں دینے والا افضل ہے۔ سوم یہ کہ دینے والا متبرع ہو اور لینے والے پر لینا فرض ہو مثلاً وہ کمائی سے عاجز ہو تو اس صورت میں دینے والا اہل فقہ کے نزدیک افضل ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے کہا کہ جب فلاں شخص نے میرے مال میں سے لیا تو اس کو حلال ہے پھر فلاں شخص نے بدوں اس بات کے علم کے اس نے مباح کر دیا ہے اس کا کچھ مال لے لیا تو جائز ہے اور ضامن نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ سب جس قدر تو میرے مال میں سے کھائے میں نے تجھے حلال کیا تو وہ مال اس کو حلال ہوگا اور اگر یوں کہا کہ سب جس قدر تو میرے مال میں سے کھائے میں نے تجھے اس سے بری کر دیا تو بری نہ ہوگا اور صدر الشہیدؒ نے فرمایا کہ صواب یہ ہے کہ بنا بر قول محمد بن مسلمہؒ کے بری ہو جائے گا یہ وجیز کر دہی میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا انت فی حل من مالی حیثما اصبته فخذ ماشئت یعنی تجھے میرا مال حلال ہے تجھے جہاں ملے تو جس قدر چاہے لے لے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ خاصۃً درم و دینار سے اس کو حلت ہوگی اور اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ قائل کی زمین سے فواکہ یا اس کی بکریوں کے گلہ میں سے کوئی بکری یا ایسی ہی کوئی چیز لے لے اور اگر کوئی درخت خرما و شخصوں میں مشترک ہو پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اس میں سے جس قدر چاہے کھا لے اور جس کو چاہے بہہ کر دے تو اس کو ایسا کرنا جائز ہے اور یہ کہنا مباح کرتا ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو نے میرے چھوڑے کس قدر کھائے ہیں اس نے کہا کہ پانچ حالانکہ اس نے دس چھوڑے کھائے تھے تو جھوٹا نہ ہوگا اسی طرح اگر کہا کہ تو نے یہ کپڑا کتنے کو خریدا ہے اس نے کہا کہ پانچ کو حالانکہ دس درم کو خریدا ہے تو بھی کاذب نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ مری ہوئی مردار مرغی کے پیٹ میں سے اگر انڈا نکلا تو کھایا جاسکتا ہے۔ اسی طرح اگر مردار بکری کے تھنوں سے دودھ برآمد ہوا تو پیا جاسکتا ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ ریشم کے کیڑوں کے بچے کھانے میں ان میں جان پڑنے سے پہلے کچھ ڈر نہیں ہے اور بھڑوں کے بچے کھانے میں جان پڑنے سے پہلے کچھ ڈر نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے (۱)۔ بزغالہ و برہ اگر گدھی کا دودھ پلا کر پالا گیا تو امام محمدؒ نے ذکر کیا کہ اس کا کھانا حلال ہے مگر مکروہ ہے اور اگر کوئی بکری شراب پی گئی اور اسی وقت ذبح کی گئی تو مکروہ نہیں ہے اور اگر دیر ہو گئی تو مثل چھٹی ہوئی مرغی کے قید کی جائے گی۔ گوشت کا کیڑا شوربے میں گر پڑا تو شوربا نجس نہ ہوگا مگر کپڑا کھایا نہ جائے گا اور اسی طرح شوربا بھی نہ کھایا جائے گا بشرطیکہ یہ کیڑا اس میں گر کر پھٹ گیا ہو اور اگر آدمی کا پسینا یا ناک کی ریٹ یا آنسو شوربے میں گر پڑے تو اس شوربے کا کھانا حلال ہے اور اسی طرح اگر پانی میں گرے اور پانی غالب رہا تو اس کا پینا بھی حلال ہے لیکن طبیعت ایسی چیز کو پلید سمجھ کر پرہیز کرتی ہے یہ قیہ میں ہے۔ ایک عورت ہانڈے پکاتی ہے کہ اتنے میں اس کا شوہر ہاتھ میں

ایک شراب کا پیالہ لئے آیا اور شراب کو ہانڈی میں ڈال دیا پھر عورت نے ہانڈی میں سرکہ ڈال دیا یہاں تک کہ شور بے میں سرکہ کے مانند کھنائی ہو گئی تو اس کے کھانے میں کچھ ڈر نہیں ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک ہانڈی میں نجاست گر پڑی تو شور با کھانا رو نہیں ہے اور اگر ہانڈی میں اُبال کے وقت نجاست گری ہو تو گوشت بھی کھانا رو نہیں ہے اور اگر غلیاں کی حالت نہ ہو تو گوشت دھو کر کھانا روا ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ امام محمد سے مروی ہے کہ مستعمل پانی سے آٹا گوندھنے میں ڈر نہیں ہے یہ حاوی میں ہے۔ بلی کے جھوٹے پانی سے اگر آٹا گوندھ کر روٹی پکائی گئی تو آدمی کو اس کا کھانا مکروہ نہیں ہے یہ ققیہ میں ہے اور یہ بات مکروہ ہے کہ آدمی میدہ نکال کر اس کی روٹی کھائے اور چوکر اپنے مملوکوں (۱) کے کھانے کے واسطے چھوڑ دے اگر گوبر کے اندر کوئی روٹی پائی گئی پس اگر گوبر ختی کے ساتھ ہو تو گوبر دور کر کے روٹی کھائی جائے گی کیونکہ وہ نجس نہیں ہوئی ہے یہ خزائنہ الفتاویٰ میں ہے مترجم کہتا ہے کہ ہمارے نزدیک اگر گوبر کی ختی سے خشک گوبر مراد ہے تو یہی حکم ہے اور اگر بالکل خشک نہ ہو تو محل تامل ہے فلیعامل اگر روٹی کا ٹکڑا گوہ میں دیکھا تو اس کے چھوڑ دینے میں معذور ہے اس پر اس کا دھونا لازم نہ ہوگا یہ متفرقات ققیہ میں ہے شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ ایک چوہا اپنے منہ سے روٹی کو کترتا ہے تو اس کا کھانا جائز ہے فرمایا کہ ہاں بسبب ضرورت کے جائز ہے یہ تارخانہ میں ہے۔ آدمی کا دانت ایک ٹوکری گیہوں کے ساتھ پس گیا تو آٹا نہ کھایا جائے گا اور نہ جانوروں کو کھلایا جائے گا بخلاف اس کے اگر اس کی ہتھیلی کی کھال کھسی کے پر کے برابر چھل کر طعام میں مختلط ہو گئی تو یہ طعام کھایا جائے گا کیونکہ اس میں عام بلوے و ضرورت ہے۔ اسی طرح اگر آٹا گوندھنے میں پسینا گر پڑا تو قلیل پسینا کھانے سے مانع نہیں ہے یہ ققیہ میں ہے۔ اگر اونٹ یا بکری کی میٹنی میں جو نکلا تو اس کو دھو کر کھانے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور گر گائے کے گوبر اور گھوڑے کی لید میں نکلا تو نہ کھایا جائے گا یہ محیط سرحسی میں ہے جوار (۲) و مسورو ماش و اس کے مثل چیزوں کا ایسے چہ بچہ میں دھونا جن میں چیزیں چھٹک کر گرتی جاتی ہوں مکروہ ہے یہ ققیہ میں ہے۔ گوشت جب بد بودار ہو جائے تو اس کا کھانا حرام ہے اور گھی، دودھ، روغن زیتون، تیل جب بد بودار ہو جائے تو حرام نہیں ہوتا ہے اور طعام جب متغیر ہو کر اس گیا تو نجس ہو جاتا ہے اور پینے کی چیزیں متغیر ہونے سے حرام نہیں ہوتی ہیں یہ خزائنہ الفتاویٰ میں ہے جس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہے اس کا بچہ وان اگر وقت ذبح کے اس کے ساتھ متصل ہو تو حلال ہے یہ ققیہ میں ہے۔ اگر گرمی کے دنوں میں کوئی شخص کسی کے پھلوں میں گذرا اور پھل درختوں کے نیچے گرے پڑے ہیں اور اس نے ان کو کھانا چاہا پس اگر شہر میں ہو تو کھانا رو نہیں ہے لیکن اگر یہ جانتا ہو کہ ان کے مالک نے صریح مباح کر دیا ہے یا بدالالت عادت مباح کرنا جانتا ہو تو کھا سکتا ہے اور اگر باہر شہرے باغ میں ہو پس اگر پھل ایسے ہوں کہ باقی رہتے ہیں جیسے اخروٹ وغیرہ تو بھی نہیں کھا سکتا ہے الا اس صورت میں کہ مالک کے مباح کرنے سے آگاہ ہو اور اگر ایسے پھل ہوں کہ باقی نہیں رہ سکتے ہیں تو مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے اور صدر الشہیدؒ نے فرمایا کہ مختار یہ ہے کہ تناول کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے جب تک صریحاً یا عادتاً ممانعت (۳) ظاہر نہ ہو کذا فی محیط اور غیاثیہ میں لکھا ہے کہ مختار یہ ہے کہ جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ پھلوں کا مالک کھا لینے پر راضی ہے تب تک نہیں کھا سکتا ہے انتہی اور اگر گاؤں میں ہو پس اگر ایسے پھل ہوں جو باقی رہتے ہیں تو نہیں لے سکتا ہے الا اس صورت میں کہ اجازت سے آگاہ ہو اور اگر ایسے پھل ہوں جو نہیں باقی رہ سکتے ہیں تو ممتاز یہ ہے کہ تناول کرنے میں ڈر نہیں ہے جب تک ممانعت ظاہر نہ ہو کذا فی محیط اور اس میں سے کچھ باندھ لانا نہیں جائز ہے کذا فی التارخانہ۔ عن جامع الجوامع اور اگر پھل درخت پر لگے ہوں تو افضل یہ ہے کہ کسی جگہ سے نہ لے الا با اجازت لیکن اگر ایسا موضع ہو جہاں یہ پھل بہت ہوں یہ معلوم ہو کہ مالکوں پر کھالینا کچھ گراں نہ گذرے گا تو کھا سکتا ہے مگر یہ روا نہیں کہ باندھ لائے۔

(۱) یعنی بعد تین روز کے ذبح کی جائے (۲) یعنی سوگ اور یہی حکم منہدی ماش کا ہے (۳) اور یہی اصح و اوفق بحمدیث صحیح ہے ۱۲

قال المترجم ☆

وهو اخرج الماورانی الحدیث الصحیح اور اگر پت جھاڑ میں درخت کے پتے راہ میں گرے ہوں اور کسی شخص نے بدوں اجازت مالک درخت کے کچھ پتے اٹھائے پس اگر مثل شہوت وغیرہ کسی ایسے درخت کے پتے ہوں جن سے انتفاع حاصل کیا جاتا ہے تو اس کو لینا جائز نہیں ہے اور اگر لے لے تو ضامن ہوگا اور اگر ایسے پتے ہوں جو کام میں نہیں آتے ہیں تو لے سکتا ہے اور اگر اٹھائے تو ضامن نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر دوست کے گھر میں گیا اور دیکھی گرم کر کے کچھ کھایا تو جائز ہے اور اگر اپنے دوست کے باغ انگور میں سے کچھ لیا اور وہ جانتا ہے کہ مالک باغ کو گراں نہ گذرے گا تو کچھ ڈر نہیں ہے مگر آدمی کو چاہئے کہ خوب غور کر لے کہ طمع کرنے والا اکثر غلطی کرتا ہے یہ ملقط میں ہے۔ دریاے جاری میں سے پھل نکال لینا اور کھانا جائز ہے اگرچہ کثیر ہوں کیونکہ اگر چھوڑ دیئے جائیں تو بگڑ جائیں گے پس اٹھا لینے کی اجازت بدالالت ثابت ہوگئی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ہنیرم جو پانی میں سے نکال لی جائے اگر وقت نکالنے کے اس کی کچھ قیمت نہ ہو تو حلال ہے اور اگر قیمت ہو تو حلال نہیں ہے یہ سراجیہ و خلاصہ و محیط سرخسی میں ہے۔ فتاویٰ میں ہے کہ شیخ ابو بکر رحمۃ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک اخروٹ پایا پھر دوسرا پھر تیسرا یہاں تک کہ دس ہو گئے اور ان کی قیمت ہو گئی تو شیخ نے فرمایا کہ اگر اس نے مقام واحد میں پائے تو ان کا حکم مثل لقطیر کے ہے اور اگر موضع متفرقہ میں پائے تو اس کو حلال ہیں جیسے اگر ایک شخص نے خرما کی گٹھلیاں مقامات متفرقہ سے جمع کیں یہاں تک کہ ان کی قیمت ہوگئی تو یہ اس کو حلال ہیں اور فقیہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ حکم ہے کہ اخروٹ خواہ اس نے ایک ہی جگہ سے پائے ہوں یا مقامات متفرقہ سے پائے ہوں بہر حال وہ مثل لقطہ کے اس کو حلال نہیں ہیں اگر وہ غنی ہو بخلاف خرما کی گٹھلیوں کے کیونکہ خرما کی گٹھلیاں لوگ پھینک دیتے ہیں پس پھینک دینے کی وجہ سے وہ مباح ہو جاتی ہیں اور اخروٹ کو نہیں پھینکتے ہیں لیکن اگر اخروٹوں کو اس نے اخروٹ کے درخت کے نیچے پایا تو چن لے جیسے (۱) بالیاں اگر زمین میں باقی رہ گئی ہوں تو چن لے سکتا ہے یہ حاوی میں ہے۔

تعلیق بالشرط کا بیان ☆

اگر چند لوگوں نے ایک بھٹا خریدا پھر آپس میں کہا کہ جو شخص پوست اُتار کر دانہ ظاہر کرے اس پر واجب ہوگا کہ اس کے لے دوسرا بھٹا خرید کر کھائے پس ایک نے ایسا کیا اور موافق شرط کے جو لوگوں نے اس پر لازم کی تھی دوسرا بھٹا خریدا تو اس کا کھانا مکروہ ہے۔ کیونکہ اس میں تعلیق بالشرط ہے یہ تار خانہ میں ہے۔ ایک درخت ایک مقبرہ میں لگا ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر یہ درخت اس زمین میں مقبرہ بنائے جانے سے پہلے اُگا ہو تو مالک زمین اس درخت کا مستحق ہے جو چاہے کرے اور اگر زمین موات ہو اس کا کوئی مالک نہ ہو اور اس زمین کو اس محلہ و گاؤں کے لوگوں نے مقبرہ بنالیا ہو تو درخت مذکور کا اور جس قدر جگہ میں اُگا ہے اتنی زمین کا وہی حکم ہوگا جو قدیم وقت میں تھا اور اگر مقبرہ بنائے جانے کے بعد اُگا ہو پس اگر جمانے والا کوئی شخص معلوم ہو تو اسی کا ہوگا مگر اس کو چاہئے کہ درخت مذکور کا ثمن صدقہ کر دے اور یہ اگر درخت خود اُگا ہو تو اس کا حکم قاضی کی رائے پر ہے اگر قاضی کی رائے میں اس کا قطع کر کے مقبرہ کے مصرف میں لانا مصلحت ہے تو ایسا کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کسی تو نگر نے ایسی چیز سے جو فقیر کو صدقہ دے گئی ہے کھایا پس اگر فقیر نے اس کو کھانا مباح (۲) کیا تو اس کا کھانا حلال ہونے میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور اگر فقیر نے وہ چیز غنی کی ملک میں دے دی تو اس کے کھانے میں ڈر نہیں ہے ابن السبیل کو اگر کچھ مال صدقہ دیا گیا پھر ابن السبیل اپنے مال

۱۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی صحیح ہے کیونکہ حدیث صحیح مسلم سے ثبوت ہوتا ہے ۱۲ منہ ۲۔ یعنی کہا کہ تجھے اس میں سے کھانا حلال ہے قولہ ملک میں دے دے یعنی ہبہ کر دے ۱۲ منہ (۱) یعنی کھیت میں ۱۲ (۲) مسافر محتاج فی المال ۱۲

تک پہنچ گیا اور ہنوز صدقہ و مذکور موجود ہے تو اس کو اس صدقہ سے کھانے میں کچھ ڈر نہیں ہے اسی طرح اگر فقیر کو صدقہ دیا گیا پھر وہ غنی ہو گیا حالانکہ صدقہ مذکور موجود ہے تو اس کو بھی اس صدقہ میں سے کھانے میں ڈر نہیں ہے۔ مٹی کھانا مکروہ ہے یہ فتاویٰ ابواللیث میں مذکور ہے۔ اور خمس الائمہ حلوائی نے شرح کتاب الصوم میں ذکر کیا کہ اگر اس کو اپنی جان پر یہ خوف ہو کہ اگر میں نے اس کو کھایا تو اس سے بیماری یا آفت پیدا ہو جائے گی تو اس کا کھانا مباح نہیں ہے اسی طرح سوائے مٹی کے ہر چیز میں بھی یہی حکم ہے اور اگر اس میں سے بہت کم کھاتا ہے یہ کبھی کھالیتا ہے تو کچھ ڈر نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ دریافت کیا گیا کہ جو مٹی مکہ معظمہ سے لاتے ہیں جس کو طین حرہ کہتے ہیں اس کے کھانے میں بھی ویکس کراہت ہے جیسے اس مٹی کے کھانے کے بارے میں حدیث شریف میں وارد ہے فرمایا کہ کراہت سب میں یکساں ہے یہ جو اہر الفتاویٰ میں ہے۔ بعض فقہاء سے دریافت کیا گیا کہ (۱) بخاری مٹی یا اس کے مانند مٹی کھانا کیسا ہے تو فرمایا کہ جب تک مضر ہونے کا گمان نہ ہو تب تک کچھ ڈر نہیں ہے اور مٹی کھانے کی کراہت اس وجہ سے نہیں ہے کہ مٹی حرام ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ بیماری ابھارتی ہے اور امام ابن المبارک سے مروی ہے کہ ابن ابی لیلیٰ خریدی ہوئی باندی کو مٹی کھانے کی وجہ سے واپس کرتے تھے اور شیخ ابوالقاسم سے دریافت کیا گیا کہ مٹی کھانا کیسا ہے فرمایا کہ عاقل کا کام نہیں ہے یہ حاوی میں ہے۔ عورت اگر مٹی کھانے کی عادت کر لے تو اس کو (۲) ممانعت کی جاسکتی ہے۔ اگر اس سے اس کے جمال میں نقصان آتا ہو یہ محیط میں ہے۔ اور فالودہ اور اقسام اقسام کے کھانے مرغوب کھانے میں ڈر نہیں ہے یہ ظہیر یہ میں ہے اور طرح طرح کے فواکہ کے ساتھ تفکر کرنے میں ڈر نہیں ہے مگر ترک کرنا افضل ہے یہ خزائنہ المفتین میں ہے۔ کھڑے ہو کر پانی پینے میں ڈر نہیں ہے اور چلتے ہوئے پانی نہ پئے لیکن مسافروں کے واسطے رخصت ہے اور ایک سانس سے اور سقایہ کی ٹونٹی یا مشک کے دہانہ سے منہ لگا کر پانی نہ پئے کیونکہ اس میں یہ خوف ہے کہ حلق میں کوئی مضر چیز نہ چلی جائے یہ غیاثیہ میں ہے۔ سقایہ کا پانی پینا غنی و فقیر دونوں کو جائز ہے کذا فی الخلاصہ سقایہ میں سے برف نکال لینا اور اپنے گھر لانا مکروہ ہے کیونکہ سقایہ اس واسطے بنایا جاتا ہے کہ اس میں سے پانی پیا جائے یہ اجازت نہیں ہوتی ہے کہ اپنے گھر بھی لے جائے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ سقایہ کا پانی اپنے گھر والوں کے واسطے لے جانا جائز ہے بشرطیکہ لے جانے کی اجازت ہو اور اگر اجازت نہ ہو تو نہیں لے جاسکتا ہے یہ متفرقات وجیز کردری میں ہے۔ شراب کا ایک قطرہ سرکہ کے ایک گھڑے میں گر پڑا تو بدوں تھوڑی دیر گزرے اس کا پینا حلال نہیں ہے۔ اور اگر ایک کوزہ شراب ایک مٹکے سرکہ میں ڈالا گیا اور شراب کا مزہ و بدبو نہ پائی گئی تو سرکہ کا پینا فی الحال حلال ہے یہ ملقط باب اول میں ہے اپنے کا فر باپ کو شراب نہیں پلا سکتا ہے اور نہ اس کو شراب کا پیالہ دے اور نہ اس کے ہاتھ سے لے اور نہ اس کو بچہ میں لے جائے اور نہ وہاں سے واپس لائے اور اگر اس کی ہانڈی میں مردار یا سور کا گوشت نہ ہو تو اس کی ہانڈی کے نیچے آگ روشن کر دے اور جس دسترخوان پر مردار رکھائی جاتی ہو یا شراب پی جاتی ہو اس پر مسلمان نہ بیٹھے یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے۔ پیالے اور آنکھورے روٹی پر رکھنا جائز نہیں ہے یہ قنویہ میں ہے۔ امام صفار نے فرمایا کہ میں ضیافت میں جانے میں اپنے دل میں کچھ نیت سوائے اس کے نہیں پاتا ہوں کہ نمک دانی کو روٹی پر سے اٹھالوں یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اس صحیح یہ ہے کہ اگر مملکے سے روٹی زیادہ کھائی جائے تو مکروہ نہیں ہے یہ نیاج میں ہے۔ اور جس کاغذ میں نمک ہے اس کا روٹی پر رکھنا اور بقول

۱۔ احتمال ہے کہ خود فی الواقع خرید کر واپس کرتے تھے یا یہ مراد ہے کہ ان کے نزدیک یہ عیب ہے ایسا حکم دیتے تھے کہ مشتری نے اگر عیب لگایا کہ یہ باندی

موبعد مٹی جاتی ہے تو دعویٰ مسوع اور باندی اس کے بائع کو پھیر لینے پر سے گئی ۱۲۔ ۲۔ فی الاصل لا اجد فی بیۃ الذہاب الی الضیافۃ سوائے ان ارفع الملعۃ

من اخر فتمل ان يكون المعنى كذا۔ میں ضیافت کو جانے میں کوئی نیت نہیں پاتا سوائے اس کے کہ روٹیوں پر سے نمکین اٹھالوں۔ ویدل ہلیہ مانی بعض النسخ من

الظن مکان عن وکذا واما بعد ذلک فافہم ۱۲۔ ۳۔ یعنی لوگوں کی کثرت عادت سے میری نیت میں رہتا ہے کہ ایسا ہوگا اور میں ایسا کروں گا ۱۲

(۱) یعنی بخاری کی ۱۲ (۲) یعنی شوہر کو اختیار ہے شرعاً ۱۲

کاروٹی پر رکھنا جائز ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ سب جائز ہے اور فرمایا کہ خوان انہیں چیزوں کے واسطے ہوتا ہے اور ایسا ہی علاء الترجمانی و علاء الحمادی نے فرمایا ہے اور ہم نے بخارا و سمرقند میں بڑے بڑے ائمہ کے سامنے لوگوں کو ایسا کرتے دیکھا اور انہوں نے منع نہ کیا مولف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ان کے سوائے اور کھانے کی چیزیں جیسے زر اور دو سینوج وغیرہ کاروٹی پر رکھنا سوسب کے نزدیک جائز ہے یہ قدیہ میں ہے۔ خوان سے روٹی لٹکا کر رکھنا مکروہ ہے بلکہ اس طرح رکھی جائے کہ لٹکتی نہ ہو یہ ظہیر یہ میں ہے۔ خوان کے نیچے برابر کرنے کے واسطے روٹی کا ٹکڑا رکھنے کے (۱) جواز میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے یہ زاہدی میں ہے اور امام ظہیر الدین مرغینانی نمکدان روٹی پر رکھنا اور خوان سے روٹی لٹکانا اور پیالہ کے نیچے روٹی رکھنا مکروہ ہونے کا فتویٰ نہیں دیتے تھے اور انگلی یا چھری کو روٹی سے رگڑ دینا مکروہ ہونے کا فتویٰ بھی نہیں دیتے تھے بشرطیکہ رگڑنے کے بعد اس روٹی کو کھائے اور ہمارے بعض مشائخ نے انگلی یا چھری کو روٹی سے رگڑنا مکروہ ہونے کا فتویٰ دیا ہے اگرچہ رگڑنے کے بعد اس روٹی کو کھائے یہ محیط میں ہے اور شیخ علاء الترجمانی نے فرمایا کہ روٹی چھری سے کاٹنا مکروہ ہے اور شیخ ابو الفضل کرمانی و شیخ ابو حامد نے فرمایا کہ مکروہ نہیں ہے یہ قدیہ میں ہے اور یہ مسئلہ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ اگر مکہ کے مثل و روغنی روٹی یعنی دودھ سے گوندھی ہو تو مکروہ نہیں ہے اور کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر ایسی روٹی نہ ہو تو یہ عجمیوں کی عادات میں سے ہے یہ تاتار خانہ میں تیمیہ سے منقول ہے امام ثوری سے دریافت کیا کہ غیر کی روٹی سے (۲) استمداد لینا کیسا ہے فرمایا کہ وہ غیر کا مال ہے اس سے اجازت لینی چاہئے اور اگر بدوں اجازت لیے وبدوں اشارہ کے ایسا کرے تو میں پسند نہیں کرتا ہوں اور جب تک ممکن ہو درخواست اجازت بھی نہ کرے کیونکہ یہ سوال ہے لیکن اگر دونوں میں انبساط ہو تو مضائقہ نہیں ہے یہ ملقط میں ہے پڑوسی لوگ جو باہم ایک دوسرے سے خیر لیا کرتے ہیں اور انکل سے اس کا معاوضہ دے دیا کرتے ہیں تو یہ جائز ہے یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔ مسافروں نے اگر اپنا زاد راہ خلط کر دیا یا ہر ایک نے رفیقوں کی تعداد پر درم دئے اور سب درموں کا کھانا خرید کر سب نے کھایا تو یہ جائز ہے اگرچہ ہر ایک کھانے کی مقدار میں تفاوت ہو کذا فی الوجیز للکوردی۔

بارہوا باب ☆

ہدایا و ضیافات کے بیان میں

ایک شخص نے کسی کو ہدیہ بھیجا یا اس کی ضیافت کی پس اگر اس کا غالب مال حق حلال ہو تو قبول کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے لیکن اگر یہ جانتا ہو کہ یہ ہدیہ یا ضیافت مال حرام سے ہے تو قبول نہ کرے اور اگر غالب مال اس کا حرام ہو تو چاہئے کہ ہدیہ قبول نہ کرے اور طعام ضیافت نہ کھائے لیکن اگر وہ شخص اس کو خبر دے کہ یہ مال حلال ہے کہ میں نے ورثہ میں پایا ہے یا کسی شخص سے قرض لیا ہے تو جائز ہے یہ نیا بیع میں ہے۔ ظالم امیروں کا ہدیہ قبول کرنا نہیں جائز ہے اس واسطے کہ اکثر مال ان کا حرام ہوتا ہے لیکن اگر یہ جانتا ہو کہ اس کا اکثر مال حلال ہے مثلاً یہ امیر صاحب تجارت یا زراعت ہو تو ڈر نہیں ہے کیونکہ لوگوں کا مال قلیل حرام سے خالی نہیں ہوتا ہے پس اعتبار (۳) غالب کا ہے اور یہی حکم ایسے امیروں کے کھانے کا ہے یعنی دعوت قبول کرنے کا یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور ہمارے زمانے کے امیروں کے ہدیہ کا حکم کیا ہے سو شیخ امام ابو بکر محمد بن الفضل بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ شیخ ابو بکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ سے یہ دریافت کیا گیا تھا کہ ہمارے زمانہ کے امیروں کے ہدیہ کا کیا حکم ہے تو فرمایا کہ بیت المال میں رکھنا جائز ہے

۱۔ یعنی اکثر مال اس کا حلال ہے اور کچھ حرام بھی ہے (۱) یعنی جائز ہے یا نہیں ۱۲ (۲) بیت بھرنے میں مدد لینا ۱۲

(۳) یعنی اکثر مال کیسا ہے ۱۲

ایسا ہی امام محمدؒ نے اس پر کبیر میں ذکر فرمایا ہے اور یہ بات شیخ ابو بکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ کے سامنے بھی ذکر کی گئی تھی تو فرمایا کہ میں جانتا تھا کہ مذہب یہی ہے کہ بیت المال میں جمع کیا جائے لیکن میں نے اس روایت پر اس خوف سے فتویٰ نہ دیا کہ بیت المال میں رکھا جائے گا اور حاکم لوگ پھر اس کو اپنی نفسانی خواہشوں و لہو و لعب میں خرچ کریں گے اور یہ بات ہم کو معلوم ہے ہمارے زمانے کے حاکم لوگ بیت المال کو اپنی شہوات کے واسطے رکھتے ہیں (۱) جماعت مسلمین کے واسطے نہیں رکھتے ہیں یہ محیط میں ہے۔ اور فقہ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سلطانی جائزہ قبول کرنے میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ بعضوں نے فرمایا کہ لینا جائز ہے جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ حرام میں سے دیتا ہے امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہیں یعنی لے لیں گے جب تک ہم کو کوئی شے بعینہ حرام معلوم نہ ہو جائے اور یہی قول امام ابو حنیفہؒ وان کے اصحاب کا ہے یہ ظہیر یہ میں ہے اور شرح حیل الخفاف میں شمس الائمہؒ نے ذکر کیا کہ شیخ ابوالقاسم حکیم جائزہ سلطانی لیتے تھے اور ان کا یہ طریقہ تھا کہ اپنی ضرورتوں کے واسطے قرض لیتے تھے پھر سلطانی جائزہ لے کر اس سے اپنا قرضہ ادا کر دیتے تھے اور ایسے مسائل میں حیلہ یہ ہے کہ ادھار خریدے پھر جس مال سے چاہے دام ادا کر دے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ میں نے امام اعظمؒ سے ایسے مسائل کا حیلہ دریافت کیا تو مجھ کو یہی جواب دیا یعنی جو ہم نے ذکر کیا ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور لوگوں کو نہ چاہئے کہ ظالموں کا کھانا کھائیں اس غرض سے کہ ان پر ان کے افعال کی یقین و مرتکبات سے زجر ثابت ہو اگرچہ کھالینا حلال ہے یہ غرائب میں ہے۔

جس شخص پر صدقہ حلال نہیں وہ آگے بانٹنے کی غرض سے بھی صدقہ قبول نہ کرے ☆

شیخ ابو بکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ جس شخص کو صدقہ لینا حلال نہیں ہے اس کے حق میں یہ افضل ہے کہ سلطان سے جائزہ لے کر ایسے لوگوں کو جن کو صدقہ حلال ہے بانٹ دے یا یہ کہ قبول نہ کرے تو فرمایا کہ قبول نہ کرے کیونکہ یہ امر صدقہ لینے کے مشابہ ہے پھر شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا گیا کہ کیا یہ بات نہیں ہے شیخ ابو نصیرؒ نے اسحق بن احمد و اسماعیل کا جائزہ لے لیا ہے تو شیخ نے جواب دیا کہ ہاں لیکن ان دونوں کے پاس ایسا مال بھی تھا جو دونوں نے اپنے باپ سے میراث پایا تھا پھر شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ اگر کسی فقیر نے سلطان سے جائزہ قبول کر لیا باوجود علم اس بات کے کہ سلطان نے اس کو غصب کیا ہے پس آیا اس کو حلال ہے تو فرمایا کہ اگر سلطان نے مال مغضوب دوسرے درموں میں ملا دیا ہے تو کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر بعینہ مال مغضوب بدون غلط کرنے کے اس فقیر کو دے دیا تو نہیں جائز ہے اور فقہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ جواب بنا بر قیاس قول امام اعظمؒ کے تخریج کیا ہے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جو درامہم کسی شخص سے غصب کر لے اگر ان کو دوسرے درموں میں غلط کر دیا تو غاصب ان درموں کا مالک ہو جاتا ہے اور غاصب پر ان کے مثل دوسرے درم مالک کو تاوان دینے واجب ہوتے ہیں اور صاحبین کی اصل پر یہ حکم ہے کہ غاصب ان کا مالک نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ درامہم غصب بعینہ اپنے مالک کی ملک رہتے ہیں پس جواب یہ ہوگا کہ فقیر مذکور کو ایسا جائزہ سلطانی لینا حلال نہیں ہے یہ حاوی میں ہے۔ فتاویٰ اہل سمرقند میں لکھا ہے کہ ایک شخص سلطان کے پاس گیا اور سلطان نے کھانے کی کوئی چیز اس کے سامنے کی پس اگر سلطان نے یہ چیز داموں سے خریدی ہے یا خریدی نہ ہو مگر یہ شخص نہ جانتا ہو کہ یہ چیز بعینہ مغضوب ہے تو اس کا کھانا حلال ہے ایسا ہی مذکور ہے مگر صحیح یہ ہے کہ یہ شخص سلطان کے مال پر نظر کرے کہ غالب مال کیسا ہے اس پر حکم کی بنا رکھے کذا فی اند خیرہ یعنی اگر غالب مال سلطان حلال ہو تو کھالے ورنہ کھانا نہ چاہئے لہذا فہمہ المتزجم۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر زید پر عمرو کا قرضہ آتا ہو تو زید کو عمرو کی دعوت قبول کرنے میں ڈر نہیں ہے اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہ جواب حکماً ہے اور دیانت کی راہ سے یہ افضل ہے

جائزہ صلوٰۃ بخشش و مراد یہ ہے کہ جو بطور عطیہ کے دیا جائے ۱۲ منہ (۱) بلکہ جماعہ مسلمین کا اس میں حق بھی نہیں جانتے ہیں ۱۲ منہ

کہ اگر قرض خواہ کو معلوم ہو کہ قرضہ کی وجہ سے دعوت کرتا ہے یا اس کے نزدیک شبہ ہو صاف معلوم نہ ہو تو دعوت قبول نہ کرے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اشتباہ کی حالت میں جہی پر ہیز کرنا چاہئے کہ جب یہ دیکھے کہ قرض لینے سے پہلے مثلاً ہر بیس دن بعد دعوت کیا کرتا تھا اور بعد قرض لینے کے اس نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ہر دس روز بعد دعوت کرنے لگایا کھانوں کے اقسام میں بڑھا کر کئی رنگ کا کھانا کر دیا اور اگر بعد قرض لینے کے بھی اس نے وہی طریقہ رکھا کہ بیس روز بعد دعوت کرتا رہا یا کھانوں میں کچھ نہ بڑھایا تو پرہیز نہ کرے لیکن اگر وہ صاف ظاہر کر دے کہ میں قرض کی وجہ سے دعوت کرتا ہوں تو پرہیز کرنا^(۱) واجب ہے یہ محیط میں ہے۔ دعوت قبول کرنے میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ واجب ہے اس کا ترک کرنا روا نہیں ہے اور عامہ مشائخ نے فرمایا کہ سنت ہے اور افضل یہ ہے کہ قبول کرے اگر دعوت ولیمہ ہو اور اگر ولیمہ نہ ہو تو اس کو اختیار ہے مگر قبول کر لینا افضل ہے کیونکہ قبول کرنے میں مؤمن کے دل کو خوشی پہنچانا ہے یہ تمر تاشی میں ہے اگر کسی دعوت میں بلایا جائے تو واجب ہے کہ قبول کرے اور واجب جہی ہے کہ جہاں دعوت ہے وہاں کچھ بدعت و معصیت نہ ہو اور اگر قبول کرنے سے انکار کیا تو گنہگار ہوگا اور ہمارے زمانے میں اسلم طریقہ یہ ہے کہ قبول کرنے سے انکار کرے لیکن اگر یقیناً جانتا ہو کہ وہاں کچھ بدعت و معصیت نہیں ہے تو قبول کرنا اسلم ہے یہ^(۲) نیا بیع میں ہے۔ علم العلماء الشیخ علاء الدین سمرقندی نے فرمایا کہ جو شخص ایسی دعوت میں مبتلا ہو جس میں حرام کا شبہ ہے تو حیلہ یہ ہے کہ صاحب ضیافت سے کہے کہ تو یہ مال فلاں فقیر کی ملک کر دے پس جب اس نے فلاں فقیر کی ملک کر دیا تو وہ فقیر کی ملک ہو گیا اور جب فقیر کی ملک ہو تو جائز ہے کہ وہ دوسرے کی ملک کر دے اور یہ جو جامع صغیر میں مذکور ہے کہ فقیر کا مال کھانا مکروہ ہے اس سے یہ مراد ہے کہ جو مال اس نے صدقہ سے حاصل کیا ہے اس کا کھانا مکروہ ہے نہ یہ کہ جو مال فقیر نے دوسرے طور سے حاصل کیا ہے وہ مکروہ ہے یہ جو اہر الفتاویٰ میں ہے آدمی کو چاہئے کہ جو فاسق اعلان کے ساتھ فسق کرتا ہو اس کی دعوت قبول نہ کرے تاکہ وہ جان لے کہ تو اس کے فسق سے راضی نہیں ہے اس طرح جس کا غالب مال حرام ہو اس کی دعوت بھی قبول نہ کرے جب تک وہ آگاہ نہ کرے کہ یہ مال دعوت حق حلال ہے اور اگر بالعکس ہو یعنی غالب مال حلال ہو تو قبول کرے جب تک اس کے نزدیک ظاہر نہ ہو کہ یہ حرام ہے یہ تمر تاشی میں ہے اور روضہ میں لکھا ہے کہ فاسق کی دعوت قبول کرے مگر پرہیز گاری یہ ہے کہ قبول نہ کرے اور جو شخص زمین کو مزارعت پر لیتا ہے یا دیتا ہے اس کی نسبت^(۳) بھی یہی حکم ہے یہ وجہ زکری میں ہے۔

سود خوار یا حرام کمائی والے نے کسی کو ہدیہ بھیجا یا ضیافت کی اور اس کا اکثر مال حرام ہے تو قبول نہ کرے اور نہ کھائے جب تک کہ وہ خبر نہ کرے کہ اس مال کی اصلیت حلال ہے کہ میں نے ورثہ میں پایا ہے یا قرض لیا ہے اور اگر اس کا غالب مال حلال ہو تو اس کے ہدیہ قبول کرنے و دعوت کھانے میں ڈر نہیں ہے یہ ملقط میں ہے اور دعوت عامہ مثل دعوت عرس یعنی طعام ولیمہ و ختنہ وغیرہ سے تکلف کرنا نہ چاہئے یعنی انکار نہ کرے اور جب اس نے قبول کر لی اور چلا گیا تو حق واجب ادا کر دیا خواہ کھائے یا نہ کھائے پس اگر نہ کھایا تو ڈر نہیں ہے اور افضل یہ ہے کہ کھائے اگر روزہ دار نہ ہو یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر ایک شخص دعوت ولیمہ میں بلایا گیا اور اس نے وہاں گانا کسی قسم کا لہو پایا تو بیٹھ کر کھانے میں ڈر نہیں ہے پس اگر ان لوگوں کی ممانعت کی قدرت رکھتا ہو تو منع کرے اور اگر نہ قدرت رکھتا ہو تو صبر کرے اور یہ حکم ایسے شخص کے واسطے ہے جو مقتدی نہ ہو یعنی لوگ اس کی پیروی نہ کرتے ہوں اور اگر ایسا ہو کہ لوگ دینی باتوں میں اس کی پیروی کرتے ہیں اور وہ ان لوگوں کے منع کرنے پر قادر نہ ہو تو وہ مجلس سے نکل جائے وہاں نہ بیٹھے اور اگر ایسا فعل

۱۔ جیسے اس زمانے کی دعوتیں کہ اکثر ان مکروہات سے خالی نہیں ہوتی ہیں ۱۲ ج یعنی باہم بٹائی پر ۱۲

(۱) دعوت قبول کرنا سنت ہے ۱۳ (۲) یعنی واجب ہے ۱۲ (۳) اس کی دعوت کی نسبت

ممنوع دسترخوان پر ہوتا ہو تو بیٹھنا نہ چاہئے اگرچہ ایسا شخص نہ ہو کہ لوگ دین میں اس کی پیروی کرتے ہوں اور یہ سب اس صورت میں کہ اس کو وہاں حاضر ہو جانے کے بعد معلوم ہوا ہو اور اگر حاضر ہونے سے پہلے ایسا معلوم ہو گیا ہو تو حاضر نہ ہو۔ کیونکہ اس پر حق دعوت لازم نہیں ہوا بخلاف اس کے جب کہ وہ ناگاہ وہاں چلا گیا اور اس کے سامنے یہ معاملہ ظاہر ہوا تو ایسا نہیں ہے کیونکہ حق دعوت اس پر لازم ہو چکا ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اگر ایک شخص مقتدی ہو کہ لوگ دین میں اس کی پیروی کرتے ہوں اور وہ لوگوں کے نزدیک محترم ہو یہ جانتا ہو کہ جب میں جاؤں گا تو لوگ اس فعل ممنوع کو ترک کر دیں گے تو اس پر جانا واجب ہے ورنہ نہ جائے یہ ترمناشی میں ہے۔ ایک شخص نے بوجہ قرابت یا ولیمہ کے دعوت کی مجلس قرار دی یا فسق و فجور کے واسطے مجلس جمائی اور ایک مرد صالح کو ولیمہ کے واسطے بلایا تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر یہ شخص ایسا ہو کہ اس کے انکار کرنے پر وہ لوگ اپنے فسق سے باز رہیں تو اس کو دعوت قبول کرنا مباح نہیں ہے بلکہ اس پر واجب ہے کہ قبول نہ کرے کیونکہ یہ نہیں منکر ہے اور نہ ہی از منکر واجب ہے اور اگر یہ شخص ایسا نہ ہو کہ اس کے انکار سے وہ لوگ اپنے فسق سے باز رہیں تو کچھ ڈر نہیں ہے کہ دعوت قبول کرے اور کھانا کھائے اور ان کے فسق و فجور کا بطور وعظ ذکر کرے کیونکہ یہ اجابت دعوت ہے اور اجابت دعوت واجب ہے یا مندوب ہے پس ایسے فعل ممنوع کی وجہ سے جو اس دعوت میں ہو انکار نہ کرے اور ولیمہ سنت ہے اور اس میں ثواب عظیم ہے اور ولیمہ اس کو کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص نکاح کر کے لائے اور اپنی جوڑو کے ساتھ سوئے تو چاہئے کہ اپنے پڑوسیوں و قرابت داروں و دوستوں کو بلائے اور جانور ذبح کر کے ان کے واسطے کھانا پکائے اور جب وہ ضیافت تیار کرے تو ان لوگوں کو چاہئے کہ اس کی دعوت قبول کریں اور اگر نہ مانیں گے تو گنہگار ہوں گے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے دعوت قبول نہ کی اس نے اللہ تعالیٰ و اس کے رسول کی نافرمانی کی پس اگر روزہ دار ہو تو دعوت میں جائے مگر نہ کھائے اور دعا کرے اور اگر روزہ دار نہ ہو تو کھائے اور دعا کرے اور اگر نہ کھایا تو گنہگار و جفا کار ہو گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اس میں ڈر نہیں ہے کہ جس روز نکاح کر کے لایا اور سویا ہے اس روز دعوت کرے یا اس کے دوسرے روز یا تیسرے روز دعوت کرے پھر عرس و ولیمہ عرس جاتا رہتا ہے کذا فی الظہیر یہ یعنی تین روز تک تو حکم عرس باقی رہتا ہے اور دعوت ولیمہ ہو سکتی ہے پھر نہیں ہوتی ہے لہذا زعم المہتر جم اور جن لوگوں کے یہاں موت ہو گئی ہو تو اول روز ان کے یہاں کھانا لے جانا اور ان کے ساتھ کھانا سنا جائز ہے کیونکہ وہ لوگ تجہیز و تکفین میں مشغول ہوتے ہیں اور اس کے بعد پھر مکروہ ہے یہ تاتار خانہ میں ہے اور ایام مصیبت و موت میں تین روز تک ضیافت کرنا مباح نہیں اور اگر تیار کی تو اس میں سے کھانے میں ڈر نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر اہل مصیبت نے فقیروں کے واسطے کھانا تیار کیا تو بہتر ہے بشرطیکہ سب وارث بالغ ہوں اور اگر وارثوں میں سے کوئی نابالغ ہو تو ترکہ میں سے فقیروں کے واسطے کھانا کرنا جائز نہیں ہے یہ تاتار خانہ میں ہے۔ اگر ایک شخص دعوت کے دسترخوان پر بیٹھا اور اس نے کھانے میں سے کچھ نکال کر غیر شخص کو دیا پس اگر جانتا ہے کہ صاحب دعوت اس پر راضی نہ ہوگا تو اس کو دنیا حلال نہیں ہے اور اگر جانتا ہے کہ راضی ہوگا تو دینے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر اس کے نزدیک مشتبہ ہو تو از خود لے اور نہ کسی کے مانگنے سے دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کھانے والے دو دسترخوانوں پر ہوں تو ایک دوسرے کو کچھ نہ دے لیکن اگر اس بات پر یقین ہو کہ صاحب دعوت اس پر راضی ہوگا تو مضائقہ نہیں ہے اور کتاب الہیۃ میں مذکور ہے کہ ایک دعوت میں چند دسترخوان بچھائے گئے ہیں پس ایک دسترخوان والوں میں سے کسی شخص نے دوسرے دسترخوان والے کو یا اسی دسترخوان والے کو کچھ دے دیا تا کہ کھائے تو یہ جائز ہے یہ ملقط میں ہے۔ اگر مہمان

۱۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ حدیث سے حکم نکال کر بطور روایت بالمعنی ذکر کیا ورنہ اس عبارت سے حدیث نہیں معلوم ہوئی اگرچہ دعوت قبول کرنے میں اجادیت صمیمہ میں تاکید آئی ہے فاسقم ۱۲ منہ

۲۔ جائز سے مراد مسنون ہے یا تو طیبہ بیان کراہت ہے ۱۲

نے کھانے میں کچھ کھانا دوسرے مہمان کو جو اسی دسترخوان پر اس کے ساتھ مہمان ہے دیا تو مشائخ رحمہ اللہ نے اس میں اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ اس کو ایسا کرنا حلال نہیں ہے اور جس نے لیا ہے اس کو کھانا حلال نہیں ہے بلکہ لے کر اسی دسترخوان پر رکھ دے پھر دسترخوان سے کھائے اور اکثر مشائخ نے اس کو جائز رکھا ہے کیونکہ مہمان مذکور ایسے فعل کے واسطے عادیۃً ماذون ہے اور جو شخص دسترخوان پر ہو اس کو یہ جائز ہے کہ جو شخص وہاں کسی آدمی کو بلانے آیا اور کسی کام کو آیا ہے اس کو کھانے میں سے کچھ دے دے کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور صحیح اس باب میں یہ ہے کہ عرف عادت کی طرف نظر کرے دوستی و محبت پر حکم نہ لگائے کذا فی النیایع۔ اسی طرح صاحب دعوت کے فرزند یا اس کے غلام و اس کے کتے و بلی کو نہ دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر مہمان دسترخوان پر سے مالک مکان یا غیر کی بلی کو نوالہ روٹی یا تھکے بوٹی یعنی قلیل دے دے تو استحساناً جائز ہے کیونکہ عادیۃً اس کی اجازت ہے اور اگر مہمانوں کے پاس مالک مکان یا غیر کا کتا ہو تو مہمان کو گنجائش نہیں ہے کہ بدوں اجازت مالک مکان کے کچھ روٹی یا گوشت دے دے کیونکہ عادیۃً ایسی اجازت نہیں ہے اور اگر ہڈی یا جلی ہوئی روٹی دے دے تو دے سکتا ہے یہ ظہیر یہ و ذخیرہ و کبریٰ میں ہے۔ ایک شخص نے چند لوگوں کو دعوت کے واسطے بلایا اور کئی دسترخوان بچھا کر ان لوگوں کو علیحدہ علیحدہ بٹھایا تو ایک دسترخوان والوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ دوسرے دسترخوان سے کوئی چیز اٹھا کر کھائے اس واسطے کہ صاحب دعوت نے ہر خوان والے کے واسطے وہی کھانا مباح کیا ہے جو اس کے دسترخوان پر ہے نہ دوسرے دسترخوان کا اور فقیہ ابواللیث نے فرمایا کہ قیاساً یہی حکم ہے مگر استحساناً یہ حکم ہے کہ اگر کسی ضیافت کے دوسرے دسترخوان والے کو دے دیا تو جائز ہے اور اگر بعض خادموں کو جو وہاں خدمت کر رہے تھے کچھ دے دیا تو بھی استحساناً جائز ہے اسی طرح اگر مہمان نے دسترخوان پر سے ذرا سی روٹی یا تھوڑا گوشت رکھ لیا تو بھی استحساناً جائز ہے اور اگر بگڑا کھانا یا جلی روٹی دے دی تو بالاتفاق جائز ہے کیونکہ ایسی اجازت اس کے واسطے ثابت ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ زلہ ربائی یعنی دسترخوان پر سے کچھ کھانا اٹھا کر گھر لے جانا بلا خلاف حرام ہے لیکن اگر مضیف یعنی میزبان یعنی صاحب دعوت کی طرف سے اجازت و اطلاق حاصل ہو تو مضائقہ نہیں ہے یہ خواہرا خلاطی میں ہے۔

مہمان پر چار اشیاء واجب ہیں ☆

ایک شخص اپنے اہل و عیال کے ساتھ روٹی کھایا کرتا ہے اور روٹی کے ٹکڑے بچ رہتے ہیں پس جمع ہو کر بہت سے ٹکڑے ہو گئے اور اس کے اہل و عیال ان ٹکڑوں کی خواہش نہیں رکھتے ہیں تو اس کو اختیار ہے کہ مرغی و بکری و گائے وغیرہ کو کھلائے اور یہ افضل ہے اور یہ نہ چاہئے کہ ان ٹکڑوں کو نہر میں یا راہ میں ڈال دے لیکن اگر چیونٹیوں کے واسطے راہ میں ڈالے تاکہ چیونٹیاں کھا جائیں تو جائز ہے ایسا ہی سلف رحمہم اللہ نے کہا ہے یہ ظہیر یہ میں ہے اور کسی کو روا نہیں ہے کہ مجنوں کو مردار کھلائے ہاں بلی کو کھلائے تو روا ہے اور اگر روٹی یا طعام نجس ہو جائے تو جائز نہیں ہے کہ نابالغ یا معتوہ کو یا ایسے جانور کو جس کا گوشت کھایا جاتا ہے کھلائے اور ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ مردار سے کسی طرح انتفاع جائز نہیں ہے اور نہ مردار کو سیکھے ہوئے کتے و بازو جرحہ وغیرہ شکاری جانوروں کو کھلائے یہ قبیح میں ہے۔ اور مہمان کے واسطے یہ مستحب ہے کہ جہاں بٹھایا جائے وہاں بیٹھے اور فقیہ ابواللیث نے فرمایا کہ مہمان پر چار چیزیں واجب ہیں اول جہاں بٹھایا جائے وہاں بیٹھے دوم جو کھانا اس کے سامنے پیش کیا جائے اس پر راضی ہو۔ سوم بدوں اجازت مالک مکان کے نہ اٹھے چہارم جب نکلے تو اس کے واسطے دعا کرے اور میزبان کے حق میں مستحب ہے کہ بدوں الحاج کے کبھی کبھی کہے کہ اور کھاؤ اور مہمانوں کے سامنے کثرت سے خاموشی اختیار نہ کرے اور مہمانوں کی نظروں سے غائب نہ ہو جائے اور خادموں پر مہمانوں کے

یعنی حاجت سے فاضل میں صدقہ مستحب ہے اور ابتدائے اسلام میں فاضل کو صدقہ کرنا واجب تھا پھر زکوٰۃ سے منسوخ ہوا وھوالا ص ۱۲

سامنے غصہ نہ کرے اور مہمانوں کی مہمانداری کی وجہ سے اہل و عیال کے روزینہ میں تنگی نہ کرے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ افضل یہ ہے کہ پہلے اپنی ذات پر خرچ کرے پھر اپنے عیال پر اور جو فاضل بچے اس کو صدقہ کر دے اور فاسق کو اس کی قوت سے زیادہ نہ دے یہ تاتار خانہ میں ہے۔ کھاتے وقت سکوت کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ مجوسیوں کی مشابہت ہے کذا فی السراجیہ اور کھانے کے وقت ساکت نہ رہے لیکن جو باتیں کرے وہ نیک باتیں و نیکیوں کی حکایتیں ہوں یہ غرائب میں ہے۔

قال المترجم ☆

ایسی باتیں جس سے انسان کسی فکر میں پڑ جائے یا کھانے سے بالکل کسی دوسری طرف مشغول ہو جائے اس سے اچھو ہو جاتا ہے۔ کذا قال الاطباء فالوجه فی الکراہیۃ علی التفصیل فوق ما فصولہ قائل۔ اور میزبان دعوت کرنے والے کو چاہئے کہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام کی عادت شریف کی پیروی کر کے خود مہمانوں کی خدمت کرے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر تو نے چند لوگوں کو دعوت میں بلایا پس اگر تھوڑے لوگ ہوں اور تو بھی ان کے ساتھ بیٹھ گیا تو ڈر نہیں ہے کیونکہ دسترخواں پر تیرا ان کی خدمت کرنا مروت کی بات ہے اور اگر بہت لوگ ہوں تو ان کے ساتھ بیٹھ بلکہ خود ان کی خدمت کر اور مہمانوں کے سامنے خادم پر غصہ نہ کر اور یہ نہ چاہئے کہ ان کے ساتھ ایسا شخص بٹھلائے جو ان پر گراں گذرے اور جب مہمان لوگ کھانے سے فراغت پائیں اور اجازت مانگیں تو ان کو روکنا نہ چاہئے اور جب قوم میں سے چند لوگ آگئے اور تھوڑے لوگوں نے دیر کی تو جو لوگ پہلے آگئے ہیں ان کے مقدم کرنے کا استحقاق ہے یہ نسبت ان لوگوں کے جو پیچھے رہ گئے ہیں اور صاحب دعوت کو چاہئے کہ جب تک پہلے ہاتھ دھونے کو پانی نہ لائے تب تک پہلے ہی سے کھانا لا کر پیش نہ کرے اور قیاس یہ ہے کہ جو شخص آخر مجلس میں بیٹھا ہے اس سے ہاتھ دھولانا شروع کرے اور اخیر میں اس شخص کے ہاتھ دھولائے جو صدر نشین ہے لیکن لوگوں نے استحساناً یہ طریقہ رکھا ہے کہ پہلے جو شخص صدر نشین ہے اس کی طرف سے ہاتھ دھولانا شروع کرتے ہیں پس اگر ایسا کیا تو ڈر نہیں ہے اور جب کھانے کے بعد مہمانوں کے ہاتھ دھولانے چاہئے تو مشائخ نے فرمایا کہ ہر بار طشت کا پانی پھینکنا مکروہ ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اس میں کچھ ڈر نہیں ہے اس واسطے کہ جب چکنائی طشت میں چھٹ کر گری تو بسا اوقات دھولانے میں اس کی چھینٹ اڑ کر کپڑے پر پڑتی ہیں پس اس کے کپڑے خراب ہوں گے اور اگلے وقت کے لوگوں کا کھانا اکثر روٹی و چھوڑے ہوتے تھے یا کم چکنائی کا ہوتا تھا اور اس زمانے میں طرح طرح کے کھانے و سالن ہوتے ہیں جن کو وہ کھاتے ہیں اور ہاتھوں میں چکنائی بھر جاتی ہے پس طشت کا پانی ہر بار پھینکنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور فقیہ ابواللیث نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے دانتوں میں خلال کی پس جو کچھ دانتوں سے نکل کر زبان پر رہا پس اگر اس نے نکل لیا تو جائز ہے اور اگر پھینک دیا تو جائز ہے اور ریحان و آس و انار کی لکڑی سے خلال کرنا مکروہ ہے اور سیاہ^(۱) بید کی لکڑی کا خلال مستحب ہے اور یہ نہ چاہئے کہ خلال اور جو کچھ دانتوں سے نکلا ہے وہ لوگوں کے قریب پھینکے اس واسطے کہ اس سے ان کے کپڑے خراب ہوں گے بلکہ یہ چاہئے کہ اپنے پاس رکھے پس جب ہاتھ دھونے کے لیے طشت آئے تو اس میں ڈال دے پھر ہاتھ دھوئے کہ یہ فعل عمدہ اخلاق میں سے ہے یہ تاتار خانہ میں بستان سے منقول ہے۔

۱۔ یا لہاء کا قول ہے لہذا مسئلہ میں زیادہ تفصیل کی ضرورت ہے ۱۲ (۱) ان کے دیار کے موافق ہے ۱۲

نیرھولہ باب ☆

درم و شکر لٹانے اور لوٹے ہوئے مال کے اور جو چیز اس کا مالک پھینک دے اس کے

لینے کے بیان میں

فتاویٰ اہل سمرقند میں لکھا ہے کہ جب لٹانے والے نے لوٹنے کی اجازت دے دی تو لوٹ لینا جائز ہے۔ اگر کسی شخص نے کچھ شکر و کچھ درم چند لوگوں کے سامنے رکھے اور کہا کہ جو چاہے اس میں سے لے لے یا یوں کہا کہ جو شخص اس میں سے جو کچھ (۱) لے وہ اس کی ہوگی پس جس نے اس میں سے کچھ لیا وہ اسی کا ہو جائے گا اور دوسرے کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ لینے والے سے لے لے یہ ذخیرہ میں ہے۔ جن درموں و دیناروں و پیسوں پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہو ان کا لٹانا بعض مشائخ کے نزدیک مکروہ ہے اور بعض کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور یہی صحیح ہے کذا فی جواہر الاخلاطی۔

قال المترجم ☆

ہمارے زمانہ میں صحیح یہ ہے کہ مکروہ ہے اور یہی حکم کلمہ کے روپیہ وغیرہ کا ہے واللہ اعلم۔ اور جن درموں و دیناروں و پیسوں پر کلمہ شہادت لکھا ہو ان کے لٹانے میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے اس کو مکروہ نہیں جانا ہے اور یہی صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور دعوت و نکاح میں شکر و درم لٹانے میں ڈر نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اگر شکر لٹانے کے واسطے پھینکی گئی اور ہنوز موجود لوگوں نے اس کو لوٹا نہ تھا کہ ایک شخص آیا جو لٹانے کے وقت موجود نہ تھا اور اس نے بھی لوٹنی چاہی تو مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ اس کو لوٹ لینے کا اختیار ہے اور فقیہ ابو جعفرؒ نے فرمایا کہ نہیں اختیار ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر شکر لٹانے کے واسطے پھینکی گئی اور وہ کسی شخص کے دامن یا آستین میں گری اور غیر شخص نے لے لی تو لینے والے کی ہوگی یہ متقی میں ہے اور یہی مسئلہ فتاویٰ اہل سمرقند میں لکھا ہے اور جواب میں تفصیل ہے یعنی یوں بیان فرمایا کہ اگر اس نے اپنا دامن یا آستین اس واسطے پھیلائی تھی کہ اس میں شکر گرے تو جس نے نکال لی ہے وہ نہیں لے سکتا ہے اس کی نہ ہوگی بلکہ دامن و آستین والے کو اس سے واپس لینے کا (۲) اختیار ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر نکاح میں شکر لٹائی گئی اور وہ کسی شخص کی گود میں گری اور دوسرے نے لے لی تو جائز ہے بشرطیکہ اس نے اپنی گود شکر لینے کے واسطے نہ پھیلائی ہو اور اگر ایک شخص نے لوٹ کی چیز اپنے ہاتھ میں لی پھر اس کے ہاتھ سے چھوٹ پڑی اور دوسرے نے اٹھائی تو وہ چیز پہلے والے کی ہوگی یہ نیا بیج میں ہے۔ اگر ایک شخص جامع مسجد کی مقصورہ میں گیا اور اس میں شکر رکھی پائی تو اس کا لے لینا جائز ہے مگر فقیہ ابو جعفرؒ نے فرمایا کہ نہیں۔

قال المترجم ☆

وہ واضح نے زمانہ اور اگر سوق فائید میں گذرا اور وہاں شکر پائی تو نہیں لے سکتا ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ فتاویٰ ابواللیث میں ہے کہ اگر زید نے عمرو کو دواہن پر لٹانے کے واسطے شکر یا درم دیے اور عمرو نے چاہا کہ اس میں سے کچھ اپنے واسطے رکھ لے تو درموں کی صورت میں اس کو یہ اختیار نہیں ہے اور یہ بھی اختیار نہیں ہے کہ عمرو یہ درم مثلاً خالد کو دے دے کہ وہ لٹا دے اور خود عمرو لوٹنے والے کے ساتھ لوٹے اور شکر کی صورت میں اس کو اختیار ہے کہ جس قدر عادت کے موافق لوگ رکھ لیتے ہیں اس قدر لے لے ایسا ہی مختار

۱۔ یہی ہمارے زمانہ میں صحیح ہے ۱۲ (۱) قال المترجم یعنی جو شخص تم سے ۱۲ (۲) یہی صحیح ہے ۱۲

فقہ ابو اللیث سے بیان کیا گیا ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اس کو یہ اختیار نہیں ہے اور فقہ ابو اللیث نے فرمایا کہ عمرو کو یہ بھی اختیار ہے کہ یہ شکر خالد کو دے دے تاکہ وہ لٹا دے اور خود عمرو لوٹنے والوں کے ساتھ لوٹے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ درموں کے مانند شکر میں بھی اس کو یہ اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔

☆☆

نوادر ابن سماعہ میں ایام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ ایک شخص کا گدھا مر گیا اس نے راہ میں ڈال دیا پھر ایک شخص نے آکر اس کی کھال کھینچ لی پھر گدھے کا مالک آیا تو اس کو کھال لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی اور اگر اس نے مردہ گدھے کو راہ میں نہ ڈالا ہو بلکہ کسی شخص نے مالک کے گھر میں سے لے کر اس کی کھال کھینچی ہو تو مالک کو اختیار ہے کہ اس سے کھال لے لے اور جس قدر دباغت سے اس میں زیادتی ہوگئی ہو اس قدر دے دے اور یہی امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ بکری کے مالک نے مردار بکری پھینک دی پھر ایک شخص نے آکر اس کی صوف و کھال لے لی اور دباغت کر ڈالی تو یہ کھال اسی کی ہو جائے گی پھر اس کے بعد اگر مالک آیا تو اس کو کھال واپس لینے کا اختیار ہے مگر دباغت سے اس میں کچھ زیادتی ہوگئی ہے وہ واپس دے پس بکری کے مسئلہ کا حکم گدھے سے مخالف ہے اور جائز ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک مسئلہ دوسرے پر قیاس کیا جائے پس ہر ایک مسئلہ میں دو روایتیں ہو جائیں گی یہ محیط میں ہے۔ اگر فالیز کے پھل توڑ لئے گئے اور کچھ بقیہ بچ گیا اس کو لوگوں نے لوٹ لیا پس اگر مالک نے اسی واسطے چھوڑ دیا ہو کہ لوگ لے جائیں تو اس میں ڈر نہیں ہے اور یہ مسئلہ بمنزلہ اس کے ہوا کہ ایک شخص اپنی کھیتی اٹھالے گیا اور کچھ بالیاں باقی رہ گئیں پس اگر اس نے عادت کے موافق لوگوں کے لے جانے کے واسطے چھوڑ دی ہوں تو لے جانے میں ڈر نہیں ہے اسی طرح اگر ایک شخص نے زراعت کے واسطے زمین کرایہ پر لی اور کھیتی بوئی پھر اپنی کھیتی اٹھالے گیا اور کچھ بقیہ چھوٹ رہا جیسا کہ لوگ عادت کے موافق چھوڑ جاتے ہیں پھر مالک زمین نے اس کو سینچا اور اس کے سینچنے سے کھیتی اُگتی تو وہ سب مالک زمین کی ہوگی یہ تاتار خانہ میں ہے۔

جمودھو (۶) باب ☆

زمیوں اور ان احکام کے بیان میں جو ذمیوں کی طرف عود کرتے ہیں

اگر ذمی لوگ مسجد الحرام یا باقی مساجد میں جائیں تو کچھ ڈر^(۱) نہیں ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ تیمیہ میں لکھا ہے کہ مسلمان کو بیعہ و کنیسہ میں جانا مکروہ ہے اور کراہت اس راہ سے نہیں ہے کہ مسلمان کو اس کے اندر داخل ہونے کا استحقاق نہیں ہے بلکہ اس راہ سے مکروہ ہے کہ وہاں مجمع شیطاٹین ہوتا ہے یہ تاتار خانہ میں ہے۔ ذمیوں نے شہر کے اندر مسلمانوں سے ایک دار خرید کر اس کو مقبرہ بنایا تو شیخ نے جواب دیا کہ جب ذمی لوگ اس دار کے مالک ہو گئے تو ان کو اختیار ہے جو چاہیں کریں اگر چہ پڑوسیوں کے حق میں مضر ہو بخلاف اس کے اگر انہوں نے دار مذکور کو بیعہ یا کنیسہ یا تشکدہ بنایا تو شہر میں یہ اختیار ان کو حاصل نہ ہوگا یہ خزائنہ الفتاویٰ میں ہے۔ نصرانی کے ہاتھ زنا رہنے والے اور مجوسی کے ہاتھ قلعہ و نیچے میں ڈر نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ شیخ ابو بکرؒ سے دریافت کیا گیا کہ ذمیوں سے یہ عہد لیا جائے کہ وہ لوگ کسبہ باندھا کریں۔

قال المترجم ☆

کسبہ ایک موٹا ڈورا ہوتا ہے کہ ذمی اہل کتاب لوگ کپڑوں کے اوپر مثل زنا کے باندھتے ہیں کذا فی الملتحہ تو ایک دفعہ شیخ

بشرطیکہ نجاست سے پاک ہوں اور اس زمانہ میں جو تاپہن کر نہ جائیں یہی صحیح ہے (۱) اس میں امام مالک کا خلاف ہے ۱۲

رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ یہ عہد نہ لیا جائے گا اور ایک دفعہ یوں جواب دیا کہ اگر وہ لوگ بہت ہوں تو ان سے یہ عہد لیا جائے گا تا کہ پہچان پڑیں یہ حاوی میں ہے۔ جو شخص مقتدی (۱) مشہور ہو اس کو اہل باطل و شر میں سے کسی شخص سے زیادہ اختلاط کرنا (۲) مکروہ ہے الا بقدر ضرورت روا ہے کیونکہ اس بطلان شریر کی بات لوگوں کی نظر میں باعظمت ہوگی اور اگر کوئی شخص معروف نہ ہو اور وہ اس مشرک و شریر کے پاس اس غرض سے زیادہ جاتا آتا ہے کہ بدوں گناہ کے اپنی ذات سے ظلم دفع کرے تو کچھ ڈر نہیں ہے یہ ملقط میں ہے قدوریؒ نے فرمایا ہے کہ اگر مسلمان کے پاس نصرانیہ عورت ہو تو مسلمان کے گھر میں صلیب نصب نہ کرے مگر اس کے گھر میں جہاں چاہئے نماز پڑھ سکتی ہے یہ محیط میں ہے۔ امام ابو یوسفؒ کی کتاب الخراج میں ہے کہ مسلمان کو اختیار ہے کہ اپنی کتابیہ باندی کو جنابت سے غسل کرنے کا حکم کرے اور اس پر اس کام کے واسطے جبر کرے اور مشائخ نے فرمایا کہ واجب ہے کہ آزاد کتابیہ عورت کا بھی حکم اسی قیاس پر ہو یہ تا تاریخانیہ میں تیمیہ سے منقول ہے اور امام محمدؒ سے مروی ہے کہ فرمایا کہ میں کسی مشرک کو نہ چھوڑوں گا کہ بربط بجایا کرے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ جن باتوں سے مسلمان کو منع کروں گا ان سب باتوں سے مشرک کو بھی منع کروں گا سوائے شراب و سور کے یہ ملقط میں ہے۔

امام محمدؒ نے فرمایا کہ مشرکوں کے برتنوں میں قبل دھونے کے کھانا پینا مکروہ ہے و باوجود اس کے اگر دھونے کے پہلے ان کے برتن میں کھایا پیا تو جائز ہے اور حرام کھانے والا یا پینے والا اقرار نہ دیا جائے گا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ برتن کو یہ نہ جانتا ہو کہ نجس ہے اور اگر جانتا ہو تو دھونے سے پہلے اس میں کھانا پینا جائز نہیں ہے اور اگر کھایا پیا تو حرام کھانے والا اور پینے والا اقرار دیا جائے گا یہ مسئلہ مرغی کے جھوٹے کی نظیر ہے کہ جب یہ جانتا ہو کہ مرغی کی چونچ میں نجاست لگی تھی تو اس کے جھوٹے پانی سے وضو جائز نہیں ہے اور مشرکوں کا پانچامہ پہن کر نماز پڑھنے کا ویسا ہی حکم ہے جو ان کے برتنوں میں کھانے پینے کا حکم بیان ہوا ہے یعنی اگر یہ جانتا ہو کہ ان کے پانچامہ نجس ہیں تو اس سے نماز جائز نہ ہوگی اور اگر نجاست نہ جانتا ہو تو مکروہ ہے لیکن اگر پڑھ لی تو جائز ہو جائے گی اور یہود و نصاریٰ کا طعام تناول کرنے میں خواہ ذبیحہ ہو یا اور کسی قسم کا کھانا ہو کچھ ڈر نہیں ہے اور خواہ یہودی یا نصرانی اہل حرب میں سے ہو یا غیر اہل حرب میں سے ہو حکم جواز یکساں ہے اور خواہ یہودی و نصرانی بنی اسرائیل میں سے ہو یا غیر بنی اسرائیل سے ہو جیسے نصاریٰ عرب اور مجوسیوں کے کھانے میں ڈر نہیں ہے سب طعام ان کا جائز ہے سوائے ذبح کے کہ ان کا ذبیحہ حرام ہے اور امام محمدؒ نے یہ ذکر نہ فرمایا کہ مجوسی وغیرہ کسی مشرک کے ساتھ کھانا کیسا ہے اور حاکم عبد الرحمن کا تب رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اگر کوئی مسلمان اس میں ایک دو بار مبتلا ہو جائے تو کچھ ڈر نہیں ہے لیکن اس پر مداومت کرنا مکروہ ہے یہ محیط میں ہے اور قاضی امام رکن الاسلام علی سغدیؒ نے فرمایا کہ اگر مجوسی کھاتے وقت زحر مہ نہ کرتا ہو تو اس کے ساتھ کھانے میں ڈر نہیں ہے اور اگر زحر مہ کرتا ہو تو اس کے ساتھ نہ کھائے کیونکہ کفر و شرک ظاہر کرتا ہے اور جس وقت کفر و شرک ظاہر کرتا ہے اس کے ساتھ نہ کھائے اور ذمی کی ضیافت قبول کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اگرچہ دونوں میں سوائے شناسائی کے کچھ نہ ہو یہ ملقط میں ہے۔ اور تفاریق میں ہے کہ کچھ ڈر نہیں ہے کہ کسی کافر کی بیجہ قرابت کے یا حاجت کے ضیافت کرے یہ تہمتا شمی میں ہے اور ذمیوں کی ضیافت میں جانے میں ڈر نہیں ہے ایسا ہی امام محمدؒ نے ذکر کیا ہے اور ضحیۃ النوازل میں ہے کہ اگر مجوسی یا نصرانی نے کسی مسلمان کو اپنے یہاں دعوت طعام میں بلایا تو قبول کرنا مکروہ ہے اور اگر اس نے کہا کہ میں نے گوشت بازار سے خریدا ہے پس اگر نصرانی دعوت کرتا ہو تو ڈر نہیں ہے۔ پس جو حکم نوازل میں نصرانی کے حق میں مذکور ہے وہ اس روایت کے مخالف ہے جو ہم نے سابق میں امام محمدؒ سے نقل کی ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر مسلمان کسی مشرک کو بطور صلہ رحم کے کچھ

تحقیق مسئلہ صحیح جواب مترجم کی جامع تفسیر اردو میں دیکھنا چاہئے ۱۲ ۲ اس قیاس پر ہندوؤں کا کھانا جائز ہے تا وقتیکہ کوئی شے حرام کرنے والی

معلوم نہ ہو ۱۲ (۱) جس کی دہن میں لوگ اقتدا کریں ۱۲ (۲) یعنی اختلاط اس وجہ سے مکروہ ہے کہ الخ ۱۲

دے خواہ مشرک مذکور اس کا قریب ناتے دار ہو یا بعید ہو خواہ حربی ہو یا ذمی ہو تو کچھ ڈر نہیں ہے اور حربی سے وہ کافر مراد ہے جو امان لے کر داخل ہوا ہو اور اگر غیر مستامن ہو تو مسلمان کو نہ چاہئے کہ اس کو صلہ رحم میں کچھ دے یہ محیط میں ہے اور قاضی امام رکن الاسلام علی سعدی نے ذکر کیا کہ اگر مشرک حربی دار الحرب میں ہو اور زمانہ ایسا ہو کہ اس وقت مسلمانوں اور ان حربیوں میں مصالحت و مسالمت ہو تو مسلمان کو حربی مشرک کو کوئی چیز صلہ رحم کے طور پر دینے میں ڈر نہیں ہے۔ یہ تاتار خانہ میں ہے یہ سب جو مذکور ہو اس صورت میں ہے کہ مسلمان نے مشرک کو صلہ رحم میں کچھ دیا اور اگر مشرک نے مسلمان کو صلہ رحم میں کچھ دیا تو امام محمدؒ نے سیر کبیر میں متعارض حدیثیں روایت کی ہیں بعض احادیث میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کا ہدیہ قبول فرمایا ہے اور بعض احادیث میں یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نہیں قبول فرمایا پس ان احادیث میں توفیق ضرور ہے اور وجہ توفیق میں مشائخ کی عبارات مختلف ہیں پس فقیہ ابو جعفر ہندوائی نے یوں توفیق دی ہے کہ جس روایت میں آنحضرت ﷺ کا ہدیہ مشرک قبول نہ کرنا مذکور ہے وہ اس بات پر محمول ہے کہ ایسے مشرک کا ہدیہ قبول نہ کیا جس کی طرف سے آنحضرت ﷺ کے دل میں یہ گمان غالب ہوا کہ وہ شخص یہ سمجھتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس شخص سے بطمع مال لڑائی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے کے واسطے نہیں لڑتے ہیں اور ایسے شخص سے ہمارے زمانہ میں ہدیہ قبول کرنا نہیں جائز ہے اور جس روایت میں یہ ہدیہ قبول کرنا مذکور ہے وہ اس بات پر محمول ہے کہ آنحضرت ﷺ کے غالب گمان میں یہ بات تھی کہ یہ شخص دل میں سمجھتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اس سے اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے و دین کی لڑائی کے واسطے لڑتے ہیں مال کے واسطے نہیں لڑتے ہیں اور ایسے شخص سے ہمارے زمانہ میں بھی ہدیہ قبول کرنا جائز ہے اور بعض مشائخ نے دوسرے طور سے توفیق دی ہے کہ فرمایا کہ ایسے شخص کا ہدیہ قبول نہ کیا جس کی نسبت جانتے تھے کہ قبول کرنے سے میری سختی و عزت اس کے حق میں کم ہو جائے گی اور بسبب قبول ہدیہ کے نرمی کرنی ہوگی اور جس شخص سے یہ جانتے تھے کہ قبول کرنے سے اس کے حق میں اپنی سختی و عزت کی کمی نہ ہوگی اور نہ نرمی کرنی ہوگی اس کا ہدیہ قبول کر لیتے تھے یہ محیط میں ہے اور اگر مسلمان و ذمی کافر کے درمیان معاملہ ہو پس اگر ایسا ہوا کہ اس سے معاملات رکھنے سے چارہ نہیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے۔

اگر کسی عورت یا مرد کے ماں و باپ کافر ہوں تو اس پر ان دونوں کو نفقہ دینا و ان کے ساتھ احسان کرنا دونوں کی خدمت و زیارت کرنا لازم ہے اور اگر اس کو خوف ہو کہ دونوں مجھے کفر کی طرف کھینچ لیں گے اگر ان کی زیارت کر لے گا تو یہ جائز ہے کہ دونوں کی زیارت ترک کر دے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور ذمی کے حق میں مغفرت کی دعا نہ کرے اور اگر اس کے لیے ہدایت کی دعا کی تو جائز ہے کیونکہ آنحضرتؐ نے یوں دعا فرمائی کہ: اللہم! احد قومى فانهم لا يعلمون كذا فى التبيين۔ اگر کسی یہودی یا مجوسی سے کہا کہ اے کافر تو گنہگار ہو گا اگر اس پر گراں گذرے یہ قیدہ میں ہے۔ اگر ذمی سے کہا کہ اطلال اللہ بقاء، یعنی اللہ تعالیٰ تجھے دیر تک دنیا میں رکھے پس اگر اس کی نیت میں یہ بات ہو کہ اس واسطے دیر تک رکھے کہ یہ مسلمان ہو جائے یا ذلت و خواری کے ساتھ جزیہ ادا کرتا رہے تو مضائقہ نہیں ہے اور اگر کچھ نیت نہ کی ہو تو یہ مکروہ ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ذمی کے واسطے طول عمر کی دعا کی تو بعض نے فرمایا کہ نہیں جائز ہے کیونکہ اس میں تمادی علی الکفر ہے اور بعض نے فرمایا کہ جائز ہے کہ اسکی طول عمر میں ادائے جزیہ سے مسلمانوں کا نفع ہے پس یہ دعا واقع میں مسلمانوں کے واسطے ہوئی اور ذمی کے واسطے عافیت کی (۱) دعا کرنے میں بھی ایسا اختلاف ہے یہ تبیین میں ہے اور مجاہدؒ نے فرمایا کہ جب کافر کو کسی ضرورت کے واسطے خط لکھے تو یوں لکھے کہ اسلام علی من اتبع الهدی یعنی سلام ایسے شخص پر جس نے حق کی

۱۔ مسالمت ماخوذ از سلم بمعنی صلح یعنی اس زمانے میں حربی کافروں سے باہم چند روز کے واسطے صلح ٹھہری ہو ۱۲ھ الہی میری قوم کو ہدایت دے دے کیونکہ یہ لوگ جانتے نہیں ہیں ۱۲ھ (۱) مصیبت سے بچانا

تا بعداری کی ہے اور کافر و مبتدع سے ترش روئی کے ساتھ ملے ذمی سے مصافحہ مکروہ ہے اور اگر با وضو اس سے مصافحہ کیا تو اپنا ہاتھ دھو ڈالے یہ غرائب میں ہے۔ اگر مسلمان کا پڑوسی نصرانی سفر سے واپس آئے اور مصافحہ نہ کرنے سے اس کو اذیت ورنج پہنچے تو مسلمان کو اس سے مصافحہ کر لینے میں مضائقہ نہیں ہے یہ قیہ میں ہے۔ یہودی و نصرانی کی عیادت کرنے میں مضائقہ نہیں ہے اور مجوسی میں اختلاف ہے یہ تہذیب میں ہے اور ذمی کی عیادت کرنی جائز ہے یہ تبیین میں ہے اور مشائخ نے فاسق کی عیادت کرنے میں اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس کی عیادت میں ڈر نہیں ہے اور اگر کافر مر گیا تو اس کے والد یا قریب سے اس کی تعزیت میں یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے تجھے اس سے بہتر دے اور تیری اصلاح کر دے بدیں نیت کہ تیری اصلاح اسلام لانے سے کر دے اور اس کی جگہ تجھے مسلمان بیٹا عنایت کرے کیونکہ بہتری اسی کی ذات سے ظاہر ہوگی یہ تبیین میں ہے۔

جنارے کے وقت ذمی یا مرتد کی بابت اطلاع دی گئی تو کیا صورت ہوگی؟

ابن سماعہ نے امام محمد سے روایت کی کہ اگر ذمی میت پر ایک مسلمان نے گواہی دی کہ مسلمان مرا ہے تو نماز پڑھی جائے گی اور اگر مسلمان میت پر ایک نے گواہی دی کہ مرتد مرا ہے تو نماز ترک نہ کی جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام مجوسی خرید اس نے اسلام لانے سے انکار کیا اور کہا کہ اگر تو نے مجھے مسلمان کے ہاتھ فروخت کیا گویا مجھے قتل کر ڈالا تو اس کو اختیار ہے کہ غلام مذکور کو مجوسی کے ہاتھ فروخت کرے یہ سراجیہ میں ہے۔ کوئی مسلمان مملوک کسی ذمی کی ملک میں نہ چھوڑا جائے گا بلکہ اس پر جبر کیا جائے گا کہ اس کو فروخت کر دے بشرطیکہ وہ محل بیع ہو یہ غرائب میں ہے۔ مجموع النوازل میں ہے کہ ایک یہودی حمام میں گیا پس آیا مسلمان حمامی کو اس کی خدمت کرنا مباح ہے فرمایا کہ اگر اس نے یہودی سے پیسے لینے کی طمع سے خدمت کی تو ڈر نہیں ہے اور اگر اس کی تعظیم کر کے خدمت کی تو دیکھا جائے گا کہ اگر اس نظر سے ایسا کیا تا کہ یہودی کا دل اسلام کی طرف میل کرے تو کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر یہودی کی تعظیم کرنے کو خدمت کی بدون اس کے جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس میں سے کچھ اس کی نیت میں ہو تو مکروہ ہے اور علیٰ ہذا اگر ذمی حمام میں داخل ہوا اور حمامی مسلمان ہے اس نے ذمی مذکور کی خدمت کی پس اگر اس نظر سے خدمت پر آمادہ ہوا کہ شاید مسلمان ہو جائے تو ڈر نہیں ہے اور اگر بدوں امور مذکورہ کی نیت کی اس کی تعظیم کے واسطے خدمت پر آمادہ ہوا یا اس کی تو انگری کی نظر سے آمادہ ہوا تو مکروہ ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور کسی مسلمان کو نہ چاہئے کہ یہودی یا نصرانی سے توریت و انجیل زبور کا حکم دریافت کرے اور نہ ان کتابوں کو لکھے اور نہ پڑھے اور مطالب کے اثبات میں ان کتابوں کی آیات سے استدلال نہ کرے اور مسلمان عالم لوگ جو رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو ان آیات سے جو کتب توریت و صحف انجیل میں مذکور ہیں ثابت کرتے ہیں سو یہ اس واسطے ہے کہ جو بات خود ان کافروں کے پاس ہے اس سے ان پر الزام ہو یہ وجہ کر دہری میں ہے۔

۱۔ قولہ نہ کرے..... یہ سب اس وجہ سے ہے کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ نے بیباک ہو کر مدت دراز سے آیات کے کلمات بدل ڈالے اور ابتداء یہ بولی کہ یہودیوں میں (۷۲) بہتر فرقہ ہو گئے اور ہر فرقہ دوسرے کے مقید لفظ کو اپنے نسخہ توریت میں بدل کر اپنے مقید کر لیتا تھا پھر حفظ توریت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا تو یہودی دشمن ہو گئے اور آیات بشارت میں تحریف کی پھر عرصہ کے بعد یہود و نصاریٰ پر ایک نے اپنی دائمی نبوت کا دعویٰ کر کے خوب تحریف کر ڈالی اب ہر گز یہ پتہ نہیں چلتا کہ اصلی آیات کیونکر ہیں اسی واسطے یہ ممانعت کا حکم ہے علاوہ بریں قرآن نے دین حق کو جمع کر دیا تو کوئی ضرورت باقی نہیں رہی ۱۲ منہ

بندھوں کا باب ☆

کسب کے بیان میں

کسب چند طرح کا ہوتا ہے ایک فرض ہے پس فرض اس قدر کمائی ہے کہ جو اس کی ذات کو اس کے عیال کو اس کے قرضوں کے ادا کے واسطے اور جس کا نفقہ اس پر واجب ہے اس کے نفقہ کے واسطے کفایت کرے اور اس سے زیادہ کمائی کو اگر ترک کرے تو روا ہے اور اگر اس قدر مال کمایا کہ اپنے اہل و عیال کے واسطے ذخیرہ رکھ چھوڑا تو اس کو گنجائش ہے کہ تحقیق یہ بات ثابت ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے عیال کا روزینہ ایک سال کا جمع کر لیا یہ خزانہ اہل بیتین میں ہے۔ اسی طرح اگر کسی کے والدین تنگ دست ہوں تو اس پر فرض ہے کہ بقدر کفایت ان کے روزینہ کے واسطے کمائے یہ خلاصہ میں ہے اور ایک کمائی مستحب ہے اور وہ اس مقدار سے جو بیان ہوئی ہے زیادہ ہوتا کہ فقیر کی مواسات کر سکے اور عزیز و اقارب کی مجازات کر سکے اور ایسی کمائی میں کوشش کرنا نفل عبادت سے افضل ہے اور ایک کمائی مباح ہے اور وہ اس مقدار سے بھی زیادہ بغرض تحمل و زیادتی کے کمائے اور ایک کمائی مکروہ ہے وہ ایسی کمائی جو تقاخر و تکاثر کی غرض سے جمع کرے اگرچہ مال حلال ہو یہ خزانہ اہل بیتین میں ہے۔

قال المکرر جم ☆

اس بیان سے ثابت ہوا کہ کوشش کر کے کمانا ہر شخص پر بشرائط فرض ہے پھر کتاب میں فرمایا کہ اور ایسے لوگوں کے حال پر التفات نہ کرنا چاہئے جو مسجدوں و خانقاہوں میں بیٹھے سب سے انکار کرتے ہیں آنکھیں اٹھائے لوگوں کا مال تاکتے ہیں اور لوگوں کے ہاتھ کی طرف ہاتھ پھیلائے ہیں اور اپنے کو متوکل کہتے ہیں حالانکہ درحقیقت ایسے نہیں ہیں یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اور ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ یہ مکروہ ہے کہ ایک قوم جمع ہو کر کسی جگہ گوشہ گیر ہو جائے اور یہ لوگ وہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کریں اور اچھی پاک چیزوں سے پرہیز کریں یعنی لباس و طعام سے اور اپنے نفوس کو یونہی کام سے فارغ کر لیں حالانکہ کسب حلال و شہر میں جمعہ و جماعات کی پابندی واجب و الزم ہے یہ تاتار خانہ میں ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ جو قاری کسب کو چھوڑ دیتا ہے وہ اپنے (۱) دین کو کھاتا ہے یہ سراجیہ میں ہے اور کمائی کے اسباب میں سے افضل جہاد ہے پھر تجارت ہے پھر زراعت (۲) صنعت ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور بعض کے نزدیک تجارت بہ نسبت زراعت کے افضل ہے اور اکثروں کے نزدیک زراعت افضل ہے یہ وجہ کروری میں ہے ایک اجنبیہ عورت ایک مرد کے گھر میں گوشہ نشین ہو گئی اس کو وہ شخص روز روئی و روئی دیتا ہے تو سوت اس شخص کے حق میں حلال ہے بشرطیکہ اس نے عورت کے ذمہ سوت کا تاثر نہ کیا ہو یہ قیہ میں ہے۔ مرد اگر عورت کے مثل سوت کاتے تو مکروہ طریقہ ہے کہ یہ عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے یہ قیہ میں ہے جس شخص کے پاس ایک دن کا روزینہ ہو اس کو سوال حرام ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور سائل نے سوال کر کے جو مال جمع کیا وہ ناپاک خبیث ہے یہ نیا بیج میں ہے۔ منقہ میں بروایت ابراہیم رحمہ اللہ امام محمدؒ سے مروی ہے کہ اگر ورنے والی عورت نے رونے سے مال جمع کیا یا مرنا روالے لے طلبہ و مرنا رے مال جمع کیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر ان افعال کے بجالاتے پر مال شرط کر کے لیا ہے تو جن لوگوں سے لیا ہے ان کو واپس کر دے اگر پہچانے اور امام محمدؒ کے اس قول کے کہ مال شرط کر کے لیا ہے یہ معنی ہیں کہ دینے والے نے رونے والی عورت سے رونے سے پہلے بمقابلہ رونے کے مال ٹھہرا دیا ہو یا بمقابلہ گانے کے مال شرط کر دیا ہو کہ اگر گائے تو اس قدر مال دیں گے اور یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ جب لینا شرط ہو تو یہ مال بمقابلہ

(۱) یعنی دین فروشی کرتا ہے اور کھاتا ہے ۱۲ (۲) دستکاری ۱۲

معصیت کے ہوا پس مال لینا بھی معصیت ہوگا اور ایسے مال سے چھٹکارے کی یہی راہ ہوتی ہے کہ واپس دے دے سو اس مقام پر بھی یہی ہے کہ جو کچھ لیا ہے وہ واپس کرے اگر واپس کر سکے بعض جس سے لیا ہے اس کو پہچانے اور اگر اس کو نہ پہچانے تو اس کی طرف سے صدقہ کر دے تاکہ اس کے مال کا اس کو نفع پہنچ جائے جب کہ عین مال اس کو نہیں پہنچ سکتا ہے اور اگر لینا شرط نہ ہو یعنی شرط نہ کی ہو کہ اگر ان افعال کو بجالائے تو یہ دیں گے تو لینا معصیت نہ ہوگا کیونکہ مال نے رضا مندی سے خود دے دیا ہے پس اس کا ہوگا اور حلال ہوگا۔ امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر گانے والی عورت نے گانے کی کمائی سے قرضہ ادا کیا تو قرض خواہ کو یہ مال لینا حلال نہیں ہے لیکن حکم قضاء میں قاضی اس کو لینے پر مجبور کرے گا اور بقیاس مسئلہ مقدمہ کے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر گانے والی نے بدوں شرط کے کمایا ہے تو قرض خواہ کو لے لینے کی گنجائش ہے۔ اور امام محمدؒ نے کتاب الکسب میں ذکر فرمایا ہے کہ خصی کی کمائی مکروہ ہے اور اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ جو مال خصی کمائے وہ مکروہ ہے بلکہ یہ غرض ہے کہ خصی کرنے پر جو مال لے وہ مال مکروہ ہے اور اس کا خصی کرنا مکروہ ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص جامع مسجد میں تعویذ بیچتا ہے اور تعویذوں پر توریت و انجیل و فرقان لکھا ہے اور ان تعویذوں کے عوض مال لیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ہدیہ دیتا ہوں تو اس کو حلال نہیں ہے یہ کبریٰ میں ہے۔ اگر ایک شخص مرگیا اور اس کی کمائی حرام ہے تو اس کے وارثوں کے حق میں یہ اولیٰ ہے کہ یہ مال اس کے مالکوں کو واپس کر دیں اور اگر مالکوں کو نہیں پہچانتے ہیں تو صدقہ کر دیں اور اگر کمائی بعض ایسی وجہ سے ہو جو حلال نہیں ہے اور بیٹا اس بات کو جانتا ہو پھر باپ مرگیا اور بیٹا اس کو بعینہ نہیں پہچانتا ہے تو شرعاً اس کے حق میں حلال ہے مگر پرہیزگاری یہ ہے کہ اس نیت سے صدقہ کر دے کہ میرے باپ کے خصوم کی طرف سے صدقہ ہے یہ نیا بیع میں ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک قوم مسلمان نے شراب میراث پائی تو ان وارثوں میں تقسیم نہ کی جائے گی لیکن شراب سرکہ کر ڈالی جائے گی پھر ان لوگوں میں تقسیم ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔

قال المترجم ☆

شراب کو سرکہ کر ڈالنا بعض کے نزدیک نہیں جائز ہے وھو ایچ واللہ اعلم۔ ایک شخص کے پاس مال ہے اس میں (۱) شبہ ہے پس اس نے اپنے باپ کو صدقہ میں دے دیا تو کافی ہے اور شرط نہیں ہے کہ اسی کو صدقہ دے دے اسی طرح اگر ایک شخص خرید و فروخت کرتا ہو اور اس حالت میں اس کا بیٹا اس کے ساتھ ہو اور اس تجارت میں بہت سی بیوع فاسدہ واقع ہوئی ہیں پھر اس نے تمام مال اپنے بیٹے کو ہبہ کر دیا تو عہدہ سے نکل گیا یہ قدیہ میں ہے۔ فقیہ ابو جعفرؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے سلطان کے حکم سے مال حاصل کیا اور حرام تادانوں وغیرہ سے مال جمع کیا پس آیا کسی شخص کو جو یہ بات جانتا ہو ایسے شخص کا کھانا حلال ہے تو فقیہؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک اس کے دین کے واسطے یہ واجب ہے کہ اس کا کھانا نہ کھائے مگر حکماً کھانا روا ہے بشرطیکہ یہ کھانا اس شخص کے ہاتھ میں جو کھانا چاہتا ہے غصب کا یا رشوت کا نہ آیا ہو یہ محیط میں ہے۔ تو انگری پر شکر کرنے کی بہ نسبت فقیری پر صبر کرنا افضل ہے اور کمائی میں اس قصد سے مشغول ہو جانا کہ ہم نیک راہ میں اس کو خرچ کریں گے اس کی بہ نسبت کمائی سے باز رہنا اولیٰ ہے کذا فی السراجیہ۔ اقول یہ حکم کسب مباح کا ہے۔

قال المترجم اس میں تردد ہے کیونکہ بہر حال اس نے معصیت کے وسیلہ سے مال کمایا اور ائمہ سے اس میں روایت نہیں تو اذنی بدلائل کو لینا چاہئے کہ مکروہ ہے اور عدول نہ چاہئے کما مخرج بہ فی الفتح وغیرہ ۱۲ منہ (۱) یعنی حرام ہے یا حلال ۱۲

سولہوی باب ☆

زیارت قبور و مقابر میں قرأت قرآن و میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے و

اس کے متصلات کے بیان میں

زیارت قبور میں کچھ مضا لفقہ نہیں ہے امام ابو حنیفہ کا قول ہے اور ظاہر قول امام محمد کا اس امر کو مقتضی ہے کہ عورتوں کے واسطے بھی زیارت قبور جائز ہے چنانچہ امام محمد نے مردوں کی تخصیص نہیں فرمائی ہے اور کتاب الاثر بہ میں ہے کہ مشائخ نے عورتوں کے واسطے قبروں کی زیارت کرنے میں اختلاف کیا ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ اصح یہ ہے کہ عورتوں کے واسطے زیارت قبور میں کچھ مضا لفقہ نہیں ہے تہذیب میں لکھا ہے کہ زیارت قبور مستحب ہے و کیفیت زیارت از قرب و بعد بقیاس زندگی میت کے ہے خزائن الفتاویٰ میں ہے اور جب زیارت قبور کا ارادہ کرے تو مستحب ہے کہ اپنے گھر میں دو رکعتیں پڑھے ہر رکعت میں سورۃ الحمد اور آیۃ الکرسی ایک بار اور سورۃ اخلاص تین بار پڑھے پھر اس کا ثواب میت کو پہنچائے تو اللہ تعالیٰ میت کی قبر میں ایک نور بھیجتا ہے اور مصلیٰ کو ثواب کثیر عطا فرماتا ہے پھر مقابر کی طرف روانہ ہو اور راہ میں لایعنی باتوں میں مشغول نہ ہو جائے پھر جب مقبرہ میں پہنچے تو اپنی جوتیاں اتار دے اور قبلہ کی طرف پشت کر کے میت کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو کر یوں کہے: السلام علیکم یا اہل القبور یغفر اللہ لنا ولکم انتم لنا سلف و نحن بالاندر۔ یہ غرائب میں ہے۔ اور جب دعا کرنا چاہے تو قبلہ کی طرف متوجہ ہو یہ خزائن الفتاویٰ میں ہے اور اگر شہید کی زیارت کو گیا ہو تو یوں کہے: سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار اور اگر مسلمانوں و کافروں کی قبریں مختلط ہوں تو یوں کہے: السلام علی من اتبع الهدی پھر سورۃ فاتحہ و آیۃ الکرسی پڑھے پھر سورت اذا زلزلت اور الہکم التکاثر پڑھے یہ غرائب میں ہے۔ اور شیخ امام جلیل ابو بکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ فرمایا کہ مقابر میں اخفاء کے ساتھ بدوں جہر کے قرآن شریف پڑھنا مکروہ نہیں ہے اور ڈر نہیں ہے اور مقبرہ میں قرآن پڑھنا جہی مکروہ ہے کہ جب جہر سے ہو اور اخفاء کے ساتھ پڑھنا روا ہے کچھ ڈر نہیں ہے اگر یہ ختم کر دے اور صدر ابو اسحق الحافظ نے اپنے استاد شیخ ابو بکر محمد بن ابراہیم سے نقل کیا کہ سورۃ الملک کا مقابر میں پڑھنا روا ہے خواہ اخفاء کرے یا جہر کرے اور سوائے سورۃ الملک کے مقابر میں قرآن نہ پڑھے اور جہر و اخفاء کی کچھ تفصیل نہیں فرمائی یہ ذخیرہ کی فصل قرأت القرآن میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے قبروں کے پاس قرآن پڑھا پس اگر یہ نیت ہے کہ اس کو آواز قرآن سے استیاس ہو گا تو پڑھے اور اگر یہ قصد نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ قرأت قرآن کو سنتا ہے۔ جہاں کہیں ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر ایک شخص مر گیا اور اس کے وارث نے اس کی قبر کے پاس ایسے شخص کو بٹھلایا جو قرآن پڑھے تو اصح یہ ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے اور یہی قول امام محمد کا ہے یہ مضمرات میں ہے۔ زیارت قبور کے واسطے چار روز افضل ہیں دو شنبہ، بدھ، جمعہ شنبہ پس جمعہ کے روز بعد نماز کے زیارت کا وقت اچھا ہے اور شنبہ کو طلوع آفتاب تک اور پنجشنبہ کے روز دن میں اول وقت اور بعض نے فرمایا کہ آخرت وقت اسی طرح جو راتیں متبرک ہیں ان میں زیارت افضل ہے خصوصاً شب برات میں اسی طرح متبرک زمانوں میں زیارت افضل ہے جیسے دس دن ذی الحجہ کے اور دونوں عیدین اور یوم

۱۔ مایارۃ الاصل ہذا و کیفیۃ الزیادۃ ذلک المیت نے من القرب والعبدانہی وارفع الی المقدمۃ ۱۲ منہ ۲۔ اے اہل قبور تم پر سلام ہے اللہ تعالیٰ ہم کو تم کو بخشے تم ہمارے اگلے ہو اور ہم تمہارے قدم بقدم ہیں ۱۲۔ تم پر سلام ہو کہ تم نے صبر کیا اور آخرت کا گھر کیسا عمدہ ہے ۱۲۔ اس پر سلام جس نے ہدایت کی پیروی کی ۱۲۔ تفصیل یعنی مطلقاً منع کیا اور یہی قول صحیح و ضواب ہے اور آئندہ قول مضمرات اس کے مقابلہ میں ٹھیک نہیں ہے اگر چاہے کہا جائے ۱۲۔

عاشورہ اور باقی مواسم میں یہ غرائب میں ہے۔ اگر مقبرہ کے پاس ہو کر گذر اور اہل قبور کے واسطے ان کے ثواب پہنچانے کی نیت سے کچھ قرآن پڑھا تو ڈر نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے اور ابو بکر بن سعید سے منقول ہے فرمایا کہ زیارت قبور کے وقت سات مرتبہ سورہ اخلاص پڑھنا مستحب ہے کیونکہ مجھے روایت پہنچی ہے کہ جس شخص نے سات مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ دی تو اگر میت غیر مغفور ہوگی تو اس کی مغفرت کی جائے گی اور اگر میت مغفور ہو تو پڑھنے والے کی مغفرت کی جائے گی اور ثواب قرأت اس مغفور کو بہہ کیا جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر اس نے دس بار سورہ اخلاص پڑھی تو بہت بہتر ہے اور جو شخص خوب پورا کرنا چاہے اس کو چاہئے کہ اس قدر سورہ اخلاص پڑھنے پر تضرع و عاجزی کے ساتھ دوسری سورتیں پڑھائے اور جو شخص کسی قبر پر بسم اللہ علی ملۃ رسول اللہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ کے سر سے عذاب و تنگی و تاریکی چالیس برس تک دور کر دیتا ہے یہ غرائب میں ہے۔ اور ابو یوسف ترجمانی نے کہا کہ قبر پر ہاتھ رکھنے کو ہم سنت نہیں جانتے ہیں اور نہ ہم کو اس کا مستحب ہونا معلوم ہے مگر ہم اس میں کچھ مضائقہ نہیں دیکھتے ہیں اور عین الائمہ کرامیسی نے فرمایا کہ ہم نے سلف لوگوں سے سبلا انکار ایسا ہی پایا اور شمس الائمہ مکی نے فرمایا کہ یہ بدعت ہے یہ قیہ میں ہے اور قبر کو مسخ کرنا نہ چاہئے اور نہ اس پر بوسہ دے کہ یہ نصرانیوں کی عادت ہے مگر والدین کی قبر کو بوسہ دینے میں مضائقہ نہیں ہے یہ غرائب میں ہے۔ تیمیہ میں ہے کہ شیخ نجدی سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کے والدین کی قبر اور قبروں کے بیچ میں ہے پس آیا جائز ہے کہ وہ شخص مسلمانوں کی قبروں سے دعا و تسبیح کرتا ہوا اپنے والدین کی قبروں تک پہنچ کر ان کی زیارت کرے تو فرمایا کہ ہاں جائز ہے بشرطیکہ بدوں اور قبروں کے روندے ہوئے پہنچ سکتا ہو اور بھی شیخ سے دریافت کیا گیا کہ کسی شخص کا قطعہ زمین مملوکہ قبروں کے بیچ میں ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اپنی زمین میں تصرف کرے اور اس کا راستہ سوائے قبروں کے اوپر سے اور طرف سے نہیں ہے پس آیا اس کو اختیار ہے کہ قبروں پر قدم رکھ کر وہاں جایا کرے تو فرمایا کہ اگر ان قبروں میں میت کو تابوت میں دفن کیا ہے تو مضائقہ نہیں ہے اور مولف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر تابوت میں مدفون نہ ہوں تو بھی کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ تارخانہ میں ہے۔ ایک شخص نے مقبرہ میں راستہ دیکھا تو تحری کرے پس اگر اس کے دل میں یہ جسے کہ یہ نیا راستہ لوگوں نے قبروں کے اوپر سے نکال لیا ہے تو اس راستہ میں ہو کر نہ گذرے اور اگر اس کے دل میں ایسا نہ پڑے تو چلا جائے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

عین الائمہ کرامیسی نے فرمایا کہ قبر پر نہ چڑھنا اولیٰ ہے اور شیخ وبری رحمہ اللہ تعالیٰ اس میں گنجائش دیتے تھے اور کہتے تھے کہ قبور کی چھتیں بمنزلہ گھر کی چھتوں کے ہیں پس ان پر چڑھنے میں ڈر نہیں ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ مکروہ ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں انکاروں پر روندتے چلوں تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میں قبر کو روندنا چلوں اور علماء الترمذی نے کہا کہ قبر کو روندنے سے گنہگار ہوگا اس لیے کہ قبر کی چھت محبت حق میت ہے یہ قیہ میں ہے اور شمس الائمہ حلوائی سے روایت ہے کہ بعض علماء نے قبروں پر چلنا روا رکھا ہے اور ان لوگوں نے کہا ہے کہ قبر کی چھت پر چلے یہ خزانۃ الفتاویٰ میں ہے اور میت کے چہرہ سے چادر اٹھانا بغرض اس کے منہ دیکھنے کے اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اس فعل میں کراہت جہی ہے کہ جب بعد دفن کے ایسا کرے یہ قیہ میں ہے۔ ایک شخص دوسرے کی زمین میں دفن کیا گیا تو مالک کو اختیار ہے چاہے اس کو اکھاڑ ڈالے یا چھوڑ دے مگر قبر کو برابر کر کے اس کے اوپر زراعت کرے یا وارث سے گڈھے کی قیمت لے لے یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک حاملہ عورت کو سات مہینہ کا حمل ہو گیا تھا اور بچہ اس کے پیٹ میں پھڑکتا تھا پھر وہ عورت مر گئی اور دفن کر دی گئی پھر خواب میں دکھلائی دی کہ وہ کہتی

یعنی ہم ایسا ہی پاتے ہیں اور سلف سے کوئی انکار و ممانعت مروی نہیں ہے ۱۲ منہ ۲ بدعت خلاف سنت کیونکہ سنت طریقہ میں یہ مذکور نہیں ہے اور

نی احوط ہے ۱۲

ہے کہ میرے بچہ پیدا ہوا ہے تو اس کی قبر نہ کھودی جائے گی یہ سراجیہ میں ہے۔ کوچوں و بازاروں میں مقبرہ بنانا مکروہ ہے اور اگر کوئی کا شانہ اس واسطے بنایا کہ اس میں بہت سے مردے دفن کریں تو بھی مکروہ ہے اس واسطے کہ مقابر پر عمارت بنانا مکروہ ہے اور موت سے پہلے اپنے واسطے تابوت تیار کر کے رکھنا مکروہ ہے اور تابوت کے اندر رکھ کر نماز جنازہ مکروہ ہے یہ قعیہ میں ہے اور گلاب کے پھول و ریاحین قبروں پر رکھنا اچھا ہے اور اگر پھول کی قیمت صدقہ کردے تو بہت اچھا ہے یہ غراب میں ہے۔ اور پہلی راتوں میں قبروں پر چراغ لے جانا بدعت ہے یہ سراجیہ میں ہے جنازے کا کپڑا پھاڑ دیا جائے اسی طرح کہ جس کام میں پہلے استعمال کیا جاتا تھا اس کام میں مستعمل نہ ہو سکے اور متولی کو اس کا صدقہ کرنا جائز نہیں ہے لیکن اس کو فروخت کر کے اس کے داموں میں کچھ مال زیادہ ملا کر دوسرا کپڑا خریدے کذانی جو اہر الفتاویٰ واللہ اعلم۔

سرفہرہ باب

غنا و لہو و تمام معاصی و امر بالمعروف کے بیان میں

قال المترجم

غنا گنا لہو مثل غنا و مزامیر وغیرہ کے باقی معاصی باقی گناہ کے کام۔ امر بالمعروف جو کام شرع میں کرنا چاہئے اس کا حکم دینا اور جو نہ کرنا چاہئے اس سے منع کرنا غنی از منکر ہے خالی گانے میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ غنا مطلقاً حرام ہے اور اس کی طرف کان لگانا معصیت ہے اور اسی کو شیخ الاسلام نے اختیار کیا ہے اور اگر اچانک سن لیا تو اس پر گناہ نہیں ہے اور بعض نے فرمایا کہ اگر اس غرض سے گائے کہ اس سے قافیہ و فصاحت سمجھ جائے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ اگر تنہا ہو اور دفع و حشت کے واسطے گائے تو جائز ہے مگر بطریق لہو کے نہ ہو اور اسی طرف شمس الائمہ سرخسی نے میل کیا ہے اور اگر شعر میں حکمت کی بات یا عبرت کی بات یا فقہ ہو تو مکروہ نہیں ہے یہ تبیین میں ہے اور جو اشعار مباح ہیں ان کے پڑھنے میں مضائقہ نہیں ہے اور اگر شعر میں کسی عورت کی تعریف ہو پس اگر کوئی عورت خاص ہو اور زندہ موجود ہو تو مکروہ ہے اور اگر مر گئی ہے تو مکروہ نہیں ہے اور اگر فرضی ہو تو نہیں مکروہ ہے اور نوازل میں ہے کہ ادیب کا شعر پڑھنا جن میں ذکر فسق و شراب و امر و کاہے مکروہ ہے اور امر و میں اعتبار اسی طور پر ہے جیسا ہم نے عورت کے باب میں بیان کیا ہے یہ محیط میں ہے۔

بعض نے فرمایا کہ شعر میں کراہت کے یہ معنی ہیں کہ آدمی اس میں ایسا مشغول ہو جائے کہ اس کو قرأت قرآن و ذکر اللہ تعالیٰ سے غافل کر دے اور اگر ایسا نہ ہو تو مضائقہ نہیں ہے جب کہ اس کی نیت یہ ہو کہ اس کے ذریعہ سے مجھے علم تفسیر و حدیث میں مدد ملے گی ظہیر یہ میں ہے تبیین میں ہے کہ شمس الائمہ حلوانی سے دریافت کیا گیا کہ جو لوگ اپنے تئیں صوفی کہتے ہیں اور انہوں نے اپنا لباس ایک طرح کا خاص کر لیا ہے اور لہو و رقص میں مشغول ہوتے ہیں اور اپنے واسطے منزلت کے مدعی ہیں تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ افزو علی اللہ کذباً ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا ہے پھر دریافت کیا گیا کہ جب یہ لوگ سیدھی راہ سے ترچھے ہیں پس آیا عام لوگوں کے فتنہ میں پڑ جانے کا خوف دور کرنے کے واسطے ایسے لوگ شہر سے دور کر دیئے جائیں فرمایا کہ رنج و ہندہ چیز کو راہ سے دور کرنا نگہداشت کے واسطے اکمل ہے اور دیانت کے واسطے مثل ہے اور پاک سے پلید کو الگ کرنا پاکیرہ واولیٰ ہے یہ تا تاریخانہ میں ہے قال گانا و قوالی و رقص جو ہمارے زمانہ کے صوفی لوگ کرتے ہیں وہ حرام ہے اور اس کی طرف قصد کر کے جانا و وہاں بیٹھنا جائز نہیں

۱۔ مراد ان کی خوش الحانی اور نظم ادا کرنا ہے اور راگ مطلقاً حرام ہے ۱۲ منہ

ہے اور یہ اور غنا و مزامیر یکساں ہے اور اہل تصوف نے اس کو جائز رکھا ہے اور اگلے مشائخ کے فعل کو حجت لاتے ہیں پھر شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک حق بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگلے مشائخ نے ایسا نہیں کیا ہے کہ جیسا یہ لوگ کرتے ہیں چنانچہ ان کے زمانہ میں بسا اوقات کسی شخص نے ایک شعر پڑھا جو ان کے حال کے موافق پڑا جس نے ان کے دل کو نرم کر دیا اور جس کا قلب رقیق ہوتا ہے وہ جب ایسا لفظ سنتا ہے جو اس کی حالت کے موافق پڑتا ہے تو اکثر اس کی عقل پر غشی طاری ہو جاتی ہے اور بے اختیار کھڑا ہو جاتا ہے اور اس سے حرکات بے اختیاری صادر ہوتی ہیں اور ایسی بات کچھ بعید نہیں ہے کہ بدیں معنی روا ہو اور اس پر مواخذہ نہ کیا جائے اور اگلے مشائخ کی نسبت یہ گمان نہیں کیا جاسکتا ہے کہ وہ لوگ ایسے فعل کرتے تھے جیسے اس زمانہ کے فاسق لوگ جو بری باتوں کو مباح کرتے ہیں اور جن کو احکام شرعی کا علم نہیں جاہل ہیں کرتے ہیں اور طرہ یہ ہے کہ دیندار و پرہیزگار لوگوں کے افعال سے تمسک کرتے ہیں یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے ڈھول دف وغیرہ کی بابت منقول روایت ☆

ابو یوسفؒ سے دریافت کیا گیا کہ سوائے نکاح کے اگر عورت دف کو بدون فسق کے مثلاً بچے کے واسطے بجائے پس آیا آپ کے نزدیک مکروہ ہے فرمایا کہ میں مکروہ نہیں جانتا ہوں اور فرمایا کہ جس سے لعب فاحش گانے کا پیدا ہوتا ہے اس کو میں مکروہ جانتا ہوں یہ محیط سرخسی میں ہے۔

قال المترجم

اس زمانہ میں عورتوں کا ڈھول بجانا بمعنی اخیر متحقق ہے جس کو امام ابو یوسفؒ نے مکروہ فرمایا ہے پس وہ بھی مکروہ ہے واللہ اعلم عید کے روز دف بجانے میں مضائقہ نہیں ہے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے قلت و فیہ نظر۔ اور مزاح^۱ کرنے میں مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ انسان ایسا کلام نہ کرے جس سے گنہگار ہو یا یہ قصد ہو کہ ہم جلس لوگ ہمیں یہ ظہیر یہ میں ہے۔ کشتی لڑنا بدعت ہے اور آیا نو جوانوں کے واسطے اجازت ہے؟ تو شیخؒ نے فرمایا کہ بدعت نہیں ہے اور کشتی لڑنے میں ایک اثر روایت کیا گیا ہے لیکن غور کرنا چاہئے کہ اگر نو جوان نے بغرض لہو ایسا کیا ہے تو مکروہ ہے اور اس کو ممانعت کی جائے گی اور اگر بدین غرض ایسا کرتا ہے کہ قوت حاصل ہوتا کہ کافروں سے اچھی طرح قتال کر سکے تو جائز ہے اور اس کو ثواب ملے گا پس اس کا حال مثل شراب مثلث کے ہے کہ اگر شراب مثلث کے استعمال میں سرور و لہو مقصود ہو تو منع کیا جائے گا اور جھڑکا جائے گا اور اگر جہاد کرنے والا ہو اور اس کی غرض یہ ہو کہ جہاد میں قوت و طاقت حاصل ہو تو جائز ہے یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔ قاضی امام ملک الملوک نے فرمایا کہ ایام گرام میں نو جوان لوگ جو خرپڑوں سے کھیلتے ہیں یعنی ایک دوسرے کو خرپڑوں سے مارتا ہے تو یہ مباح غیر مستنکر ہے یہ جواہر الفتاویٰ کے باب سادس میں ہے۔ شطرنج و نرد تیرہ گوئی و چودہ گوئی کھیلنا مکروہ ہے اور یہ سب کھیل سوائے شطرنج کے بالاجماع حرام ہیں اور رہی شطرنج تو اس کا کھیلنا ہمارے نزدیک حرام ہے اور جو شطرنج کھیلتا ہے آیا اس کی عدالت ساقط ہوتی ہے یا گواہی قبول ہوگی سو اگر اس نے شطرنج سے جوا کھیلا تو عدالت ساقط ہو جائے گی اور اس کی گواہی قبول نہ ہوگی اور اگر جوا نہ کھیلا تو عدالت ساقط نہ ہوگی اور گواہی قبول ہوگی اور امام اعظمؒ نے شطرنج کھیلنے والوں کو سلام کرنے میں مضائقہ نہیں سمجھا ہے اور صاحبینؒ نے ان کی تحقیر کے واسطے ان کو سلام کرنا مکروہ فرمایا ہے یہ جامع

۱۔ مزاح خوش طبعی اور جو اس زمانہ میں دل لگی کے لفظ سے بولتے ہیں وہ عام ہے اور اکثر ممنوع باتیں ہوتی ہیں اور مزاح مروی از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جیسے حضرت انس بن مالکؓ سے فرمایا کہ اے دوکان والے یہ ہرچند کہ خوش طبعی ہے لیکن صحیح ہے۔ علی ہذا کئی احادیث میں اسی قبیل سے مزاح مذکور ہے واللہ اعلم

صغیر میں ہے جھوٹ بولنا حرام ہے لیکن لڑائی و جہاد میں روا ہے تاکہ کافر کو دھوکا دے اور دو شخصوں میں صلح کرانے میں روا ہے اور اپنی بیوی کو راضی کرنے میں روا ہے اور ظلم ظالم دفع کرنے میں روا ہے اور جھوٹ کے ساتھ تعریض مکروہ ہے الا بضر ورت مثلاً تو نے کسی سے کہا کہ کھانا کھا اس نے کہا کہ میں نے کھایا ہے اور مراد یہ ہے کہ میں نے کل کے روز کھایا تھا تو یہ جھوٹ ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور جو شخص گناہ کا قصد کرے اور عزم کر لے یعنی ضرور کروں گا اور اصرار کرے یعنی اس پر جمار ہے تو گنہگار ہوگا یہ ملقط میں ہے۔

قال المترجم

میرے نزدیک اگرچہ یہ بات اچھی نہیں ہے اور قلب کے میل پر دلالت کرتی ہے لیکن گنہگار ہونا منظور فیہ ہے جب تک کہ صادر نہ ہو یا دوسرا اس کی وجہ سے مبتلا نہ ہو جائے واللہ تعالیٰ اعلم۔ امر بالمعروف میں پہلے یہ چاہئے کہ پہلے مہربانی و نرمی کے ساتھ ہو تاکہ موعظت و نصیحت پوری پوری اثر کرے پھر اگر نہ مانے تو زبان سے سختی کے ساتھ ہو مگر بدزبانی و فحش نکالے پھر اگر نہ مانے تو ہاتھ سے مثلاً شراب بہا دے اور معازف تلف کر ڈالے اور فقیہ ابواللیث نے کتاب البستان میں ذکر فرمایا ہے کہ امر بالمعروف چند طرح کا ہوتا ہے اگر اپنی غالب رائے میں یہ جانتا ہو کہ اگر میں نے امر بالمعروف کیا تو یہ لوگ قبول کر کے بری بات سے باز رہیں گے تو اس پر امر بالمعروف واجب ہوگا اس کو ترک نہیں کر سکتا ہے اور اگر اپنی غالب رائے سے یہ جانتا ہو کہ اگر میں نے ان کو برے کام چھوڑنے کا حکم کیا تو مجھے برا کہیں گے اور گالیاں دیں گے تو امر بالمعروف نہ کرنا افضل ہے اسی طرح اگر یہ جانتا ہو کہ میرے امر بالمعروف سے یہ لوگ مجھے ماریں گے اور میں صبر نہ کروں گا اور باہم عداوت پیدا ہو جائے گی اور قال اٹھ کھڑا ہوگا تو ترک کرنا افضل ہے اور اگر یہ جانتا ہو کہ میں صبر کروں گا اگر وہ ماریں گے اور کسی سے شکوہ نہ کروں گا تو کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ ان لوگوں کو منع کرے اور یہ شخص مجاہد ہوگا یعنی جہاد کا ثواب پائے گا اور اگر یہ جانتا ہو کہ یہ لوگ قبول نہ کریں گے مگر ان کی طرف سے مار پیٹ و گالی گفٹاری کا بھی خوف نہ ہو تو اس کو اختیار ہے کہ چاہے امر بالمعروف کرے یا نہ کرے لیکن منع کرنا افضل (۱) ہے یہ محیط میں ہے اگر کسی کے سامنے امر بالمعروف پیش آیا یعنی ایسا موقع پیش آیا کہ وہاں امر بالمعروف کرے اور اس کو خوف ہوا کہ اگر میں نے امر بالمعروف کیا تو قتل کیا جاؤں گا پس اگر اس نے امر بالمعروف کیا اور قتل کیا گیا تو شہید ہوگا یہ تارخانہ میں ہے۔

بعض نے فرمایا ہے کہ ہاتھ سے امر بالمعروف کرنا امر پر واجب ہے اور زبان سے علماء پر واجب ہے اور دل سے امر بالمعروف یعنی دل سے برا جاننا عوام پر واجب ہے اور اسی کو امام زندوی نے اختیار کیا ہے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ امر بالمعروف کے واسطے پانچ باتوں کی ضرورت ہے اول آنکہ علم چاہئے کیونکہ جاہل سے امر بالمعروف بخوبی نہیں ہو سکتا ہے دوم آنکہ امر بالمعروف سے اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنا و ثواب مقصود ہو سوم آنکہ جس کو امر بالمعروف کرتا ہے اس کے حال پر شفقت کی نظر ہو پس اس کو نرمی و مہربانی سے منع کرے چہارم آنکہ امر بالمعروف کرنے والا بصورتِ حلیہ آدمی ہو پنجم آنکہ جس بات کے کرنے کا حکم کرتا ہے اس کو خود کرنا ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم میں داخل نہ ہو جائے کہ لم تقولون الا تفعلون یعنی کیوں ایسے کام کو کہتے ہو جس کو تم خود نہیں کرتے ہو اور عوام میں سے کسی کو نہ چاہئے کہ قاضی یا مفتی یا عالم مشہور کو امر بالمعروف کرے کیونکہ اس میں ترک ادب ہے اور اس وجہ سے کہ بسا اوقات یہ بات ہوتی ہے کہ اس کو بسبب ضرورت کے یہ بات مباح ہو اور عام آدمی بسبب لاعلمی کے اس سے واقف نہ ہو یہ غرائب میں ہے قلت توضیح ذلک فی تفسیر المترجم جم ایک شخص نے کسی کو برا کام جو شرح میں روا نہیں ہے کرتے دیکھا اور یہ دیکھنے والا خود

۱۔ قولہ نہ ہو جائے الخ لیکن یہ جہی کہ وہ فعل قلبی نہ ہو جیسے فلانہ عورت سے فحش محبت کو دل میں جمائے لیکن زنا جہی ہوگا کہ صاف ہو اور تحقیق اس کی تفسیر مواہب الرحمن کے سورۃ بقرہ کے خاتمہ میں ہے ۱۲ (۱) صحیح یہ ہے کہ عالم پر واجب ہے ۱۲

یہ بری بات کرتا ہے تو اس کو منع کرنا لازم ہے اس واسطے کہ اس پر دو باتیں واجب ہیں ایک یہ کہ خود بری بات نہ کرے دوم یہ کہ بری بات سے منع کرے پس اگر اس نے ایک واجب (۱) ادا نہ کیا تو دوسرا اس کے قومہ سے ساقط نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین و ملتقط و محیط لیس ہے۔ ایک شخص کو معلوم ہوا کہ زید برابر بری بات کئے جاتا ہے پس آیا اس کو روکا ہے کہ زید کے باپ کو یہ امر لکھ بھیجے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اس کے علم میں یہ بات ہو کہ اگر میں نے زید کے باپ کو لکھا تو اس کا باپ اس کو منع کرنے اور باز رکھنے پر قادر نہ ہوگا تو اس کو لکھ بھیجنا حلال ہے اور اگر یہ جانتا ہو کہ اگر اس کے باپ نے منع کرنا چاہا تو اس کے باز رکھنے پر قادر نہ ہوگا تو اس کو لکھنا نہ چاہئے اور یہی حکم زوجین یعنی بیوی و خصم میں ہے اور یہی حکم سلطان و رعیت و چشم یعنی لشکر سلطانی میں ہے اور امر بالمعروف جہی واجب ہوتا ہے کہ جب یہ جانے کہ یہ لوگ سماعت کریں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر باپ نے اپنے بیٹے کو کسی کام کرنے کا حکم دینا چاہا مگر خوف کرتا ہے کہ اگر میں نے حکم کیا تو شاید میرے حکم کی فرمانبرداری نہ کرے تو یوں کہے کہ (خوب آید اے پسر اگر اس کار کنی یا کنی) اے بیٹے اگر تو یہ کام کرے تو اچھا ہے یا نہ کر اور حکم نہ دے تاکہ اس پر نافرمانی کا عذاب نہ پڑے یہ قیہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک فحش (۲) بات کی پھر توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو گیا تو کسی کو یہ بات نہ چاہئے کہ جو شخص مسلمانوں کا امام سردار ہو اس کو اس کے فعل کی خبر کر دے تاکہ اس پر حد ماری جائے اس واسطے کہ عیب پوشی مندوب ہے یہ جو اہر اخلاطی میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو دیکھا کہ کسی شخص کا مال چراتا ہے تو فرمایا (۳) کہ اگر اس کی طرف سے ظلم کا خوف نہ ہو تو خبر کر دے اور اگر خوف ہو تو سکوت کرے یہ حاوی میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے گھر میں فسق ظاہر کیا تو چاہئے کہ پہلے اس سے جا کر کہے تاکہ عذر پورا ہو جائے پس اگر وہ باز رہے تو اس سے تعرض نہ کرے اور اگر باز نہ رہے تو امام کو اختیار ہے چاہے اس کو قید کرے اور چاہے زجر کرے اور چاہے ادب کے واسطے کوڑے مارے اور چاہے اس کو گھر سے نکال دے اور حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے شراب بنانے والے کا گھر پھونک دیا اور امام زہد صفار سے مروی ہے کہ انہوں نے فاسق کے فسق کے باعث اس کا گھر اجاڑ دینے کا حکم دیا اور فتاویٰ نسفی میں ہے کہ شراب کے خم توڑ دے اور شراب میں نمک ڈال دینے سے اس کا قابض نہ ہوگا اور توڑنے والے پر ان میں سے کسی بات کی ضمانت واجب نہ ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔

امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر مشکؓ میں نصرانی یا مسلمان کی شراب ہو تو میں اس کو پھاڑ ڈالوں گا اور امام اعظمؒ کے نزدیک اگر اس سے کسی طور پر انتفاع ممکن ہو تو ایسا کرنا جائز نہیں ہے یہ تاتار خانہ میں ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر مسلمان تنہا کسی گروہ کفار (۴) پر حملہ کرے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اگرچہ اس کی غالب رائے میں یہ ہو کہ میں قتل کیا جاؤں گا بشرطیکہ اس کی رائے غالب میں یہ ہو کہ میرے حملہ کرنے سے ان کافروں کو گزند پہنچے گا خواہ قتل کا گزند پہنچے یا زخمی ہونے کا یا ہزیمت یعنی بھاگ جانے و شکست کھانے کا گزند پہنچے گا اور اگر اس کی غالب رائے میں یہ ہو کہ میرے تنہا حملہ کرنے سے میں ہی قتل کیا جاؤں گا ان مشرکوں کو قتل یا زخمی ہونے یا شکست کھانے کا کچھ گزند نہ پہنچے گا تو اس کو تنہا حملہ کرنا مباح نہیں ہے اور قیاس کی دلیل سے ان کو تنہا حملہ کرنا ہر حال میں مباح ہے اگرچہ جانتا ہو کہ میں قتل کیا جاؤں گا یہ محیطؒ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے فاسق مسلمانوں کی ایک قوم کو منکر شرعی سے منع کرنا چاہا اور اس کی غالب رائے میں یہ ہے کہ میں اس ممانعت سے قتل کیا جاؤں گا اور ان لوگوں کو مار پیٹ کے مانند کسی بات کا گزند نہ پہنچے گا تو اس کو ممانعت پر اقدام کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور یہ عزیمت ہے اگرچہ اس کے حق میں یہ رخصت ہے کہ سکوت کرے یہ ذخیرہ

۱ محیط الخ اور یہی قول صحیح ہے کہانی الشامی و فتح القدر ۱۲ ۲ مشک میں شراب کا رکھنا و ہانکا دستور تھا ۱۲ ۳ محیط الخ یہی صحیح ہے چنانچہ تفسیر قوله تعالیٰ لا تطلقوا بایديکم الی البہلکۃ تم اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ تفسیر مواہب الرحمن میں دیکھو ۱۲ منہ (۱) یعنی خود نہ چھوڑا تو منع کرنا ساقط نہ ہوگا ۱۲

(۲) ظاہر از نا کاری یا ولایت مراد ہے ۱۲ (۳) یعنی شیخ ابوالفقہ ۱۲ (۴) یعنی حالت جہاد میں لشکر اسلام سے نکل کر ۱۲

میں ہے گھوڑے و نیل کی گردن میں جرس لٹکانے میں مضائقہ نہیں ہے یہ قلعہ میں ہے اور چوپاؤں کی گردن میں جرس ڈالنے میں علماء نے اختلاف کیا ہے پس بعض نے کہا کہ جرس لٹکانا تمام سفروں میں مکروہ ہے خواہ جہاد ہو یا غیر جہاد ہو اور یہ قائل جیسا سفر میں مکروہ کہتا ہے ویسا ہی حضر میں بھی مکروہ کہتا ہے اور نابالغ کے پاؤں میں جلاجل ڈالنے کو بھی مکروہ کہتا ہے اور امام محمدؒ نے سیر کبیر میں ذکر فرمایا کہ غازیوں کو دارالحرب میں جرس کو استعمال میں رکھنا جو ہمارے علماء کے نزدیک مکروہ ہے وہ اس وجہ سے مکروہ ہے کہ اگر دارالحرب میں چوپاؤں کی گردنوں میں جرس ہوگا تو دشمن لوگ واقف ہو جائیں گے کہ مسلمان لوگ وہاں ہیں جہاں سے جرس کی آواز آتی ہے پس اگر مسلمان تھوڑے ہوں گے تو مبادرت کر کے ان پر ٹوٹ پریں گے اور مسلمانوں کو قتل کریں گے اور اگر مسلمان لوگ بہت ہوں گے تو کافر لوگ ان سے بچاؤ کر کے اپنے اپنے قلعوں میں پناہ گیر ہو جائیں گے اور اسی قیاس پر مشائخ نے فرمایا کہ اگر دارالاسلام میں قافلہ سواروں کا جنگل میں اور ان کو چور راہزنوں سے کھٹکا ہو تو ان کو بھی چوپاؤں کی گردنوں میں جرس لٹکانا مکروہ ہے تاکہ چور راہزن ان لوگوں سے واقف ہو کر ان کے قتل کرنے والے مال چھین لینے پر آمادہ نہ ہو جائیں اور حکم ہم نے جرس میں بیان کیا ہے وہی جلاجل کا حکم ہے۔ امام محمدؒ نے کتاب السیر میں فرمایا کہ پھر جس صورت میں کہ دارالاسلام میں جرس سے راحلہ والے کا نفع ہو تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور فرمایا کہ جرس میں بھر پور نفع ہوتا ہے چنانچہ ایک یہ ہے کہ اگر قافلہ میں سے کوئی شخص بھٹک گیا تو وہ جرس کی آواز سے جانتا ہے اور ایک یہ ہے کہ جرس کی آواز سے ہوام اللیل یعنی موذی جانور مثل بھیڑیا سانپ بچھو وغیرہ رات میں قافلہ سے دور بھاگ جاتے ہیں اور ایک یہ ہے کہ جرس سے چوپاؤں کو چلنے میں خوشی ہوتی ہے پس جرس بمنزلہ حدی کے ہے یہ محیط میں ہے۔

افادہ عام کی جگہوں کو استعمال میں لایا تو محتسب کن صورتوں میں ضامن ہوگا؟

محتسب نے اگر روئی والے کو عام راستہ پر روئی رکھنے سے منع کیا مگر اس نے نہ مانا پس محتسب نے اس کی روئی میں آگ لگا دی اور وہ جل گئی تو محتسب ضامن ہوگا لیکن اگر روئی رکھنے میں فساد معلوم ہو اور جلا دینے میں مصلحت معلوم تو ضامن نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔

☆ زہار و لہ باب

تداوی و معالجات کے بیان میں

اس باب میں عزل و اسقاط ولد کا بھی بیان ہے۔

دوا کرنے میں مشغول ہونے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ یہ اعتقاد ہو کہ صحت دینے والا اللہ تعالیٰ ہے اور اس نے دوا کو سبب مقرر کر دیا ہے اور اگر یہ اعتقاد ہے کہ دوا شافی ہے تو نہیں جائز ہے یہ سراجہ میں ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہڈی سے دوا کرنا روا ہے جب کہ بکری یا گائے یا اونٹ یا گھوڑے وغیرہ کی چوپایہ کی ہڈی سوائے آدمی و سور کے ہو کہ آدمی و سور کی ہڈی سے دوا کرنا مکروہ ہے پس امام محمدؒ نے سوائے آدمی و سور کی ہڈی کے سب حیوانات کی ہڈی سے دوا کرنا مطلقاً جائز کر دیا ہے کوئی تفصیل اس کی نہ فرمائی کہ جانور مردار ہو یا ذبح کیا ہو اور ہڈی خشک ہو یا تر ہو پس یہ حکم علی الاطلاق ایسے حیوان کی ہڈی میں جاری ہے جو ذبح کیا ہو ہو کیونکہ اس کی ہڈی ظاہر ہے خواہ تر ہو یا خشک ہو اس سے ہر طرح کا انتفاع تری کے ساتھ و خشکی کے ساتھ سب طرح جائز ہے پس اس سے دوا کرنا بھی ہر حال میں جائز ہے اور اگر حیوان مردار کی ہڈی ہو تو اس سے خشک ہونے کی حالت میں انتفاع جائز ہے اور جب تر ہو تو انتفاع نہیں جائز ہے اور کتے کی ہڈی سے دوا کرنا جائز ہے ایسا ہی ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے اور حسن بن زیاد نے فرمایا کہ اس سے

دوا کرنا نہیں جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

قال المترجم ☆

وهو الاصح۔

اجزائے آدمی سے انتفاع نہیں جائز ہے بعضوں نے کہا کہ بوجہ نجاست کے نہیں جائز ہے اور بعض نے فرمایا کہ بوجہ کرامت کے استعمال کرنا نہیں جائز ہے اور یہی صحیح ہے یہ جو اہر اخلاطی میں ہے اور امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ سور کی کھال وغیرہ کسی چیز سے انتفاع نہیں جائز ہے لیکن سور کے بالوں سے اساکہ یعنی موزہ موزون کو انتفاع لینا جائز ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ بالوں سے بھی نفع اٹھانا نہیں جائز ہے مگر قول امام اعظمؒ کا اظہر ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص کو کوئی بیماری ظاہر ہوئی اور اس سے طبیب نے کہا کہ تجھ کو خون نکلوانا چاہئے مگر اس نے نہ نکلوایا یہاں تک کہ مر گیا تو گنہگار نہ ہوا اس واسطے کہ اس کو یہ یقین نہ تھا کہ اس میں میرے حق میں شفا ضروری ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے ہر شخص کے واسطے چھپنے لگانا مستحب ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور حاملہ عورت کو جب تک بچہ نہ پھڑ کے تب تک چھپنے لگانا وفصد لینا نہ چاہئے اور جب بچہ پھڑ کے تو جب تک قریب ولادت زمانہ نہ ہو تب تک جائز ہے اور قریب ولادت کے بنظر حفاظت حمل نہیں جائز ہے لیکن اگر چھپنے وفصد کے ترک سے اس کو کھلا ضرر پہنچنا نظر آئے تو جائز ہے یہ قدیہ میں ہے۔ ایک عورت کو ایک مہینہ کا حمل ہے اس نے خون نکلوانے کے واسطے پیٹھ پر جونک لگانے کا قصد کیا تو طبیب سے دریافت کرے پس اگر اس نے کہا کہ حمل کو ضرر پہنچے گا تو ایسا نہ کرے یہ کبریٰ میں ہے۔ اگر حاملہ عورت نے اپنی صحت نفس کے واسطے دوا پی تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور یہ اولیٰ ہے اور اگر بچہ مردہ یا زندہ ساقط ہو گیا تو اس عورت پر کچھ عذاب نہ ہوگا یہ نیا بیج میں ہے۔ اور آدھا مہینہ چاند کا گذر جانے کے بعد سنیچر کے روز چھپنے لگانا بہتر اور خوب نافع ہے اور آدھا مہینہ گذرنے سے پہلے مکروہ ہے یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے۔ اگر کوئی شخص بیمار ہو یا رمد چشم کی بیماری ہوئی (یعنی ملتئمہ پرورم ہو گیا) اور اس نے علاج نہ کیا یہاں تک کہ مر گیا تو گنہگار نہ ہوگا یہ متعلق میں ہے۔ اگر کسی شخص کو دست شروع ہوئے یا اس کی دونوں آنکھوں میں رمد کی بیماری ہوئی اور اس نے علاج نہ کیا یہاں تک کہ مرض نے اس کو ضعیف و ناتواں کر دیا اور وہ مر گیا تو گنہگار نہ ہوگا اور اس صورت میں اور بھوک کی صورت میں مرجانے میں فرق ہے کہ اگر بھوکا ہوا اور باوجود قدرت کے اس نے غذا نہ کھائی اور مر گیا تو گنہگار ہوگا اور فرق یہ ہے کہ بھوک میں مقدار قوت کے کھانا آدمی کو یقیناً سیر کر دیتا ہے پس نہ کھانا اپنے نفس کو ہلاک کرنا ہوا اور معالجہ و دوا کرنا ایسا نہیں ہے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ گدھی کا دودھ مرض وغیرہ کے واسطے مکروہ ہے اسی طرح اس کا گوشت بھی مکروہ ہے اور ہر حرام چیز سے دوا کرنے کا بھی یہی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

دوا کرنا اونٹ کے پیشاب اور گھوڑے کے گوشت سے مکروہ ہے جامع صغیر میں ہے اور جاننا چاہئے کہ اسباب مزیل ضرر چند طرح کے ہیں ایک وہ جن پر یقین ہوتا ہے جیسے پانی پیاس کے ضرر کو دور کرتا ہے اور روٹی بھوک کے ضرر کو دفع کرتی ہے اور ایک وہ جن پر گمان ہوتا ہے جیسے قصد و چھپنے لگانا و مسہل چینا و باقی طب کے علاج یعنی برووت کا علاج حرارت سے حرارت کا علاج برووت سے اور یہ اسباب طب میں ظاہر ہیں اور ایک موہوم^۱ ہوتے ہیں جیسے داغ دینا و رقیہ کرنا پس جو اسباب ایسے ہیں کہ ان پر یقین ہوتا ہے تو ان کا ترک کرنا توکل نہیں ہے بلکہ خوف موت کے وقت ان کا ترک کرنا حرام ہے اور جو اسباب موہوم میں ان کا ترک کرنا شرط توکل ہے کہ اس کے ساتھ آنحضرت ﷺ نے متوکلوں کا وصف بیان کیا ہے اور جو اسباب مظنون ہیں یعنی بیچ بیچ میں ہیں جیسے ان

۱۔ موہوم یعنی محض وہی و خیالی ہیں ان پر جو اس فطرت ہے یا عقل سے کوئی دلیل قوی نہیں ہے سوائے قیاسی تجربہ کے پس ان میں سے ہر تروہ ہیں جن کو جہاز پھونک کہتے ہیں۔ واضح ہو کہ توکل یہ کہ ہر تدبیر وغیرہ میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے پس اگر کسی صورت میں ایسا کیا توکل رہا اور نہ کیا توکل نہ رہا ۱۲ منہ

اسباب کے ساتھ جو اطباء کے نزدیک ظاہر ہیں علاج کرنا سو یہ تو کل کے منافی نہیں ہے بخلاف موہوم اسباب کے اور ان کا چھوڑنا حرام نہیں ہے بخلاف ان اسباب کے جن پر یقین ہوتا ہے مگر بعض اشخاص کے حق میں اور بعض حالتوں میں اس کے کرنے کی بہ نسبت اس کا چھوڑنا افضل ہوتا ہے پس اس کا درجہ دو درجوں کے بیچ میں ہے یہ فصول عماد یہ فصل چونتیس میں ہے اور دوا کے واسطے مرد کو کسی عورت کے دودھ سے ناس لینے یا پینے میں مضائقہ نہیں ہے اور بلا ضرورت بالغ مرد کو کسی عورت کے دودھ پینے میں متاخرین مشائخ نے اختلاف کیا ہے یہ قدیہ میں ہے۔ اگر کسی مریض سے طبیب نے شراب پینے کے علاج کو کہا تو ایک جماعت ائمہ پنج سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ دیکھے کہ اگر وہ یقیناً جانتا ہے کہ اچھا ہو جائے گا تو اس کو شراب پینا حلال ہوگا اور فقیہ عبد الملک نے اپنے استاد سے نقل کیا کہ پینا نہیں حلال ہے کذا فی الذخیرہ۔

قال المترجم ☆

وهو اصح عند بعض المحققين واختاره المترجم وفي الهدایۃ اور نہیں جائز ہے کہ شراب سے کسی جراحت کا علاج کرے یا چوپایہ کی پیٹھ لگی ہو اس کا علاج کرے اور نہیں جائز ہے کہ کسی ذمی کو پلائے اور نہیں جائز ہے کہ بچہ کو بطور دوا کے پلائے اور اگر پلائے گا تو اس کا وبال پلانے والے پر ہوگا انتہی۔ اگر بیمار کو کسی طبیب مسلمان نے خبر دی کہ تیری شفاء خون یا پیشاب پینے یا مردار کھانے میں ہے اور اس نے مباح چیزوں میں سے اس کے قائم مقام کوئی چیز نہ پائی تو اس کو پینا و کھانا جائز ہے اور اگر طبیب نے کہا کہ اس سے تجھے جلدی شفا ہو جائے گی تو اس میں دو وجہیں ہیں اور اگر دوا کی تاثیر میں شراب کے قائم مقام دوسری چیز نہ ملے تو تھوڑی سی شراب بطور دوا کے پینا آیا حلال ہے یا نہیں سو اس میں دو وجہیں ہیں یہ تمر ناشی میں ہے اگر ایک شخص سے طبیب حاذق نے کہا کہ تیری بیماری بغیر سہا ہی کھائے یا سانپ کھائے یا بغیر ایسی دوا کھائے جس میں سانپ ڈالا گیا ہے نہ جائے گی تو بیمار کو اس کا کھانا حلال نہیں ہے یہ قدیہ میں ہے اور تریاق کھانا مکروہ ہے بشرطیکہ اس میں سانپ کا جزو ہو اور تریاق فروخت کرنا جائز ہے اور اگر نہ جانتا ہو کہ اس میں سانپ کا جزو ہے تو تریاق کھانا روا ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور دوا کے واسطے کبوتر کی بیٹ کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ خزائنہ الفتاویٰ میں ہے۔ علک (۱) چبانے میں عورتوں کے واسطے بلا خلاف کچھ مضائقہ نہیں ہے اور مردوں کے واسطے چبانے میں اختلاف ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ عورتوں و مردوں دونوں کے حق میں کچھ مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ کوئی غرض صحیح ہو اور یہی صحیح ہے یہ جو اہر اخلاطی میں ہے۔ شیخ ابو مطیع سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت موٹی ہونے کے واسطے فہیت (۲) کے مانند چیزیں کھاتی ہے تو فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے جب تک سیری سے زیادہ نہ کھائے اور اگر اس نے سیری سے زیادہ کھائی تو اس کو حلال نہیں ہے یہ حاوی میں ہے۔

اگر عورت اپنے شوہر کے واسطے اپنے آپ کو موٹا کرنا چاہے تو مضائقہ نہیں ہے اور مرد کے واسطے یہ مکروہ ہے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ ایک شخص نے مرارہ یعنی پتا دوا کی غرض سے اپنی انگلی میں پہنا تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ نہیں جائز ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ آٹے کی لبدی اگر جراحت پر باندھی پس اگر اس میں شفاء سمجھتا ہو تو مضائقہ نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اگر بچوں کو کوئی بیماری لگ گئی ہو تو ان کے داغ دینے میں مضائقہ نہیں ہے اسی طرح نشان کے واسطے بہائم کو داغ دینے میں مضائقہ نہیں ہے یہ محیط سرخی میں ہے۔ اور چہرہ پر داغ دینا مکروہ ہے یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے۔ قرآن کے ساتھ

۱۔ مترجم کہتا ہے کہ بعض محققین کے نزدیک یہی صحیح ہے۔ واضح ہو کہ اس میں دونوں قولوں کی صحیح کی گئی بلکہ مفتی یہ ٹھہرائے گئے لیکن یہی قول دوم اظہر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۱) علک در حقیقت ایک قسم کا گوند ہے جو منہ خوشبو کرتا ہے (۲) فہیت زوئی چور کر مثل حریرہ کر لیتے ہیں سیرکال سے زائد سوائے خاطر

مہمان کے البتہ مکروہ ہے ۱۲

استرقاء میں اختلاف ہے مثلاً قرآن کو کسی مریض پر یا جس کو بچھونے کا ٹا ہے پڑھ کر پھونکے یا ورق لکھ کر اس کی گردن وغیرہ میں لٹکائے یا طشت میں لکھ کر اس کو دھو کر مریض کو پلائے پس اس کو عطاء و مجاہد و ابو قلابہ نے مباح فرمایا ہے اور نخعی صبری نے مکروہ فرمایا ہے یہ خزانۃ الفتاویٰ میں ہے اور اس طرح رقیہ کرنا مشاہیر میں بلا انکار ثابت ہوا ہے اور جس شخص کی نکسیر پھوٹی اور اس کا خون بند نہیں ہوتا ہے پس چاہا کہ اس کے خون سے اس کی پیشانی پر کوئی آیت قرآنی لکھے تو شیخ ابو بکر اسکافؒ نے فرمایا کہ جائز ہے اسی طرح اگر مردار کی کھال پر لکھے تو بھی یہی حکم دیا ہے بشرطیکہ اس میں شفاء ہو یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

قال المترجم ☆

شیخ ابوالمکلام نے نقل کیا کہ ایک جماعت ائمہ نے اس کو مکروہ فرمایا ہے واللہ اعلم۔ تعویذ لٹکانے میں مضائقہ نہیں ہے لیکن پیچانے جانے کے وقت اور جماع کرنے کے وقت اس کو الگ کر دے یہ غرائب میں ہے۔ اگر کسی عورت کا خاوند اس کو مبعوض رکھتا ہو پس اس نے چاہا کہ میں تعویذ رکھوں تاکہ مجھے دوست رکھے تو جامع صغیر میں لکھا ہے کہ یہ حرام ہے حلال نہیں ہے یہ حاوی میں ہے۔

نظر بد کے علاج کی بابت کچھ مسائل ☆

اگر کوئی بچہ پیدا ہوا تو اس کے خون سے اس کا سر لٹھاڑا مکروہ ہے یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے۔ شہاب الدین آمالی نے کہا کہ راستہ کی پڑی ہوئی قتا اٹھا کر جلانے اور جس کو نظر لگی ہے اس کے سر کے گرد پھرانے میں مضائقہ نہیں ہے اور اس کی نظیر یہ ہے کہ خائف بچہ کے سر پر موم پگھلا کر جمادیتے ہیں اور شیخ لبادی نے فرمایا کہ یہ بھی جائز ہے کہ جب اس سے شفاء کا اعتقاد نہ ہو یہ قدیہ میں ہے۔ کھیتوں و فالیزون میں کھوپڑی کی ہڈیاں نظر نہ لگنے کے واسطے رکھنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ بات آثار سے ثابت ہوئی ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔

قال المترجم ☆

فیہ نظر۔ ایام نوروز میں پر پر چہ لکھ کر بھوت پریت کے خوف سے دروازوں پر چپکانا مکروہ ہے کذا فی السراجیہ اور ایام نوروز میں پر چہ لکھنا مکروہ ہے اور دروازوں پر چپکانا حرام ہے کیونکہ اس میں اسم اللہ تعالیٰ کی اہانت و منجموں کے ساتھ مشابہت ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

قال المترجم ☆

یہ وہی مسئلہ سراجیہ ہے اور اس میں ہوام کا لفظ ہے پس ہوام سے اگر سانپ بچھو وغیرہ ہوام الارض مراد ہیں تو یہ معنی ہوئے کہ ان جانوروں کے واسطے دروازوں پر پر چہ چپکائے وہیہ مافیہ تحقیق مترجم کے نزدیک یہ معلوم ہوتا ہے کہ کفار عرب بعض ارواح کی نسبت یہ قائل ہوتے تھے کہ وہ آکر ستاتے ہیں اور اس کے ایام وہی ہوتے ہیں جو نوروز کے ہیں یا ہندوستان میں دیوالی کے ہیں پس میرے نزدیک یہی مراد ہے اور مفصل تحقیق ہوام حدیث کے بعض شراح نے بیان کی ہے فلیراجع الیہ۔ اگر خوشبو وغیرہ جلائی تو بعض نے فتویٰ دیا ہے کہ یہ فعل عوام جہاں کا ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی عورت آزاد کی بلا اجازت اس سے عزل کیا یعنی

۱۔ مکروہ اقوال اول اصح ہے جب تک کہ فساد اعتقاد نہ ہو ۲۔ قولہ جانا قول یہی اصح ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۳۔ زمانہ جاہلیت میں غقیقہ میں ایسا کرتے تھے اور بعض اخبار میں بھی آیا ہے ۴۔ مضائقہ قول یہ قول مع کھیتوں کی کھوپڑی کے بلا دلیل و خلاف سلف و ضعیف ہیں اور ائمہ متقدمین سے اس میں کچھ بھی روایت نہیں ہے۔ ہاں لوگوں نے تعویذ و عملیات کے طور پر کہا ہے تو حق یہ کہ اگر اس سے اعتقاد شفاء نہ ہو تب جائز ہے اور دیوالی وغیرہ میں گھر کے اندر آیت الکرسی وغیرہ تلاوت کرے مگر لکھ کر دروازے پر لٹکانا و چسپاں کرنا کسی صورت میں روا نہیں ہے ۱۲

انزال ہونے کو ہوا تو فرج سے باہر جب انزال کیا بدین وجہ کہ زمانہ کے خیال سے جیسا اولاد نالائق ہونے کا خوف کرتے ہیں وہ خوف اس کو بھی ہوا تو ظاہر جواب کتاب یہ ہے کہ اس کو یہ گنجائش نہیں ہے اور اس مقام پر مذکور ہے کہ روا ہے کیونکہ یہ زمانہ خراب ہے یہ کبریٰ میں ہے اور اس کو اختیار ہے کہ اپنی عورت کو عزل سے منع کرے یہ وجہ کروری میں ہے اگر عورت نے بچہ کو پورے اعضاء ظاہر ہونے کے بعد گرا دیا تو ایک باندی یا غلام واجب ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ پیٹ میں بچہ کی پوری خلقت ماہند بال و ناخن وغیرہ ظاہر ہونے کے بعد اسقاط کے واسطے علاج کرنا نہیں جائز ہے اور اگر خلقت پوری ظاہر نہ ہوئی تو جائز ہے اور ہمارے زمانہ میں ہر حال میں جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ تیمیہ میں لکھا ہے کہ میں نے شیخ علی بن احمد سے بچہ کی صورت بن جانے سے پہلے اس کے اسقاط کا مسئلہ پوچھا تو فرمایا کہ آزاد عورت کے بچہ میں نہیں جائز ہے بالاتفاق یہی ایک قول ہے اور باندی کے بچہ میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ ممنوع ہے یہ تاتار خانہ میں ہے۔

قال المترجم ☆

هواجح المختار۔ مرضعہ کو یعنی جو عورت دودھ پلاتی ہے اس کو دوا کے واسطے اپنا دودھ دینا نہیں جائز ہے بشرطیکہ بچہ کے حق میں مضر ہو یہ قنیہ میں ہے۔ ایک عورت جو دودھ پلاتی ہے اس کے حمل ظاہر ہو اور اس کا دودھ منقطع ہو گیا اور عورت مذکورہ کو اپنے بچہ کے حال پر مرجانے کا خوف ہو اور اس بچہ کے باپ کو اتنی گنجائش نہیں ہے کہ کوئی دائی نوکر رکھے تو اس عورت کو مباح ہے کہ جب تک پیٹ میں نطفہ یا مضغہ یا علقہ ہے اس کو کوئی عضو نہیں بنتا ہے تب تک خون بہا دینے کا علاج کرے اور حین کی خلقت بغیر ایک سو بیس روز کے نہیں ظاہر ہوتی ہے کہ چالیس روز تک نطفہ رہتا ہے اور چالیس روز تک علقہ اور چالیس روز تک مضغہ رہتا ہے یہ خزائنہ المفتیین و فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

النبی (۶) باب ☆

ختنہ کرنے، خسی کرنے، ناخن کاٹنے اور مونچھیں کاٹنے اور سر منڈانے اور عورت کے اپنے بال منڈانے اور عورت کے اپنے بالوں میں بال وصل کرنے کے بیان میں کس عمر تک ختنہ کیا جاسکتا ہے؟

ختنہ میں مشائخ کا اختلاف ہے بعض نے فرمایا کہ ختنہ سنت ہے اور یہی صحیح ہے یہ غرائب میں ہے۔ ختنہ کے واسطے وقت مستحب سات برس سے لے کر بارہ برس تک ہے اور یہی مختار ہے کذا فی السراجیہ اور بعض نے کہا کہ وقت ولادت سے سات روز کے بعد سے جائز ہے یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے اور عورتوں کے ختنہ کے بارے میں مختلف روایات ہیں بعض میں مذکور ہے کہ سنت ہے اور ایسا ہی بعض مشائخ سے منقول ہے اور شمس الائمہ حلوانی نے شرح ادب القاضی للخصاف میں ذکر کیا کہ عورتوں کا ختنہ مکرمات ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک لڑکے کا ختنہ کیا گیا مگر پوری کھال نہ کٹی پس اگر نصف سے زیادہ کٹ گئی تو ختنہ کیا ہوا ہوگا اور اگر نصف یا نصف سے کم کٹی ہو تو نہیں یہ خزائنہ المفتیین میں ہے اور صلوة النوازل میں لکھا ہے کہ اگر لڑکا بے ختنہ رہ گیا پھر ایسا ہو گیا کہ ختنہ کے واسطے اس کی تولد فتویٰ قول اسی طرح روا المختار وغیرہ میں بھی ہے لیکن آخر زمانہ والوں کا فتویٰ بہت مخدوش ہے کیونکہ دیکھو کسی دلیل سے یہ اعتبار نہیں ہوتا کوئی اپنی اولاد کو قتل کرے اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو علم کے ساتھ پیدا کرتا ہے پس اس کے بعد جو قول مذکور ہے وہی صحیح و لائق فتویٰ ہے فافہم ۱۲

کھال نہیں کھینچی جاسکتی ہے الا بشد ید یعنی شدت سے کھینچنے سے کھینچ سکتی ہے اور اس کا خشفہ یعنی سر ذکر ظاہر ہے کہ اس کو دیکھنے والا دیکھے تو اس کو معلوم ہو کہ گویا ختنہ کیا ہوا ہے تو ایسے شخص کو ثقہ و ہوشیار حجاموں کو دکھلایا جائے پس اگر وہ لوگ کہیں کہ اس کا ختنہ نہیں ممکن ہو سکتا ہے تو اس پر سختی نہ کی جائے گی بلکہ چھوڑ دیا جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ بوڑھا ضعیف اگر اسلام لایا اور وہ ختنہ کی تکلیف نہیں برداشت کر سکتا پس اگر ہوشیار آدمیوں نے کہا کہ یہ نہیں برداشت کر سکتا ہے تو چھوڑ دیا جائے گا اس واسطے کہ عذر کی وجہ سے واجب کا ترک کرنا جائز ہے تو سنت کا ترک کرنا بدرجہ اولیٰ جائز ہے یہ خلاصہ میں ہے اور بعض نے فرمایا کہ بالغ کا ختنہ اگر وہ خود کر سکے تو کر لے ورنہ کیا جائے گا لیکن اگر وہ ایسی عورت سے نکاح کر سکے یا ایسی باندی خرید سکے جو اس کا ختنہ کر دے تو کرے اور کرفیٰ نے جامع صغیر میں ذکر کیا ہے کہ حمایٰ اس کا ختنہ کر دے یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے ایک بچہ کا ختنہ کیا گیا پھر اس کی کھال بڑھ گئی پس اگر اس نے خشفہ کو چھپا لیا تو کاٹ ڈالی جائے گی ورنہ نہیں یہ محیط میں ہے اور باپ کو اختیار ہے کہ اپنے نابالغ فرزند کا ختنہ کرے اور اس کے چھپنے لگائے اور اس کی دوا کرے اور اسی طرح باپ کے وصی کو بھی یہ اختیار ہے اور ماموں و چچا کے وصی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ ایسا کرے لیکن اگر یہ لڑکا اس کے عیال میں ہو تو ہو سکتا ہے پس اگر وہ لڑکا اس سے مر گیا تو استحساناً اس پر ضمان واجب نہ ہوگی اسی طرح اگر ماں نے ایسا کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور واقعات ناظمی میں ہے کہ ماموں و چچا کے وصی کو ایسا اختیار نہیں ہے اگرچہ طفل اس کے عیال میں ہو یہ ترمذی میں ہے۔ اور باپ کا باپ یعنی سگدادا اور اس کا وصی بمنزلہ باپ کے ہے اور ماں کے وصی کو ایسا کرنا نہیں جائز ہے اگرچہ لڑکا اس کے عیال میں ہو یہ فتاویٰ قاضی خان و ملتقط میں ہے اور اگر اس نے طفل مذکور کے چھپنے لگائے یا ختنہ کیا یا اس کا قرضہ باندھا تو وہ ضامن ہے اس واسطے کہ وہ ولی نہیں ہے یہ حاوی میں ہے۔

عورتوں کے کان چھدانے میں مضائقہ نہیں ہے یہ ظہیر یہ میں ہے اور لڑکیوں کے کان چھدانے میں مضائقہ نہیں ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں لوگ ایسا کرتے تھے حالانکہ ممانعت نہیں پائی گئی یہ کبریٰ میں ہے۔ نبی آدم کا خفی کرنا باتفاق حرام ہے اور گھوڑے کا خفی کرنا سوشس الائمہ حلوائی نے اپنی شرح میں ذکر کیا کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک کچھ مضائقہ نہیں ہے اور شیخ الاسلام نے اپنی شرح میں ذکر کیا کہ حرام ہے اور سوائے گھوڑے کے اور بہائم میں اگر کچھ منفعت ہو تو مضائقہ نہیں ہے اور اگر خفی کرنے میں منفعت نہ ہو اور کچھ دفع ضرر نہ ہو تو حرام ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ بلی کے خفی کرنے میں اگر اس میں نفع یا دفع ضرر ہو تو کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ کبریٰ میں ہے۔ روضہ زند و یسی میں ہے کہ سر کے بالوں میں دو طریقہ سنت ہیں یا تو مانگ دار پٹے بال رکھے یا سرمندہ وائے اور طحاوی نے ذکر کیا کہ سرمندہ انا سنت ہے اور اس کو علمائے ثلاثہ کی طرف منسوب کیا۔ کذا فی القاتار خانیہ وانما صح عند المترجم الفرق فقط ولم یصح ان الحلق سنة و غاية ما ثبت الجواز الا ان یقال بالسنة سہنا تعم فعل الصحابة رضی اللہ عنہم فافہم واللہ اعلم ہر جمعہ کو سرمندہ انا مستحب ہے۔ کذا فی الغرائب۔

وقال المترجم ☆

فیہ نظر۔ اگر مرد بچ میں سے سرمندہ وائے اور بالوں کو سیدھا لٹکتا چھوڑے پیچیدہ نہ کرے تو مضائقہ نہیں ہے۔

۱۔ قول حمایٰ قول یہ رسم خود مذموم ہے کہ حمایٰ لوگ حجام میں نورالگاتے ہیں پس یہ حکم منقطع نہ ہوگا ۱۲ ۲۔ مترجم کے نزدیک سنت فقط یہی ہے کہ بال درمیان سے مانگ کر کے رکھے اور سرمندہ انا سنت نہیں لیکن جواز اس طرح ثبوت ہوا کہ آنحضرت ﷺ کو آپ کے اصحاب نے منڈایا اور بعض نے اکثر یہی کیا تا کہ غسل میں احتیاط ہو پس شاید سنت یہاں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فعل سے ہے ۱۲ منہ

صحیح یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے فاحفظہ اور اگر پیچیدہ کیا تو یہ مکروہ ہے کیونکہ اس میں یعنی کافروں و مجوسیوں کے ساتھ مشابہت ہو جاتی ہے اور ہمارے ملک میں بالوں کو بدون پیچیدہ کئے ہوئے چھوڑ دیتے ہیں لیکن درمیان سے سر نہیں منڈاتے ہیں بلکہ کناروں سے کاٹ دیتے ہیں یہ ذخیرہ میں ہے۔ سر منڈانا اور دونوں طرف سے پٹے چھوڑ دینا جائز ہے بشرطیکہ ٹکٹا چھوڑا ہو اور اگر سر پر باندھا تو نہیں جائز ہے یہ قیہ میں ہے اور قزع مکروہ ہے یعنی تمام سر منڈوائے اور بعض چھوڑ دے بقدرتیں انگل کے جس کو چٹپا کہتے ہیں یہ غرائب میں ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ سے مروی ہے کہ گدی منڈانا مکروہ ہے لیکن سچھنے لگانے کے وقت منڈا دینا مکروہ نہیں ہے یہ نیا بیچ میں ہے۔

قال المترم جم ☆

یہ روایت شاید ہے کہ امام رحمہ اللہ کے نزدیک بال رکھنا سنت ہے فافہم اور ناخن کا شانسنت ہے لیکن دارالحرب میں نہ کاٹنا اور چھوڑ رکھنا مندوب ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور افضل یہ ہے کہ ناخن کاٹنے اور مونچھوں کو خوب کترے اور زیر ناف یعنی عانہ کے بال مونڈے اور ہر ہفتہ میں ایک بار نہا کر اپنے بدن کو صاف کرے اور نہیں تو پندرہ روز میں ایک بار ایسا کرے اور نہیں تو چالیس روز بعد ضرور کرے پھر اس کا عذر قبول نہ ہوگا پس ہفتہ وار تو افضل ہے اور پندرہ روز درمیانی مدت ہے اور چالیس روز انتہا ہے کہ چالیس روز بعد اس کا عذر مقبول نہ ہوگا اور مستحق وعید ہوگا یہ قیہ میں ہے اور بغل کے بالوں کا منڈانا جائز ہے مگر اکھاڑنا اولیٰ ہے اور عانہ کے بالوں کو زیر ناف سے مونڈنا شروع کرے اور اگر اس نے نورہ لگا کر عانہ کے بال گرا دیئے تو جائز ہے یہ غرائب میں ہے جامع الجوامع میں ہے کہ موئے زیر ناف کو خود مونڈے اور اگر حجام نے مونڈے تو جائز ہے بشرطیکہ اپنی آنکھ بند کرے یہ تاتار خانہ میں ہے۔

ایک شخص نے اپنے ناخن کاٹنے یا سر منڈانے کے واسطے جمعہ کا روز مقرر کر لیا تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر سوائے جمعہ کے اور دنوں میں وہ جائز سمجھتا ہے مگر اس نے جمعہ تک تاخیر دی مگر تاخیر سے حد گذر گئی یعنی مثلاً ناخن بہت بڑھے تھے اور اس نے نہ کاٹے اور جمعہ کا انتظار کرتا رہا تو یہ مکروہ ہے کیونکہ جس کے ناخن بڑھے ہوتے ہیں اس کی روزی تنگ ہوتی ہے اور اگر اس نے حد سے تجاوز نہ کیا بلکہ جو اخبار جمعہ کی فضیلت میں ہیں ان کے اعتقاد پر تبرک سمجھ کر جمعہ تک تاخیر کی تو مستحب ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور چاہئے کہ ناخن کاٹنا دائیں ہاتھ سے شروع کرے اور دائیں ہاتھ پر ختم کرے یعنی دائیں ہاتھ کی کلمہ کی انگلی سے شروع کرے پھر دوسرے بائیں کے کاٹنا ہو دائیں کے انگوٹھے پر ختم کرے اور پاؤں کے ناخن میں دائیں پاؤں کی چھنگلیا سے شروع کرے اور بائیں پاؤں کی چھنگلیا پر ختم کرے اور حکایت ہے کہ ہارون رشید خلیفہ وقت نے امام ابو یوسفؒ سے دریافت کیا کہ رات میں ناخن کاٹنا کیسا ہے فرمایا کہ ہاں روا ہے تو ہارون رشید نے پوچھا کہ اس کی دلیل کیا ہے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ الخیر لا یؤخر یعنی بھلے کام میں دیر نہ کرنی چاہئے کذا فی الغرائب اور جب اپنے بال کتروائے یا ناخن کٹوائے تو چاہئے کہ تراشنا ناخن و بال کو دفن کر دے اور اگر پھینک دیا تو مضائقہ نہیں ہے لیکن اگر پاخانہ یا غسلاخانہ میں پھینکے تو مکروہ ہے اس واسطے کہ اس سے بیماری پیدا ہوتی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے چار چیزیں دفن کی جائیں ناخن و بال و خرقة حیض و خون یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے بال منڈائے اس میں جوں بھری ہوئی تھیں تو ان کو دفن کر دے یہ قیہ میں ہے اور اپنی مونچھوں کو یہاں تک کتروائے کہ مثل بھوؤں کے ہو جائیں یہ غیاشہ میں ہے۔ اور بعض اگلے بزرگ لوگ مونچھوں کے کنارے چھوڑ دیتے تھے کذا فی الغرائب ہمارے ملک میں یہی دستور ہو گیا۔

۱۔ یہ حدیث سے مستحاضد کیا گیا ہے جس کو کسی راوی نے حدیث کہہ دیا اور نہ امام ابو یوسف محدث ہیں ۱۲

۲۔ یعنی یہ امر سبب غارشی بیماری کا ہے یا عادت علت ہو جاتی ہے ۱۲ منہ

قال المکرّم جم ☆

طحاوی میں شرح آثار سے ذکر فرمایا کہ مونچھوں کا کترنا اچھا ہے اور کترنے کی یہ صورت ہے کہ اس قدر کاٹ دے کہ اوپر کے ہونٹ کے اونچے کنارے سے اوپر ہو جائے اور فرمایا کہ منڈانا سنت ہے اور یہ کترنے سے بہت اچھا ہے اور یہ امام اعظم و صاحبین کا قول ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ غازیوں کے واسطے مونچھیں بڑھانے میں مضائقہ نہیں ہے تاکہ دشمنوں کی آنکھوں میں ہیبت ناک معلوم ہوں یہ غیاشیہ میں ہے۔ اگر کسی کی ڈاڑھی بڑھ جائے تو اس کے کنارے چھانٹ دینے میں مضائقہ نہیں ہے اور اگر اپنی ڈاڑھی کو مٹھی سے پکڑ کر جس قدر مٹی سے بڑھی ہو کترے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے لیکن اگر مٹھی سے بڑھی ہوئی بہت دراز ہو تو چھوڑ دے یہ ملقط میں ہے اور ڈاڑھی کا قصر کرنا سنت ہے یعنی آدمی اپنی ڈاڑھی کو اپنی مٹھی سے پکڑے پھر جس قدر اس کی مٹھی سے بڑھی رہے اس کو کتر دے ویسا ہی امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں امام ابو حنیفہؒ سے نقل کیا ہے اور فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے اور حلق کے بال نہ منڈائے اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے اور بھوؤں کے بال لے لینے میں مضائقہ نہیں ہے اور چہرہ کے بال لینے میں مضائقہ نہیں ہے جب تک کہ مخنث کی صورت نہ ہو جائے یہ نیا بیچ میں ہے اور فینلتین کا نو چنا بدعت ہے اور واضح ہو کہ نیچے کے ہونٹ کے بیچ میں ڈاڑھی تک جو بال ہیں اس کے دونوں طرف اگر بال جے ہوں تو وہ فینلتین ہیں یہ غرائب میں ہے اور ناک کے بال نہ نوچے کیونکہ اس سے آکھ پیدا ہو جاتا ہے۔

قال المکرّم جم ☆

ایک دانہ نکلتا ہے اور وہ بد ہوتا ہے بڑھتا جاتا ہے اور سڑتا جاتا ہے اور بد بودار ہوتا ہے کہ کذا قیل۔ اور سینہ اور پیٹھ کے بال منڈانا ترک ادب ہے یہ قنیہ میں ہے۔ دانت سے ناخن کاٹنا مکروہ ہے کہ اس سے برص کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔ اور حالت جنابت میں بال منڈانا اور ناخن کاٹنا مکروہ ہے یہ غرائب میں ہے اگر عورت نے اپنے سر کے بال منڈائے پس اگر کسی بیماری کی وجہ سے جو اس کو عارض ہو گئی ہے بال منڈائے ہیں تو مضائقہ نہیں ہے اور اگر مردوں کی مشابہت کے واسطے ایسا کیا ہے تو مکروہ ہے یہ کبریٰ میں ہے۔ ایک مجنونہ کے سر میں درد وغیرہ کی بیماری پیدا ہوئی اور اس کا کوئی ولی نہیں ہے تو جو شخص اس کے سر کے بال مونڈے وہ محسن ہے بشرطیکہ عورتوں و مردوں کی تمیز کے واسطے کوئی علامت عورت کے مناسب چھوڑ دے یہ ملقط میں ہے۔ آدمی کے بال میں بال جوڑنا حرام ہے خواہ اسی کے بال ہوں یا غیر کے ہوں یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اگر عورت نے اپنے گیسو و قرون (۱) میں کچھ اونٹ کے بال رکھے تو مضائقہ نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کسی عورت نے غیر کے بال اپنے بالوں میں وصل کئے ہوں تو ان کے ساتھ ان کی نماز جائز ہے یا نہیں جائز ہے اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور مختار یہ ہے کہ جائز ہے یہ غیاشیہ میں ہے اور فرمایا کہ اگر کسی غلام کی پیشانی پر بال نہ ہوں تو تاجروں کو روا ہے کہ اس کی پیشانی پر بال معلق لٹکا دیں کیونکہ اس سے کفن میں زیادتی ہو جاتی ہے اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اگر غلام خدمت کے واسطے ہو اس کو بیچنا مقصود نہ ہو تو اس کے ساتھ ایسا نہ کرے یہ محیط میں ہے۔

قال المکرّم جم

ہذا مما استماحصلہ کیف وان المشتري اذا اشتراه للخدمة لا بد له ان يزرع عنه ذك فليس فيه ما يوجب حسنا وظني انه نصيف
واصح من الرواية في تلك المسئلة ما قال في فتاویٰ قاضی خان اور اگر غلام کی پیشانی پر بال ہو تو تاجروں کو روا ہے کہ اس کی پیشانی کے بال

۱۔ یعنی اوپر کے ہونٹ کے اوپر کے کنارے سے کم ہو جائے اور بعض مشائخ مغرب نے حدیث کے یہی معنی بیان کئے اور مونڈنے کو بدعت کہا ۱۲ منہ
(۱) یہ نابار صرف اس ملک کے ہے

منڈوائے کیونکہ اس سے شمن میں زیادتی ہو جاتی ہے اور اگر غلام خدمت کے واسطے ہو اس کے فروخت کی نیت نہ ہو تو اس کے ساتھ ایسا کرنا مستحب نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

بیمو (۱) باب ☆

زینت و خدمت کے واسطے خادم رکھنے کے بیان میں

مشائخ نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ مردوں کے واسطے سرخی سے خضاب کرنا سنت ہے اور یہ مسلمانوں کے نشان و علامات میں سے ہے اور صریح سیاہی سے خضاب سواگر غازیوں میں سے کسی نے کیا تا کہ دشمنوں کی نظروں میں ہیبت ہو تو مشائخ نے اتفاق کیا ہے کہ یہ اچھا ہے اور اگر کسی شخص نے اس واسطے کیا کہ عورتوں کی (۱) نظروں میں اس کی زینت ہو اور عورتیں اس کو پسند کریں تو عامہ مشائخ کے نزدیک یہ مکروہ ہے اور بعض نے اس کو بلا کراہت جائز رکھا ہے اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ فرمایا کہ جیسا مجھے پسند ہے کہ عورت میرے واسطے زینت کرے ویسا ہی اس کو پسند ہے کہ میں اس کے واسطے زینت کروں یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور امام سے مروی ہے کہ خضاب اچھا ہے لیکن حنا و کتم و دوسرے سے ہو اور مراد امام کی ڈاڑھی و سر کے بال ہیں اور غیر حالت جنگ میں بھی خضاب کرنے میں اصح قول کے موافق کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ وجیز کردری میں ہے اور سرو ڈاڑھی میں غالباً (۲) ملنے میں مضائقہ نہیں ہے یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے اور سپید بال اکھاڑ ڈالنا بغرض زینت مکروہ ہے نہ بغرض آنکھ دشمنوں کی نظروں میں جہاد میں ہیبت پیدا ہو ایسا ہی امام سے منقول ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ اور مذکر بچہ کے ہاتھ اور پاؤں رنگنا نہ چاہئے لہذا اس حالت میں کہ کوئی ضرورت پیش آئے اور عورتوں اور مؤنث کے واسطے یہ جائز ہے یہ نیا بیچ میں ہے ایسے مرد نے جس پر غسل واجب ہے یعنی جنبی نے خضاب لگایا اور اسی خضاب کو پھر ایک عورت نے لگایا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے لیکن عورت اس خضاب کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتی ہے اور اگر مرد جنبی نے موضع خضاب کو دھو کر خضاب لگایا تو عورت اس سے نماز پڑھ سکتی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر عورت زینت کے لیے اپنے بالوں میں پیتل یا تانبے یا پوت یا لوہے وغیرہ کی مہرہ گریہ بنا کر لٹکائے یا ان چیزوں کے کنگن پہنے تو مضائقہ نہیں ہے اور اگر بچہ کی پنڈلیوں میں باندھے یا اس کے بہلانے کو اس کے گہوارہ میں باندھ دے تو بھی مضائقہ نہیں ہے یہ قیدیہ میں ہے۔ مردوں کو سرمہ اٹھانے میں بالاتفاق کچھ مضائقہ نہیں ہے اور سیاہ سرمہ اگر زینت کے واسطے ہو تو بالاتفاق مکروہ ہے اور اگر زینت مقصود نہ ہو تو اختلاف ہے اور عامہ مشائخ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر لوگوں میں تجمل کے واسطے کوئی مرد اپنے گھر میں سونے و چاندی کا تخت رکھے اور اس پر دیبا کا فرش بچھائے مگر کبھی اس پر سوتا و بیٹھتا نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں ہے کیونکہ ایسا بزرگان سلف صحابہ و تابعین سے منقول ہے یہ محیط میں ہے اور جس قدر اعمات کی ضرورت ہوتی عمارت بنانے میں مضائقہ نہیں ہے اور مکروہ جہی ہے کہ جب ایسی عمارت بنائے جس کی اس کو احتیاط نہیں ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ اور فقیہ ابو جعفر نے شرح سیر کبیر میں فرمایا کہ اگر کسی شخص نے نقشی نمودن سے اپنے بیت کی دیواروں میں دیوار گیری لگائی پس اگر جائز اور کرنا مقصود ہو تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اگر مقصود زینت ہو تو مکروہ ہے اور خمس الائمہ سرخی نے بھی شرح السیر میں فرمایا کہ دیواروں کی دیوار گیری نمودہ سے لگانا اگر بقصد دفع سردی ہو تو مکروہ نہیں ہے اور اس قدر زیادہ کیا کہ اسی طرح اگر گرمی دور

۱۔ بکداروے عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱) یعنی اپنی حرردوں ۱۲ (۲) ایک قسم کی خوشبو مرکب ۱۲

کرنے کے واسطے دیواروں میں خشیش یعنی گھاس (مثل خس وغیرہ کے) لگائی تو بھی مکروہ نہیں ہے اور مکروہ ان باتوں میں سے وہی ہے جو بقصد زینت ہو یہ ذخیرہ میں ہے اور دروازوں پر پردہ ڈالنا مکروہ ہے اس کو صریح امام محمدؒ نے سیر کبیر میں فرمایا ہے کیونکہ اس میں زینت و تکبر ہے اور حاصل یہ ہے کہ جو فعل بغرض تکبر کے ہو وہ مکروہ ہے اور اگر حاجت و ضرورت کی وجہ سے ہو تو مکروہ نہیں ہے اور یہی مختار ہے۔ یہ غیاثیہ میں ہے اور کسی جگہ ایسی چیز لگانا جس میں ذی روح کی تصویر ہو جائز نہیں ہے اور جس میں غیر ذی روح کی تصویر ہو اس کا لگانا جائز ہے یہ ظہیر یہ میں ہے اور آدمی کے واسطے جائز ہے کہ اپنے بیت میں صوف و کتان و روئی کے جیسے کپڑے چاہے فرش بچھائے خواہ وہ رنگین ہوں خواہ سادے ہوں خواہ نقشی ہوں یا بے نقشی ہوں یہ خزائنہ المفتین میں ہے۔ اور اگر کسی شخص کے ساتھ خدمت کے واسطے خادم ہو تو کچھ مضائقہ نہیں ہے لیکن یہ چاہے کہ خادم سے اسی قدر خدمت لے جس کی وہ طاقت رکھتا ہے اور اسی سے ہم نے کہا کہ اگر آدمی سوار ہو کر غلام کو جلو میں لے کر جائے تو جہاں چاہے جائے بشرطیکہ غلام یا پیادہ ساتھ چل سکتا ہو اور اگر اس سے یہ برداشت نہ ہو سکے تو ایسا مکروہ ہے یہ محیط میں ہے۔

غلام کی نشانی کے واسطے طوق یا بیڑی ڈالنا ☆

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ پیدلوں کو ساتھ لے کر سوار ہو کر چلنا بھی مکروہ ہے کہ جب ریاء و تکبر مقصود ہو یہ ملتقط میں ہے اور مستحب ہے کہ نماز عشاء کے بعد غلام و باندی کو چھٹی دے دے تاکہ وہ سو رہے یا آرام لے لے اور مالک پر واجب ہے کہ مملوک کو نماز کے وقتوں میں کام میں نہ پھنسائے کیونکہ مملوک آدمی نماز کے حق میں اصلی آزادی پر باقی ہے یہ تاتار خانہ میں حجۃ سے منقول ہے اور مولیٰ پر واجب ہے کہ مملوک کو اس قدر فرصت دے کہ وہ قرآن شریف میں سے اس قدر سیکھ لے جس سے نماز صحیح ہو جاتی ہے اور یہی حکم زوجہ کا ہے یہ قدیہ میں ہے۔ اور اپنے غلام کی گردن میں لوہے کا طوق ڈالنا مکروہ ہے اور بعض نے فرمایا کہ مضائقہ نہیں ہے کیونکہ اس زمانہ میں اکثر غلام خصوصاً ہندو غلام بھاگ جاتے ہیں اور پاؤں میں بیڑی ڈالنا مکروہ نہیں ہے یہ ترمناشی میں ہے۔

الکسول باب ☆

اس بیان میں کہ بنی آدم میں اور حیوانات میں کن کن جراحت کی گنجائش ہے اور

حیوانات میں کس کا قتل کرنا روا ہے اور کس کی گنجائش نہیں ہے

فتاویٰ ابواللیث میں مذکور ہے کہ ایک عورت مرگئی اور وہ حاملہ تھی اور یقین ہوا کہ اس کے پیٹ کا بچہ زندہ ہے تو عورت مذکورہ کا پیٹ بائیں طرف سے چاک کیا جائے اسی طرح اگر گمان غالب یہ ہو کہ اس کے پیٹ کا بچہ زندہ ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ اور منقول ہے کہ ایسا فعل امام اعظمؒ کی اجازت سے کیا گیا تھا سو اس کا بچہ زندہ رہا یہ سراجیہ میں ہے اور بچہ وارث نہ ہوگا اگر ماں کے پیٹ میں پھڑکتا ہو کیونکہ پھڑکتا کبھی بائی و خون مجتمع کی وجہ سے ہوتا ہے یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے۔ اگر باکرہ عورت سے فرج کے سوائے دوسری جگہ سے جماع کیا گیا اور اس کو حمل رہ گیا بایں طور کہ نطفہ اس کے فرج میں ٹپک گیا پھر جب ایام ولادت قریب آئے تو اس کا پردہ بکارت انڈا ڈال کر یا ورم کے کنارے سے توڑ دیا جائے گا کیونکہ بذون اس کے بچہ نہیں نکلے گا اور اگر کسی حاملہ کے پیٹ میں بچہ معترض ہو گیا یعنی بینڈا ہو کر چوڑاں میں پڑ گیا اور لوگوں کو بچہ کے نکالنے کی کوئی راہ نہ معلوم ہوئی سوائے اس کے کہ بچہ کے عضو عضو

جدا کئے جائیں اور اگر ایسا نہیں کرتے ہیں تو ماں کی جان کا خوف ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر بچہ پیٹ کے اندر مر گیا ہو تو ایسا کرنے میں مضائقہ نہیں ہے اور اگر زندہ ہو تو ہم اس کو جائز نہیں دیکھتے ہیں کہ اس کا عضو عضو جدا کیا جائے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کسی عضو میں آکلہ پھیل گیا تو اس عضو کے کاٹ ڈالنے میں مضائقہ نہیں ہے تاکہ آگے نہ پھیلے یہ سراجیہ میں ہے۔ آکلہ (۱) کی وجہ سے ہاتھ کاٹ ڈالنے اور پیٹ میں جو چیز ہو اس کے باعث سے پیٹ چاک کرنے میں مضائقہ نہیں ہے یہ ملقط میں ہے۔ اگر کسی مرد نے چاہا کہ زائد انگلی یا کوئی عضو دیگر قطع کرے تو شیخ نصیر نے فرمایا کہ اگر ایسا ہو کہ جس شخص سے ایسا قطع کیا جائے وہ اکثر ہلاک ہو جاتا ہے تو ایسا نہیں کر سکتا ہے اور اگر اکثر بیچ جاتا ہو تو اس کو قطع کرنے کی گنجائش ہوگی مرد یا عورت نے اپنے فرزند کی زائد انگلی قطع کی تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ ضامن نہ ہوگا اور ماں و باپ کو ولایت حاصل ہے کہ اپنے بچہ کا معالجہ کریں اور یہی مختار ہے اور اگر سوائے ماں و باپ کے کسی دوسرے نے ایسا کیا اور بچہ مرے تو وہ ضامن ہوگا اور ماں باپ بھی جہی ایسا کرنے کے مختار ہوں گے کہ جب اس فعل سے ہاتھ میں سستی آجائے یا زخم متعدی ہو جانے کا خوف نہ ہو یہ ظہیر یہ میں ہے۔ ایک شخص کے بدن پر سلعہ زائدہ ہے وہ اس کا قطع کرنا چاہتا ہے پس اگر اکثر اس کے قطع کرنے سے آدمی مر جاتا ہو تو ایسا نہ کرے ورنہ کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ خزائنہ المفہمین میں ہے۔ ایک جراح نے ایسی باندی خریدی جس کے سوائے سوراخ پیشاب کے دوسرا سوراخ نہیں ہے تو اس کو رتق پھاڑ دینے کا اختیار ہے اگرچہ باندی مذکورہ دردناک ہو جائے یہ قدیہ میں ہے۔

اگر مثانہ میں پتھری پیدا ہو جائے تو مثانہ چاک کرنے میں مضائقہ نہیں ہے اور کیسانیات میں ہے کہ جراحات خوفناک و قروح عظیمہ و سنگ مثانہ وغیرہ ایسی چیزوں میں اگر یہ کہا جائے کہ آدمی کبھی بیچ جاتا ہے اور کبھی مر جاتا ہے یا یہ کہا جائے کہ بیچ جاتا ہے مرتا نہیں ہے تو چیر پھاڑ کا معالجہ کرنے میں مضائقہ نہیں ہے اور اگر کہا جائے کہ بالکل نہیں بچتا ہے تو ایسا علاج نہ کیا جائے بلکہ چھوڑ دیا جائے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اگر کسی شخص کے پاس کبھاکتا ہو جو اس طرف سے گذرتا ہے اس کو کاٹ کھاتا ہے تو اس گاؤں والوں کو اختیار ہے کہ اس کے قتل کر ڈالیں اور اگر گاؤں والوں نے کتے والے سے سے اطلاع کر دی مگر اس نے اس کے قتل نہ کیا پھر اس نے کسی آدمی کو کاٹا تو کتے والا ضامن ہوگا اور اگر کتے والے کو آگاہ کرنے سے پہلے اس کتے نے کسی کو کاٹا ہو تو وہ ضامن نہ ہوگا یہ نیا بیج و خلاصہ میں ہے ایک گاؤں میں بہت کتے ہیں اور گاؤں والوں کو ان سے ضرر پہنچتا ہے تو وہ لوگ کتے پالنے والوں سے کہیں کہ ان کو قتل کرو اور اگر وہ انکار کریں تو قاضی سے نالش کریں کہ قاضی ان لوگوں پر یہ لازم کر دے گا کہ اپنے اپنے کتے قتل کریں یہ محیط سرخسی میں ہے اور اضحیہ نوازل میں لکھا ہے کہ ایک شخص کے پاس ایک کتا ہے حالانکہ اس کو اس کتے کی کوئی حاجت نہیں ہے اور اس کے پڑوسیوں کو کتے سے ضرر پہنچتا ہے پس اگر شخص مذکور نے اس کتے کو اپنے ملک میں باندھ رکھا تو پڑوسیوں کو اس کے منع کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر اس نے کوچہ میں چھوڑ دیا ہے تو وہ لوگ منع کر سکتے ہیں پس اگر اس نے مان لیا تو خیر ورنہ قاضی یا محتسب سے نالش کریں کہ وہ اس کو اس سے منع فرمادے اسی طرح اگر کسی نے گاؤں میں مرغی یا گدھی کا بچہ یا گائے کا بچہ پالا ہو تو اس میں بھی یہی دو صورتیں ہیں تہ محیط میں ہے اور اجناس میں ہے کہ نہ چاہئے کہ آدمی کتا پالے الا اس صورت میں کہ اس کو چوروں وغیرہ سے خوف ہو اسی طرح شیر و چیتا و کفتار و سب درندہ جانوروں کا یہی حکم ہے اور یہ بقیاس قول امام ابو یوسفؒ ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور جاننا چاہئے کہ حراست کے واسطے کتا

۱۔ سلعہ بدن میں گرد و بد گوشت کی پڑ جاتی ہے شاید ہندی میں اس کو تہوڑی کہتے ہیں واللہ اعلم ۲۔ هذا التفسیر علی طور الفقہاء ۱۲ منہ
۳۔ قال المترجم اور فرق دونوں میں یہ ہے کہ شخص اذل جس نے بے ضرورت کتا پالا ہے وہ بے ضرورت پالنے کی وجہ ہر روز اپنی اپنی نیکیاں کم کرتا ہے اور پڑوسیوں کو تنگ کرنے سے گنہگار ہوتا ہے اور دوسرا ایسا نہیں ہے ۱۲ منہ
(۱) یعنی گوشت میں پھلتا چلا جاتا ہے اور کھائے جاتا ہے ۱۲ منہ

رکھنا شرعاً جائز ہے اسی طرح شکار کرنے کے واسطے مباح ہے۔ اسی طرح حفاظت زراعت و مواشی کے واسطے جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنا کتا ذبح کیا یا گدھا ذبح کیا تو اس میں سے اپنی بلی کو کھلانا جائز ہے اور اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنے سور یا مردار میں سے اس کو کھلا دے یہ سراجیہ میں ہے۔ بلی اگر موذی ہو تو نہ ماری جائے اور نہ اس کی گوشالی کی جائے بلکہ تیز چٹھری سے ذبح کر دی جائے یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک شخص نے کسی چوپایہ سے وٹی کی تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر یہ چوپایہ اسی کی ملک ہو تو اس سے کہا جائے گا کہ اس کو ذبح کر کے جلادے گا اور اگر اس کی نہ ہو تو چوپایہ کے مالک کو اختیار ہے کہ وٹی کرنے والے کو بقیعت دے دے پھر وٹی کرنے والا اس کو ذبح کر کے جلادے گا اور یہ اس وقت ہے کہ وہ ایسے جانوروں سے نہ ہو جن کا گوشت کھایا جاتا ہے اور اگر ایسے جانوروں میں سے ہو جن کا گوشت کھایا جاتا ہے تو ذبح کی جائے گی اور جلائی نہ جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اجناس میں ہمارے اصحاب سے مروی ہے کہ ذبح کر کے استھانا جلادی جائے گی لیکن اس فعل سے جس کا گوشت کھایا جاتا ہے وہ جانور حرام نہیں ہو جاتا ہے یہ خزانہ الفتاویٰ میں ہے اور ٹیڑی کو قتل کرنے میں مضائقہ نہیں ہے کیونکہ وہ شکار ہے کھانے کے واسطے اس کا مار ڈالنا روا ہے تو دفعہ ضرر کے واسطے بدرجہ اولیٰ روا ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے مگر اس کا جلانا مکروہ ہے یہ سراجیہ میں ہے اور چیونٹی کے قتل میں اختلاف ہے اور مختار یہ ہے کہ اگر اس نے ایذا رسانی شروع کی یعنی جس وقت اس نے ایذا پہنچائی تو اس کے قتل میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اگر اس نے ایذا رسانی نہ کی ہو تو اس کا قتل مکروہ ہے۔ اور بالاتفاق اس کا پانی میں ڈالنا مکروہ ہے اور جوں کا مارنا ہر حال میں جائز ہے یہ خلاصہ میں ہے اور جوں و بچھو کا آگ سے جلانا مکروہ ہے اور جوں کو زندہ پھینک دینا مباح ہے لیکن براہ ادب مکروہ ہے یہ ظہیر یہ میں ہے اور اگر غازیوں نے دارالحرب میں بچھو پایا تو اس کو قتل نہ کریں لیکن اس کا ڈنک اپنے بچاؤ کے واسطے نکال دیں اور قتل نہ کریں کہ اس کے قتل کرنے میں اس کی نسل جاتی رہے گی اور کفار سے ضرر دفع ہو جائے گا اور اس میں کفار کا فائدہ ہے اسی طرح اگر دارالحرب میں اپنے فرودگاہ میں سانپ پایا پس اگر اس کے دانت کو توڑ سکیں تو دانت توڑ کر چھوڑ دیں تاکہ اپنے حق میں ضرر نہ پہنچے اور اس کو قتل نہ کریں کہ اس میں قطع نسل ہے اور اس میں کافروں کو منفعت ہے حالانکہ ہم لوگ ان کی ضرر رسانی کے واسطے مامور ہیں اور زنبور و حشرات الارض کا تعلق کرنا آیا ابتدا بدون ان کی ایذا رسانی کے شرعاً مباح ہے اور آیا ثواب ملے گا تو فرمایا کہ ثواب نہیں ملے گا لیکن در صورت ایذا ان کو قتل کرنا روا ہے اور بدون ایذا کے تاہل ہے۔ پس اولیٰ یہ ہے کہ ان میں کسی کے قتل سے تعرض نہ کرے یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے اور ایک چیونٹی کی وجہ سے تمام چیونٹیوں کا گھر پھونک دینا مباح نہیں ہے یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے۔ پیلہ آفتاب میں ڈالنا کہ کیڑے مرجائیں روا ہے کچھ مضائقہ نہیں ہے کیونکہ اس میں آدمیوں کا نفع ہے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ مچھلی آفتاب میں ڈال دی جاتی ہے تاکہ مرجائے حالانکہ مکروہ نہیں ہے یہ خزانہ المفتین میں ہے۔

دنبہ کی چکتی کاٹ ڈالنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے جب کہ اس کی دم سے چھوٹ کر لٹک پڑی ہو اور دنبہ کو چلنے سے باز رکھتی ہو کہ چل کر گلے سے مل جائے اور پیچھے رہنے میں بھیڑیے کا خوف ہو۔ اسی طرح اگر گدھا بیمار ہو اور اس سے نفع حاصل کرنے کے لائق نہ رہا تو کچھ ڈر نہیں ہے کہ اس کو ذبح کر دے تاکہ اس کی تیمارداری سے راحت پائے یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے کشتی میں آگ لگ گئی اور لوگوں نے گمان غالب کیا کہ اگر ہم لوگ دریا میں کود پڑیں تو پیر کر نجات پائیں گئے تو ان پر واجب ہے کہ کود پڑیں اور اگر یہ پیش آیا کہ اگر کشتی میں رہتے ہیں تو جلیں گے اور اگر دریا میں کودتے ہیں تو ڈوبیں گے تو ان کو اختیار ہے چاہیں کشتی میں پڑے رہیں یا دریا میں کود پڑیں۔ اور جس شخص نے اپنے آپ کو قتل کیا اس کا گناہ بہ نسبت دوسرے کو قتل کرنے کے زیادہ ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اعوان یعنی سلطانی سرہنگوں کو اور سعادۃ کو یعنی جو لوگ سلطان و سرہنگوں سے لوگوں کا مال ناحق لینے پر لگائی بھائی کرتے ہیں اور ظلمہ یعنی ظالم

حاکموں کو ایام فترت یعنی فتور حکومت ہو بوجہ عذر وغیرہ کے ایسے وقت میں قتل کرنا کیسا ہے تو بہت سے مشائخ نے ان لوگوں کا قتل مباح ہونے کا فتویٰ دیا ہے اور امام صفارؒ سے منقول ہے کہ شیخ بھاصؒ نے حکام القرآن میں یہ فقرہ وارد کیا ہے کہ جو شخص لوگوں پر ضربیہ باندھے یعنی ناحق محصول مقرر کر دے اس کا خون حلال ہے اور سید امام ابو شجاع سمرقندی فرماتے تھے کہ ان لوگوں کا قتل کرنے والا ثواب پائے گا اور فتویٰ دیتے تھے کہ سرہنک سلطانی کافر ہوتے ہیں اور ایسا ہی قاضی عماد الدین بھی ان کے کفر کا فتویٰ دیتے تھے مگر ہم ان کے کفر کا فتویٰ نہیں دیتے ہیں یہ محیط میں ہے۔ امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر قتلہ واقع ہو یعنی عذر و قتال وغیرہ تو آدمی کو چاہئے کہ اپنے گھر میں بیٹھا رہے پھر اگر اس کے گھر میں کوئی شخص گھس گیا اور اس کو قتل کر کے اس کا مال لے لینا چاہا تو اس سے قتال کرے اور اگر مارا گیا تو ہم امید کرتے ہیں کہ وہ شہید ہوگا یہ تاتار خانہ میں ہے۔ اور باز کو زندہ پرندے سے سکھانا کہ وہ زندہ کو پکڑ کر کھا جائے مکروہ ہے اور اگر ذبح کر کے اس سے سکھائے تو مضائقہ نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

باب ۱۰☆

اولاد کا نام و کنیت رکھنے اور عقیقہ کے بیان میں

اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناموں سے عبد اللہ و عبد الرحمن دو نام بہت پسند ہیں۔

قال المترم جم ☆

ہذا لفظ الحدیث لیکن اس زمانہ میں ان ناموں کے سوائے دوسرے نام رکھنا اولیٰ ہے کیونکہ عوام لوگ پکارنے میں ان ناموں کی تصغیر کرتے ہیں اور جو نام اللہ تعالیٰ کی کتاب میں پائے جاتے ہیں جیسے علی و کبیر و رشید بدیع وغیرہ ان ناموں پر نام رکھنا جائز ہے کیونکہ یہ نام مشترک ہیں اور بندوں کے حق میں ان ناموں سے جو مراد ہوتی ہے وہ معنی نہیں مراد ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اطلاق کرنے میں مراد ہوتے ہیں یہ سراجیہ میں ہے اور فتاویٰ میں لکھا ہے ایسا نام رکھنا جس کو اللہ نے اپنے بندوں میں سے کوئی اس نام کا نہیں ذکر فرمایا اور نہ رسول اللہ ﷺ نے ذکر فرمایا ہے اور نہ مسلمانوں نے استعمال کیا ہے مختلف فیہ ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ ایسا نام نہ رکھے یہ محیط میں ہے۔

مردہ بچہ کی ولادت پر نام رکھنے کی بابت اختلاف ☆

اگر مردہ بچہ پیدا ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کا نام نہ رکھا جائے اور امام محمدؒ نے خلاف کیا ہے اور جس شخص کا نام محمد ہو تو کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ وہ ابو القاسم اپنی کنیت رکھے اور یہ جو آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت پر کنیت نہ رکھو سو یہ منسوخ ہے اس واسطے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے بیٹے محمد بن الحنفیہ کی کنیت ابو القاسم رکھی تھی یہ سراجیہ میں ہے۔ اور اگر کسی نے اپنے بالغ بیٹے کی کنیت ابو بکر وغیرہ رکھی تو صحیح یہ ہے کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ لوگ اس میں تفاؤل نیک یوں سمجھتے ہیں کہ یہ لڑکا عنقریب ثانی الحال میں بکر کا باپ ہو جائے گا اور یہ مراد نہیں ہوتی ہے کہ وہ فی الحال ایسا ہی ہے یہ خزائنہ المفتین میں ہے اور یہ مکروہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کو نام لے کر پکارے یا عورت اپنے شوہر کو نام لے کر پکارے یہ سراجیہ میں ہے۔ پسرو دختر کی طرف سے عقیقہ کرنا یعنی ولادت سے ساتویں روز بکری ذبح کر کے لوگوں کی ضیافت کرنا اور بچے کے بال اتروادینا سو یہ مباح ہے نہ سنت ہے نہ واجب ہے یہ وجہ زکریٰ میں ہے اور امام محمدؒ نے عقیقہ کے حق میں ذکر کیا ہے کہ جس کا جی چاہے کرے جس کا جی نہ چاہے نہ کرے اور اس سے مباح ہونے کی طرف اشارہ ہے پس سنت ہونے سے مانع ہے اور جامع صغیر میں مذکور ہے کہ نہ پسر کی

طرف سے عقیقہ کیا جائے اور نہ دختر کی طرف سے اور یہ کراہت کی طرف اشارہ ہے یہ بدائع کی کتاب الاضحیہ میں ہے۔

نَبِیُّمُ الْوَبَابِ ☆

غیبت اور حسد اور غیمہ و مدح کے بیان میں

ایک شخص نے کسی شخص کی برائیاں عم خواری کے ساتھ بیان کیں تو مضا لفقہ نہیں ہے اور اگر اس نے اس سے بدگوئی و نقصان حرمت کا قصد کیا تو مکروہ ہے اور اگر کسی نے غیبت میں اہل نواح و اہل قریہ کی غیبت کی تو یہ غیبت نہیں ہے جب تک کہ کسی قوم معروف کا نام نہ لے یہ سراجیہ میں ہے۔ اگر ایک شخص روزہ رکھتا ہو اور نماز پڑھتا ہو مگر لوگوں کو اپنے ہاتھ و زبان سے تکلیف دیتا ہو تو جس حالت میں وہ ہے اس کا ذکر کرنا غیبت نہ ہوگی اور اگر سلطان کو اس کی خبر کر دی تاکہ سلطان اس کو زجر کرے تو خبر دینے والے پر گناہ نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

زید نے عمرو کو ایک کپڑا عاریت یا کچھ درم قرض تین روز کے وعدے پر دیئے مگر عمرو نے اس کو چند روز تک نہ دیا اور بہت تاخیر کی پس زید نے لوگوں کے سامنے اس کو خائن و کذاب بیان کیا تو اس میں معذور رکھا جائے گا یہ قدیہ میں ہے اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ حسد نہیں روا ہے الا دو میں ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے اور وہ اس کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں خرچ کرتا ہے اور ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے علم دیا ہے اور وہ لوگوں کو سکھلاتا ہے اور اس کے ساتھ حکم دیتا ہے یہ حدیث بظاہر اس بات کی دلیل ہے کہ ان دو میں حسد مباح ہے کیونکہ یہ تحریم سے استثناء ہے اور تحریم سے استثناء اباحت ہوتا ہے اور شیخ الاسلام نے کہا کہ ایسا نہیں ہے جیسا مقتضائے ظاہر حدیث ہے اور حسد ان دو میں بھی حرام ہے جیسا ان دونوں کے سوائے اور باتوں میں حرام ہے اور معنی حدیث کے یہ ہیں کہ انسان کو نہ چاہئے کہ غیر پر حسد کرے اور اگر حسد ہی کرے تو ان دونوں میں حسد کرے نہ اس وجہ سے کہ ان دونوں میں حسد مباح ہے بلکہ ایک اور بات کی وجہ سے وہ یہ ہے کہ انسان دوسرے پر عادتہً جیسی حسد کرتا ہے جب دوسرے کے پاس کوئی نعمت دیکھتا ہے پس اپنے واسطے اس نعمت کی تمنا کرتا ہے اور ماسوائے ان دونوں کے اور امور دنیا نعمت نہیں ہیں اس لئے کہ ان کا مال اللہ تعالیٰ کی نارضا مندی ہے اور نعمت وہ ہے جس کا مال اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ہو اور یہ دونوں ایسے ہیں جن کا مال اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ہے پس یہ دونوں نعمت ہیں اور ان دونوں کے سوائے جو ہیں وہ نعمت نہیں ہیں اور واضح ہو کہ ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ حسد جس کی برائی حدیث میں بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ غیر کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر یہ تمنا کرے کہ اس سے یہ نعمت زائل ہو جائے اور میرے پاس آ جائے اور اگر اس نے فقط یہ تمنا کی کہ میرے پاس یہ نعمت آ جائے تو اس کو حسد نہیں کہتے ہیں بلکہ غبطہ ہے اور شیخ الاسلام فرماتے تھے کہ اگر بعینہ یہ نعمت اپنے واسطے تمنا کرے تو یہ ہی حرام مذموم ہے اور اگر اس کے مثل اپنے واسطے تمنا کرے تو مضا لفقہ نہیں ہے اور شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ حدیث کے یہ معنی ہیں کہ حسد مذموم ہے حسد کرنے والے کو ضرر پہنچاتا ہے سوائے ان دونوں کے جن کو حدیث میں استثناء کیا ہے کہ ان میں محمود ہے کیونکہ درحقیقت حسد نہیں بلکہ غبطہ ہے اور حسد یہ ہے کہ حاسد یہ تمنا کرے کہ جس پر حسد کرتا ہے اس سے یہ نعمت جاتی رہے اور اس کے واسطے تکلف کرے اور یہ اعتقاد کرے کہ یہ نعمت بے موقع یعنی بے جگہ ہے اور غبطہ کے یہ معنی ہیں کہ اپنے واسطے اس کے مثل نعمت کی تمنا کرے بدون اس کے کہ تکلف کرے اور غیر سے اس نعمت کے زائل ہونے کی تمنا کرے یہ محیط میں ہے۔ کسی شخص کی تعریف کرنا تین طرح پر ہے اول یہ کہ اس

۱۔ یعنی بطور معرفہ ان کی شناخت ہو جائے کہ فلاں فلاں ۱۲ منہ

کے بر و تعریف کرے اور اسی سے ممانعت کی گئی ہے دوم یہ کہ اس کے سامنے تعریف نہ کرے مگر یہ جان کر کہ میری تعریف کی خبر اس کو پہنچ جائے گی پس یہ ممنوع ہے اور سوم یہ کہ اس کی پیٹھ پیچھے تعریف کرے اور یہ پروا نہ ہو کہ اس کو یہ خبر پہنچے گی یا نہ پہنچے گی اور تعریف بھی اسی قدر کرے جو بات اس میں موجود ہے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ غرائب میں ہے۔

بحرہ ہمو (۱) باب ☆

حمام میں داخل ہونے کے بیان میں

عورتوں کے حمام میں داخل ہونے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ فقط عورتیں ہی ہوں کیونکہ عام بلوی ہے اور جب داخل ہوں تو ازار کے ساتھ داخل ہوں یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور بدون ازار کے عورتوں کا حمام میں داخل ہونا حرام ہے یہ سراجیہ میں ہے اگر مرد بدون ازار کے حمام میں داخل ہو تو حرام ہے اور اگر یہ امر اس کی عادت ہو تو گواہی میں اس کی تعدیل نہ ہوگی اور اس سے یہ مراد (۱) ہے کہ اس کا اس فعل سے رجوع کرنا تو بہ کرنا ثابت نہ ہوا ہو اور نہ سقوط عدالت کے واسطے عادت ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ اگر ایک مرتبہ بھی حمام میں بلا ازار داخل ہوا تو عدالت ساقط ہو جانے کے واسطے کافی ہے یہ غرائب میں ہے۔ اور اگر کسی نے نہانا چاہا تو لنگی دور کر کے ننگا نہ ہو جائے اگر چہ تنہا ہو اور اگر ایسا کیا تو مکروہ ہے یہ قدیہ میں ہے اور شیخ ابونصر دہلوی نے فرمایا کہ اگر آب رواں وغیرہ میں حالت تنہائی میں اس نے ننگے ہو کر غسل کیا تو مکروہ نہیں ہے یہ غرائب میں ہے اور تڑکے حمام میں جانا آدمیت سے نہیں ہے۔ یہ وجہ کر دہری میں ہے۔ حمام میں اعضاء کا دبوانا بلا ضرورت مکروہ ہے اور فتاویٰ اہل سمرقند میں ہے کہ مجموع النوازل میں لکھا ہے کہ ناف سے اوپر اور گھٹنے سے نیچے دبوانا مباح ہے اور ناف و گھٹنے کے بیچ میں مباح نہیں ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے کہا کہ دو شرطوں کے ساتھ اس میں مضائقہ نہیں ہے ایک یہ کہ خادم اس کی داڑھی نہ دھوئے اور دوم اس کے پاؤں نہ دا بے یہ متفرقات ذخیرہ میں ہے۔

اگر حمام میں ازار کھول کر ننگے ہونے کی کوئی جگہ مقرر ہوتا کہ ازار دھو کر نچوڑے پس اس جگہ ایسا کیا تو مضائقہ نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے اور عین الائمہ کرامتسی نے فرمایا کہ اگر کسی نے حمام میں اپنی لنگی نچوڑنے کا قصد کیا اور اس کے پاس دوسری ازار نہیں ہے تو اس پر نچوڑنا واجب نہیں ہے لیکن اس پر پانی بہائے اور اسی قدر اس کے واسطے کافی ہوگا اور یہ حکم امام ابو یوسفؒ سے روایت کیا گیا ہے یہ قدیہ میں ہے۔ اگر حمام کے بیت صغیر میں ازار نچوڑنے کے واسطے ننگا ہو گیا یا ناف کے بال موٹنے کے واسطے ننگا ہوا تو بعض نے فرمایا کہ مضائقہ نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ گنہگار ہوگا اور بعض نے کہا کہ ذرا دیر کے واسطے جائز ہے یہ غرائب میں ہے۔

بحرہ ہمو (۱) باب ☆

بیع اور غیر کے مول ٹھہرانے پر خود مول ٹھہرانے کے بیان میں

آدمی کو چاہئے کہ جب تک خرید و فروخت کے احکام نہ جانے کہ کون سی صورت اس میں جائز ہے اور کون نہیں جائز ہے تب تک تجارت میں مشغول نہ ہو یہ سراجیہ میں ہے۔ اور اس کو حلال نہیں ہے کہ اپنے شریک سے دریافت کرنے سے پہلے فروخت کرے بلکہ شریک کو آگاہ کرے خواہ وہ لے یا نہ لے اور ہمارے اصحاب کے نزدیک یہ مذہب پر محمول ہے اور شریک کو آگاہ کرنے سے پہلے بیچنا

یعنی اگر اس نے گواہی ادا کی اور ترکیب کے وقت یہ معلوم ہوا کہ یہ شخص بلا ازار حمام میں جایا کرتا ہے اس سے اس نے تو بہ نہیں کی ہے تو اس کی تعدیل نہ ہوگی یعنی گواہ عادل قرار نہ دیا جائے گا ۱۲ منہ (۱) یعنی عادت ہونے سے ۱۲

مکروہ ہے یعنی یہ جو فرمایا کہ حلال نہیں ہے اس سے یہ مراد ہے کہ مندوب نہیں ہے۔

قال المترجم ☆

وعلیٰ ہذا مکروہ سے مراد مکروہ تنزیہی ہو گا واللہ اعلم۔ مؤلف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے شیخؒ سے دریافت کیا کہ جو چیز بازار سے خریدی جاتی ہے اور یقین معلوم ہے کہ بازاری لوگ ترکون سے اور ایسے لوگوں سے جن کا اکثر مال حرام ہے خرید و فروخت کرتے ہیں اور ان لوگوں میں باہم سود و عقود فاسدہ جاری ہیں تو اس کا کیا حال ہے تو فرمایا کہ یہاں تین صورتیں ہیں جس مال موجود کی نسبت اس کا غالب گمان یہ ہو کہ اس کو ان لوگوں نے ظلم کے ساتھ غیر سے لیا ہے اور بازار میں فروخت کرتے ہیں تو اس کو خریدنا نہ چاہئے اگرچہ وہ دست بدست ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں چند بار خرید و فروخت ہو کر پہنچ گیا ہو دوم یہ کہ یوں جانے کہ مال حرام بعینہ قائم ہے لیکن وہ مال غیر سے مخلط ہو گیا ہے اس طرح کہ اس کی تمیز نہیں ہو سکتی ہے تو برابر اصل امام اعظمؒ کے خلط کی وجہ سے اس کی ملک میں داخل ہو جائے گا لیکن اس سے خریدنا نہ چاہئے جب تک کہ وہ اپنے خصم کو عوض دے کر راضی نہ کرے اور اگر اس سے خرید لیا تو کراہت کے ساتھ اس کی ملک میں آ جائے گا اور سوم یہ کہ یہ معلوم ہو کہ غضب کیا ہوا یا بطور سود وغیرہ کے لیا ہوا مال عین باقی نہیں رہا ہے اور بائع دوسری چیز کو فروخت کرتا ہے تو جو شخص ایسا جانتا ہے اس کو ایسے بائعوں سے خریدنا جائز ہے اور یہ سب جو بیان ہوا فتویٰ کے واسطے طریقہ بیان ہوا ہے اور اگر کسی سے ممکن ہو سکے کہ ان لوگوں سے کچھ نہ خریدے تو اولیٰ یہ ہے کہ ان لوگوں سے کچھ نہ خریدے اور شاید یہ بات بلاد عجم میں معتد نہیں ہو سکتی ہے اور میں نے سنا کہ بلاد عرب میں ایک خاص بازار ہوتا ہے جس میں فقط حلال فروخت ہوتا ہے اور ایک بڑا بازار ہوتا ہے جس میں ہر چیز فروخت ہوتی ہے پس جو شخص خریدار حلال میں سے کچھ خریدنا چاہے تو وہ لوگ اس کے ہاتھ فروخت نہیں کرتے ہیں الا اس صورت میں کہ اس کا مال حلال ہو اور اگر عوام میں سے کسی شخص نے ان کے ساتھ تجارتی معاملہ کرنا اور ان کے ساتھ خرید و فروخت چاہی تو وہ لوگ اس کو حکم کرتے ہیں کہ اپنا سب مال صدقہ کر دے پھر اس کو زکوٰۃ کے مال سے دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس مال سے ہمارے ساتھ تجارت کرے اور اس کا نام کتاب میں لکھ لیتے ہیں کہ اس کا اصل مال حلال ہے اس نے فلاں فلاں سے زکوٰۃ کا مال لیا ہے پھر اس کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں اور فی الجملہ بات یہ ہے کہ بلاد عجم میں طلب حلال بہت دشوار ہے چنانچہ ہمارے بعض مشائخ نے کہا کہ اس زمانہ میں تو اپنے اوپر یہ لازم کر لے کہ حرام محض کو چھوڑ دے کیونکہ شبہ سے خالی تو تجھ کو کوئی چیز نہ ملے گی یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔

بوقت فروخت کی اپنی چیز کے دام بڑھانے کی خاطر اس کی تعریف میں مبالغہ کرنا ☆

زید کا گمان غالب یہ ہے کہ بازار والوں کی بیع کے اکثر معاملات فاسد ہونے سے خالی نہیں ہیں پس اگر غلبہ حرام^(۱) کو ہو تو اس کے خریدنے سے پرہیز کرے لیکن باوجود اس کے اگر اس نے خریدنا تو بائع نے جو چیز بطور فاسد خریدی تھی وہ اس مشتری کو حلال ہو گی جب کہ اس کا عقد اخیر صحیح ہو یہ قیہ میں ہے۔ اگر کوئی چیز خریدی پھر اس نے بعد خرید کے واپس لی تو جس صورت میں مخالف عادت و رسم نہ ہو جائز ہے یہ سراجیہ میں ہے اور امام ابو حنیفہؒ اس بات کو مکروہ جانتے تھے کہ بیع کے وقت کوئی شخص اپنے سلعہ یعنی مال و متاع کی تعریف کرے یہ ملقط میں ہے اور تاجر کے واسطے مستحب ہے کہ اس کو اس کی تجارت اداۓ فرائض سے غافل نہ کرے پس جب نماز کا وقت آئے تو تجارت کو چھوڑ دینا چاہئے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ نجس کپڑا بیچنے و بیان نہ کرنے میں مضائقہ نہیں ہے اور اگر اس کا گمان یہ ہو کہ مشتری اس سے نماز پڑھے گا تو مستحب یہ ہے کہ اس کو بیان کر دے یہ غرائب میں ہے نوازل میں ہے کہ شیخ نصیر

۱۔ ہذا فی النسخۃ الموجودہ ۱۲ (۱) یعنی زیادہ معاملات حرام ہوں اور تھوڑے حلال صحیح ہوں ۱۲

سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے یہودی یا نصرانی یا غلاموں کے بدن کی پرانی پوسٹین خریدی اور اس پر کوئی اثر نجاست کا نہیں دیکھتا ہے پھر اس کو اس نے بغیر دھوئے ہوئے استعمال کیا تو فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ اس کو یہ گنجائش ہے یہ تار خانہ میں ہے۔ قاضی خان میں ہے کہ چڑی بار سے عصافیر خرید کر ان کا چھوڑنا جائز ہے بشرطیکہ یہ کہہ دے کہ جو شخص پکڑے اسی کی ہیں اور چھوڑ کر اپنے ملک سے باہر نہ کرے اور شیخ برہان الدینؒ نے فرمایا کہ نہیں جائز ہے کیونکہ اس میں مال کا ضائع کرنا ہے یہ قیدی میں ہے۔ باندی ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرنا جو اس کا استبراء نہ کرے گا یا جس جگہ جماع کرنا چاہئے یعنی فرج کے سوائے بے جگہ یعنی دبر سے جماع کرے گا روا ہے^۱ یہ خزائنہ الفتاویٰ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک باندی خریدی اور اس کے دودھ ہے پس اس کو دائی گیری پر اجرت پر دیا تو اس کو اختیار رہے گا کہ اس باندی کو مراجم سے فروخت کرے ایک شخص نے ایک باندی فروخت کی پھر مشتری نے خریدنے سے انکار کیا و بائع کے پاس گواہ نہیں ہیں تو باندی مذکورہ سے وطی نہ کرے گا الا اس صورت میں کہ خصومت ترک کر کے مشتری کی قسم پر راضی ہو جائے یہ تار خانہ میں ہے۔ ایک شخص نے بطور بیع فاسد کے ایک باندی خریدی تو مشتری پر اس سے وطی کرنا حرام نہیں ہے لیکن مکروہ ہے یہ خزائنہ الفتاویٰ میں ہے عیمہ میں ہے کہ شیخ علی بن احمدؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شہریا گاؤں والوں نے ان بانٹوں کو جن سے درم و ریشم تولا جاتا ہے بڑھا دیا مگر ایسا بڑھا یا کہ اور شہروں کے بانٹوں سے موافق نہ رہے ان کے برخلاف زیادتی کردی اور خود باہم ان بانٹوں سے خرید فروخت کرنے پر دار مدار رکھا مگر بعض ان گاؤں والوں میں سے ان کے موافق ہو گئے اور بعضوں نے موافقت نہ کی پس آیا زیادتی کرنے والوں کو اس زیادتی کا اختیار ہے تو فرمایا کہ نہیں پھر دریافت کیا لیا کہ اگر سب لوگ اس زیادتی پر جو اور شہروں کے بانٹوں سے مخالف ہے اتفاق کر لیں تو کیا حکم ہے فرمایا کہ پھر بھی یہی^(۱) حکم ہے ایک شخص کو اناج خریدنے کے واسطے وکیل کیا اس نے شکستہ سودرم کو خرید کر موکل کو اس سے آگاہ کر دیا مگر موکل نے اس کو درست سودرم دیئے پس وکیل نے ان کے عوض شکستہ دراہم خرید کر سودرم بائع کو دے دیئے تو جس قدر زیادتی باقی رہے گی وہ وکیل کو حلال ہے اور اگر بجائے وکیل کے مضارب ہو تو اس کو حلال نہیں ہے یہ تار خانہ میں ہے۔ فقیہ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے دس درم کو ایک کپڑا خریدا اور ایک دانگ^(۲) ارنج دیا تو فرمایا کہ بائع کو قبول کرنا نہ چاہئے جب تک مشتری یہ نہ کہے کہ تجھے حلال ہے یا تجھے دیا یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی نے گوشت یا مچھلی یا پھلوں میں سے کچھ خریدا اور مشتری چلا گیا اور اس نے آنے میں دیر لگائی اور بائع کو خوف ہوا کہ یہ چیز بگڑ جائے گی تو بائع کو اختیار ہے کہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دے اور دوسرے کو اس سے خریدنا حلال ہوگا اگر ایک شخص بیمار ہوا اور اس کے بیٹے یا باپ نے بدون اس کے حکم کے مریض کی ضرورت کی چیز اس کے لیے خرید دی تو جائز ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اور حلالہ یعنی انٹنی جس کی پلیدی کھانے کی عادت ہے اور چھوٹی مرغی کی بیج جب تک اس میں بدبو باقی ہو مکروہ ہے۔ اور شہاب الدین آمالی نے فرمایا کہ ایک شخص کے پاس صاف بے مٹی ملے گیہوں ہیں پس اس نے چاہا کہ میں فروخت کے واسطے اس میں اس قدر مٹی ملا دوں جیسے عادت کے موافق گیہوں میں ہوا کرتی ہے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے یہ قیدی میں ہے۔ ایک شخص نے ایک بائع سے ایک باندی خریدی مگر وہ بائع کے سوائے دوسرے کی ہے یا کپڑا خریدا جو بائع کے سوائے دوسرے کا ہے پھر مشتری نے اس باندی سے وطی کی یا وہ کپڑا پہنا حالانکہ اس کو اس کا علم نہیں ہے پھر معلوم ہوا پس آیا مشتری پر کچھ گناہ ہوگا تو امام محمدؒ سے مروی ہے کہ جماع کرنا و پہننا حرام ہے لیکن مشتری کے ذمہ سے گناہ ساقط ہوگا اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ وطی حلال ہے اور اس کو باندی سے جماع کرنے میں ثواب ملے گا اور اگر کسی عورت سے

۱۔ اور بنا بر قول صاحبین رحمہ اللہ کے مکروہ ہے ۱۲۔ یعنی جیسے اپنی بیوی کے ساتھ وطی حلال سے آدمی کو مستحب ثواب ملتا ہے نا ایسے ہی یہاں ہے ۱۲۔

(۱) یعنی نہیں جائز ہے ۱۲۔ (۲) یعنی تول میں بڑھا دیا ۱۲۔

نکاح کیا پھر معلوم ہوا کہ وہ غیر کی منکوحہ ہے حالانکہ شوہر ثانی نے اس سے وطی کر لی ہی تو اس مسئلہ میں بھی اختلاف مذکور واسب ہے یہ محیط میں ہے۔ لوہے و پیتل وغیرہ ایسی چیزوں کی انگوٹھی بیچنا مکروہ ہے اور کھانے کی مٹی بیچنا مکروہ ہے یہ قیدیہ میں ہے۔ اگر کسی شہر والوں نے روٹی و گوشت کا بھاؤ مقرر کر لیا اور یہ بات اس شہر والوں میں شائع ہو گئی پھر ایک شخص نے شہر والوں میں سے ایک درم کی روٹی یا گوشت خریدا اور بائع نے اس کو بھاؤ سے کم دیا اور مشتری کو یہ معلوم نہیں پھر اس کو معلوم ہوا تو اس کو اختیار ہوگا کہ بقدر نقصان کے واپس لے کیونکہ جو بات معروف ہو وہ مثل مشروط کے ہے اور اگر مشتری اس شہر والوں میں سے نہ ہو تو اس کو اختیار ہوگا کہ روٹی کا نقصان واپس لے مگر گوشت کا نقصان نہیں لے سکتا ہے یہ تبیین میں ہے۔

رحمہم بسمو (۶) باب ☆

اس بیان میں کہ ایک شخص سفر کرنا چاہتا ہے اور اس کو اس کے دونوں والدین نے یا ایک نے یا ان کے سوائے دوسرے اقارب نے منع کیا یا قرض خواہوں نے روکا یا غلام نکلنا چاہتا ہے اس کو اس کے مولیٰ نے منع کیا

عورت سفر کرنا چاہتی ہے اس کو اس کے شوہر نے منع کیا ☆

بالغ بیٹا اگر ایسا فعل کرنا چاہتا ہو کہ جس میں دین کی راہ سے ضرر نہیں ہے اور نہ والدین کا کوئی گناہ ہے مگر اس کے والدین اس فعل کو مکروہ جانتے ہیں یعنی برا سمجھتے ہیں تو اجازت لینا ضروری ہے بشرطیکہ اس کو اس فعل کے نہ کرنے کا چارہ ہو۔

قال المکرّم جم

یعنی اگر ایسا فعل ہو کہ ناچار کرنا پڑے تو بلا اجازت بھی کرے گا فافہم۔ اگر دونوں والدین کے پورے حقوق کی مراعات معذّر ہو مثلاً اس کے ماں میں و باپ میں رنجش ہو کہ ایک کی مراعات سے دوسرا رنجیدہ ہو تو جو امور تعظیم و احترام کی طرف راجع ہیں ان میں باپ کو ترجیح دے اور جو امور خدمت و انعام کی طرف راجع ہیں ان میں ماں کی رعایت رکھے اور علماء الائمہ حمای سے منقول ہے کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ احترام میں باپ کو ماں سے مقدم رکھے اور ماں کو خدمت میں مقدم رکھے پس اگر وہ بیت کے اندر بیٹھا ہو اور دونوں اس کے پاس آئے تو باپ کی تعظیم کے واسطے کھڑا ہو جائے اور اگر دونوں نے اس سے پانی طلب کیا اور دونوں میں سے کسی نے خود اس کے ہاتھ سے نہ لے لیا تو پہلے ماں کو دے دے یہ قیدیہ میں ہے۔

امام محمدؒ نے سیر کبیر میں فرمایا کہ اگر کسی شخص نے سوائے جہاد کے تجارت یا حج یا عمرہ وغیرہ کے واسطے سفر کرنے کا قصد کیا اور اس کے والدین نے اس کو مکروہ جانا پس اگر دونوں کے ضائع ہونے اور بربادی کا خوف ہو مثلاً دونوں تنگ دست ہوں اور دونوں کا نفقہ اسی کے ذمہ ہو اور مال اس کا اس قدر نہیں ہے کہ ان دونوں کا نفقہ بھی دے اور زاد و راحلہ بھی دے تو یہ شخص بدون ان دونوں کی اجازت کے سفر نہیں کر سکتا ہے خواہ اس سفر کرنے والے لڑکے کی نسبت اس سفر میں ہلاکت کا خوف ہو مثلاً دریا میں کشتی پر جانا چاہتا ہے یا سخت سردی میں جنگل میں پڑ کر خشکی خشکی جانا چاہتا ہے یا اس سفر میں ولد مذکور کی نسبت ہلاکت کا خوف نہ ہو اور اگر فرزند کو اپنے والدین کے ضائع ہونے کا خوف نہ ہو مثلاً دونوں خوش حال ہوں اور ان کا نفقہ اس کے ذمہ نہ ہو پس اگر ایسا سفر ہوا کہ اس میں فرزند کی

نسبت ہلاکت کا خوف نہ ہو تو فرزند کو اختیار ہوگا کہ بدون دونوں کی اجازت کے سفر کو چلا جائے اور اگر ایسا سفر ہو کہ اس میں فرزند کی نسبت ہلاکت کا خوف ہو تو بدون ان کی اجازت کے نہیں جاسکتا ہے اجازت لے کر جائے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اسی طرح اگر طلبِ نفقہ کے واسطے پردیس کو جانا چاہا تو بھی ایسا ہی حکم ہے کہ اگر اس سفر میں اس کی نسبت ہلاکت کا خوف نہ ہو تو بمبزلہ سفر تجارت کے ہے اور اگر اس کی ہلاکت کا خوف ہو تو بمبزلہ سفر جہاد کے ہے یہ حکم اس وقت ہے کہ تجارت کے واسطے اسلام کے شہروں میں سے کسی شہر کو جانا چاہا ہو اور اگر دشمن کے ملک یعنی دارالحرب میں امام لے کر جانا چاہا اور والدین نے اس کے سفر کو مکروہ جانا پس اگر کوئی بات ایسی نہ ہو کہ جس کی وجہ سے اس کی نسبت خوف کیا جاتا ہو اور جن کفار کے ملک میں جانا چاہتا ہے وہ لوگ وفائے عہد میں معروف لون اور فرزند کے حق میں اس سفر میں منفعت ہو تو کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ والدین کے خلاف رائے عمل کرے اور اگر مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ دارالحرب میں تجارت کی نیت سے جانا چاہتا ہے اور اس کے دونوں والدین یا ایک نے اس کو مکروہ جانا اور جس لشکر کے ساتھ جانا چاہتا ہے وہ زبردست بڑا لشکر ہے کہ غالب رائے کے موافق اس پر دشمن کے ضرر کا خوف نہیں ہوتا ہے تو بغیر دونوں کی اجازت لیے جاسکتا ہے اور اگر غالب رائے میں کافروں کی طرف سے اس لشکر پر غلبہ کا خوف ہو تو بلا اجازت نہ جائے اسی طرح اگر سر یہ یعنی چھوٹا لشکر کسی سردار کی ماتحتی میں جائے یا ٹکڑا سواروں کا ہو یا اس کے مثل تو بھی بغیر دونوں کی اجازت کے نہیں جاسکتا ہے اس واسطے کہ سرایا میں اکثر ہلاکت کا خوف ہوتا ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص بدون والدین کی اجازت کے طلب علم کے واسطے نکلا تو مضائقہ نہیں ہے اور ایسی نافرمانی حقوق میں شمار نہیں ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ فرزند ڈاڑھی والا ہو اور اگر امر و سادہ رو ہو تو باپ کو اختیار ہے کہ اس کو اس خروج سے منع کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

تعلیم و تعلم کی نیت سے نکلنا اور عیال کے نفقہ اٹھانے پر بھی قدرت ہونا یہ افضل عمل ہے ☆

اگر تعلیم کے واسطے نکلا پس اگر تعلیم و حفاظتِ عیال دونوں پر قادر ہو تو دونوں کا اجتماع افضل ہے اگرچہ بقدر کفایت ہے حاصل ہو ولو حاصل مقدار بالا بدمنہ الی القیام بامر الیال ولا یخرج الخ اور اگر اولاد کا خوف ہو تو تعلیم کے واسطے سفر نہ کرے یہ تاتار خانہ میں نیا بیع سے منقول ہے۔ اور اگر بحر میں تجارت وغیرہ کے واسطے کشتی پر سوار ہو کر سفر کا قصد کیا پس اگر ایسا ہو کہ در صورت کشتی غرق ہونے کے اپنے آپ کو غرق سے کسی سبب سے جس سے غرق سے آدمی بچتا ہے بچا سکے تو اس کو کشتی کی سواری حلال ہے اور اگر اپنے آپ کو غرق سے کسی سبب سے جن سے غرق سے آدمی بچتا ہے نہ بچا سکے تو اس کو کشتی کی سواری حلال نہیں ہے اور اسی مسئلہ پر ہمارے مشائخ نے دارالحرب میں امان لے کر جانے کا مسئلہ قیاس کیا ہے یعنی فرمایا کہ اگر ایسی حالت ہو کہ در صورت مشرکوں کے اس کے قتل کا قصد کرنے کے کسی سبب سے جن سے قتل سے آدمی بچتا ہے اپنے آپ کو قتل سے بچا سکے تو اس کو دارالحرب میں اسی طرح جانا حلال ہے اور اگر اس سے مشرکوں کا قصد قتل دفع نہ ہو سکے تو حلال نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور کوئی عورت تین روز یا زیادہ کا سفر بلا محرم نہ کرے اور تین روز سے کم میں مختلف روایات ہیں امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ میں مکروہ جانتا ہوں کہ عورت بلا محرم ایک روز کا سفر کرے اور ایسا ہی امام اعظمؒ سے مروی ہے اور فقیہ ابو جعفرؒ نے کہا کہ تین روز کے حق میں روایات متفق ہیں اور رہا تین روز سے کم سو فقیہ ابو جعفرؒ نے کہا کہ یہ بہ نسبت تین روز کے خفیف ہے یہ محیط میں ہے اور شیخ حمادؒ (۱) نے فرمایا کہ اگر عورت بدون محرم کے صالحین یعنی پرہیزگار لوگوں کے ساتھ سفر کرے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور نابالغ و معتوہ حکم محرم میں نہیں ہیں اور نابالغ عاقل محرم ہے یہ

۱۔ کذا فی النسخۃ الموجدۃ ۱۲ (۱) ابن ابی سلیمان شیخ امام ابو حنیفہؒ

تاتار خانہ میں ہے اور باندی وام ولد کو اس زمانہ میں بلا محرم سفر کرنا مکروہ ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ اور فتویٰ اسی پر ہے کہ اس زمانہ میں باندی وام ولد کا بلا محرم سفر کرنا مکروہ ہے یہ سراجیہ میں ہے۔

☆ باب ۶

قرض و دین کے بیان میں

قرض کے یہ معنی ہیں کہ کوئی شخص درم یا دینار یا کوئی مثلی چیز لے جس کا مثل ثانی الحال میں دے سکے اور دین یہ ہے کہ اس کے ہاتھ کوئی چیز اجرت معلومہ کے عوض مدت معلومہ کے وعدہ پر فروخت کرے یہ تاتار خانہ میں ہے اور فقیہ نے فرمایا کہ قرضہ لینا کسی ضروری حاجت کے واسطے کچھ مضائقہ نہیں رکھتا ہے در حالیکہ اس کی نیت میں یہ ہو کہ میں اس کو ادا کر دوں گا اور اگر کسی نے اس نیت سے قرضہ لیا کہ نہ دوں گا تو یہ حرام خوری ہے یہ قیہ میں ہے۔ ایک شخص مر گیا اور اس پر قرضہ ہے تو نا طقی نے ذکر کیا کہ ہم کو امید ہے کہ اگر اس کی نیت میں یہ ہو کہ میں ادا کروں گا تو عاقبت میں ماخوذ نہ ہوگا یہ خزانہ المفتیین میں ہے۔ ایک شخص پر دوسرے کا حق ہے مثلاً زید پر عمرو کا حق آتا ہے اور عمر وہ کہیں غائب ہو گیا کہ نہ اس کا پتہ ٹھکانا معلوم ہے اور نہ یہ معلوم ہے کہ وہ جیتا ہے یا مر گیا تو زید پر یہ واجب نہیں ہے کہ شہروں شہروں اس کو ڈھونڈھے یہ قیہ میں ہے۔ شیخ نصیر سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کے قرضہ سے انکار لیا پس آیا قرض خواہ اس سے قسم لے یا نہیں تو فرمایا کہ اس کو قسم لینے کا اختیار ہے پھر اگر قرض خواہ طالب مر گیا تو وہ قرضہ وارثوں کا ہو گیا پھر اگر قرض دار نے وارثوں کو ادا کر دیا تو قرضہ سے بری ہو گیا مگر اس پر درگئی و انکار کا گناہ ہوگا اور اگر نہ ادا کیا تو اس کا ثواب قرض خواہ کو ہوگا اور وارثوں کو نہ ہوگا یہ حاوی میں ہے۔

اگر قرض دار انکار کرتا چلا جاتا ہے اسی حالت میں طالب یعنی قرض خواہ مر گیا تو اس کا ثواب آخرت میں قرض خواہ کو ہوگا وارثوں کو نہ ہوگا خواہ اس نے قرض دار سے قسم لی ہو یا نہ لی ہو اور اگر قرض دار نے پھر قرضہ وارثوں کو ادا کر دیا تو قرضہ سے بری ہو گیا اگر قرض دار اقرار کرتا ہو اور قرض خواہ مر گیا تو اکثر مشائخ نے فرمایا کہ آخرت میں حق خصومت میت کو حاصل نہ ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ میت کو حاصل ہوگا اور فقیہ نے فرمایا کہ قرضہ اول کا یعنی میت کا ہوگا یہ خزانہ الفتاویٰ میں ہے۔ اگر میت کے قرضہ داروں سے خصومت کا قرضہ ان پر آتا تھا کسی ظالم نے وصول کر لیا تو میت کے قرضے ان پر باقی رہیں گے یہ ملتقط میں ہے۔ ایک شخص پر لوگوں کے غصب یعنی اموال غصب میں ہیں اور مظالم یعنی ایسے اموال ہیں جو اس نے ایسے طور پر حاصل کئے ہیں جن کا اس پر مظلمہ ہے اور بیایات ہیں یعنی ناحق لوگوں کو تاوان دار کر کے وصول کئے ہیں پس اس نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں توبہ کی اور وہ ان لوگوں کو جن کے اموال اس پر اس طرح دین ہو رہے ہیں نہیں پہچانتا ہے پس اس نے اس قدر مال بہ نیت ادا فقیروں کو صدقہ کر دیا تو معذور ہو جائے گا اور اگر اس قدر مال والدین و مولودین کے صرف میں کر دیا تو بھی معذور ہوگا اسی طرح اگر اس نے مالوں کو حرمت سے پاک کرنا چاہا تو یہی طریقہ ہے ایک شخص پر متفرق لوگوں کے حقوق ہیں بدیں طور کہ اس نے لینے میں زیادتی کی اور دینے میں کم دیا پھر اس نے ان حقوق کی مقدار کو اپنے دل سے اندازہ کیا اور جس قدر اس کے دل میں جم اس قدر کے عوض ایک کپڑا جس کی قیمت بھی اسی قدر اندازہ کی گئی تھی صدقہ کر دیا تو عہدہ سے چھوٹ جائے گا اور شیخ مؤلف نے فرمایا کہ اس سے ثابت ہوا کہ ایسی صورتوں میں اسی جنس سے صدقہ کرنا جو اس پر واجب ہے چھٹکارنے کے واسطے شرط نہیں ہے کذا فی القیہ۔

قال المترجم

و ظنی ان ہذا فیما اذالم یعرف الجبر والنقصان مخصوصہ ایضاً فیما وقع فیہ معنی الاعیان کمالا یعرف بل الحقوق فلجاء فیہ۔ ایک شخص مر گیا اور اس پر قرضہ ہے اور وارث کو حال معلوم نہ ہو پس اس نے سب اس کی میراث کھالی تو شہادۃً نے فرمایا کہ بیٹا اس کے قرضہ میں ماخوذ نہ ہوگا اور اگر وارث کو مورث کے قرضہ کا حال معلوم ہو گیا تو اس پر واجب ہے کہ مورث کے ترکہ سے اس کا قرضہ ادا کرے اور اگر جاننے کے بعد بیٹے کو فراموش ہو گیا تو وہ عاقبت میں ماخوذ نہ ہوگا اسی طرح اگر ودیعت ہو اور وہ بھول گیا یہاں تک کہ مر گیا تو بھی عاقبت میں ماخوذ نہ ہوگا۔ زید کا عمرو پر قرضہ ہے اور دونوں راہ میں چلے جاتے ہیں پس اتنے میں چور راہزن لوگ نکلے اور انہوں نے ان دونوں کے اموال لینے کا قصد کیا پس قرض دار نے اس حالت میں قرض خواہ کا قرضہ دینا چاہا تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ اس کو اختیار ہے کہ ادا کرے اور قرض خواہ کو یہ اختیار نہیں ہے کہ نہ لے اور فقیہ ابواللیثؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک ایسی حالت میں قرض خواہ کو نہ لینے کا اختیار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص قرضہ کے مواخذہ میں قید کیا گیا اور اس کے قرضے لوگوں پر آتے ہیں تو قاضی اس کو قید سے نکالے گا تا کہ وہ لوگوں پر دعویٰ کرے پھر اگر اس کو لوگوں سے کچھ حاصل نہ ہو تو قاضی اس کو دوبارہ قید کرے گا یہ عنوان القضاء میں ہے۔ ایک مسلمان کا نصرانی پر قرضہ آتا ہے پس نصرانی نے شراب نکال کر فروخت کر کے اس کے ثمن سے مسلمان قرض خواہ کا قرضہ ادا کیا تو مسلمان کو لے لینا جائز ہے کیونکہ نصرانی کو شراب بیچنا مباح ہے اور اگر مسلمان کا دوسرے مسلمان پر قرضہ ہو اور مسلمان قرض دار نے شراب فروخت کر کے اس کے دام لے کر اس سے قرض خواہ کا قرضہ دیا تو قرض خواہ کو یہ مال اپنے قرضہ کے ادا میں لینا مکروہ ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔

ایک شخص کو ایسے شخص نے جس کو درم کی شناخت ہے عدالی درم اس وجہ سے واپس دیئے کہ چونکہ یہ کھوئے ہیں میں ان کو نہ لوں گا تو اب اس کو رو انہیں ہے کہ کھرے درموں کے حق دار کو یہ کھوئے درم بجائے کھرے درموں کے دے اور وہ نادانستگی میں لے لیتا ہے اس واسطے کہ یہ عذر و تلمیس ہے یہ قیدیہ میں ہے۔ زاد میں لکھا ہے کہ زید کا عمرو پر قرضہ آتا ہے اس نے عمرو سے اپنے قرضہ کے مثل درم لے لیے اور اپنی ضرورت میں خرچ کر ڈالے پھر اس کو معلوم ہوا کہ یہ درام زیوف تھے تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس پر کچھ نہیں ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ وہ زیوف کے مثل قرض دار کو دے کر اس سے کھرے درم واپس لے اور جامع صغیر میں امام اعظمؒ (۱) کا قول و امام محمدؒ کا قول بیان کیا ہے اور یہی صحیح ہے یہ مضمرات میں ہے۔ ایک شخص کے قرضے لوگوں پر آتے ہیں اور وہ لوگ غائب ہیں پس قرض خواہ نے کہا کہ میرا جس پر کچھ آتا ہے وہ حلت میں ہے یعنی اس کو حلال کر دیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس کو اختیار باقی رہے گا کہ ان لوگوں سے اپنا مال جو ان پر آتا ہے وصول کرے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ ایسی تحلیل جائز ہے اور وہ لوگ حلت میں ہو جائیں گے جب کہ ان پر قرض ہو اور اگر کوئی معین چیز ہو تو وہ چیز ان سے لے سکتا ہے اگر ایک شخص کا دوسرے پر کچھ حق آتا ہو اور اس نے دوسرے کو بدین شرط بری کیا کہ مجھے خیال ہے تو بری کرنا صحیح ہوگا اور خیال باطل ہے یہ خزائنہ الفتاویٰ میں ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ میں نے اپنے سب قرض داروں کو بری کر دیا اور زبان سے ان کے نام بیان نہ کئے اور نہ دل میں ان سب کی یا کسی ایک کی نیت کی تو شیخ ابوالقاسمؒ نے فرمایا کہ ابن مقاتل نے ہمارے علماء سے روایت کی کہ قرض دار لوگ بری نہ ہوں گے اور اگر کہا کہ میرا ہر قرض دار حلت میں ہے تو ابن مقاتل نے کہا کہ ہمارے علماء کے قول کے موافق اس کے قرض دار لوگ بری نہ ہوں گے اسی طرح اگر کہا کہ شہر رے میں میرا کچھ نہیں ہے پھر دوسرے روز ایک دار کی نسبت جو شہر میں واقع ہے یہ دعویٰ کیا کہ بیس جس سے میرا ہے تو بھی ہمارے

۱۔ یعنی صاحبین کا نہیں بیان کیا ہے ۱۲

علماء کے نزدیک اس کو یہ اختیار ہے اور ابن مقاتل نے کہا کہ میرے نزدیک دونوں مسئلوں میں اس کے قرض دار لوگ بری ہو جائیں گے اور اس کے دعویٰ کی سماعت نہ ہوگی یہ تاتار خانہ میں ہے۔ ایک شخص نے حکم دیا کہ تم لوگ فلاں شخص کے بیٹے کو پانچ درم دے دو کہ میں نے اس کے مال سے کچھ کھایا تھا اور اگر ابن فلاں یعنی فلاں کا بیٹا نہ پاؤ تو اس کے وارثوں کو دے دو اور اگر وارثوں کو نہ پاؤ تو اس کی طرف سے صدقہ کر دو پھر ان لوگوں نے ابن فلاں کی بی بی کو پایا اور کسی کو نہ پایا تو شیخ ابوالقاسمؒ نے فرمایا کہ اگر وہ عورت اس پر اپنے مہر کا دعویٰ کرتی ہو اور اس کے سوائے کوئی اور وارث معلوم نہ ہوتا ہو تو مہر میں اس کو دے دیں اور اگر مہر کا دعویٰ نہ کرتی ہو پس اگر کہتی ہے کہ بن فلاں یعنی اس کے شوہر کے کوئی اولاد نہیں تھی تو اس کو ان درموں کی چوتھائی ملے گی یہ قیدیہ میں ہے۔ اگر کسی نے بقال کے پاس ایک درم رکھا کہ جو چاہے گا اس سے لے لے گا تو یہ مکروہ ہے اور اس مسئلہ کے معنی یہ ہیں کہ ایک مرد فقیر کے پاس ایک درم ہے وہ ڈرتا ہے کہ اگر میرے پاس رہا تو برباد ہو جائے گا یا میں اس کو اپنی ضرورت میں اٹھا ڈالوں گا لیکن اور کاموں کی بہ نسبت اس کو بقال کی طرف حاجت زیادہ ہوتی ہے چنانچہ نمک مصالحہ وغیرہ چیزیں خریدنے کی ضرورت پڑتی ہے اور اس کے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں کہ ہر وقت جس چیز کی ضرورت پیش آئے اس کو خریدے پس اس نے بقال کو درم دے دیا تاکہ جس وقت جو ضرورت پیش آتی جائے اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے حساب سے اس کی درم میں سے لیتا جائے یہاں تک کہ درم پورا ہو جائے یعنی بمقابلہ پورے درم کے چیزیں لے لے تو یہ فعل مکروہ ہے اس واسطے کہ اس فعل کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ یہ ایسا قرض ہے جس سے نفع حاصل ہوتا ہے پس مکروہ ہوا لیکن اس باب میں حیلہ یہ ہے کہ جب ایسا قصد ہو تو درم بقال کو ودیعت دے دے پھر اس سے جو چاہے لیتا جائے لیکن اگر یہ درم ضائع ہو جائے تو بقال پر کچھ واجب نہ ہوگا کیونکہ یہ ودیعت تھا پھر جب بقال سے تھوڑا تھوڑا لیا تو جو اس نے تھوڑا تھوڑا بمقابلہ اس چیز کے جو اس سے لی ہے دیا ہے اس کا مالک ہوتا جائے گا پس جو مقصد ہے وہ بلا کراہت حاصل ہو جائے گا یہ نہایت میں ہے۔ تجرید میں لکھا ہے کہ اگر کسی سونار کو حکم دیا کہ میرے واسطے ایک درم وزن کی انگوٹھی اپنے پاس سے بنائے اور ایک دانگ مزدوری مقرر کی پس اس نے بنائی تو درم وزن سے زیادہ لینا نہیں جائز ہے یہ تاتار خانہ میں ہے۔ قرض مشاع جائز ہے چنانچہ اگر دوسرے کو ہزار درم دیئے اور کہا کہ اس کا نصف تیرے پاس آدھے نفع پر مضاربت پر ہے اور نصف میں نے تجھے قرض دیا تو جائز ہے یہ وجہ کر دہری میں ہے۔

لین دین کے وقت کچھ اوزان کی بابت مسائل ☆

سرکہ و مربا و رب و شیرہ انگور شہد و تیل و کمی کا قرض لینا پیمانہ سے جائز ہے اور لوہے کا اور اسی طرح تانبے و پیتل کا وزن سے قرض لینا جائز ہے اور بیلچہ اور کلہاڑی اور آ رہ و منشرہ و مٹی کا برتن ڈکوں ان سب کا قرض لینا نہیں جائز ہے۔ سوت کا وزن سے قرض لینا جائز ہے اور شیشہ کا قرض لینا نہیں جائز ہے اور گڈیوں سے نوا کہ کا قرض لینا نہیں جائز ہے اور کٹ و انجیر کا ٹوکروں کے حساب سے قرض لینا نہیں جائز ہے اور ہمارے نزدیک کسی قرض پر میعاد نہیں ثابت ہوتی ہے یہ تاتار خانہ میں ہے نوازل میں ہے کہ ایک پر قرض تھا اور قرض خواہ اس کو وصول کرنے پر آیا پس قرض دار نے اس کو درم قرض کے دیئے اور کہا کہ ان کو پر کھ لے اور وہ طالب کے ہاتھ میں تلف ہو گئے تو قرض دار کا مال گیا اور اگر قرض دار نے کچھ نہ کہا ہو اور طالب نے لے لیا پھر مطلوب کو دیا کہ اس کو پر کھ دے اور وہ تلف ہو گئے تو طالب کا مال گیا یہ ذخیرہ میں ہے۔

انہائیسو (۶) باب ☆

ملوک سے ملاقات کرنے اور ان کے ساتھ تواضع سے پیش آنے اور ان کے ہاتھوں کو بوسہ دینے اور ملوک کے سوائے غیر کے ہاتھوں کو بوسہ دینے اور مرد کو غیر مرد کا منہ چومنے واس کے متصلات کے بیان میں

ابواللیث حافظ سے روایت ہے کہ سلاطین کے پاس جانا مکروہ ہے اور وہ یہی فتویٰ دیتے تھے پھر اس سے رجوع کیا اور فتویٰ دیا کہ مباح ہے یہ غیاشیہ میں ہے۔ ایک شخص کو حاکم امیر نے بلایا اور اس سے چند باتیں دریافت کیں پس اگر وہ ان باتوں میں موافق حق کے کہتا ہے تو اس کی طرف سے برائی پہنچتی ہے تو اس شخص کو نہیں چاہئے کہ خلاف حق بات کہے اور یہ اس صورت میں ہے کہ اپنے نفس کے قتل یا اتلاف عضو یا اتلاف عضو غیر یا اپنے مال کے اتلاف کا خوف نہ ہو اور اگر ایسا خوف ہو تو خلاف حق کہہ دینے میں مضائقہ نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی غیر کے واسطے تواضع (۱) حرام ہے یہ ملقط میں ہے اگر کسی شخص نے سلطان کے واسطے بطور تحیہ کے سجدہ کیا اور اس کے سامنے زمین چوم لی تو کافر نہ کہا جائے گا لیکن گنہگار ہوگا کہ وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا ہے اور یہی مختار ہے اور فقیہ ابو جعفرؒ نے فرمایا کہ اگر کسی نے سلطان کو بہ نیت عبادت سجدہ کیا یا اس کے دل میں کچھ نیت نہ تھی تو ضرور کافر ہو گیا یہ جو اہر اخلاطی میں ہے۔ اگر مسلمان سے کہا گیا کہ تو بادشاہ کو سجدہ کر ورنہ ہم تجھ کو قتل کر دیں گے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اس مرد مسلمان سے عبادت کا سجدہ کرنے کو کہتے ہیں تو اس کے حق میں افضل (۲) یہ ہے کہ سجدہ نہ کرے جیسے کوئی شخص کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا گیا تو اس کے حق میں صبر کرنا افضل ہے اور اگر ظالموں نے تحیہ و تعظیم کا سجدہ کرنے کو کہا ہے عبادت کا سجدہ کرنے کو نہیں کہا ہے تو اس کے حق میں افضل یہ ہے کہ سجدہ کر دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ جامع صغیرہ میں ہے کہ تعظیم کے سامنے زمین چومنا حرام ہے اور فاعل و راضی دونوں سخت گنہگار ہیں یہ تاتار خانہ میں ہے۔

علماء و زاہدوں کے سامنے زمین چومنا فعل جہال ہے اور فاعل و راضی دونوں سخت گنہگار ہیں یہ غرائب میں ہے۔ اور سلطان وغیرہ کے سامنے جھکنا مکروہ ہے کہ یہ مجوس کے ساتھ مشابہت ہے یہ جو اہر اخلاطی میں ہے اور سلام کے وقت جھکنا مکروہ ہے اس کی حدیث میں ممانعت آئی ہے یہ ترمذی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے غیر کی خدمت کرنا کھڑے ہو کر ہاتھ پکڑ کر اور جھک کر جائز ہے اور سجدہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کے واسطے نہیں جائز ہے یہ غرائب میں ہے رہا کلام ہاتھ کو بوسہ دینے میں سوا اگر اس نے اپنے ہاتھ کو غیر کے واسطے چوما تو مکروہ ہے اور اگر غیر کا ہاتھ چوما پس اگر عالم یا سلطان عادل کے ہاتھ کو بوجہ اس کے علم و عدل کے بوسہ دیا تو مضائقہ نہیں ایسا ہی فتاویٰ اہل سمرقند میں لکھا ہے اور اگر سوائے عالم و سلطان عادل کے کسی مسلمان کا ہاتھ چوما پس اگر اس سے مسلمان کی تعظیم و اکرام مقصود ہو تو مضائقہ نہیں ہے اور اگر اس سے عبادت مقصود ہو یا یہ غرض ہو کہ دنیاوی مال و متاع کچھ اس سے مل جائے گا تو مکروہ ہے اور شیخ صدر الشہیدؒ اس فصل میں بلا تفصیل تکرار ہت کا فتویٰ دیتے تھے یہ ذخیرہ میں ہے۔ عالم و سلطان عادل کے ہاتھ کو

۱۔ عظیم بادشاہ حاکم مختار چنانچہ عظیم الروم اور اس لفظ میں اشارہ ہے کہ وہ سلطان و امیر مسلمانوں کا کہاں رہا اس پر ایسا لفظ اطلاق کیا جائے جو کفار پر اطلاق کیا جاتا ہے ۱۲ منہ ۲۔ یعنی شرع سے جاہلوں کا کام ہے اور کرنے والا اور اس کام پر رضا مند خواہ عالم ہو یا صوفی ہو دونوں گنہگار ہیں ۱۲۔ یعنی ہاتھ چومنا مطلقاً مکروہ ہے ۱۲۔ (۱) یعنی ایسی عاجزی جو جناب باری تعالیٰ کے لائق ہے یا مراد یہ کہ تواضع ہر صورت میں اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہو نہ غیر کی وجہ سے ۱۲۔ (۲) یعنی اللہ تعالیٰ کو سجدہ کی نیت کرے اور ظاہر میں اس مردود کے دکھلانے کو ایسا کر دے ۱۲۔

بوسہ دینا جائز ہے اور ان دونوں کے سوائے کسی کے ہاتھ کو بوسہ دینے کی رخصت نہیں ہے اور یہی مختار ہے یہ غیاشیہ میں ہے کسی عالم یا زاہد سے یہ درخواست کی کہ اپنا قدم بڑھائے تاکہ اس کو بوسہ دے تو یہ رخصت (۱) نہیں ہے اور نہ وہ شخص اس بات کو قبول کرے یہ بعض کے نزدیک ہے اور بعض کے نزدیک یہ درخواست قبول کرے اسی طرح اگر اس نے اس کا سر یا ہاتھ چومنے کی اجازت مانگی تو بھی یہی حکم ہے یہ غرائب میں ہے اور اپنے دوست سے ملاقات کے وقت اپنا ہاتھ چومنا جیسا جہاں لوگ کیا کرتے ہیں یہ بالا جماع مکروہ ہے یہ خزائنہ الفتاویٰ میں ہے۔ رہا کلام منہ چومنے میں سوفیقہ ابو جعفر ہندوانی سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر کوئی مرد دوسرے مرد کا جوفیقہ یا عالم یا زاہد ہو منہ چومے بغرض اعزاز دین کے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور جامع صغیر میں مذکور ہے کہ اگر ایک مرد دوسرے مرد کا منہ یا پیشانی یا سر چومے تو مکروہ ہے یہ محیط میں ہے۔

قال المکرّم جم ☆

ہذا هو المختار اور امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک یہ مکروہ ہے کہ ایک مرد دوسرے مرد کے منہ کو یا ہاتھ کو یا کسی جگہ کو بوسہ دے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ تقبیل و معانقہ از ار واحد میں روا ہے کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اگر معانقہ قمیص یا جبہ کے اوپر سے ہو یا منہ چومنا بطور برہونہ از راہ شہوت تو سب کے نزدیک جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر بقاء یا دواع (۲) کے وقت ایک عورت دوسری عورت کا منہ یا گال چومے تو مکروہ ہے یہ قدیہ میں ہے۔ ایک بوڑھا سفر سے آیا اور اس نے اپنی بہن کا جو بوڑھی ہے بوسہ دینا چاہا تو فرمایا کہ اگر اس کو اپنے نفس پر خوف ہو تو نہیں جائز ہے ورنہ جائز ہے ایسا ہی خلفؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کیا ہے یہ حاوی میں ہے۔ فقیہ ابواللیثؒ نے ذکر کیا ہے کہ بوسہ دینا پانچ طرح کا ہوتا ہے بوسہ رحمت جیسے باپ اپنے بچہ کو بوسہ دے یا بوسہ تحیت جیسے بعض مؤمن بعض مؤمن کو بوسہ دے و بوسہ شفقت جیسے بچہ اپنے باپ کو بوسہ دے و بوسہ موت جیسے کوئی شخص اپنے بھائی کی پیشانی پر بوسہ دے و بوسہ شہوت جیسے مرد اپنی عورت یا اپنی باندی کو بوسہ دے اور بعض نے ایک بوسہ اور بڑھایا ہے یعنی بوسہ دیانت یعنی حجر اسود کو بوسہ دینا یہ تمہین میں ہے۔

ایک شخص نے اپنے باپ کی بیوی کو جو پانچ یا چھ برس کی ہے شہوت سے بوسہ دیا تو شیخ ابو بکرؒ نے فرمایا کہ وہ لڑکی اس کے باپ پر حرام نہیں ہو جائے گی کیونکہ وہ مشہات نہیں ہے اور اس پر نے اگر اس کو مشہات تصور کر لیا تو اس پر لحاظ نہ کیا جائے گا اور اگر اس کے باپ کی بیوی اس قدر بڑھی ہو کہ حد شہوت سے خارج ہو گئی ہو اور اس پر نے اس کو شہوت سے بوسہ دیا تو وہ اس کے باپ پر حرام ہو جائے گی یہ حاوی میں ہے۔ اور مصافحہ جائز ہے اور مصافحہ کا سنت طریقہ یہ ہے کہ ایک مرد دوسرے مرد کے دونوں ہاتھوں میں اپنے دونوں ہاتھ رکھے اور درمیان میں کوئی کپڑا وغیرہ حائل نہ ہو یہ خزائنہ الفتاویٰ میں ہے۔

۱۔ سخت جاہل لوگ ۱۲۔ ۲۔ تقبیل منہ چومنا اور معانقہ گلے لپٹنا اور از ار واحد یعنی فقط ایک لنگی یا پانچامہ پہنے ہوئے ۱۲۔ (۱) یعنی شرعاً اجازت نہیں ہے ۱۲۔ (۲) یا رخصت کرنے ۱۲۔

القسم اول باب ☆

اشیائے مشترکہ سے نفع لینے کے بیان میں

امام محمدؒ نے شروط اصل میں ذکر فرمایا کہ اگر ایک دارد و شخصوں میں مشترک ہو اور ایک شریک غائب ہو اور دوسرے نے چاہا کہ اس میں کسی شخص کو رکھے یا کسی کو کرایہ پر دے دے تو فرمایا کہ فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ یعنی از راہ دیانت اس کو یہ روا نہیں ہے اور حکم قضا میں اس کو ممانعت نہ کی جائے گی پس اگر اس نے کرایہ پر دیا اور کرایہ وصول کیا تو دوسرے شریک کا حصہ دیکھا جائے گا کہ اس میں سے کس قدر ہے پس اس قدر حصہ اگر شریک مذکور کو کسی طور سے دے سکتا ہے تو دے دے ورنہ صدقہ کر دے اور اس کا حال مثل غائب کے ہوگا کہ اگر غائب نے غصب کر کے کرایہ پر دیا اور کرایہ وصول کیا تو اس کو صدقہ کرے گا یا مغضوب منہ کو دے دے گا اور جس قدر کرایہ خاص شریک مذکور کے حصہ میں آیا ہے وہ اس کو حلال ہے یہ اس وقت ہے کہ اس نے دوسرے کو بسایا ہو اور اگر خود اس میں رہا ورنہ حالیکہ اس کا شریک غائب ہے تو قیاساً فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ یعنی از راہ دیانت اس کو یہ اختیار نہیں ہے جیسا کہ دوسرے کو بسانے میں ہے اور استحساناً اس کو یہ اختیار ہے۔ اور عیون میں لکھا ہے کہ اگر ایک دارد و شخصوں میں مشترک ہو اور دونوں میں سے ایک غائب ہو تو حاضر کو گنجائش ہے کہ بقدر اپنے حصہ کے سکونت کرے اور پورے دار میں سکونت کرے اسی طرح اگر ایک خادم دو شخصوں میں مشترک ہو اور ایک غائب ہو گیا تو حاضر کو اختیار ہے کہ بقدر اپنے حصہ کے خادم سے خدمت لے اور اگر دابہ ہو یعنی سواری کا جانور ہو تو حاضر اس پر سواری نہیں لے سکتا ہے اور اجازت النوازل میں محمد بن مقاتل سے روایت ہے کہ شریک حاضر دار میں سے بقدر اپنے حصہ کے سکونت کرے اور امام محمدؒ سے مروی ہے کہ حاضر کو اختیار ہے کہ اگر بشرط عدم سکونت دار مذکور کے خراب ہو جانے کا خوف ہو تو پورے دار میں سکونت کرے اور ابن ابی مالکؒ نے امام اعظم و امام ابو یوسفؒ سے روایت کی کہ زمین مشترک کی صورت میں حاضر کو بقدر اپنے حصہ کے زراعت کرنے کا اختیار نہیں ہے اور دار کی صورت میں اختیار ہے اور نوادر ہشام میں یوں مذکور ہے کہ اس کو دونوں صورتوں میں یہ اختیار ہے یہ محیط میں ہے۔

مشترکہ سواری کی بابت مسئلہ ☆

اگر ایک دابہ یعنی چوپایا دو شخصوں میں مشترک ہو اس کو ایک شریک بدون دوسرے کی اجازت کے سواری یا اسباب لادنے کے کام میں لایا تو حصہ شریک کا ضامن ہوگا یہ صغرئ میں ہے اور اگر ایک دار ایک قوم میں مشترک ہو تو بعض کو اختیار ہے کہ اس میں اپنا چوپایہ باندھے اور اس میں وضو کرے اور اس میں اپنی لکڑیاں رکھے اور اگر اس سے کوئی شخص مر گیا تو وہ ضامن نہ ہوگا اور اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ بدون اجازت شریکوں کے اس میں کنواں کھودے یا عمارت بنائے اور اگر بنائی یا کنواں کھودا تو نقصان کا ضامن ہوگا اور عمارت توڑ لینے کا حکم دیا جائے گا یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے۔ شیخ ابو القاسمؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے چاہا کہ ایک کوچہ غیر نافذہ کی طرف اپنی ملک میں بہ سبب ضرورت کے دیوار پھوڑ کر ایک دروازہ لگائے تو فرمایا کہ قاضی اس میں یہ لحاظ کرے گا کہ اگر اہل کوچہ کو کچھ ضرر نہ پہنچتا ہو اور اس نے یہ دروازہ مضبوط لگایا ہے حتیٰ کہ مثل دیوار کے ہو گیا تو اس کو منع نہ کرے گا یہ حاوی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے عام راستہ پر نیا ظلمہ بنانا چاہا یعنی چھتا بنانا چاہا اور اس میں عوام کا کچھ ضرر نہیں ہے تو امام اعظمؒ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ تمام مسلمانوں میں سے ہر شخص کو یہ اختیار ہے کہ منع کرے اور دور کرے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہر ایک کو ممانعت کا اختیار ہے دور کرنے کا

یعنی یہ خوف ہے۔ اور اس میں کوئی نہ ہے گا تو وہ گر کر خراب کھنڈل ہو جائے گا ۱۲۸

اختیار نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ کسی کو دور کرانے اور گرانے کا اختیار نہیں ہے اور اگر اس نے کوچہ غیر نافذہ میں نیا چھتا ایجاد کیا تو ہمارے نزدیک اس میں ضرر و عدم کا اعتبار نہیں ہے بلکہ شریکوں کی اجازت معتبر ہے اور آیا عام راستہ پر چھتا بنانا مباح ہے سوفیہ ابو جعفر و طحاوی نے ذکر کیا کہ مباح ہے اور گنہگار نہ ہوگا بشرطیکہ کسی کی خصومت کرنے سے پہلے اس نے ایجاد کیا ہے اور اگر کسی نے خصومت کی پھر بھی اس نے بنایا تو بنانا مباح نہیں ہے اور نہ اس سے انتفاع حاصل کرنا مباح ہے اور اگر چھوڑ رکھا تو گنہگار ہوگا اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ نے فرمایا کہ انتفاع مباح ہے بشرطیکہ اس سے عام مسلمان کو ضرر نہ پہنچتا ہو یہ محیط میں ہے۔ امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنے گھر کی دیوار پر کہگل لگا کر مسلمانوں کی ہوا کو شغل کر دیا تو قیاساً یہ ہے کہ اس کو دور کر دیا جائے اور استحساناً دور نہ کرائی جائے اور اپنے حال پر چھوڑ دی جائے گی۔ اور نصر بن محمد مروزی تلمیذ امام اعظمؒ سے مروی ہے کہ جب وہ اپنی دیوار کو جو جانب کوچہ ہوتی کہگل کراتے تو اس کو کھرچ کر کہگل لگاتے تھے تاکہ ہوائ میں سے کچھ نہ لے اور شیخ نصیر بن یحییٰ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شہتیر کوچہ سے خارج ہے یا شریک کی دیوار پر رکھا ہے اور اس نے چاہا کہ اس کو اکھاڑ لے یا قطع کرے تو فرمایا کہ اگر چہ نافذ ہو تو اس کو یہ اختیار ہے کہ اکھاڑ لے اور جب اکھاڑ دیا تو پھر اس کو اسی طرح بنانے کی اجازت نہ دی جائے گی اور شہتیر والے کو اس کے برقرار رکھنے کا حق حاصل نہیں ہے اور اگر کوچہ غیر نافذ ہو پس اگر شہتیر کی یہ صورت قدیمی ہو تو اس کے مالک کو حق القرار حاصل ہوگا اور شریک کو اس کے اکھاڑنے کا استحقاق نہ ہوگا اور اگر اس نے توڑ دیا تو اس کو دوبارہ بنادینے کی اجازت نہ دی جائے گی اور اگر قدیمی نہ ہو تو اس کے مالک کو توڑ لینے کا استحقاق ہے اور جب اس نے اکھاڑ لیا تو دوبارہ بنانے کی اجازت نہ دی جائے گی یہ تاتار خانہ میں ہے۔

منقول میں تحریر ہے کہ اگر عام راستہ پر پانچخانہ یا چھتا بنانا چاہا تو میں اس سے اس کو منع کروں گا اور اگر اس نے بنالیا پھر لوگوں نے نالش داری کی تو میں اس میں غور کروں گا پس اگر اس میں ضرر ہوگا تو حکم کروں گا کہ اس کو توڑ لے اور اگر اس میں ضرر نہ ہوگا تو اپنے حال پر چھوڑوں گا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر کسی نے پانچخانہ اپنے احاطہ مکان سے خارج رکھا داخل دار نہ کیا اور اس میں ضرر کچھ نہیں ہے تو چھوڑوں گا اور اگر اس نے دار میں داخل کیا تو اس سے منع کیا جائے گا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر کوچہ غیر نافذہ میں ایک شخص کا چھتا ہو تو اہل کوچہ کو اس کے ڈھادینے کا اختیار ہے بشرطیکہ یہ معلوم نہ ہو کہ اس کی بنیاد کیا ہوئی ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ اس نے کوچہ ہو جانے کے بعد بنالیا ہے تو منہدم کیا جاسکتا ہے اور اگر کوچہ نافذہ ہو تو دونوں صورتوں میں منہدم کیا جاسکتا ہے اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر اس میں ضرر ہوگا تو منہدم کیا جائے گا ورنہ نہیں اور حاصل یہ ہے کہ چوتھا عام راستہ پر واقع ہو پس اگر اس کا حال دریافت نہ ہو تو بنا بر قول امام محمدؒ کے وہ جدید قرار دیا جائے گا حتیٰ کہ امام المسلمین کو اختیار ہوگا کہ اس کو دور کرادے اور جو کوچہ غیر نافذہ میں ہو اور اس کا حال دریافت نہ ہو تو وہ قدیمی قرار دیا جائے گا حتیٰ کہ کوئی شخص اس کو دور نہیں کر سکتا ہے۔ اور شیخ الاسلام یعنی خواہر زادہ نے فرمایا کہ کوچہ غیر نافذہ میں ایسے حکم کی تاویل یوں ہے کہ ایک دار یا ایک زمین ایک قوم کے درمیان مشترک ہو جن میں ان لوگوں نے اپنے اپنے رہنے کے گھر و حجرے بنائے اور ایک کوچہ اپنی آمد و رفت کا چھوڑ دیا حتیٰ کہ وہ راستہ ان کی ملک رہا تو یہ حکم ہے اور اگر دراصل کوچہ احاطہ کیا گیا ہو مثلاً ان لوگوں نے دار بنایا اور یہ راستہ آمد و رفت کے واسطے چھوڑ دیا تو ایسے راستہ پر چھتا واقع ہونے کا وہی حکم ہے جو عام راستہ پر چھتا واقع ہونے کا حکم ہے۔ اور شیخ الائمہ طحاوی سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ کوچہ خاص اس کو کہتے ہیں کہ

۱۔ یعنی جو راہ عام لوگوں کی گذرگاہ ہے اور خالی فضا ہے جس سے یہ لوگ گذرتے ہیں پس اس قدر عرض میں سے بقدر نمونائی کہگل کے کم کر دیا فافہم ۱۲

۲۔ یعنی اس خالی چوڑائی میں سے جو راستہ گاہ ہے ۱۲ منہ

جس میں اتنے لوگ ہوں جن کی تعداد معلوم ہو اور اگر اس میں اتنے لوگ ہوں جن کی تعداد بطور احصاء معلوم نہیں ہے تو وہ کوچہ عام ہے پس ایسے کوچہ میں جو چھتا ہو اس کا حکم وہی ہے جو عام راستہ پر چھتا ہونے کا حکم ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور شیخؒ سے دریافت کیا گیا کہ کوچہ غیر نافذہ کے وسط میں ایک گھورا ہے پس اہل کوچہ میں سے کسی ایک نے چاہا کہ اپنا پانچخانہ دور کر کے اس کو اس گھوڑے پر منتقل کرے حالانکہ اس سے پڑوسیوں کو ایذا پہنچتی ہے تو فرمایا کہ ان لوگوں کو اختیار ہے کہ شخص مذکور کو اس سے منع کریں اور اسی طرح ہر ایسی بات سے جس سے ان کو سخت ایذا پہنچتی ہے منع کر سکتے ہیں یہ حاوی میں ہے۔ ایک شخص نے ایک کوچہ نافذہ میں پڑوسیوں کی رضا مندی سے پانچخانہ بنانا چاہا پھر ہنوز اس کی عمارت تمام نہ ہوئی تھی کہ پڑوسیوں نے اس کو ممانعت کی حالانکہ اس میں ان کا کوئی کھلا ضرر نہیں ہے تو ان کو یہ اختیار ہے کہ منع کریں یہ غرائب میں ہے۔ فتاویٰ ابواللیثؒ میں ہے کہ ایک شخص نے کوچہ غیر نافذہ میں اپنے دار کے دروازہ پر مربوط بنایا جس میں اپنا چوپایہ باندھا کرتا تھا تو اہل کوچہ میں سے ہر ایک کو یہ اختیار ہے کہ اس کا یہ مربوط توڑ دے مگر اس کو دروازہ پر چوپایہ باندھنے سے منع نہیں کر سکتا ہے اس واسطے کہ جب کوچہ غیر نافذہ ہے۔ تو ایسا ہی جیسے ایک داردو آدمیوں میں مشترک ہے کہ ہر ایک کو اس کے نصف میں سکونت رکھنے کا اختیار ہے مگر کچھ عمارت بنانے یا کنواں کھودنے کا اختیار نہیں ہے اور مربوط بنانا عمارت بنانے میں سے ہے اور دروازہ پر چوپایہ باندھنا از قبیل سکونت ہے اور ہمارے ملک میں یہ رسم ہے کہ اپنے گھروں کے دروازوں پر جانور چوپایہ باندھتے ہیں اور اگر کوچہ نافذہ ہو تو بشرط سلامت ہر ایک کو اپنے دروازہ پر اپنا چوپایہ باندھنے کا اختیار ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنا بیت جو ایک کوچہ غیر نافذہ میں واقع ہے اور بیت مذکور کا جناح بھی ہے منہدم کر دیا تو اس کو اختیار ہے کہ جیسا تھا ویسا ہی بنائے اور پڑوسی اس کو منع نہیں کر سکتے ہیں بشرطیکہ قدیمی ہو اور اگر کوچہ نافذہ ہو تو ہر ایک کو اس جناح کے توڑ دینے کا اختیار ہے اگر چہ قدیمی ہو اور قدیم وجدید کا فرق فقط کوچہ غیر نافذہ میں ہوتا ہے یہ غرائب میں ہے۔

فتاویٰ اہل سمرقند میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے اپنا بیت منہدم کر دیا اور بنایا نہیں حالانکہ پڑوسیوں کو اس سے ضرر ہوتا ہے پس اگر شخص مذکور کو وسعت ہو یعنی بنانے پر قادر ہو تو پڑوسیوں کو اس پر جبر کرنے کا اختیار ہے اور مختار یہ ہے کہ پڑوسیوں کو اس پر جبر کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ شیخؒ نے فرمایا کہ ایک بڑا دار جس کا پرنا لہ ایک جگہ گرنا تھا وہ ایک جماعت کے ہاتھ شرکت میں فروخت کیا گیا پھر ہر ایک نے اپنا اپنا حصہ دار مذکور علیحدہ کر کے ہر ایک نے اپنا پرنا لہ اسی جگہ پر گرایا جہاں مشترک کا پرنا لہ گرنا تھا پس اس منہرہ پر بہت سے پرنا لے گرنے لگے پس آیا پڑوسیوں کو اس سے منع کرنے کا اختیار ہے تو ہمارے زمانہ کے بعض مفتیوں نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ ان کو ممانعت کا اختیار نہیں ہے جیسا کہ اگر بائع نے اس میں لوگوں کی جماعت کو بسایا جیسے ایک شخص سے ایک جماعت نے ایک دار خرید کر اس میں سکونت اختیار کی اور ان سب لوگوں کے استعمال کا پانی اس کے پرنا لہ سے بہا تو پڑوسی منع نہیں کر سکتے ہیں اس واسطے کہ بہت سے پرنا لہ ہو جانے سے سوائے اس کے کہ پانی کی کثرت ہو اور کچھ ضرر نہیں ہے اور پانی کی کثرت سے ممانعت نہیں ہو سکتی ہے یا جیسے اگر کوچہ غیر نافذہ میں اپنا دار ایک جماعت کے ہاتھ فروخت کیا تو اہل کوچہ اس کو منع نہیں کر سکتے ہیں اگر چہ اہل کوچہ کو یہ ضرر لازم آتا ہے کہ راستہ مشترکہ میں گزرنے والوں کی کثرت ہوگئی۔ پھر یہ فتویٰ اور جواب ہمارے شیخ نجم اللامہؒ حلی کے پاس آیا پس انہوں نے توقف فرمایا اور اپنے شاگردوں وہم عمروں سے چند روز تک بحث کی پھر ان کی یہ رائے قرار پائی کہ پڑوسی اس کو منع کر سکتے ہیں بخلاف مثالوں مذکور کے کہ ان میں ضرر لازمی و دائمی نہیں ہے اور صورت مذکورہ اس کے برخلاف ہے اور شہادہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عام نہر پر مسلمانوں کے نفع کے واسطے درخت جمانا چاہا تو اس کو یہ اختیار ہے یہ قیہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک کوچہ غیر

یعنی کسی کو اس سے ضرر نہ ہوتا ہوا

نافذہ میں اپنے فتاویٰ دار میں ایک درخت جمایا اور اس کو چہ میں سوائے اس کے اور بھی درخت ہیں پھر اہل کو چہ میں سے ایک نے یہ چاہا کہ اس کو اکھاڑ دے اور دوسرے درختوں سے تعرض نہ کیا تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے اسی طرح اگر جناح جو حادثہ راستہ میں دار سے باہر نکلا ہوا ہے اس کے توڑنے کا قصد کیا تو بھی یہی حکم ہے لیکن اگر مرد محتسب ہو کہ ان سب چیزوں سے تعرض کرے تو حکم ایسا نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ فقیہ ابونصرؒ نے فرمایا کہ اگر عام نہر کے کنارے ایک درخت جمایا جو آنے جانے والوں کے حق میں کچھ مضر نہیں ہے تو اس کو مباح ہے اور مسلمانوں میں سے ہر شخص کو یہ اختیار ہے کہ اس سے مواخذہ کرے کہ اس کو دور کر دے اور اگر اس نے وقف کر دیا تو وقف ہو جائے گا تو ہمارے اصحاب کے مذہب کے موافق اس کو یہ اختیار نہیں ہے اور محمد بن سلمہؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنے دروازہ پر دوکان اور اپنے چوپایہ کا مربوط بنایا پس شیخ ابونصرؒ سے دریافت کیا گیا کہ آپ اس بارہ میں کیا فرماتے ہیں تو فرمایا کہ میں اس کو راہ صواب سے دور نہیں جانتا ہوں کذا انی المحیط اور فتاویٰ قاضی خان میں ایسی صورت میں یہ حکم لکھا ہے کہ بنانے والے کو ایسا اختیار نہیں ہے اتھی اور شیخ ابوالقاسمؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنے دروازہ کے نہر کے کنارے درخت جمال لئے اور ان درخت اس کے درمیان درمیان حاوہ راستہ ہے بس یہ مکروہ ہے فرمایا کہ اگر یہ درخت نہر کو یا اہل نہر کو ضرر نہ پہنچاتے ہوں تو مجھے امید ہے کہ لگانے والے کو لگانے میں گنجائش ہے اور جو شخص اس کی موت کے بعد وارث ہو وہ ان درختوں کے حق میں بجائے میت کے قرار دیا جائے گا یہ حاوی میں ہے۔

افادہ عام کے لئے کوئی چیز مہیا کرنے کے بعد واپس لوٹانے کی صورتیں ☆

نوازل میں ہے کہ ایک شخص نے نہر عام کے کنارے درخت لگایا پھر ایک شخص جو اس نہر میں شریک نہیں ہے آیا اور اس نے درخت لگانے والے سے اس درخت کے اکھاڑ لینے کا مواخذہ کیا پس اگر درخت مذکور اکثر لوگوں کو ضرر دیتا ہو تو اس کو مواخذہ کا اختیار ہے مگر اولیٰ یہ ہے کہ یہ بات حاکم کے سامنے دائر کرے تا کہ حاکم اس کو اکھاڑ لینے کا حکم دے یہ ذخیرہ میں ہے۔ فتاویٰ ابواللیث میں ہے کہ اگر خاک یا کچھ مسلمانوں کے عام راستہ سے اٹھائی تو کچھ کے دنوں میں جائز ہے بلکہ اولیٰ ہے اور جب کچھ کے دن نہ ہوں اور یہ خاک مٹی مثل زمین کے نہ ہو یعنی ضرر دیتی یہ ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر زمین کے مثل ہو اور اٹھانے والے کو اس کے کھودنے کی ضرورت پڑے پس اگر راہ چلنے والوں کو مضرت پہنچے تو اس کو یہ روا نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ بیچ راستہ سے کچھ یا نہر عام کے کنارے سے مٹی لے لینا نہیں جائز ہے کیونکہ وہ عام لوگوں کا حق ہے لیکن والی کی اجازت سے روا ہے اور نوازل میں ہے کہ اگر اس میں راستہ خراب نہ ہوتا ہو تو اٹھا لینے میں مضائقہ نہیں ہے اور والی کی اجازت کا ذکر نہیں کیا کذا انی البقیہ۔ اور شیخ ابوبکرؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک زقیتہ غیر نافذہ میں مٹی سانی تو فرمایا کہ اگر راستہ میں اتنا چھوڑ دیا کہ لوگوں کی آمد و رفت ہو سکے اور جلدی اس کو اٹھا لیتا ہے اور کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے تو اس کو منع نہ کیا جائے گا اور شیخ محمد بن سلمہؒ زقیتہ غیر نافذہ میں مثل مربوط و دوکان حظیرہ بنانے کے واسطے مٹی ساننا جائز رکھتے تھے یہ حاوی میں ہے۔ شیخ ابوالقاسمؒ سے دریافت کیا گیا کہ شہر پناہ کی دیوار کی مٹی کا حکم کیا ہے فرمایا کہ اس کا اٹھا لے جانا جائز نہیں ہے۔ پھر پوچھا گیا کہ اگر دیوار میں سے کوئی ٹکڑا ٹوٹ پڑا جس کی کچھ احتیاج نہیں ہے فرمایا کہ اس کا اٹھا لے جانا مضائقہ نہیں رکھتا ہے یہ غرائب میں ہے۔ ایک سبیل کی حوض ہے اس سے ایک شخص نے پانی کی مشک بھری تو اس کو یہ نہ چاہئے کہ حوض مذکور کے کنارے رکھے اور اگر ایسا کیا اور حوض کے کنارے میں نقصان پہنچا تو وہ شخص ضامن ہوگا کذا انی الذخیرہ۔

متفرقات کے بیان میں

ایک شخص کی بیوی فاسق یعنی بدکار ہے کہ جھڑکنے سے باز نہیں آتی ہے تو اس کا طلاق دے دینا واجب نہیں ہے یہ قیہ میں ہے۔ نوازل میں ہے کہ اگر مرد نے اپنی عورت کے منہ میں اپنا آلہ تناسل داخل کر دیا تو بعض نے فرمایا ہے کہ مکروہ ہے اور بعض نے اس کے برخلاف کہا ہے یہ ذخیرہ میں ہے ایک عورت اپنے خاوند کی باندی یا غیر کی باندی کو مارتی ہے اور سمجھانے سے نہیں مانتی ہے تو اس مرد کو عورت مذکور کے مارنے کا اختیار ہے یہ قیہ میں ہے۔ اور شیخؒ سے یہ بھی دریافت کیا گیا کہ آیا شافعیہ مذہب کی عورت کو یہ اختیار ہے کہ حیض سے گیارہویں دن اپنے شوہر کو جو خنثی مذہب ہے اپنے آپ سے وطی کرنے دے تو فرمایا کہ فتویٰ دینے والا اپنے مذہب کے موافق فتویٰ دے گا جو شخص فتویٰ مانگتا ہے اس کے مذہب کے موافق نہ دے گا یہ تاتار خانہ میں ہے۔ ایک باندی مرض الموت میں بیمار ہوئی تو اس کا آزاد کر دینا اولیٰ ہے تاکہ آزاد مرے یہ قیہ میں ہے۔ ایک عورت بدون اپنے شوہر کی اجازت کے کسی بچہ کو دودھ پلاتی ہے تو اس کے حق میں یہ بات مکروہ ہے لیکن اگر اس دودھ پیتے بچے کے مرجانے کا خوف کرتی ہو تو ایسا کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے حرام چیز مثل شراب وغیرہ کے دوسرے شخص کے واسطے رکھ چھوڑی پس اگر ایسے شخص کے واسطے رکھ چھوڑی ہے جو اس کے حرام ہونے کا معتقد ہے مثلاً مسلمان کے واسطے شراب رکھ چھوڑی تو مکروہ نہیں ہے اور اگر ایسے شخص کے واسطے رکھے جو اباحت کا معتقد ہے مثلاً کافر کے واسطے شراب رکھ چھوڑی تو مکروہ ہے یہ تاتار خانہ میں ہے۔ اور اگر سرکہ بنانے کے واسطے اپنے گھر میں شراب رکھ چھوڑی تو جائز ہے گنہگار نہ ہوگا۔ اور اگر طلبہ ظنور وغیرہ ان معارف و ملاہی کی چیزوں میں سے کوئی رکھی تو مکروہ ہے گنہگار ہوگا اگرچہ ان کو استعمال نہ کرتا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ترکوں و امر وغیرہ میں سے چند لوگ ایک مجلس فسق و فساد میں مجتمع ہوئے اور شیخ الاسلام نے ان کو فعل منکر سے منع کیا مگر وہ لوگ باز نہ آئے پھر محتسب اور سید امام اجل کے دروازے سے چند لوگ اس واسطے گئے کہ ان کو متفرق کر کے ان کی شراب بہادیں اور فقہاء کی ایک جماعت کو ساتھ لے گئے پھر کچھ شراب پا کر بہادی اور بعض مشکوں میں سرکہ کرنے کے واسطے نمک ڈالا پھر شیخ کو اس کی خبر دی گئی تو فرمایا کہ کچھ شراب نہ چھوڑو سب بہادو اور خم توڑ ڈالو اور باقی شراب بھی بہادو اگرچہ اس میں نمک ڈالا گیا ہے اور فرمایا کہ عیون المسائل میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے مستبانه مسلمانوں کی شراب بہادی اور ان کے خم شراب توڑ ڈالے اور مشکیزہ جن میں شراب تھی پھاڑ ڈالے تو اس پر ضمان نہیں ہے اسی طرح اگر ذمیوں نے شراب کو مسلمانوں میں ظاہر کیا اور کسی نے بطور امر بالمعروف کے ذمیوں کی شراب بہادی و شراب کے خم توڑ ڈالے اور مشکیزہ پھاڑ ڈالے تو اس پر ضمان نہیں ہے یہ تاتار خانہ میں یتیم سے منقول ہے اور بوڑھے جاہل کو نہ چاہئے کہ نو جوان عالم کے آگے چلنے و بیٹھنے و کلام میں پیش قدمی کرے یہ سراجیہ میں ہے اور نو جوان عالم بوڑھے غیر عالم سے اور عالم شخص غیر عالم قریشی سے پیش قدم ہوگا اور زندہ ویسی نے فرمایا کہ عالم کا حق جاہل پر اور استاد کا شاگرد پر دونوں برابر یکساں ہیں یعنی جاہل کو نہ چاہئے کہ عالم کے سامنے گفتگو میں پیش قدمی کرے اور مجلس میں اس کی جگہ پر نہ بیٹھے اگرچہ وہ اس وقت غائب ہو اور اس کی بات کو رد نہ کرے اور چلنے میں اس کے آگے نہ ہو اور شوہر کا حق بیوی پر اس سے بھی بڑھ کر ہے اور عورت اپنے خاوند کے مباح فعل میں جس کے کرنے کا خاوند اس کو حکم کرے تابع داری کرے اور اپنی ذات پر شوہر کے منافع مقدم کرے یہ وجہ کروری میں ہے۔ نجم الائمہ حلیمی سے منقول ہے کہ

۱۔ یہ ہمارے نزدیک ہے اور دوسروں کے نزدیک گنہگار ہوگا اور ایسا کرنا بھی نہیں جائز ہے ۱۲۔ کذا فی المنہج الموجود ۱۲۵

ایک شخص نے وار وقف میں جس کو اجارہ پر لیا ہے تابخانہ بنایا اور اس میں روشن دان رکھا اور پڑوسی مقابل کہتا ہے کہ جب ہم لوگ اپنی چھت پر یا پانخانہ یا دروازہ میں ہوتے ہیں تو اس کے شاگرد لوگ ہم کو جھانکتے ہیں پس یہ روشن دان بند کر دے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے اور ایک شخص نے اپنی زمین میں جوار بوئی اور اس کے اکھاڑنے میں پڑوس والے کھلاضر اٹھاتے ہیں تو ان کو اس سے ممانعت کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ قعیہ میں ہے۔ مشاعب الجوراء میں بنی ہوتی ہیں ان کی نسبت کسی کو خصومت کرنے کا اور ان کے دور کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ ملقط میں ہے اور ربض شہر کی مٹی اٹھالے جانا کسی کو روا نہیں ہے کیونکہ وہ حصن ہے اور اس سے عام کا حق متعلق ہے ہاں اگر دیوار شہر کی گرے اور اس کی کچھ حاجت نہ ہو تو اٹھالے جانا جائز ہے یہ وجہ کروری میں ہے۔ اور حنین ملقط میں ہے کہ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کی چھت اور اس کے پڑوسی کی چھت برابر ہو اور چھت پر چڑھنے میں پڑوسی کے گھر میں نظر پڑتی ہو تو پڑوسی کو اختیار ہے کہ جب تک وہ اپنی چھت پر پردہ نہ بنائے تب تک اس کو چھت پر چڑھنے سے منع کرے اور اگر نظر پڑوسی کے گھر میں نہ پڑی ہو لیکن اگر پڑوسی لوگ چھت پر ہوں تو ان پر نظر پڑتی ہو تو پڑوسی اس کو چھت پر چڑھنے سے منع نہیں کر سکتا ہے اور امام ناصر الدین نے فرمایا کہ یہ ایک طرح کا استحسان ہے اور قیاساً یہ حکم ہے کہ وہ اس فعل سے منع کیا جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ عیمہ میں ہے کہ میں نے شیخ ابو حامدؒ سے دریافت کیا کہ ایک شخص کے کھیت کی زمین اونچی ہے پس اس کو روا ہے کہ نہر کو کھول کر ایک روز یا آدھا روز پانی بہا کر اپنی زمین سیراب کر لے اگر چہ نیچے والے لوگ راضی نہ ہوں یعنی نہر کے بہاؤ پر اس شخص کی زمین سے جو لوگ نیچے کی طرف ہیں وہ راضی نہ ہوں تو فرمایا کہ ہاں اور ایسی ہی شیخ حمیر الوبریؒ نے تصریح فرمائی ہے یہ تاتار خانہ میں ہے۔

ایک شخص راستہ میں جاتا تھا راہ میں پانی تھا پس اس کو راہ نہ ملی سوائے ایک شخص غیر کی زمین میں کہ اس میں ہو کر راہ تھی تو اس زمین میں ہو کر چلے جانے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور فتاویٰ اہل سمرقند میں غیر کی زمین میں ہو کر گذر جانے کے مسئلہ میں تفصیل مذکور ہے یعنی اگر زمین غیر میں چار دیواری یا کوئی اور چیز حائل ہو تو اس زمین سے ہو کر نہ گذرے اور اگر چار دیواری نہ ہو تو اس میں ہو کر گذرنے میں مضائقہ نہیں ہے اور حاصل یہ ہے کہ اس باب میں لوگوں کی عادت کا اعتبار ہے یہ محیط میں ہے اور نوازل میں مذکور ہے کہ اگر کسی شخص نے غیر کی زمین میں ہو کر گذرنا چاہا پس اگر سوائے اس کے دوسری راہ نکلتی ہو تو غیر کی زمین میں ہو کر نہ گذرے اور اگر نہ نکلتی ہو تو غیر کی زمین میں ہو کر گذر سکتا ہے جب تک کہ مالک اس کو منع نہ کرے اور جب منع کرے تو نہیں گذر سکتا ہے اور یہ حکم اکیلے آدمی کے حق میں ہے اور اگر ایک جماعت ہو تو یہ لوگ بدون اس شخص غیر یعنی مالک زمین کی رضامندی کے اس کی زمین سے ہرگز نہیں گذر سکتے ہیں یہ ذخیرہ میں ہے فتاویٰ میں ہے کہ شیخ ابو بکرؒ سے دریافت کیا گیا کہ جو راستہ نیا بنالیا گیا ہو اس میں چلنا کیسا ہے تو فرمایا کہ اگر صاحب ملک نے اس کو نکالا ہو تو اس میں چلنا جائز ہے جب تک یہ ظاہر نہ ہو کہ یہ غصب ہے اور شیخ ابو بکرؒ نے فرمایا کہ شاذان بن ابراہیم بازار قطنین میں گذرتے تھے اور کوچہ اصفہانیہ کے سرے پر اپنا خچر باندھتے تھے اور ایسا ہی شیخ نصیر گرتے تھے اور شیخ ابو بکرؒ نے فرمایا کہ اکثر میری راہ یہی ہے اور میں اس کی آمد و رفت میں مضائقہ نہیں جانتا ہوں اور فقیہ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ اس کوچہ کے لوگ جنازہ دوسرے راستہ سے نکالتے تھے اور اس بازار میں آمد و رفت مکروہ جانتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ چور ہے لیکن ان علماء کے قول کو لینا بہ نسبت ان عوام کے قول کے اولیٰ ہے پس اس سے گذرنا اور وہاں سے جنازہ نکالنا کچھ مضائقہ نہیں رکھتا ہے یہ حاوی میں ہے۔ ایک شخص کی نہر کا مجری دوسرے شخص کے دار میں ہے اور صاحب نہر بیچ نہر میں سے یا نہر کی کاریز میں ہو کر نہیں جاسکتا ہے اور اس کو منظور ہوا کہ نہر مذکور کی اصلاح کرے حالانکہ مالک دار اس کو اپنے دار میں داخل ہونے سے منع کرتا ہے تو مالک دار سے

کہا جائے گا کہ یا تو اس کو اجازت دے دے کہ وہ اپنی نہر درست کر لے یا اس کے مال سے تو خود درست کر دے اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہیں اور دیوار کی صورت میں بھی یہی حکم ہے اور اس کی صورت یوں ہے کہ ایک شخص کی دیوار کا رخ دوسرے شخص کے دار کی طرف ہے اور اس نے دیوار پر کہگل لگانی چاہی مگر مالک دار نے اپنے دار میں آنے سے اس کو روکا حالانکہ سوائے دار میں ہو کر کسی اور طور سے وہ اپنی دیوار میں کہگل نہیں لگا سکتا ہے تو شیخ بلخیؒ نے فرمایا کہ مالک دار اس کو اپنی دیوار میں کہگل لگانے سے منع نہیں کر سکتا ہے ہاں یہ اختیار ہے کہ اس کو اپنے دار میں داخل ہونے سے منع کرے پھر دریافت کیا گیا کہ دیوار مذکور گر پڑی اور مالک دیوار نے اپنی دیوار کی مٹی منتقل کر لینی چاہئے اور بدون دار میں داخل ہونے کے کسی طور سے نہیں اٹھا سکتا ہے تو فرمایا کہ مالک دار کو اختیار ہے کہ اپنے دار میں داخل نہ ہونے دے پھر دریافت کیا گیا کہ آیا وہ شخص اپنا مال اس کے دار میں چھوڑ دے تو فرمایا کہ مالک دار اس کو اپنا مال لینے سے منع نہیں کر سکتا ہے اپنے دار میں آنے دینے سے ممانعت کر سکتا ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ مالک دار سے کہا جائے گا کہ یا تو اس کو اپنے دار میں آنے کی اجازت دے دے یا خود اس کی مٹی باہر نکال دے یہ ذخیرہ میں ہے واقعات نا طقی میں لکھا ہے کہ ایک شخص کی نہر دوسرے کی زمین میں ہو کر گزری ہے اور مالک نہر نے چاہا کہ زمین میں ہو کر اپنے نہر تک جا کر اس کی اصلاح کرے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے ہاں اپنی نہر کے اندر اندر ہو کر جا سکتا ہے اور اگر نہر تنگ ہو کر اس میں چلنا ممکن نہ ہو تو بھی غیر کی زمین میں ہو کر نہیں جا سکتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم بنا بر قول امام اعظمؒ کے ہے کہ ان کے نزدیک نہر کے واسطے حریم کچھ نہیں ہوتا ہے اور موافق قول صاحبینؒ کے نہر کے واسطے حریم ہوتا ہے پس صاحب نہر اپنی نہر کے حریم پر چل سکتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم سب کے قول کے موافق ہے اور تاویل مسئلہ یہ ہے کہ مالک نہر نے اپنی نہر کا حریم مالک زمین کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے پھر ایسا واقع ہوا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کسی غیر کی زمین میں بدون اس کی اجازت کے گزرا پس اگر اس کے چلنے سے زمین مذکور میں ضرر ہوا جو مثلاً مزرعہ ہو یا رطبہ ہو تو اس پر واجب ہوگا کہ اس سے استحلال کرائے یعنی معاف کرالے ورنہ نہیں لیکن اگر مالک زمین نے اس کو گزرتے دیکھ لیا ہو تو استحلال واجب ہوگا کیونکہ اس نے اس کو اس فعل سے ایذا دی ہے اور اگر کسی غیر کی زمین میں آمد و رفت کا حق حاصل ہو پھر حجت یعنی گواہوں کے ساتھ قاضی سے ثابت کرانے سے پہلے گھوڑے یا گدھے سمیت گزرا تو اس کو ایسا اختیار نہیں ہے کذا فی القدیہ۔ ایک شخص سے پہلے ابریشم سے نکالنے کے واسطے منوال بکھڑی کی تو پڑوسیوں کو منع کرنے کا اختیار ہے بشرطیکہ ان لوگوں کو دھان و کپڑوں کی بدبو سے ضرر پہنچتا ہو اور نجم الائمہ بخاریؒ سے مروی ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنے والدین کے گھر میں ان کی رضا مندی سے عنایات اپنے کارخانہ کھڑا کیا تو چار ملاصق کو ممانعت کا اختیار نہیں ہے اور اگر اپنے واسطے طاحونہ بنایا تو منع نہ کیا جائے گا اور اگر کرایہ پر چلانے کے واسطے بنایا تو پڑوسی منع کر سکتے ہیں اور جو سنار بعد عشاء کے طلوع فجر تک سونے کا کام کھٹ کھٹ کو ٹکر کرتا رہتا ہو اس کو پڑوسی منع کر سکتے ہیں بشرطیکہ ان کو اس کام سے ضرر پہنچتا ہو کذا فی القدیہ۔

یڑوسی کی دیوار سے ہٹا کر شجر لگائے تاکہ جڑیں دیوار کی بنیادوں کو نقصان نہ پہنچائیں ☆

ایک شخص نے ایک بستان بنایا اور اپنے پڑوسی کی دیوار کے نیچے درخت جمائے تو شیخ ابوالقاسم نے فرمایا ہے کہ اس کے واسطے کوئی تقدیر نہیں ہے کہ کتنی دور ہٹا کر لگائے مگر یہ واجب ہے کہ پڑوسی کی دیواروں سے اتنی دور ہٹا کر جمائے کہ اس کی دیوار کو مضرت نہ پہنچے کذا فی فتاویٰ قاضی خان ایک شخص کا مجموعہ ہے یعنی جس میں برف رہتی ہے پھر اس کے پڑوسی نے چاہا کہ اس کے پہلو

۱۔ منوال بطور بھٹی کے بلند کرتے ہیں جس کے دھوکے و بدبو سے دماغ پریشان ہو سکتا ہے اور اسی قیاس پر چڑے والوں کا کارخانہ ہے جس کی بدبو سے لوگوں کو ایذا ہو اور اسی طرح ضرر عام کی ممانعت صریح روایت ملنقط میں منصوص ہے ۱۲

میں الاؤ آگ کا بنائے تو اس سے منع نہ کیا جائے گا مگر اولیٰ یہ ہے کہ ایسا نہ کرے یہ سراجیہ میں ہے شیخ ابوالقاسمؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنے دار میں اصطبل بنایا حالانکہ پہلے وہ مسکن تھا اور اس سے اس کے پڑوسی کو ضرر پہنچتا ہے پس اگر چوپاؤں کا منہ پڑوسی کے دیوار کی طرف ہو تو وہ منع نہیں کر سکتا ہے اور اگر چوپاؤں کی پچھاڑی اس کی دیوار کی طرف ہو تو اس کو ممانعت کا اختیار ہے یہ غیاشیہ میں ہے۔ ایک نانوائی نے بزازوں کے بیچ میں اپنی دکان جمائی تو اس سے منع کر دیا جائے گا اسی طرح جو ضرر عام ہو اس کا یہی حکم ہے اور ایسا ہی شیخ ابوالقاسمؒ نے فتویٰ دیا ہے یہ ملتقط میں ہے اور جو شخص شور باپکا کر یا جلیبی بنا کر فروخت کرتا ہے اس کو ممانعت نہ کی جائے گی کیونکہ اس میں خوشبو ہے ہر شخص کے واسطے اس میں ضرر نہیں ہے بلکہ بعض کو اس میں لذت ملتی ہے لیکن اگر اس کی دکان کا دھواں ہمیشہ رہتا ہو تو ممانعت ہو سکتی ہے یہ قدیہ میں ہے۔ شیخ محمد بن مقاتل سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کا پانی چورا کر اپنی زمین یا باغ انگور کو دیا تو فرمایا کہ جو پیداوار ہو وہ اس کے واسطے حلال ہوگی بمنزلہ اس صورت کے کہ ایک شخص نے دوسرے کے جو یا بھوسا غصب کر کے اپنے جانور کو کھلائے اور اس کو موٹا کیا تو اس پر واجب ہوگا کہ جو غصب کیا ہے اس کی قیمت دے اور جانوروں میں جس قدر موٹائی آتی ہے وہ حلال ہے اور واضح ہو کہ قیمت کا ذکر سہو سے واقع ہوا اور صحیح یوں ہے کہ جو غصب کیا ہے اس کے مثل دینا واجب ہوگا اور فقیہ ابواللیثؒ نے فرمایا کہ بعض زاہدوں کا قصہ منقول ہے کہ بغیر وقت نوبت یعنی باری کے خلاف وقت میں پانی اس کے باغ انگور میں چلا آ یا تو اس نے حکم کیا کہ میرے انگور کے درخت کاٹ ڈالے جائیں گے مگر ہم انگور کو قطع کرنے کا حکم نہیں دیتے ہیں لیکن اگر انگور کے پھر جو پیدا ہوں وہ صدقہ کر دے تو اچھا ہے مگر اس پر صدقہ کرنا باعتبار حکم کے واجب نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔

بنا اجازت کے غیر کی زمین یہ کاشتکاری کرنا ☆

فقیہ ابوالقاسمؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کی زمین میں بدون اس کی اجازت کے زراعت کی اور مالک زمین کو معلوم نہ ہوا یہاں تک کہ کھیتی کاٹنے کے لائق ہو گئی پھر مالک زمین کو معلوم ہوا اور وہ رضامند ہو گیا پس آیا کاشتکار کو پیداوار حلال ہے فرمایا کہ ہاں پھر دریافت کیا گیا کہ اگر مالک زمین نے کہا کہ میں راضی نہیں ہوں پھر کہا کہ میں راضی ہوا پس آیا کاشتکار کو پیداوار حلال ہے فرمایا کہ ہاں اس صورت میں بھی حلال ہے اور فقیہ ابواللیثؒ نے کہا کہ یہ حکم بدلیل استحسان ہے اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کسی شخص نے زمین جو اس کے متصرفین سے مزارعت پر لی تو شیخ ابوالقاسمؒ نے فرمایا کہ کاشتکاروں کا حصہ ان لوگوں کو حلال ہے اگر انہوں نے زمین مذکور مزارعت پر لی ہو یا اجارہ پر لی ہو اور اگر جو زمین درختان انگور یا اور قسم کے درخت ہوں پس اگر ان درختوں کا مالک معلوم ہو تو کاشتکاروں کو حلال نہیں ہے اور اگر نہ معلوم ہو تو حلال ہے کیونکہ ایسی زمین کی تدبیر کا اختیار جس کا مالک معلوم نہ ہو سلطان کو ہے اور ایسی زمین بمنزلہ زمین موات کے ہوگی مگر سلطان پر لازم ہوگا کہ نصف پیداوار مساکین کو صدقہ دے دے اور اگر ایسا نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا اور کاشتکاروں کو اپنا اپنا حصہ حلال ہوگا اور جو شخص ان کی رضامندی سے اس میں سے کچھ کھائے گا اس کو بھی کھانا حلال ہے اگرچہ ایک نوع کے شبہ سے خالی نہیں ہے مگر مشائخ نے فرمایا ہے کہ اس زمانہ میں غالباً جو ہاتھ آتا ہے اس میں شبہ ہوتا ہے پس مسلمان پر یہی واجب ہے کہ جس کو حرام معائنہ کر لے فقط اس سے دور بھاگے ایک عورت کا شوہر زمین جو اس کے پاس مال ہے جو سلطان کی طرف سے حاصل کرتا ہے اور وہ عورت کہتی ہے کہ میں زمین جو اس کے تیرے ساتھ نہیں رہوں گی تو فقیہ ابوبکرؒ نے فرمایا کہ اگر عورت مذکور نے اپنے شوہر کا کھانا کھایا اور یہ کھانا بعینہ مال غصب نہیں ہے تو عورت مذکور کو اس کھانے کی گنجائش ہے اسی طرح اگر شوہر مذکور نے اس عورت کے واسطے کھانا یا کپڑا اپنے مال سے جس کی اصل حلال

یعنی نہر کا پانی جو باری باری سے دیا جاتا ہے ۱۲

نہیں ہے خرید کیا تو غورت مذکور کو اس جامہ و نان کے استعمال کی شرعاً گنجائش ہے اور گناہ شوہر پر ہوگا۔ واضح ہو کہ ارض جو اس زمین کو کہتے ہیں جس کا مالک اس بات پر قادر نہ ہو کہ اس میں زراعت کر کے خراج ادا کرے پس وہ شخص ام المسلمین یعنی خلیفہ وقت کو دے دیتا ہے تاکہ اس کی منفعت بجائے خراج کے مسلمانوں کے واسطے ہو اور اصل زمین اس کے مالک کی ملک رہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک جماعت پر ناحق کی جہایت باندھی گئی یعنی کچھ مال بطور نکس وغیرہ کے ناحق مقرر کیا گیا پس اگر ان میں سے کوئی شخص ایسا ہو کہ وہ اپنے اوپر سے اس جہایت کو دور کر سکتا ہے تو بقدر اپنے حصہ کے اپنے اوپر سے دور کرے بشرطیکہ ایسا نہ ہو کہ اس کا حصہ باقیوں پر ڈالا جائے ورنہ اولیٰ یہ ہے کہ وہ اپنے اوپر سے بھی دور نہ کرے ایک شخص نے دوسرے کی ذات پر کوئی ظلم ہوتا تھا اس کو دفع کر دیا پس اس مظلوم نے اس مدد کرنے والے کو بیس دینا ردیے پھر مدد کرنے والے نے اس کے ہاتھ ایک درم بعوض ان بیس دینار کے فروخت کیا تا کہ یہ دینار اس کو حلال ہو جائیں تو حلال نہیں ہے اور مجد الائمہ ترجمانی نے فرمایا کہ یہ موافق قول امام محمدؒ کے ہے اور شیخین کے قول کے موافق اس میں مضائقہ نہیں ہے لیکن اگر بائع نے بطور تلجیہ بیع کی ہے تو بیع نہ ہوگی یہ قیہ میں ہے۔ ایک شخص کے پاس مال و عیال ہیں اور لوگ راہ کی حفاظت کرنے اور قافلہ کی پیش روی کرنے میں اس کے محتاج ہیں پس اگر اس سے ممکن ہو کہ راہ کی حفاظت کرے اور اس کے عیال ضائع نہ ہوں تو حفاظت کرنا افضل ہے اور اگر دونوں باتوں کا سرانجام اس سے نہ ہو سکے تو عیال کی پرداخت کرنا افضل ہے اور اگر اس نے راہ کی حفاظت کا سرانجام کیا پھر اس کو کچھ ہدیہ دیا گیا پس اگر اس نے نہ لیا تو افضل ہے اور اگر لے لیا تو لینا حرام نہیں ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔

اسماعیل متکلم نے کہا کہ اگر موذی کو اس شخص نے جس کو موذی نے ایذا دی ہے بارہا سلام کیا اور موذی کے سلام کا جواب بھی دیتا رہا اور موذی کے ساتھ احسان کرتا رہا یہاں تک کہ موذی کا گمان غالب یہ ہوا کہ اس کے دل سے وہ بات ایذا کی جاتی رہی ہے اور میری طرف سے کشادہ دل ہو گیا ہے تو موذی معذور نہ ہوگا اور اس پر واجب ہے کہ اس سے معاف کر دے اور اسماعیل متکلم نے کہا کہ موذی نے ایک شخص کو ایذا دی اور فی الحال اس سے معاف نہ کرایا اس وجہ سے کہ وہ کہتا ہے کہ یہ شخص مجھ سے ابھی غصہ میں ہے مجھے معاف نہ کرے گا تو معاف کرانے میں دیر کرنے میں معذور نہ ہوگا یہ قیہ میں ہے۔ ایک شخص نے امیروں وغیرہ کے چرواہے کو روٹی دی تا کہ میری بکریاں اس کے خطیرہ یا زمین میں رات کو رکھا کرے جیسی کہ عادت جاری ہے تو یہ جائز نہیں ہے اسی طرح اگر دوسری بکریاں خود چرواہے کی ملک ہوں تو بھی یہی حکم ہے اس واسطے کہ یہ رشوت ہے اسی طرح اگر اس نے روٹی دینے میں یہ شرط صریح نہ لگائی کہ رات میں میری بکریاں وہاں رکھا کرے تو بھی جائز نہیں ہے کیونکہ یہ امر رواج کی راہ سے مشروط ہے پس دینے والے کو اختیار ہے کہ جو اس نے دیا ہے وہ واپس کر لے اور اس میں حیلہ یہ ہے کہ بکریوں کو اس کے مالک سے عاریت لے لے پھر بکریوں کا مالک چرواہے کو حکم دے کہ ان بکریوں کو رات میں مستعیر کے پاس رکھے پھر جس قدر دیتا ہے وہ اس کو بطور احسان کے دے دے نہ بطور اجرت کے اور مؤلفؒ نے فرمایا کہ اگر چرواہا بدون کچھ لئے ہوئے فقط اس کے حکم سے بکریاں رات کو وہاں نہ رکھے تو بھی دینا رشوت ہوگا یہ قیہ میں ہے۔ قیلولہ کر کے راحت حاصل کرنا مستحب ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ قیلولہ کیا کرو کہ شیطان (۱) قیلولہ نہیں کرتا ہے یہ غیاثیہ میں۔ اور قیلولہ میں انجلیں مستحب ہے یعنی میاں راس الشعیر و میان راس الحطہ اور مستحب ہے کہ آدھی چت لیٹے پھر ایک ساعت دائیں کروٹ پر قبلہ رخ لیٹے پھر بائیں کروٹ پر سوئے کذا فی السراجیہ اور طلوع آفتاب

۱۔ قیلولہ یعنی دو پہر کو خفیف لوٹ پوٹ لینا خواہ نیند آئے یا نہ آئے ۱۲ منہ ع کذا فی النسخۃ الموجودۃ اور مراد یہ کہ گرمی کے موسم میں ۱۲

(۱) یعنی شیطان کے خلاف کیا کرو ۱۲

کے بعد سونا اور مغرب و عشاء کے درمیان سونا مکروہ ہے اور میں نے بعض مقام پر لکھا دیکھا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نزدیک عشاء کی نماز کے بعد سونے سے کوئی سونا پسندیدہ تر نہ تھا اور چاہئے کہ ایسے کچھونے پر سوائے جو نہ زیادہ نرم ہو اور نہ زیادہ کڑا ہو درمیانی ہو اور اپنے گال کے نیچے اپنی دائیں ہتھیلی رکھے اور یاد کرے کہ عنقریب میں اسی طرح قبر میں تنہا لیٹوں گا کہ میرے ساتھ سوائے میرے اعمال کے کچھ نہ ہوگا اور کہا گیا ہے کہ رائیں کروٹ لیٹنا مؤمن کی لٹائی ہے اور بائیں کروٹ پر لیٹنا بادشاہوں کی لٹائی ہے اور چت آسمان کی طرف منہ کر کے لیٹنا انبیاء علیہم السلام کی لٹائی اور اوندھے منہ کے بل لیٹنا کافروں کی لٹائی ہے اور اگر کسی کا پیٹ خوب بھرا ہوا ہو اس کو پیٹ میں درد ہو جانے کا خوف ہو تو کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ اپنے پیٹ کے نیچے تکیہ رکھ لے اور اس پر سوائے اور سوتے وقت تہلیل و تحمید و تسبیح کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا رہے یہاں تک کہ اس کو نیند آ جائے اس واسطے کہ سونے والا اسی حال پر اٹھایا جائے گا جس پر سویا تھا یعنی برابر اس کو ثواب ملتا رہے گا اور میت قیامت کے روز اسی حال پر اٹھایا جائے گا جس پر مرا تھا پھر صبح سے پہلے اپنی خواب گاہ سے اٹھ کھڑا ہو کہ زمین اللہ تعالیٰ سے شکایت کرتی ہے یعنی ایک تو جو شخص زنا کر کے زمین پر غسل کرتا ہے اور ایک جو خون ناحق زمین پر بہاتا ہے اور ایک جو صبح کے بعد سوتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ سے شکایت کرتی ہے اور جب خواب سے جاگے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہو اور عزم مصمم کئے ہوئے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اس سے بچوں گا اور یہ نیت کئے ہوئے کہ بندگان خدائے تعالیٰ میں سے کسی پر ظلم نہ کروں گا اس حالت سے جاگے یہ غرائب میں ہے فتاویٰ آہو میں لکھا ہے کہ قاضی برہان الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے پہاڑ سے تیل چکی کا پتھر کا ٹانگر سب نہیں کٹا تھا کچھ رہ گیا تھا کہ چھوڑ کر چلا آیا پھر دوسرا شخص آیا اور اس نے باقی ماندہ پتھر کاٹ لیا تو فرمایا کہ وہ پتھر دوسرے کا ہوگا اس وجہ سے کہ پہلے شخص نے اس کو اپنے احرار^۱ میں نہیں کر لیا تھا یہ تارخانہ میں ہے۔

اناج کی ایک ڈھیری ہے اس کے کسی جانب کچھ نجاست پھٹی اور بطور معین نہیں معلوم کہ کہاں پھٹی ہے پھر اس نے اس میں سے ایک قفیز یا دو قفیز جدا کر کے اس کو دھو ڈالا یا بیچ دہیہ کر کے اپنی ملک سے نکال دیا تو باقی ڈھیری کی طہارت کا حکم دیا جائے گا اور اس کا کھانا حلال ہوگا اور ہمارے اصحاب سے اس مسئلہ میں کوئی روایت نہیں ہے اور ہمارے مشائخ نے اس کو ایک مسئلہ سے جو سیر کبیر میں مذکور ہے استخراج کیا ہے وہ مسئلہ اس صورت سے مذکور ہے کہ دارالحرب میں مسلمانوں نے کافروں کے قلعہ کا محاصرہ کیا اس قلعہ میں مسلمانوں کا کوئی ذمی^(۱) داخل ہوا پھر مسلمانوں نے وہ قلعہ فتح کر لیا اور قلعہ کے مرد گرفتار کئے اور یہ بات یقیناً جانتے ہیں کہ ذمی انہیں لوگوں میں گرفتار ہے۔ مگر مسلمان لوگ یہ نہیں پہچانتے ہیں کہ بعینہ یہ ذمی ہے مگر گرفتاروں میں سے ہر شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ ذمی میں ہوں تو مسلمانوں کو ان کا قتل کرنا حلال نہیں ہے اور اگر ذمی کے قلعہ میں داخل ہونے کے بعد اہل قلعہ میں سے کوئی شخص قتل کیا گیا ہو یا مر گیا ہو یا باہر نکل گیا ہو تو مسلمان کو ان کا قتل کرنا حلال ہوگا اس واسطے کہ جب ایک قتل کیا گیا یا مر گیا یا قلعہ سے نکل گیا تو یہ یقین نہ رہا کہ ان میں وہ شخص ضرور ہے جس کا قتل کرنا حرام ہے کیونکہ جائز ہے کہ جس کا قتل حرام تھا وہی قتل ہو گیا یا مر گیا یا قلعہ سے نکل گیا ہو یہ محیط میں ہے۔

مردار کی چربی کا استعمال ☆

اگر مردار کی پگھلائی ہوئی چربی تیل میں مل گئی تو اس سے چراغ روشن کرنا یا دباغت میں خرچ کرنا جائز ہے بشرطیکہ تیل زیادہ ہو یہ مراجعہ میں ہے۔ اگر کوئی دستاویز کسی نابالغ کے سامنے پڑھی گئی یعنی اس کو پڑھ کر سنائی گئی حالانکہ وہ نہیں سمجھتا ہے کہ اس میں کیا مضمون ہے پھر وہ نابالغ ہو تو اس کو روا نہیں ہے کہ جو کچھ اس میں ہے اس کی گواہی دے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر نابالغ کو دستاویز پڑھ

۱۔ یعنی بحر خودینا دروہ است ۱۲ (۱) مگر مسلمان اس کو بعینہ نہیں پہچانتے ہیں ۱۲

کر سنائی جائے اور وہ اس کے مضمون کو نہ سمجھتا ہو تو بالغ کو یہ روا نہیں ہے کہ جو کچھ اس میں ہے اس کی گواہی دے۔ فقیہؒ نے فرمایا کہ عشاء کے بعد سمر یعنی افسانہ کی باتیں کرنے کو بعض مشائخؒ نے مکروہ کہا ہے اور بعض نے اجازت دی ہے اور فقیہؒ نے فرمایا کہ سمر تین طرح کا ہوتا ہے ایک یہ کہ عملی مذاکرہ ہو تو یہ سورہنے سے افضل ہے دوم یہ کہ اگلے لوگوں کے جھوٹے قصے اور دروغ باتیں اور مسخرہ پن کی باتیں اور مضحکہ ہو تو یہ مکروہ ہے اور سوم یہ موانست کی باتیں ہوں مگر جھوٹ سے اجتناب ہو اور باطل باتیں نہ ہوں تو اس میں مضائقہ نہیں ہے مگر اس کا ترک افضل ہے اور اگر ایسا کریں تو چاہئے کہ آخر کار اللہ تعالیٰ کے ذکر و تسبیح و استغفار کی طرف رجوع کریں کہ اس کا ذکر کا خاتمہ بخیر ہو اور جو باتیں شہروں وغیرہ میں نئی پیدا ہوتی ہیں ان کی خبر دریافت کرنے میں محتار یہ ہم کہ خبر دریافت کرنے اور خبر دینے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ عالم اپنے جی سے اس طرح بیان کرے کہ میں عالم ہوں تاکہ اس کا علم ظاہر ہو اور اس سے لوگ مستفید ہوں مگر ضرور چاہئے کہ یہ باتیں اللہ تعالیٰ کی نعمت کا بیان ہو یعنی یوں باتیں کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے یہ نعمت عطا فرمائی ہے کذا فی الغرائب۔ فقیہؒ نے فرمایا کہ علم کے اقسام ہیں اور سب اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھے ہیں مگر فقیہ کے مانند نہیں پس آدمی کو چاہئے کہ اس کے نزدیک فقہ کا سیکھنا سب سے زیادہ لائق اہتمام ہو اور جب وہ فقہ میں سے اچھا حصہ حاصل کر پائے تو اس کو چاہئے کہ اسی پر قناعت نہ کرے بلکہ علم زہد و کلام حکمت و حکماء و شامل صالحین کو دیکھے اور آدمی پر علم کا طلب کرنا اس قدر فرض ہے کہ اس کو شرائع و امور معاش جو ضروری ہیں معلوم ہو جائیں جیسے وضو و نماز وغیرہ باقی شرائع و امور معاش اور اس کے سوائے فرض نہیں پس اگر اس نے علم ان کا بھی حاصل کیا تو افضل ہے اور اگر ترک کیا تو اس پر گناہ نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے۔

نوازل میں ابو عاصمؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ احادیث کی طلب و جستجو کرنا مفلسوں کا پیشہ ہے اور مراد یہ ہے کہ جب اس نے حدیث کو طلب کیا اور حدیث سے فقہ حاصل نہ کی کذا فی التاثر خانہ قول قسرو کسر ولا آخذ بہ فافہم۔ اور علم نجوم اس قدر حاصل تھا جس سے قبلہ و اوقات نماز پہنچانے میں مضائقہ نہیں ہے اور اس سے زیادہ حرام ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ علم کلام سیکھنا اس میں نظر کرنا و مناظرہ کرنا سوائے قدر و حاجت کے مکروہ ہے اور بعض نے کہا کہ اس مسئلہ میں جواب اس طرح ہے کہ کثرت سے مناظرہ کرنا اور مجادلہ میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے کیونکہ ایسا کرنا اشاعت بدعت و فتن و تشویش عقائد کی جانب مودی ہوتا ہے اور یہ ضرور ممنوع ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور مسئلہ کلامیہ کو اگر ٹھیک طور پر نہ جانتا ہو تو اس میں مناظرہ نہ کرے اور امام محمدؒ مسئلہ کلامیہ میں مناظرہ کرتے تھے یہ ملقط میں ہے اور شیخ امام ابو العسیر صدر الاسلامؒ فرماتے ہیں کہ میں ان کتابوں کو جن کو متقدمین نے علم توحید میں تصنیف کیا ہے ملاحظہ کیا پس بعض کو میں نے فلاسفہؒ مثل اسحاق کندی و استقراری وغیرہما کی تصنیف سے دیکھا یہ سب دیں مستقیم سے خارج و طریقہ تویم سے برگشتہ ہیں ان کتابوں کو دیکھنا جائز نہیں ہے اور ان کا رکھنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ کتابیں شرک و گمراہی سے بھری ہوئی ہیں اور فرمایا کہ میں نے اس فن میں بہت سے معتزلہ مثل عبد الجبار رازی و جبائی و کبھی و نظام وغیرہ کی تصانیف پائی ہیں سو ان کتابوں کا دیکھنا اور ان کا رکھنا بھی جائز نہیں ہے۔ تاکہ شکوک نہ پیدا ہوں اور عقائد میں ضعف و سستی نہ آجائے اسی طرح فرقہ مجسمہ

۱۔ اقوال علم نجوم سے اگر اصطلاحی معنی مراد ہیں تو جمہور علماء کے خلاف ہے کہ انہوں نے مطلقاً حرام کہا اور اگر یہ مراد ہے کہ ستاروں کی شناخت اس غرض سے ہو تو یہ حکم موافق کتاب الہی ہے اور یہی معنی لینا صواب ہے اور تمام تحقیق تفسیر مترجم سے تلاش کرنا چاہئے ۱۲۔ فلاسفہ الخ واضح ہو کہ علم منطق فقط چند قواعد کلیہ کا نام ہے اور ان میں مضائقہ نہیں لیکن مانند موجبات و شرح سلم وغیرہ کے جو مسئلہ الہیات سے مختلط ہیں حالانکہ راہ توحید و علم معرفت سے کردروں کو اس دور میں وہ دین و دنیا میں راہیں بلکہ معرفت سے برعکس یعنی محض ضلالت ہیں اور سترم بعد واقفیت کے حق نصیحت کرتا ہے ولایبک مثل انبیر واللہ تعالیٰ ہوا الہادی بلکہ علم طب اس سے بدرجہا بہتر ہے فافہم ۱۳۔

مثل محمد بن یثیم وغیرہ نے بھی اس فن میں کتابیں تصنیف کی ہیں ان کتابوں کا دیکھنا اور رکھنا بھی حلال نہیں ہے کہ یہ لوگ بدعتیوں میں سے زیادہ بدترین ہیں۔ اور ابوالحسن اشعری نے مذہب معتزلہ کی تصحیح کے واسطے بہت سی کتابیں تصنیف کیں پھر جب اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنے فضل سے اس کو ہدایت عطا کی تو اس نے ایک کتاب تصنیف کی جس سے اس کو توڑا جو معتزلہ کے مذہب کی تصحیح میں تصنیف کیا تھا لیکن ہمارے اصحاب اہل سنت و جماعت نے ابوالحسن اشعری کے بعض مسائل میں غلطی ثابت کی ہے جس میں ابوالحسن اشعری نے خطا کی ہے سو جو شخص ان مسائل پر واقف ہو اور اس کی خطا کو پہچانے تو اس کو اس کی کتابوں میں نظر کرنے میں مضائقہ نہیں ہے اور عامہ اصحاب شافعی (۱) نے اسی کو اختیار کیا ہے جس پر ابوالحسن اشعری جما ہے حالانکہ ان مسائل کی تعداد جن میں ابوالحسن اشعری نے خطا کی ہے طویل ہے اسی طرح ان کتابوں کے رکھنے میں جن کو ابو محمد عبد اللہ سعید القطان نے تصنیف کیا ہے مضائقہ نہیں ہے اور یہ شیخ ابوالحسن اشعری سے مقدم ہے اور اس کے اقوال اہل سنت و جماعت کے اقوال سے موافق ہیں سوائے چند مسئلوں کے جن کی تعداد دس تک نہیں پہنچتی ہے پس اس قدر مسئلوں میں اس نے البتہ اہل سنت سے اختلاف کیا ہے لیکن ان کتابوں میں نظر کرنا اسی شرط سے حلال ہے کہ جس جس مسئلہ میں مصنف نے خطا کی ہے اس پر وقوف ہو یہ ظہیر یہ میں ہے اور علوم مذمومہ میں سے علوم فلاسفہ ہیں چنانچہ جو شخص علم میں ببحر نہ ہو اور جو براہین ان پر حجت ہیں یعنی جس دلائل سے وہ مغلوب ہوتے ہیں وہ سب نہ جانتا ہو اور جس قسم کے وہ لوگ اعتراض کرتے ہیں ان کے شبہات کے دفع کرنے اور ان کے اشکالات کے جواب سے واقف نہ ہو اس کو ان کی کتابوں میں نظر کرنا جائز نہیں ہے۔ علوم تین طرح کے ہوتے ہیں ایک علم نافع اس کی تحصیل واجب ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت و ماسوائے اللہ تعالیٰ کے اور چیزوں کی پیدائش کا علم ہے اور اس کے بعد علم بحلال و حرام و امر و نہی اور وہ احکام جس کے ساتھ انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے ہیں اور ایک علم جس سے اجتناب واجب ہے اور وہ سحر و علم فلسفہ و طلسمات ہے اور علم نجوم سوائے قدر حاجت کے کہ جس سے اوقات نماز و طلوع فجر و توجہ بقبلہ و راہ کی شناسائی ہو اور ایک وہ علم جس میں کوئی ایسا نفع نہیں ہے جس کو جاننے والا آخرت میں لے جائے اور وہ علم جدال از مناظرات ہے پس ایسے علم کی طرف مشغول ہونا ایک ایسی چیز کے واسطے عمر برباد کرنا ہے جس کا آخرت میں کچھ نفع نہیں ہے اور اس علم میں اس واسطے مشغول ہوتے ہیں کہ اپنے خصوم کو مغلوب کریں یہ غرض نہیں ہوتی ہے کہ حق ظاہر کریں اور مسائل میں جو فرق ہے اس پر وقوف ہو اور احکام سے تناقض دور کریں پس اگر اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے علم میں جو اس کے حق میں دنیا یا آخرت میں مفید ہو مشغول ہو اور عمر ضائع نہ کرے تو اولیٰ ہے کذا فی جواہر الفتاویٰ اگر دو شخصوں نے علم تجارت وغیرہ سیکھا مگر ایک کی نیت یہ ہے کہ سیکھ کر دوسروں کو تعلیم کرے اور دوسرے کی نیت یہ ہے کہ سیکھ کر خود عمل کرے تو اول افضل ہے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ تمویہ و حیلہ مناظرہ میں آیا حلال ہے پس اگر اس شخص سے کوئی شاگرد رشید یعنی نیک راہ وغیرہ یا نصاب بلا تعنت گفتگو کرتا ہے تو اس کے ساتھ تمویہ و حیلہ حلال نہیں ہے اور اگر کوئی ایسا شخص گفتگو کرتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو زیر کرے و براہ تعنت گفتگو کرتا ہے تو اس کو حلال ہے کہ جس حیلہ سے اپنے نفس کو بچا سکے عمل میں لائے اس واسطے کہ تعنت کو دفع کرنا جس طور سے ممکن ہو مشروع ہے یہ محیط میں ہے۔

جامع الجوامع میں ہے کہ عاصی کو بدین غرض تعلیم دینا کہ عصیان سے پرہیز کرے جائز ہے یہ تارخانہ میں ہے۔ عربی زبان باقی تمام زبانوں سے افضل ہے اور یہی اہل جنت کی زبان ہے پس جو شخص سیکھے یا دوسرے کو سکھلائے اس کو ثواب ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ فقیہ ابواللیث نے فرمایا کہ علم ایسے ہی شخص سے حاصل کرے جو امین ہو یعنی ثقہ ہو یہ غرائب میں ہے۔ علم اور فقہ کا حاصل کرنا اگر نیت خیر ہو تو آدمی کے تمام نیک کاموں سے افضل ہے اسی طرح صحت نیت کے ساتھ علم کا پڑھنا بھی یہی حکم رکھتا ہے کیونکہ یہ علم

ہے لیکن شرط اس کے ساتھ یہ ہے کہ آدمی پر جو باتیں فرض ہیں ان میں کسی طرح کا نقصان نہ آنے پائے اور صحت نیت سے یہ مراد ہے کہ علم کو اللہ تعالیٰ کے واسطے آخرت کی نیت سے تحصیل کرے دنیا و جاہ کا طلب کرنا مقصود نہ ہو اور اگر اس نے جہالت سے نکل جانا اور خلق کو نفع پہنچانا اور احیائے علم کی نیت کی تو بھی کہا گیا ہے کہ اس کی نیت صحیح ہے یہ وجہز کردری میں ہے اور جو شخص تصحیح نیت پر قادر نہ ہو اس کو ترک کرنے کی بہ نسبت علم سیکھنا افضل ہے یہ غرائب میں ہے۔ اور معلم یعنی طالب علم کو چاہئے کہ اپنے علم میں بخیل نہ ہو اگر اس سے کوئی شخص کتاب غاریت مانگے یا کسی مسئلہ کی فہم میں مدد لے یا اس کے مثل تو اس میں بخل نہ کرنا چاہئے کیونکہ وہ علم حاصل کرنے سے خلق کی منفعت چاہتا ہے پس فی الحال منفعت کو روکنا نہ چاہئے اور امام عبداللہ بن المبارک نے فرمایا کہ جو شخص اپنے علم میں بخل کرے وہ تین میں سے ایک بات میں مبتلا ہوگا یا مر جائے گا پس اس کا علم جائے گا یا سلطان کے مواخذہ میں مبتلا ہوگا یا جو علم جانتا ہے وہ بھلا دیا جائے گا اور طالب علم کو چاہئے کہ علم کی توقیر کرے اور یہ نہ چاہئے کہ کتاب کو خاک پر رکھے اور جب پیخانہ سے نکلے اور کتاب کو چھوٹا چاہئے تو مستحب ہے کہ وضو کرے یا دونوں ہاتھ دھو ڈالے پھر کتاب کو لے اور طالب علم کو چاہئے کہ تھوڑی معیشت پر راضی ہو اور عورتوں سے ایک گوشہ میں رہے مگر یہ نہ کرے کہ کھانے پینے و سونے سے اپنے نفس کی حفاظت ترک کرے اور طالب علم کو چاہئے کہ لوگوں سے معاشرت و مخالطت کم رکھے اور لایعنی باتوں میں مشغول نہ ہو اور طالب علم کو چاہئے کہ ہمیشہ درس رکھے اور اپنے ساتھیوں سے یا تنہا خود مسائل کا ذکر کیا کرے اور طالب علم کو چاہئے کہ اگر اس سے اور کسی شخص سے منازعت و خصومت واقع ہو تو اس سے نرمی کا برتاؤ کرے اور انصاف سے چلے تاکہ اس کے و جاہل کے درمیان فرق ہو اور آدمی کو چاہئے کہ اپنے استاد کے حقوق و آداب کا لحاظ رکھے کسی مال کی اس کے ساتھ تنگی نہ کرے اور اگر اس سے سہو ہو جائے تو سہو میں اس کی اقتدانہ کرے یہ غرائب میں ہے۔

اپنے سے افضل کو کن القاب سے پکار سکتا ہے؟

معلم کا حق اپنے والدین اور باقی تمام لوگوں کے حق پر مقدم رکھے اور اگر اپنے استاد کو کہا کہ یا مولانا تو مضائقہ نہیں ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے بیٹے حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے فرمایا تھا کہ اپنے مولانا کے سامنے کھڑا ہو یعنی استاد کے سامنے اسی طرح اگر اپنے سے افضل کو یہ لفظ کہا تو مضائقہ نہیں ہے اور جس نے اس کو بھلائی کی تعلیم کی اگرچہ ایک حرف ہو اس کے ساتھ تواضع سے پیش آئے اور یہ نہ چاہئے کہ اس کو خوار سمجھے اور نہ چاہئے کہ اس سے بڑھ کر کسی دوسرے کو برگزیدہ کرے اور اگر ایسا کیا تو کرنے والے نے گویا اسلام کی ہتھیوں تلیم سے ایک ہتھی توڑ ڈالی اور استاد کی تعظیم میں سے ایک یہ ہے کہ اس کا دروازہ نہ بجائے بلکہ اس کے برآمدہ ہونے کا منتظر رہے اور جس کو تعلیم دے وہ ایسا شخص ہونا چاہئے جو اہلیت علم رکھتا ہے اور جو اہلیت رکھتا ہو اس سے علم کو پوشیدہ نہ کرے اور اگر اس نے علم ایسے کو سکھلایا جو اس کا اہل نہیں ہے تو اس نے ضائع کیا اور اگر ایسے شخص سے جو علم کی اہلیت رکھتا ہے علم کو دریغ رکھا تو ظلم و جور کیا اور ابن مقاتل سے مروی ہے کہ علم میں نظر کرنا پانچ ہزار دفعہ قل ہو اللہ احد پڑھنے سے افضل ہے یہ تاتار خانہ میں ہے۔ ایک شخص نے تھوڑا قرآن پڑھا پھر چھوٹ گیا پھر اس کو فراغ حاصل ہوا تو پورا قرآن ختم کرے اور پورے قرآن پڑھنے سے فقہ پڑھنا افضل ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص سے ممکن ہو کہ رات میں نماز پڑھے یا دن میں علم دیکھے تو اگر وہ شخص ذہین ہو تو اس کا علم پر نظر کرنا افضل ہے اور زیادہ حاصل کرے کیونکہ علم میں نظر کرنا نماز سے افضل ہے اور تمام قرآن کا پڑھنا نفل

۱۔ یعنی عورتوں سے بجا رہے ۱۲ منہ ۲۔ یعنی اپنے مولیٰ کے سامنے والترجمہ للتفہیم فافہم ۱۲۔ یہ تفسیر ہے اور مطلبی یہ کہ برتن کے گرفت کا مقام جس کو فارسی میں دنگی کہتے ہیں اور مقصود ترک طریقہ اسلام ہے ۱۲ منہ

نماز سے افضل ہے۔ یہ خزانۃ المفتیین میں ہے اور اگر معلم چاہے کہ مجھے ثواب حاصل ہو اور میرا عمل انبیاء علیہم السلام کے عمل کی طرح ہو تو اس کو چاہئے کہ پانچ باتوں کو یاد رکھے اول آنکہ اجرت نہ ٹھہرائے اور نہ تقاضا کرے بلکہ جو شخص اس کو دے دے اس سے لے لے اور جو نہ دے اس کو چھوڑ دے اور اگر حروفِ حجی یعنی الف بے وغیرہ اور بچوں کی حفاظت کرنے پر اجرت شرط کر لی تو جائز ہے دوم یہ کہ ہمیشہ با وضو رہے سوم یہ کہ پوری کوشش تعلیم میں صرف کرے اور اس کام میں متوجہ رہے چار آنکہ لڑکے جب جھگڑا کریں تو ان میں عدل سے کاروائی کرے اور ایک کا دوسرے سے انصاف دلائے اور یہ نہ کرے کہ امیروں کے لڑکوں کی طرف میل کرے اور فقیروں کے لڑکوں کی طرف توجہ نہ کرے پنجم یہ کہ دکھ دینے والی مار نہ مارے اور حد سے تجاوز نہ کرے کیونکہ اس سے قیامت کے روز حساب لیا جائے گا۔ ایک گاؤں کے لوگوں نے بیچ جمع کر کے امام مسجد کے واسطے زراعت کر دی تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ پیداوار حاصل ہو وہ امام کو دینے سے پہلے بیچ کے مالکوں کی ہوگی یہ خزانۃ الفتاویٰ میں ہے۔ فقہوں کے واسطے بیت المال میں سے کچھ حصہ نہیں ہے لیکن اگر کسی فقیہ نے اپنے تئیں سب کام سے فارغ کر کے اسی کام میں لگا دیا ہو کہ لوگوں کو فقہ و قرآن سکھلائے تو اس کو ملے گا یہ حاوی میں ہے۔ کتاب القاضی میں ہے کہ قاضی کو مال یتیم میں تبرع کرنے کا اختیار نہیں ہے الا خاصۃ قرض دینے میں بدین وجہ کہ یتیم کا مال قرض اس کے قرض داروں پر بحفاظت رہے گا اور فقیہ ابواللیثؒ نے فرمایا کہ بعض لوگوں نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی اجازت دی ہے اور بعضوں نے اس کو مکروہ کہا ہے الا اس صورت میں کہ عذر ہو اور ہم بھی یہی کہتے ہیں یہ محیط میں ہے اور اپنی تعلیم پھاڑ کر پانی میں پھینک دینا مکروہ ہے اس واسطے کہ یہ بے فائدہ مال کا ضائع کرنا ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ شیخ ابوبکرؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص موت کی تمنا کرتا ہے آیا مکروہ ہے فرمایا کہ اگر روزی کی تنگی یا دشمن کی طرف سے رنج پہنچے یا مال جاتے رہنے کے خوف سے یا اس کے مثل کسی وجہ سے ایسا کرتا ہے تو مکروہ ہے اور اگر اس وجہ سے تمنا کرتا ہے کہ اہل زمانہ کی حالتیں بدل گئیں ہیں پس اس کو بھی خوف ہے کہ میں گناہ میں مبتلا نہ ہو جاؤں تو مضائقہ نہیں ہے یہ حاوی میں ہے۔

ایک شخص ایک کوٹھری میں تھا اس میں زلزلہ آیا تو میدان کی طرف اس کا بھاگ جانا مکروہ نہیں ہے بلکہ مستحب ہے بدین وجہ کہ آنحضرت ﷺ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک جھکی ہوئی دیوار کی طرف سے گذرے پس آپ نے چلنے میں جلدی فرمائی پس آپ سے کہا گیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ قضاء اللہ تعالیٰ سے بھاگتے ہیں فرمایا کہ قضاء اللہ سے قضاء اللہ کی طرف جاتا ہوں اور حضرت عبدالرحمن بن عوف نے آنحضرت ﷺ سے روایت کی کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی زمین میں وبا پھیلے تو تم اس میں داخل نہ ہو اور اگر ایسی زمین میں وبا پھیلے جس میں تم موجود ہو تو اس میں سے نہ نکلو اور شیخ طحاویؒ نے مشکل الآثار میں اس حدیث کو روایت کر کے کہا کہ اس کی تاویل یہ ہے کہ وہ شخص اپنے حال کو دیکھے اگر اس کی حالت یہ ہو کہ اگر میں اس زمین میں جس میں وبا ہے گیا اور مبتلا ہو گیا تو میرے دل میں بیٹھ جائے گا کہ میں اس میں آنے کی وجہ سے مبتلا ہوا ہوں اور اگر وہاں موجود ہے اور جانتا ہے کہ اگر میں نکلا اور بیچ گیا تو میرے دل میں یہ آئے گا کہ میں اپنے نکل جانے کی وجہ سے بیچ گیا ہوں تو ایسے شخص کو داخل ہونا اور ٹکنا نہ چاہئے تاکہ اس کا اعتقاد باقی محفوظ رہے اور اگر ایسا شخص ہو کہ جانتا ہے کہ ہر بات اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہوتی ہے اور سوائے اس بات کے جو اللہ تعالیٰ نے میری تقدیر میں لکھی ہے مجھے کچھ آفت نہ پہنچے گی تو داخل ہونے یا باہر نکلنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اور فقیہ نے فرمایا کہ آدمی کو چاہئے کہ لوگوں سے مدارات رکھے اور چاہئے کہ نرمی سے بات کرے اور چاہئے کہ ہر نیک و بد و سنی و مبتدع سے کشادہ پیشانی خندہ روئی سے ملے مگر اس کے ساتھ یہ ضروری ہے کہ کچھ مدہمت نہ کرے اور نہ ایسی کوئی بات کہے کہ جس سے وہ

قولہ روایت قول یہ روایت موضوع ہے صرح بدین الجوزی ولا ہی وغیرہ آتا ۱۲۱ منہ

سمجھے کہ میرے مذہب سے یہ شخص راضی ہے یہ سراجہ میں ہے اور آدمی نے جس مکان کو کرایہ پر دے کر مستاجر کے سپرد کیا ہے اس کو اختیار ہے کہ اس کی حالت دیکھنے کے واسطے اور جہاں قابل مرمت ہو اس کی مرمت کرنے کی غرض سے امام ابو یوسف و امام محمدؒ کے نزدیک باجائز مستاجر و بلا اجازت مستاجر داخل ہو اور امام اعظمؒ کے نزدیک بدون اجازت مستاجر کے داخل نہیں ہو سکتا ہے کذا فی التاثر خانہ۔

قال المترجم ☆

ہمارے زمانہ میں امام اعظمؒ کے قول پر فتویٰ ہونا چاہئے واللہ اعلم۔ اگر کوئی شخص دوسرے کی کوئی چیز لے کر بھاگا اور اپنے گھر میں گھس گیا تو اس شخص کے حق میں مضا لفقہ نہیں ہے کہ اس کا پیچھا کرے اور اس کے گھر میں گھس کر اس سے چھین لائے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کے ہزار درم دوسرے شخص کے گھر میں جا پڑے اور اس کو خوف ہوا کہ اگر مالک مکان کو آگاہ کرتا ہوں تو مجھے منع کرے گا اور مجھے میرا مال نہ دے گا پس آیا بدوں اس کی اجازت کے اس کے گھر میں جلا جائے تو شیخ بن مقاتل نے فرمایا کہ اس کو چاہئے کہ پرہیزگار لوگوں کو اس سے آگاہ کر دے اور اگر وہاں کوئی اہل صلاح نہ ہو پس اگر یہ ممکن ہو کہ اس کے گھر میں بدوں کسی کے آگاہ کرنے کے داخل ہو کر اپنا مال لے لے تو ایسا کرے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ مالک مکان کی طرف سے اس کو خوف ہو اور اگر خوف نہ ہو تو بدوں اس کی اجازت کے داخل ہونا حلال نہیں ہے بلکہ مالک مکان کو آگاہ کرے تاکہ وہ اس کو داخل ہونے کی اجازت دے یا اس میں یہ لوگ معذور ہوں گے فرمایا کہ کچھ مضا لفقہ نہیں ہے اور یہی مسئلہ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ میں اس کو نہیں پسند کرتا ہوں اور اس سے پرہیز کرنا میرے نزدیک پسندیدہ ہے اور شیخ ابو حامد سے دریافت کیا گیا کہ جو روٹی اہاب^۱ المنفعۃ میں لگائی جاتی اور چبا کر استعمال کی جاتی ہے پس آیا جائز ہے فرمایا کہ ہاں جائز ہے اور یہی مسئلہ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ یہ فعل مکروہ ہے اور میں نے شیخ ابو حامد سے دریافت کیا کہ اگر ابابیل نے کوٹھری میں گھونسل بنایا اور اس کی بیٹ کپڑے و بور یہ وغیرہ پر گرتی ہے پس آیا اگر صاحب مکان نے اس کو دور کر دیا اور اس کا گھونسل جس میں چھوٹے چھوٹے بچے ہیں نکال کر زمین میں پھینک دیا تو معذور ہوگا تو فرمایا کہ نہیں بلکہ صبر کرے اور فقیہ ابواللیث نے کتاب الاستحسان میں ذکر فرمایا کہ وہ شخص بازر ہے یہ تاثر خانہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک قوم کے مکان کے فناء میں ایک کنواں کھودا تو ابن رستم نے روایت کی ہے کہ اس کو حکم دیا جائے گا کہ پاٹ کے برابر کر دے اور نقصان کا ضامن نہ ہوگا اور اگر کسی شخص کے مکان کی دیوار جو اس کی ملک ہے گرا دی یا اس کے مکان میں کنواں کھودا تو نقصان کا ضامن نہ ہوگا اور یہ حکم نہ دیا جائے گا کہ دیوار بنائے یا کنواں پاٹ کو برابر کر دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

وطی کرنے کی وقت کلام کرنا مکروہ ہے اور بعد طلوع فجر کے نماز تک سوائے نیک بات کے کچھ کلام نہ کرے اور بعض نے فرمایا کہ نماز کے بعد طلوع آفتاب تک بھی حکم ہے اور سوتے وقت ہنسنا مکروہ ہے یہ تاثر خانہ میں ہے۔ اور میں نے شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ بہت لوگ ماہ صفر میں سفر نہیں کرتے ہیں اور نہ اس مہینہ میں کوئی کام مثل نکاح و دخول وغیرہ کے شروع کرتے ہیں اور اس حدیث سے تمسک کرتے ہیں جو آنحضرت ﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ جو شخص مجھ کو صفر کا مہینہ نکل جانے کی خوشخبری سنائے میں اس کو جنتی ہونے کی خوشخبری دوں۔ پس آیا یہ حدیث صحیح ہے اور اس مہینہ میں کچھ نحوست اور کام شروع کرنے سے ممانعت ہے اور اسی طرح جب چاند برج عقرب میں ہوتا ہے تب بھی سفر نہیں کرتے ہیں اسی طرح جب چاند برج اسد میل ہوتا تب کپڑا قطع نہیں کرتے۔

۱۔ اہاب چادر وغیرہ کی شکن اور کپڑے کا کونا و کذا فی الاصل اہاب المنفعۃ دار جمع الی المقعدہ ۱۲۔ ۲۔ یعنی رات کو سوتے وقت ۱۲۔

کرتے ہیں اور نہ سیتے ہیں پس آیات یوں ہے جیسا ان لوگوں نے زعم کیا ہے تو فرمایا کہ صفر کے حق میں جیسا یہ لوگ کہتے ہیں یہ وہ بات ہے جو زمانہ اسلام سے پہلے حالت جاہلیت و کفر میں عرب لوگ اس مہینہ کے حق میں کہتے تھے اور برج عقرب و برج اسد میں چاند ہونے کی صورت میں جو بات یہ لوگ کہتے ہیں یہ نجومیوں کی باتیں ہیں کہ وہ لوگ اپنی باتیں رواج دینے کے واسطے افتراء کرتے اور آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہیں یہ محض جھوٹ ہے کذابی جواہر الفتاویٰ۔

قال المترجم ☆

شیخؒ نے صحیح جواب فرمایا ان باتوں میں سے کسی بات کی اصل نہیں ہے اور جو بات بلفظ حدیث ذکر کی کہ جو شخص مجھ کو صفر کا مہینہ نکل جانے کی آہ یہ حدیث محض موضوع ہے اس کی کچھ اصل نہیں ہے نص علیہ الفتاویٰ من اہل الحدیث فاستقم اگر کسی نے اچھا خواب دیکھا تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے کہ یہ نعمت ہے پھر چاہئے کسی ثقہ آدمی سے بیان کرے یا بیان نہ کرے یہ وجہ زکردری میں ہے اور یہ مکروہ ہے کہ کوئی شخص کہے کہ ہم لوگوں پر ستارہ ثریا سے بارش ہوئی۔

قال المترجم ☆

كانت جهلة العرب تقول مطرنا نبوا كذا في حديث مسلم فلما من الله تعالى بالاسلام انكروا فلك المقالة و لكن اذا صدر عن المسلم قيل كره له لها انه ينبغي من حسن الظن بالمسلم و الافهو كفر يايون كہے کہ طلع السہیل فبرد اللیل یعنی سہیل ستارہ نکلا سورات میں سردی ہونے لگی اس واسطے کہ سہیل کچھ سردی و گرمی نہیں لاتا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ یوں نہ کہے اللہ تعالیٰ نے میرا فلاں عمل برگزیدہ کیا اور شیخ نخعیؒ سے مروی ہے کہ کوئی یہ نہ کہے کہ قرآۃ فلاں یا سنت ابو بکر کیونکہ سنت فقط اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کوئی یہ نہ کہے کہ اسلمت فی کذا یعنی میں نے اس بارہ میں اسلام کیا بلکہ یوں کہے کہ اسلمت فی کذا کیونکہ اسلام اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے۔

قال المترجم ☆

قوله اسلمت فی کذا یعنی مثلاً میں نے سو درم کے عوض دس میں گےہوں کی بیع سلم کی مگر لفظ اسلام کی شرکت کی وجہ سے اس کو منع کر دیا و اسلفت فی کذا اسی معنی میں ہے و التفصیل قد اسلفنا قند کر اور چاند دیکھنے کے وقت چاند کی تعظیم کے واسطے اس کی طرف اشارہ کرنا مکروہ ہے ہاں اگر اپنے ساتھی کو دکھلانے کے واسطے اس کی طرف اشارہ کرے تو مضائقہ نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ فتاویٰ میں ہے کہ شیخ نصیرؒ نے فرمایا کہ میں نے حسن بن ابی مطیع سے دریافت کیا کہ نہر مغصوب سے وضو کرنا یا پانی پینا کیسا ہے؟ فرمایا کہ اگر وہ نہر وہیں ہو جہاں بھی تو مضائقہ نہیں ہے اور اگر اس کو اپنی جگہ سے تحویل کر دیا ہو تو میں مکروہ جانتا ہوں کہ اس سے کوئی شخص نفع اٹھائے اور شیخ ابو بکرؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے پن چکی نصب کی اور اس کا پانی غیر شخص کی زمین میں بدون اس کی رضامندی کے بہایا تو فرمایا کہ حلال نہیں ہے اور جو شخص اس کے غضب سے واقف ہو اس کو حلال نہیں ہے کہ یہ طاحونہ خریدے اور نہ یہ حلال ہے کہ اس کو اجرت پر لے اور نہ یہ حلال ہے کہ وہاں کچھ اناج لے جائے کہ باجرت پسائے یا بطور عاریت پیسے یہ حاوی میں ہے۔

ادائے شہادت کن صورتوں میں ترک نہیں کی جاسکتی ☆

اگر کسی شخص نے اپنی گواہی لکھی اور لوگوں نے جن کی دستاویز ہے ادائے شہادت کی درخواست کی اور دستاویز میں سوائے

قال المترجم شاید طحا حوند قائم کرنا غیر کی زمین میں بے اجازت ہو لیکن اجرائے کلام مروجہ متبادر ہے نہ خلاف سیاق ۱۲ منہ

اس کے جماعت^۱ گواہان نہیں ہے یا اس کی گواہی جلد قبول ہونے والی ہے تو اس کو ادائے شہادت کا ترک کرنا روا نہیں ہے اور اگر دستاویز میں اس کے سوائے ایک جماعت ہو کہ وہ لوگ گواہی ادا کرتے ہیں تو اس کو ادائے شہادت سے انکار کرنے کی گنجائش ہوگی یہ تاتار خانہ میں ہے۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک آزاد ہے پھر دوسرے شخص نے جو مقبوض کے آزاد ہونے کو نہیں جانتا ہے اس کے ساتھ یوں قرارداد کی کہ تو مجھے اس کو ہبہ کر دے اور میں بھی اس کا ثمن تجھے ہبہ کر دوں پس قابض نے قبول کر کے ایسا ہی کیا اور اس شخص نے اس پر قبضہ کر لیا پھر آزاد مذکور اس کے قبضہ میں مر گیا تو قابض اول پر ثمن واپس کر دینا واجب ہوگا اور ازراہ دیانت وہ معذور نہ ہوگا کہ مشتری مذکور کو ثمن واپس نہ دے یہ غرائب میں ہے۔ یتیمہ میں ہے کہ شیخ علی بن احمد^۲ سے دریافت کیا گیا کہ سرہنگان سلطانی میں سے کوئی سرہنگ ایک کوچہ میں گیا اور اس کے پاس ایک خط ہے اس میں یہ لکھا ہے کہ اہل کوچہ اس کو اس قدر دے دیں پس سرہنگ مذکور نے ایک شخص محلہ والے کو پکڑ کر مسجد میں یا کسی دوسری جگہ قید کیا پس آیا گرفتار کو یہ کہنا چاہئے کہ فلاں و فلاں یعنی میرے پڑوسیوں کو بدین وجہ لے آؤ کہ یہ خط سب کے نام ہے اور حال یہ ہے کہ یہ شخص جو گرفتار ہے اس قدر مال جو اس میں لکھا ہے اکیلا ادا کرنے پر قادر نہیں ہے اس کو یہ چاہئے کہ سکوت کرے اور جو تکلیف اس پر پہنچے اس پر صبر کرے تو فرمایا کہ صبر کرنا اولیٰ ہے اور میں نے شیخ ابوالفضل کرمانی و یوسف بن محمد و حمیرا لوبری و عمر الحافظ سے دریافت کیا کہ ایک شخص کی اولاد ہے وہ ان کے واسطے لباس بنالایا پس اس نے دیتے وقت ان سے کہا کہ یہ لباس ان اولاد کے پاس میری طرف سے عاریت ہے تاکہ اگر وہ ایک سے لے کر دوسرے کے لباس میں صرف کرے تو اس پر ضمان واجب نہ ہو پس آیا اس کو یہ اختیار ہے یا اس پر یہ واجب ہے کہ ان کی ملک کر دے یا یہ واجب ہے کہ ان کی حاجت کو دفع کرے حالانکہ وہ عاریت دینے سے دفع ہوئی جاتی ہے تو ان مشائخ نے فرمایا کہ اس پر واجب یہی ہے کہ ان کی حاجت کو دفع کرے اور وہ عاریت دینے سے دفع ہو جائے گی پھر میں نے یہی مسئلہ شیخ ابوالحسن بن علی المرغینانی کو لکھا تو فرمایا کہ جیسا ان لوگوں نے جواب دیا ہے اسی کے موافق شخص مذکور کو اختیار ہے کہ اولاد کو ان کا لباس بطور عاریت دے دے اور میں نے شیخ ابوالفضل کرمانی و یوسف بن محمد سے دریافت کیا کہ زوجہ کے حق میں بھی حکم ہے فرمایا کہ ہاں کذا فی التاتار خانہ۔

ایک شخص کی کئی اولاد ہیں اس نے اپنے تمام مال کا کسی ایک اولاد کے واسطے اقرار کر دیا تو وہ گنہگار ہوگا اور اگر کسی قاضی نے اس کا اقرار باطل کیا پس اگر کسی تاویل سے جو شرع میں معتبر ہے باطل کیا حالانکہ وہ قاضی فقیہ ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں جائز ہے ایسا ہی ذکر کیا گیا ہے اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ جب اس کی اولاد سب صالح ہوں اور اگر بعض فاسق ہوں پس اس نے سب مال کا اقرار اولاد صالح کے واسطے کر دیا تو گنہگار نہ ہوگا یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے اور غبار بٹھلانے کے واسطے راستے میں پانی چھڑکنے میں مضائقہ نہیں ہے مگر حاجت سے زیادہ چھڑکنا حلال نہیں ہے یہ ملقط میں ہے۔

اگر کسی نے پنجرے میں بند کر کے بلبل لٹکائی تو جائز نہیں ہے یہ قیہ میں ہے۔ بعض مشائخ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میرے لیے زمین^۳ صورت کو زندہ کرے پس وکیل نے اس زمین کو زندہ کیا یعنی مزرعہ و آباد کیا یا وہ وکیل کی ہوگی جیسے لکڑیاں و گھاس لانے کے واسطے وکیل کرنے کی صورت میں ہوتا ہے یا وہ زمین موکل کی ہوگی جیسے کہ بیج و اجار وغیرہ تصرفات میں وکیل کرنے میں ہوتا ہے تو فرمایا کہ اگر امام وقت نے موکل کو اس زمین کی احیائے کے واسطے اجازت دی ہو تو موکل کی

۱۔ اس میں اشارہ ہے کہ اگر یہ نکال ڈالا جائے تو نصاب شہادت باقی نہ رہے ۱۲ منہ

۲۔ قال المترجم تاویل مسئلہ یہ کہ فاسق کا فاسق ایسے طور پر ہو کہ جس سے شرعاً میراث سے محرومی کے قابل ہے ورنہ اس میں تامل ہے ۱۱ منہ

۳۔ زمین موات جس کا کوئی مالک نہ ہو امام کے اختیار میں ہو ۱۲ منہ

ہوگی یہ غرائب میں ہے۔ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ زید نے عمرو کو وکیل مطلق کیا یعنی کسی خاص کام کی تقلید نہیں کی اس نے وکالت قبول کی پھر زید نے کسی شخص کو حکم دیا کہ وثیقہ نامہ لکھ دے اس نے لکھ کر عمرو کو دیا پھر یہ وثیقہ عمرو کے پاس سے ضائع ہو گیا یا پھٹ گیا یا کسی شخص نے اس کو پھاڑ ڈالا پس آیا عمرو کو اختیار ہے کہ بعینہ ایسا وثیقہ دوسرا بدون کمی و بیشی کے لکھ لے تو فرمایا کہ ہاں جائز ہے یہ تاتار خانہ میں ہے۔ جو شخص خناق ہو یعنی لوگوں کا گلا گھونٹ کر راہ میں مار ڈالتا ہو یا پھانسی لگا کر مار ڈالتا ہو اور مباح یعنی جو شخص جادو کرتا ہو یہ دونوں قتل کر ڈالے جائیں گے کیونکہ یہ دونوں زمین میں فساد کرتے پھرتے ہیں اور اگر دونوں توبہ کریں تو ان کی طرف سے قبول نہ کی جائے گی یعنی امام وقت قبول نہ کر کے ان کو قتل کر دے گا اور اگر دونوں پکڑے گئے پھر دونوں نے توبہ کی تو ان کی طرف سے قبول نہ ہوگی بلکہ دونوں قتل کئے جائیں گے اور یہی حکم زندیق تسلما ہے جو اپنی طرف لوگوں کو بلانے میں معروف ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی خزائن المفتین۔

۱۔ پھانسی جیسے عرف میں معتبر ہے اور انگریزی پھانسی شرط نہیں ہے ۱۲ منہ ۲۔ فی الاصل فان تا یم یقبل ذلک منہما یعنی اگر دونوں توبہ کریں تو ان سے قبول نہ ہوگی اقوال اگر عبارت میں خرابی کتابت نہیں تو شاید یہ حکم بطریق رحم ہے اور توبہ بطریق دیانت قبول ہوگی اور تحقیق مسئلہ تفسیر مترجم سے دیکھنا چاہئے ۱۲ م ۳۔ قولہ زندیق یعنی لامذہب و مترجم کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ زندیق سے وہ مراد ہے جو دو خدا کا قائل ہے جیسا کہ اصول دین زردشتی ہے وحوالمعروف عندہم اور شمول اس میں ہر ملحد و نیچر و لامذہب ہے ۱۲

کتاب التحری

یعنی مشتبہ چیزوں میں بحالت ضرورت ولی جزم و یقین پر عمل کرنا

اس میں چار ابواب ہیں:

باب اول ☆

تحرری کی تفسیر، رکن، شرط، حکم کے بیان میں

جب کسی شے کا حقیقت حال دریافت ہونا معذور ہو اس وقت اس کو غالب رائے سے طلب کرنے کو تحرری کہتے ہیں یہ مبسوط میں ہے۔ تحرری کا رکن یہ ہے کہ قلب سے طالب صواب ہو اس واسطے کہ تحرری کا قیام اسی کے ساتھ ہے اور جواز تحرری کی شرط یہ ہے کہ مطلوب مشتبہ ہونے کی حالت میں تمام دلائل و قوف معدوم ہوں اور کیونکہ تحرری جب ہی حجت قرار دی گئی ہے کہ جب حالت مشتبہ ہو اور دلیل موجود نہ ہو اس واسطے کہ ایسی حالت میں ضرورت تحرری بدنی وجہ ہے کہ مطلوب تک پہنچنے سے عاجز ہے اور حکم تحرری یہ ہے کہ تحرری سے جو کام واقع ہو وہ شرعاً براہ صواب واقع ہوتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ دو شخصوں نے تحرری کی اور درحقیقت ایک شخص تحرری کر کے مصیب ہوا دوسرا نہ ہوا تو ثواب میں دونوں برابر نہ ہوں گے اس واسطے کہ جو مصیب ہوا ہے ثواب مصیب ہونے کا خاصہ اس کو ملے گا یہ مجموعۃ الفتاویٰ میں ہے۔ ایک شخص کے نزدیک نماز کے وقت میں اشتباہ ہوا پس اگر اس کو وقت کے ہو جانے میں شک ہے تو تحرری نہ کرے بلکہ صبر کرے یہاں تک کہ وقت ہو جانے کا یقین ہو جائے اور اگر وقت (۱) نکل جانے میں شک ہے تو اس روز کی اس نماز کی نیت کر لے یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔

ہیئت قبلہ کے ماسوائے نماز ادا کرنا

ایک شخص نے جنگل میں تحرری کر کے ایک طرف کو نماز پڑھی حالانکہ آسمان صاف ہے لیکن وہ نجوم نہیں پہچانتا ہے پھر اس کو معلوم ہوا کہ میں نے قبلہ رخ نہیں پڑھی ہے مجھ سے خطا ہو گئی تو ہمارے استاد شیخ ظہیر الدین مرغینانی نے فرمایا کہ اس کی نماز جائز ہو گئی اور سوائے شیخ کے اور مشائخ نے فرمایا کہ جائز نہ ہوئی اس واسطے کہ مثل چاند و سورج وغیرہ کے جو دلیلیں معتاد ظاہر ہیں ان میں کسی کا عذر جہالت مقبول نہ ہوگا ہاں وقائق علم ہیات و صور نجوم ثوابت کے نہ جاننے میں وہ معذور رکھا جائے گا یہ ظہیر یہ میں ہے۔ ایک عورت پردہ دار لباس میں لپٹی ہوئی ہے وہ ایسے کسی کو نہیں پاتی ہے جو اس کو قبلہ کی طرف متوجہ کر دے پس اگر وقت تنگ ہو گیا اور اس نے کسی کو نہ پایا تو وہ تحرری کر کے نماز پڑھ لے یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔ اصل کے باب صلوۃ المریض میں ایک مسئلہ لکھا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قبلہ کی جہت کے بارے میں جیسے شہر سے باہر تحرری کرنا جائز ہے ویسے شہر کے اندر بھی جائز ہے اور صورت اس کی یہ

۱۔ اقوال وجہ استدلال میں ضعف ظاہر ہے ۱۱۱ اظہر یہ کہ تندرست سے حالت اشتباہ میں جائز ہے تو مریض سے بدرجہ اولیٰ جواز ہے اور احمق یہ کہ اس سبب کے مجموعۃ استدلال لیا جائے ۱۲ منہ

ہے کہ چند لوگ مریض ایک مکان میں ہیں انہوں نے رات کو جماعت کی نماز پڑھی کہ ایک ان میں سے امام ہو گیا اور بعض نے قبلہ کی طرف پڑھی اور بعض نے غیر قبلہ رخ پڑھی حالانکہ یہ سب گمان کرتے ہیں کہ ہم نے بطریق صواب کام کیا ہے یعنی ان لوگوں نے تحری سے ایسا کیا تو ان لوگوں کی نماز جائز ہے کیونکہ حالت اشتباہ میں اس طرح تحری کر لینا تندرست لوگوں سے جائز ہے تو مریضوں کو بدرجہ اولیٰ جائز ہے اور اس مسئلہ سے ہمارے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ امام محمدؒ نے ان لوگوں کی نماز جائز ہونے کا حکم دے دیا بدون اس تفصیل کے کہ مکان مذکور داخل شہر ہے یا خارج شہر ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر کوئی شخص مہمان ہو اور رات کا وقت ہو اور اس کو کوئی ایسا نہ ملا جس سے دریافت کر لے اور اس نے نفل نماز کا قصد کیا تو اس کو تحری کر لینا جائز ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے اپنی شرح میں مسئلہ مہمان کو ذکر کیا کہ اگر آدمی کسی شخص کے گھر میں مہمان ہو اور لوگ سو رہے اور مہمان نے رات میں تہجد کی نماز کا قصد کیا اور لوگوں کا جگانا جانب قبلہ دریافت کرنے کے واسطے اس کو ناگوار معلوم ہوا تو ہمارے مشائخؒ نے فرمایا کہ اس کو تحری کرنا جائز نہیں ہے اور بعض نے فرمایا کہ اگر فریضہ نماز پڑھنے کا قصد کرتا ہے تو اس کو تحری کرنا جائز نہیں ہے اور اگر تہجد کی نماز کا قصد کرتا ہے تو اس کو تحری کرنا جائز ہے شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ صحیح روایت ہمارے مشائخ سے یہی ہے کہ شہر میں اس کو تحری کرنا جائز نہیں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ جو حکم نماز مریض (۱) کے بارہ میں مذکور ہے وہ اس بات پر محمول کیا گیا ہے کہ جس مکان میں مریض لوگ ہیں وہ مکان کسی رباط میں ہے اور وہاں رہنے والے اور لوگ نہیں ہیں کذا فی المحیط۔ ایک شخص ایک قوم کی مسجد میں گیا پس اگر اہل مسجد سے وہاں کوئی ہو تو اس کو تحری کرنا جائز نہیں ہے بلکہ دریافت کر لینا واجب ہے اور اگر اس نے تحری کر کے نماز پڑھی تو جائز نہ ہوگی لیکن اگر تحری کرنے میں اس کو قبلہ کی جہت ٹھیک مل گئی ہو تو نماز ہوگئی اور اگر اہل مسجد میں سے کوئی نہ ہو اور اس نے تحری کر کے نماز پڑھی پھر ظاہر ہوا کہ اس نے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے تو نماز جائز ہوگئی اور اگر بدون تحری کئے ہوئے نماز پڑھ لی تو ایسی صورت میں نماز جائز نہ ہوگی اور اگر اپنی مسجد میں اس کو ایسا اتفاق ہوا تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ اس کا حکم مثل بیت کے ہے اور بعض نے فرمایا کہ غیر کی مسجد کے مانند اس کا بھی حکم ہے اور فتاویٰ حجتہ میں لکھا ہے کہ وہ شخص جنگل کو گئے اور ہر ایک نے تحری کی اور ہر ایک کی تحری دوسرے کی تحری کے برخلاف واقع ہوئی تو دونوں کی نماز جائز ہوگی اور اگر دونوں میں سے کسی کی رائے میں درمیان نماز میں یہ آیا کہ دوسرے کی جہت قبلہ کی طرف ہے تو پھر جائے اور اس کی اقتدا کر لے پس اگر اس نے تکبیر کا استقبال کر لیا تو جائز ہے ورنہ نہیں یہ تا تار خانہ میں ہے اور قبلہ کی جہت کے تحری کرنے کے بہت سے مسائل کتاب الصلوٰۃ میں گذر چکے ہیں۔

باب دوم ☆

زکوٰۃ میں تحری کرنے کے بیان میں

اگر تحری کرنے کے بعد اس کو اس شخص کے حال میں جس کو زکوٰۃ دی ہے اشتباہ ہوا اور اس کی غالب رائے میں یہ آیا کہ وہ فقیر ہے یا جس کو دی ہے اس نے خبر دی کہ میں فقیر ہوں یا کسی دوسرے عادل نے اس کو خبر دی کہ یہ فقیر ہے یا اس نے اس کو فقروں کے لباس میں دیکھا یا فقروں کی صف میں بیٹھا دیکھا یا دیکھا کہ وہ لوگوں سے سوال کرتا ہے اور اس کے دل میں آیا کہ یہ فقیر ہے تو ان سب صورتوں میں اگر اس کو معلوم ہو گیا کہ یہ فقیر یا اس کی رائے غالب میں وہ فقیر نظر آیا یا اس کو کچھ معلوم نہ ہو یا اس کی غالب رائے

۱۔ جس روز جس نماز میں شک ہوا ہے ۱۲ منہ ۲۔ اقول ایسی صورت ہے کہ مسجد کی محراب و جانب قبلہ مثل ہمارے دیار کے بنائی نہیں گئی ہے بلکہ فقط چار دیواری و چھت وغیرہ ہے ۱۲ منہ (۱) یعنی مریض کو تحری سے نماز پڑھ لینا جائز ہونے کا حکم اس بات پر محمول الخ ۱۲

میں وہ غنی معلوم ہو یا اس کو معلوم ہو گیا کہ یہ غنی ہے تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے قول میں جائز ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بھی حکم ہے لیکن سوائے ایک صورت کے کہ جب اس کو معلوم ہو گیا کہ یہ غنی ہے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس صورت میں جو دیا ہے وہ اس کے مال کی زکوٰۃ ادا ہونے کے واسطے کافی نہیں ہے۔ پھر جس صورت میں یہ ظاہر ہوا کہ جس شخص کو دیا ہے وہ غنی ہے اور امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک صدقہ جائز ہو گیا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے قول کے موافق آیا لینے والے کو بھی لینا حلال ہے یا نہیں سو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ حلال نہیں ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ مال مدعی^(۱) کو بطریق تملک واپس دے پھر آیا دینے والے کو بھی ثواب ملے گا تو یعنی مشائخ نے فرمایا کہ لوگوں کے ساتھ مجاہدہ و نیکی کرنے کا ثواب ملے گا صدقہ کا ثواب نہ ملے گا اور کتاب الحجہ امام ابو یوسفؒ میں سے مسئلہ مختلف فیہا میں شاہد پیش کیا ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ وہ بمنزلہ ایسے شخص کے ہے کہ اس نے کسی پانی سے وضو کر کے نماز پڑھی پھر ظاہر ہوا کہ وہ طاہر نہ تھا تو ذکر فرمایا کہ جب تک اس کو معلوم نہ ہوا تب تک کافی ہے اور جب معلوم ہو گیا تو نماز کو اعادہ کرے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اس بیان سے ایک بڑا فائدہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے اس نماز کو ادا کیا کافی فرمایا ہے جب تک اس کو درحقیقت فاسد ہونے کا علم نہیں ہوا ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اسی طرح ہر نماز جو فاسد واقع ہوئی ہے حالانکہ مصلی گمان کرتا ہے کہ جائز واقع ہوئی ہے اور وہ فاسد جاننے سے پہلے مر گیا تو اس پر عتاب نہ ہوگا کیونکہ اعتبار اس گمان کا ہے جو اس کے نزدیک ہے اس حقیقت حال کا اعتبار نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ حکم نظیر اس روایت کی ہے جو امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ایک باندی خرید کر اس سے بارہا وطمی کی پھر وہ باندی استحقاق میں لے لی گئی تو اس کی وطمی اس مشتری کے حق میں حلال تھی اور اس کا احسان ساقط نہ ہوگا اور بنا بر قول امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے وطمی حرام ہے لیکن مشتری پر گناہ نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

نمبر ۱۸۰ ☆

کپڑوں، مسالین، ظروف و موتی میں تحری کرنے کے بیان میں

اگر کسی شخص کے پاس دو یا زیادہ کپڑے ہوں اور بعض نجس اور بعض طاہر ہوں پس اگر کسی علامت سے دونوں کی تمیز ممکن ہو تو تمیز کر لی جائے اور اگر علامت سے تمیز محذور ہو پس اگر حالت اضطراب پیش آئے یعنی مثلاً ایسا کوئی کپڑا نہ پائے جو یقیناً طاہر ہو اور اس کو نماز کی ضرورت ہے اور اس کے پاس ایسی چیز نہیں ہے کہ جس سے دونوں یا زیادہ کپڑوں میں سے کوئی کپڑا دھو ڈالے تو وہ شخص تحری کر لے یعنی اپنے قلب سے توجہ کر کے جو اس کو اپنی کوشش سے پاک نظر آئے اس سے نماز پڑھ لے اور اگر حالت اختیاری ہو یعنی ایسی ضرورت پیش نہ آئے پس طاہر غالب ہوں تو تحری کرے اور اگر نجس غالب ہوں یا دونوں برابر ہوں تو تحری نہ کرے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر دو کپڑوں میں اس نے تحری کی اور اس کی تحری میں آیا کہ یہ کپڑا دونوں میں سے طاہر ہے پس اس نے اس سے ظہر کی نماز پڑھ لی پھر اس کی غالب رائے میں یہ آیا کہ دوسرا طاہر ہے پس اس نے اس سے عصر کی نماز پڑھی تو نہیں جائز ہے کیونکہ جب ہم نے ظہر کی نماز جائز ہونے کا حکم دیا تو جس کپڑے سے ظہر پڑھی ہے وہی طاہر ٹھہرا اور اس حکم کی ضروریات میں سے یہ بات ہے کہ دوسرے کی نجاست کا حکم ہو پس دوسرے کی نجاست کا حکم جاری ہونے کے بعد اس کے برخلاف اس کی غالب رائے کا اعتبار نہ ہوگا پھر اگر اس کو اس بات کا یقین ہوا کہ جس سے میں نے ظہر کی نماز پڑھی ہے وہی نجس ہے تو نماز ظہر کا اعادہ کرے اسی طرح اگر اس کے دل میں تحری

۱۔ کیونکہ وہ خصائص باری تعالیٰ میں سے ہے بندہ کو یہ علم کہاں ہے ۱۲ منہ (۱) جو فقیر ہونے کا دعویٰ کرتا ہے ۱۲

نہ آئی ہو بلکہ اس نے دونوں میں سے ایک کپڑا لے کر اس سے ظہر کی نماز پڑھ لی تو یہ صورت اور جس صورت میں اس نے تحری سے ایسا کیا ہے دونوں یکساں ہیں اس واسطے کہ مسلمان کا فعل صحت پر محمول کیا جائے گا جب تک اس میں فسار ظاہر نہ ہو پس یوں قرار دیا جائے گا کہ گویا پاک یہی کپڑا ہے اور اس کی نماز جائز ہونے کا حکم دیا جائے گا جب تک اس کے برخلاف ظاہر نہ ہو اور اگر کسی کے پاس تین کپڑے ہوں اور اس نے تحری کر کے ایک سے ظہر کی نماز پڑھی اور دوسرے سے عرض کی نماز پڑھی اور تیسرے سے مغرب کی نماز پڑھی پھر پہلے سے عشاء کی نماز پڑھی تو ظہر و عصر کی نماز جائز ہے مغرب و عشاء کی نماز فاسد ہے کیونکہ جب اس نے پہلے دوسرے کپڑے سے ظہر و عصر کی نماز پڑھی اور بذریعہ جواز ہر دو نماز کے دونوں کپڑوں کی پاکی کا حکم دیا گیا تو تیسرا کپڑا متعین ہو گیا کہ یہ نجس ہے پس اس سے مغرب کی نماز جائز نہ ہوئی پھر عشاء کی نماز اس نے پاک کپڑے سے پڑھی مگر ایسی حالت میں پڑھی کہ اس پر مغرب کی قضاء واجب تھی پس یہ سب ترتیب کی رعایت کے عشاء بھی جائز نہ ہوئی اور دوسری روایت کے موافق عشاء کی نماز جائز ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ نوادر میں ہے کہ اگر دو کپڑوں میں سے ایک نجس ہو پس اس نے ایک کپڑے سے بدون تحری کے ظہر کی نماز پڑھی پھر دوسرے سے عصر کی نماز پڑھی پھر اس کی تحری میں یہ آیا کہ پہلا کپڑا پاک ہے تو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ اس شخص نے کوئی نماز نہیں پڑھی اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ ظہر کی نماز جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ دو شخص سفر میں ہیں اور دونوں کے پاس دو کپڑے ہیں ایک نجس ہے اور دوسرا طاهر ہے پس ایک نے تحری کر کے ایک کپڑے سے نماز پڑھی اور دوسرے کی تحری میں دوسرا کپڑا پاک نظر آیا اس نے اس سے پڑھی تو دونوں میں سے ہر ایک کی نماز جائز ہوگی اور اگر دونوں میں سے ایک امام ہو گیا اور دوسرے نے اس کی اقتداء کی تو امام کی نماز جائز ہوگی مقتدی کی جائز نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ دو شخص کھلتے تھے پس ایک شخص سے ایک قطرہ خون کا ٹپکا اور ہر ایک نے انکار کیا کہ مجھ سے نہیں ٹپکا ہے پھر ہر ایک نے تنہا نماز پڑھی تو نماز جائز ہوگی اور اگر ایک نے دوسرے کی اقتداء کی تو مقتدی کی نماز جائز نہ ہوگی اور اسی جنس کا دوسرا مسئلہ ہے وہ یہ ہے کہ تین آدمی کھلتے تھے پھر ایک شخص سے ایک قطرہ خون کا ٹپکا یا ایک نے آہستہ سے پادایا زور سے پادا پھر سب نے اس سے انکار کیا پھر تینوں میں سے ایک شخص ظہر میں امام ہوا اور دوسرا عصر میں اور تیسرا مغرب میں تو ظہر کی نماز سب کی جائز ہے اور عصر کی نماز اس شخص کی جو مغرب میں امام ہوا ہے نہیں جائز ہے اور مغرب کی نماز ان دونوں شخصوں کی جو ظہر و عصر میں امام ہوئے ہیں نہیں جائز ہے یہ تو ایک روایت ہے اور امام مغرب کے حق میں دو روایتیں ہیں اور شیخ ابوالقاسم صفار نے فرمایا کہ سب نمازیں جائز ہیں یہ محیط میں ہے۔

☆ حالت سفر کے کچھ اضطراری مسائل کا بیان ☆

اگر ایک شخص سفر میں ہو اور اس کے پاس چند برتن ہیں بعض پاک ہیں اور بعض نجس ہیں پس اگر پاک برتن زیادہ ہوں تو حالت اختیار و حالت اضطرار دونوں صورتوں میں پینے و وضو کرنے کسی کے واسطے تحری کر لینا روا ہے اور اگر نجس زیادہ ہوں یا مساوی ہوں تو حالت اختیار میں پینے یا وضو کرنے کسی کے واسطے تحری کرنی جائز نہیں ہے اور اگر حالت اضطراری ہو تو پینے کے واسطے بالاجماع تحری کرے اور وضو کے واسطے ہمارے نزدیک تحری نہ کرے بلکہ تیمم کرے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر پاک اور نجس پانی میں نجاست کا غلبہ ہو تو سب کو بہادے پھر تیمم کرے اور یہ احتیاط ہے واجب نہیں ہے پس اگر اس نے سب پانی بہا کر تیمم کیا تو احوط ہے تاکہ پانی نہ ہونے کی حالت میں اس کا تیمم یقینی ہو اور اگر اس نے نہ بہایا تو بھی کافی (۲) ہے اور طحاویؒ نے اپنی کتاب میں فرمایا کہ دونوں پانی باہم

۱۔ قال المترجم اس مسئلہ میں دو باتیں چاہئے ہیں اول یہ کہ تینوں کپڑے پاک نجس سے مخلوط ہیں دوم یہ کہ پاک کا زیادہ ہونا اور نجس کا کم ہونا معلوم ہے ۱۲

۲۔ یعنی تیر یا بندوق کا نشانہ مارنا وغیرہ جو جائز ہے ۱۲ منہ (۱) جان کر انکار نہیں کیا ۱۲ (۲) یعنی تیمم جائز ہوگا ۱۲

مخلوط کر دے پھر تیمم کرے اور اس میں زیادہ احتیاط ہے اس واسطے کہ بہا دینے سے اس کی منفعت بالکل جاتی رہے گی اور ملا دینے سے نہ جائے گی اس واسطے کہ مخلوط کر دینے کے بعد اپنے چار پایہ سواری کو پلا سکتا ہے اور جس وقت عاجز ہو اس وقت خود بھی پی سکتا ہے پس ایسا کرنا اولیٰ ہے اور ائمہ پنج میں سے بعض متاخرین نے یوں فتویٰ دیا ہے کہ احتیاطاً دونوں برتنوں کے پانی سے وضو کرے اس واسطے کہ زوال حدیث یقینی ہوگا مگر ہم ایسے نہیں ہیں کہ اس فتویٰ کو اختیار کریں اس واسطے کہ اگر اس نے ایسا کیا تو ایسے پانی سے وضو کرنے والا ہوا جس کے نجس ہونے کا اس کو یقین ہے اور اس کے اعضاء نجس ہو جائیں گے خصوصاً اس کا سر کہ وہ نجس پانی سے مسح کرنے سے نجس ہو جائے گا پھر وہ طاہر نہ ہوگا اگرچہ پاک پانی سے اس پر مسح کرے پھر ایسا حکم دینے کے کچھ معنی نہیں ہے یہ مبسوط میر ہے۔ اور اگر دونوں پانی سے وضو کیا اور نماز پڑھی تو اس کی نماز جائز ہو جائے گی اگر اس نے سر میں دو جگہ سے مسح کیا ہو یہ محیط سر خسی میں ہے۔ اگر سفر میں کسی شخص کا برتن اس کے برتنوں میں مل گیا ^(۱) حالانکہ وہ لوگ اس وقت موجود نہ تھے تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ تحری کرے اور ایک برتن لے کر اس سے وضو ^(۲) کرے اور یہ بمنزلہ طعام مشترک کے ہے کہ اگر چند لوگوں کا طعام مشترک ہو اور اہل شرکت غائب ہوں اور ایک شخص حاضر ہے اس کو اپنے حصہ طعام کی ضرورت ہوئی تو بقدر اپنے حصہ کے لے لے اسی طرح اگر کسی کی گروہ روٹی اس کے ساتھی کی روٹی میں مخلط ہو گئی تو بعض نے فرمایا کہ تحری کر کے لے لے اور بعض نے فرمایا کہ پانی کے برتن اور گروہ روٹی دونوں صورتوں میں تحری نہ کرے بلکہ ساتھیوں کے آنے تک انتظار کرے اور یہ سب حالت اختیار کا حکم ہے اور حالت اضطرار میں سب صورتوں میں تحری جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک شخص کے پاس پوست کشیدہ بکریاں ہوں ان میں بعضی مردار ہوں پس اگر علامت سے تمیز ممکن ہو تو ہر حال میں تمیز کر لے اور کھائے وہ مباح ہے اور اگر علامت سے تمیز متعذر ہو پس اگر حالت اضطرار ہو یعنی اس کو ایسی جو یقینی زکوٰۃ ہوئی یعنی شرع میں جس طرح سے حلال ہو جاتی ہے ویسی حلال کی ہوئی نہ ملی اور وہ کھانے کی طرف مضطر ہو تو ہر حال میں تحری کر کے کھائے اور اگر حالت اختیاری ہو پس اگر حرام غالب ہوں یا حلال مردار دونوں برابر ہوں تو تحری کر کے کھانا جائز نہیں ہے اور اگر حلال غالب ہوں تو تحری کر کے تناول کر سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔

اور واضح ہو کہ مردار و حلال کی شناخت میں سے ایک یہ ہے کہ مردار جب پانی میں ڈالی جائے تو اس میں جو خون باقی رہ جاتا ہے وہ پانی پر تیر آتا ہے اور حلال کی ہوئی پانی میں بیٹھ جاتی ہے اور لوگ کبھی اس بات کو اس طور سے پہچانتے ہیں کہ مردار میں روح و رطوبت زیادہ باقی رہ جاتی ہے اور جلد فاسد ہو جاتی ہے لیکن یہ سب اس صورت میں معدوم ہوگا کہ جب مردار اس وجہ سے مردار ہو کہ اس کو مجوسی نے ذبح کیا ہے یا مسلمان نے عمد اُتسمیہ چھوڑ کر ذبح کیا ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر مردار لچربی کے ساتھ ملا ہوا روغن یا روغن زیتون یا تیل غالب ہو تو اس کا کھانا حلال نہیں ہے مگر سوائے کھانے کے اور طور سے نفع لینا حلال ہے اس واسطے کہ جب حلال غالب ہو تو حرام جو مغلوب ہے وہ حکماً اس میں ہالک ہو جاتا ہے یعنی معدوم ہو جاتا ہے پس ہم نے کھانے کے سوائے اور طور سے نفع اٹھانے میں حرام کو جو مغلوب ہے مثل ہالک یعنی کالمعدوم اعتبار کیا اس لئے کہ کھانے کے سوائے اور طور سے نفع اٹھانے میں نجاست مانع نہیں ہوتی ہے چنانچہ کھیتوں میں گو بر مٹی ملا ہوا اور کھاؤ ڈالنا جائز ہے مگر کھانے کے حق میں ہم نے احتیاطاً حرام کو حقیقہ و موجود اعتبار کیا ہے یہ محیط سر خسی میں ہے۔

۱۔ مسئلہ کی تمام روایت سابق میں گذر چکی ہے ۱۲ منہ (۱) یعنی پانی بھرا ہو برتن ۱۲ (۲) یعنی پہچان نہ ہو سکی ۱۲ (۳) اس کے پانی سے ۱۲

ہونا باب ☆

متفرقات میں

ایک شخص کی چار باندیاں ہیں اس نے ان میں سے ایک باندی کو آزاد کر دیا پھر یہ بھول گیا کہ کس کو آزاد کیا ہے تو وطی کے واسطے اس کو تحریر کرنے کا اختیار نہیں ہے اور جس طرح اس صورت میں اس کو وطی کرنے کے واسطے تحریر کو اختیار نہیں ہے ویسے ہی بیع واسطے تحریر کرنے کا اختیار نہیں ہے اور حاکم اس شخص اور ان باندیوں کے درمیان تخلیہ نہ دے گا یعنی اس کو اختیار مطلق کا موقع کہ جو ہے ان سے کرے حاکم نہ دے گا یہاں تک کہ وہ باندی جو آزاد کی ہوئی ہے معلوم ہو جائے اور اگر اس نے ان میں سے تین باندیاں تخت کر دیں اور حاکم نے ان کی بیع جائز ہونے کا حکم ڈے دیا اور جو باقی رہی ہے اسی کو آزاد کر دیا پھر ان باندیوں میں سے جن کو اس نے فروخت کیا ہے کوئی بوجہ پھر خرید یعنی یا ہبہ یا میراث کے اس کی ملک میں آئی تو اس کو روا نہیں ہے کہ اس سے وطی کرے اس واسطے کہ قاضی نے جو حکم دیا ہے وہ جہالت کے ساتھ بغیر علم حکم دیا ہے اور جو حکم قضاء بغیر علم ہو اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے لیکن اگر اس نے اس باندی سے نکاح کر لیا تو وطی کرنا حلال ہے کیونکہ اگر وہی آزاد ہوگی تو اس کے اور اس کے درمیان نکاح صحیح ہوگا اور اگر آزاد نہیں تھی تو اس کی مملوکہ ہوگی تو بھی بوجہ ملک کے حلال ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔

ایک قوم میں ہر ایک کے پاس ایک ایک باندی ہے پھر ایک نے اپنی باندی کو آزاد کر دیا پھر ان لوگوں نے آزاد کی ہوئی کو نہ پہچانا کہ کون ہے تو ان میں سے ہر ایک کو اپنی باندی سے وطی کرنے کا اختیار ہے یہاں تک کہ یہ معلوم ہو کہ یہ باندی اس شخص کی آزاد کی ہوئی ہے تب پھر اس سے وطی نہیں کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر ان لوگوں میں سے کسی کی غالب رائے میں یہ ہو کہ یہ باندی ہی ہے جس کو آزاد کرنے والے نے آزاد کیا ہے تو میرے نزدیک یہ پسندیدہ ہے کہ اس سے نزدیکی نہ کرے اور اگر اس کے ساتھ وطی کی تو جب تک اس کو یقین نہ ہو جائے تب تک یہ فعل حرام نہ ہوگا اور اگر اس قوم کی سب باندیوں کو ایک ہی شخص نے خرید کیا جو اس مال کو جانتا ہے تو اس کو کسی باندی سے قربت کرنے کا اختیار نہیں ہوگا یہاں تک کہ آزاد کی ہوئی باندی کو پہچانے اور اگر سب باندیوں کو وائے ایک باندی کے خرید کیا تو ان خریدی ہوئی باندیوں سے اس کو وطی کرنا حلال ہے پھر اگر اس نے باقی باندی بھی خریدی تو پھر ان میں سے کسی باندی سے وطی نہیں کر سکتا ہے اور نہ ان میں سے کسی باندی کو فروخت کر سکتا ہے یہاں تک کہ ان میں سے آزاد کی ہوئی باندی کو جانے اسی طرح اگر مشتری انہیں باندیوں کے مالکوں میں سے ایک ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص کے اس سرکہ کے دس مکے ہیں ان میں سے ایک مکے میں اس نے ایک چوہا مرا ہوا پایا اور نکال کر پھینک دیا پھر وہ بھول گیا کہ میں نے کس مکے میں سے نکالا تھا تو وہ بلی کو چھوڑے سو بلی جس مکے پر بیٹھے وہی نجس ہے اور باقی مکے پاک ہیں کذا فی القیہ۔

کتاب احیاء الموات

اس میں دو ابواب ہیں

باب اول ☆

موات کی تفسیر اور موات میں جن تصرفات کا امام المسلمین کو اختیار ہے اُن کے بیان میں جس وجہ سے موات میں ملک ثابت ہوتی ہے اور جس سے ملک نہیں فقط حق ثابت ہوتا ہے اُس کے بیان میں اور موات کے حکم کے بیان میں

ارض موات اس زمین کو کہتے ہیں جو آبادی، شہر وغیرہ سے باہر خاص کسی کی ملک نہ ہو اور نہ اس میں کسی کا حق خاص متعلق ہو۔ پس جو زمین میں داخل آبادی ہو وہ بالکل موات نہ ہوگی اور اسی طرح جو بلدہ سے خارج ہے لیکن بلدہ کے مرافق میں سے ہے مثلاً آبادی کے لوگ وہاں سے لکڑیاں لاتے ہیں یا ان کی چراگاہ ہے وہ بھی موات نہ ہوگی حتیٰ کہ امام المسلمین کو یہ اختیار نہیں ہے کہ یہ قطعات زمین کسی کو عطا کرے اسی طرح جس زمین سے نمک اور قارو وغیرہ ایسی چیزیں نکلتی ہیں جس سے مسلمان لوگ بے پرواہ نہیں ہو سکتے ہیں یعنی بہر حال اس کے حاجت مند ہیں وہ بھی موات نہیں ہے حتیٰ کہ امام کو یہ اختیار نہیں ہے کہ ایسی زمین کسی کو اقطاع دے یعنی اس کے واسطے یہ قطعہ زمین علیحدہ کر دے پھر آیا یہ شرط ہے کہ ارض موات آبادی سے دور ہو سو امام طحاویؒ نے موات کے واسطے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ آزادی سے دور ہو اور ظاہر الروایۃ کے موافق یہ شرط نہیں ہے حتیٰ کہ اگر آبادی سے قریب کوئی بحر ہو جس کا پانی خشک ہو گیا یا بڑا نیستان ہو جس کا پانی خشک ہو گیا اور کسی کی ملک نہ ہو تو ظاہر الروایۃ کے موافق وہ ارض موات ہے اور موافق روایت امام ابو یوسف کے اور یہی قول طحاویؒ کا ہے کہ وہ ارض موات نہ ہوگی مگر جو اظہار الروایۃ کا صحیح ہے اس واسطے کہ موات ایسی زمین کا نام ہے جس سے انتفاع حاصل نہ کیا جائے پس جب وہ کسی کی ملک نہیں اور نہ اس میں کسی کا حق خاص ہے تو وہ منفع نہ ہوئی پس زمین موات ہوگی خواہ آبادی سے قریب ہو یا بعید ہو یہ بدائع میں ہے اور قدوری نے فرمایا کہ جو زمین قدیم سے اجاز ہو اس کا کوئی مالک نہ ہو مملوک ہو مگر زمانہ اسلام میں اس کا کوئی معین مالک معلوم نہ ہوتا ہو اور وہ قریہ سے اس قدر دور ہو کہ اگر کوئی شخص آبادی کے انتہائے کنارہ پر کھڑا ہو کر بلند آواز سے پکارے تو وہاں آواز سنائی نہ دے تو وہ موات ہے اور قاضی فخر الدینؒ نے فرمایا کہ موات کی تعریف میں جو اقوال ہیں ان میں سے اس صحیح یہ ہے کہ آدمی آبادی کے کنارہ پر کھڑا ہو کر بلند آواز سے پکارے پس جہاں تک آواز پہنچے وہ فتاویٰ قریہ ہے کہ اس کی طرف لوگوں کو اپنے مویشی چرانے اور اس کے سوائے اور کاموں کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کے بعد جو زمین سے وہ موات ہے بشرطیکہ اس کا کوئی مالک معلوم نہ ہو اور قریہ سے دور ہونا جو اس قول میں مذکور ہے موافق شرط امام ابو یوسفؒ کے ہے اور

۱۔ قول آبادی شہر وغیرہ سے آہ اس واسطے کہ بلا زمین معمورہ پر عرب کی زبان ہے پس خاص شہر کا ترجمہ کرنا سہو ہے۔ کما دقع للمبغض فاستقم ۱۲

محمدؐ کے نزدیک یہ اعتبار ہے کہ اہل قریہ کا ارتفاق درحقیقت اس سے منقطع ہوا اگرچہ قریہ سے قریب ہو اور شمس الائمہ نے مختار امام ابو یوسفؒ پر اعتماد کیا ہے یہ کافی میں ہے۔ امام کو اختیار ہے کہ قطعہ موات کسی کو عطا کرے پس اگر امام نے موات میں سے کوئی قطعہ کسی کو دیا مگر اس نے اس کو آباد نہ کرایا چھوڑ دیا تو تین سال تک اس سے تعرض نہ کرے گا پھر جب تین سال گزر جائیں تو پھر وہ عود کر کے موات ہوگی اور امام کو اختیار ہوگا کہ وہ قطعہ کسی دوسرے کے نام کر دے اور زمین موات میں امام اعظمؒ کے نزدیک امام المسلمین کی اجازت سے آباد وغیرہ کرنے سے ملک ثابت ہوتی ہے اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؐ کے نزدیک فقط احیاء سے یعنی آباد کرنے سے مالک ہوتا ہے اور ذمی بھی مثل مسلمان کے موات کو احیاء کرنے سے مالک ہو جاتا ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر کسی شخص نے بدون اجازت امام المسلمین کے ارض موات کو زندہ کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کا مالک نہ ہوگا اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اس کا مالک ہو جائے گا اور ناطقی نے ذکر کیا کہ قاضی اپنی ولایت میں اس بات میں مثل امام المسلمین کے ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کسی شخص نے ارض موات کو زندہ کرنے کے بعد ترک کر دیا اور دوسرے شخص نے اس کی زراعت کی تو بعض نے کہا کہ دوسرا شخص اس کا مستحق ہوا اور اصح یہ ہے کہ پہلا ہی اس کا مستحق ہے اس واسطے کہ وہ احیاء کرنے کی وجہ سے اس کا مالک ہوا ہے پس چھوڑ دینے سے اس کی ملک سے خارج نہ ہو جائے گی اور اگر زمین کی تھمیر کی تو اس کا مالک نہ ہوگا اس واسطے کہ صحیح قول کے موافق یہ کام احیاء نہیں ہے کیونکہ احیاء اس کو کہتے ہیں کہ زمین کو قابل زراعت کر دے اور تھمیر یہ ہے کہ اس میں پتھر رکھ کر علامت کر دے یا جو کچھ اس میں گھاس و کانٹے وغیرہ ہیں اس کو کاٹ کر کوڑے کرکٹ وغیرہ سے پاک کر کے کانٹے وغیرہ کو اس کے گردا گرد یا جو کچھ اس میں کانٹے وغیرہ لگے ہیں سب کو جلا کر صاف کر دے اور ان سب میں سے کوئی بات مفید ملک نہیں ہے لیکن جس نے ایسا کیا ہے وہ بہ نسبت دوسروں کے اس قطعہ زمین کے حق میں اولیٰ ہے پس تین برس تک اس کے ہاتھ سے نہ لی جائے گی پس کسی کو نہ چاہئے کہ تین سال گزرنے سے پہلے اس زمین کی احیاء کر لے اور یہ حکم ازراہ دیانت ہے اور ازراہ حکم یہ ہے کہ اگر تین سال گزرنے سے پہلے کسی نے اس کو زندہ قابل زراعت کیا تو اس کا مالک ہو جائے گا یہ تبیین میں ہے۔

اگر ارض موات میں کسی نے بطور منارہ کے پتھر لگائے تو یہ اس زمین کی احیاء ہے اس واسطے کہ اس طرح پتھر جمانا بمنزل عمارت کے ہے اور اگر اس کے گرد چار دیواری بنائی یا اس کو اس طرح مسنم کر دیا کہ پانی سے محفوظ رہے تو یہ بھی احیاء ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور احیاء کے معنی یہ ہیں کہ اس میں عمارت بنائے یا درخت لگائے یا جو تے یا سینچے کذا فی الخلاصہ اور ماوراء النہر و خوارزم کی اراضی موات نہیں ہے اس واسطے کہ وہ قیمت میں داخل ہے پس وہ اسلام میں انتہا پر جو مالک یا بالغ ہو یا اس کے وارث ہوں ان کو دی جائے گی اور اگر ان میں سے کوئی معلوم نہ ہو تو ایسی صورت میں حاکم کو تصرف کا اختیار ہے یہ وجیز کردری میں ہے اور جو اراضی مملوکہ ہے جب اس کے مالک میں سے کوئی باقی نہ رہے تو اس کا حکم مثل نقطہ کے ہے اور بعض نے فرمایا کہ مثل زمین موات کے ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر زمین موات (۱) میں کسی جگہ میں عمارت بنائی یا کسی قدر میں کھیتی بوئی یا اس زمین کے واسطے کاریز وغیرہ بنائی تو اس کے لیے وہ جگہ جہاں عمارت بنائی ہے یا کھیتی کی ہے بطور ملک ہوگی اور باقی نہ ہوگی اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر نصف سے زیادہ کی احیاء کی تو پوری زمین کا احیاء قرار دیا جائے گا اور اگر آدھی زمین کو زندہ کیا تو اس کو اسی قدر ملے گی جس قدر زندہ کی ہے باقی نہ ملے گی پس امام ابو یوسفؒ نے کثرت (۲) کا اعتبار کیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور امام محمدؐ نے فرمایا کہ جس قدر اس نے نہیں زندہ کی ہے یعنی ہنوز موات ہے اگر وہ زندہ کی ہوئی کے بیچ میں ہو تو یوں قرار دیا جائے گا کہ اس نے کل کو زندہ کیا ہے اور اگر زمین موات ایک کونہ میں

(۱) یعنی جس قدر قطعہ کے احیاء کی امام نے اجازت دی ہے ۱۲ (۲) یعنی اکثر اس نے زندہ کی تو بمنزل کل کے ہے ۱۲ منہ

چھوٹ رہی ہو تو اس قدر باقی کا احیاء قرار دیا جائے گا یعنی اس قدر اس کی ملک نہ ہوگی یہ تاتار خانہ میں ہے اور ابن سماعہ نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ اگر زمین موات میں کنواں کھود کر زمین مذکور میں پانی دیا تو اس کی احیاء کر دی خواہ اس میں زراعت کی ہو یا نہ کی ہو اور اگر زمین مذکور میں نہریں کھودیں تو احیاء نہ ہوگا لیکن اگر ان نہروں میں پانی جاری کر دیا تو احیاء ہے اور اگر زمین موات کی گھاٹ جلادی تو احیاء نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر نستان یا جنگل ہو پس اس نے نرکل کاٹ کر یا درخت کاٹ کر زمین برابر کی تو یہ احیاء ہے یہ غیاثیہ میں ہے ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ اس قطعہ زمین کی میرے واسطے احیاء کرے پس وکیل نے احیاء کی تو وہ قطعہ موکل کا ہوگا بشرطیکہ امام المسلمین نے موکل کو اس کے احیاء کی اجازت دی ہو یہ قلعہ میں ہے اور جو زمین خراب آبادی کے قریب ہو اس کی احیاء ہمارے نزدیک نہیں جائز ہے کذا فی الکفر یعنی اگر اس کو کسی نے احیاء کیا تو اس کا مالک نہ ہوگا و احیاء کا حکم ثابت نہ ہوگا علی امر من التفصیل فتدکر اور دجلہ و فرات نے جو زمین چھوڑ دی ہے یعنی پانی کی دھار ہٹ کر یہ زمین چھوڑ کر بننے لگی ہے پس اگر ایسا نظر آئے کہ شاید دھار پھر اسی جگہ بننے لگے تو اس کی احیاء نہیں جائز ہے کیونکہ اس کے نہر ہو جانے کی حاجت عام لوگوں کو ہے اور اگر ایسا نظر نہ آئے کہ پھر دھار یہاں عود کرے گی تو وہ موات^(۱) ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ ایک زمین غرق ہو کر بحر ہو گئی پھر اس میں سے پانی جاتا رہا یا کسی اور وجہ سے خراب ہو گئی پھر ایک شخص آیا اور اس نے اس زمین کی تعمیر کی تو بعض نے کہا کہ یہ زمین مالک قدیم کی ہوگی۔

قال المترجم ☆

ہو الاصح اور بعض نے کہا کہ جس نے احیاء کی ہے اس کی ہوگی۔

قال المترجم ☆

یوخذ بهذا کذا فی القدیہ۔ امام نے ایک شخص کو حکم دیا کہ تیرا جی چاہے فلاں زمین موات کو زندہ کر کے اس سے انتفاع حاصل کر مگر میری ملک نہ ہوگی پس اس نے احیاء کی تو اس کا مالک نہ ہوگا کیونکہ یہ شرط امام اعظمؒ کے نزدیک صحیح ہے کیونکہ امام کے نزدیک بدون اجازت امام المسلمین کے موات کا مالک نہیں ہوتا ہے پس جب امام نے اس کو مالک ہونے کی اجازت نہ دی تھی تو احیاء کرنے سے وہ مالک نہ ہوگا یہ مضمرات میں ہے ایک شخص نے ارض موات کو زندہ کیا پھر دوسرے شخص نے آ کر اس کے گرد کی زمین کا احیاء کیا یہاں تک کہ شخص اول کی زمین کے چاروں طرف اس نے احاطہ کر لیا تو شخص اول کو اختیار ہوگا کہ دوسرے کی زمین سے جو اس نے زندہ کی ہے اپنی زمین میں آمدورفت کیا کرے گا اور اگر اس شخص کی زمین زندہ کردہ کے گرد چار آدمیوں نے اگر چار جانب سے زمین موات کو زندہ کر کے اس کی زمین کو سب طرف سے گھیر لیا تو اس کو اختیار ہوگا کہ جس زمین سے چاہے اپنی زمین میں آمدورفت کیا کرے بشرطیکہ چاروں طرف سے ساتھ ہی چار جانب سے احیاء کیا ہو یہ ظہیر یہ میں ہے اور اگر کسی شخص نے زمین موات میں زندہ کرنے کی غرض سے کنواں کھودا اور پانی نکلنے میں ایک ہاتھ باقی رہ گیا تھا کہ دوسرے شخص نے آ کر اسی زمین میں کنواں کھودا تو اس زمین کا شخص اول مستحق ہے لیکن اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اس نے احیاء کو ترک کر دیا ہے اور ترک کی مقدار ایک مہینہ مقرر کی گئی ہے اگر اس نے ایک مہینہ تک ترک کیا تو البتہ دوسرا مستحق ہوگا اور اگر اس مسئلہ میں شخص اول نے فقط ایک ہاتھ کھودا ہو تو اس کا وہ حکم ہے جو حجر کا حکم ہے احیاء نہیں ہے یہ غیاثیہ میں ہے اور اگر مثل دجلہ کے کوئی دریا ہو اس پر چراگاہ ہو اور ایسی جگہ جہاں سے جلانے کی لکڑیاں لائی جاتی ہیں تو یہ سب اس شخص کی ہوں گی جس نے اس زمین کو زندہ کیا ہے لیکن اگر یہ زمین کسی قریہ کی فناء ہو اور احیاء سے ان کی فناء فاسد ہوئی جاتی

۱۔ جس زمین الخ اس واسطے کہ راستہ اس کے اول سے مستحق ہے اور ہر طرف سے اس کو اختیار ہے ۱۲ (۱) یعنی اس کا احیاء جائز ہے ۱۲

ہے تو وہ شخص احیاء سے منع کیا جائے گا اور والی کو اختیار ہے کہ جس زمین میں پگ ڈنڈی کا راستہ ہے اس کو احیاء کے واسطے کے نام کر دے بشرطیکہ اس سے مسلمانوں کے حق میں ضرر نہ ہو اور فرمایا کہ ایسا اختیار فقط خلیفہ کو ہے یا جس کو خلیفہ نے متولی مقرر کیا ہو یہ محیط میں ہے اور اگر پہاڑ کی جڑ میں کنواں کھودا تو اس کے اعلیٰ تک مالک ہو جائے گا یہ غیاثہ میں ہے اور واضح ہو کہ ارض موات کے حق میں دو حکم ہوتے ہیں ایک حکم حریم دوم حکم وظیفہ پس حکم حریم میں دو طرح بیان ہے اول اصل حریم کا بیان دوم مقدار حریم کا بیان پس اس میں کچھ اختلاف نہیں ہے کہ جس نے زمین موات میں کنواں کھودا اس کنویں کے واسطے اصل حریم ضروری ہے حتیٰ کہ اگر دوسرے شخص نے اس کے حریم میں کنواں کھودنا چاہا تو اس کو اختیار ہوگا کہ اس کو منع کرے اسی طرح چشمہ کے واسطے بالا اجماع حریم ہے رہا مقدار حریم کا بیان سو چشمہ کے حریم کی مقدار بالا اجماع^(۱) پانچ سو گز ہے کذا فی البدائع۔ پھر بعض نے فرمایا کہ یہ پانچ سو گز چاروں طرف سے ہیں یعنی ہر طرف سے ایک سو پچیس گز ہیں اور اصح یہ ہے کہ ہر طرف سے پانچ سو گز مراد ہیں اور گز سے گز مکسر جو چھ مٹھی کا ہوتا ہے مراد ہے یہ تبیین میں ہے اور بیر العطن یعنی جو کنواں ایسا ہوتا ہے جس سے جانوروں کو پانی پلا کر اس کے گرد آرام دیتے ہیں اس کا حریم چالیس گز ہوتا ہے کذا فی البدائع اور بعض نے فرمایا کہ چالیس گز چاروں طرف سے ہر طرف سے دس دس گز مراد ہے اور صحیح یہ ہے کہ ہر طرف سے چالیس چالیس گز ہوتا ہے یہ تبیین میں ہے اور سینچنے کے کنوئیں کا حریم سو صاحبین کے قول کے موافق اس کا حریم ساٹھ گز ہوتا ہے اور امام اعظمؒ نے فرمایا کہ میں سوائے چالیس گز کے اور زیادہ نہیں جانتا ہوں اور اسی پر فتویٰ ہے اور صدر الشہید نے قضاء جامع صغیر کی شرح میں فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص نے احیاء ارض موات کے لیے زمین مذکور میں نہر بنائی تو بعض نے فرمایا کہ امام اعظمؒ کے نزدیک اس کے واسطے حریم کا مستحق نہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک مستحق ہوگا اور صحیح یہ ہے کہ بالا اجماع اس کے واسطے حریم کا مستحق ہوگا اور نوازل میں مذکور ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نہر کا حریم ہر دو طرف اس کے عرض کا نصف ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ بقدر عرض نہر کے ہے اور فتویٰ امام ابو یوسفؒ کے قول پر ہے یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔

عشری و خراجی زمین کے کچھ مسائل ☆

رہا بیان حکم وظیفہ کا سو اگر مسلمان نے زمین موات کو زندہ کیا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر اس نے زمین عشری کے تحت کی زمین موات کو زندہ کیا ہے تو یہ بھی عشری ہوگی اور اگر زمین خراجی کے تحت کی زمین میں موات زندہ کی ہے تو وہ خراجی ہوگی اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر اس نے عشر کے پانی سے زندہ کیا ہے تو وہ عشری ہے اور اگر خراجی پانی سے زندہ کی ہے تو خراجی ہے اور اگر زمین موات کو کسی ذمی نے زندہ کیا تو بہر حال وہ خراجی ہے کیسے ہی ہو یہ بالا اجماع ہے اور یہ مسائل کتاب العشر والخراج کا مسئلہ ہے یہ بدائع میں ہے اور امام محمدؒ سے نوادر میں یہ روایت ہے کہ سینچنے کے کنوئیں کا حریم ساٹھ گز ہے لیکن اگر اس میں ستر گز سی لگتی ہو تو رسی کی قدر اس کا حریم ہوگا تا کہ وہ کنویں سے انتفاع حاصل کر سکے یہ محیط سرخی میں ہے۔ اگر امام المسلمین کی اجازت سے کسی شخص نے جنگل میں کنواں کھودا پھر دوسرے شخص نے آ کر اس کے حریم میں کنواں کھودا تو شخص اول کو اختیار ہوگا کہ جو دوسرے شخص نے کھودا اس کو پاٹ دے اسی طرح اگر اس نے اس مقام پر کوئی عمارت بنائی یا زراعت کی یا اور کوئی بات کی تو شخص اول کو اس سے ممانعت کر دینے کا اختیار ہے اس واسطے کہ وہ اس مقام کا مالک ہو گیا ہے اور اگر پہلے شخص کے کنویں سے کوئی چیز ہلاک و تلف ہو جائے تو وہ ضامن نہ ہوگا کیونکہ وہ متعدی و ظالم نہیں ہے اور اگر دوسرے شخص کے کنویں میں گر کر کوئی چیز مر جائے تو وہ ضامن ہوگا کیونکہ یہ کنواں جو اس نے

۱۔ زمین عشریہ ہے جس کی پیداوار دسواں حصہ دینا پڑتا ہے

۲۔ زمین خراجی وہ ہے جس کا سالانہ روپیہ دینا پڑتا ہے اور ہندی میں خراج کو لگان کہتے

ہیں ۱۲ (۱) گز سے گز شرعی مراد ہے ۱۲

کھودا ہے کہ جو باعث اس کی ہلاکت کا ہوا ہے اس میں دوسرے شخص کھودنے والے نے تعدی و ظلم کیا ہے اور اگر دوسرے شخص نے بھی امام المسلمین کے حکم سے شخص اول کے کنویں کے قریب نہ اس کے حریم میں دوسرا کنواں کھودا پھر پہلے شخص کے کنویں کا پانی ٹوٹ گیا اور یہ معلوم ہوا کہ اس کا پانی دوسرے شخص کے کنواں کھودنے کی وجہ سے ٹوٹا ہے تو پہلے شخص کا اس پر کچھ استحقاق نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی نے ارض موات میں کاریز نکالی تو بالا اجماع اس کے حریم کا مستحق ہے۔ رہا اس کے مقدار کا بیان سو امام محمدؒ نے کتاب میں ذکر فرمایا کہ کاریز بمنزلہ کنویں کے پاس ہے پس اس کا حریم بھی اسی قدر ہوگا جس قدر کنویں کا ہوتا ہے پس امام محمدؒ نے فقط اسی قدر ذکر کیا ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں فرمایا ہے اور ہمارے مشائخ نے اس پر زیادہ کیا اور فرمایا کہ کاریز اگر ایسے موقع پر ہو کہ جہاں پانی روئے زمین پر ظاہر بہتا ہے تو کاریز بمنزلہ چشمہ جو شندہ کے ہے اس کا حریم مثل چشمہ کے پانچ سو گز ہوگا بالا اجماع اور جس جگہ کاریز کا پانی روئے زمین پر نہ جاری ہو تو کاریز بمنزلہ نہر کے ہوگی مگر فرق یہ ہے کہ وہ زمین کے نیچے بہتی ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اراضی موات میں حریم کا استحقاق ہر طرف سے حاصل ہونا ایسی ہی جگہ میں ہے جہاں دوسرے کسی کا حق متعلق نہ ہو اور اگر دوسرے کسی کا حق متعلق ہو تو ایسا نہیں ہے چنانچہ اگر زمین موات میں کسی شخص نے کنواں کھودا پھر دوسرے شخص نے آ کر اس شخص کے کنویں کے ایک طرف حریم کی انتہا پر اپنا کنواں کھودا تو جس طرف پہلے شخص کے کنویں کی حریم ہے اس جانب سے اس دوسرے شخص کو اس کے کنویں کے واسطے حریم نہ ملے گی ہاں باقی تین طرفوں میں جس میں کسی کا حق متعلق نہیں ہے اس کو حریم ملے گی یہ نہایت میں ہے۔ ایک کاریز دو شخصوں میں مشترک ہے پھر دونوں میں سے ایک شخص نے ایک زمین موات کو زندہ کیا تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ زمین مذکور کو اس کاریز سے سینچے یا اس کا پانی اس کاریز سے مقرر کرے کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ اپنے شریک سے زیادہ لے کیونکہ اس زمین کا پانی اس کاریز سے نہ تھا حالانکہ شریک کو یہ اختیار نہیں ہے کہ بدون اجازت شریک کے اس سے زیادہ پانی لے لے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسی شخص نے زمین موات میں درخت لگائے اگر باجائز امام ہوں تو سب (۱) کے نزدیک یا بلا اجازت امام المسلمین تو صاحبین کے نزدیک آیا وہ شخص ان درختوں کے واسطے حریم کا مستحق ہے حتیٰ کہ اگر دوسرا شخص آیا اور اس نے ان درختوں کے برابر پہلو میں اپنے درخت لگائے چاہے تو اس کو ممانعت کا اختیار ہے یا نہیں تو امام محمدؒ نے یہ صورت کتاب میں ذکر نہیں فرمائی اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ بقدر پانچ گز کے حریم کا مستحق ہوگا اور یہی حدیث میں وارد ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر دو شخصوں نے زمین موات میں ایک کنواں دونوں نے اپنے خرچہ سے اس شرط سے کھودا کہ کنواں دونوں میں سے ایک کا اور حریم دوسرے کا ہوگا تو یہ جائز نہیں ہے اس واسطے کہ دونوں نے خلاف موجب شرع باہم صلح قرار دی ہے اس واسطے کہ شرع نے حریم کو بدین غرض کنویں کے تابع کیا ہے کہ کنواں کا مالک اس سے انتفاع حاصل کر سکے پس حریم مالک چاہے ہوگا موجب کنواں ایک کے واسطے مشروط ہو تو حریم بھی اسی کا ہوگا اور اگر کنواں دونوں میں مشترک ہو تو حریم بھی دونوں میں مشترک ہوگا اور اگر دونوں نے یہ شرط کی کہ کنواں اس کا حریم دونوں میں برابر مشترک ہو بشرطیکہ دونوں میں سے فلاں شخص بہ نسبت ایک کے زیادہ خرچ کرے تو بھی نہیں جائز ہے پس جس نے زیادہ دیا ہے وہ زیادتی کی مقدار میں سے نصف مقدار دوسرے سے واپس لے گا کیونکہ ان دونوں نے ایک شے مباح کے احراز میں شرکت کی ہے تاکہ یہ مباح دونوں میں مشترک ہو اور احراز مباح کی شرکت اس امر کو مقتضی ہے کہ خرچہ بقدر ملک ہو پس جب ایک کے ذمہ زیادہ خرچہ کی شرط لگائی تو بشرط صحیح نہیں ہے اور جس قدر اس کی طرف سے زیادہ خرچ کیا ہے وہ

۳ ارض موات وہ زمین جو غیر مزرعہ و افتادہ کسی کی خاص ملک نہ ہو ۲ حریم گرد اگر دو ۳ کاریز وہ نالی پٹی ہوئی جو آبپاشی کے واسطے کسی چشمہ یا دریا سے کاٹی جائے ۱۲ (۱) امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ و محمدؒ ۱۲

واپس لے گا اس واسطے کہ اس کی طرف سے اس کے حکم سے خرچ کیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر دو شخصوں نے باہم یہ شرط لگائی کہ ایک نہر کھودیں ایک زمین موات کو زندہ کریں اور نہر ایک شخص کی ہو اور زمین دوسرے کی ہو تو یہ جائز نہیں حتیٰ کہ یہ سب ان دونوں شخصوں میں مشترک ہوگی اور جب دونوں میں مشترک ہوئی تو دونوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ نہر مذکور سے اپنی خاص زمین سینچے اور اگر شریکوں نے باہم کسی ایک شریک کے ذمہ زیادہ خرچہ شرط کیا تو جائز نہیں ہے اور وہ واپس لے گا یہ تاتار خانیہ میں ہے۔ دو نہریں دو گاؤں کی ایک ہی جگہ واقع ہیں ان دونوں کے درمیانی حریم میں اختلاف واقع ہوا پس جگہ دونوں نہروں میں سے کسی ایک نہر کی مٹی میں گھری ہو یعنی ایک نہر کی مٹی نکال کر ڈالی گئی ہو اور وہ جگہ اس نہر والوں کے قبضہ میں ہو تو اس جگہ کے باب میں اسی نہر والوں کا قول قبول ہوگا اور دوسری نہر والوں کا دعویٰ شرکت اتنی جگہ میں زبانی تصدیق نہ کیا جائے گا۔ الا اس صورت میں کہ وہ لوگ اپنے دعویٰ کے گواہ پیش کریں اور جتنی جگہ دونوں نہروں کے بیچ میں خالی پڑی ہو یعنی دونوں نہروں میں سے کسی نہر کی مٹی سے گھری نہ ہو اور دونوں گاؤں والوں کو اس میں تنازع نہ ہو تو وہ دونوں گاؤں والوں کے درمیان نصفانصف ہوگی لیکن اگر کسی گاؤں والوں نے اپنے گواہ پیش کئے کہ یہ خاص ہماری ہے تو ان کی ہوگی اور اسی طرح کا مسئلہ آخر کتاب المزاعہ میں گذر چکا ہے یہ کبریٰ میں ہے۔ اگر ایک شخص کی نہر دوسرے کی زمین میں واقع ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کے واسطے حریم نہ ہوگا الا اس صورت میں کہ حریم ہونے کے گواہ قائم کرے اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس کو بقدر مسناتہ کے ملے گا جس پر چل سکے اور نہر کی مٹی اس پر ڈالے یہ شرح قدوری میں ہے۔ اگر کسی شخص نے جنگل میں مکان بنایا تو اس کے حریم کا مستحق نہ ہوگا اگرچہ کوڑا ڈالنے کے واسطے حریم کی حاجت رکھتا ہے اس وجہ سے کہ قصر سے بدون حریم کے انتفاع ممکن ہے اور کنویں پر اس کا قیاس نہ کیا جائے گا کیونکہ کنویں والے کو جس قدر ضرورت ہوتی ہے اس کی بہ نسبت اس کو حریم کی ضرورت کم ہے یہ کافی و تبیین میں ہے۔ اگر ایک شخص کا کنواں دوسرے کے دار میں ہو تو جب یہ شخص اپنا کنواں اگر وادے تو اس کی مٹی اس شخص کے دار میں ڈالنے کا استحقاق نہیں رکھتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ کسی شخص نے چاہا کہ کسی مسجد میں یا محلہ میں کنواں کھودے پس اگر اس میں کسی وجہ سے ضرر نہ ہو اور ہر وجہ سے نفع ہو تو اس کو یہ اختیار ہے اس مقام پر یوں ہی ذکر فرمایا ہے اور کتاب الصلوٰۃ سے پہلے باب المسجد میں ذکر فرمایا کہ مسجد میں کوئی کنواں نہ کھودا جائے اور جو شخص کھودے وہ ضامن ہوگا اور فتویٰ اسی قول پر ہے جو باب المسجد میں ذکر فرمایا ہے یہ کبریٰ میں ہے۔

دوسرا باب ☆

نہروں کے اُگارنے اور ان کی صلاح کے بیان میں

تین طرح کی نہریں ہوتی ہیں بعضی ایسی نہریں ہیں جن کا اُگارنا سلطان کے ذمہ ہے اور بعض ایسی ہیں کہ ان کا اُگارنا نہر والوں کے ذمہ اس طرح ہے کہ اگر وہ انکار کریں تو ان پر جبر کیا جائے گا اور بعض ایسی ہیں کہ ان کا اُگارنا اہل نہر کے ذمہ ہے لیکن اگر وہ لوگ انکار کریں تو مجبور نہ کئے جائیں گے پس اول یعنی جن کا اُگارنا سلطان کے ذمہ ہے وہ نہریں ہیں جو بڑی بڑی ہیں اور مقام میں داخل نہیں جیسے دجلہ و فرات و سیحون و جیحون و نیل تاکہ اگر ان نہروں میں اُگارنے کی ضرورت ہو تو اُگارنا واس کے کنارے کی

۱ احاطہ مکان ۱۲ ۲ قول ظاہر مراد یہ ہے کہ عین مسجد میں کھودنا جیسا معروف ہے مضائقہ نہیں رکھتا ہے واللہ اعلم ۱۲ ۳ کتاب میں ہے کہ نیل ایک دریا روم میں ہے مگر مترجم کو اس کا پتہ معلوم نہ ہوا ظاہر اوہ دریا مصر ہے یا مصر تحت روم تھا اس وجہ سے ایسا کہا ہو واللہ اعلم ۱۲

درستی سلطان پر واجب ہے کہ بیت المال سے کرے اور اگر بیت المال میں مال نہ ہو تو مسلمانوں کو اس کے اُگارنے پر مجبور کرے گا اور اس کام کے واسطے ان کو گھروں سے باہر نکال کر لے جائے گا پھر اگر کسی مسلمان نے چاہا کہ ان دریاؤں میں سے کوئی نہر کاٹ کر اپنی زمین کو لے جائے تو اس کو اختیار ہوگا بشرطیکہ عام کو اس سے ضرر نہ پہنچتا ہو اور اگر عام کو ضرر ہو مثلاً نہر کا کنارہ ٹوٹ جائے اور اس سے غرق کا خوف ہو تو اس کو ایسی نہر کاٹنے سے ممانعت کی جائے گی اور دوم یعنی جن کا اُگارنا و اصلاح اہل نہر پر اس طرح لازم ہے کہ اگر وہ انکار کریں تو ان پر جبر کیا جائے یعنی امام المسلمین ان پر جبر کرے پس ایسی نہریں وہ ہیں جو بڑی بڑی نہریں کہ قسمت میں داخل ہیں اور ان پر گاؤں آباد ہیں پس اگر ایسی نہروں میں اُگارنے و اصلاح کی ضرورت ہوئی تو یہ اہل نہر پر لازم ہے اور اگر انہوں نے اس سے انکار کیا تو امام المسلمین ان کو اس امر پر مجبور کرے گا اس واسطے کہ اس کا ضرر عام ہے اور نہ اُگارنے میں جتنے لوگ اس سے پانی پاتے ہیں ان کے حق میں پانی کی قلت ہے اور دور نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے اناج کی پیداوار میں بہت کمی آجائے اور گراں ہو جائے پس جب ایسی صورت ہے کہ پانی کی زیادتی کا نفع ان لوگوں کو پہنچے گا اور نہ اُگارنے کا ضرر عام کو ہوگا تو ان لوگوں کو جن کی تقسیم میں داخل ہے اس کے اُگارنے پر مجبور کیا جائے گا اور کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ ایسی نہر میں سے اپنے واسطے نہر کاٹ کر لے جائے خواہ یہ بات اہل نہر کے حق میں مضر ہو یا نہ ہو اور ایسی نہر کے پانی میں استحقاق شفعہ^(۱) نہیں ہے یعنی پانی سے سیراب^(۲) ہونے کا استحقاق نہیں ہے اور جس نہر کا اُگارنا اہل نہر کے ذمہ ہے اور در صورت انکار کے ان پر جبر نہ کیا جائے گا وہ نہر خاص ہے اور نہر خاص میں اختلاف ہے بعض نے فرمایا کہ اگر دس آدمیوں کی یا اس سے کم لوگوں کی نہر ہو یا اس نہر پر ایک گاؤں ہو کہ اس کا پانی ان گاؤں والوں میں تقسیم ہوتا ہو تو وہ نہر خاص ہے اس میں شفعہ کا استحقاق ہے اور بعض نے فرمایا کہ اگر چالیس آدمیوں سے کم کے واسطے ہو تو خاص ہے اور اگر چالیس کے واسطے ہو تو نہر عام ہے اور بعض نے فرمایا کہ اگر ہزار سے کم کے واسطے ہو تو خاص ہے اور اصح قول یہ ہے کہ یہ رائے مجتہد کے سپرد ہے حتیٰ کہ وہ جس قول کو ان اقوال میں سے چاہے اختیار کرے پھر نہر خاص کی صورت میں اگر بعض شریکوں نے اس کا اُگارنا چاہا اور باقیوں نے انکار کیا تو شیخ ابو بکر بن سعید^(۳) نے فرمایا کہ امام ان لوگوں کو جو انکار کرتے ہیں مجبور نہ کرے گا اور اگر ان لوگوں نے جو اُگارنا چاہتے ہیں اُگارا تو محتسوع^(۴) قرار دیئے جائیں گے اور شیخ ابو بکر اسکاف^(۵) نے فرمایا کہ ان لوگوں پر اس واسطے جبر کیا جائے گا اور خصاف^(۶) نے نفقات میں ذکر فرمایا کہ قاضی ان لوگوں کو حکم دے گا کہ تم لوگ یعنی جن کو اُگارنے کی خواہش ہے اس کو اگر والو اور جب ان لوگوں نے ایسا کر لیا تو ان کو اختیار ہوگا کہ باقیوں کو اس نہر کے پانی سے انتفاع حاصل کرنے سے منع کریں یہاں تک کہ یہ لوگ حصہ رسد کے موافق اُگارنے کا خرچہ ان کو دے دیں اور ایسا ہی امام ابو یوسف^(۷) سے مروی ہے۔ اور اگر سب حصہ داروں نے اُگارنے سے انکار کیا تو ظاہر الروایۃ کے موافق امام المسلمین ان کو مجبور نہ کرے گا اور بعض متاخرین نے فرمایا کہ مجبور کرے گا اور اگر حصہ دار لوگ نہر نہ کور اُگارنے پر متفق ہوئے تو امام ابو حنیفہ^(۸) نے فرمایا کہ نہر اوپر کی طرف سے اُگارنی شروع کی جائے گی پھر جب کسی شخص کی زمین سے تجاوز کر جائے تو اُگارنے کا خرچہ اس کے ذمہ سے دور ہو جائے گا اور جو باقی ہیں^(۹) ان پر رہے گا۔ اور امام ابو یوسف^(۱۰) و امام محمد^(۱۱) نے فرمایا کہ اُگارنے کا خرچہ کا مجموعہ اول سے آخر تک کا ان سب پر بحساب زمین و مقدار سیंच کے پھیلا یا جائے گا اور پانی پینے والوں پر خرچہ میں سے کچھ لازم نہ ہوگا کیونکہ وہ حصہ دار نہیں ہیں مگر فتویٰ کے واسطے مشائخ نے امام اعظم کا قول لیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

۱۔ شفعہ اصل میں منہ سے پانی پینے کو کہتے ہیں اور یہاں مراد اس سے پانی پینا جانوروں کو پلانا سوائے سینچنے وغیرہ کے ۱۲ ح ۲ احسان کرنے والے ۱۲

(۱) مثلاً چوپاؤں کو لاکر پلانا ۱۲ (۲) علیٰ ہذا القیاس دوسرا تیسرا ۱۳ (۳) نہر سے نہر خاص مراد ہے ۱۲

نہر (یا مشترکہ پانی) کے حصہ دار پانی کو کس حساب سے استعمال کریں ☆

اس صورت کا بیان یہ ہے کہ اگر نہر کے شریک دس ہوں پس ابتدائے نہر سے اُگارنے کا خرچہ ہر ایک کے ذمہ دسواں حصہ ہو ایساں تک کہ ایک کی زمین سے جب تجاوز کر جائے تو باقیوں پر نو حصہ ہو کر ہر ایک پر نوواں حصہ ہوگا یہاں تک کہ دوسرے کی زمین سے تجاوز کر جائے پھر باقی لوگوں پر خرچہ آٹھ حصہ ہو کر ہر ایک پر آٹھواں حصہ ہوگا علیٰ ہذا القیاس آخر نہر تک یہی صورت ہوگی اور صاحبین کے نزدیک اول نہر سے آخر تک سب خرچہ دس حصے ہو کر ہر ایک پر دسواں حصہ ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اگر ایک شخص کی زمین میں نہر (۳) سے پانی آنے کا دہانہ وسط زمین میں ہو پھر اس نے نہر کو اپنے دہانہ سے اپنی وسط زمین تک اُگار دیا پس آیا امام اعظمؒ کے موافق اس کے ذمہ سے اُگارنا ساقط ہو جائے گا تو بعض نے فرمایا کہ ساقط نہ ہوگا جب تک اس کی زمین سے تجاوز نہ کر جائے اور یہی صحیح ہے اور جب اُگارنا اس کی زمین سے تجاوز کرے گا پس آیا اس کو اختیار ہے کہ نہر کا دہانہ کھول کر اپنی زمین سینچے تو بعض نے فرمایا کہ اس کو کھول لینے کا اختیار ہے اور بعض نے فرمایا کہ نہیں کھول سکتا ہے جب تک پوری نہر اُگارنے سے فراغت نہ ہو جائے کیونکہ اگر اس نے قبل اس کے کھول لی تو شریکوں سے پہلے اس کو پانی مل جائے گا جو فقط اسی کو ملے گا اور اسی وجہ سے بعض متاخرین نے فرمایا ہے کہ اسفل نہر سے اُگارنا شروع کیا جائے یہ ظہیر یہ میں ہے اور اگر کوچہ غیر نافذہ کے خاص راستہ کے اول سے آخر تک اصلاح کرنے کی ضرورت پڑی تو اول راستہ کی اصلاح بالا اجماع سب اہل کوچہ پر ہوگی پھر جب درست کرتے ہوئے کسی شخص کے دار تک پہنچیں پس آیا اس سے خرچہ اصلاح دور کیا جائے گا یا نہیں سو اس مسئلہ کے واسطے کوئی روایت نہیں ہے اور شیخ الاسلام نے اپنی شرح میں فقیہ ابو جعفر سے حکایت کی ہے کہ میں نے مشائخؒ کی بعض کتب میں دیکھا ہے کہ بالاتفاق اس شخص سے خرچہ دور کیا جائے گا۔ اور اگر نہر عظیم ہو اور اس پر چند گاؤں آباد ہوں جن کو اس نہر سے پانی ملتا ہو اور ایسی نہر کو فارسی میں کام کہتے ہیں پس اہل نہر نے اس نہر کے اُگارنے پر اتفاق کیا اور اُگارتے ہوئے ایک گاؤں کے نہر کے دہانہ تک پہنچے پس آیا ان لوگوں کے ذمہ سے اُگارنے کا خرچہ دور کیا جائے گا سو اس مسئلہ کی بھی کوئی روایت اصل میں نہیں ہے اور شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ نوادر میں مذکور ہے کہ ان لوگوں سے خرچہ اُگرائی بالاتفاق دور کیا جائے گا اور نہر خاص کے قیاس پر چاہئے کہ اس گاؤں والوں سے خرچہ اُگرائی دور نہ کیا جائے جب تک کہ اس گاؤں کی زمین سے بالکل تجاوز نہ کرے یہ محیط میں ہے۔

۱۔ یعنی اس دہانہ سے اس نہر عظیم سے گاؤں میں پانی جاتا ہے پس گاؤں والوں کو اس دہانہ تک اُگارنے کی ضرورت ہے پس جب یہاں تک پہنچے تو خرچہ ان لوگوں سے دور ہو جانا چاہئے ۱۲

کتاب الشرب

اور اس میں پانچ ابواب ہیں

باب اول ☆

شرب کی تفسیر، اس کے رکن، شرط حل و حکم کے بیان میں

شرب کی شرعی تفسیر ☆

شرب کی تفسیر شرعی یہ ہے کہ شرب اُس حصہ پانی کو کہتے ہیں جو اراضی کے واسطے ہونہ غیر اراضی کے واسطے اور رکن شرب پانی ہے اس واسطے کہ شرب کا قیام اسی سے ہے اور شرب کی شرط حلت یہ ہے کہ شرب کا حصہ دار ہو اور حکم شرب یہ ہے کہ سیرابی حاصل ہو اس لئے کہ حکم شے کا وہ ہوتا ہے جس کے واسطے یہ شے کی جائے اور زمین کو اس واسطے پانی دیا جاتا ہے کہ سیراب ہو جائے یہ محیط سرخی میں ہے۔ پانی چند انواع میں اول بحر کا پانی اور وہ تمام خلق کے واسطے عام ہے چاہیں اس سے پانی پئیں یا زمین سینچیں یا نہر میں پانی لے جائیں حتیٰ کہ اگر کسی شخص نے بحر کے پانی سے نہر کے ذریعہ سے کاٹ کر اپنی زمین میں پانی لے جانا چاہا تو اسکو ممانعت (۱) نہ کی جائے گی اور بحر کے پانی سے انتفاع حاصل کرنا ایسا ہے جیسے سورج و چاند و ہوا سے نفع لینا پس جس طرح جی چاہے نفع اٹھائے منع نہ کیا جائے گا دوم بڑے بڑے دریاؤں کا پانی جیسے جھون و سیون و دجلہ و فرات و نیل پس ایسے دریاؤں سے لوگوں کو غلی الاطلاق پانی پینے کا استحقاق ہے اور زمین سینچنے کا حق ہے مثلاً کسی نے زمین موات کو زندہ کیا اور اس کے سینچنے کے واسطے ان دریاؤں میں سے کسی سے نہر کاٹ کر لے گیا پس اگر عام لوگوں کو اس سے ضرر نہ ہو اور نہ وہ نہر کسی کی ملک میں ہو تو اس کو اختیار ہے اور لوگوں کو یہ بھی اختیار ہے کہ اس پر اپنی پن چکیاں و دوالیہ نصب کریں بشرطیکہ عام کو مضرت نہ پہنچتی ہو اور اگر عام لوگوں کو اس میں ضرر ہو تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے اس واسطے کہ عام ضرر دفع کرنا واجب ہے اور ضرر پہنچنے کی صورت یہ ہے کہ مثلاً یہ خوف ہو کہ نہر کاٹنے سے پانی اس طرف جھک پڑے گا اور نہر کا کنارہ ٹوٹ جائے گا اور اراضی و دیہات غرق ہو جائیں گے اسی طرح ساقیہ و دالیہ اس دریا سے کاٹ کر نکالنے میں بھی حکم ہے سوم وہ پانی جو کسی قوم کی نہر خاص میں جاری ہو پس اس میں غیر لوگوں کو حق حصہ حاصل ہے یعنی خود پی سکتے ہیں اور اپنے چوپاؤں کو پلا سکتے ہیں اور چہارم وہ پانی جو کسی نے اپنے مکے وغیرہ کسی طرف میں بھر کر اپنے احراز میں کر لیا ہو پس ایسے پانی میں سے کسی کو یہ جائز نہیں ہے کہ بدون اسکی اجازت کے کچھ لے لے اور بھر لینے والے کو یہ اختیار ہے کہ اسکو فروخت کرے کیونکہ احراز سے اسکا مالک ہو گیا پس وہ مثل (۲) شکار و گھاس کے ہو گیا لیکن ایسے پانی کو چوری میں ہاتھ نہ کاٹا جائے گا کیونکہ اس میں شرکت کا شبہ (۳) ہے حتیٰ کہ احتراز کرنے والے کی عدم موجودگی میں کسی شخص نے یہ پانی چورایا حالانکہ وہ پورا نصاب ہے یعنی اس پانی کی قیمت اس قدر درم

۱۔ ساقیہ چھوٹی نہر مانند نالی کے اور دالیہ جس وغیرہ سے اس طرح پانی لینا کہ نہر سے کاٹ کر ایک گڈ حالادیں اور وہاں ڈھیلکی لگا کر پئیں ۱۲

(۱) جب کہ عام لوگوں کو ضرر نہ پہنچتا ہو ۱۲ (۲) یعنی شکار کو پکڑ لیا اور گھاس کو اپنے صرف میں کر لیا ۱۲ (۳) یعنی عام کی شرکت ۱۲

جتنے درموں کی چوری سے ہاتھ کاٹا جاتا ہے تو بھی اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا یہ خزانہ المستغنیٰ میں ہے۔ اور جو پانی کسی شخص کے حوض یا حوض میں ہے اس میں غیر کو ایک طرح کی شرکت ہے بایں طور کہ خود وہ پانی پی سکتا ہے اور اپنے چو پاؤں کو پلا سکتا ہے حتیٰ کہ کسی شخص نے غیر کے کنویں یا حوض سے پانی پینے کے واسطے لیا تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس شخص سے پانی واپس لے لے اور ایسی رت پیش آتی ہو کہ صفہ سے پینے اور جانوروں کے پلانے سے تمام پانی ٹوٹا جاتا ہے تو شیخ الاسلام خواہر زادہ نے ذکر فرمایا کہ امام ائمہ کے قول کے موافق کنویں یا حوض کا مالک منع نہیں کر سکتا ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ اس صورت میں مشائخ کا اختلاف ہے اور اکثروں کے نزدیک اس کو منع کرنے کا اختیار ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور عیون میں لکھا ہے کہ ایک شہر میں امام المسلمین نے صفہ مالگوں کے پینے و چو پاؤں کے پلانے کے واسطے ایک نہر جاری کی پھر بعض آدمیوں نے چاہا کہ نہر مذکور پر اپنی بستان لگائیں پس عام لوگوں کے صفہ میں ضرر نہ ہو تو ان کو گنجائش ہے اور اگر ضروری ہو تو بستان لگانے والوں کو یہ گنجائش نہیں ہے یہ تاتار خانہ میں ہے۔ ایک قوم کی نہر ہے اور اس کے پہلو میں غیر شخص کی زمین ہے جس کا شرب اس نہر میں سے نہیں ہے تو مالک زمین کو اختیار ہوگا کہ نہر میں سے پانی پئے اور اپنے چو پاؤں کو پلائے اور وضو کرے اور اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس نہر سے اپنی زمین یا درخت یا کھیتی پانی دے اور نہ یہ اختیار ہے کہ اپنی زمین کے واسطے اس نہر پر دولا ب قائم کرے اور اگر یہ چاہا کہ مشک یا برتن کے ذریعہ سے اس نہر سے پانی اٹھا اٹھا کر اپنی کھیتی یا درخت کو سیرچے تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور اصح یہ ہے کہ اس کو یہ اختیار نہیں ہے اور اہل نہر کو تیار ہے کہ اس کو اس سے منع کریں یہ فتاویٰ قاضی خان و وجیز میں ہے۔ بعض نے فرمایا کہ زمین والا اس سے منع نہ کیا جائے گا اور یہی اصح ہے یہ ہدایہ و کافی و تبیین ظہیریہ میں ہے۔

یا جاری نہر سے ہر ایک کو افادہ حاصل کرنے کا حق ہے؟

اگر چند لوگوں نے چاہا کہ اس نہر سے اپنے چو پاؤں کو پانی پلائیں تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر ایسی حالت میں کہ ان لوگوں کے پانی پلانے سے اس نہر کا پانی منقطع دفنانہ ہو جائے تو اہل نہر کو یہ اختیار نہیں ہے کہ ان لوگوں کو منع کریں اور اگر ان لوگوں کے پانی منقطع ہو جائے مثلاً بہت اونٹ ہوں تو اہل نہر کو ممانعت کرنے کا اختیار ہوگا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر پانی نے سے نہر کا کنارہ ٹوٹ جائے یا خراب ہو جائے تو اہل نہر کو منع کرنے کا اختیار ہوگا ورنہ نہیں اسی طرح چشمہ اور وہ حوض جس میں اون احراز کسی کرتب کے پانی آ گیا ہے وہ بھی بمنزلہ نہر خاص کے ہے اور سقایہ کے پانی سے یعنی جو پینے کے واسطے رکھا گیا ہے وضو کرنے میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے پس بعضوں نے جائز رکھا ہے اور بعضوں نے فرمایا کہ اگر پانی بہت ہو تو وضو جائز ہے ورنہ نہیں۔ اور اسی طرح جو پانی کہ پینے کے واسطے رکھا گیا ہو اس میں یہی حکم ہے حتیٰ کہ مشائخ نے فرمایا کہ حوض جو پینے کے واسطے رکھا گیا ہو اس کے پانی سے وضو کرنا جائز نہیں ہے اور وضو کرنے والا منع کیا جائے گا اور یہی صحیح ہے اور یہ جائز ہے کہ سقایہ کا پانی اس غرض سے اپنے گھر لے جائے کہ اس کے اہل و عیال پیئیں۔ اور کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ غیر کے نہر یا چشمہ یا کاریز سے اپنی زمین یا کھیتی کو سیرچے خواہ ایسا کرنے پر مضطر ہو یا نہ ہو اور اگر بدون اجازت مالک نہر کے کسی نے نہر کے پانی سے اپنی زمین یا کھیتی سیرچی تو جس قدر اس نے پانی لیا ہے اس کا تاوان اس پر واجب نہ ہوگا لیکن اگر اس نے کئی بار اس طرح پانی لیا پس اگر سلطان کی رائے میں آئے تو ایسے شخص کو مارنے و قید کرنے کی سزا دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر نہر خاص یا کسی شخص کے حوض یا کنویں میں سے کسی اجنبی نے

نہ کاٹا اس کی وجہ یہی ہے کہ پانی دراصل مباح ہے اور اس کی قیمت صرف ضروری حالت ہے جس سے انتظام میں خلل نہ ہو تو لائق سزائے حدود نہیں ہے اس واسطے تمام پانی ٹوٹ جانے کی صورت میں صفہ سے منع نہ کرنا قول امام ہے اور مشائخ نے مصلحت منع کا فتویٰ دیا ہے جب کہ پانی بکثرت مل سکتا ہے ۱۲

چاہا کہ وضو یا کپڑے دھونے کے واسطے گھرے سے پانی بھر لے تو امام طحاوی نے ذکر کیا کہ اس کو یہ اختیار ہے اور یہی اکثر مشائخ قول ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کوئی چشمہ یا کنواں یا حوض یا نہر کسی شخص کی ملک کے اندر ہو تو جو شخص اس میں سے پانی پینا چاہتا ہے صاحب ملک کو اختیار ہے کہ اس کو اپنی ملک میں آنے سے منع کرے بشرطیکہ اس شخص کو اس پانی سے قریب دوسرا ایسا پانی جو کسی کی ملک میں نہیں ہے مل سکتا ہو اس واسطے کہ صاحب ملک اپنی ملک میں دوسرے کے داخل ہونے سے ضرر اٹھاتا ہے اور اگر دوسرا شخص جو یہ قریب ایسا پانی نہ پاتا ہو تو صاحب نہر سے کہا جائے گا کہ یا تو اس کو نہر سے پانی لا دے یا اس کو نہر تک جانے دے تاکہ خود پانی بشرطیکہ نہر کا کنارہ نہ توڑے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جو پانی اس کے حوض وغیرہ میں ہے اس میں اس شخص پیاسے کا حاجت کے وقت متعلق ہو گیا ہے اور بعض مشائخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب صاحب نہر نے اس کو اپنی ملک میں کھودا ہو اور زمین موات میں کھودا ہو تو نہر والے کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس پیاسے کو منع کرے اس واسطے کہ زمین موات مشترک تھی اور نہر کھودنا مشترک کے احیاء کے واسطے ہے یعنی عشر و خراج کے واسطے پس احیاء سے شفعہ کی شرکت قطع نہ ہوگی اور اگر اس نے اس شخص کو منع حالانکہ وہ شخص پیاس کے سبب سے اپنی جان یا اپنے جانور کی جان تلف ہونے کا خوف کرتا ہے تو اس کو اختیار ہے کہ منع کرنے والے سے ہتھیار سے لڑائی کرے اور اگر پانی کسی شخص کے ظروف میں محرز ہو تو جو شخص پیاس سے ہلاکت کا خوف کرتا ہے اس کو یہ اختیار ہے کہ پانی کے مالک سے منع کرنے کی صورت میں ہتھیار سے لڑائی کرے ہاں بغیر ہتھیار کے لڑائی کر سکتا ہے یہ کافی میں ہے اور یہ اس صورت میں ہے کہ پانی کے مالک کے پاس بہت پانی ہو اور اگر بہت نہ ہو تو اس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ پانی اس قدر ہو کہ دونوں کی جان بچا سکتا ہو دوم یہ کہ ایک ہی کی جان بچانے کے واسطے کافی ہو پس اگر دونوں کی جان بچا سکتا ہو تو مضطر پیاسے کو چاہے کہ بعض لے لے اور بعض چھوڑ دے اور اگر فقط ایک کے واسطے ہو تو مالک کے واسطے چھوڑ دے یہ نہایت میں ہے۔

گھاس میں چند صورتیں ہیں اول آنکہ گھاس زمین مباح میں ہو پس اس میں سب لوگ شریک ہیں یعنی اس میں گھاس چھیل لائیں و چرا دیں جیسے بحر کے پانی میں شریک ہوتے ہیں دوم یہ کہ کسی شخص کی مملوکہ زمین میں بدون اُگائے ہوئے خود گھاس ہو تو مالک زمین قبل احراز کے یعنی جب تک اس کو اپنے حرز میں نہ لائے تب تک کسی کو منع نہیں کر سکتا ہے لیکن اس کو یہ اختیار ہے کہ لوگوں کو گھاس کے لیے اپنی زمین میں داخل ہونے سے منع کرے اور ہمارے مشائخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص اس گھاس کو لینا چاہتا ہے اگر اس میں اور مالک زمین میں جھگڑا ہوا پس اگر گھاس کا طالب اس گھاس سے قرب کسی زمین مباح میں گھاس پاسکتا ہو تو مالک زمین کو اختیار ہے کہ اس کو منع (۱) کرے اور اگر نہ پاسکتا ہو تو مالک زمین سے کہا جائے گا کہ یا تو اس کو گھاس دے دے یا اس کی آنے کی اجازت دے تاکہ وہ خود لے لے یہ محیط سرحدی میں ہے اور اگر مالک زمین نے گھاس اُگائی ہو مثلاً زمین کو جوت کر اس میں پانی دیا ہو تاکہ اس کے جانوروں کے واسطے گھاس جمے تو وہ اس گھاس کا زیادہ مستحق ہے یعنی اس کو ملے گی اور کسی کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اس کو بدون اس کی اجازت کے اس میں سے کچھ گھاس لے سکے کیونکہ یہ اس کی کمائی ہے اور کمائی کمانے والے کی ہوتی ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر کوئی شخص اس کی زمین میں بدون اس کی اجازت کے داخل ہوا اور گھاس چھیل لی تو اس کو واپس لینے کا استحقاق نہ ہوگا خواہ اس نے سپیچی اور اس کی پرداخت کی ہو یا نہ کی ہو یہ ظاہر الروایۃ کے موافق ہے اور اس کی بیع بھی جائز نہیں ہے اور ہمارے مشائخ متاخرین سے مروی ہے کہ اگر مالک زمین نے اس کو سپینا و اس کی پرداخت کی تو اس کا مالک ہو گیا پس بیع جائز ہے اور اگر اس کی بیع اجازت کسی نے گھاس چھیل لی تو اس کو واپس لینے کا اختیار ہوگا۔ اسی طرح چراگا ہوں کا اجارہ دینا بھی جائز نہیں ہے اور اس کے جواز کا

۱۔ چنانکہ حق مباح ہے بخلاف سپینچے کے کہ اس میں دوسرے کو ضرر پہنچے گا ۱۲ (۱) یعنی اپنی ملک میں داخل ہونے سے ۱۲

بلکہ یہ ہے کہ مالک زمین سے قطعہ زمین معلومہ اجارہ لے پھر اس کی گھاس اس کو مباح ہوگی یہ مضمرات میں ہے۔ پھر واضح ہو کہ گھاس سے وہ نبات مراد ہے جو ساقدار ہو اور زمین پر منتشر اور پھیلی ہوئی ہو اور جو ساقدار ہو وہ درخت ہے اسی وجہ سے مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خار سپید و سرخ جس کو عربی میں غرقہ کہتے ہیں درخت کی قسم سے ہے گھاس نہیں ہے حتیٰ کہ اگر کسی کی زمین غرقہ اُگی اور کسی نے کاٹ لی تو مالک زمین کو اختیار ہوگا کہ اس سے واپس لے اور خار ہائے سبز نرم جس کو اونٹ کھاتے ہیں اس کے باب میں امام ربیع نوادر میں دو روایتیں ہیں ایک روایت میں اس کو بھلہ گھاس کے قرار دیا ہے اور دوسری روایت میں اس کو بھلہ درخت کے قرار دیا ہے سو اس میں اختلاف الروایۃ نہیں ہے بلکہ جس کو بھلہ گھاس کے قرار دیا ہے وہ خار سبز وہ ہے جو زمین پر پھیلا ہوا ہو اور اس میں اقی نہ ہو اور جس کو درختوں کی قسم قرار دیا ہے وہ ہے جو ساقدار ہو پس حاصل یہ ہے کہ جو نباتات ساق پر قائم ہو اگر وہ کسی کی زمین پر گئے تو وہ اس کی ملک ہوگی اور لوگوں میں مشترک نہ ہوگی یہ محیط سرخی میں ہے۔ اور کانٹے مثل گھاس کے ہیں اور قیرو فیروزہ و زرنیخ کل درخت کے پس اگر کسی نے ان چیزوں میں سے کچھ لے لیا تو ضامن ہوگا یہ خزائن المفتین میں ہے اور منقہی میں ہے کہ امام یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر چراگا ہوں میں جلانے کے واسطے لکڑی ہو اور یہ چراگا ہیں کسی کی ملک ہوں تو کسی کو اختیار نہ ہوگا کہ اس میں سے لکڑیاں لائے الا مالک کی اجازت سے لاسکتا ہے اور اگر اس کی ملک میں نہ ہوں تو لکڑیاں لے لینے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے بجز یہ لکڑیاں یا جس مقام پر لکڑیاں ہیں کسی قریہ یا اہل قریہ کی طرف منسوب ہو یہ ذخیرہ میں ہے اور کبریٰ میں ہے کہ اگر چہ یہ لکڑیاں عام جس میں لکڑیاں ہیں کسی گاؤں یا اس کے لوگوں کی طرف منسوب ہوتا ہم یہ لکڑیاں لے لینے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے جب تک یہ جانے کہ کسی کی ملک ہے اور یہی حکم زرنیخ و کبریت کا اور ان پھلوں کا ہے جو چراگا ہوں و جنگلوں میں ہوتے ہیں یہ مضمرات میں ہے اور لکڑیاں چننے والا فقط لکڑیوں کے چننے سے لکڑیوں کا مالک ہو جاتا ہے اس کی احتیاج نہیں رہتی ہے کہ ان کے بوجھ باندھے اور جمع کر لے تب اس کی ملک ثابت ہو اور کنویں سے پانی بھرنے والا فقط ڈول کو بھر لینے سے اس کا مالک نہیں ہوتا ہے جب تک کہ ڈول کو کنویں کے منہ سے ایک طرف نہ کر لے یہ قدیہ میں ہے اور اگر کسی شخص کی زمین مملکہ ہو یعنی نمک کی جھیل ہو پس اس پانی میں سے کسی نے لے لیا تو اس پر ضمان واجب نہ ہوگی جیسے اگر اس کے حوض میں سے پانی لیتا تو ضمان واجب نہ ہوتا اور اگر یہ پانی جھیل کا نمک ہو گیا تو پھر کسی شخص کو اس کے لینے کی راہ نہیں ہے اسی طرح اگر نہر پھیلے حتیٰ کہ اس کی زمین میں ایک گزیار یا زیادہ گارامٹی ہو گئی تو کسی کو اس مٹی میں سے مٹی لینے کا اختیار نہیں ہے اور اگر لے لی تو ضامن ہوگا یہ مضمرات میں ہے اور آگ میں شرکت کا بیان اس طرح ہے کہ اگر کسی شخص نے جنگل میں آگ جلائی تو اس میں کسی کا حق نہیں ہے مگر ہر شخص کو یہ اختیار ہے کہ جہاں آگ جلتی ہے وہاں سے روشن کر لے اور گرمی سے اپنے کپڑے خشک کر لے اور اس کی روشنی میں کام کر لے لیکن اگر یہ چاہا کہ اس میں سے کوئی انگارہ لے جائے پس اگر مالک کے مالک نے منع کیا تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ آگ کیا ہے لکڑی ہے یا کوئلہ ہے جس کو آگ روشن کرنے والے نے اپنی حرز میں کر لیا ہے پس وہ اس کی ملک ہے۔ اور آنحضرت ﷺ نے فقط نار میں شرکت ثابت رکھی ہے اور نار حرارت کا جوہر ہے لکڑی و کوئلہ پس اگر اس نے انگارے میں سے تھوڑا لیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر اس قدر ہو کہ اگر آگ کا مالک اس کو کوئلہ کر ڈالے تو اس کی کچھ قیمت ہو تو مالک کو اختیار ہوگا کہ اس سے واپس کر لے اور اگر اس قدر کم ہو کہ کوئلہ کر ڈالنے کی صورت میں اس کی کچھ قیمت نہ ہو مالک کو واپس کر لینے کا اختیار نہیں ہے اور ہر شخص کو اختیار ہے کہ اس قدر خفیف بے قیمت کو بدون اجازت مالک کے بھی لے لے واسطے کہ لوگ اس قدر سے عادتہ منع نہیں کرتے ہیں اور جو منع کرے وہ تعنت ہے اور ہم نے بیان کر دیا ہے کہ تعنت کرنے والا شرعاً

زرنیخ ہر تال ہے اور اس کو درخت کے مانند قرار دیا یعنی وہ گھاس کی طرح عام صباح نہیں ہے ۱۲

تعت سے منع کیا گیا ہے یہ مبسوط میں ہے اور دوسری جگہ ذکر فرمایا کہ اگر آگ ایسی ہو کہ اگر بجھ جائے تو کوئلہ ہو جائے تو کسی کو اس سے انکار لینے کا اختیار نہیں ہے اس واسطے کہ اس کی لامحالہ کچھ قیمت ہوگی اور اگر آگ ایسی ہو کہ اگر بجھ جائے تو راکھ ہو جائے تو اس اختیار ہے کہ اس میں سے انکار لے لے اور بعض نے فرمایا کہ اگر یہ آگ مباح لکڑی سے جلانی ہو مثلاً کھڑا درخت سلگا دیا جیسا کہ جنگلوں میں کرتے ہیں بدون اس کے کہ پہلے اس کو اپنے حرز میں کر کے تب آگ جلانی ہو تو ہر شخص کو اختیار ہوگا کہ اس میں سے انکار لے جائے اگرچہ ایسی صورت ہو کہ در صورت بجھ جانے کے وہ کوئلہ ہو جائے اور اگر جلانے والے نے لکڑی کو پہلے اپنے حرز میں کر کے پھر جلانی ہو حتیٰ کہ لکڑی اس کی ملک ہوگئی ہو تو اس میں وہی تفصیل ہے جو ہم نے بیان کی یہ محیط میں ہے۔

☆ دوسرا باب ☆

شرب کی بیع واس کے متصلات کے بیان میں

☆ قال المترجم ☆

میل جس راہ سے پانی کا سیلان ہو یعنی نہر۔ مجری جس راہ سے جاری ہو۔ قال فی الکتاب اگر کسی شخص نے ایک زمین میں دوسری زمین کے شرب کے اجارہ دی تو نہیں جائز ہے اور اگر کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ زمین ہزار درم کو فروخت کی اور تیرے ہاتھ اس کا شرب فروخت کیا پس آیا شرب کی بیع جائز ہے سو مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ نہیں جائز ہے اس واسطے کہ شرب بیع میں مقصود ہو گیا ہے اور بعض نے فرمایا کہ جائز ہے اس واسطے کہ شرب مقصود نہیں ہوا بلکہ تابع رہا ہے بدین وجہ کہ اگر نے شرب کا کچھ ثمن نہیں بیان کیا حتیٰ کہ اگر شرب کا ثمن بیان کرتا مثلاً یوں کہتا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ زمین ہزار درم کو فروخت کی اور اس کا شرب سو درم کو فروخت کیا تو بلا خلاف جائز نہ ہوتی کیونکہ اس صورت میں شرب ہر وجہ سے مقصود ہو گیا یہ ذخیرہ میں ہے اور بعض مسائل شرب کے کتاب البیوع میں گزر چکے ہیں اگر کسی شخص نے زمین کو اجارہ پر لیا اور شرب کا ذکر نہ کیا تو شرب بھی استحساناً اجارہ میں داخل ہو جائے گا اور اگر زمین خریدی اور اس کے شرب یا پانی کی مسیل کا ذکر نہ کیا تو شرب یا مسیل کوئی بیع میں داخل نہ ہوگی اور اگر زمین میں شرب کا ذکر کیا اور مسیل کا ذکر نہ کیا تو شرب داخل ہوگا اور مسیل نہیں۔ اور اگر زمین کو مع ہر حق کے جو اس کے واسطے ثابت ہے خریدا گیا تو بیع میں شرب و مسیل دونوں داخل ہو جائیں گی اسی طرح اگر زمین کو مع اس کے مرافق کے خریدا گیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر کہا کہ مجھے ایک روز پانی پلا بعض اس کے کہ میرا یہ غلام ایک مہینہ تیری خدمت کرے گا ☆

اور اگر کسی شخص سے کہا کہ ایک روز تو مجھے اپنی نہر سے پانی پلا حتیٰ کہ میں اپنی نہر سے تجھے ایک روز پانی پلاؤں گا تو یہ جائز نہیں ہے اسی طرح اگر پانی پلانے کے مقابلہ میں کپڑا یا غلام قرار دیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر دوسرے نے پانی پلا کر کپڑا یا غلام لے لیا تو واپس کر دے اور پینے والے پر بمقابلہ اس اشفاق کے کچھ لازم نہ ہوگا یہ سراجیہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ مجھے ایک روز پانی پلا بعض اس کے کہ میرا یہ غلام ایک مہینہ تیری خدمت کرے گا یا میرے اس جانور پر ایک مہینہ سوار ہونا یا اسی قبیل سے اور معاوضات مقرر کئے تو سب باطل ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنا پانی مع اس کی مجاری کے فروخت کیا مگر زمین فروخت نہ کی اور اس گاؤں کا رواج یہ ہے کہ پانی پر خراج پڑتا ہے اور پانی مع اس کی مجاری کے فروخت کیا جاتا ہے تو بیع جائز ہے اور مشتری پر خراج لازم نہ ہوگا اور اگر زمین

میں دونوں نے مشتری پر خراج کی شرط کر لی ہو تو بیع فاسد ہونا چاہئے اور اگر شرط نہ کی ہو تو خراج بائع پر بحالہ باقی رہے گا اور خراج میں ہم عرف کا اعتبار نہیں کرتے ہیں اس واسطے کہ خراج کے معاملہ میں امام کی طرف سے ایسا حکم ہے پس عرف سے اس کا توڑ ناممکن نہیں ہے۔ ایک شخص نے بدون زمین کے شرب خرید کیا اور اس پر قبضہ کر کے اپنی زمین کے ساتھ فروخت کیا تو شرب کی بیع جائز نہیں ہے الا اس صورت میں کہ بائع اول جائز رکھے کیوں کہ مشتری خالی شرب کو خرید کر قبضہ کرنے سے اس کا مالک نہ ہوگا اس واسطے کہ بیع کسی شے موجود پر واقع نہیں ہوئی آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر اس نے زمین و شرب کو فروخت کیا تو بیع جائز ہے اگرچہ بیع کے وقت پانی منقطع ہوا اس واسطے کہ بیع اس پر واقع ہوئی ہے جو وقتاً فوقتاً حادثات ہوتا جائے گا پس مسئلہ مذکورہ میں بیع ثانی جائز نہ ہوگی اس واسطے کہ شرب بائع اول کی ملک میں باقی ہے اور بعض نے فرمایا کہ بدون زمین کے فقط شرب کی بیع کا حکم بیع فاسد کے مثل ہے جب اس نے قبضہ کر کے شرب کو فروخت کیا تو جائز ہونا واجب ہے اور یہی صحیح ہے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ ایک نہر دو شخصوں میں مشترک ہے دونوں میں سے ایک شخص نے وہ زمین جو اس نہر کے پہلو میں ہے فروخت کی اور نہر کے اُس طرف ایک راستہ ہے اور بیعنامہ میں زمین سمیعہ کی جانب نہر کی حد میں راستہ بیان کیا تو شیخ ابونصرؒ نے فرمایا کہ نہر بیع میں داخل نہ ہوگی اور فقیہ ابواللیثؒ نے فرمایا کہ داخل ہوگی اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر شرب کو بعوض ایک غلام کے فروخت کیا یا اس کو اجارہ پر دیا اور غلام پر قبضہ کر کے اس کو آزاد کر دیا تو عتق جائز ہے اور غلام کی قیمت کا ضامن ہوگا اسی طرح اگر باندی ہو اور اس سے وطی کر لی اور وہ حاملہ ہو گئی تو باندی مذکورہ اس کی ام ولد ہو جائے گی اور اس پر اس کی قیمت عتق لازم ہوگا اور کتاب البیوع کی روایت کے موافق عتق لازم نہ ہوگا اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرحسی میں ہے اور اگر ایک زمین کو دوسری زمین کے شرب کے ساتھ فروخت کیا تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ اور صحیح یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے یہ تارخانہ میں ہے۔ شرب جب زمین کے ساتھ فروخت کیا جائے تو شرب کے واسطے ثمن میں سے حصہ ہوگا یہ سراجیہ میں ہے۔ فتاویٰ فضلیؒ میں ہے کہ ایک شخص کے پاس دو قطعہ باغ انگور ہیں اس نے ایک قطعہ ایک شخص کے ہاتھ اور دوسرا دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور دونوں قطعوں کا مجرئی ایک ہے پھر قطعہ اعلیٰ کے مشتری نے نیچے کے قطعہ کے خریدار کو اس مجرئی سے روکا پس یہ مسئلہ فتاویٰ مذکور میں ذکر کیا مگر جواب ذکر نہ کیا اور حقیقت اس مسئلہ میں دو صورتیں ہیں یا تو دونوں قطعوں کا مالک ایک ہی شخص ہوگا یا مختلف ہوں گے پس اگر ہر وہ قطعات کے مالک مختلف ہوں پس اگر شرب کو بیع میں ذکر نہ کیا نہ صریحاً نہ دلالتاً تو شرب بیع میں داخل نہ ہوگا اور اگر ذکر کیا ہو خواہ صریحاً خواہ دلالتاً تو ہر مشتری کو اپنے قطعہ میں پانی جاری کرنے کا استحقاق ہوگا اور ہر مشتری اپنے بائع کا قائم مقام ہوگا اور اس میں تاخیر و تقدم کا کچھ اعتبار نہ ہوگا اور اگر مالک ایک ہی شخص ہو پس اگر شرب کو بیع میں ذکر نہ کیا نہ صریحاً نہ دلالتاً تو شرب بیع میں داخل نہ ہوگا اور اگر ذکر کیا پس اگر اوپر کا قطعہ پہلے فروخت کیا ہو تو نیچے کے قطعہ کے واسطے پانی جاری کرنے کا استحقاق نہ ہوگا لیکن اگر بائع نے قطعہ بالا فروخت کرنے کے وقت یہ شرط کر لی ہو کہ میرے واسطے اس مجرئی سے اپنے قطعہ زیریں میں پانی لے جانے کا استحقاق ہوگا تو استحقاق باقی رہے گا اور اگر نیچے کا قطعہ پہلے فروخت کیا ہو تو دونوں قطعہ کے خریداروں کو اپنے اپنے قطعہ میں پانی جاری کرنے کا استحقاق ہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کے دو مکان ہیں ان میں سے ایک کی چھت کا پانی دوسرے مکان کی چھت پر ہو کر بہتا ہے پس جس مکان کی چھت پر پانی بہتا ہے اس کو مالک نے ایک شخص کے ہاتھ مع ہر حق کے جو اس کو ثابت ہے فروخت کیا پھر دوسرا مکان دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کیا پھر مشتری اول نے چاہا کہ دوسرے مشتری کو اپنی چھت پر اس کے چھت کے پانی

۱۔ وہ جرمانہ جو نکاح صحیح کے خلاف وطی سے واقع ہوا

بہانے سے منع کرے تو اس کو یہ اختیار ہے لیکن اگر بائع نے وقت فروخت کے مشتری اول سے یہ شرط کر لی ہو کہ جو مکان میں نے نہیں فروخت کیا ہے اس کے پانی بہنے کا استحقاق اس مکان کی چھت پر ہو کر رہے گا تو اس صورت میں منع نہیں کر سکتا ہے نوازل میں ہے کہ دودار باہم متلاصق ہیں ان میں سے ایک کی عمارت بنی ہوئی ہے اور دوسرا خراب ہے پس اس نے خراب کو فروخت کیا اور بنے ہوئے مکان کے پر نالہ کے گرنے کی جگہ اور اس کے برف کے ڈالنے کی جگہ اسی خراب کھنڈل کے مکان میں ہے اور مشتری اس پر راضی ہو گیا تھا پھر اس نے ممانعت کرنی چاہی تو اس کو ممانعت کا اختیار ہے لیکن اگر بائع نے وقت فروخت کے اپنے واسطے پانی کی سیل و برف ڈالنے کا حق استثناء کر لیا ہو تو پانی کی سیل کا استثناء جائز ہے مگر برف ڈالنے کا استثناء نہیں جائز ہے اور فقیہ ابواللیثؒ نے فرمایا کہ اگر اس کے مکان کا پر نالہ اس دار میں ہو اور اس کے چھت کی سیل اسی طرف ہو اور یہ معلوم ہو گیا کہ یہ قدیم ہے تو اس کی سیل اپنے حال پر رہے گی اگرچہ شرط نہ کر لی ہو اسی طرح اگر اس کے چھتوں کی سیل دوسرے شخص کے دار کی طرف ہو اور اس طرف اس کا قدیمی پر نالہ ہو تو مالک دار کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اس کو منع کرے اور فتویٰ فقیہ ابواللیثؒ کے قول پر ہے یہ خزانہ المفتیین میں ہے۔ نوازل میں ہے کہ ایک شخص کی چھت کا پانی اس کے پڑوسی کی چھت پر استحقاق بہتا تھا پھر پڑوسی کی چھت گر پڑی تو اس کی درستی کرنا یعنی بنانا پڑوسی کے ذمہ ہے اور وہ اس کے بنانے پر مجبور نہ کیا جائے گا جیسا کہ علو اور سفلی (۱) میں ہوتا ہے اور جس کو پانی بہانے کا استحقاق تھا اس سے کہا جائے گا کہ پڑوسی کی چھت پر جس جگہ سے پانی جاری ہوتا تھا وہاں ایک نادق (۲) رکھ لے تاکہ پانی اس کی راہ سے بہہ کر گرنے کی جگہ پر گرے یہ خلاصہ میں ہے۔

بقالی میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی زمین مع اس کے شرب کے فروخت کی تو مشتری کو اس زمین کی قدر کفایت پانی ملے گا وہ سب نہ ملے گا جو بائع کے لیے تھا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص کی زمین ہے اور اس زمین میں نہر خاص ہے۔ پس اس نے نہر مذکور کو کسی شخص کے ہاتھ فروخت کی تو اصل میں مذکور ہے کہ بدون ذکر کے نہر کا حریم مثل راستہ کے بیچ میں داخل نہ ہوگا پھر اگر مشتری نے چاہا کہ اس زمین میں ہو کر اپنے اطراف نہر پر اصلاح کرنے کے واسطے جائے تو بدون رضامندی مالک زمین کے نہیں جاسکتا ہے ہاں بیچ نہر میں ہو کر جائے اور اگر نہر عامہ کے کنارے کسی شخص کی زمین ہو تو عامہ کو اس زمین میں ہو کر نہر پر پانی پینے پلانے اور جنگل کی صلاح کے واسطے جانے کا اختیار ہے مالک زمین ان کو منع نہیں کر سکتا ہے بشرطیکہ عامہ کے واسطے اس زمین کے سوائے دوسرا راستہ نہ ہو یہ خزانہ المفتیین میں ہے۔ ایک زمین میں ایک کنواں ہے اور زمین و کنواں دونوں دو شخصوں میں مشترک ہیں پھر ایک نے اپنے کنویں کا حصہ مع اس کے راستہ کے جو زمین میں ہو کر ہے فروخت کیا اور اپنا حصہ زمین فروخت نہ کیا تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ اس نے قطعہ معلومہ میں سے اپنا حصہ ایسے مقام سے جو اس کے اور اس کے شریک کے درمیان مشترک ہے فروخت کیا پس بدون اجازت اس کے شریک کے جائز نہ ہوگا جیسا کہ مشائخ نے دو شخصوں کے درمیان مشترک دار میں فرمایا کہ اگر ایک نے اپنے حصہ کو بیت معین میں سے فروخت کیا تو بدون رضامندی شریک کے نہیں جائز ہے پس ایسا ہی اس مقام پر ہے اور اصل میں یہ مسئلہ اسی طرح مذکور ہے اور یہ تفصیل نہیں فرمائی کہ کنویں اور راستہ دونوں کی بیچ نا جائز ہے یا فقط راستہ کی بیچ جائز نہیں ہے پس بعض مشائخؒ نے فرمایا کہ بالاجماع کنویں کی بیچ جائز ہے اور راستہ کی بیچ نا جائز ہے اور شیخ الاسلام نے شرح میں کہا کہ یہی قول اصح ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر نصف کنواں بغیر راستہ کے فروخت کیا تو جائز ہے اور مشتری کے واسطے زمین سے ہو کر راستہ نہ ہوگا اور اگر اس نے کنویں و زمین دونوں میں سے اپنا حصہ فروخت کیا اور زمین میں اس کا حصہ آدھا ہے تو پوری بیچ جائز ہے اس واسطے کہ بیچ معلوم ہے اور مشتری بائع کے قائم مقام

(۱) بیچ کا مکان ۱۲ (۲) پر نالہ چند سوراخ دار نل کے مثل ہوتا ہے ۱۲

ہو جائے گا اور اس بیع کے صحیح ہونے میں شریک کا کچھ ضرر نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے اور شیخؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مشتری نے پانی کا وہ حصہ خریدا جس کو اس کا مالک اپنے شریکوں کے ساتھ گاؤں کے نیچے لے جاتا تھا حالانکہ خریدار کی زمینیں گاؤں کے اوپر کی طرف ہیں اور اس میں ضرر ہے تو فرمایا کہ اگر بائع نے مع اس کی مجاری کے فروخت کیا ہے تو بیع جائز ہے اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ اپنی زمین جس کا شرب اس نہر میں سے ہے بیچے لیکن مشتری کو بائع کی نوبت کے روز پانی لینے کا اختیار دیا جائے گا اور باقی شریکوں کے پانی لینے کی حاجت کے واسطے نہر بھری ہوئی رہے گی یہ حاوی میں ہے۔

نمبر ۱۲۵ ☆

ان چیزوں کے احکام میں جن کو انسان نئی بنائے اور جن سے منع کیا جائے گا اور جن سے نہیں کیا جائے گا اور جو موجب ضمان ہے اور جو موجب ضمان نہیں ہے

واضح ہو کہ نہریں طرح کی ہیں ایک نہر عام جو کسی کی مملوک نہ ہو جیسے فرات و دجلہ دوم نہر عام جو عام لوگوں کی مملوک ہو جیسے نہر مردوخ سوم نہر خاص جو خاص جماعت کی مملوک ہو پس جو نہر عامہ کسی کی مملوک نہ ہو اس میں سے ہر شخص کو اختیار ہے کہ نہر کھود کر اپنی زمین میں لے جائے بشرطیکہ دریائے مذکور کو ضرر نہ پہنچتا ہو اور اگر ضرر پہنچتا ہو تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے اس واسطے کہ عامہ کا ضرر دور کرنا بہ نسبت ایک شخص کے دفع ضرر کے اولیٰ ہے اسی طرح اگر امام المسلمین نے چاہا کہ نہر اعظم میں سے کسی شخص کا شرب مقرر کرے یا کوہ بڑھادے پس اگر عام لوگوں کو مضر ہو تو نہیں جائز ہے اور اگر ان کو ضرر نہ ہو تو جائز ہے ایک شخص نے نہر اعظم کے بہاؤ پر اپنی زمین میں ایک پن چکی قائم کی اور کسی کو اس سے ضرر نہیں پہنچتا ہے مگر اس کے بعض پڑوسیوں نے منع کرنا چاہا تو ان کو یہ اختیار نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

نہر میں شرکت عام کا کیا مطلب ہے؟

نہر مملوک جس کا پانی بٹائی میں آچکا ہے مگر شرکت عام ہے اور شرکت عام کے یہ معنی ہیں کہ اس میں سویا زیادہ شریک ہیں تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے چاہا کہ اس میں سے نہر کھود کر اپنی زمین موات میں جس کو اس نے زندہ کیا ہے لے جائے تو وہ اس سے منع کیا جائے گا خواہ یہ امر اہل نہر کے واسطے مضر ہو یا نہ ہو اور جو نہر مملوک کہ اس کا پانی بٹائی میں آچکا ہے مگر اس میں شرکت خاصہ ہے اور شرکت خاص کے معنی یہ ہیں کہ اس میں سو سے کم شریک ہوں تو اس کا بھی یہی حکم ہے جو ہم نے نہر مشترک عامہ میں بیان کیا ہے کہ اگر اس میں سے نہر کاٹ کر کوئی شریک اپنی زندہ کی ہوئی زمین میں لے جائے تو منع کیا جائے گا خواہ اہل نہر کو مضر ہو یا نہ ہو۔ اور اگر اہل نہر نے چاہا کہ نیچے والے لوگوں کی طرف پانی جانے سے روک دیں پس اگر پانی بکثرت ہو کہ اگر چھوڑ دیا جائے اور بند نہ کیا جائے تو ہر شخص کو اپنا حصہ شرب بخوبی پہنچ جائے تو اوپر والوں کو بند کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر نہر میں پانی تھوڑا ہو کہ اوپر والے بدون نہر بند کئے اپنا حق شرب نہیں پاسکتے ہیں تو اس میں دو صورتیں ہیں کہ اگر پانی اتنا ہو کہ اگر چھوڑ دیا جائے تو نیچے والوں کو اس سے بالکل انتفاع حاصل نہ ہو یعنی یہی نہر اس پانی کو چوس جائے تو اوپر والوں کو روکنے و بند کرنے کا استحقاق ہوگا اور اگر اتنا پانی ہو کہ در صورت نہر کے چھوڑ دینے کے نیچے والے بھی انتفاع حاصل کریں تو اوپر والے بند نہیں کر سکتے ہیں بلکہ پہلے یہی کیا جائے گا کہ نہر چھوڑ کر نیچے

یعنی نہر کے بہاؤ میں خریدار کی زمین اول میں ہے اور بائع اپنا حصہ اس سے نیچے کی طرف لے جاتا تھا ۱۲

صورت ضرر سابق میں مذکور ہوئی ہے ۱۲ منہ

والے سیراب کئے جائیں گے پھر اس کے بعد اوپر والوں کو اختیار ہوگا کہ نہر کو بند کر لیں تاکہ پانی ان کی اراضی پر چڑھ جائے اور امام خواہر زادہ نے فرمایا کہ اس صورت میں ہمارے مشائخ نے استحسان کیا ہے کہ در صورتیکہ نیچے والے نہر بند کئے جانے سے انکار کریں تو امام المسلمین دن تقسیم کر دے گا پھر اوپر والے اپنی باری کے دنوں میں جو چاہیں کریں تاکہ نیچے والوں سے ضرر دور ہو اور واضح ہو کہ جس صورت میں اوپر والوں کے واسطے نہر بند کرنا روا ہے۔ اس میں ان کے واسطے یہی روا ہے کہ نہر کو مثل لوح وغیرہ کسی چیز سے بند کریں اور یہ روا نہیں ہے کہ مٹی سے بند کریں یہ محیط میں ہے۔ اور اگر باہم سب اس پر راضی ہوئے کہ اہل نہر اس کو یہاں تک بند کر لیں کہ ان کی اراضی سیراب ہو جائیں تو جائز ہے اور اگر باہم اس طرح صلح کی کہ ہر شخص اپنی باری کے روز نہر کو بند کرے تو بھی جائز ہے اس وجہ سے کہ نہر میں کبھی پانی اس قدر قلیل ہوتا ہے کہ ہر شخص کو سینچنے کے واسطے بند کرنے کی ضرورت ہوتی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور جو پانی پہاڑ سے گرتا ہے اور جنگل میں رواں ہوتا ہے اس میں اختلاف ہے بعض نے فرمایا کہ اوپر والوں کو اختیار ہے کہ اس پانی کو بند کر لیں اور نیچے والوں کی طرف جانے سے روک دیں لیکن ان کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنی حاجت سے زائد بقصد ضرر رسانی اہل زیریں کے پانی کو روکیں اور اسی کو امام سرخسی نے اختیار کیا ہے اور بعض نے فرمایا کہ جب وہ پانی جنگل میں آ گیا تو مثل نہر مشترک کے ہو گیا تو اس کا حکم وہی ہوگا جو نہر مشترک میں مذکور ہوا ہے ہاں اگر کوئی بہتا پہاڑ سے نیچے آئی اور جنگل کے روئے زمین پر پھیل گئی تو اس پانی پر جس کا ہاتھ پہلے پڑا اسی کا ہوگا یہ وجہ کر دہی میں ہے۔

اگر ایک نہر ایک قوم میں مشترک ہو اور اس پر ان کی اراضی ہوں اور قوم میں سے ایک شخص نے چاہا کہ اس نہر میں سے کاٹ کر ایک نہر اپنی ایک زمین میں جس کا شرب اس نہر سے تھا یا ایسی زمین میں جس کا شرب اس نہر سے تھا لے جائے تو بدون رضامندی شریکوں کے اس کو یہ اختیار نہیں ہے پس ایسی زمین میں جس کا شرب اس نہر سے نہیں ہے کاٹ لے جانے کی صورت کا اس وجہ سے اختیار نہیں ہے کہ وہ شریکوں کی بہ نسبت زیادہ پانی لینا چاہتا ہے اور اس وجہ سے کہ وہ مشترک کنارہ نہر کو توڑنا چاہتا ہے اور جس صورت میں کہ ایسی زمین میں لے جانا چاہے جس کا شرب اسی نہر سے ہے تو عدم جواز کی یہ وجہ ہے کہ وہ مشترک کنارہ نہر کو توڑنا چاہتا ہے۔ اسی طرح اگر ایک نے اس نہر پر پن چکی قائم کرنے کا قصد کیا تو بھی بدون رضامندی شریکوں کے اس کو یہ اختیار نہ ہوگا اور اگر وہ جگہ جہاں پن چکی قائم کرنا چاہتا ہے اس کی ملک ہو مثلاً نہر کے دونوں کنارے یا ملکہ نہر اس کی ملک ہو اور اس کے غیروں کو پانی جاری کرنے کا استحقاق ہو تو دیکھا جائے گا کہ اگر پن چکی قائم کرنے میں پانی کے اجرا میں ضرر ہوتا ہے تو وہ شخص منع کیا جائے گا اور اگر ضرر نہ ہوتا ہو تو منع نہ کیا جائے گا اور اس طرح اگر نہر مذکور پر والیہ لیا سانیہ قائم کرنا چاہے تو اس کا بھی وہی حکم ہے جو ہم نے پن چکی کی صورت میں بیان کیا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر نہر خاص پر ہر ایک کا بندان ہو تو کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنا کوہ بڑھالے اگرچہ اہل نہر کے حق میں مضر نہ ہو اور اگر نہر اعظم میں کوہ ہو پھر اس نے اپنی ملک میں ایک یا دو کوہ بڑھائے حالانکہ اس سے اہل نہر کو کچھ ضرر نہیں ہے تو اس کو اختیار ہے یہ کافی میں ہے۔ اور امام ابو یوسف سے دریافت کیا گیا کہ ایک قوم کی نہر خاص ہے اس میں نہر اعظم سے پانی آتا ہے اور قوم میں سے ہر ایک کا اس نہر میں معین کوہ ہے پھر ایک نے چاہا کہ اپنا کوہ بند کر کے دوسرا کھول لے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے اور یہ ظہیر یہ میں ہے اگر ایک شخص کی نہر خاص ہو جس میں وادی کبیر سے پانی آتا ہو جیسے فرات و دجلہ و سحان و جیحان اور یہ نہر خاص اس کی خاص ایک زمین کے سینچنے کے واسطے ہے اس میں اس کا شریک نہیں ہے اور وادی کبیر پر اور نہریں واقع ہیں پھر شخص مذکور نے اپنی اس

۱۔ والیہ بمانند ذہینگی اور سانیہ اس سے چھوٹا ہوتا ہے ۱۲ منہ ۲۔ یہ نام بڑے بڑے دریاؤں کے ہیں فرات و دجلہ شام میں و سحان و جیحان بھی شام میں ہیں جنہوں و سحان تاتار میں ہیں اور ظاہرا جن جنگلوں میں بہتے ہیں ان کو بھی اسی کے نام سے بولتے ہیں قال المخطب

زمین کو خفیف سمجھ کر چاہا کہ اپنی نہر کا پانی اپنی دوسری زمین کی طرف لے جائے تو کتاب میں فرمایا کہ اگر یہ امر اس نے پانی کی بڑھاؤ کی حالت میں کیا اور وادی کا پانی بہت کثرت سے ہے کہ نہروں والے اس پانی کے جو یہ شخص لئے جاتا ہے محتاج نہیں ہیں اور ان کو مضر نہیں ہے تو اس نہر والے کو اختیار ہوگا کہ پانی جہاں چاہے لے جائے اور اگر وادی کے نہروں والوں کو ضرر پہنچتا ہو اور وہ لوگ اس پانی کے محتاج ہوں تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اس زمین کے سوائے دوسری زمین کی طرف پانی لے جائے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر ایک شخص کا کوہ ایک قوم کی مشترک نہر میں ہو پھر اس نے چاہا کہ اس کو پست کر دے اور زمین اُگاردے تاکہ پست ہو کر پانی زیادہ بھرے تو کتاب میں مذکور ہے کہ اس کو یہ اختیار ہے اس واسطے کہ وہ اس اُگارنے میں اپنی ملک میں یعنی کوہ میں تصرف کرتا ہے اور شیخ شمس الامامہ حلوانی سے روایت ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب یہ معلوم ہو کہ کوہ پست تھا اور ریت آ جانے سے پٹ کر بلند ہو گیا تھا پس وہ اُگارنے کو پست کرنے میں یہ چاہتا ہے کہ اس کو حالت سابقہ پر لائے اور اگر یہ معلوم ہو کہ یہ کوہ ایسا ہی بلند بنا ہوا تھا اور اب اس کو پست کرنا چاہتا ہے تو اس سے منع کیا جائے گا کیونکہ وہ اس فعل سے یہ چاہتا ہے کہ زیادہ پانی لے یہ ظہیر یہ میں ہے اور اگر ایک شخص نے چاہا کہ اپنا کوہ جو پست ہے اس کو بلند کرے تاکہ اس کی زمین میں پانی کم آئے تو اس کو یہ اختیار ہے اور بنا بر قول ہمارے شیخ امام کے یہ حکم اس وقت ہے کہ وہ بلند کرنے سے یہ چاہتا ہے کہ جیسا دراصل تھا ویسا کر دے اور اگر یہ چاہتا ہو کہ جس حالت پر اصل میں تھا اس سے متغیر کر دے تو منع کیا جائے گا اور شیخ امام محمدؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک اصح یہ ہے کہ وہ کسی حال میں منع نہ کیا جائے گا یہ مبسوط میں ہے اور اگر شریکوں میں سے ایک شخص نے اپنا کوہ جوڑا کرنا چاہا تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے فرمایا کہ اس وجہ سے کہ اس میں اس کے حق سے زائد پانی جائے گا پس اس کو یہ اختیار نہ ہوگا اور اگر نیچاؤ نہر کا اُگارنا چاہا تو جائز ہے اور اگر نہر کا چوڑاؤ زیادہ کرنا چاہا تو نہیں جائز ہے یہ بدائع میں ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ امام ابو یوسفؒ سے پوچھا گیا کہ نہر مرو جو ایک بڑی نہر ہے اور مرو میں اہل مرو کے اس نہر میں حصوں کے کنویں ہیں اور وہ معروف ہیں پھر ایک شخص نے ایک زمین موات کو زندہ کیا اور اس کا شرب اس نہر سے نہیں ہے پس اس شخص نے مرو کے اوپر سے ایسی جگہ سے جس کا کوئی مالک نہیں ہے ایک نہر کھودی اور اس نہر عظیم سے اس میں پانی پہنچایا تو فرمایا کہ اگر یہ نہر جو اس نے نئی تیار کی ہے اہل مرو کے پانی کے حق میں کھلا ہوا ضرر دیتی ہو تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے اور وہ اس بات سے منع کیا جائے گا سلطان اس کو منع کر دے اور اسی طرح ہر شخص اس کو منع کر سکتا ہے اس واسطے کہ نہر عظیم کا پانی حق عامہ ہے اور عوام میں سے ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنی ذات سے ضرر دفع کرے اور اگر یہ امر اہل مرو کے حق میں مضر نہ ہو تو اس کو ایسا کرنے کا اختیار ہے منع نہ کیا جائے گا۔ اس واسطے کہ وادی عظیم میں جو پانی ہے وہ اصلی اباحت پر ہے گا اور جب تک تقسیم میں داخل نہ ہو تب تک کسی کا حق نہ ہوگا اسی واسطے مسئلہ کو اس طرح مفروض کیا کہ اس نے مرو کے اوپر سے نہر کھودی ہے اور اگر ان لوگوں کے حق میں مضر ہو تو ہر شخص کو اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ دوسرے کو ضرر پہنچائے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کسی شخص کی نہر خاص ہو کہ وہ ایک قوم کی مشترک نہر خاص سے پانی لیتی ہو پس اس نے چاہا کہ اس پر پل باندھ کر اس کو مضبوط کرے تو اس کو اختیار ہے اور اگر اس پر پل بندھا ہوا ہو مضبوطی ہو پس اس نے چاہا کہ کسی سبب سے یا بلا سبب اس کو توڑ دے پس اگر اس کے توڑنے سے اس میں پانی زیادہ نہ آتا ہو تو اس کو اختیار ہے کیونکہ وہ اپنی خالص ملک کی عمارت دور کرتا ہے اور اگر اس سے پانی زیادہ آتا ہو تو بوجہ حق شرکاء کے اس کو ممانعت کی جائے گی یہ کافی میں ہے اور میں نے دریافت کیا کہ دو شخصوں کی مشترک نہر جس کے نہر اعظم سے پانچ کوہ ایک قوم میں مشترک ہر ایک کی ایک نہر جن میں سے بعض کے دو بعض کے تین کوئیں ہیں پس نیچے

والوں نے اوپر والوں سے کہا کہ تم لوگ اپنے حق سے زیادہ پانی لیتے ہو اس واسطے کہ پانی کے چڑھاؤ اور کثرت کی وجہ سے تمہارے دبانوں میں پانی زیادہ جاتا ہے اور ہمارے یہاں تک جس قدر پانی پہنچتا ہے وہ تھوڑا اور نیچا ہوتا ہے پس ہم چاہتے ہیں کہ تم لوگ بھی اسی قدر کمی کر لو اور ہم تمہارے سینچنے کے واسطے چند ایام معلومہ مقرر کر دیں کہ ان دنوں ہم اپنے کنوئیں بند رکھا کریں اور تم ہمارے واسطے اسی طرح ایام معلومہ مقرر کر دو کہ ان دنوں تم اپنے کنوئیں بند رکھا کرو تو فرمایا کہ ان کو یہ اختیار نہیں ہے اور جس طرح چلا آتا ہے اسی حال پر چھوڑا جائے گا کیونکہ ایک بار اس کی تقسیم ہو چکی پس بعض کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ دوسری تقسیم کی درخواست کرے پھر اصل یہ ہے کہ جو امر قدیمی پایا جائے وہ اسی طرح چھوڑ دیا جائے گا اور اس میں تغیر بدون کسی حجت کے نہ کیا جائے گا۔ اسی طرح اگر نیچے والے لوگوں نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ نہر کا دہانہ چوڑا کر دیں اور اس میں زیادہ کنوئیں بنادیں اور اوپر والوں نے کہا کہ اگر تم لوگوں نے ایسا کیا تو پانی کی کثرت ہو جائے گی حتیٰ کہ ہماری زمین میں سیلان ہوگا اور ہماری اراضی نمناک ہو جائے گی تو بھی نیچے والوں کو کوئی نئی بات پیدا کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر ان میں سے کسی شخص نے ہر روز کے حساب کوئی کنوئیں بعوض کسی قدر معاوضہ کے فروخت کیا یا اجارہ پر دیا تو نہیں جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔

پانی کا کھیت کے کناروں سے تجاوز کرنا ☆

ایک شخص نے اپنی زمین سینچی اور پانی تجاوز کر کے اس کے پڑوسی کی زمین میں پہنچا پس اگر اس نے اس طور سے جاری کر دیا تھا کہ پانی اس کی زمین میں نہیں ٹھہرتا تھا بلکہ جا کر پڑوسی کی زمین میں قرار پکڑتا تھا تو ضامن ہوگا اور اگر اس کی زمین میں ٹھہر کر وہاں سے کچھ دیر بعد تجاوز کر کے پڑوسی کی زمین میں جاتا تھا پس اگر پڑوسی نے پیشتر اس سے کہہ دیا ہو کہ درمیان میں مضبوطی و بندش کر لے تا کہ میری زمین میں پانی نہ آنے پائے مگر اس نے بندش نہ کی تو استحساناً ضامن ہوگا اور اگر اس نے پیشتر نہیں کہا تھا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر اس کی زمین انچائی پر ہو اور پڑوسی کی انچائی میں ہو اور وہ جانتا ہے کہ اگر میں نے اپنی زمین میں پانی دیا تو پڑوسی کی زمین میں تجاوز کر جائے گا تو ضامن ہوگا اور اس کو حکم دیا جائے گا کہ درمیان میں بدان باندھ لے تا کہ پانی تجاوز نہ کرے اور جب تک بدان نہ باندھے تب تک اس کو سینچنے سے ممانعت کی جائے گی اور اگر اس کی زمین انچائی پر نہ ہو تو منع نہ کیا جائے گا اور مؤلفؒ نے فرمایا کہ عامہ کتب میں یوں مذکور ہے کہ اگر اس نے غیر معتاد سینچنا سینچا تو ضامن ہوگا اور اگر معتاد سینچنا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر اس کی زمین میں سوراخ و چھید ہوں پس اگر اس نے چھیدوں کو جان کر بند نہ کیا ہو یہاں تک کہ پڑوسی کی زمین خراب ہوگئی تو ضامن ہوگا اور اگر نہ جانتا ہو تو ضامن نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر کسی شخص نے بغیر حق زمین کو سینچا یا اپنی باری کے سوائے دوسرے وقت میں سینچا یا اپنے حق سے زیادہ سینچا یا نہر میں نہر کی برداشت سے زیادہ پانی جاری کر دیا پانی کو کسی نہری موضع کی طرف رواں کر دیا جہاں رواں کرنے کا استحقاق اس کو نہیں ہے یا ایسی صورت میں نہر کو بند کر دیا جس میں اس کو بند کرنے کا استحقاق نہیں ہے اور پانی چڑھ آیا اور نہر کے کنارے سے بہنا شروع ہوایا اس نے نہر کا کنارہ خراب کر دیا یہاں تک کہ پانی نہر کے کنارہ سے بہنا شروع ہوا اور اس نے کسی شخص کی کھیتی کو خراب کر دیا تو ان سب صورتوں میں یہ شخص ضامن ہوگا کہ اس نے تعدی کی ہے یہ غیاثہ میں ہے ایک شخص نے اپنی زمین کو سینچا اور بھر دیا پھر اس کا بانی دوسرے شخص کی زمین میں تجاوز کر گیا اور اس کو غرق کر دیا یا وہ نمناک ہوگئی تو اس پر ضمان واجب نہ ہوگی اور فقیہ ابو جعفرؒ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ اس نے معتاد سینچنا سینچا ہو کہ لوگ عادت کے موافق ایسا سینچتے ہوں اور اگر اس نے غیر معتاد سینچا ہو تو ضامن ہوگا اور

۱۔ یہ مسئلہ مختلف وضع کے ساتھ اپنے اپنے مناسب موقع پر ذکر ہو چکا ہے ۱۲

اگر اس کی زمین میں چوہے کے بل ہوں کہ وہ پڑوسی کی زمین تک تجاوز کر گئے ہوں پس ان سوراخوں کی راہ سے پانی گیا اور اس کی زمین غرق ہوگئی تو دیکھا جائے گا کہ اگر اس شخص کو چوہوں کے بل سے آگاہی نہ تھی تو ضامن نہ ہوگا کیونکہ اس نے تعدی نہیں کی ہے اور اگر جانتا تھا تو ضامن ہوگا کیونکہ اس نے تعدی کی اور اسی قیاس پر مشائخ نے فرمایا کہ اگر کسی نے نہر کا دہانہ کھولا اور نہر میں سے پانی بہہ کر اس کے پڑوسی کی زمین میں پہنچا اور وہ غرق ہوگئی تو دیکھا جائے گا کہ اگر اس نے نہر میں اس قدر پانی رواں کیا جس قدر عرف و عادت کے موافق ایسی نہر میں جاری کیا جاتا ہے تو ضامن نہ ہوگا اور اگر اس قدر پانی رواں کر دیا جس قدر ایسی نہر میں عرف و عادت کے موافق نہیں رواں کیا جاتا ہے تو ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کسی شخص نے اپنی زمین میں گھانس یا کٹے ہوئے مٹھے جلانے پھر آگ دائیں بائیں چھٹک گئی اور اس نے کسی غیر کے مال میں سے کچھ جلا دیا تو یہ شخص ضامن نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ اس سبب کے برا بیخستہ کرنے میں متعدی و ظالم نہیں ہے اس واسطے کہ ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنی ملک میں مطلقاً آگ جلانے اور اپنی ملک میں مالک کا تصرف کرنا بشرطیکہ سلامت^۱ متقید نہیں ہوتا ہے اور ہمارے بعض مشائخ^۲ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب آگ جلانے کے وقت ہو ابند ہو اور اگر ایسے وقت آگ جلائی کہ ایسی ہو اچل رہی تھی کہ یہ جانتا تھا کہ ہو اس آگ کو غیر کی ملک میں اڑالے جائے گی تو یہ شخص ضامن ہوگا بمنزلہ اس صورت کے کہ اس نے غیر کی ملک میں آگ جلائی کہ اس صورت میں ضامن ہوتا ہے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر کسی نے اپنے پرنا لہ میں کوئی چیز بہائی حالانکہ وہ جانتا ہے کہ پرنا لہ کے نیچے کوئی شخص بیٹھا ہے پس یہ چیز جو اس نے بہائی ہے اس شخص کے کپڑوں پر پڑی تو جس نے بہائی ہے وہ ضامن ہوگا اگرچہ اس نے اپنی ملک میں بہائی ہے یہ مبسوط میں ہے۔

نوازل میں ہے کہ ایک نہر ایک قوم کی زمین میں جاری ہے پھر وہ نہر شق ہوگئی اور قوم کی بعض زمین خراب کردی تو زمین کے مالکوں کو اختیار ہے کہ اہل نہر سے اس بات کا مواخذہ کریں کہ نہر کی عمارت درست کرو اور اپنی زمین کی عمارت کا مواخذہ نہیں کر سکتے ہیں یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک شخص نے پن چکی کی نہر میں ایک بکری مردار ڈال دی پھر پانی اس کو طاحونہ میں بہا لیا گیا پس اگر نہر کو آگاہی نہ پڑے تو وہ ضامن نہ ہوگا اور اگر آگاہی نہ کی احتیاج پڑے تو وہ ضامن ہوگا بشرطیکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اسی وجہ سے نہر خراب ہوگئی ہے اور واضح ہو کہ در صورتیکہ نہر آگاہی نہ کی احتیاج نہیں پڑی ہے۔ مردار بکری ڈالنے والے کو متعدی نہیں قرار دیا اس واسطے کہ یہ امر اس کی قوت کی دلیل ہے اور چاہئے کہ یوں کہا جائے کہ جیسے اس نے بکری مردار ڈالی ہے ویسے ہی پانی میں بیٹھ گئی اور ٹھہری پھر بہہ گئی تو ہر حال میں اس پر ضمان واجب نہ ہوگی یہ ذخیرہ و کبریٰ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی زمین سینچی اور پھر پانی کو نہر میں رواں رہنے دیا یہاں تک کہ اس کی زمین سے آگے تجاوز کر گیا اور حال یہ تھا کہ نیچے کی طرف نہر میں کسی شخص نے مٹی ڈال دی ہے پس پانی رُک کر ایک طرف کو جھکا اور کنارہ توڑ کر پانی تجاوز کر گیا اور ایک شخص کی روئی کا کھیت خراب کر دیا تو ضمان اس شخص پر واجب ہوگی جس نے نہر میں مٹی ڈال دی ہے۔ اور جس نے نہر میں چھوڑ دیا ہے اس پر کچھ واجب نہ ہوگا بشرطیکہ نہر میں^۳ اس کا حق ہو یہ خلاصہ میں ہے ایک شخص کی نہر ایک شخص کے دار کے قریب ہے پس اس نے نہر میں پانی جاری کیا اور پانی ایک بل میں ہو کر پڑوسی کے گھر میں داخل ہو گیا تو مشائخ^۴ نے فرمایا کہ اگر اس نے اس قدر پانی جاری کیا جس کو نہر برداشت کر سکتی ہے اور بل چھپا ہوا تھا اور اگر بل نہ ہوتا تو پڑوسی کے گھر میں پانی نہ جاتا تو وہ ضامن نہ ہوگا اور اگر اس قدر پانی نہ بہایا جس کو نہر برداشت نہیں کر سکتی ہے اور پانی

۱۔ یعنی یہ شرط نہیں ہوتی کہ مالک اپنی زمین میں اس طرح تصرف کرے کہ غیر کی طرف ضرر متعدی نہ ہو یہ ایسے تصرف میں ہے کہ جس سے عام ضرر ظاہر نہ ہو جیسے چمڑا سڑانا وغیرہ کہ یہ درحقیقت دوسروں پر ضرر ہے ۱۲۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ مراد نہیں کہ اگر نہر میں اس کا کچھ حق نہ ہوتا تو پانی جاری کرنے سے ضامن ہوتا کیونکہ پانی تو جاری تھا بلکہ تاوان صرف اس وجہ سے ہوا کہ اس نے نہر کا دہانہ کھول دیا ہے یا اس وجہ سے کہ اس نے ناحق اپنی زمین سینچی جیسے اوپر گذرانا فہم لیکن بقول خواہر زادہ اس پر ضمان کا فتویٰ نہیں ہے ۱۲۔

تجاوز کر کے اس پڑوسی کے دار میں چلا گیا تو ضامن ہوگا اسی طرح اگر مل ظاہر ہو اور وہ جانتا ہو کہ پانی تجاوز کر کے اس مل سے پڑوسی کے گھر میں چلا جائے گا تو ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے اپنا درخت جو نہر کے کنارے لگا ہے قلع کیا اور مٹی نہر میں گری اور اس کو بند کر دیا پس مالکان نہر نے ایک شخص کو مزدور مقرر کیا تا کہ وہ نہر میں پانی جاری کر دے کہ مٹی تر ہو جائے اور اس کا اگارتا آسان پڑے پھر مزدور سو گیا یہاں تک کہ نہر بھر گئی اور پانی تجاوز کر کے ایک شخص کا کھلیان غرق کر دیا تو مزدور پر ضمان واجب نہ ہوگی اور رہا درخت کاٹنے والا سو اگر درخت نے بڑھ کر نہر کے دونوں جانب گھیر لئے اور راہ تنگ کر دی ہو تو ضامن نہ ہوگا اور اگر نہر کے دونوں کنارے تک نہ پہنچا ہو بلکہ راہ کھلی ہو تو کاٹنے والا ضامن ہوگا۔ ایک شخص نے نہر بند کر دی اور پانی سے ایک شخص کا گھر گر پڑا تو بند کرنے والا ضامن ہوگا یہ وجہ کر دہی میں ہے۔ فتاویٰ بقالی میں ہے کہ اگر کسی شخص نے نہر کا پانی کھول کر چھوڑ دیا پس پانی بڑھ گیا یا نہر کو کھولا اور اس میں پانی نہ تھا پھر پانی آ گیا تو ضامن نہ ہوگا اور اسی پر اعتماد ہے اور اگر شریکوں کی نہر بند کر دیں یہاں تک کہ نہر بھر گئی اور کنارہ شق ہو گیا اور ایک شخص کا روئی کا کھیت ^(۱) غرق ہو گیا یا ایک شخص نے نہر میں پانی چھوڑ دیا اور اس نہر سے اور چھوٹی چھوٹی نہریں نکلی ہوئی ہیں جن کے دہانہ کھلے ہیں پس ان دہانوں سے پانی بھرا اور کسی شخص کا کھیت برباد ہو گیا تو دونوں صورتوں میں ضامن ہوگا اور فتاویٰ صغریٰ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کا شرب تلف کر دیا یا اس طور کہ اس کے شرب سے اپنی زمین بیخ لی تو امام بزودی نے فرمایا کہ وہ ضامن ہوگا اور شرب الاصل کی شرح میں امام سرخسی نے ضمان شرب کی صورت یوں ذکر فرمائی ہے کہ دیکھا جائے کہ اگر شرب کی بیج جائز ہوتی تو یہ شرب کتنے کو خریداجاتا پس وہی مقدار ضمان ہے اور امام خواہر زادہ نے فرمایا کہ وہ شخص ضامن نہ ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے یہ خلاصہ میں ہے۔

شیخ ابو بکر سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کے دار میں پانی کا مجری ہے اس نے اس کو تحویل کر کے اپنے دار کے ایک کنارہ پر کر دیا پس اس وجہ سے اس کے پڑوسی کی دیوار منہدم ہو گئی تو فرمایا کہ وہ شخص ضامن ہے پھر دریافت کیا گیا کہ اگر اس نے مجری و پڑوسی کی دیوار کے درمیان کشادہ جگہ چھوڑ دی ہو مگر پانی کی وجہ سے اس کے پڑوسی کی دیوار نمناک ہو گئی تو فرمایا کہ وہ ضامن ہے خواہ اس نے جگہ چھوڑی یا نہ چھوڑی ہو اس لیے کہ اس نے مجری کی تحویل کرنے میں ظلم کیا کیونکہ غیر کے حق میں تصرف کیا پس جو خرابی اس سے پیدا ہو اس کا وہ ضامن ہے اور اگر اس نے مجری اول کو اپنے حال پر چھوڑ دیا مگر اس نے یہ دوسرا مجری بنایا تو فرمایا کہ اگر اس نے جدید مجری و پڑوسی کی دیوار کے درمیان بقدر دو گز کے جگہ چھوڑی ہو تو ضامن نہ ہوگا کیونکہ یہ ایسی چیز ہے جو اس نے اپنی ملک میں پیدا کی ہے اور فقیہ ابواللیث نے فرمایا کہ یہ یعنی جو ہم نے ذکر کیا ہے اس وقت ہے کہ جب اس نے نہر سے پانی ایسی جگہ سے نکالا ہو جہاں سے نکالنے کا اس کو استحقاق نہیں ہے اور اگر اس نے ہر دو کنارہ نہر کو ایسی جگہ سے شق کیا ہو جہاں اس کو استحقاق ہے اور وہاں سے دوسری جگہ پانی جاری کیا ہو تو وہ دونوں صورتوں میں ضامن نہ ہوگا بشرطیکہ مجری و دیوار جار کے درمیان جگہ چھوڑی ہو یہ محیط میں ہے۔ ایک زمین ایک نہر عام کے کنارے واقع ہے یا دریائے فرات کے کنارے واقع ہے اور عام لوگوں کو اس زمین میں ہو کر سینچنے و اصلاح نہر کے واسطے آمد و رفت کا استحقاق حاصل ہے تو مالک زمین کو یہ اختیار نہیں ہے کہ ان کو منع کرے بشرطیکہ سوائے اس زمین کے ان کا کوئی راستہ نہ ہو یہ جو اہر اخلاطی میں ہے۔ ایک شخص کی زمین ایک نہر پر واقع ہے اس کا شرب اسی نہر سے ہے پھر اس نے دوسری زمین خریدی جس کا شرب اس نہر سے جو اس کے زمین اول کے پہلو میں واقع ہے نہیں ہے تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اپنی زمین میں سے دوسری زمین کی طرف پانی جاری کرے اور دوسری زمین کو بجائے پہلی زمین کے قائم کرے اور اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ دوسری زمین

(۱) جس میں روئی موجود تھی ۱۲

میں جو درخت ہیں یا کھیتی ہے ان کو سیراب کرے الا یہ کہ پہلی زمین پانی سے بھر جائے اور اس سے پانی روک دے پھر دوسری زمین کی طرف پانی کھول دے پھر ایسا ہی مرۃ بعد آخری کئی بار کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص کی نہر دوسرے کے دار میں واقع ہو اور صاحب نہر کو اس کے اگارتے کی ضرورت ہوئی پس اگر وہ شخص نہر کے اندر اندر جاسکے تو جائے اور اگر نہ جاسکے تو مالک دار سے کہا جائے گا کہ یا تو اس کو اپنے دار میں آنے کی اجازت دے یا تو اس کے مال سے اس کی نہر اُگرادے یہ غیاثیہ میں ہے۔ ایک شخص کی نہر دوسرے کی زمین میں واقع ہے اس نے نہر کی اصلاح کے واسطے دوسرے کی زمین میں داخل ہونا چاہا اور مالک زمین نے منع کیا تو اس کو اختیار نہیں ہے لیکن اگر وہ نہر کے اندر اندر جاسکتا ہو تو جائے اور یہی حکم کاریز کا ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم امام اعظم کے قول کے موافق ہے کہ ان کے نزدیک نہر کے واسطے حریم نہیں ہے پس نہر کے کنارے جو بند آب ہے وہ مالک زمین کا ہوگا پس اس کو منع کرنے کا اختیار ہوگا اور صاحبین کے نزدیک بقدر بند آب کے حریم نہر ہوتا ہے پس بند آب صاحب نہر کا ہوگا پس اس کو اختیار ہوگا کہ نہر کی درستی کے واسطے اس بند آب پر ہو کر جائے بخلاف اس کے اگر مسلمانوں نے چاہا کہ مشرع^(۱) سے پانی لینے کے واسطے کسی شخص کی زمین میں ہو کر جائیں اور سوائے اس کے ان کے واسطے کوئی راستہ نہیں ہے تو ان کو اختیار ہے اور نوازل میں مذکور ہے کہ اگر نہر تنگ ہو کہ وہ شخص نہر کے اندر اندر ہو کر نہ جاسکے تو مالک زمین کو اختیار دیا جائے گا چاہے اس کو اجازت دے دے کہ وہ اس کی زمین سے ہو کر اپنی نہر کو درست کرے یا مالک زمین اس کی نہر کو خود درست کرے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

مشرک شریک نے پانی روک کر دوسرے کی فصل تباہ کر ڈالی تو ☆

امام محمد سے روایت ہے کہ ایک نہر دو شخصوں میں مشترک ہے پس ایک نے اس میں بندش بنادی یعنی پانی روک دیا پس اس کے شریک کی بعض کھیتی پانی نہ ملنے سے تباہ ہو گئی اور بعض پانی کی کثرت سے تباہ و غرق ہو گئی تو فرمایا کہ جو ڈوب کر تباہ ہو گئی اس کا ضامن ہوگا اور جو پانی نہ ملنے سے تباہ ہوئی ہے اس کا ضامن نہ ہوگا اور اگر اپنی زمین سینچنے کے واسطے نہر عامہ کو بند کر دیا اور اپنی زمین سینچ کر بند کو ویسا ہی چھوڑ دیا پس بند ہونے کے سبب سے پانی جڑھا اور ایک شخص کی زمین میں پہنچ کر اس کی کھیتی خراب کر دی تو مسئلہ میں دو صورتیں ہیں یا کسی شخص نے پانی جاری کر دیا ہے یا پانی خود جاری ہو گیا ہے پس اول صورت میں پانی جاری کرنے والے پر ضمان واجب ہوگی اور دوسری صورت میں بند کرنے والے پر ضمان واجب ہوگی ایک شخص نے نہر عامہ سے اپنی زمین سینچی اور اس نہر عامہ سے اور چھوٹی چھوٹی نہریں لوگوں کی نکالی ہوئی ہیں جن کے دہانہ کھلے ہوئے تھے پس ان دہانوں سے چھوٹی نہروں میں پانی گیا اور اس وجہ سے ایک قوم کی اراضی خراب ہو گئیں تو یہ شخص ضامن ہوگا گویا اس نے ان نہروں^(۲) میں خود^(۳) پانی جاری کیا ہے یہ محیط میں ہے۔ نوادر میں ہے کہ ایک ساقیہ پر ایک قوم کی اراضی واقع ہیں ہر ایک کی دس جریب ہے اور اس سے ایک شخص کے حصہ میں اس کی زمین کی ضرورت سے زائد پانی ہے اور شریکوں کو اس مقدار سے زائد حاجت ہے تو اس کے شریک لوگ اس زائد کے مستحق ہیں تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اس پانی کو اپنی دوسری زمین کی طرف رواں کرے اور یہ مسئلہ مشابہ اس صورت کے نہیں ہے کہ اگر ایک قوم کے درمیان مشترک پانی میں سے ایک شخص کا چھٹا حصہ یا دسواں حصہ یا اس سے کم و بیش حصہ ہو اور اس نے اپنا اس قدر حصہ اپنی خاص نہر

۱۔ قال المترجم تاویل اس مسئلہ میں یہ ہے کہ نہر مشترک میں باری کے دن بٹے ہوئے ہیں پس جس دن اس کی باری ہے اس دن نہر کا وہ پانی لے سکتا ہے اور اس کے لینے کی صورت یہ ہے جو بیان کی ہے لیکن شرب میں جن کے نزدیک یہ شرط ہے کہ ضرورت سے زائد نہیں لے سکتا ہے ان کے نزدیک اس حکم میں تاویل ہے یا یہ تاویل ہے کہ جس زمین میں درخت و کھیتی ہے اس کا شرب یہی اسی نہر سے ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

(۱) جہاں سے پانی پینے کی جگہ ہو ۱۲ (۲) یعنی جیسے خود جاری کرنے میں ضامن ہوتا ہے ویسا ہی یہ بھی ہے ۱۲

میں لے لیا تو اس صورت میں اس کو اختیار ہے کہ اس پانی کو چاہئے اپنی جس قدر زمینوں میں پہنچائے اور اگر اس کو اس پانی کی طرف حاجت نہ ہو تو اس کے شریکوں کو اس پانی کے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے یہ ایک نہر چار آدمیوں میں مشترک ہے مثلاً زید و عمرو و بکر و خالد کے درمیان مشترک ہے اور اس نہر میں سے ہر ایک کا پانی لینے کا دہانہ اس کی زمین میں ہے اور زید کے پانی لینے کے دہانہ سے قریب عمرو کا دہانہ ہے اور عمرو کے دہانہ سے قریب بکر کا دہانہ ہے اور بکر کے دہانہ سے قریب خالد کا دہانہ ہے پس اگر خالد نے اپنی زمین کو خشک رکھا تو اس کا پانی بکر کے واسطے ہو گیا اور اگر خالد و بکر دونوں نے اپنی اپنی زمین کو خشک رکھنا چاہا تو ان دونوں کا پانی عمرو کے لیے ہو گیا اور اگر خالد و بکر و عمرو سب نے اپنی اپنی زمین کو خشک رکھنا چاہا تو سب کا پانی زید کے واسطے ہو گیا اور اگر فقط بکر نے اپنی زمین کو خشک رکھا باقیوں نے نہیں تو بکر کا پانی فقط خالد کے واسطے ہو گا اور اگر فقط عمرو نے اپنی زمین کو خشک رکھنا چاہا تو اس کا پانی بکر و خالد دونوں کے واسطے بحساب ہر ایک کی صاحت جرتی زمین کے ہو گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک مجری پانی کا ڈھانک (۱) دیا گیا تو شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ اگر یہ بات قدیمی نہ ہو یعنی کسی شخص نے جدید ڈھانکا ہو تو اہل مجری کو اختیار ہو گا کہ جس نے ڈھانکا ہے اس سے اس کے کھولنے و ڈھانپ دور کرنے کا مواخذہ کریں یہ حاوی میں ہے۔ کسی قوم کی ایک نہر ایک کوچہ میں جا دی ہے وہ سال میں دوبارہ اگاری جاتی ہے اور کوچہ میں بہت مٹی جمع ہو جاتی ہے پس اگر یہ مٹی حریم نہر پر رہتی ہو اس سے تجاوز نہ کرتی ہو تو اہل کوچہ کو اختیار نہ ہو گا کہ اہل نہر کو اس مٹی کے اٹھالینے کی تکلیف دیں اور اگر حریم سے تجاوز کرے تو اہل کوچہ کو اختیار ہو گا کہ اہل نہر کو مٹی اٹھالینے کی تکلیف دیں۔ ایک قوم کی نہر ایک شخص کی زمین میں جاری ہے پس اہل نہر نے اس کو گرا دیا اور مٹی زمین پر ڈالی پس اگر یہ مٹی حریم نہر پر ہو تو اس شخص کو اختیار نہ ہو گا کہ اہل نہر کو مٹی یہاں سے منتقل کرنے کا حکم دے۔ بارش کا پانی جمع ہونے کا ایک گڈھا ایک محلہ میں ایک شخص کے دروازہ کے پاس ہے پس وہ بھر گیا اور صاحب مکان کو اس سے ضرر پہنچتا ہے تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ اس کو اختیار ہے کہ اس کنویں کو پاٹ دے۔

قال المترجم ☆

هو الصحيح۔ اور مؤلف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جواب میں تفصیل ہونی چاہئے ہے کہ اگر یہ کنواں قدیمی ہو تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر جدید ہو تو اس کو اختیار ہے۔

قال المترجم ☆

خوف تلف کے مقابلہ میں جواب دہی ہے جو بعض مشائخ نے فرمایا ہے فافہم ایک شخص کا کنواں دوسرے کے دار میں واقع ہے پس جب وہ شخص اپنا کنواں اگر وادے تو اس کو دوسرے کے دار میں مٹی ڈالنے کا استحقاق نہ ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے نہر کا کنارہ خراب کر دیا اور اس وقت میں پانی منقطع تھا پھر پانی آ گیا اور جہاں سے اس شخص نے کنارہ خراب کر دیا ہے وہاں سے ایک شخص کی زمین میں گیا اور زمین کو ضرر پہنچایا یا زمین میں کھیتی تھی اس کو خراب کر دیا تو فرمایا کہ دیکھا جائے کہ اگر پانی خود جاری ہو گیا ہے تو خراب کرنے والا ضامن ہو گا جب کہ یہ نہر عامہ ہو اس واسطے کہ وہ شخص نہر کا کنارہ توڑنے میں جو اس بربادی کا سبب ہے ظالم ٹھہرا ہے اور اگر کسی دوسرے شخص نے پانی جاری کیا اور تیسرے شخص نے نہر کے سرے کا دہانہ کھولا ہے تو کنارہ توڑنے والا ضامن نہ ہو گا بلکہ جاری کرنے والا اور کھولنے والا دونوں ضامن ہوں گے یہ ذخیرہ میں ہے۔ فتاویٰ ابواللیث میں لکھا ہے کہ ایک بڑی نہر میں ایک گاؤں والوں کی اس میں سے دو نہریں پھوٹی ہیں اور ان دونوں میں سے ہر ایک پر ایک پن چکی خانہ ہے پھر ایک پن چکی

(۱) شاید یہ مراد ہو کہ پاٹ دیا ۱۲

گھر خراب ہو گیا یعنی گر گیا اور اس کے مالک نے چاہا کہ جب تک اپنا پن چکی گھرتیار کرے تب تک اسی نہر کا سب پانی دوسری نہر میں جس پر دوسرا طاحونہ یعنی پن چکی خانہ ہے رواں کر دے حالانکہ اس سے دوسرے پن چکی گھر کو ضرر پہنچے گا تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے اس واسطے کہ وہ چاہتا ہے کہ اپنا ضرر اس طرح دور کرے کہ دوسروں کو ضرر پہنچے اور اسی فتاویٰ مذکور میں لکھا ہے کہ ایک شخص کے بستان میں ایک حوض ہے جس میں ایک قوم کا روزمرہ کے استعمال کا پانی بہہ کر جمع ہوتا ہے اور وہ شخص ان لوگوں کے مجری کا مقرر ہے یعنی اقرار کرتا ہے کہ ان لوگوں کا مجری اس طرح ہے اور یہ بھی اقرار کرتا ہے کہ ان لوگوں کا پانی اس میں آکر جمع ہونے کا قدیمی حق ہے اور حال یہ پیش آیا کہ اس حوض سے اس کی عمارت کو ضرر پہنچا پس اس نے چاہا کہ ان لوگوں کو حوض مذکور میں پانی بہانے سے منع کرے یہاں تک کہ یہ لوگ حوض کو درست کریں پس اگر حوض میں کوئی ایسا عیب ہو جس کی وجہ سے اس کی عمارت کو ضرر پہنچتا ہو تو اس کو ایسا اختیار ہے یہ محیط میں ہے اور اگر نہر کا کنارہ شق ہو گیا اور اس سے پانی بہتا ہے کہ لوگوں کو اس سے ضرر پہنچتا ہے تو اہل نہر کو حکم دیا جائے گا کہ اس کو درست کریں یہ خزانہ مفتین میں ہے۔ فتاویٰ ابواللیث میں ہے کہ اگر ایک نہر ایک کوچہ غیر نافذہ میں جاری ہو اور اہل کوچہ میں سے ایک شخص نے چاہا کہ اس میں سے پانی اپنے دار میں لے جائے اور اپنے بستان میں جاری کرے تو پڑوسیوں کو اختیار ہے کہ اس کو اس کام سے منع کریں اور اس کو بھی اختیار ہے کہ اگر پڑوسی ایسا کرنا چاہیں تو ان کو منع کرے اور اگر کسی نے اس سے پہلے ایسا کر لیا ہو اور وہ اقرار کرتا ہو کہ میں نے ایسا جدید کیا ہے تو اہل کوچہ کو اس کی ممانعت کا اختیار ہے اور اگر یہ حق اس کو قدیمی حاصل ہو تو وہ منع نہ کیا جائے گا جیسا کہ کوچہ مذکور میں اگر ظلمہ یعنی چھتا قدیمی ہو تو اس کا حکم ہے اور یہی فتاویٰ ابواللیث میں ہے کہ ایک گاؤں میں ایک شخص کو متفرق مقامات پر پانی روک کر بمقدار معلوم یعنی کا استحقاق ہے پس اس نے چاہا کہ میں اس سب کو جمع کر لوں اور ایک رات دن لے لیا کروں تو اس کو یہ اختیار ہے اس واسطے کہ جمع کرنے میں وہ اپنے حق میں تصرف کرتا ہے اور ایسا کرنے میں شریکوں کا کچھ ضرر نہیں ہے اسی طرح اگر گاؤں میں دو شخصوں کے واسطے ایک نہر وہ سے ایک روز کا شرب ہو اور دونوں نے چاہا کہ ہم دونوں اپنا پانی ایک ہی روز میں لے لیا کریں تو دونوں کو یہ اختیار ہے اور شریکوں کو اختیار نہیں ہے کہ ان دونوں کو منع کریں یہ محیط میں ہے۔ پانی پینے یا چوپاؤں کو پلانے کے واسطے ایک نہر ہے اس پر ایک شخص کا قدیمی چہ بچہ ہے وہ ایک کوچہ غیر نافذہ میں داخل ہو گیا تو شیخ ابو بکرؒ نے فرمایا کہ اس میں قدیم و جدید کا کچھ اعتبار نہیں اس کو حکم دیا جائے گا کہ اس کو دور کر دے اور اگر اس نے نہ مانا تو محتسب کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ وہ دور کرادے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص نے اپنی نہر سے اپنے باغ یا کھیتی کو سینچنا چاہا پھر اس کو زبردستی کسی نے روکا یہاں تک کہ کھیتی ضائع ہو گئی تو منع کرنے والا ضامن نہ ہوگا جیسا کہ اگر چرانے والے کو کسی نے اپنے مویشی تک پہنچنے سے روک لیا یہاں تک کہ مویشی ضائع ہو گئیں تو وہ ضامن نہ ہوگا یہ وجہ زبردستی میں ہے۔ زید و عمرو کے درمیان ایک دیوار مشترک ہے اس پر دونوں کا لدان ہے پھر زید نے برضا مندی عمرو کے یہ دیوار دور کر دی پھر برضا مندی زید کے یہ دیوار اپنے مال سے بدین شرط بنالی کہ زید کے دار میں جو نہر ہے وہ مجھے عاریت دے دے تاکہ میں اپنے دار میں اس سے پانی جاری کروں اور اس اس سے اپنا باغیں باغ سینچوں پس زید نے ایسا ہی کیا اور نہر عاریت دے دی پھر زید کی رائے میں آیا کہ اس کو مجری مذکور نہ دے تو اس کو یہ اختیار ہوگا اس واسطے کہ عاریت عقد لازم نہیں ہے لیکن اس صورت میں یہ لازم ہوگا کہ عمرو کو جس نے دیوار بنائی ہے عمارت دیوار کا نصف مالک خرچہ دے دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ عیون میں لکھا ہے کہ اگر ایک شہر میں ایک نہر ہے جس کو امام المسلمین نے لوگوں کے پانی پینے و جانوروں کے پلانے کے واسطے

۱۔ چہ بچہ ایک مضر چیز ہے تو کوچہ میں سے ایسی مضر چیز کا دور کرنا لازم ہے اور اس میں قدیمی کا اعتبار نہیں ہے ۱۲

جاری (۱) کیا ہے پھر بعض لوگوں نے چاہا کہ اس نہر پر باغ لگائیں پس اگر اس بات سے اہل شہ کو ضرر نہ پہنچے تو روا ہے اور اگر اہل شہ یعنی پانی پینے والوں کو ضرر پہنچے تو روا نہیں ہے اور اگر اس نہر پر کسی نے درخت لگانے چاہے اور یہ نہر راستہ پر ہے پس اگر راستہ کے حق میں مضرت نہ ہو تو روا ہے۔ مگر لوگوں کو اختیار کہ اس کو اس سے منع کریں یہ محیط میں ہے۔ ایک نہر جس سے ایک قوم پانی لیتی ہے ایک شخص کے باغ میں ہو کر گزری ہو تو باغ والے کو اختیار ہے کہ نہر مذکور کے دونوں کناروں پر درخت جمادے لیکن اگر ان درختوں کے بڑھنے و موٹے ہونے کے سبب سے اس قوم کی نہر تنگ ہو جائے گی تو اس وقت اس کو حکم دیا جائے گا کہ ان درختوں کو جڑ سے قطع کرے لیکن اگر نہر مذکور کو وہ شخص دوسری طرف سے اس قدر کشادہ کر دے کہ جتنی تھی بدین طریق کہ اصحاب نہر کے حقوق میں تفاوت نہ آئے تو ہو سکتا ہے کہ یہ حکم نہ دیا جائے یہ خزانہ المفتیین میں ہے اور شیخ شداد سے روایت ہے کہ اگر عام نہر پر کسی شخص نے مسلمانوں کی منفعت کے واسطے درخت جمانا چاہا تو اس کو اختیار ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک نہر ایک شخص کے دار میں ہو کر جاری ہے اور صاحب دار اس نہر سے اپنے باغ کو پانی دیتا ہے پھر (۲) اس نے اس نہر کے کنارے درخت جمائے پس اس نہر کا پانی ان درختوں کی جڑوں کی راہ دوسرے شخص کے دار کی طرف پہنچا اور رفتہ رفتہ اس دار کی خرابی کا باعث ہوا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اس نے یہ درخت حرم نہر پر نہیں جمائے ہیں تو اس کو ان درختوں کے قطع کرنے کا حکم نہ دیا جائے گا اور اگر درختوں کی جڑیں پڑوسی کے دار میں داخل ہو گئیں ہوں تو اس پر ان کا قطع کرنا واجب ہوگا اور اگر اس نے قطع نہ کئے تو پڑوسی کو بدون مرافعہ قاضی کے خود اختیار ہوگا کہ ان کو قطع کر دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اہل نہر کن صورتوں میں پانی سے روک سکتے ہیں؟

اگر نہر خراب ہو گئی ہے اور اہل نہر کو ایک شخص کی زمین میں گڈھا کھودنے کی ضرورت ہوئی تاکہ اس گڈھے سے اپنی نہر کی درستی کریں تو وہ شخص اپنی زمین فروخت کرنے پر کسی حال میں مجبور نہ کیا جائے گا یہ غیاثہ میں ہے اور اگر ایک قوم کی نہر ایک شخص کی زمین میں جاری ہو تو اس کو اختیار ہوگا کہ اس نہر سے اپنی زمین سینچے بشرطیکہ اہل (۳) نہر کو ضرر نہ پہنچے اور اہل نہر کو اختیار ہے کہ اس کو منع کر دیں اور اگر وطن نہر دونوں جانب اس کے اس شخص کے ہوں تو اس کو سینچنے کا اختیار ہے اگرچہ اہل نہر کے حق میں ضرر پہنچتا ہو کذا فی محیط۔

☆ باب

شرب کے مقدمہ میں دعویٰ واس کے متصلات و گواہی کی سماعت کے بیان میں

اگر کسی شخص نے دوسرے کے مقبوضہ شرب کا بغیر زمین کے دعویٰ کیا تو قیاساً سماعت نہ ہوگی اور استحساناً سماعت ہوگی یہ محیط سرخی میں ہے۔ اگر ایک شخص کی نہر دوسرے شخص کی زمین میں ہو اور مالک زمین نے چاہا کہ مالک نہر کو اس میں پانی جاری کرنے سے منع کرے پس اگر وقت خصومت کے مالک نہر کی زمین کی طرف نہر میں پانی جاری ہو یا یہ معلوم ہو کہ قبل اس کے اس نہر سے پانی جاری ہو کر اس کی زمین میں جاتا تھا تو صاحب نہر کے نام نہر کی ڈگری کی جائے گی الا اس صورت میں نہ کی جائے گی کہ مالک زمین اس امر کے گواہ قائم کرے کہ نہر میری ملک ہے اور اگر وقت خصومت کے اس میں پانی جاری نہ ہو اور نہ یہ معلوم ہو کہ قبل اس کے صاحب نہر کی زمین میں اس سے پانی جاری ہوتا تھا تو مالک زمین کے دعویٰ پر ڈگری کی جائے گی الا اس صورت میں نہ کی جائے گی کہ صاحب نہر اس امر کے گواہ قائم کرے کہ نہر میری ملک ہے منقہ میں ہے کہ ہشام نے کہا کہ میں نے امام محمد سے دریافت کیا کہ ایک نہر

(۱) قدرت المسئلہ فیما تقدم ۱۲ (۲) یعنی اس کو شرب کا حق نہیں ہے ۱۲ (۳) جب تک اہل نہر منع نہ کریں ۱۲

عظیم سے ایک گاؤں والوں کا شرب ہے اور یہ گاؤں والے داخل شمار نہیں ہیں پھر نہر کے اوپر کی طرف ایک قوم نے نہر کو روک دیا اور کہا کہ یہ نہر ہماری ہے اور ہمارے قبضہ میں ہے اور نیچے والوں نے کہا کہ نہیں بلکہ وہ سب ہماری ہے تمہارا اس میں کچھ حق نہیں ہے تو فرمایا کہ اگر خصومت کے روز نیچے والوں کی طرف اس میں پانی جاری ہو تو اپنے حال پر چھوڑ دی جائے گی جیسی جاری ہے ویسی ہی جاری رہے گی اور اوپر والوں اور نیچے والوں سب کا شرب اسی نہر سے رہے گا جیسا کہ پہلے تھا اور اوپر والوں کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ نہر مذکور کو نیچے والوں کی طرف جاری ہونے سے بند کر لیں اگر خصومت کے روز نیچے والے لوگوں سے پانی منقطع ہو لیکن یہ معلوم ہو کہ پہلے نیچے والوں کی طرف پانی جاری ہوتا تھا اور اب اوپر والوں نے نیچے والوں کی طرف جاری ہونے سے بند کر دی ہے یا نیچے والوں نے اس امر کے گواہ قائم کئے کہ یہ نہر ہماری طرف جاری تھی اس کو اوپر والوں نے بند کیا ہے تو اوپر والوں کو حکم دیا جائے گا کہ روک توڑ دیں اور نیچے والوں کی طرف جاری ہونے دیں اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ اس نہر سے اوپر والوں و نیچے والوں کا شرب کیونکر تھا مگر اس قدر علم ہے کہ سب کا شرب اسی نہر سے تھا اور ہر فریق نے نہر پر پورے پورے اپنے قبضہ کا دعویٰ کیا اور کسی فریق کو دوسرے پر گواہی یا اور کسی وجہ سے کوئی ترجیح نہیں پائی جاتی ہے تو یہ نہر ان سب میں مشترک قرار دی جائے گی اور شرب کی تقسیم باعتبار مساحت آراضی کے ہوگی۔ پھر میں نے امام محمدؒ سے کہا کہ اگر یہ لوگ جو شمار میں داخل نہیں ہیں اگر ان میں سے بعض نے اس نہر کا دعویٰ کیا اور گواہ قائم کئے کہ یہ نہر خاص دیہات معلومہ کے واسطے ہے جس کے لوگ شمار میں داخل نہیں ہیں پس آیا آپ کے نزدیک ایسے دعویٰ و گواہی سے اس نہر کی ان گاؤں والوں کے نام ڈگری کر دی جائے گی حالانکہ مدعا علیہ اس قدر ہیں کہ وہ شمار میں داخل نہیں ہیں ان میں سے بعض مدعا علیہ حاضر ہوئے ہیں حالانکہ ان میں بالغ و نابالغ سب ہیں تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر یہ نہر بمنزلہ مسلمانوں کے کوچہ نافذہ کے ہو اور ایک قوم نے اس امر کے گواہ قائم کئے کہ یہ نہر خاص ہماری ہے اور وہ اس کی نہیں ہے تو یہ لوگ اس کے مستحق ہو جائیں گے اور وہ نہر عام جماعت مسلمانوں کی نہر ہو جانے سے خارج ہو جائے گی اور قاضی ایک مدعی اور ایک مدعا علیہ کے حاضر ہونے پر اکتفا کرے گا اور اگر نہر کسی خاص قوم معروف کی ہو جو شمار میں داخل ہیں تو ان میں سے ایک شخص کے حاضر ہونے پر سب پر ڈگری نہ کرے گا بلکہ جو شخص حاضر ہوا ہے فقط اسی پر ڈگری کرے گا یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص کی نہر دوسرے کی زمین میں جاری ہے دونوں نے اس کے مساقہ یعنی بند آب یعنی کنارے کی پٹری میں جھگڑا کیا پس ہر ایک نے اس کا دعویٰ کیا اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کس کے قبضہ میں ہے تو مالک زمین کے نام اس کی ڈگری کی جائے گی اس کو اختیار ہوگا کہ اس میں جو کچھ اس کا جی چاہے درخت لگائے و زراعت کرے اور مالک نہر کو ممانعت کی جائے گی کہ اس پر اپنی نہر کی مٹی نہ ڈالے اور نہ اس پر آمد و رفت رکھے مگر مالک زمین اس کو منہدم نہیں کر سکتا ہے اور یہ حکم امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک وہ مالک نہر کی قرار دی جائے گی کہ اس پر وہ اپنی نہر کی کچھڑ ڈالے اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم اس بنا پر ہے کہ صاحبین کے نزدیک نہر کا مالک اپنی نہر کے حریم کا مستحق ہے پس اس کا حریم اسی کے قبضہ میں ہوگا کیونکہ وہ نہر کے تابع ہے پس اسی کا ہوگا اور امام اعظمؒ کے نزدیک نہر کا حریم نہیں ہوتا ہے پس مساقہ کسی کے قبضہ میں نہیں قرار دی جاسکتی ہے لیکن مساقہ بہ نسبت نہر کے زمین سے زیادہ مشابہ ہے اس واسطے کہ مساقہ درخت لگانے و زراعت کے لائق ہے جیسے زمین ہوتی ہے اور نہر اس کام کے لائق نہیں ہے اور جب دو آدمی ایسی چیز میں تنازع کریں جو دونوں میں سے کسی کے قبضہ میں نہ ہو مگر دونوں میں سے ایک کے قبضہ میں ایسی چیز جو اس چیز کے مشابہ ہے جس میں جھگڑا ہے موجود ہے تو جس کے قبضہ میں جھگڑے کی چیز سے مشابہ چیز موجود ہے اس کے نام اس چیز کی ڈگری کر دی جائے گی چنانچہ اگر دروازے کا ایک کنواڑ ایک شخص کے دروازے پر رکھا ہو اور اس نے اور دوسرے آدمی نے لگے ہوئے میں جھگڑا کیا

پس اگر ایسی صورت ہو جو ہم نے بیان کی ہے تو لگے ہوئے کی ڈگری اس شخص کے نام ہوگی جس کے پاس اس کے جوڑ کا کوڑا موجود ہے اور بعض نے فرمایا کہ ایسا اختلاف نہیں ہے اس واسطے کہ آگے بیان آتا ہے کہ ارض موات میں نہر کا حریم ہوتا ہے پس اختلاف اس مقام پر ایسی صورت میں ہے کہ جب مساقہ مالک نہر کے قبضہ میں نہ ہو بایں طور کہ زمین سے متصل و برابر ہوزمین سے اونچی نہ ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک ظاہر حال اس امر کا شاہد ہے کہ یہ مساقہ نہیں ہے منجملہ زمین کے ہے اس واسطے کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ اونچی ہوتی تاکہ اس پر نہر کی کیچڑ ڈالی جائے اور صاحبین کے نزدیک صاحب نہر کے حریم ہونے کے واسطے ظاہر حال اس امر کا شاہد ہے کہ یہ نہر والے کی حریم ہے پس اماموں میں یہ اختلاف باعتبار ترجیح کے واقع ہوا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص کی نہر ہے اور نہر کے کنارے سے دوسرے کی زمین ہے اور دونوں نے مساقہ میں جھگڑا کیا پس اگر نہر زمین کے درمیان مثل دیوار وغیرہ کے کوئی چیز حائل ہو تو مساقہ مالک نہر کی ہوگی ورنہ مالک زمین کی ہوگی مگر مالک نہر کا اس میں حق ہے حتیٰ کہ اگر مالک زمین نے اس کو دور کر دینا چاہا تو مالک نہر اس کو منع کر سکتا ہے اور مالک زمین کو اختیار ہوگا کہ اس پر اپنی کیچڑ ڈالے اور درخت لگائے اور اس میں آمد و رفت رکھے یہ سراجیہ میں ہے۔ اور اگر نہر کے رقبہ میں دونوں نے اختلاف کیا پس اگر اس میں پانی جاری ہو تو قول نہر کے قابض کا قبول ہوگا کیونکہ اس کے استعمال کی وجہ سے اس کے قبضہ میں ہے اور اگر اس میں پانی نہ ہو تو بدون حجت کے اس کا قول قبول نہ ہوگا اور اگر اس نے یوں گواہ قائم کئے کہ اس کے واسطے نہر میں بحری ہے تو ایسی گواہی سے اس کو پانی جاری کرنے کا حق حاصل ہوگا رقبہ نہ ملے گا اسی طرح اگر تنازع میں یوں گواہ پیش کئے کہ اس کے واسطے اس نہر میں یا اس اجمہ میں پانی کا معب ہے تو بھی اس کو رقبہ نہ ملے گا صرف حق مصب ہوگا یہ فیاضیہ میں ہے۔ ایک شخص کی نہر دوسرے کی زمین میں ہے پھر زمین والے نے ہر مہینہ اس نہر سے ایک روز شرب کا دعویٰ کیا اور اس کے گواہ قائم کئے تو اس کے نام ڈگری ہوگی اور یہی حکم پانی کی سیل میں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر مدعی نے مہینہ میں دو دن شرب کا دعویٰ کیا اور دونوں گواہوں میں سے ایک نے مہینہ میں ایک روز شرب کی اور دوسرے نے مہینہ میں دو روز شرب کی گواہی دی تو مذکور ہے کہ بقیہ اس قول امام اعظمؒ کے کچھ ڈگری نہ ہوگی اور بقیہ اس قول صاحبین کے اس کے نام ایک روز شرب کی ڈگری ہوگی اور یہ اس کتاب کے بعض نسخوں میں مذکور ہے اور بعض میں نہیں ہے اور فقیہ ابو جعفرؒ نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں اختلاف جب ہوگا کہ جب ایک گواہ نے مدعا علیہ کے ایک روز کے شرب کے اقرار پر اور دوسرے نے مدعا علیہ کے دو روز کے شرب کے اقرار پر گواہی دی اس واسطے کہ جس کی گواہی دی ہے وہ اقرار ہے اور دونوں اقراروں میں سے کسی اقرار پر سوائے ایک گواہ کے دوسرا نہیں ہے اور اگر دونوں نے اقرار پر نہیں بلکہ نفس شرب پر اس طرح گواہی دی کہ اس کے واسطے ایک روز کا شرب ہے اور دوسرے نے دو روز کے شرب کی گواہی دی تو واجب ہے کہ ایک روز کے شرب پر جو اقل ہے بالاتفاق (۱) گواہی مقبول ہو اور اگر دونوں گواہوں نے ایک روز کے شرب کی گواہی دی مگر ایام نہ بتلائے مثلاً یوں نہ کہا کہ مہینہ میں سے ایک روز کا شرب یا سال میں سے یا ہفتہ میں سے اور نہ اس کے واسطے رقبہ نہر میں کچھ ملک ہونے کی گواہی دی تو بلا خلاف گواہی مقبول نہ ہوگی اس واسطے کہ مشہود بہ مجہول ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی نے دسویں حصہ نہر یا کاریز کا دعویٰ کیا اور ایک گواہ نے دسویں حصے کی اور دوسرے نے اس سے کم کی گواہی دی تو امام اعظمؒ کے نزدیک گواہی باطل ہے اگرچہ دونوں نے اقرار مدعا علیہ کی گواہی دی اس واسطے کہ دونوں گواہ لفظاً و معنی مختلف ہیں

۱۔ قول امام نیشاپوری جس میں پانی بھرا ہوتا ہے قول مصب یعنی جائے ریختن آب والی حاصل اس کو پانی بہانے کا حق ملے گا ۱۲

۲۔ اقرار یعنی ہر ایک گواہ نے کہا کہ مدعا علیہ نے مدعی کے واسطے اس قدر اقرار کیا ہے حالانکہ یہ مکمل ہے کہ جس نے زیادہ اقرار کیا گواہی دی وہ اصل ہو اور دوسرے نے کم کا اقرار کیا ہو لیکن باوجود اس کے گواہی باطل ہوگی ۱۲۔ (۱) یعنی عبارت لائقہ قابل گواہی ۱۲

اور صاحبین کے نزدیک استحسانا کمتر مقدار پر مقبول ہوگی اور اگر ایک گواہ نے پانچویں حصہ کی گواہی دی تو گواہی باطل ہے کیونکہ گواہ نے مدعی کے دعویٰ سے زیادہ مقدار کی گواہی دی ہے۔ اور اگر ایک شخص نے ایک زمین کا جو ایک نہر پر واقع ہے اور اس کا شرب اسی نہر سے ہے دعویٰ کیا اور گواہ قائم کئے کہ یہ زمین مدعی کی ہے مگر گواہوں نے اس کے شرب کا کچھ ذکر نہ کیا تو میں مدعی کے نام زمین کی اور اس کے حصہ شرب کی ڈگری کروں گا اور اگر گواہوں نے شرب کی گواہی دی زمین کی گواہی نہ دی تو اس کے نام کچھ زمین کی ڈگری نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے اور اگر دو گواہوں میں سے ایک نے یہ گواہی دی کہ اس نے یہ زمین ہزار درم میں خریدی ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے یہ زمین مع اس کے شرب کے ہزار درم میں خریدی ہے تو گواہی جائز نہ ہوگی اور اگر دوسرے گواہ نے یوں گواہی کی ہو کہ اس نے یہ زمین مع اس کے ہر حق کے جو اس زمین کو ثابت ہے ہزار درم میں خریدی تو جائز ہے اس واسطے کہ دونوں گواہ اس امر پر متفق (۱) ہیں کہ اس نے زمین و شرب خریدا ہے اس واسطے کہ شرب حقوق زمین سے ہے پس جس نے یوں گواہی دی کہ اس نے زمین کو مع ہر حق کے جو اس کو ثابت ہے خریدا ہے تو اس نے زمین و شرب دونوں کی گواہی دی یہ محیط سرحدی میں ہے۔ اور اگر ایک نہر ایک قوم میں مشترک ہو ان لوگوں کی اراضی اس پر واقع ہوں اور بعض اراضی کے واسطے اس نہر سے ساقیہ ہیں اور بعض کے واسطے والیہ ہیں اور بعض زمینوں کے واسطے نہ ساقیہ ہیں نہ والیہ ہیں اور نہ ان زمینوں کا شرب اس نہر سے معروف ہے اور غیر اس نہر کے دوسری جگہ سے معروف ہے پھر ان لوگوں نے اس نہر میں اختلاف کیا پس مالک زمین نے جس کا شرب معروف نہیں ہے دعویٰ کیا کہ میری زمین کا شرب اس نہر سے ہے حالانکہ یہ زمین کنارہ نہر پر واقع ہے تو قیاساً یہ حکم ہونا چاہئے کہ یہ نہر انہیں لوگوں میں مشترک ہو جن کے ساقیہ والیہ ہیں نہ ان کے واسطے جن کی زمین بلا شرب ہیں لیکن امام نے استحساناً یہ حکم دیا ہے کہ نہر ان سب لوگوں میں بقدر ان کی اراضی کے جو کنارہ نہر پر واقع ہیں باہم مشترک ہوگی اس واسطے کہ نہر کھودنے سے زمینیں سینچنا مقصود ہوتا ہے ساقیہ والیہ نہر پر لگانا مقصود نہیں ہوتا ہے پس جو امر مقصود ہے اس میں قبضہ ثابت ہونے سے سب کا حال یکساں ہے پس اگر یہ معلوم ہو جائے کہ سابق میں ان لوگوں میں شرب کا یہ طریقہ تھا تو اسی طریقہ سے ان کا شرب مقرر ہوگا اور اگر یہ بات معلوم نہ ہو تو نہر مذکور کا شرب ان لوگوں میں بحساب مقدار ان کی اراضی کے منقسم ہوگا اور اگر ان زمینوں میں سے کسی زمین کا شرب کسی دوسری نہر سے ثابت ہو تو اس زمین کا شرب اسی دوسری نہر سے ہوگا پس اس نہر سے اس کا کچھ شرب نہ ہوگا اور اگر اس زمین کا شرب دوسری نہر سے معروف (۲) نہ ہو اور زمین نے اس زمین کے واسطے اسی نہر سے شرب ہونے کی ڈگری کی اور مالک زمین مذکور کی اس زمین کے پہلو میں دوسری زمین ہے اس کا شرب بھی معلوم نہیں ہے تو میں استحساناً یہ حکم دیتا ہوں کہ اس کی سب زمینوں کا شرب جو باہم متصل ہیں اسی نہر سے ہوگا اور قیاساً (۳) دوسری زمین کے واسطے اس نہر سے شرب کا بدون حجت کے مستحق نہ ہوگا اور اگر اس شخص کی زمین کے پہلو میں دوسرے شخص کی زمین ہو اور اول شخص کی زمین دوسرے کی زمین اور نہر کے بیچ میں ہو اور دوسرے شخص کی زمین کا شرب بھی معلوم نہ ہو اور پتہ نہ لگے کہ اس کا شرب کہاں سے تھا تو میں اس کا شرب بھی اسی نہر سے قرار دوں گا لیکن اگر یہ نہر کسی خاص قوم کی معروف ہو اور یہ شخص اس قوم سے نہ ہو تو سوائے اس قوم کے غیر کے واسطے بدون حجت و گواہوں کے اس نہر سے شرب مقرر نہ کروں گا اور اگر یہ نہر کسی اجمہ نہیں کرتی ہو اور اس پر اقوام مختلف کی زمینیں ہوں اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کی حالت کیا تھی اور اصل میں یہ کس کی تھی پھر اہل اراضی و

معروف یعنی یہ بات معروف نہیں کہ اس زمین کے واسطے پانی کہاں سے ہے۔ ساقیہ پتلی نالی والیہ بذریعہ ڈھیل کی وغیرہ کے ۱۲

اجمہ نستان جس میں پانی بھرا ہوا (۱) یعنی جس کی گواہی اول مذکور ہوئی (۲) یعنی معلوم نہ ہو ۱۲

(۳) القیاس ان لا یستحق الشرب من ہذا النہر الارض الا وے کلیف بالآخرے کما قدمر قند کر ۱۲

اہل اجمہ نے اس میں تنازع کیا تو میں اہل اراضی کے درمیان بہ تخصیص مشترک ہونے کی ڈگری کروں گا مگر ان لوگوں کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اہل اجمہ سے اس کا پانی روکیں اور اہل اجمہ کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اپنے اجمہ میں رواں ہونے سے مانع ہوں یہ مبسوط میں ہے ایک شخص کی دوزمینیں ایک نہر پر واقع ہے ایک اوپر کی طرف دوسری نیچے کی طرف ہے اور اس نے دعویٰ کیا کہ ان دونوں کا شرب ایک نہر سے ہے اور شریکوں نے کسی ایک زمین معین کے شرب سے انکار کیا پس اگر یہ زمین کسی دوسری نہر سے نہ پہنچی جاتی ہو تو قول مالک زمین کا قبول ہوگا۔ شیخ ابوالقاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک نہر دو شخصوں میں مشترک ہے اس کے کنارے پر درخت لگے ہیں اور دونوں میں سے ہر ایک ان درختوں کا مدعی ہے تو فرمایا کہ اگر ان درختوں کا جمانے والا معلوم ہو تو یہ درخت اس کے ہوں گے اور اگر تحقیق یہ معلوم نہ ہو کہ ان درختوں کا جمانے والا اصل میں کون شخص ہے تو جس قدر درخت دونوں میں سے کسی کے خاص مملوک مقام پر ہیں وہ اسی کے ہوں گے اور جس قدر مقام مشترک میں ہیں وہ دونوں میں مشترک ہوں گے یہ ازراہ احکم ہے۔ اور شیخ ابوالقاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کے کچھ درخت نہریا ذمانات کے کنارہ لگے ہیں اور ان درختوں کی جڑوں سے نہر کی دوسری طرف اور درخت اگے اور اس طرف ایک شخص کا باغ انگور ہے اور باغ انگور اور اس کنارے کے بیچ میں راستہ ہے پس دونوں میں سے ہر ایک نے ان درختوں کا دعویٰ کیا تو فرمایا کہ اگر یہ بات معلوم ہو جائے کہ یہ درخت ان درختوں کی جڑوں سے آگے ہیں تو درختوں کے مالک کے ہوں گے اور اگر یہ بات معلوم نہ ہو اور ان درختوں کا جمانے والا معلوم ہو تو یہ درخت غیر مملوک ہوں گے ان کا مستحق نہ باغ انگور والا ہے اور نہ درختوں کا مالک ہے اور شیخ ابوبکر سے دریافت کیا گیا کہ نہر مازیانات کے کنارے ایک شخص کی زمین ہے اور نہر مذکور کے کنارے پر درخت لگے ہیں پس مالک زمین نے ان کا فروخت کرنا چاہا تو فرمایا کہ اگر یہ درخت بدون کسی شخص جمانے والے کے اگے اور اہل نہر اس قدر لوگ ہوں جو شمار میں داخل نہیں ہیں تو یہ درخت اس کے ہوں گے جس نے ان کو کاٹ کر لے لیا اور میں پسند نہیں کرتا ہوں کہ مالک زمین بدون قطع کر لینے کے ان کو فروخت کرے اور اگر ان کا جمانے والا کوئی شخص ہو مگر وہ معلوم نہ ہوتا ہو کہ کون ہے تو یہ مثل لفظ کے ہیں اور بھی شیخ سے دریافت کیا گیا کہ ایک قوم کی ایک نہر ایک کوچہ غیر نافذہ میں جاری ہے اور اس نہر کے کنارے درخت لگے ہوئے ہیں اور بعض درخت محلہ کے میدان میں ہیں پھر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ ان درختوں کا لگانے والا فلاں شخص ہے اور میں اس کا وارث ہوں تو فرمایا کہ اس پر واجب ہے کہ گواہ لائے اور اگر اس کے پاس گواہ نہ ہوں تو ان درختوں میں سے جس قدر درخت حریم نہر پر ہوں وہ اہل نہر کے ہوں گے اور جس قدر میدان محلہ میں ہوں وہ سب اہل کوچہ کے درمیان مشترک ہوں گے کذا فی المحیط۔

باب ۶☆

متفرقات کے بیان میں

اگر ایک شرب کا مالک مر گیا اور اس پر قبضہ ہے تو اس کا شرب بدون زمین نے اس کے ادائے قرضہ کے واسطے فروخت نہ کیا جائے گا الا اس صورت میں کہ اس کے ساتھ زمین ہو تو زمین کے ساتھ فروخت کر کے اس کا قرضہ ادا کیا جائے گا پھر امام المسلمین خالی اس شرب کو کیا کرے گا تو بعض نے فرمایا کہ ایک حوض بنا کر اس میں باری کا پانی جمع کرے گا پھر جو پانی حوض میں جمع ہوا ہے اس کو کسی قدر ثمن معلومہ کے عوض فروخت کر کے اس کا قرضہ ادا کرتا جائے گا اور اصح یہ ہے کہ زمین مع شرب کی قیمت انداز کرے اور زمین یعنی حکم قضاء میں یوں حکم دیا جائے گا وبراہ دیانت جو اصل حال ہو اس پر دونوں عمل کریں یا اللہ تعالیٰ کو معلوم ہوگا

بدون شرب کی قیمت انداز کرے پس جس قدر تفاوت ہو اس قدر ثمن دین میت کے ادا کرنے میں صرف کر دے اور اگر اس نے اس قدر ثمن نہ پایا تو اس میت کے ترکہ پر ایک زمین بغیر شرب کے خریدے اور اس زمین کے ساتھ شرب ملا کر فروخت کر دے پس اس کے ثمن سے زمین خرید کر وہ شدہ کا ثمن ادا کرے اور جو بچے وہ قرض خواہوں کا ہے یہ کافی میں ہے۔ ب قالی میں ہے کہ اگر زمین مع اس کے شرب کے فروخت کی تو مشتری کو اس شرب میں سے بقدر کفایت ملے گا وہ سب جو بائع کے واسطے تھا نہ ملے گا اور اگر ایسے شرب میں جو بدون زمین کے ہو میراث جاری ہوتی ہے اور شرب کی وصیت جائز ہے مگر تہائی مال سے معتبر ہوگی یعنی اگر یہ شرب وصیت کرنے والے کا تہائی مال متروکہ ہو تو وصیت میں دیا جائے گا اور مشائخ نے تہائی مال سے اعتبار کرنے کی کیفیت میں اختلاف کیا ہے بدون شرب کی قیمت انداز کرے پس جس قدر تفاوت ہو اس قدر ثمن دین میت کے ادا کرنے میں صرف کر دے اور اگر اس نے اس قدر ثمن نہ پایا تو اس میت کے ترکہ پر ایک زمین بغیر شرب کے خریدے اور اس زمین کے ساتھ شرب ملا کر فروخت کر دے پس اس کے ثمن سے زمین خرید کر وہ شدہ کا ثمن ادا کرے اور جو بچے وہ قرض خواہوں کا ہے یہ کافی میں ہے۔ ب قالی میں ہے کہ اگر زمین مع اس کے شرب کے فروخت کی تو مشتری کو اس شرب میں سے بقدر کفایت ملے گا وہ سب جو بائع کے واسطے تھا نہ ملے گا اور اگر ایسے شرب بعض نے فرمایا کہ اس کی صورت یہ ہے کہ اس موضع میں جو لوگ آنکھنے والے ہیں ان سے دریافت کیا جائے کہ اگر تمام علماء اس امر پر متفق ہو جائیں کہ بدون زمین کے خالی شرب کی بیع جائز ہے تو تم لوگ اس شرب کو کتنے کو خریدو گے پس اگر ان لوگوں نے کہا کہ سودرم کو خریدیں گے تو اس طرح حساب کر لیں کہ یہ اس کا تہائی مال ہے یا زیادہ ہے اور اکثر مشائخ نے یہ طریقہ بیان کیا ہے کہ اس شرب سے جو زمین نہایت قریب ہو اس میں سے ایک جریب زمین اس شرب میں ملا کر اندازہ کریں کہ اس قدر زمین مع شرب کے کتنی قیمت کی ہے اور بدون شرب کے کتنے کی ہے پس جس قدر دونوں میں تفاوت ہو وہی شرب کی قیمت ہے پس حساب کر لیں کہ یہ تہائی ترکہ میت ہے یا نہیں ہے اور اگر ایک نہر ایک قوم کے درمیان مشترک ہو اور ہر ایک کا شرب معلوم ہو پھر والی نے شخص خاص کا شرب غصب کر لیا تو باقی تمام شریکوں میں منقسم ہوگی اور غصب کا اعتبار سب کے حق میں ہو کر تقسیم جدید ہوگی اگر چہ والی نے کہا ہو کہ میں فقط ایک شخص کا شرب غصب کرتا ہوں ایسا ہی یہ مسئلہ اصل میں مذکور ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر امیر خراسان نے ایک شخص کی زمین و شرب ضبط کر کے دوسرے کے نام عطیہ کر دی تو جائز نہیں ہے اور پہلے شخص یا اس کے وارثوں کو واپس دی جائے گی اور میں نے امام ابو یوسفؒ سے دریافت کیا کہ امیر خراسان نے اس نہر اعظم میں ایک شخص کے واسطے شرب مقرر کیا حالانکہ یہ شرب سابق میں نہ تھا یا اس کا شرب دو کوہ تھے پھر اس نے اسی قدر اس شخص کے واسطے اور بڑھا کر اس کے نام عطیہ کر دیا اور اس کا مفتاح ایک زمین میں جس کا وہ شخص مالک ہے یا نہیں ہے قرار دیا جائے گا تو فرمایا کہ اگر یہ امر عام لوگوں کے حق میں مضر ہو تو نہیں جائز ہے اور اگر مضر نہ ہو تو جائز ہے بشرطیکہ یہ امر کسی غیر کی ملک میں واقع نہ ہو اور اس لیے کہ سلطان کو اس امر کا اختیار ہے کہ جو عام کے فائدہ مند ہو نہ وہ جو عامہ کے حق میں مضر ہو اور اگر ایک شخص نے اپنے پتھروں سے ایک احاطہ فرات میں بنایا اور اس پر پن چکی نصب کی تو میدان فرات میں اس کو ایسا کرنا جائز نہیں ہے اور اگر کسی نے اس سے اس بارہ میں خصومت کی تو اس کو گرا دے اس واسطے کہ موضع فرات میں مثل عام راستہ کے عامہ کا حق ہے اور عام راستہ پر اگر کوئی شخص عمارت بنائے تو ہر شخص کو اس سے محاصہ کرنے اور ڈھادینے کا اختیار ہے اور یہ حکم قضاء ہے اور فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ یعنی براہ دیانت سوا اگر یہ عمارت جو اس نے فرات

۱۔ یعنی ان میں سے ایک خاص شخص کا شرب غصب کر لیا تو یہ خصومت لغو ہوگی گویا اس نے نہر میں اس قدر حق نکال لیا تو باقی میں سب مشترک رہے ۱۲

۲۔ دو کوہ یعنی دو جگہ سے دوئل کھول کر جس قدر پانی دن بھر یا دو پہر تک مثلاً آئے

میں بنائی ہے کشتی یا پانی کے بحری کو مضر ہو تو اس کو رو نہیں ہے اور وہ گنہگار ہوگا اور اگر کسی بات کو مضر نہ ہو تو اس کو اس سے نفع حاصل کرنا روا ہے جیسا کہ عام راستہ پر عمارت بنانے کا حکم ہے کہ اگر آنے جانے والوں کو ضرر پہنچتا ہو تو وہ گنہگار ہوگا اور اگر ان کو ضرر نہ پہنچتا ہو تو اس کو اس سے نفع اٹھانے کی گنجائش ہے اور اگر کسی مسلمان یا ذمی نے اس سے مخصوص کیا تو قضاء اس پر حکم جاری کیا جائے گا کہ اس کو منہدم کر دے اسی طرح اگر مکاتبوں یا عورتوں میں سے کسی نے جھگڑا کیا تو بھی یہی حکم ہے اور باغلام سو اس معاملہ میں خصومت نہیں کر سکتا ہے اور نابالغ بھی تابع ہے ہمنزلہ غلام کے وہ بھی خصومت نہیں کر سکتا ہے اور مغلوب العقول و معتوہ بھی ایسا ہی ہے لیکن اُس کی طرف سے اُس کا باپ یا وصی پدر خصومت کر سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر کسی شخص نے نہر عام پر بدون اجازت امام المسلمین کے یا نہر خاص پر بدون اجازت شریکوں کے پل باندھا اور مضبوطی سے باندھا کہ برابر اُس پر آدمی و جانور آتے جاتے تھے پھر وہ ٹوٹ گیا یا ذہل گیا اور اُس سے کوئی آدمی یا جانور تلف ہو گیا تو ضامن ہوگا اور اگر ایسے شکستہ پل پر دیکھ بھال کر عہد کوئی آدمی گزرا یا عہد اُس نے اپنا چوپایہ اُس پر سے ان کا مرجانے کی صورت میں پل بنانے والا ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

مشقی میں ہے کہ ہشامؒ نے فرمایا کہ میں نے امام محمدؒ سے دریافت کیا کہ ایک گاؤں میں ایک نہر جاری ہے اور اس گاؤں والوں کو اس نہر سے خود پانی پینے و اپنے چوپاؤں کو پلانے کا استحقاق حاصل ہے اور اُس پر اُن کے درخت لگے ہیں لیکن ان لوگوں کا کوئی حق اصل نہر میں نہیں ہے پھر اگر اہل نہر نے اس گاؤں سے اپنی نہر کی تحویل چاہی حالانکہ اس میں اہل دیہ کی خرابی ہے تو فرمایا کہ اہل نہر کو یہ اختیار ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ ایک شخص کی کاریز خالصہ ہے اس پر ایک قوم کے درخت ہیں پھر کاریز کے مالک نے چاہا کہ اپنی کاریز اس نہر سے تحویل کر کے دوسری جگہ کھودے تو فرمایا کہ اُس کو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر کاریز والے نے اُس کو فروخت کرنا چاہا تو درختوں کا مالک اُس کا شفیع جواز ہوگا یہ محیط میں ہے ہشامؒ سے روایت ہے کہ میں نے امام ابو یوسفؒ سے کہا کہ ایک نہر ایک قوم میں مشترک ہے ان سب نے سوائے ایک شریک کے ایک شخص کو اجازت دے دی کہ اپنی زمین سینچ لے مگر ایک نے اجازت نہ دی یا شریکوں میں ایک نابالغ لڑکا ہے تو فرمایا کہ اُس شخص کو رو نہیں ہے کہ جب تک سب کے سب اجازت نہ دیں تب تک اپنی زمین سینچے یہ تاتار خانہ میں ہے۔ اور اگر ایک قوم نے بام اتفاق سے مشترک نہر اس شرط سے کھودی کہ نہر مذکور اُن میں بقدر ہر ایک کے مساحت اراضی کے مشترک ہو اور خرچہ بھی ہر ایک پر اسی حساب سے پڑے پھر اُن لوگوں نے ایک شخص سے جس قدر اُس پر لازم آیا تھا اس سے زیادہ خرچہ غلطی سے وصول کیا تو بقدر زیادتی کے وہ شخص ان لوگوں سے واپس لے گا اور اگر غلطی سے جس قدر اُس پر لازم آیا تھا اس سے کم وصول کیا تو جس قدر باقی رہا وہ بھی یہ لوگ اُس سے لے سکتے ہیں یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر صاحب کاریز صاحب دار نے اس شرط سے صلح قرار پائی ہو یہ غیاثیہ میں ہے۔ ایک نہر ایک قوم میں مشترک ہے انہوں نے اس امر پر باہمی صلح ٹھہرائی کہ ہر ایک کے واسطے شرب تقسیم کر دیں اور اُس میں سے ایک شخص غائب ہے پھر وہ آیا پس اگر ان لوگوں نے اس کا حق پورا نہ دیا ہو تو اُس کو اختیار ہوگا کہ اپنا حق پورا کرنے کے واسطے تقسیم کو توڑ دے اور اگر اُس کا حق پورا دے دیا ہو تو اُس کو تقسیم توڑنے کا اختیار نہیں ہے اس واسطے کہ تقسیم توڑنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا اور یہ حکم برخلاف تقسیم دور و اراضی کے ہے کہ اگر شریکوں میں سے کوئی غائب ہو اور غائب کی طرف سے کوئی خصم حاضر نہ ہو تو جب وہ حاضر ہو اور اراضی نہ ہو تو اُس کو باقی شریکوں کی تقسیم توڑ دینے کا اختیار ہے اُن لوگوں نے اُس کا پورا حق دے دیا۔ ایک نہر کبیر ہے دوسری صغیر ہے ان دونوں کے بیچ میں سمناء یعنی بند آب ہے اور بند آب کی اصلاح کی ضرورت ہوئی تو اس کی اصلاح دونوں نہروں پر ہوگی اور خرچہ دونوں پر آدھا آدھا پڑے گا اگر یہ سب دونوں نہروں کا حریم ہو اور کمی و بیشی بانی کا اعتبار نہیں ہے جیسے ایک دیوار دو شخصوں کے درمیان مشترک ہو اور ایک کالدان بہ نسبت دوسرے کے اس دیوار پر زائد ہو

دو دیوار مذکور کی درستی کی ضرورت ہوئی تو جو کچھ خرچہ ہو وہ دونوں پر برابر تقسیم ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک نہر کبیر میں سے دوسری نہر غیر نکلی ہے پھر نہر صغیر کا دہانہ خراب ہو گیا اور یہ حاجت ہوئی کہ پختہ اینٹوں سے گچکاری کرا کے اُس کا دہانہ مضبوط بنایا جائے تو یہ سب خرچہ نہر صغیر کے مالک پر ہوگا یہ خزانہ المقتنین میں ہے۔ کسی شخص نے بطور معین ایک کوچہ کی نہر کی مرمت کے واسطے وقف کیا اور یہ نہر اب دریا سے گرنا شروع تھی اُس سے اوپر ایک محلہ اور تھا جس میں دو نہر بہتی ہوئی پھر اس سے اوپر اس محلہ موقوف علیہا میں وہ نہر دری تھی اور اسی کوچہ کی نہر کی مرمت کے واسطے وقف کرنے والے نے وقف کیا ہے پس نہر مذکور اس کوچہ تک مرمت کر دی گئی پھر لوں نے چاہا کہ آگے بھی اسی وقف کے حاصلات سے نہر مذکور کی مرمت کریں تو جہاں تک اس کوچہ میں بہتی ہے جس کے واسطے وقف کرنے والے نے وقف کیا ہے اس سے زیادہ اس وقف سے مرمت نہ کی جائے گی اور اگر یہ نہر ایک بڑی نہر سے جاری ہو کر ایک میدان میں بہتی ہے جہاں کوئی اہل شفعہ میں سے مستحق نہیں ہے پھر اُس میدان سے رواں ہو کر اس کوچہ میں آتی ہو جہاں کی مرمت کے واسطے وقف کرنے والے نے وقف کیا ہے تو یہ نہر اوپر سے برابر یہاں تک کہ جہاں تک کے واسطے وقف کرنے والے نے وقف کیا ہے مرمت کی جائے گی یہاں تک کہ اس کوچہ کی حد سے تجاوز کر جائے اور ان دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں نہر مذکور دو کوچوں کی طرف منسوب ہے اور دوسری صورت میں بیچ میں کوئی کوچہ نہیں ہے جس کی طرف نہر منسوب ہو پس نہر مذکور ابتدا سے اس کوچہ کی انتہا تک جس کے واسطے وقف کرنے والے نے وقف کیا ہے اس کوچہ کی طرف منسوب ہوگی۔ اسی طرح اگر نہر مذکور کے اُگارنے کی ضرورت ہو تو اس وقف کے حاصلات سے نہ اُگاری جائے گی اور فقیہ ابواللیث نے فرمایا کہ اگر در صورت نہ اُگارے جانے کے نہر مذکور کے مسناتہ یعنی بند آب کے خراب ہو جانے کا خوف ہو تو حاصلات وقف مذکور سے اُگارنا جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ شیخ ابوالقاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کی زمین میں مجری یعنی نہر ہے پھر اہل نہر نے اپنی نہر کو صاف کر کے اُس کی مٹی کوڑا اس کی زمین میں ڈالا پس آیا اس شخص کو اختیار ہے کہ ان لوگوں سے یہ خاک کوڑا اپنی زمین سے دور کرانے کا مواخذہ کرے تو فرمایا کہ اگر انہوں نے حریم نہر پر ڈالنے کا قصد کیا ہے جس قدر حریم سے تجاوز کر کے اس کی زمین میں آ گیا ہے اُس کے دور کرانے کا مواخذہ کر سکتا ہے یہ تا تار خانہ میں ہے۔ ایک نے اپنی دیوار میں سے نصف دیوار فروخت کر دی پھر مشتری نے چاہا کہ اپنی نصف دیوار سے نہر عام کی طرف ایک دروازہ پھوڑے پس جب اُس نے اپنی ملک میں ایسا کرنا چاہا اور عام لوگوں کو اس سے ضرر نہ پہنچتا ہو تو اس کو اختیار ہے اور اگر عام لوگوں کو مضرت پہنچتی ہو تو مثلاً نہر ٹوٹی جاتی ہو تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کسی نے یہ وصیت کی کہ میرا حصہ شرب مساکین کو صدقہ دے دیا جائے تو یہ باطل ہے اس واسطے کہ مساکین کو طعام کی ضرورت ہے ایسے پانی کی جس سے زمین سینچی جائے کچھ ضرورت نہیں ہے کہ شرب کی احتیاج اسی کو ہوتی ہے جس کے پاس زمین ہو اور مساکین کے پاس یہ نہیں ہے اور شرب کا کچھ بدل نہیں ہے جو شرب کے عوض مساکین کو تقسیم کر دیا جائے کیونکہ وہ بیع اجارہ کے قابل نہیں ہے۔ پس وصیت باطل ہوئی اور اگر یہ وصیت کی کہ فلاں مسکین معین کو اس کی زندگی میں پانی دیا جائے تو یہ جائز ہے باعتبار اس کے معین ہونے کے یہ مبسوط میں ہے اور اگر وصیت کی کہ میرا حصہ شرب فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کیا جائے تو یہ باطل ہے اس واسطے کہ جس کی تملیک کا وہ حالت زندگی میں اختیار نہیں رکھتا ہے اس کی تملیک کا بعد وفات کے بھی جواز نہیں ہے اور اگر یوں

۱۔ موقوف مالہ یعنی اس نہر پر وقف کیا گیا ہے ۱۲ ۲۔ اہل شفعہ سے ف پانی پینے و جانور کو پلانے والے یعنی ان کو زمین سینچنے کا حق نہیں ہے ۱۲

۳۔ اگر تار یعنی مزدوری وقف سے یہ کام لینا ۱۲ ۴۔ معین یعنی نقطہ اس وجہ سے جائز ہے کہ وہ معین ہے بخلاف غیر معین کے کہ اس میں متابعتی کے معنی

دیکھنا چاہئے ۱۲

وصیت کی کہ میرے حصہ شرب سے فلاں شخص کی زمین اتنے برس تک سپنچی جائے تو اس کے تہائی مال سے یہ وصیت جائز ہے کیونکہ اگر وہ ہمیشہ کے واسطے اس طرح اس کو پانی دینے کی وصیت کرتا تو جائز ہوتا پس جب اس نے موقت یعنی کسی زمانہ معین تک اس کی وصیت کی تو بھی جائز ہے اور اگر وہ شخص جس کے حق میں وصیت ہے اس میعاد سے پہلے مر گیا تو وصیت باطل ہو جائے گی اس واسطے کہ شرب اگرچہ حقیقتہً عین ہے لیکن معنی منفعت ہے کہ وہ زمین کی تابع ہے جیسے اور ضائع اور جو منافع کی وصیت ہوتی ہے وہ موصی کے مرنے سے باطل ہو جاتی ہے اور اگر کسی کے واسطے شرب کی مطلقاً وصیت کی اس کے واسطے کوئی وقت مقرر نہ کیا پھر جس کے واسطے شرب کی وصیت تھی وہ مر گیا پس آیا وصیت باطل ہوگی یا نہیں سو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے فقہ ابو جعفرؒ نے فرمایا کہ وصیت باطل نہ ہوگی اور شرب مذکور موصی لہ کے وارثوں کو ملے گا اور یہی اصح ہے اور اگر کسی نے تعلیقاً کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو یہ شرب مساکین کے واسطے صدقہ ہے تو یہ باطل ہے اور اگر کسی نے اپنی تہائی شرب کی بدون زمین کے فی سبیل اللہ تعالیٰ یا حج یا غلام کے آزاد کرانے یا فقیروں کے واسطے وصیت کی تو یہ باطل ہے اس واسطے کہ یہ وصیت بیع شرب کی وصیت ہے اس واسطے کہ حج کرانا یا مملوک کی گردن آزاد کرانا عین شرب سے ممکن نہیں ہے اور یہ امر شرب کے ثمن سے ہو سکتا ہے اور بدون زمین کے شرب کے بیع کی وصیت کرنا باطل ہے اور فقیروں کے واسطے شرب کی وصیت کرنا ان کو صدقہ دینے کی وصیت ہے اور بدون زمین کی شرب کے صدقہ کرنے کی وصیت جائز نہیں ہے اور اگر نہر میں سے اپنے تہائی حق کی وصیت کی تو فی سبیل اللہ و حج کرانے وغیرہ سب باتوں میں جو مذکور ہوئی ہیں جائز ہے اس واسطے کہ یہ تہائی رقبہ نہر کے صدقہ کرنے کی وصیت ہے پس جائز ہے اور شرب اس میں بعد اداخل ہو گیا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر خالی شرب پر بدون زمین کے کسی عورت سے نکاح کیا تو نکاح جائز ہے اور عورت مذکور کو شرب میں سے کچھ نہ ملے گا مگر اس کا مہر مثل واجب ہوگا یہ کافی میں ہے۔

ایک شخص کے دار میں ایک نہر ہے جس کے پانی سے پڑوسی کی دہلیز کو کھلا ضرر پہنچتا ہے.....☆

اگر کسی عورت نے اپنے شوہر سے شرب پر بدون زمین کے خلع کیا تو یہ باطل ہے اور شوہر کو شرب میں سے کچھ نہ ملے گا لیکن خلع صحیح ہے اور عورت پر واجب ہوگا کہ وہ مہر جو اس نے لیا ہے واپس کر دے اور شرب کے دعویٰ سے اگر صلح کی تو باطل ہے پس اگر اس شرب سے اس نے مدت دراز تک زمین سپنچی ہو تو اس پر کچھ ضمان لازم نہ ہوگی اور اگر شرب پر قصاص قتل نفس سے یا جان کے تلف سے کم یعنی جراحت سے جس میں قصاص ہے صلح کی تو صلح باطل ہے اور غفو جو جائز ہے اور قاتل پر یا جرح^(۱) کرنے والے پر دیت اور ارش جراحت واجب ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک عورت کے پاس نو جریب زمین ہے۔ پس سیل نے اس اراضی کی نہر خراب کر دی اور عورت مذکور نے ایک قوم کو اس نہر کی درستی کے واسطے بدین شرط اجارہ لیا کہ میں تم کو زمین میں سے تین جریب زمین دوں گی پس ان لوگوں نے نہر مذکور کو درست کیا تو شیخ علی بن احمد سے مروی ہے کہ شیخ موصوف نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ یہ اجارہ جائز ہو اور عورت مذکور کو یہ اختیار نہیں ہے کہ تین جریب زمین دینے سے انکار کرے اور شیخ ابو الیث نے فرمایا کہ یہ جواب صاحبین کے قول کے موافق ہے اور بقیاس قول امام اعظمؒ کے نہیں جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اس واسطے کہ تین جریب مجہول ہیں پس علی ہذا اگر عورت مذکور نے اجارہ پر مقرر کرنے کے وقت اراضی مذکورہ سے تین جریب زمین معین کر دی ہو تو بالا اجماع اجارہ جائز ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص کا پانی کا مجری دوسرے کے دار میں ہے پھر مجری خراب ہو گیا اور مالک دار نے مالک مجری سے اصلاح مجری کا

۱۔ موصی لہ جس کے واسطے وصیت کی جائے ۱۲۔ خلاصہ یہ کہ نہر مع پانی کے وصیت ممکن ہے اور فقط پانی دینا غیر ممکن ہے ۱۱۲۔

۲۔ مجری جہاں سے پانی جاری ہو جیسے پرناہ و موری و نالی وغیرہ ۱۳۔ (۱) مثلاً ہاتھ کاٹ ڈالا ہے ۱۴۔

مواخذہ کیا تو صاحب مجری اپنے مجری کی اصلاح پر مجبور نہ کیا جائے گا اور یہ ایسا ہے کہ جیسے ایک شخص کا مجری دوسرے کی چھت پر ہے پھر چھت خراب ہوگئی تو چھت کے مالک کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ صاحب مجری سے اپنی چھت کی درستی کا مواخذہ کرے پھر اگر نہر (۱) صاحب مجری کی ملک ہو تو وہ اس کی درستی کے واسطے ماخوذ ہوگا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ نہر کی درستی مالک مجری کے ذمہ ہے اور یہ مثل چھت کے نہیں ہے اس واسطے کہ پانی جو نہر میں جاری ہوتا ہے وہ اس کی ملک ہے پس وہ اس نہر کو اپنی ملک سے استعمال کرتا ہے پس اس کی اصلاح اسی کے ذمہ ہوگی اور اسی کو فقیہ ابواللیث نے اختیار کیا ہے اور ہمارے استاد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فتویٰ قول اول پر ہے اس واسطے کہ صاحب ملک پر اپنی ملک کی درستی لازم ہے یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔ ایک شخص کے دار میں ایک نہر ہے جس کے پانی سے پڑوسی کی دہلیز کو کھلا ضرر پہنچتا ہے پھر دہلیز سے ایک عورت کے دار تک پہنچتا ہے اور اس میں ضرر فاحش ہے پس اگر نہر مذکور کسی شخص کی ملک نہ ہو صرف نہر کا مجری اس شخص کے دار میں ہے اور پانی میں اہل شفعہ یعنی پینے والوں و جانوروں کو پلانے والوں کا استحقاق ہے تو جس جس کو اس نہر سے مضرت پہنچتی ہو اس پر اس نہر کی اصلاح اور اپنے اوپر سے ضرر دور کرنا لازم ہے ایسا ہی حکم فقیہ ابوبکر الاعمش سے مروی ہے اور شیخ ابوالقاسم سے روایت ہے کہ اس نہر کی درستی اہل مجری پر لازم ہے اور اسی کو فقیہ ابواللیث نے اختیار کیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ ظہیر یہ میں ہے۔

اگر دو داروں میں سے ہر دار کا علیحدہ مالک ہو اور ہر واحد نے اپنا دار ایک شخص غیر کے ہاتھ مع اس کے حقوق کے فروخت کیا تو دار اول کے مشتری کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ دوسرے دار کے مشتری کو اپنی چھت پر پانی بننے سے منع کرے اسی طرح اگر دو حائط یعنی چار دیواری کے باغ وغیرہ ہوں اور دوسرے حائط کا مجری پہلے حائط میں ہو تو اس میں بھی ایسا ہی حکم ہے یہ غیاثیہ میں ہے فتاویٰ اہل سر قند میں لکھا ہے کہ ایک شخص کے پانی کی نالی یعنی مع رقبہ کے دوسرے کے دار میں ہے پھر مالک دار نے اپنا دار مع اس نالی کے فروخت کیا اور نالی کا مالک بیع پر راضی ہو گیا تو وہ ثمن میں بقدر حصہ نالی کے شریک ہوگا اور اگر اس کا فقط مجری ہو یعنی پانی بہانے کا استحقاق ہو نالی کا رقبہ نہ ہو تو اس کو ثمن میں سے کچھ نہ ملے گا اور اصل کی کتاب الشرب میں ایک مسئلہ لکھا ہے کہ جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ شرب کے واسطے حصہ ثمن ہوتا ہے چنانچہ کتاب الاصل میں یوں فرمایا کہ دو گواہوں میں سے ایک نے یوں گواہی دی کہ مدعی نے فقط زمین ہزار درم میں خریدی ہے اور دوسرے گواہ نے یوں گواہی دی کہ اس نے زمین کو مع شرب کے ہزار درم میں خریدا ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی اس واسطے کہ جس گواہ نے زمین مع شرب خریدنے کی گواہی دی ہے اس نے بعض ثمن کو بمقابلہ شرب کے قرار دیا ہے پس اس روایت سے ہمارے بعض مشائخ نے یہ گمان کیا کہ جو کچھ فتاویٰ اہل سر قند میں لکھا ہے وہ خطا ہے حالانکہ جیسا انہوں نے گمان کیا ہے ویسا نہیں ہے اس واسطے کہ کتاب الشرب کے مسئلہ کا موضوع یہ ہے کہ زمین و شرب کا مالک ایک ہی شخص ہے اور یہ کہ زمین مع شرب کے فروخت کی گئی ہے اور جب شرب مع زمین کے فروخت کیا جائے تو شرب کے واسطے ثمن میں سے حصہ ہوتا ہے اور اس مسئلہ کا موضوع یہ ہے کہ شرب مالک رقبہ کے سوائے غیر شخص کا ہے پس شرب کی بیع صاحب شرب کے حق میں تنہا شرب کی بیع ہوئی اور جب تنہا شرب فروخت کیا جائے تو شرب کے واسطے ثمن سے کچھ حصہ نہیں ہوتا ہے اور اگر مالک دار نے اپنا دار فروخت نہ کیا لیکن مالک میل نے یہ کہا کہ میں نے اپنا حق جو میل میں ہے باطل کر دیا پس اگر اس کو پانی بہانے کا حق حاصل ہو رقبہ اس کی ملک نہ ہو تو اس کا حق باطل ہو جائے گا اور اگر رقبہ اس کی ملک ہو تو اس کا حق باطل نہ ہوگا اس واسطے کہ اعیان میں جو ملک ثابت ہو وہ بطلان^۱

بطلان یعنی عین میں جب کسی کی ملک ہو اس ملک کو مٹانا ممکن نہیں ہے بخلاف حق سے کہ وہ فقط معنی ہیں پس عین کی ملکیت ہی فروخت وغیرہ سے جاتی ہے ۱۲ (۱) یعنی رقبہ نہر ۱۲

قبول نہیں کرتی ہے یہ محیط میں ہے۔ عیون میں لکھا ہے کہ ایک نہر دو شخصوں میں مشترک ہے اور دونوں نے چاہا کہ ہم میں سے ایک شخص ایک روز اپنے واسطے اس کو جاری کرے اور دوسرا دوسرے روز جاری کرے تو یہ جائز ہے اس واسطے کہ یہ امر دونوں کے حق میں نافع ہے اور ان دونوں کے سوائے کسی غیر کے حق میں مضر نہیں ہے اور اگر دونوں میں ہر شخص کے واسطے ایک نہر خاص ہو اور دونوں نے باہم اس بات پر قرار داد کی کہ ہم میں سے یہ شخص دوسرے کی نہر سے سینچے اور دوسرا شخص اس کی نہر سے سینچے تو نہیں جائز ہے جیسے مکان سکونت کا ارادہ اس طرح لینا جائز ہے اور وجہ یہ ہے کہ یہ بیج ہے اور شرب کی بیج جائز نہیں ہے۔ کذا فی الذخیرہ۔

کتاب الاشربہ

اس میں دو ابواب ہیں

باب اول ☆

اشربہ کی تفسیر وان اعیان کے بیان میں جن سے اشربہ بنائے جاتے ہیں اشربہ کے نام و ماہیات و احکام کے بیان میں

قال المترجم ☆

اشربہ جمع شراب لغت میں و نیز اصطلاح طلب میں جو چیز پی جاتی ہے مگر شرع میں یہ لفظ با اصطلاح خاص اطلاق کیا جاتا ہے چنانچہ کتاب میں اس کی تفسیر یوں فرمائی کہ شراب کا لفظ پینے کی ایسی چیز پر اطلاق کیا جاتا ہے جو حرام ہے اور شرابوں کے نام بارہ ہیں جس میں سے سات انگور سے بنائی جاتی ہیں یعنی خمر و بازق طلاء منصف بختج و جمہوری و حمیدی اور دو مویز سے بنتی ہیں یعنی نقیع و نبیذ اور تین چھوہارے سے بنتی ہیں یعنی سکر، فغلیح، نبیذ۔ اور ان کی ماہیات کا بیان یوں ہے کہ جو شرابیں انگور سے بنتی ہیں سوان میں سے اول خمر کی یہ ماہیت ہے کہ وہ آب انگور خام کہ جوش آ جانے و اشتداد پیدا ہو کر جھاگ اٹھنے اور پھر جوش سے بیٹھ جانے کے بعد خمر کہلاتا ہے یہ امام اعظم کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک جوش آنے و اشتداد ہونے کے بعد وہ خمر ہے اگرچہ جھاگ نہ اٹھیں دوم بازق وہ پختہ آب انگور ہے کہ دو تہائی سے کم پکایا جائے خواہ ایک تہائی کے یا نصف یا خفیف جوش دیا جائے مگر ایسا ہو جائے کہ اس کے پینے سے نشہ ہو اور جوش سے بیٹھ جائے سوم طلاء یعنی مثلث وہ آب انگور ہے کہ پکایا جائے یہاں تک کہ دو تہائی جل جائے اور ایک تہائی باقی رہ جائے پھر مسکر ہو جائے چہارم منصف یعنی آب انگور کہ پکانے میں نصف جل جائے اور نصف باقی رہ جائے اور پنجم بختج یعنی طلاء مثلث میں پانی ڈال دیا جائے کہ وہ رقیق ہو جائے اور چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ اس میں اشتداد آ جائے اور اس کو شراب ابو یوسف بھی کہتے ہیں اس وجہ سے کہ امام ابو یوسف اس کو اکثر استعمال کرتے تھے شیشم جمہوری یعنی آب انگور خام جس میں پانی ملا دیا جائے کہ ایک تہائی جل جائے اور دو تہائی باقی (۱) رہے۔ اور جو شراب مویز سے بنائی جاتی ہے اور وہ دو طرح کی ہے ایک نقیع سواں کی ماہیت یہ ہے کہ مویز کو پانی میں بھگوپا جائے یہاں تک کہ اس کی شیرینی پانی میں آ جائے پھر اس میں اشتداد جوش آئے اور جھاگ اٹھیں تب وہ نقیع ہے دوم نبیذ یعنی آب مویز خام جو پکایا جائے اور جو شراب چھوہارے سے بنائی جاتی ہے اور وہ تین طرح کی ہوتی ہے ایک اسکر یعنی خام آب تمر جب کہ اس میں جوش و اشتداد آ جائے تو وہ سکر ہے اور اسی پر اکثر اہل لغت کا فتویٰ ہے دوم فغلیح یعنی خام آب تمر مذنب جب اس میں جوش و اشتداد آ جائے اور جھاگ اٹھیں سوم نبیذ یعنی خام آب تمر جب کہ خفیف جوش دیا جائے و اس میں اوبال و اشتداد

۱۔ قال و اکثرہوں نے یہ وجہ لکھی ہے کہ امام ابو یوسف نے اس کو ہارون رشید کے واسطے بنوادیاتھا اور وہی قول اقرب ہے ۱۲۔ قال المترجم ہمارے ملک میں ناڑی جو مشہور ہے اسی سکر کے حکم میں داخل ہے و عندی کا نہا ہی فافہم واللہ اعلم ۱۳۔ (۱) یہاں حمیدی کا بیان اصل میں نہیں ہے ۱۴۔

جائے اور جھاگ اٹھے تو نبیذ ہے۔ اسی طرح نبیذ اس کو بھی کہتے ہیں کہ جس پانی میں چھوہارے بھگوئے جائیں اور اس میں شیرینی نکل آئے اور جوش و اشتداد آ کر جھاگ اٹھیں اور ان اشربہ کے احکام پانچ وجہ پر ہیں ایک وجہ میں بالاجماع حلال ہے اور ایک وجہ میں بالاجماع حرام ہے اور ایک وجہ میں عامہ علماء کے نزدیک حرام ہے اور ایک وجہ میں ہمارے نزدیک حلال ہے مگر بعض لوگوں نے خلاف کیا ہے اور ایک وجہ میں حلال ہے مگر امام محمدؒ نے خلاف کیا ہے سو جو بالاجماع ہے حلال ہے وہ شراب شیرین ہے جس میں اشتداد نہ آیا ہو اور جو بالاجماع حرام ہے وہ خمر و سکر ہے جس میں سے ہو۔ اور خمر کے واسطے چھ حکام ہیں ایک یہ ہے کہ خمر میں سے تھوڑا پینا و بہت پینا سب حرام ہے اور اس سے دوا وغیرہ کے طور پر انتفاع بھی حرام ہے دوم یہ کہ اس کی حرمت کا منکر کافر ہے سوم یہ کہ جس طور پر لوگ متاع حاصل کرتے ہیں مثل بیع و ہبہ وغیرہ کے خمر کا مالک ہونا یا دوسرے کو مالک کرنا حرام ہے چہارم یہ کہ خمر کا تقوم باطل ہو گیا ہے حتیٰ کہ خمر کا تلف کرنے والا ضامن نہ ہو گا کذا فی محیط السرخسی لیکن مشائخ کے اس کی مالیت ساقط ہو جانے میں اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ مال ہے اس واسطے کہ اس میں حرص و بخل جاری ہے یہ کافی میں ہے۔ اور پنجم یہ کہ خمر مثل پیشاب و خون کے نجس غلیظ ہے اور ششم یہ کہ اس کے تھوڑا پینا بہت پینے سے حد شرعی واجب ہوتی ہے اور شراب کو سرکہ کر ڈالنا مباح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور پکانا اس میں کچھ مؤثر نہیں ہے اس واسطے کہ پکانا شرع میں اس غرض سے ہوتا ہے کہ حرمت ثابت ہونے سے مانع ہو اور اس غرض سے نہیں ہے کہ حرمت ثابت ہونے کے بعد پکانے سے باطل ہو جائے اس لئے کہ پکانے کا اثر صفت نشہ کو زائل کرتا ہے اور جب وہ خمر ہو گئی ہے تو پھر مؤثر نہ ہو گا پھر بعض نے فرمایا کہ ایسی خمر میں جب تک نشہ نہ آئے تب تک حد نہ ماری جائے گی اس واسطے کہ قلیل خمر سے حد واجب ہونا خام آب انگور کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ خام نہیں رہی بلکہ پختہ ہو گئی اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ ایسی خمر کے پینے میں بھی حد واجب ہوگی خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو یہ کافی میں ہے۔

اگر شراب سرکہ ہو گئی اور اس میں کچھ ترشی آ گئی لیکن اس میں کچھ تلخی بھی ہے تو وہ امام اعظمؒ کے نزدیک سرکہ نہ ہوگی یہاں تک کہ بالکل اس کی تلخی جاتی رہے اور صاحبینؒ کے نزدیک تھوڑی ترشی آ جانے سے بھی حلال ہو جاتی ہے اور یہ اس وقت ہے کہ شراب خود بخود سرکہ ہو گئی ہو اور اگر آدمی نے اس کو نمک وغیرہ کے ذریعہ سے سرکہ کر ڈالا ہو تو ایسی صورت میں بالاجماع سب کے نزدیک حلال ہو جائے گی یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اور شرح شافعی میں ہے کہ اگر سرکہ شراب میں ڈال دیا گیا تو اس کا کھانا روا ہے خواہ شراب غالب ہو یا سرکہ غالب ہو مگر اس میں ترشی آ گئی ہو اور بقیاس قول امام ابو یوسفؒ کے اگر شراب غالب ہو تو یہی حکم ہے اور اگر سرکہ غالب ہو تو مجموع النوازل میں مذکور ہے کہ اسی وقت حلال نہ ہوگی جب تک اتنی دیر نہ گزرے کہ جس میں یہ گمان ہو جائے کہ شراب سرکہ ہو گئی ہے یہ خلاصہ میں ہے و امام محمدؒ نے اصل میں فرمایا کہ اگر شراب خمر میں گل سون خوشبودار ڈالے گئے حتیٰ کہ شراب میں اس کی خوشبو آ گئی تو اس شراب سے تدہین و تطیب نہ چاہئے اور نہ اس کی بیع میں ہے اگرچہ سون ڈال دینے سے اس کی بو متغیر ہو گئی ہے اس واسطے کہ یہ شراب سرکہ نہیں ہوئی اور شراب جب تک سرکہ نہ ہو جائے تب تک اس سے انتفاع جائز نہیں ہے اور کوئی عورت ایسی شراب سے کنگھی نہ کرے یہ بعض عورتوں کی عادت ہوتی ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے بالوں کی چمک زیادہ ہو جاتی ہے اور ایسی شراب سے اپنے بدن کی کسی جراحت کی دوا نہیں کر سکتا ہے اور اپنے چوپایہ کی پیٹھ لگی ہوئی کی بھی اس شراب سے دوا نہیں کر سکتا ہے اور نہ ایسی شراب سے حقنہ لے سکتا ہے اور نہ احلیل میں پکا سکتا ہے یہ محیط میں ہے اور شراب خمر سے مٹی کا گارہ کرنا اور چوپاؤں کو پلانا مکروہ ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر اپنا سواری کا جانور شراب کی طرف بڑھا لے گیا تو مضا لفقہ نہیں ہے اور اگر شراب کو اٹھا کر جانور مذکور کی

۱۔ یعنی تقوم تو باطل ہے مگر فی نفسہ قیمت دار ہے یا نہیں ۱۲

صرف لایا تو مکروہ ہے اور ایسا ہی حکم مشائخ نے ایسے شخص کے حق میں دیا ہے جو شراب کو سرکہ کرنا چاہتا ہے کہ اس کو چاہئے کہ سرکہ کو شراب کی طرف اٹھالے جا کر اس میں ڈال دے اور اگر شراب کو اٹھا کر سرکہ کے پاس لایا تو مکروہ ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اس واسطے کہ شراب کا اٹھانا جیسا مکروہ ہے کہ پینے کے واسطے اٹھالے جائے اور اگر پینے کے واسطے ایسا نہ کرے تو مضائقہ نہیں ہے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر اس نے شراب کو سرکہ کرنے کے واسطے دھوپ سے سایہ میں اور سایہ سے دھوپ میں اٹھا کر رکھا تو مکروہ نہیں ہے حالانکہ اس صورت میں شراب کا اٹھانا متحقق ہوا ہے شیخؒ فرماتے ہیں کہ قول اول یہی صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور خمر شراب کسی نابالغ و ذمی کو نہ پلائے اور جس نے پلایا گناہ اسی پر ہوگا یہ غیاشیہ میں ہے اور خمر کو بطور سرمہ آنکھ میں لگانا خمر کی ناس لینا مکروہ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر خمر سے آٹا گوندھا اور اس کی روٹی پکائی تو وہ نہ کھائی جائے گی اور اگر کسی نے کھائی تو اس کو حد نہ ماری جائے گی اسی طرح اگر گیسوں خمر میں گر پڑے تو دھونے سے پہلے نہ کھائے جائیں گے پھر اگر سوئے گئے خواہ پیسے گئے یا نہ پیسے گئے اور اس میں خمر کی بو و مزہ نہ پایا گیا تو اس کے کھانے میں مضائقہ نہیں ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب یہ گیسوں خمر کے اندر پھول نہ گئے ہوں اور اگر پھول گئے تو امام محمدؒ کے قول پر ہمیشہ کے واسطے پاک رہے کبھی پاک نہ ہوں گے اور امام ابو یوسفؒ کے قول پر تین بار دھوئے جائیں اور ہر بار خشک کئے جائیں پھر کھائے جائیں۔ لی ہذا اگر خمر میں گوشت پکایا گیا تو امام محمدؒ کے قول پر ہمیشہ کے واسطے اس کا کھانا حلال نہ ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے قول پر تین بار پاک پانی میں جوش دیا جائے اور ہر بار ٹھنڈا کر لیا جائے پھر کھایا جائے یہ محیط میں ہے۔

اگر شوربے میں سرکہ کی جگہ خمر ڈال دی اور شوربا پکایا گیا تو نہ کھایا جائے گا اس واسطے کہ یہ شوربا نجس ہے اور اگر اس میں سے کوئی گھونٹ پی لیا تو حد نہ ماری جائے گی جب تک کہ نشہ نہ آئے اور اگر مچھلی یا نمک یا سرکہ میں خمر ڈالی گئی اور مربی کیا گیا حتیٰ کہ ترش ہو گیا تو اس کے کھانے میں مضائقہ نہیں ہے یہ مسئلہ اصل میں بدون تفصیل کے مذکور ہے۔ امام ابو یوسفؒ اسے اس مسئلہ میں تفصیل مروی ہے یعنی امام ابو یوسفؒ فرماتے تھے کہ اگر مچھلی یا نمک بہ نسبت خمر کے کم ہو تو ترش ہونے کے وقت پاک ہو جائے گا اور اس کا کھانا حلال ہوگا اور اگر مچھلی یا نمک غالب یعنی زیادہ ہو تو پاک نہ ہوگا اور اس کا کھانا حلال نہ ہوگا اگر چہ ترش ہو جائے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر خمر کے مٹکے میں ایک چوہا گر کر مر گیا پھر چوہا نکال کر پھینک دیا گیا پھر وہ خمر سرکہ ہو گئی تو پاک ہو جائے گی اور اگر چوہا اس میں سڑ کر پھوٹ گیا ہو تو سرکہ نجس ہوگا اس واسطے کہ جس قدر اس میں چوہے کے اجزاء ہیں وہ سرکہ نہیں ہوئے ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور لہو کی نظر سے خمر کو دیکھنا حلال نہیں ہے یہ وجہ کر دہی میں ہے۔ فتاویٰ ماوراء النہر میں ہے کہ خمر کا ایک قطرہ ایک مشک پانی میں گر پڑا پھر یہ پانی ایک مٹکے سرکہ میں ڈال دیا گیا تو شیخ ابو نصر الدبوسی نے فرمایا کہ سرکہ خراب ہو جائے گا اور سوائے شیخ موصوف کے اور مشائخ نے فرمایا کہ فاسد نہ ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الذخیرہ اور یہی صحیح ہے اس واسطے کہ پانی بعینہ نجس نہ تھا بلکہ خمر کے مجاورت سے نجس ہوا پس جب یہ قطرہ خمر سرکہ میں گر کر سرکہ ہو گیا تو مجاورت جاتی رہی پس پانی پھر پاک ہو جائے گا جیسے گردہ روٹی کا اگر خمر میں گر پڑا پھر سرکہ میں تو پاک ہو جائے گا اسی طرح اگر گردہ روٹی کا خمر سے پکایا گیا پھر سرکہ میں گر پڑا یا کپڑا اگر خمر میں گر پڑا پھر سرکہ میں تو پاک ہو

قال المترجم ہمارے نزدیک بھی خمر کو سرکہ بنانے کا جواز بھی جب ہی ہوتا ہے کہ یہ خمر اس کو بدون مالک ہونے و مالک کرنے کے حاصل ہوئی ہو یعنی ملکیت حاصل کرنے کے ذریعہ سے ملکیت اختیاری نہ ہو بلکہ بے اختیاری حاصل ہوئی تو سرکہ کر لے اور باوجود اس کے بھی بہت سے ائمہ نے سرکہ بنانا جائز نہیں رکھا کیونکہ اس میں امر ممنوع کا ارتکاب شامل ہے اور ضرورت اپنی حد پر رہتی ہے جو تحلیل میں نہیں ہے جیسے شراب کو اٹھا کر دھوپ میں لانا وغیرہ پس امر احتیاط کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲

۲۔ پاک الخ کیا نہیں دیکھتے ہو کہ اگر گدھایا سور نمک کی جھیل میں صر کر نمک ہو گیا تو وہ مابیت بدل جانے سے پاک ہو گیا اور تمام تحقیق فتح القدیر میں ہے ۱۲

جائے گا بخلاف آٹے کے کہ اگر آٹا شراب سے گوندھ کر پکایا گیا تو روٹی نجس ہوگی پاک نہ ہوگی اس واسطے کہ گوندھے ہوئے آٹے میں جو اجزاء خمر کے ہیں وہ روٹی پکانے سے سرکہ نہیں ہوئے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کسی بکری کو خمر پلائی تو اس کا دودھ اور گوشت مکروہ نہیں ہے اس واسطے کہ خمر اگرچہ اس کے معدے میں باقی رہی لیکن اس کے گوشت سے مختلط نہیں ہوئی اور اگر خمر مستحیل ہو کر لحم ہوگئی تو بھی جائز ہے جیسے کہ مستحیل ہو کر سرکہ ہو جانے کی صورت میں جائز ہوتی ہے لیکن اگر اس بکری کو اس کثرت سے خمر پلائی ہو کہ اس کے گوشت میں شراب کی بدبو آگئی ہو تو اس کا گوشت مکروہ ہوگا جیسے کہ اگر اس کی پلیدی کھانے کی عادت ہوگئی ہو تو مکروہ ہوتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

حلال جانور کو اگر خمر کی عادت پڑ جائے تو کچھ عرصہ کے لئے قید کر دیا جائے گا ☆

اگر کسی ماکول^(۱) اللحم نے شراب یعنی خمر پینے کی عادت کر لی اور یہ حالت پہنچی کہ اس کے جسم سے خمر کی بدبو پائی جاتی ہے پس اگر بکری کی ایسی عادت ہوگئی ہو تو دس روز اور گائے ہو تو بیس روز اور اونٹ ہو تو تیس روز اور مرغی ہو تو ایک روز قید رکھی جائے کذا فی المحیط یعنی شراب سے بچائی جائے اور جو جس کی پاک غذا ہے وہ دی جائے۔

قال المترجم

اور خمر کی تلچھٹ پینا اور اس سے انتفاع مکروہ ہے اور اگر اس کو پی لیا مگر نشہ نہ چڑھا تو اس پر حد واجب نہ ہوگی یہ حکم ہمارے نزدیک ہے اور اس کو سرکہ میں ڈال دینے کا مضائقہ نہیں ہے اس واسطے کہ وہ سرکہ ہو جاتی ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص کو پیاس کی وجہ سے اپنی جان جاتی رہنے کا خوف ہوا تو ہمارے نزدیک اتنی شراب جس سے اس کی پیاس دفع ہو پی لینا مباح ہے بشرطیکہ خمر اس کی پیاس کو دور کر سکتی ہو جیسا کہ مضطر کے حق میں مردار و سور کا تناول مباح ہے اسی طرح اگر اس کو سانپ وغیرہ نے کاٹا کہ اس کو اپنی جان کا خوف ہوا اور اس ضرر کو دفع کرنے والی سوائے خمر کے کوئی چیز نہیں پاتا ہے تو اس کو شراب پینا مباح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور فتاویٰ میں ہے کہ اگر ایسے شخص نے جو پیاس سے مرعاجاتا ہے بقدر سیرابی کے شراب خمر پی لی اور بے ہوش ہو گیا تو اس پر حد واجب نہ ہوگی اس واسطے کہ نشہ پر مباح ہو گیا ہے اور اگر سیرابی سے کچھ زیادہ پی لی اور نشہ بھی نہ ہوا تاہم چاہئے کہ اس پر حد لازم آئے جیسا کہ حالت اختیار میں اس قدر^(۲) پینے و نشہ نہ آنے میں حکم ہے یہ وجہ زکوری میں ہے اور اشربہ میں ہے جو عامہ علماء کے نزدیک حرام ہے وہ یہ ہیں باذن و منصف و نفع مویز و تمر جو غیر مطبوخ ہو اور سکران شرابوں میں سے قلیل و کثیر سب حرام ہیں اور اصحاب ظواہر کہتے ہیں کہ ان کا پینا مباح ہے مگر صحیح قول عامہ علماء کا ہے لیکن ان شرابوں کی حرمت خمر کی حرمت سے گھٹ کر ہے حتیٰ کہ ان شرابوں کا پینے والا جب تک اس کو نشہ نہ آئے تب تک اس کو حد نہ ماری جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے اور منصف و باذن کی نجات غلیظ ہے یا خفیف ہو امام محمد نے کتاب میں ذکر فرمایا کہ جس شراب کا پینا حرام ہے اگر وہ قدر درہم سے زیادہ کپڑے میں لگ جائے تو نماز جائز نہ ہوگی اور مشائخ نے فرمایا کہ ایسا ہی امام ابو یوسف سے ہشام نے روایت کیا ہے اور شیخ قسطلی سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ امام اعظم و امام ابو یوسف کے قول پر واجب ہے کہ ان کی نجاست خفیفہ ہو مگر فتویٰ اسی پر ہے کہ ان کی نجاست غلیظ ہے اور باذن و منصف و سکر و نفع مویز کی بیع جائز ہے اور ان کا تلف کر دینے والا ضامن ہوگا یہ امام اعظم کا قول ہے اور صاحبین نے اس میں خلاف کیا ہے اور بیع کی صورت میں امام اعظم کے قول پر فتویٰ ہے اور ضمان کی صورت میں اگر تلف کرنے والے نے حسب کا قصد کیا یعنی منکر چیز سے منع کرنے

۱۔ شاید اصحاب الظواہر سے فرقہ ظاہر یہ مراد ہے کیونکہ اصحاب الظواہر کا لفظ تو امام مالک و شافعی و احمد ان کے اصحاب حدیث پر بھی بولا جاتا ہے حالانکہ وہ سب ان شرابوں کے حرام ہونے کے قائل ہیں ۱۲ (۱) یعنی جس کو ذبح کر کے گوشت کھانا حلال ہے ۱۲ (۲) یعنی بقدر زیادتی ۱۲

اور دفع کرنے کا قصد کیا اور یہ قصد حالات و قرآن کے دیکھنے سے ظاہر ہو جاتا ہے تو فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے اور اگر اس نے حسبہ کا قصد نہ کیا ہو تو ضمان واجب ہونے میں بھی امام اعظم کے قول پر فتویٰ ہے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اور اشربہ میں سے جو عامہ علماء کے نزدیک حلال ہے وہ طلاء ہے یعنی مثلث اور نبیذ ترمویز ہے کہ ان کا پینا اس قدر جس کے پینے سے نشہ نہ ہو بغرض گو ارائے طعام واللہ تعالیٰ کی عبادت کے واسطے تقویت حاصل کرنے کے لیے جائز ہے اور اگر بغرض ہو تو نہیں جائز ہے اور ان میں سے اس قدر پینا کہ جس سے نشہ آ جائے حرام ہے اور یہ قول عامہ علماء کا ہے اور جب ان کے پینے والے کو نشہ آ جائے تو اس پر حد شرعی واجب ہوگی اور ان کی بیع جائز ہے اور ان کے تلف کرنے والے پر ضمان واجب ہوگی یہ امام اعظم و امام ابو یوسف کا قول ہے و امام محمد سے دو روایتیں ہیں مگر دونوں میں سے اصح روایت موافق قول شیخین کے ہے اور دوسری روایت امام محمد سے یوں مروی ہے کہ ان شرابوں میں سے قلیل و کثیر سب حرام ہے لیکن ان کے پینے والے کو حد نہ ماری جائے گی جب تک اس کو نشہ نہ ہو جائے یہ محیط سرحسی میں ہے اور ہمارے زمانہ میں فتویٰ امام محمد کے قول پر ہے حتیٰ کہ جو شخص حبوب و شہد و دودھ و انجیر سے بنائی ہوئی شراب کو پئے اور اس کو نشہ آ جائے تو اس پر حد شرعی واجب ہوگی اس واسطے کہ ہمارے زمانہ میں فاسق لوگ ان شرابوں کے گرد ہوتے ہیں اور ان کا قصد ان کے پینے سے نشہ لہو ہوتا ہے یہ تمبین میں ہے اور شیرہ انگور اگر دھوپ میں رکھا گیا یہاں تک کہ اس میں سے دو تہائی اڑ گیا تو امام ابو یوسف و امام اعظم کے نزدیک اس کا پینا حلال ہے اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے اور نوازل میں ہے کہ میں نے شیخ ابوسلیمان سے پوچھا کہ ایک مثلث میں شیرہ انگور ملا دیا گیا تو فرمایا کہ پھر دوبارہ وہ پکائی جائے یہاں تک کہ اس میں سے دو تہائی اڑ جائے اور ایک تہائی باقی رہ جائے اور یہی امام محمد کا قول ہے یہ تاتار خانہ میں ہے اور بختج کی تفسیر میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے حاکم ابو محمد الکفینی نے فرمایا کہ حج یوں بنتی ہے کہ شیرہ انگور میں پانی ڈال دیا جاتا ہے پھر جوش آنے سے پہلے اس کو پکاتے ہیں یہاں تک کہ اس میں سے دو تہائی جل جائے اور ایک تہائی باقی رہے پس شیرہ انگور میں سے دو تہائی سے کم جلتا ہے اور جب تک وہ شیریں ہو تب تک اس کا پینا حلال ہے اور جب اس میں جوش واشتداد آ جائے اور جھاگ اٹھیں تب اس کا پینا تھوڑا بہت سب حرام ہے اور بعض نے فرمایا کہ بختج وہی حمیدی ہے اور وہ یوں بنتی ہے کہ مثلث میں پانی ڈال کر چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ اس میں اشتداد آ جائے اور اس کو ابو یوسف بھی کہتے ہیں اس وجہ سے کہ امام ابو یوسف اس کو بکثرت استعمال کرتے تھے اور اس کی اباحت کے واسطے یہ بھی شرط ہے کہ پانی ڈال دینے کے بعد جوش واشتداد آنے سے پہلے اس کو خفیف پکایا جائے یا یہ شرط نہیں ہے سو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے جیسا کہ مثلث میں ان کا اختلاف ہے پھر اگر اس میں جوش واشتداد آ گیا تو اس کا پینا اسی قدر حلال ہے جس سے نشہ نہ آئے اور اگر نشہ آ گیا تو پینے والے کو حد ماری جائے گی اور شراب جمہوری یعنی آب انگور خام جس میں پانی ڈال دیا جائے اور خفیف پکایا جائے سو وہ جب تک شیریں رہے تب تک اس کا پینا سب کے نزدیک حلال ہے اور جب اس میں جوش واشتداد آ جائے اور جھاگ اٹھیں تو اس کا اور باذن کا ایک حکم ہے پھر اس کے بعد اس کے عصارہ پر پانی ڈالا جائے اور عصارہ لے کر پانی نکالا جائے اور اس میں جوش واشتداد آ جائے تو وہ سب احکام میں مثل خمر کے ہے اور بعض نے فرمایا کہ اس کا حکم مثل خمر کے نہیں ہے یہ ظہیر یہ میں ہے۔

۱۔ قول استعمال الخ اور اظہر یہ کہ انہوں نے ہارون رشید خلیفہ کے واسطے تجویز کیا ہو واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲

متفرقات کے بیان میں

اگر ایک شخص نے نو پیالے نبیذ تمر کے پئے پھر دسواں پیالہ اس کے منہ میں ڈالا گیا پس نشہ میں ہو گیا تو اس کو حد نہ ماری جائے گی اس واسطے کہ سکر اس کے اقرب کی طرف مضاف ہوتا ہے یہ سراجیہ میں ہے اگر عصارہ انگور کو عصارہ تمر یا نقیج مویز میں خلط کیا پھر اس کو پکایا تو حلال نہ ہوگا یہاں تک کہ دو تہائی جل جائے اسی طرح اگر مطبوخ میں ایک پیالہ انگور کا عصارہ یا گدر چھوہارے کا عصارہ یا نبیذ تمر یا نقیج مویز ڈال دیا جائے حالانکہ یہ سب خام ہے پھر دوبارہ پکانے سے پہلے اس میں جوش واشتداد آ گیا تو وہ حلال نہ ہوگا اور اگر اشتداد آ جانے سے پہلے اس کو دوبارہ پکالیا پس شیرہ انگور خام ڈالا ہو تو جب تک پکانے سے اس کا دو تہائی جل نہ جائے تب تک حلال نہ ہوگا اور اگر اشتداد بالامیں سے کسی کا ایک قدح ڈال دیا ہے تو فقط پکانا کافی ہے یعنی حلال ہو جائے گا اور اگر مطبوخ میں انگور یا چھوہارے یا مویز ڈال دیئے پھر اس میں اشتداد آ گیا تو معلیٰ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ اگر ڈالا ہوا مقدار قلیل ہو کہ اس سے شراب نہیں بن سکتی ہے تو اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے مطبوخ مذکور کا پینا حلال رہے گا اور اگر کثیر ہو کہ اتنے سے شراب بن سکتی ہے اور اس میں دوبارہ پکائی جانے سے پہلے اشتداد آ گیا تو مطبوخ حلال نہ رہے گا یہ غیاشیہ میں ہے اور اگر انگور بدون شیرہ نکالے جیسے ہیں ویسے ہی پکائے جائیں پھر ان کا شیرہ نکال لیا جائے تو خفیف^(۱) جوش دینا کافی ہے ایسا ہی حسن بن زیاد نے امام اعظمؒ سے روایت کیا ہے اور امام ابو یوسفؒ نے یوں روایت کی کہ جب تک پکانے سے اس کی دو تہائی نہ جل جائے تب تک نہیں جائز ہے اور یہی حکم اصح اس واسطے کہ انگور میں اس کا شیرہ موجود ہوتا ہے پس شیرہ نکالنے سے پہلے پکانا یا شیرہ نکال کر اس کو پکانا دونوں کا یکساں حکم ہونا چاہئے یہ کافی میں ہے۔

شیرہ انگور وغیرہ کو کتنا جوش دیا جاسکتا ہے؟

اگر نبیذ تمر یا نبیذ عسل میں انگور ڈال دیا جائے تو جب تک مثل شیرہ انگور کے اس قدر نہ پکائی جائے کہ اس میں سے دو تہائی جل جائے تب تک حلال نہ ہوگی یہ تاتار خانیہ میں ہے۔ اور اگر انگور و چھوہارے یا انگور و مویز کو خلط کر کے جوش دیا تو جب تک دو تہائی نہ جل جائے تب تک حلال نہیں ہے جیسا کہ شیرہ انگور کو نبیذ تمر یا نقیج مویز میں ملانے کا حکم مذکور ہوا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر نبیذ مطبوخ ایسی ہو کہ دس روز تک یا زیادہ رکھے جانے سے بگڑ نہ جائے تو وہ حرام ہے اور اگر بگڑ جائے تو حلال ہے یہ تہذیب میں ہے۔ اگر تمر مطبوخ یعنی پکائے ہوئے چھوہارے کے ساتھ غیر مطبوخ انگور پانی ڈال کر بھگوئے جائیں اور دونوں میں جوش آ جائے تو فرمایا کہ اس کا پینا مکروہ ہے اور جب تک اس کے پینے والے کو نشہ نہ آئے تب تک اس کو حد نہ ماری جائے گی بشرطیکہ تمر مطبوخ غالب ہوں اور اگر انگور خام غالب ہوں تو حد ماری جائے گی جیسا کہ خمر میں پانی ملا دینے کی صورت میں جو غالب ہو اس کا اعتبار ہے پس ایسا ہی اس صورت میں ہے اور اگر شیرہ انگور پکایا گیا یہاں تک کہ اس میں سے تہائی جل گیا پھر اس کو ٹھنڈا کر دیا پھر اس کو دوبارہ پکایا یہاں تک کہ باقی کا نصف جل گیا پس اگر عصر مذکور جس وقت دوبارہ پکایا ہے جوش آنے اور متغیر الحال ہو جانے سے پہلے دوبارہ پکایا تو اس مطبوخ کے پینے میں مضائقہ نہیں ہے اس واسطے کہ غلیان و اشتداد کی وجہ سے

(۱) یعنی دسواں پیالہ جو زبردستی پایا گیا اسی طرف نشہ میں ہونا منسوب ہوگا حالانکہ اکیلے اس سے نشہ نہیں ہو سکتا ۱۲ منہ

حرمیت ثابت ہونے سے پہلے اس کا پانی پکانا پایا گیا اور اگر اسے مطبوخ میں جوش واشتداد آنے و متغیر ہو جانے کے بعد اس کو پکایا ہو تو اس میں خیر نہیں ہے یعنی مکروہ تحریمی ہے اس واسطے کہ ثبوت حرمت کے بعد پکانا پایا گیا پس نافع نہ ہوگا اور اگر شیرہ انگور دس رطل پکایا گیا یہاں تک کہ اس میں سے ایک رطل جل گیا پھر اس میں سے تین رطل بہا دیا گیا پھر چاہا کہ اس کو پکائے تاکہ دو تہائی جل جائے تو اس قدر پکائے کہ اس میں سے دور رطل دونوں حصے رطل کے باقی رہ جائیں اس واسطے کہ جو رطل پکانے میں جل گیا تھا وہ نوجز و میں داخل ہے اس واسطے کہ وہ اجزائے باقی میں داخل ہیں اس سے دور نہیں ہوا ہے کیونکہ بعد جوش دینے کے جو باقی رہا ہے وہ اگرچہ بظاہر نور رطل ہے لیکن بمعنی دس رطل ہے پس دسواں رطل باقی نور رطل پر تقسیم کیا تو ہر رطل کے ساتھ ایک نواں حصہ رطل آیا اس واسطے کہ دسواں رطل انہیں میں داخل ہے۔ پھر جب اس میں سے تین رطل بہا دیئے گئے تو تین رطل و تین نویں حصے رطل کے بہہ گئے اور چھ رطل اور چھ نویں حصے رطل کے باقی رہے پس باقی کو اس قدر پکایا جائے کہ دور رطل و دونویں حصے رطل کے باقی رہ جائیں اور اگر جوش دینے سے دور رطل جل گئے پھر اس میں سے دور رطل بہا دیئے گئے تو باقی اس قدر پکایا جائے کہ دور رطل و نصف رطل باقی رہے اور اگر جوش دینے سے پانچ رطل اڑ گئے پھر اس میں سے ایک رطل بہا دیا گیا تو باقی اس قدر پکایا جائے کہ دور رطل و دو تہائی رطل باقی رہ جائے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر ایک شخص نے دیگ میں دس پیانہ شیرہ انگور اور بیس پیانہ پانی ڈالا پس اگر یہ حالت ہو کہ جوش دینے میں پانی بہ نسبت شیرہ انگور کے پہلے اڑ جائے گا تو وہ اس کو اس قدر پکائے کہ آٹھ نویں حصے جل جائیں اور ایک نواں باقی رہ جائے اس واسطے کہ جب اس کی دو تہائی جوش دینے سے جل گئی تو فقط پانی ہی جل گیا ہے پس اس پر واجب ہے کہ اس کے بعد پھر پکائے یہاں تک کہ اس کی دو تہائی جل جائے اور اگر شیرہ انگور سے پہلے پانی نہ جلتے تو وہ شخص اس کو اس قدر پکائے کہ اس میں سے دو تہائی جل جائے اور اگر شیرہ انگور پانی دونوں ساتھ ہی جل جاتے ہوں تو وہ اس کو اس قدر پکائے کہ اس کی دو تہائی جل جائے اس واسطے کہ پکانے سے دو تہائی شیرہ انگور دو تہائی پانی جل جائے گا اور ایک تہائی شیرہ انگور و ایک تہائی پانی رہ جائے گا پس یہ اور جب کہ شیرہ انگور تہائی یا دو تہائی تک پکا کر اس میں پانی ملایا جائے دونوں یکساں ہیں یہ مبسوط میں ہے اور جو اشر بہ کو جو وچینہ دانہ و سیب و شہد سے بنائی جاتی ہیں جب کہ ان میں اشتداد آ جائے خواہ وہ مطبوخ ہوں یا غیر مطبوخ ہوں تو ان کا پینا اس قدر کہ نشہ نہ آئے امام اعظم و امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور امام محمد کے نزدیک ان کا پینا حرام ہے اور فقیہ نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں کذا فی الخلاصہ۔

قال المترجم ☆

وهو الصحيح الموافق بالاخبار الصحیة اور اگر ان اشر بہ کے پینے سے اس کو نشہ آ یا تو نشہ اور قدح اخیر جس سے نشہ آ یا ہے بالا جماع حرام ہے اور نشہ میں ہونے کی صورت میں وجوب حد میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے فقیہ ابو الجعفر نے فرمایا کہ جو چیز اصل خمر یعنی تمر و انگور سے نہیں ہے اس میں حد نہ ماری جائے گی جیسا کہ بخ و خرما دیان کے دودھ سے نشہ ہو جانے میں حد نہیں ماری جاتی ہے اور ایسا ہی شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہے اور بعض نے فرمایا کہ اس کو حد ماری جائے گی اور بعض نے کہا کہ یہ حسن بن زیاد کا قول ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کسی شخص نے ایسا پانی جس میں خمر ہے پی لیا پس اگر پانی غالب ہو کہ اس میں خمر کا مزہ رنگ و بونہ پائی جائے تو اس کو حد نہ ماری جائے گی اور اگر خمر غالب ہو کہ اس میں خمر کا مزہ و بو و رنگ ظاہر ہو تو میں اس کو حد نہ ماروں گا اور اگر اس میں خمر کی بد بونہ پائی گئی مگر مزہ و پایا گیا تو حد ماری جائے گی اور اگر کسی شخص نے اپنے منہ میں خمر بھر لی پھر اس کو کھلی کر دیا اور اس کے پیٹ میں حلق کے اندر خمر میں ہے کچھ نہیں گیا تو اس پر حد واجب نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ ابن سماعہ نے امام ابو یوسف سے روایت کی کہ اگر

بخ و معرب رنگ و درخت گویدا جو ان خراسانی و در طب اجوائن خراسانی و در المیت کہ مورث امراض ہی ست نہ نشی و الله اعلم ۱۲

کسی شخص نے خمر میں روٹی چور کر مثل ثرید بنائی اور پھر اس روٹی کو کھایا پس اگر مزہ پایا جاتا ہو اور وہ رنگ ظاہر ہو تو میں اس کو حد ماروں گا اور اگر شراب خمر سپید ہو اس کا رنگ نظر نہ آتا ہو تو جب اس کا مزہ پایا گیا تو میں اس کو حد ماروں گا اور بقالی میں ہے کہ اگر دو امر کب کر کے شراب خمر میں معجون بنائی تو غالب کا اعتبار ہوگا یعنی حد مارے جانے کے واسطے اور اگر اس نے اکراہ کا دعویٰ کیا تو بدون گواہ کے اس کے دعویٰ کی تصدیق نہ ہوگی اور اکراہ معتبر ہے کذافی المحیط اور اس فصل کے متصلات سے تصرفات سکران کا بیان ہے یعنی جو شخص شراب کے نشہ میں ہو اور اس نے کوئی تصرف کیا تو کیا حکم ہے سو جاننا چاہئے کہ جو شخص نشہ میں ہے یعنی مست کے تمام تصرفات نافذ ہوتے ہیں سوائے رات کے یا جو حد و دو خالص اللہ تعالیٰ ہیں ان کا اقرار کہ یہ نافذ نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ جو شخص خمر سے یا ان شرابوں سے جو ترمومویز سے بنائی گئی ہیں مثل بنید و مثلث وغیرہ کے پینے سے مست ہو اس کے تمام تصرفات مثل طلاق و عتاق اقرار بقرض و اقرار بعین اور یہ کہ اس نے اپنی نابالغ بیٹی کا یا بیٹے کا نکاح کر دیا اور قرض لینا و قرض دینا و ہبہ و صدقہ جب کہ موہوب لہ و متصدق علیہ قبضہ کرے یہ سب نافذ ہیں اور اسی کو مشائخ نے اختیار کیا ہے اور شیخ ابو بکر بن الاحید سے روایت ہے کہ شیخ نے فرمایا کہ مست کے وہ سب تصرفات جو ہزل کے ساتھ نافذ ہو جاتے ہیں اور اس کو شروط فاسدہ اطل نہیں کرتے ہیں نافذ ہوں گے پس بیع و شراء نافذ نہ ہوگی اور طلاق و عتاق و اقرار بالبدین والعین اور ہبہ و صدقہ و ترویج صغیر و صغیرہ سب نافذ ہوں گے اور مست کی رذت ہمارے نزدیک استحساناً نہیں صحیح ہے اور قیاساً صحیح ہے وجہ استحسان یہ ہے کہ کفر کی نفی و نعدام واجب ہے تحقق واجب نہیں ہے اسی وجہ سے اگر کسی کی زبان پر غلطی سے کلمہ کفر رواں ہو گیا تو اس کی تکفیر نہ کی جائے گی اور یہ حکم مست کا اس وقت ہے کہ جب وہ ایسی شراب سے مست ہو جو اصل خمر سے مثل خمر و انگور و مویز کے بنائی گئی ہو اور اگر شہد و سبب وغیرہ پھلوں اور چینہ دانہ وغیرہ جوہ سے بنائی ہوئی شراب سے مست ہو تو اس کے حق میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور یہ اختلاف مثل ہے اس اختلاف کے ہے کہ اس پر حد واجب ہو گی یا نہیں سو جس کے نزدیک ان شرابوں سے نشہ ہونے سے حد واجب ہوتی ہے اس کے نزدیک مست کے تصرفات نافذ ہو جائیں گے بنظر اس کے زجر کے اور جس کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے اور وہ فقیہ ابو جعفر و شمس الائمہ سرخسی ہیں ان کے نزدیک اس کے تصرفات بھی نافذ نہ ہوں گے اس واسطے کہ تصرف تقاذ اس کے زجر کے واسطے تھا پس جب ان دونوں کے نزدیک اس کے زجر کے واسطے اس پر حد واجب نہ ہوئی تو زجر کے واسطے اس کے تصرفات بھی نافذ نہ ہوں گے اور اگر بنگ و خر مادہ کے دودھ سے کسی کی عقل زائل ہو گئی تو اس کے تصرفات نافذ نہ ہوں گے اسی طرح اگر کسی نے شراب شیریں پی مگر اس کے مزاج کو موافق نہ ہوئی اور اس کی عقل کم ہو گئی اور اس نے طلاق دے دی تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس کی طلاق واقع نہ ہوگی اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہ سب اس مست شراب کا حکم ہے جس نے رغبت خود شراب پی ہو اور اگر کسی نے مجبور و مکروہ ہو کر شراب پی پھر اس نے مست ہو کر طلاق دی تو مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ جس طرح اس پر حد واجب نہیں ہے اسی طرح اس کی طلاق بھی واقع نہ ہوگی اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ واقع ہوگی مگر قول اول ہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کسی نے دوسرے کو وکیل کیا کہ اس کی عورت کو طلاق دے دے پھر وکیل نے شراب سے مست ہو کر طلاق دی تو شداؤ نے فرمایا کہ واقع نہ ہوگی اور صحیح یہ ہے کہ واقع ہوگی یہ ظہیر یہ میں ہے۔ بنگ و مادیان خر کے دودھ کا نشہ بالا اجماع حرام ہے یہ جو اہر اخلاطی میں ہے۔ اگر کسی شخص نے خمر کو بنید میں مخلوط کر کے پی لیا اور اس کو نشہ نہ آیا پس اگر خمر غالب ہو تو میں اس کو حد ماروں گا اور اگر بنید غالب ہو تو حد نہ ماروں گا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر شیرہ انگور کو جوش دے کر تہائی جلا دینے کے بعد اس سے علیق بنایا پس اگر اپنی حالت سے متغیر ہو جانے سے پہلے علیق بنایا تو مضائقہ نہیں ہے اور اگر اس میں جوش آنے و حالت عصیر متغیر ہو جانے کے بعد ایسا کیا تو

اس میں خیر نہیں ہے اس واسطے کہ جب اس میں جوش واشتداد آ گیا تو وہ حرام ہو گیا اور حرام سے جو علق بنایا گیا ہے وہ مثل خمر سے بنائے ہوئے کے حلال نہ ہوگا اور قبل اشتداد آ جانے کے وہ حلال ہے اور عصیر یعنی شیرہ انگور سے علق بنانا حلال ہے یہ مبسوط میں ہے۔ جس دیک میں شیرہ انگور پکایا جاتا ہے اس دیک کا قاعدہ مسطح ہوتا ہے اس میں گہراؤ نہیں ہوتا ہے اور اس کے گرد کے محیط جو مثل دیواروں کے ہوتی ہیں وہ مستدیر بلند ہوتی جاتی ہے پس اس کی بلندی دیوار کے تین ٹکڑے برابر تقسیم کر کے اس پر نشان دیتے ہیں پس اوپر کے نشان تک بھر کر اس کو پکاتے ہیں یہاں تک کہ دو تہائی جل جائے اور نیچے کی علامت تک باقی رہ جائے اور یہ لازم ہے کہ اس کو علی الاتصال پکاتے رہیں بیچ میں انقطاع نہ ہو اور اگر دو تہائی جل جانے سے پہلے بیچ میں پکانے میں انقطاع ہو گیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ مطبوخ کے متغیر ہونے اور اس میں تلخی وغیرہ پیدا ہو جانے سے پہلے اس نے پھر پکانا شروع کیا تو وہ حلال ہو جائے گا کیونکہ ایسا پکانا بمنزلہ علی الاتصال پکانے کے ہے اور اگر مطبوخ میں تلخی وغیرہ تغیر پیدا ہو جانے کے بعد اس نے پکانا شروع کیا تو وہ حرام ہوگا کیونکہ اس کو بمنزلہ علی الاتصال پختہ کرنے کے اعتبار کرنا معذور ہے یہ ظہیر یہ میں ہے اور دساق یعنی جو باقی بقول سے پانی ڈال کر بطور شیرہ نکالنے سے نکلتا ہے اگر اس میں جوش واشتداد آ جائے دجھاگ انھیں تو بعض نے فرمایا کہ اس کا حکم مثل خمر کے ہے اور بعض نے فرمایا کہ اس کا حکم بمنزلہ نفعیہ مویز کے ہے یہ محیط سرخی میں ہے۔ خمر کا ایک مٹکا دریائے عظیم میں مثل فرات وغیرہ کے یا اس سے چھوٹے میں بہا دیا گیا اور اس سے نیچے ایک شخص وضو کرتا ہے یا پانی پیتا ہے پس اگر اس کو پانی میں خمر کا مزہ یارنگ یا دبوندہ آئی تو پینا وضو کرنا حلال ہے اور اگر اس میں سے کوئی بات پانی گئی تو نہیں مباح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر خمر ایسی چیز میں ملائی گئی جو آنکھوں سے نظر آتی ہے پس اگر یہ چیز غالب ہو تو اس کے کھانے میں مضائقہ نہیں ☆

میں نے امام ابو یوسفؒ سے پوچھا کہ چند دانہ انگور نبید میں گر پڑے اور بھیگ گئے فرمایا کہ اگر علیحدہ اس قدر دانہ انگور بھگوئے جاتے اور ان میں جوش آتا تو نبید میں بھیگ جانے اور جوش آ جانے کے بعد نبید کا پینا بھی حلال نہ ہوگا اور اگر ان دانوں میں تنہا بھگوئے میں جوش وغلیان نہ آتا تو نبید مذکور کے پینے میں مضائقہ نہیں ہے یہ محیط سرخی میں ہے اور ایک پیالہ پانی یا آب راکید میں خمر ڈال دی گئی کہ جس کا پانی بعض بعض سے خلط ہوتا ہے تو اس پانی کا پینا حلال نہیں ہے اس واسطے کہ یہ پانی قلیل ہے جس میں نجاست گر گئی پس نجس ہو جائے گا اور اگر اس نے اس پانی کو پیسا اگر اس میں خمر کا مزہ ورنگ و بو نہیں پائی جاتی ہے تو اس کو حد نہ ماری جائے گی اور اگر اس میں سے کوئی چیز پائی جاتی ہو تو حد ماری جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ حاکم نے منتهی میں ذکر کیا کہ اگر خمر ایک سرکہ کے مٹکے میں پڑ گئی تو فرمایا کہ اس میں خیر نہیں ہے یعنی مکروہ ہے اور حاکم نے اس کے بعد منتهی میں ذکر کیا کہ اگر خمر ایسی چیز میں ملائی گئی جو آنکھوں سے نظر آتی ہے پس اگر یہ چیز غالب ہو تو اس کے کھانے میں مضائقہ نہیں ہے۔ اور فرمایا کہ اگر ایک رطل خمر ایک مٹکا بھر سرکہ میں ڈال دی گئی تو اس کے کھانے میں مضائقہ نہیں ہے پس ان دونوں مسئلوں میں غالب کا اعتبار کیا ہے اور امام ابو یوسفؒ و امام اعظمؒ سے مروی ہے کہ خمر اگر غلیظ شدید میں جو ان کے نزدیک حلال ہے گر پڑے تو فرمایا کہ خمر اس کو فاسد کر دے گی یہ محیط میں ہے اور خمر کسی ظرف میں ڈالی گئی تو ظرف نجس ہو جائے گا اور اگر خمر اس میں سے نکالی گئی تو ظرف مذکور تین بار دھویا جائے پس پاک ہو جائے گا بشرطیکہ پرانا ہو اور اگر ظرف جدید ہو اور اس میں خمر ڈالی گئی تو اماموں نے اختلاف کیا ہے امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ تین بار دھویا جائے اور ہر بار خشک کیا جائے پس پاک ہو جائے گا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ کبھی پاک نہ ہوگا اور بعض مشائخ نے بنا بر قول امام ابو یوسفؒ کے فرمایا کہ ظرف اگر ہر بار خشک نہ کیا جائے لیکن پے در پے اس میں پانی بھرا گیا تو جب تک پانی اس میں سے رنگ بدلا ہوا نکلے تب تک پاک نہ ہوگا اور جب اس میں سے پانی صاف غیر متغیر نکلے تو اس کی طہارت کا حکم دیا جائے گا اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اور اگر

شراب اس ظرف سے نہ نکالی گئی باقی رہی یہاں تک کہ سرکہ ہو گئی تو امام محمدؒ نے اس صورت میں ظرف کا حکم کتاب میں ذکر نہیں فرمایا اور حاکم ابو نصر مہر وہ سے منقول ہے کہ فرمایا کہ جو ظرف سرکہ کے موازی ہے وہ پاک ہوگا اور اوپر کے کنارہ جہاں سے شراب گھسکتی ہوئی اتر گئی ہے قبل اس کے سرکہ ہو جائے وہ ناپاک ہے پس چاہئے کہ اس کو سرکہ سے دھو ڈالا جائے تاکہ وہ بھی (۱) پاک ہو جائے اور اگر ایسا نہ کیا گیا اور اس میں شیرہ انگور لبریز بھر دیا گیا تو شیرہ مذکور نجس ہو جائے گا اور اس کا پینا حلال نہ ہوگا اس واسطے کہ اس عصیر میں خمر مختلط ہو گئی۔ اور فقیہ ابو جعفرؒ سے منقول ہے کہ جس قدر اس ظرف میں خمر ہے جب وہ سرکہ ہو گئی تو پورا برتن پاک ہو جائے گا اور اس تکلف کی حاجت نہیں ہے اور اسی کو فقیہ ابواللیثؒ نے لیا ہے اور اسی کو صدر الشہیدؒ نے اختیار کیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور شیرہ انگور ایسے شخص کے ہاتھ جو اس سے شراب بنادے گا فروخت کرنے میں امام اعظمؒ کے نزدیک مضائقہ نہیں ہے اور صاحبینؒ نے کہا کہ یہ مکروہ ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ امام اعظمؒ کے قول پر بھی مکروہ نہیں ہے کہ جب اس نے شیرہ انگور ذمی کے ہاتھ اتنے داموں کو بیچا کہ کوئی مسلمان اس سے اتنے داموں کو نہ لے گا اور اگر کوئی مسلمان اتنے داموں کو لیتا ہوا پایا جائے تو ذمی کے ہاتھ جو اس کو شراب بنادے گا فروخت کرنا مکروہ ہے اور یہ ایسا کہ جیسے کسی شخص نے باغ انگور فروخت کیا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ مشتری انگوروں سے شراب بنادے گا تو کچھ مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ اس کا قصد ثمن حاصل کرنا ہو۔ اور اگر شراب کا حاصل ہونا اس کا مقصود ہو تو مکروہ ہے اور انگور کے درخت لگانے میں بھی تفصیل سے حکم ہے یعنی اگر انگور کے درخت لگانے سے یہ مقصود ہو کہ خمر حاصل ہو تو مکروہ ہے اور اگر انگور حاصل ہونا مقصود ہو تو مکروہ نہیں ہے مگر افضل یہ ہے کہ ایسے شخص کے ہاتھ شیرہ انگور نہ بیچے جو اس سے خمر بنا دے گا۔ کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔

۱۔ عصیر انگور وغیرہ پھوڑا ہوا ۱۲۱ منہ (۱) قول علی قول ابو یوسفؒ

کتاب الصيد

قال المترجم ☆

صيد: جانور جو شکار کیا جائے۔ ماکول اللحم: جس کا گوشت کھایا جاتا ہے اطمینان و صید کرنا۔ صمائد: شکار کرنے والا۔ معلم: سکھایا ہوا کتاب و بازو وغیرہ۔ و سیاقی تفسیر بعض ہذہ الالفاظ فی الکتاب۔

اس میں سات ابواب ہیں

باب اول ☆

صيد کی تفسیر، رکن، حکم کے بیان میں

جو حیوان متوحش کہ آدمی کے قبضہ سے متمنع ہو وہ صید ہے خواہ وہ ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول اللحم یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور فعل اصطیاء ایسے شخص سے جو اس کی اہلیت رکھتا ہے اپنے محل میں شرط کے ساتھ صادر ہونا صید کا رکن ہے اور حکم صید یہ ہے کہ حقیقتہً یا تقدیراً گرفتار کرنے کے وقت صید میں ملک ثابت ہوتی ہے اور تقدیراً گرفتار کر لینے سے ہماری مراد یہ ہے کہ صید کو جزا امتناع سے خارج کر دے یعنی قبضہ سے متمنع نہ رہے اور صید کھانے کی علت پندرہ شرطوں سے ثابت ہوتی ہے۔ پانچ شکار کرنے والے میں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ زکوٰۃ^(۱) کی اہلیت رکھتا ہو دوم یہ کہ اس سے ارسال پایا جائے سوم یہ کہ ارسال میں اس کے ساتھ ایسا شخص شریک نہ ہو جس کا شکار حلال نہیں ہے۔ چہارم آنکھ عمدہ اُتسمیہ نہ چھوڑے پنجم یہ کہ جس نے جانور چھوڑا ہے وہ ارسال اور شکار پکڑنے کے بیچ میں کسی اور کام میں مشغول نہ ہو جائے اور پانچ شرطیں^(۲) کتے میں ہیں اول آنکھ معلم ہو۔ دوم آنکھ طریقہ ارسال پر چلا جائے سوم آنکھ اس کے ساتھ شکار پکڑنے میں ایسا جانور شریک نہ ہو جائے جس کا شکار حلال نہیں ہے چہارم آنکھ جرح سے اس کو قتل کرے پنجم آنکھ اس میں سے نہ کھائے اور پانچ صید میں ہیں اول آنکھ حشرات الارض میں سے نہ ہو دوم یہ کہ جانور ان آبی میں سے نہ ہو سوائے مچھلی کے سوم آنکھ اپنے آپ کو اپنے پروں یا اپنے ہاتھ پاؤں کے ذریعہ سے بچائے چہارم آنکھ اپنے دانتوں سے اپنے مخلب سے نہ کھاتا ہو۔ پنجم آنکھ ذبح تک پہنچنے سے پہلے شکاری جانور کی گرفت سے مر جائے کذا فی النہایہ۔

۱۔ ماکول اللحم وہ جانور جس کا گوشت کھایا جاتا ہے ۱۲ ۲۔ غیر ماکول اللحم جن کا گوشت کھانا شرعاً جائز نہیں ہے ۱۲ (۱) ذبح کرنے وغیرہ ۱۲ (۲) یعنی کتے وغیرہ ۱۲

جس طرح شراب سے سرور حاصل ہوتا ہے اسی طرح شکار سے سرور و فرحت حاصل ہوتی ہے اور دونوں کے درمیان وجہ مناسبت ظاہر ہے۔ نیز شکار اطعمہ میں سے ہے جس کی اثر بہ سے مناسبت ظاہر ہے پھر جس طرح شراب کچھ حلال اور کچھ حرام ہیں اسی طرح سے شکار میں سے کچھ حلال اور کچھ حرام ہیں پھر اثر بہ کو مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں حرمت کا غلبہ ہے اور اس میں حلت کا۔ (کما ہو ظاہر)

صيد بمعنی شکار کرنا ہے اور یہ فعل مباح ہے غیر محرم کے لئے غیر محرم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا﴾ [المائدہ: ۲] اور اللہ عزوجل کے فرمان: ﴿وَحُرْمٌ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دَمْتُمْ حُرْمًا﴾ [المائدہ: ۹۶] کی وجہ سے اور نبی ﷺ کے فرمان کی وجہ سے کہ تو نے اپنا سکھایا ہوا کتا چھوڑا اور اس پر اللہ کا نام لیا ہو تو کھالے اور اگر کتے نے اس میں سے کھالیا ہو تو موت کھا اس لئے کہ کتے نے شکار کو اپنے لئے روکا ہے اور اگر تیرے کتے کے ساتھ دوسرا کتا شریک ہو گیا تو موت کھا اس لئے کہ تو نے کتے پر تسمیہ پڑھا ہے اور اس نے کتے کے غیر پر تسمیہ نہیں پڑھا۔ (حافظ)

باب دوم ☆

ان صورتوں کے بیان میں جن سے صید کا مالک ہو جاتا ہے اور جن سے مالک نہیں ہوتا

صید گرفتار ہونے سے ملک میں آ جاتی ہے اور گرفتار کرنا دو طرح کا ہوتا ہے ایک حقیقی دوسرا حکمی پس حقیقی تو ظاہر ہے اور حکمی ایسی چیز کے استعمال سے جو شکار کرنے کے واسطے موضوع ہے خواہ شکار پکڑنے کا قصد کیا ہو یا نہ کیا ہو حتیٰ کہ اگر کسی شخص نے جال پھیلا یا اور اس میں کوئی شکار پھنس گیا تو جال والا اس کا مالک ہو جائے گا خواہ اس نے جال پھیلانے سے شکار پکڑنے کا قصد کیا ہو یا نہ کیا ہو اس واسطے کہ جال شکاری ہی کے واسطے پھیلا یا جاتا ہے حتیٰ کہ اگر کسی شخص نے خشک کرنے کے واسطے پھیلا یا اور اس میں شکار پھنس گیا تو اس کا مالک نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ جال سے اس کا پکڑنے والا نہ ہوگا اور حکماً گرفتار کرنا ایسی چیز کے استعمال سے بھی ہوتا ہے جو شکار کرنے کے واسطے موضوع نہیں ہے اس کو بغرض شکار پکڑنے کے کام میں لایا چنانچہ اگر کسی نے ضمیہ گاڑا اور اس میں کوئی شکار پھنس گیا پس اگر شکار پکڑنے کے واسطے خیمہ مذکور گاڑا ہو تو اس کا مالک ہو جائے گا اور اگر اس غرض سے نہ گاڑا ہو تو مالک نہ ہوگا یہ ظہیر یہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک جال لگایا اور اس میں شکار پھنس گیا پھر ایک شخص نے اگر اس کو چھوٹ کر اڑ جانے سے پہلے پکڑ لیا تو وہ شکار جال والے کا ہوگا اس واسطے کہ سبب ملک کا انعقاد شخص اول کے واسطے ہوا ہے اس واسطے کہ جال اسی واسطے موضوع ہے اور سبب بنوز منتقض (۱) نہیں ہوا تھا حتیٰ کہ اگر دوسرے شخص نے اس کے چھوٹ کر اڑ جانے کے بعد اس کو پکڑ لیا ہو تو وہ دوسرے کا ہو جائے گا اس واسطے کہ دوسرے شخص کے گرفتار کرنے سے پہلے شخص اول کا سبب گرفتاری منتقض ہو گیا تھا یہ کبریٰ میں ہے۔

اگر ایک شخص کی زمین میں کسی شکاری پرندے نے انڈے دیئے ☆

اگر جال والے نے اس کو پکڑ لیا ہو پھر وہ اس کے ہاتھ سے کر چھوٹ بھاگے پھر دوسرے نے اس کو پکڑ لیا تو وہ اول کی ملک ہے کیونکہ وہ پکڑنے سے اس کا مالک ہو گیا ہے اور اس کا ہاتھ سے چھوٹ کر بھاگنا بمنزلہ غلام کے اباق (۲) کے یا اونٹ کی سرکشی کر کے بھاگ جانے کے ہے اور اس سے ملک زائل نہیں ہوتی ہے یہ محیط سرخی میں ہے۔ حاکم شہید نے منقہ میں ذکر فرمایا کہ اگر کسی شخص نے ایک جگہ ایسی بنادی کہ جس سے پانی اس کی زمین میں آتا ہے تاکہ وہ مچھلیوں کا شکار کرے پھر اس راہ سے اس کی زمین میں پانی مع بہت سی مچھلیوں کے آ گیا پھر پانی خشک ہو گیا اور مچھلیاں زمین میں باقی رہ گئیں یا پانی خشک نہ ہوا مگر کم ہو کر ایسا ہو گیا کہ بدون شکار کرنے کے مچھلیاں پکڑی جاسکتی ہیں تو کسی شخص کو ان مچھلیوں کے پکڑ لینے کی راہ نہیں ہے۔ یہ مچھلیاں مالک زمین کی ہو گئی ہیں اور جو شخص پکڑ لے گا وہ ضامن ہوگا اور اگر پانی بہت باقی ہو کہ جس میں سے بدون شکار کئے مچھلیوں کا پکڑنا ممکن نہ ہو تو جس شخص نے شکار کر کے اس میں مچھلیاں پکڑیں تو وہ اسی کی ہوں گے یہ ذخیرہ میں ہے اگر کسی نے پانی میں جال ڈالا اور دوسرے نے اس میں شست ڈالی پھر جال میں مچھلی آ گئی اور شست میں پھنس گئی پس اگر جال کے تنگ چھیدوں میں ہو تو وہ جال والے کی ہوگی یہ غیاثیہ میں ہے۔ اگر کسی شخص نے پانی میں شست پھینکی اور اس میں کوئی مچھلی پھنسی پس اس کو خشکی میں جہاں سے پکڑ سکتا تھا کھینچ کر ڈال دیا ہے پھر وہ تھپ کر

۱۔ قال اگر جال میں سے کسی راہ گیر نے یہ جانور نکال لیا تو وہ مالک ہوگا اور جال والا واپس نہیں کر سکتا ہے ۱۲ ج۔ اور جو شخص شکار کرنے کو آئے تو مالک زمین کو اختیار ہے کہ اس کو اپنی زمین میں نہ آنے دے اور اس پر یہ واجب نہ ہوگا کہ شکار کر کے مچھلیاں اس کو پہنچائے ۱۲

(۱) یعنی مثلاً دوسرا کتا جس کا شکار پکڑنا حلال نہیں ہے (۲) یعنی بنوز جال میں موجود تھا۔

نی میں جا پڑی تو اس کا مالک ہوگا اور اگر اس کو پانی سے باہر نکال لانے سے پہلے شست کی ڈوری ٹوٹ گئی تو اس کا مالک نہ ہوگا یہ ملاحظہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی زمین میں کسی غرض سے گڑھا کھودا اور اس میں کوئی شکار گر پڑا پھر ایک شخص نے آکر اس کو پکڑ لیا تو فرمایا کہ وہ شکار اس پکڑنے والے کا ہوگا اور اگر مالک زمین نے یہ گڑھا اسی غرض سے کھودا ہو کہ اس میں شکار پھنسے تو اس شکار کا وہی حق دار ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص کی زمین میں کسی شکاری پرندے نے انڈے دیئے یا اس میں کسی ہرن نے گھر اٹایا اور دوسرے شخص نے آکر اس کو لے لیا تو وہ اسی کی ہوگی اور یہ حکم اس وقت ہے کہ مالک زمین شکار سے اس قدر دور ہو کہ اگر ہاتھ پھیلائے تو اس کو پکڑ نہ سکے اور اگر اس قدر قریب ہو کہ ہاتھ پھیلا کر اس کو پکڑ سکتا ہے تو وہ مالک زمین کی ملک ہے یہ ظہیر یہ ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک گڑھا (۱) کھودا مگر شکار کرنے کے واسطے نہیں کھودا تھا پس اس میں کوئی شکار گر پڑا پھر دوسرے شخص نے آکر اس کو پکڑ لیا پس اگر گڑھا کھودنے والا شکار سے اس قدر قریب ہو کہ اگر ہاتھ پھیلائے تو اس کو پکڑ لے تو یہ شکار اسی کا ہوگا یہ محیط میں ہے۔ درعیون میں مذکور ہے کہ اگر شکار کسی شخص کے دار میں داخل ہوا اور اس نے دروازہ بند کر لیا اور ایسا ہو گیا کہ بدون شکار کرنے کے اس کے پکڑنے پر قادر ہے پس اگر اس نے دروازہ شکار کے پکڑنے کے واسطے بند کیا ہو تو اس کا مالک ہو گیا اور اگر کسی غرض سے بند کیا ہو تو مالک نہ ہوگا حتیٰ کہ اگر اس کو کسی شخص نے پکڑ لیا تو پہلی صورت میں وہ مالک دار کا ہوگا اور دوسری صورت میں پکڑنے والے کا ہوگا اور ہمارے مشائخؒ نے فرمایا کہ قولہ بدون شکار کرنے کے اس کے پکڑنے پر قادر ہے اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اس کے پکڑنے میں کچھ چارہ ہاتھ پاؤں ہلانے کی حاجت نہ ہو بلکہ یہ معنی ہیں کہ اس کے پکڑنے کے واسطے جال وغیرہ لگا کر پکڑنے کی ضرورت نہ ہو ذرا سی تدبیر سے ہاتھ آسکتا ہو اور منشی میں مذکور ہے کہ اگر ایک شخص نے جال لگایا اور اس میں شکار پھنسا پھر تڑپ کر اس کو کاٹ دیا اور چھوٹ بھاگا پھر دوسرے شخص نے آکر اس شکار کو پکڑ لیا تو جس نے پکڑا ہے اسی کا ہوگا اور اگر حبالہ لگانے والا اپنے حبالہ کے پاس پہنچ گیا ہو اور اس قدر نزدیک ہو گیا ہو کہ اگر چاہتا تو پکڑ لیتا پھر وہ تڑپ کر چھوٹ بھاگا اور اس کو دوسرے نے پکڑ لیا تو وہ حبالہ والے کا ہوگا اسی طرح شکاری کتے ہاز کے شکار کا بھی حکم اسی تفصیل سے ہے اور حبالہ حلقہ دار ڈورا ہوتا ہے جس میں شکار کا سر یا پاؤں پھنس جاتا ہے

کذا فی الظہیر یہ۔

قال المترجم ☆

اور لغت میں بمعنی دام لکھا ہے ظاہر اوہ دام اسی طرح کا مراد ہے۔ اگر کسی شخص نے شہر یا سواد شہر میں ایک باز پکڑا جس کے پاؤں میں چڑے کے تسمہ تھے یا جلا جل پڑے تھے اور پہچان پڑتا تھا کہ یہ پالو باز ہے تو اس پر واجب ہے کہ مثل لقطہ کے اس کی ساخت کے واسطے پکار دے تاکہ اس کے مالک کو واپس دے اسی طرح اگر کوئی ہرن پکڑا جس کی گردن میں پٹہ وغیرہ پڑا تھا یعنی پالو معلوم ہوتا تھا اس کا بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر کسی نے کبوتروں کے برج بنائے اور اس میں لوگوں کے پالو کبوتروں نے گھونسلے رکھے تو جس قدان کے بچے پکڑے وہ اس کو حلال نہ ہوں گے اس واسطے کہ بچہ ان کے ماں باپ کے مالک ہونے پر حلال ہو سکتے ہیں ان کا حکم مثل لقطہ کے ہے لیکن اگر وہ شخص فقیر ہو تو اس کو حلال ہے کہ اپنی حاجت میں ان کو کھائے اور اگر غنی ہو تو اس کو چاہئے کہ کسی سیر کو صدقہ دے دے پھر اس سے کسی قدر دام کو خریدے اور تناول کرے اور ہمارے شیخ امام شمس الانمہ ایسا ہی کرتے تھے اور ان کو کبوتروں کے گوشت سے بہت رغبت تھی یہ مبسوط میں ہے۔ ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے ایک شکار کو تیرا لیا اور اس کو گرا دیا اور وہ غش ہو کر ایک دم پڑا ہا مگر اس میں کہیں جراحت نہ تھی پھر اس سے غشی جاتی رہی اور وہ چل دیا یا پرند تھا کہ اڑ

(۱) یعنی اپنی ملک میں ۱۲

گیا پھر دوسرے شخص نے اس کو تیر مار کر گرا دیا اور پکڑ لیا تو وہ دوسرے کا ہوگا اور اگر شخص اول نے اس کو غشی کی حالت میں پکڑ لیا اور دوسرے نے بھی اس کو اسی حالت میں پکڑ لیا اور ہنوز وہ شکار نہ بھاگا اور نہ اڑا تھا تو وہ پہلے شخص کا ہوگا ایک شخص نے ایک شکار کو تیر مار کر گرا دیا اور ایسا زخم آیا کہ وہ اٹھ نہیں سکتا تھا پھر جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا ایسا ہی پڑا رہا پھر وہ چنگا ہو گیا پھر دوسرے نے اس کو تیر مارا اور پکڑ لیا تو وہ پہلے شخص کا ہوگا یہ ظہر یہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک شکار کو تیر مارا اور زخم کاری دیا کہ وہ اپنی جگہ سے جنبش نہیں کر سکتا پھر دوسرا تیر مارا اور وہ اس کے لگا اور وہ مر گیا تو اس کا کھانا حلال نہیں ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ یہ معلوم ہو کہ دوسرے تیر سے مر گیا ہے یا یہ معلوم نہ ہو کہ دونوں میں سے کس تیر سے مر گیا ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ وہ پہلے تیر سے مرا ہے تو حلال ہے اور حلال ہونے کے حق میں تیر پھینکنے کے وقت کا اعتبار ہے یہ خزانۃ المفتنین میں ہے۔

اگر کسی شخص نے شکار کو تیر مارا اور اس کے لگا مگر اس کو ایسا نہیں کر دیا کہ چیز امتناع سے خارج کر دے یعنی ہنوز وہ تیر انداز کے قبضہ سے باہر تھا یعنی بھاگ جاسکتا تھا پھر دوسرے نے اس کو تیر مارا اور قتل کر دیا تو وہ دوسرے کا ہوگا اور کھایا جائے گا اور اگر اول نے زخم کاری دیا ہو کہ ست کر دیا ہو پھر دوسرے نے اس کو تیر مار کر قتل کر دیا تو وہ شخص اول کا ہے اور نہ کھایا جائے گا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ پہلا تیر ایسا لگا ہو کہ اس سے شکار مذکور نجات پاسکتا ہوتا کہ اس کی موت دوسرے تیر کی جانب مضاف ہو اور اگر پہلا تیر ایسا لگا کہ اس سے نجات نہ پاسکتا ہو مثلاً اس میں اس قدر حیات رہ گئی جیسے مذبوح میں رہ جاتی ہے یا اس کا سر الگ ہو گیا تو حلال ہوگا اور اگر پہلا تیر ایسا لگا کہ اس سے شکار زندہ نہیں رہ سکتا ہے لیکن اس میں حیوة بہ نسبت مذبوح کے زیادہ رہ گئی مثلاً وہ کم و بیش ایک روز زندہ رہ سکتا ہے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دوسرے تیر مارنے سے حرام نہ ہوگا اس واسطے کہ اس قدر حیوة کا کچھ اعتبار نہیں ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک حرام ہوگا اس واسطے کہ اس قدر حیات کا اعتبار ہے پس امام محمدؒ کے نزدیک اس صورت کا حکم اور جس صورت میں کہ تیر اول سے صید نجات پاسکتا ہو یکساں ہے یعنی حلال نہ ہوگا اور دوسرا شخص پہلے شخص کے واسطے اس کی قیمت کا ضامن ہوگا سوائے اس قدر کہ جتنا اس کی جراحت نے نقصان کر دیا ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب دوسرے تیر سے اس کا مرنا معلوم ہو مثلاً تیر اول کے زخم سے اس کی نجات ممکن معلوم ہو اور دوسرے تیر کے زخم سے اس کی نجات ناممکن معلوم ہوتا کہ قتل دوسرے کی طرف منسوب ہو اور اگر معلوم ہو کہ دونوں زخموں سے مر گیا یا کچھ معلوم و ثابت نہ ہوتا ہو تو دوسرا شخص اس کے واسطے جو اس کے جراحت سے نقصان آیا ہے اس کا ضامن ہوگا اس واسطے کہ اس نے غیر کے مملوک حیوان کو مجروح کر کے ناقص کر دیا پس جس قدر ناقص کیا ہے اس کا ضامن ہوگا پھر زخموں سے جو جانور مجروح ہو اس کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا اس وجہ سے کہ اس کی موت دونوں زخموں سے ہوئی ہے پس اس کے نصف کا تلف کرنے والا ہوا حالانکہ وہ غیر کا مملوک ہے پس دو زخموں سے مجروح کی نصف قیمت کا ضامن ہو اس واسطے کہ اول سے باختیار خود نہیں کہا اور ثانی نے اس کو ایک بار اس کی ضمان دے دی پس دوبارہ ضمان نہ دے گا پھر اس کے آدھے گوشت حلال کے ہوئے کا ضامن ہوگا اس واسطے کہ شکار مذکور تیر اول سے ایسی حالت میں تھا کہ زکوۃ اختیاری سے حلال ہو سکتا تھا اگر اس کو دوسرا شخص تیر نہ مارتا پس دوسرے نے تیر مار کر آدھا گوشت برباد کر دیا پس اس کا ضامن ہوگا اور باقی آدھے کا ضامن نہ ہوگا کیونکہ اس نے ایک بار آدھے کی ضمان دے دی ہے پس اس میں گوشت کی ضمان بھی داخل ہو گئی یہ کافی میں ہے۔ اور اگر پہلے شخص کے تیر پہنچنے سے پہلے دوسرے شخص نے اس کو تیر مار کر قتل کر دیا ہو تو اس کا کھانا حرام نہ ہوگا اور دوسرا شخص پہلے شخص کے واسطے کچھ ضامن نہ ہوگا اور اگر پہلے شخص کے تیر مارنے کے بعد شکار کا یہ حال ہو کہ وہ اپنے پیروں بھاگتا ہو یا اڑتا ہو پھر دوسرے نے اس کو تیر مار کر گرا کر قتل کر دیا تو دوسرے کا ہے اور حلال ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر دو آدمیوں نے ایک شکار کو تیر مارا پھر ایک کا تیر دوسرے شخص سے

پہلے پہنچ کر اس کے لگا اور زخم کاری دیا حتیٰ کہ وہ صید نہ رہا پھر دوسرے کا تیر پہنچ کر لگا تو وہ اس شخص کا ہے جس کا تیر پہلے لگا ہے اگرچہ دونوں نے ساتھ ہی تیر پھینکے ہوں اور اگر دونوں تیر ساتھ ہی لگے ہوں^(۱) تو وہ دونوں کا ہے اس واسطے کہ ملک ثابت ہونے کے حق میں تیر لگنے کی حالت^(۲) کا اعتبار ہے تیر پھینکنے کی حالت کا اعتبار ہے یہ ظہیر یہ میں ہے اور اگر پہلے شخص کا تیر شکار کے لگا اور اس کو پڑ مردہ کر دیا پھر اس کو دوسرے کا تیر لگا اور قتل کر دیا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ شکار مذکور پہلے شخص کا ہے اور کھایا جائے یہ تار خانہ میں ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک شکار کو تیر مارا اس کے بعد دوسرے نے تیر مارا پھر دوسرا پہلے تیر پر پڑا اور اس کو لئے ہوئے چلا گیا یہاں تک کہ پہلا تیر شکار کے لگا اور اس کو مجروح کر کے قتل کیا پس اگر تیر اول ایسے حال میں ہو کہ جس سے یہ معلوم ہو کہ وہ بدون دوسرے تیر کے شکار تک نہ پہنچتا تو شکار دوسرے کا ہوگا اس واسطے کہ وہی اس کا پکڑنے والا قرار دیا جائے گا حتیٰ کہ اگر دوسرا شخص مجوسی ہو یا احرام باندھے ہوئے ہو تو شکار مذکور حلال نہ ہوگا اور اگر تیر اول ایسی حالت میں ہو کہ معلوم ہو کہ وہ بدون دوسرے تیر کے شکار تک پہنچے گا تو شکار مذکور اول شخص کا ہوگا اس واسطے کہ پکڑنے میں وہ سابق ہے۔ حالانکہ اس کا تیر خود کافی ہے لیکن اگر دوسرا شخص احرام میں ہو یا مجوسی ہو تو استحساناً حلال نہ ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور منقہی میں حاکم شہیدؒ نے ذکر فرمایا کہ امام محمدؒ سے مروی ہے کہ اگر کوئی ہرن کسی شخص کے دار میں داخل ہوا یا اس کی چار دیواری کے باغ میں داخل ہوا یا بجائے ہرن کے ہمارو حشی اس طرح داخل ہوا پس اگر وہ بغیر شکار کرنے کے پکڑا جاسکتا ہو تو وہ مالک دار کا ہے۔ اسی طرح اگر مچھلیوں کے حظیرہ میں اس طرح مچھلیاں داخل ہوئیں تو ان کا بھی ایسی حکم ہے مگر یہ حکم جو یہاں مذکور ہے اس حکم سے جو اصل میں ذکر فرمایا ہے مخالف ہے چنانچہ اصل میں مذکور ہے کہ اگر پہلا شکاری کتا شکار پر چھوڑا اور کتے نے اس کا پیچھا کیا یہاں تک کہ اس کو کسی شخص کی زمین یا دار میں داخل کر دیا تو وہ شکار کتے والے کا ہوگا اسی طرح اگر کسی شکار کے پیچھے تیز دوڑا یہاں تک کہ اس کو بھگا کر کسی شخص کے دار میں داخل کیا تو وہ اسی شخص کا ہے جو اس کے پیچھے دوڑ کر اس کو لایا ہے کیونکہ جب اس نے اس کو بھگالا کر مضطر کر دیا تو گویا اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا یہ ذخیرہ میں ہے۔

شکار یہ سبقت کرنے میں اختلاف وارد ہوا تو؟

امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے دار سے ایک پرند شکار کیا پس اگر دونوں ایسے امر پر متفق^۳ ہوں کہ جس سے وہ پرند اصلی اباحت پر باقی ہو تو وہ شکار کرنے والے کا ہوگا خواہ اس نے ہوا میں سے پکڑا ہو یا اس کے دار کے درخت پر سے شکار کیا ہو اور اگر دونوں نے اختلاف کیا اور مالک مکان نے کہا کہ میں نے تجھ سے پہلے اس کا شکار کیا ہے اور شکاری نے اس سے انکار کیا پس اگر اس نے ہوا میں سے پکڑا ہے تو اس کا ہوگا اور اگر اس کے دار میں سے یا اس کے درخت پر سے پکڑا ہے تو قول مالک مکان کا قبول ہوگا اور اگر ہوا میں سے پکڑنے اور دیوار^(۳) پر سے پکڑنے میں اختلاف کیا ہے تو مالک مکان کا قول قبول ہوگا یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اصل میں فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کی جاری نہر میں سے مچھلیاں پکڑیں جو بدون شکار کے نہیں پکڑی جاسکتی ہیں تو پکڑنے والے کی ہوں گی اسی طرح اگر اجمہ ہو جس کی مچھلیاں بدون شکار کئے ہوئے نہیں پکڑی جاسکتی ہیں تو ان کا بھی یہی حکم ہے اس واسطے کہ اجمہ کا مالک ان مچھلیوں کا محزر نہیں ہے بلکہ محزر وہ ہوا جس نے پکڑی ہیں اور اگر اجمہ کے مالک نے اس کے واسطے

۱۔ مالک یعنی مکان والا اس کا مالک ہو گیا ۱۲ ۲۔ حظیرہ ایک جگہ قریب دریا کے بناتے ہیں تاکہ جو مچھلی اس میں آجائے سو وہ نکلنے نہ پائے اور جانوروں کا حظیرہ مانند کھیرے کے لکڑیوں سے بناتے ہیں تاکہ گھوڑیاں اس میں رہ کر بچہ جنیں اور بڑھوار ہو ۳۔ یعنی مثلاً مالک دار اس بند پر ایسا دعویٰ نہ

کرنے جس سے اس کا استحقاق ثابت ہو ۱۲ (۱) اگرچہ ساتھ نہ پھینکے ہوں ۱۲ (۲) ساتھ لگے یا آگے پیچھے ۱۲ (۳) دعویٰ مالک مکان ۱۲

کوئی حیلہ کیا کہ اجمہ کا پانی نکال دیا اور مچھلیاں باقی رہ گئیں تو وہ اجمہ کے مالک کی ہوں گی اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ ہمارے بعض مشائخؒ نے فرمایا کہ اگر اجمہ کے مالک نے پانی نکال دیا مگر مچھلیوں کی غرض سے ایسا نہیں کیا ہے تو بھی وہ مچھلیاں پکڑنے والے کی ہوں گی اور اگر اجمہ کا پانی زمین میں پیوست ہو گیا پس اگر اجمہ والے کا قصد مچھلیاں پکڑنے کا ہو تو دیکھا جائے گا کہ اگر بدون شکار کے وہ نہیں پکڑی جاسکتی ہیں تو وہ شکار کرنے والے کی ہوں گی اور اگر بدون شکار کے ان کا پکڑنا ممکن ہو تو وہ مچھلیاں اجمہ کے مالک کی ہوں گی یہ محیط میں لکھا ہے۔ منقہ میں داؤد بن رشید کی روایت سے امام محمدؒ سے مروی ہے کہ شہد کی مکھیوں نے ایک شخص کی زمین میں چھتے لگائے اور ان میں سے بہت سا شہد نکلا تو یہ سب مالک زمین کا ہو گا اور کسی کو اس کے لینے کی راہ نہ ہو گی اور فرمایا کہ اس کی زمین میں یہ شہد مشابہ اس کے نہیں ہے کہ اس کی زمین میں ہرن وغیرہ کوئی شکار رہتا ہے یا کسی پرند شکار نے انڈے دیئے اور فرق کی طرف اس طرح اشارہ کیا کہ صید تو زمین مذکور میں آتا ہے اور چلا جاتا ہے اور انڈے میں سے بچے نکل کر اڑ جاتے ہیں ہاں یہ صید اس کے انڈے خود شہد کی مکھیوں سے مشابہ ہیں پس اگر شہد کی مکھیاں کسی نے پکڑ لیں تو اسی کی ہوں گی اور شہد نہ کبھی صید تھا اور نہ کبھی صید ہو گا اور منقہ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر کسی شخص نے شہد کی مکھیوں کے چھتے رکھے اور ان میں شہد پیدا ہوا تو ان چھتوں کے مالک کا ہو گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور ملتقط میں لکھا ہے کہ دو شخصوں میں سے ایک شخص کی کبوتری ہے اور دوسرے کا کبوتر ہے تو جو بچے پیدا ہوں وہ کبوتری والے کے ہوں گے کذا فی التا تاریخانیہ۔

نمبر باب

شرائط اصطياد کے بیان میں

شکار کرنے والا اہل زکوٰۃ میں سے ہونا چاہئے یعنی ذبح کو اور تسمیہ کو جانتا ہو پس جو نابالغ و مجنون کہ ذبح و تسمیہ کو نہ جانتا ہو اس کا شکار نہ کھایا جائے گا اور یہ چاہئے کہ ملت تو حید پر ہو خواہ دعویٰ و اعتقاد دونوں طرح سے جیسے مسلمان یا فقط دعویٰ سے نہ اعتقاد سے جیسے کتابی کذا فی الظہیر یہ اور اس کے باوجود یہ بھی شرط ہے کہ وہ احرم میں نہ ہو اور نہ حرام کا شکار کھیلنا ہو حتیٰ کہ محرم کا شکار نہ کھایا جائے گا اور نہ جو شکار حلال نے حرم میں شکار کیا ہے اور باقی شکار جو مسلمان یا کتابی نے شکار کیا ہو اس کے کھانے میں مضائقہ نہیں ہے یہ محیط میں ہے اور تیر سے شکار کرنے میں تیر چھوڑنے کے وقت تسمیہ شرط ہے اور کتے و باز وغیرہ سے شکار کرنے میں ان کے چھوڑنے کے وقت تسمیہ شرط ہے اور ہمارے نزدیک ان کے چھوڑنے میں یہ شرط نہیں ہے کہ کسی شکار معین پر چھوڑے حتیٰ کہ اگر تسمیہ پڑھ کر کتے یا باز کو کسی شکار پر چھوڑا پس اس نے یہ شکار یا دوسرا شکار پکڑا یا چند شکار پکڑے تو اسی تسمیہ سے سب شکار ہمارے نزدیک حلال ہوں گے جب تک وہ اس چھوٹ لٹکی روش پر باقی رہے اور اگر تیر پھینکنے یا کتا وغیرہ چھوڑنے کے وقت عمدت تسمیہ چھوڑ دیا تو اس کا کھانا حلال نہ ہو گا اور اگر بھولے سے چھوڑ دیا ہے تو شکار کا کھانا حلال ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور مجوسی یعنی آتش پرست اور بت پرست اور مرتد کا شکار نہ کھایا جائے گا اس واسطے کہ یہ لوگ زکوٰۃ^(۱) اختیار کی اہلیت نہیں رکھتے ہیں پس ایسے ہی زکوٰۃ اضطراری^(۲) کی اہلیت بھی نہیں رکھتے ہیں یہ کافی میں ہے۔ اور اگر نصرانی نے کتا وغیرہ چھوڑا یا تیر مارا اور اس حالت میں مسیح^(۳) کا نام لیا تو یہ شکار نہ کھایا

۱۔ شکار کیا یعنی ارادہ ذبح کیا ہے حتیٰ کہ اگر باہر سے لا کر حرم میں ذبح کیا تو بھی مراد ہے ۱۲۔ یعنی اس نے شکار پر چھوڑا ہے پس شکار کو چھوڑ کر کسی اور کام میں مشغول نہ ہو جائے اور نہ ٹھہر جائے یا واپس نہ جائے ۱۳۔ (۱) اختیار حلال کرنا مثل بکری وغیرہ ۱۴۔ (۲) جس کو با اختیار حلال کر سکے جیسے وحشی وغیرہ ۱۵۔ (۳) اسی باہم اسخ علیہ السلام ۱۶۔

جائے گا۔ بازو کتے وغیرہ میں ارسال یعنی باختیار چھوڑنا شرط ہے کہ اگر سیکھا ہوا کتا مالک سے چھوٹ (۱) بھاگا اور اس نے کسی شکار کو پکڑ کر قتل کیا تو وہ شکار نہ کھایا جائے گا اور اگر چھوٹ بھاگنے کے بعد مالک نے اس کو سخت آواز دی اور تسمیہ پڑھا پس اگر اس کے زجر کرنے سے منزجر نہ ہوا یعنی شکار پکڑنے پر حرص و طلب زیادہ نہ کی پھر شکار پکڑا تو وہ شکار نہ کھایا جائے گا اور اگر اس کی آواز سے منزجر ہو گیا یعنی شکار کی جستجو پکڑنے پر زیادہ حریص ہو گیا تو یہ شکار استحساناً کھایا جائے گا یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اگر مسلمان نے اپنا کتا چھوڑا پھر اس کو ایک مجوسی نے زجر کیا پس اس کے زجر کرنے سے وہ منزجر ہو گیا یعنی شکار کا طالب و حریص زیادہ ہو گیا تو جو شکار پکڑے اس کے کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور زجر سے یہ مراد ہے کہ بلند آواز سے اس کو شکار پر غرہ کرے اور اگر مجوسی نے اپنا کتا چھوڑا اور مسلمان نے اس کو زجر کیا اور وہ منزجر ہو گیا تو اس کا شکار نہ کھایا جائے گا اور جس شخص کا ذبیحہ نہیں جائز ہے جیسے مرتد و محرم یعنی جو شخص احرام باندھے ہے اور عمدۂ تسمیہ ترک کرنے والا اس حکم میں بمنزلہ مجوسی کے ہے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ اور شمس الائمہ سرخسی نے شرح کتاب الصيد میں اس مسئلہ میں کہ مسلمان نے اپنا کتا چھوڑا و مجوسی نے اس کو زجر کیا اور وہ منزجر ہو گیا یوں ذکر فرمایا ہے کہ اس کتے کے شکار کھانے میں جہی مضائقہ نہ ہوگا کہ جب مجوسی نے اس کو زجر کیا ہے تو ایسی حالت ہو کہ کتا برابر شکار کی طرف جا رہا ہو اور اگر ارش ارسال سے ٹھہر گیا پھر اس کے بعد مجوسی نے زجر کیا اور اس کے زجر کو مان گیا اور شکار کا طالب و حریص ہو گیا تو اس کا شکار نہ کھایا جائے گا کذا فی المحیط اور یہی مختار ہے ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔

اگر کتے کو کسی نے نہ چھوڑا ہو مگر وہ خود اٹھ کر یا باز خود اڑ کر شکار کے پیچھے ہوا اور پھر اس کو کسی مسلمان نے زجر کیا اور تسمیہ پڑھ دیا اور وہ زجر کو مان گیا اور شکار کو پکڑا تو حلال ہے اور قیاس چاہتا ہے کہ حلال نہ ہو یہ کافی میں ہے اور اگر وہ منزجر نہ ہوا ہو تو حلال نہ ہوگا یہ تا تاریخانیہ میں ہے۔ اور اگر کتا چھوڑا اور عمدۂ تسمیہ چھوڑ دیا پھر جب کتا شکار کے پیچھے چل دیا تو تسمیہ پڑھ کر اس کو زجر کیا اور اس نے شکار کو پکڑ کر قتل کیا تو کھایا جائے گا خواہ زجر کرنے سے وہ منزجر ہوا ہو یا نہ ہوا ہو یہ نیا بیع میں ہے اور شکار کھیلنے کے شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ شکار کے واسطے جانور چھوڑنے و تیر مارنے میں کوئی ایسا شخص اس کے ساتھ شریک نہ ہو جس کا ذبیحہ حلال نہیں ہے جیسے آتش پرست و بت پرست و عمدۂ تسمیہ ترک کرنے والا اور اسی طرح یہ بھی شرط ہے کہ تیر پھینکنے و شکاری جانور چھوڑنے کے بعد کسی اور کام میں مشغول نہ ہو بلکہ شکار کے پیچھے ہو جائے اور کتے کے پیچھے ہو جائے اور اگر کتا اس چھوڑنے والے کی نظر سے اس طرح غائب ہوا کہ اس کو نظر نہیں آتا ہے پھر اس کو دیر کے بعد پایا کہ اس نے شکار کو قتل کیا تھا تو اس میں دو صورتیں ہیں یا تو اس نے پیچھا کرنا نہ چھوڑا ہو یہاں تک کہ شکار کو اس طرح پایا اور کتا اس کے پاس موجود تھا تو اس صورت میں قیاساً وہ شکار نہ کھایا جائے گا اور استحساناً کھایا جائے گا اور مشائخ نے فرمایا کہ بخواب استحسان یہ شرط کہ کتا اس کے پاس موجود ضروری ہے حتیٰ کہ اگر شکار کو مردہ پایا اور کتا اس کے پاس سے ہٹ گیا تھا تو قیاساً و استحساناً وہ شکار نہ کھایا جائے گا اور اگر کسی دوسرے کام میں مشغول ہو گیا یہاں تک کہ جب رات قریب آئی تو اس کی جستجو کی پس شکار کو مردہ پایا اور کتا اس کے پاس موجود تھا اور شکار میں ایک جراحت تھی کہ یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ اس کو کتے نے مجروح کیا ہے یا دوسرے نے تو کتاب میں فرمایا کہ میں اس کا کھانا مکروہ جانتا ہوں اور شمس الائمہ حلوانی و شمس الائمہ سرخسی نے تصریح کر دی کہ وہ نہ کھایا جائے گا مگر شیخ الاسلام خواہر زادہ نے فرمایا کہ مکروہ سے مکروہ تنزیہی مراد ہے لیکن فتویٰ قول (۲) اول پر ہے کذا فی

۱۔ عمدۂ تسمیہ ترک کرنے والا قول اس میں یہ شرط ضروری ہے کہ اجتہادی نہ ہو کیونکہ مثلاً شافعیہ کے اجتہاد سے اس کی حلت اجتماعی ہے تو جب وہ لوگ ہم کو خبر دیں کہ حلال ہے تو ہم کھا سکتے ہیں کیا نہیں دیکھتے ہو کہ نصرانی و یہودی کی طرف سے یہ خبر معتبر ہے پھر اہل السنۃ سے کیونکر معتبر نہ ہوگی اور جاہل متعصب کا کچھ اعتبار نہیں اگرچہ وہ عالم کی صورت میں اہل السنۃ کے مجتہدوں میں فساد ڈالنا چاہتا ہو فہم ۱۲ منہ (۱) اگرچہ بسم اللہ پڑھنے کے بعد ہو ۱۲

(۲) یعنی تحریری ہے ۱۲

الظہیر یہ اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ شکار کو ایک جراحت سے مجروح پایا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ کتے کی جراحت ہے اور اگر علامت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتے کے سوائے دوسرے کی جراحت ہے یا یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ جراحت کتے کی ہے لیکن اس میں دوسری جراحت بھی ہو جو کتے کی جراحت نہیں ہے تو وہ شکار نہ کھایا جائے گا خواہ اس نے جستجو اور پیچھا کرنا چھوڑا ہو یا نہ چھوڑا ہو اور اول سے آخر تک یہی حکم بازو چرخ و شاہین وغیرہ میں ہے اور تیر کا یہ حکم ہے کہ اگر کسی شکار کو تیر مارا اور اس کے لگا پھر شکار مذکور اس کی نظر سے پوشیدہ ہو گیا پھر اس کو مردہ پایا اور اس میں سوائے تیر کے دوسری جراحت نہ تھی پس اگر جستجو چھوڑ کر دوسرے کام میں مشغول نہ ہوا ہو تو یہ شکار پیچھے رہا ہو اور اگر مردہ پایا مگر اس میں سوائے تیر کے دوسری جراحت نہ تھی پس اگر جستجو چھوڑ کر دوسرے کام میں مشغول نہ ہوا ہو تو یہ شکار استحساناً کھایا جائے اور اگر دوسرے کام میں مشغول ہوا ہو تو قیاساً و استحساناً نہ کھایا جائے یہ محیط میں ہے۔ فتاویٰ آ ہو میں ہے کہ ایک شخص نے پانی میں ایک پرند کو تیر مارا اور مجروح کر دیا پھر تیر انداز موزہ اتارنے میں مشغول ہوا پھر موزہ اتار کر پانی میں گیا اور پرند مذکور کو چرخ تیر سے مردہ پایا تو فرمایا کہ اس کا کھانا حلال ہے اور قاضی بدیع الدین نے فرمایا کہ تیر انداز کا موزہ اتارنے میں مشغول ہونا عذر نہیں ہے پس اس نے طلب کو ترک کیا اس واسطے اس کا کھانا حرام ہو گیا اور بھی سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے تیر مارا اور دوسرے کو اس کے پیچھے جستجو کا حکم کیا تو فرمایا کہ جائز ہے۔ پھر دریافت کیا گیا کہ اگر کتا چھوڑا اور تسمیہ نہ پڑھا بھول گیا پھر قبل اس کے کہ کتا شکار تک پہنچے تسمیہ پڑھ دیا مگر کتے کو آواز دے کر نہ لکارا یہاں تک کہ اس نے شکار پکڑ کر قتل کیا تو وہ نہ کھایا جائے گا اور تیر میں ایسا شکار کھایا جائے گا اس واسطے کہ کتے کی صورت میں تدارک سہو اس طرح ممکن ہے کہ اس کو لکار دے اور تیر میں ممکن نہیں کذا فی التا تار خانہ۔

جموں ہا باب ☆

شرائط صید کے بیان میں

آلہ دو طرح کا ہوتا ہے ایک جماد جیسے تیر پر دار دے پر وغیرہ اس کے ماتند دوم حیوان جیسے کتا وغیرہ شکاری جانور و باز وغیرہ شکاری پرند پس اگر آلہ شکار حیوان ہو تو اس کی شرط میں سے یہ ہے کہ وہ سیکھا ہوا ہو اور کتا سیکھا ہوا نہ ہو گا تا وقتیکہ اس میں یہ بات نہ ہو کہ وہ شکار کو ہمارے واسطے رکھ چھوڑے خود نہ کھا جائے اور جب مالک اس کو بلائے تو چلا آئے اور جب شکار پر چھوڑے تو تابعداری کے ساتھ رواں ہو جائے پس کتے وغیرہ شکاری درندہ کے سیکھے ہوئے ہونے کی علامت یہ ہے کہ شکار میں سے نہ کھائے اور امام اعظمؒ اس کے واسطے کوئی حد نہیں قرار دیتے تھے اور کوئی وقت نہیں مقرر کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر شکاری درندہ سیکھا ہوا ہو تو اس کا شکار کھالے اور بسا اوقات فرماتے تھے کہ جب شکار کھیلنے والے کے غالب گمان پر وہ سیکھا ہوا ہو تو وہ سیکھا ہوا ہے اور بار بار فرماتے تھے کہ جو شکار کھیلنے والے دانائے کار ہیں ان کے قول کی طرف رجوع کیا جائے پس جب وہ کہہ دیں کہ یہ کتا سیکھا ہوا ہو گیا ہے تو وہ سیکھا ہوا ہو گا اور حسنؒ نے امام اعظمؒ سے روایت کی کہ جب تین بار وہ شکار کو پکڑ کر کھانا چھوڑ دے تو وہ سیکھا ہوا ہے اور یہی قول ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کا ہے کذا فی المحیط۔ یہی اصح ہے کذا فی جواہر الاخلاطی۔

باز وغیرہ شکاری پرندے کے سدھائے ہوئے ہونے کی علامات کا بیان ☆

صاحبینؒ سے ظاہر الروایت کے موافق اس کا تیسری بار کا چھوڑا ہوا شکار حلال نہیں ہے بلکہ چوتھی بار کا چھوڑا ہوا حلال ہے اور صاحبینؒ سے یہ بھی روایت ہے کہ تیسری بار والا شکار بھی جو اس نے چھوڑ دیا ہے حلال ہے یہ ظہیر یہ میں ہے اور باز وغیرہ شکاری پرند کے حق میں شکار کو چھوڑ دینا نہ کھانا اس کے سیکھے ہوئے ہونے کی علامت نہیں ہے اس کے سیکھے ہونے کی علامت یہی ہے کہ جب

س کا پالنے والا اس کو بلائے تو وہ مان لے حتیٰ کہ اگر باز وغیرہ نے شکار میں سے کھالیا تو اس کا شکار کھایا جائے گا اور ہمارے بعض مشائخ نے باز کے حق میں فرمایا کہ جب سیکھا ہوا معلوم ہوگا کہ جب تیسری بار پالنے والے کے پکارنے سے آجائے بدون اس کے کہ گوشت کی طمع سے ایسا کرے اور اگر اس کی یہ حالت ہو کہ پالنے والے کی آواز سے نہ آئے الا بطمع گوشت تو وہ سیکھا ہوا نہ ہوگا اور اب یہ حکم لگایا گیا کہ یہ باز سیکھا ہوا ہے پھر وہ باز اپنے پالنے والے کے پاس سے فرار کر گیا اور بلانے سے نہ آیا تو وہ سیکھا ہوا ہونے کے حکم سے نکل گیا اور اس کا شکار حلال نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کتے وغیرہ نے شکار میں سے کھالیا تو سیکھے ہوئے ہونے کے حکم سے رنج ہو گیا اور امام اعظمؒ کے نزدیک جتنے شکار اس سے پہلے کے پکڑے ہوئے اس کے مالک کے پاس ہیں ان کا کھانا حرام ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک جن شکاروں کو اس کے مالک نے اپنے حرز میں کر لیا ہے اور نہیں کھایا ہے وہ حرام نہ ہوں گے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ اختلاف اس وقت ہے کہ جب ان شکاروں کی گرفتاری کا زمانہ قریب ہو اور اگر بعید زمانہ ہو مثلاً ایک مہینہ کے برابر گزر گیا ہو رکتے کے مالک نے ان شکاروں کا قید بنالیا ہو تو بلا خلاف حرام نہ ہوں گے اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ اظہر یہ ہے کہ اختلاف دونوں صورتوں میں ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ ایسے کتے کے جتنے شکاروں کو اس کے مالک نے اپنے حرز میں نہیں کیا ہے وہ حرام ہوں گے ایسا ہی شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے اور ایسے کتے شکاروں کی قید بنائے ہوئے کو اگر اس کے مالک نے فروخت کر دیا ہو تو شک نہیں ہے کہ صاحبینؒ کے قول پر اس کی بیع نہ ٹوٹے گی اور بنا بر قول امام اعظمؒ کے جب کہ بائع و مشتری نے اس امر پر اتفاق کیا کہ کتا جاہل تھا سیکھا ہوا نہ تھا تو بیع ٹوٹ جانی چاہئے اور فرمایا کہ پھر اس کے بعد اس کتے کا شکار حلال نہ ہوگا یہاں تک کہ وہ سیکھ جائے اور اس کے کھینے کی حد وہی ہے جو ہم نے پہلے پہل اس کے سیکھے ہوئے ہونے کی پہچان میں باقوال مختلفہ بیان کر دی ہے۔ اسی طرح اگر باز اپنے مالک سے فرار ہو گیا اور بلانے سے نہ آیا حتیٰ کہ اس کے جاہل بغیر سیکھے ہوئے ہونے کا حکم دیا گیا تو اس میں بھی ایسا ہی اختلاف ہے اور پھر اگر اس کے بعد اس نے پے در پے تین بار اپنے پالنے والے کے آواز دینے پر فرمانبرداری کی تو اس کے سیکھے ہوئے ہو جانے کا حکم دیا جائے گا یہ صاحبینؒ کے قول کے موافق ہے اور اگر اس نے شکار کا خون پی لیا تو شکار کھایا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر سیکھے ہوئے کتے نے شکار پکڑا اور اس سے اس کے مالک نے لے لیا پھر مالک نے اس میں سے ایک ٹکڑا کاٹ کر کتے کے سامنے ڈال دیا اور کتے نے کھالیا تو کتا اپنے حال سابق کے موافق سیکھا ہوا رہے گا۔ اسی طرح اگر مالک نے کتے کے پاس سے وہ شکار لے لیا پھر کتے نے اچک کر مالک کے پاس سے شکار میں سے ایک ٹکڑا لے کر کھالیا حالانکہ وہ مالک کے ہاتھ میں ہے تو یہ کتا سیکھا ہوا رہے گا اسی طرح مشائخ نے فرمایا کہ اگر کتے نے شکار مالک کو دینے کے بعد اس میں سے چرا لیا تو بھی کتا سیکھا ہوا رہے گا اور اگر سیکھے ہوئے کتے کو شکار پر چھوڑا اور اس نے حملہ کر کے شکار میں سے ایک ٹوٹھرا گوشت دانٹوں سے نوج لیا اور شکار بھاگ گیا پس کتے نے وہ ٹوٹھرا کھالیا پھر شکار کے پیچھے دوڑا اور اس کو پا کر قتل کر ڈالا اور کچھ نہ کھالیا تو یہ شکار نہ کھایا جائے گا اس واسطے کہ شکار پکڑنے کی حالت میں اس کا شکار میں سے کھالینا یہ اس کے جاہل ہونے کی علامت ہے اور اگر کتے نے حملہ کر کے اس کا گوشت نوج لیا اور شکار بچ کر بھاگا پھر کتے نے اس کا پیچھا کیا اور پکڑ کر قتل کر ڈالا اور اس میں سے کچھ نہ کھالیا تو وہ شکار کھایا جائے گا اس واسطے کہ کتے سے کوئی ایسا فعل نہیں پایا گیا جو اس کے بے سیکھے ہونے پر دلالت کرتا ہو اس واسطے کہ اس نے شکار مذکور میں سے ایک ٹکڑا اسی واسطے نوج لیا کہ حکم کاری لگے تاکہ اس سے اس کے پکڑ لینے پر قادر ہو جائے پس یہ امر بمنزلہ زخمی کرنے کے ہے۔ اور اگر کتے کے مالک نے شکار کو اس کتے سے لے لیا اور کتا اس کو قتل کر چکا تھا پھر اس کے بعد کتا واپس ہوا اور جو ٹکڑا نوج کر ڈالا آیا ہے اس کے پیاس گزرا اور اس

کیونکہ خون اس کے مالک کی غذا نہیں ہے ۱۲ ج اس میں اشارہ ہے کہ کتا عدا اس ٹکڑے کے واسطے نہیں آیا تھا ۱۲ منہ

کو کھالیا تو اس کا شکار کھایا جائے گا۔ اور اگر کتے نے شکار کا پیچھا کیا اور اس کی بوٹی نوج لی اور کھائی حالانکہ شکار ہنوز زندہ تھا وہ کتے کے پاس سے اچک بھاگا پھر کتے نے اسی وقت ایک دوسرا شکار پکڑ کر قتل کیا اور اس میں سے کچھ نہ کھایا تو اصل میں اس مسئلہ کو ذکر کر کے فرمایا کہ میں اس شکار کا کھانا مکروہ جانتا ہوں اس واسطے کہ شکار پکڑنے کی حالت میں اس میں سے کھانا اس کے بے سیکھے ہوئے ہونے کی دلیل ہے۔ کذانی البدائع۔

قال المترجم ☆

بنابر تصریح شمس الائمہ حلوانی و شمس الائمہ سرخسی مکروہ سے تحریمی مراد ہے اور بنابر تقریر شیخ الاسلام تنزیہی مراد ہے والادل اصح۔ ایک شخص نے کتا ایک شکار پر چھوڑا اس نے اس کو نہ پکڑا دوسرا شکار پکڑا پس اگر ارسال کی روش پر چلا گیا ہو تو یہ شکار حلال ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اگر کسی نے اونٹ کو تیر مارا اور وہ شکار کے لگا اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ اونٹ وحشی ہو گیا تھا یا نہیں تو جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ وہ اونٹ وحشی ہو گیا تھا تب تک شکار مذکور نہ کھایا جائے گا اس واسطے کہ اونٹ کے حق میں اصلیت یہی ہے کہ وہ ہلا ہوا ہو پس اصل کے موافق لیا جائے گا یہاں تک کہ خلاف اصل ثابت ہو یہ کافی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنے باز کو خرگوش پر چھوڑا اور اس نے اس ارسال میں دوسرے شکار کو پکڑا حالانکہ باز سوائے خرگوش کے کچھ شکار نہیں کرتا ہے جو اس نے شکار کیا ہے وہ نہ کھایا جائے گا اور اگر اس نے سور یا بھیڑیے کی طرف چھوڑا اور اس نے ہرن کا شکار کیا تو اس کا کھانا حلال ہے یہ نیا بیع میں ہے۔ اور اگر باز کو ہرن پر چھوڑا حالانکہ وہ ہرن کا شکار نہیں کرتا ہے پس اس نے کسی شکار کو پکڑا تو نہ کھایا جائے گا یہ تہذیب میں ہے۔ اور اگر اپنا کتا ایک شکار پر تسمیہ پڑھ کر چھوڑا اس نے اسی ارسال میں بہت سے شکار ایک بعد دوسرے کے پکڑے تو سب حلال ہیں اسی طرح اگر اس نے ایک شکار کو تیر مارا وہ اس کے لگ کر پار ہو گیا اور جا کر دوسرے کے لگا اور پار ہو کر جا کر تیسرے کے لگا ہو تو ہمارے نزدیک سب حلال ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر اس نے (۱) شکار کو پکڑا اور دیر تک دا بے پڑا رہا پھر اس کے پاس سے دوسرا شکار گزرا اور اس نے اس کو پکڑ کر قتل کیا تو دوسرا شکار نہ کھایا جائے گا الا اس صورت میں کہ دوبارہ ارسال ہو یا جس میں زجر ممکن ہے اس کو تسمیہ کہہ کر اس طرح للکار دیا ہو کہ وہ منزجر ہو گیا ہو یعنی شکار کی جستجو زیادہ کرنے لگا ہو اور یہ اس وجہ سے ہے کہ فی الفور صید کرنا باطل ہو گیا ہے اسی طرح اگر کتے یا باز کو شکار پر چھوڑا اور وہ شکار سے دائیں بائیں ہو کر سوائے طلب شکار کے کسی بات میں مشغول ہو گیا اور اس میں ارسال میں فتور ہو گیا پھر اس نے کسی صید کا پیچھا کیا اور پکڑ کر قتل کیا تو وہ نہ کھایا جائے گا الا اس صورت میں کہ ارسال جدید پایا جائے یا شکاری جانور کو اس کا مالک زجر کرے یعنی للکارے اور تسمیہ پڑھ دے اور وہ منزجر ہو جائے یہ ایسے جانور میں جس کا زجر کرنا ممکن ہو اور وجہ نہ کھائے جانے کی یہ ہے کہ جب شکاری جانور سوائے طلب شکار کے دوسرے امر میں مشغول ہو گیا تو ارسال کا حکم منقطع ہو گیا پھر جب اس کے بعد وہ کوئی شکار کرے گا خود وہ شکار پر دوڑا ہے پس اس کا شکار حلال نہ ہو گا الا اس صورت میں کہ جس جانور کا للکارنا ممکن ہے اس کو اس کا مالک تسمیہ پڑھ کر للکارے یہ بدائع میں ہے۔ ایک شخص نے ایک شکار پر اپنا کتا چھوڑا مگر وہ خطا کر گیا اور اس کے سامنے دوسرا شکار پیش آ گیا اس کو اس نے قتل کر ڈالا تو کھایا جائے گا اور اگر کتا لوٹا اور لوٹنے میں اس کے سامنے کوئی شکار آ گیا اس کو اس نے قتل کر دیا تو نہ کھایا جائے گا اس واسطے کہ ارسال کا حکم اس کے لوٹنے سے باطل ہو گیا اور بدون ارسال کے شکار حلال نہیں ہوتا ہے یہ خلاصہ میں ہے اگر کسی نے کسی شے کو شکار گمان کر کے اس پر کتا چھوڑا پھر وہ چیز شکار نہ نکلی پھر اس کے سامنے شکار پیش آیا اس کو

یعنی اصل سے خلاف ہو جانے کے واسطے وثبوت چاہئے اور اصلیت پر باقی رہنے کے واسطے ثبوت کی ضرورت نہیں ہے ۱۲۔ قال مراد یہ ہے کہ وہ للکار قبول بھی کر لے یعنی طالب شکار زیادہ ہو جائے ۱۳۔ منہ (۱) خواہ کتا وغیرہ ہو یا بار وغیرہ ۱۴۔

اس نے قتل کیا تو نہ کھایا جائے گا یہ تیار خانہ میں ہے ایک شخص نے اپنا کتا ایک چیز کو آدمی کمان کر کے چھوڑا اور تسمیہ پڑھ دیا پھر آدمی نہ تھا بلکہ شکار نکلا تو کھایا جائے گا اور یہی مختار ہے اس واسطے کہ یہ امر ظاہر ہوا کہ اس نے شکار پر چھوڑا ہے یہ ظہیر یہ میں ہے اگر چیتا شکار پر چھوڑا اور اس نے کمین گاہ میں گھات لگائی اور شکار کا پچھانہ کیا جیسے اس کی عادت ہوتی ہے تاکہ شکار پر قابو پائے پس ایک ساعت و رنگ واقع ہوا پھر اس نے شکار کو پکڑ کر قتل کیا تو کھایا جائے گا اسی طرح اگر کتا چھوڑا اور اس نے مثل چیتے کے دانوں گھات کیے تو وہ بھی جو شکار کرے اس کے کھانے میں مضائقہ نہیں ہے اس واسطے کہ یہ حکم ارسال مثل حسبت کرنے و دوڑنے کے ہے اسی طرح اگر باز چھوڑا اور وہ کسی بھی چیز پر گر پڑا پھر وہاں سے اڑ کر شکار کو پکڑ لیا تو وہ شکار کھایا جائے گا اس طرح تیر انداز نے اگر کسی شکار کو تیر مارا تو جس شکار کو اس روش میں اسی جہت میں تیر لگے وہ کھایا جائے گا اور اگر ایک شکار کے لگ کر پار ہو کر دوسرے کے لگ کر پار ہو کر تیسرے و چوتھے وغیرہ کے لگے تو سب کھائے جائیں گے اور اگر تیر ہوانے تیر کو اس رخ سے کسی جانب دائیں بائیں پھیر دیا اور وہ کسی شکار کے لگا تو کھایا جائے گا اور اگر ہوانے اس کو اس رخ سے نہ پھیرا ہو تو جس شکار کے لگے وہ کھایا جائے گا اور اگر تیر مذکور کسی دیوار یا پتھر پر پڑا اور لوٹ کر کسی شکار کے لگا تو وہ شکار نہ کھایا جائے گا اور اگر تیر ایک درخت سے ہو کر گزرا اور برابر درخت سے رگڑتا جاتا تھا لیکن تیر اپنی راہ سے سیدھا جا رہا تھا اور کسی شکار کے لگا اور اس کو مار ڈالا تو وہ کھایا جائے گا اور اگر درخت کے صدمہ سے تیر مذکور دائیں یا بائیں کسی رخ کو پھیر کر کسی شکار کے لگا ہو تو وہ نہ کھایا جائے گا۔ اور اگر تیر مذکور کسی دیوار کو چھیلتا ہو اپنی راہ پر سیدھا نکل گیا اور کسی شکار کو قتل کیا تو کھایا جائے گا یہ بدائع میں ہے اگر مسلمان نے اپنا سکھایا ہوا کتا کسی شکار پر چھوڑا پھر اس کے ساتھ بے سیکھا ہوا کتا یا ایسا کتا جس پر عدا اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا گیا ہے یا مجوسی کا کتا شریک ہو گیا تو شکار مذکور نہ کھایا جائے گا اور اگر دوسرے کتے نے شکار کو اول کتے کی طرف لوٹایا اور اول کتے کے مجروح کرنے میں شریک نہ ہو اور شکار مذکور اول کتے کی جرح سے مر گیا تو اس کا کھانا مکروہ ہے بعض نے فرمایا کہ کراہت تنزیہی ہے اور بعض نے فرمایا کہ تحریمی ہے اور اسی کو شمس الائمہ حلوائی نے اختیار کیا ہے کذا فی الکافی اور یہی صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔

غیر مسلم کے سدھائے ہوئے جانور کے شکار کا بیان ☆

اگر کسی مجوسی نے شکار کو کتے کی طرف لوٹایا یہاں تک کہ اس نے پکڑ لیا تو اس کے کھانے میں مضائقہ نہیں ہے اس واسطے کہ مجوسی کا فعل کتے کے فعل کی جنس سے نہیں ہے پس مشارکت ثابت نہ ہوگی اور اگر دوسرے کتے نے شکار کو پہلے کتے کی طرف نہ لوٹایا ہو لیکن اس نے پہلے کتے سے دوڑ میں آگے نکل جانا چاہتی کہ اول کتا بھی تیز دوڑا اور پہنچ کر تنہا شکار کو قتل کر ڈالا تو حلال ہے یہ کافی میں ہے اور اگر مجوسی نے کسی مسلمان کے ساتھ مل کر کمان کھینچے اور شکار کو تیر لگا تو اس کا کھانا حلال نہیں ہے اور منجملہ شرط کلب وغیرہ کے یہ ہے کہ ارسال کے بعد اس سے پیشاب کرنے یا کھانے کا فعل صادر نہ ہو اور اگر کتے وغیرہ کی طرف سے ایسا فعل پایا گیا اس نے بہت توقف کیا تو اس کا شکار نہ کھایا جائے گا اور منجملہ اس کی شرائط کے یہ بھی ہے کہ اس کا زخم جارح یعنی جرح کرنے والا ہو۔ حتیٰ کہ اگر اس نے بدون جرح کے قتل کیا تو حلال نہ ہوگا یہ زیارت و مختصر عصام میں مذکور ہے اور اصل میں اس طرف اشارہ کیا کہ وہ حلال ہے چنانچہ اصل میں یوں فرمایا کہ جب اس نے شکار کو پکڑ کر قتل کیا تو حلال ہے اور اس کی تفصیل نہ فرمائی کہ جرح سے قتل کیا یا محقوق یعنی گردن دبا کر مار ڈالا اور حسن بن زیاد نے امام اعظم و امام ابو یوسف سے سوائے روایت اصول کے روایت کی ہے کہ شکار حلال ہے اگرچہ اس نے جرح سے قتل نہ کیا ہو پس بعض مشائخ نے فرمایا کہ امام محمد نے جو حکم اصل میں ذکر فرمایا ہے وہ امام اعظم و ابو یوسف کا قول ہے اور جو زیادت میں ذکر فرمایا ہے وہ اپنا قول ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ جو اصل میں مذکور ہے وہ کوتاہی کے ساتھ ہے یعنی مفصل

ذکر نہ کیا اور جو زیادات میں مذکور ہے وہ درازی کے ساتھ مفصل ہے اور صحیح کو ہی ہے جو زیادات میں ہے اور امام ابو یوسفؒ نے امام اعظمؒ سے روایت کی ہے کہ اگر اس نے شکار کا کوئی عضو توڑ دیا جس سے وہ مر گیا تو اس کے کھانے میں مضائقہ نہیں ہے اس واسطے کہ توڑنا جراحت باطنی ہے پس جراحت ظاہری پر اس کا اعتبار و قیاس کیا گیا کذا فی المحیط۔

قال المترجم ☆

فعلى هذا الخلق ايضاً كذلك و هذا لشهيد بظاھرہ لمن ذهب انى ما اشير اليه فى الاصل فتأمل۔ اگر مسلمان نے اپنا کتا کسی شکار پر چھوڑا اور تسمیہ پڑھ دیا پس کتا اُس شکار تک پہنچ گیا اور اس کو زخم دیا اور ست کر دیا پھر دوبارہ زخم دیا اور قتل کر دیا تو وہ شکار کھایا جائے گا اور اسی طرح اگر اس نے دو کتے چھوڑے پس ایک نے اس کو زخم کر کے ست کر دیا پھر دوسرے نے اس کو قتل کر ڈالا تو کھایا جائے گا اس واسطے کہ مجروح کرنے کے بعد مجروح نہ کرنا یہ تعلیم میں داخل نہیں ہے پس غفور ار دیا گیا اور اگر دو آدمیوں سے ہر ایک نے اپنا اپنا کتا چھوڑا اور شکار کو ایک کتے نے مجروح کر کے ست کر دیا پھر دوسرے نے اس کو قتل کر دیا تو شکار مذکور کھایا جائے گا اور وجہ یہی ہے جو ہم نے بیان کر دی ہے مگر شکار مذکور پہلے کتے والے کی ملک ہو گا یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنا سکھلایا ہوا کتا ایک شکار پر چھوڑا اس نے ٹانگ توڑ دی یا اس طرح اس کی کوئی نچیں کاٹ دیں کہ وہ شکار نہ رہا پھر دوسرے شخص نے اسی شکار^(۱) پر اپنا کتا چھوڑا اس نے اس کی دوسری ٹانگ توڑ دی یا خوب کوئی نچیں کاٹ ڈالیں پھر دونوں کو نچیں کاٹنے سے شکار مذکور مر گیا تو ہم کہتے ہیں کہ شکار مذکور شخص اول کا ہے مگر اس کا کھانا حلال نہیں ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب دوسرے شخص نے اپنا کتا اس وقت چھوڑا ہو کہ جب پہلے شخص کے کتے نے شکار کو پا کر بہت زخمی کر دیا ہو اور اگر پہلے شخص کے کتے نے زخمی کیا ہو مگر خوب زخم کاری نہ پہنچایا ہو اور اس کو صید ہونے سے باہر نہ کیا ہو پھر دوسرے شخص نے اپنا کتا چھوڑ دیا اور اس کے کتے نے پہنچ کر اس کو زخمی کر دیا اور زخم کاری لگایا کہ جس سے وہ صید نہ رہا تو وہ شکار دوسرے شخص کا ہو گا اور اس کا کھانا حلال ہو گا اور اگر دونوں کتوں کا زخم علیحدہ علیحدہ ایسا ہو کہ جس سے وہ شکار صید ہونے سے خارج نہیں ہوتا لیکن دونوں کا زخم ملا کر ایسا ہے کہ جس سے وہ جانور صید نہیں رہتا ہے تو وہ شکار دونوں کا ہو گا اسی طرح اگر دونوں کتوں نے اس شکار کو ایک ہی ساتھ پکڑ پایا ہو تو بھی شکار مذکور دونوں کا ہو گا اور دونوں صورتوں میں حلال ہے اور اگر دوسرے شخص نے اپنا کتا پہلے شخص کے کتے کے شکار پکڑ پانے سے پہلے چھوڑا ہو تو جس کا کتا پہلے شکار کو پکڑ لے یہ شکار اُسی کا ہو گا جیسا کہ دو تیروں کی صورت میں حکم ہے اور حلت ثابت نہ ہوگی اور اگر دونوں نے اپنا اپنا کتا ایک ہی ساتھ چھوڑا پس ایک کے کتے نے دوسرے کے کتے سے پہلے شکار کو پکڑ کر اس کو زخم کاری سے مجروح کر دیا پھر دوسرے کتے نے اس کو پکڑا تو یہ شکار اس کا ہے جس کے کتے نے اس کو پہلے پکڑا ہے اسی طرح اگر دونوں نے آگے پیچھے چھوڑا مگر دوسرے کے کتے نے اس کو پہلے پکڑ کر زخم کاری سے مجروح کر دیا پھر پہلے کتے نے اس کو پکڑا تو یہ شکار دوسرے کا ہو گا اور اگر دونوں نے اس کو یکبارگی پکڑا یا ایک نے اس کو پہلے پکڑا مگر زخم کاری نہ دیا حتیٰ کہ دوسرے نے اس کو پکڑا تو یہ شکار دونوں کا ہو گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور حسین خاں زادہ میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے اپنا کتا ایسے شکار پر چھوڑا جس کو وہ آنکھوں سے نہیں دیکھتا ہے یا ایسے شکار کو تیر مارا اور وہ شکار مر گیا اور یہ شخص اسکی جستجو میں بھیجے ہے پس اس کو پایا تو وہ حلال ہے یہ تاتار خانہ میں لکھا ہے۔ اگر باز نے اپنی منقار یا چنگل سے شکار کو زخمی کیا اور پسپا کر دیا یا کتے نے اس کو زخم کاری سے مجروح کیا پھر اس کا مالک آیا اور اتنا قابو پایا کہ اس کو پکڑ لے مگر اس نے نہ پکڑا یہاں تک کہ باز یا کتے نے دوسری ضرب

اگر کہا جائے کہ پھر صحیح ہونے کے معنی ہیں جواب یہ کہ جو زیادات میں مذکور ہے وہ حکم صحیح ہے اور اسی پر اصل کا کلام محمول ہے فافہم ۱۲ ملہ

(یعنی جیسے شکار آدمی کے قابو سے باہر ہوتا ہے ایسا نہ رہا ۱۲)

اس کا کام تمام کر دیا تو عامہ مشائخ کے نزدیک اس کا کھانا حلال ہے یہ محیط میں ہے اور جو جانور معراض کے عرض کے صدمہ سے مرگے ہو اور جو جانور گلولہ کے صدمہ سے مر جائے وہ نہ کھایا جائے گا یہ کافی نہیں ہے۔ اسی طرح اگر اس کو پتھر سے پھینک مارا اور پتھر باری ہے اور اس میں دھار ہے تو بھی یہی حکم ہے اگر چہ شکار کو مجروح کیا ہو اس واسطے کہ اس میں احتمال ہے کہ شاید پتھر کے بوجھ سے مر گیا ہو اور اگر پتھر ہلکا ہو اور اس میں دھار ہو تو حلال ہوگا اس واسطے کہ اس کا مرجانا پتھر کی جراحت سے ہوگا اور اگر پتھر ہلکا ہو اور اس کو نامثل تیر کے بنایا اور اس میں دھار ہے تو شکار حلال ہوگا اور اگر شکار کو سنگ مردہ دھار دار پھینک مارا اور اس نے پارہ گوشت جراحت سے جدا نہ کیا تو حرام ہے اسی طرح اگر سنگ مردہ پھینک مارا اور شکار کا سر جدا کر دیا یا اس کی شہہ رگیں وغیرہ کاٹ ڈالیں تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر شکار کو عصا یا لاٹھی وغیرہ لکڑی سے مارا یہاں تک کہ اس کے بوجھ کی وجہ سے شکار مذکور مر گیا مجروح ہو کر نہیں مرا تو بھی حرام ہے الا اس صورت میں کہ جب ایسی لکڑی میں دھار ہو کہ پارہ گوشت جدا کر دے تو اس صورت میں حلال ہوگا کیونکہ یہ لکڑی مثل تلوار و ر کے ہوگی اور اصل یہ ہے کہ جب شکار کا مرنا قطعاً جرح کی طرف مضاف ہو تو حلال ہوگا اور اگر یقیناً گرانی کی طرف منسوب ہو یعنی بربق نقل کے مر گیا تو حرام ہوگا اور اگر شک واقع ہوا یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ شکار مذکور بسبب جراحت کے ہلاک ہوا ہے یا بسبب جھ کے مرا ہے تو احتیاطاً حرام ہے اور اگر شکار کو تلوار سے یا چھری سے پھینک کر مارا اور دھار کی طرف سے اس کے لگی اور اس کو مجروح کر دیا تو حلال ہے اور اگر چھری پشت کی طرف سے یا تلوار قبضہ کی طرف سے اس کے لگی ہو تو حرام ہے اور اگر شکار کو پھینک مارا اور وہ روح ہو گیا پھر جراحت سے مر گیا پس اگر جراحت خون دیتی ہو تو بالاتفاق حلال ہے اور اگر خون نہ دیتی ہو تو بعض متاخرین کے نزدیک حلال ہے خواہ جراحت صغیر ہو یا کبیر ہو اور بعض متاخرین کے نزدیک خون دینا شرط ہے اور بعض متاخرین کے نزدیک اگر جراحت کبیر ہو تو بدون خون دینے کے حلال ہے اور اگر صغیر ہو تو حلال نہیں ہے یہ کافی میں ہے۔

اگر ایک تیز مارا پھر دوسرے شخص کا تیر اس کے معارض ہو گیا اور اس کو اس کی سیدھی راہ سے رد کر دیا اور ایک شکار کے لگا اور قتل کیا تو نہ کھایا جائے گا ایسا ہی اصل میں مذکور ہے اور زیادات میں مذکور ہے کہ وہ شکار کھایا جائے گا اور شمس الائمہ ابو محمد عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو اصل مذکور ہے اس کی تاویل یہ ہے کہ دوسرے تیر مارنے والے کا قصد شکار کو تیر مارنا نہ تھا بلکہ غرض اس کی براندازی کا کھیل یا تیر اندازی سیکھنا تھا یا اس نے عمدتاً تسمیہ ترک کیا تھاتی کہ اگر اس نے شکار مارنے کا قصد کیا ہو تو موافق روایت میں کے حلال ہوگا یہ ظہیر یہ میں ہے۔ ایک شخص مسلمان نے شکار کو تیر مارا اور دور کھے ہوئے تیر کے لگا اور اس کو اٹھالے گیا اور شکار کے تیر جا کر لگا اور اس کو جراحت سے قتل کیا تو کھایا جائے گا۔ اسی طرح اگر معراض یا پتھر یا گلولہ پھینکا اور وہ ایک تیر پر پہنچا اور اس کو اٹھا لے گیا اور یہ تیر ایک شکار کے لگا اور اس کو قتل کیا تو حلال ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک مجوسی نے بعد مسلمان کے تیر پھینکنے کے اپنا تیر واپس اس کا تیر اول کے تیر پر پڑا اور لگا چلا گیا یہاں تک کہ مسلمان کا تیر شکار کے لگا پس اگر یہ معلوم ہو کہ اگر مجوسی کا تیر نہ ہوتا تو شکار پھینچتا تو شکار حرام ہے اسی طرح اگر مجوسی کے تیر نے مسلمان کے تیر کو اس کے روانی کے رخ سے پھیر دیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مجوسی کے تیر نے اس میں قوت بڑھادی ہو اور اس کے رخ کے رخ سے برگشتہ نہ کیا ہو تو شکار مسلمان کا ہوگا لیکن استحساناً حلال نہ ہو یہ سراجیہ میں ہے۔ مجوسی نے ایک شکار کو تیر مارا اس کے تیر سے شکار فرار ہو گیا یا اپنا کتا چھوڑا اور اس کے کتے سے شکار فرار ہو گیا پھر مسلمان نے اس کو تیر مارا یا اپنا کتا چھوڑا شکار حلال نہ ہوگا الا اس صورت میں کہ مسلمان کے تیر مارنے و کتا چھوڑنے سے پہلے مجوسی

قال المترجم یہی جمہور علماء کا قول ہے اور معراض کے عرض سے حرام ہونے حدیث مرفوعہ سے ثابت ہے اور بندوق کا بھی یہی حکم ہے اور تحقیق مسئلہ تفسیر میں ہے اور علامہ اشوکائی نے بھی یہی تصریح کر دی لیکن مؤلف فتح البیان نے غلطی سے شوکانی کا قول حلت کا نقل کیا فافہم ۱۲

کا تیر زمین پر گر پڑا ہو یا اس کا کتا واپس ہو گیا ہو یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر حلالی شخص اور ایک شخص احرام باندھے ہوئے دونوں ایک شکار کے تیر مارنے میں شریک ہوئے تو اس کا کھانا حلال نہیں ہے جیسا کہ اگر مسلمان و مجوسی ایک شکار کے قتل میں شریک ہوئے تو اس کا کھانا حرام ہے یہ مبسوط میں ہے۔ تیر پھینکنے و شکاری جانور چھوڑنے کے وقت اسلام ہونا حلال ہونے کے واسطے شرط ہے حتیٰ کہ اگر حالت اسلام میں ایک شخص نے تیر مارا یا شکاری جانور چھوڑا پھر مرتد ہو گیا تو شکار حلال ہے اور اگر اس کے برعکس ہو تو حلال نہیں ہے غیاثیہ ۱۷۰۔

مرتد کا شکار و ذبیحہ حلال نہیں ☆

مجوسی اگر یہودی یا نصرانی ہو گیا تو اس کا شکار و ذبیحہ کھایا جائے گا اور نصرانی اگر مجوسی ہو گیا تو اس کا شکار و ذبیحہ نہ کھایا جائے اور مسلمان اگر مرتد ہو گیا تو اس کا شکار و ذبیحہ نہ کھایا جائے گا اسی طرح اگر یہودی یا نصرانی ہو گیا تو بھی یہی حکم ہے یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اگر چند لوگ مجوسیوں نے ایک شکار کو اپنے اپنے تیر مارے پھر شکار ان کے تیروں سے فرار ہو کر مسلمان کی طرف آیا اور اس نے تسمیہ پڑھ کر تیر مارا اور مسلمان کا تیر اس کے لگا اور اس کو قتل کیا تو مسئلہ میں دو صورتیں ہیں کہ اگر مجوسی کا تیر ہنوز زمین پر نہیں گرا اور مسلمان نے اس کو تیر مارا تو اس کا کھانا حلال نہیں ہے الا اس صورت میں کہ مسلمان اس کو زندہ پا کر حلال کر ڈالے تو حلال ہوگا اگر وجہ سے کہ بنو ہوں نے تیر مارنے میں اس کی اعانت کی ہے حقیقتہً ذبح کرنے میں اعانت نہیں کی ہے اور حقیقتہً حلال کر ڈالنے کے ہوتے ہوئے تیروں سے اعانت کا کچھ اعتبار نہیں ہے اور اگر مجوسیوں کے تیر زمین پر گر جانے کے بعد پھر مسلمان نے تیر مارا ہو اور باقی مسئلہ بحال رہے تو اس کا کھانا حلال ہے اسی طرح اگر مجوسیوں نے شکار پر اپنے کتے چھوڑے اور شکار ان کے کتوں سے فرار ہو کر مسلمان کی طرف آیا اور مسلمان نے اس کو تیر مار کر قتل کیا یا اپنا کتا یا باز یا چرغ وغیرہ اس پر چھوڑا اور کتے نے اس کو پکڑ کر قتل کیا پس اگر مسلمان کا تیر مارنا ایسی حالت میں تھا کہ جب مجوسی کا چرغ و باز وغیرہ شکار مذکور کے پیچھے تھا تو وہ حلال نہ ہوگا اور اگر اس کے واپس ہونے کے بعد تھا تو حلال ہوگا اسی طرح اگر شکار کے پیچھے کوئی بے سیکھا ہوا کتا یا بے سیکھا ہوا باز وغیرہ ہو پھر شکار اس کے سامنے سے بھاگتا ہو مسلمان کی طرف آیا اور مسلمان نے اس کو تیر مارا یا اپنا کتا یا باز اس پر چھوڑا اور اس نے پا کر قتل کیا تو اس میں بھی اسی تفصیل سے حکم ہے جو ہم نے بیان کیا ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور صید میں یہ شرط ہے کہ اس کی قوت میں سوائے جراحت تیر یا کتے و باز وغیرہ کے کوئی اور سبب شریک نہ ہو جیسے کسی مقام سے گر پڑنا یا پانی میں گر پڑنا یا کوئی جراحت موجود ہو یا جس سے وہم ہو کہ شاید اس جراحت سے مراد ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر شکار کے تیر لگا اور وہ زمین پر گرایا زمین پر پختہ اینٹیں بچھی ہوئی تھیں ان پر گرا اور مر گیا تو وہ حلال ہے اس واسطے کہ اس سے احتراز ممکن نہیں ہے اور اگر پانی میں گرایا پہاڑ پر۔ یا اونچے پتھر کے ٹیلے پر یا درخت یا دیوار پر یا گاڑے ہوئے نیزے کی بوری پر یا کھڑی ہوئی اینٹوں پختہ یا خام کی نوک پر گر کر پھر زمین پر گرا تو حلال نہیں ہے اس واسطے کہ ان چیزوں سے احتراز ممکن ہے چنانچہ تردی سے اصطیاد منفک ہی ہے پس اس کا اعتبار واجب ہے اور احتمال پیدا ہوا کہ اس کی موت شاید پانی یا تردی کی وجہ سے ہوئی ہو تو میح و محرم مستمع ہوئے پس احتیاطاً وہ حرام رکھا گیا حتیٰ کہ اگر پانی کا پرند ہو اور وہ پانی میں گرا اور اس کا زخم پانی میں منغمس نہیں ہوا تو اس کا کھانا حلال ہے اس واسطے کہ پانی سے اس کی موت کا احتمال نہیں ہے اور اگر اس کا زخم پانی میں منغمس ہو گیا تو نہ کھایا جائے گا بسبب احتمال اس امر کے کہ شاید اس کی موت پانی کی وجہ سے ہوئی ہو اور یہ سب ایسی صورت میں ہے کہ جب شکار کے ایسا زخم لگا ہو جس سے اس کی زندگی کی امید ہو اور اگر ایسا زخم ہو کہ جس سے اس کی زندگی کی امید نہ ہو تو حلالی ہے بشرطیکہ اس میں اتنی

بات رہ گئی جیسے ذبح کرنے کے بعد مذبوح میں رہ جاتی ہے مثلاً اس کا سر جدا ہو گیا ہو پھر پانی میں گرا اس وجہ سے کہ اس صورت میں مال مذکور معدوم ہے اور اگر ان چیزوں میں سے کسی چیز پر گر کر مر اور وہاں سے زمین پر نہ گرا اور یہ شے ایسی ہے کہ اس سے قتل نہیں ہوتا ہے مثلاً چھت ہے یا پہاڑ ہے تو وہ حلال ہوگا اس واسطے کہ برابر مستوی چیز پر گرنا مثل زمین پر گرنے کے ہے کیونکہ اس سے احترا محذور ہے اور اگر ایسی چیز ہو جس سے قتل ہو جاتا ہے جیسے نیزے کی دھار یا کھڑے ہوئے نرکل و کھڑی ہوئی اینٹیں پختہ و خام کی دھار ایسی کسی چیز پر گرا تو حلال نہ ہوگا یہ محیط سرخی میں ہے اور منجملہ شرائط صید کے یہ ہے کہ شکار کھیلنے والے کے پہنچنے سے پہلے وہ مر جائے کہ بلاشبہ و خلاف اس کا حق ہو کیونکہ اگر شکار کرنے والا اس تک پہنچا اور وہ زندہ موجود تھا تو اس میں اقوال مختلفہ ہیں۔ اور منجملہ شرائط صید کے یہ ہے کہ مفرد متوحش ہو مالوف نہ ہو جیسے وحش و داجن^(۱) ہوتے ہیں کذا فی المحیط۔

☆ باب ۱۰

جو حیوان زکوٰۃ قبول کر سکتے ہیں اور جو قابل زکوٰۃ نہیں ہوتے ہیں ان کے بیان میں

اگر کتا وغیرہ شکاری درندہ چھوڑنے والے نے شکار کو زندہ پایا تو اس پر واجب ہے کہ اس کو ذبح کر دے اور اگر اس نے ذبح کیا یہاں تک کہ وہ مر گیا تو اس کا کھانا حرام ہوگا اور یہی حکم بازو وغیرہ پرند شکاری اور تیر میں ہے اور وجہ یہ ہے کہ اس نے زکوٰۃ اختیاری باوجود اس پر قادر ہونے کے ترک کیا اور یہ اس صورت میں ہے کہ جب اس کے ذبح کر دینے پر قادر ہو اور اگر شکار ہاتھ آیا مگر یہ اس کے ذبح کرنے پر قادر نہیں ہے حالانکہ اس میں زندگی بہ نسبت مذبوح جانور کے زائد موجود ہے تو ظاہر الروایۃ میں وہ نہ کھایا جائے کذا فی الکافی۔ اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی التبین۔

امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ وہ حلال ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر ذبح کرنے پر اس وجہ سے قادر نہ ہو کہ اس کے پاس آلہ ذبح موجود نہ تھا تو وہ نہ کھایا جائے اور اگر بسبب ضیق وقت کے قادر نہ ہو تو ہمارے نزدیک کھایا جائے اور حسن بن زیاد و محمد بن مقاتل نے فرمایا کہ استحساناً حلال ہے اور استحسان ہی کو قاضی فخر الدین معروف بقاضی خان نے اختیار کیا ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب اس جراحت کے ساتھ شکار مذکور کے زندہ رہنے کا وہم ہو اور اگر اس کے زندہ باقی رہنے کا وہم نہ ہو مثلاً کتے نے کا پیٹ پھاڑ دیا اور آنتیں وغیرہ نکال دی ہیں پھر زندہ شکار کھیلنے والے کے ہاتھ آیا اور مر گیا تو اس کا کھانا حلال ہے اس واسطے کہ اس کے ہاتھ آنے سے پہلے اس میں فعل زکوٰۃ یعنی اضطرابی خوب مستقر ہو چکا ہے اور اضطراب خفیف جو اس میں باقی ہے وہ مذبوح ہے مانند ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یا امام ابو یوسف و امام محمد کا قول ہے اور امام اعظم کے نزدیک وہ حلال نہ ہوگا اور یہ قیاس ہے اس واسطے کہ شکار مذکور زندہ اس کے ہاتھ آیا پس بدون ذبح کے حلال نہ ہوگا جیسے مٹرویہ میں ہے۔ اور یہ اس وقت ہے کہ اس نے ذبح نہ ترک کیا ہو اور اگر ذبح کر دیا ہو تو امام اعظم کے نزدیک بھی حلال ہوگا اس واسطے کہ اگر حیات مستقرہ باقی ہو تو ذبح کرنا اپنے موقع ہوا بالا اجماع اور اگر اس میں حیات مستقرہ نہ ہو تو امام اعظم کے نزدیک زکوٰۃ توقف ذبح ہے اور وہ پایا گیا اور صاحبین کے نزدیک ذبح کے واسطے حیات مستقرہ چاہئے علی نحو ما مر لیکن^(۱) بدون زکوٰۃ کے حلال ہے۔ اسی طرح مٹرویہ و موقوزہ میں اور

قال المترجم یقال ظبی واجن اذا الفت بمکان واستانست یعنی داجن وہ جانور وحشی جو کسی جگہ سے مانوس و مالوف ہو جائے ۱۲۷ مٹرویہ اونچے سے گرا ہوا یعنی مرنے لگے موقوزہ گردن مڑا ہوا نطیجہ جس کو ایک سینگوں والے نے مارا ہو مثلاً بکری کو دوسری سینگوں والی نے مارا وہ مرنے لگا

(۱) یعنی امام ابو یوسف کے قول کے موافق صریحاً ۱۲۸

جس کے پیٹ کو بھڑیے نے پھاڑ دیا ہو اور ان میں زندگی خفیہ یا ظاہر رہ گئی ہو پس اگر اس کو ذبح کر دے تو حلال ہو جائے گا یہ کام میں ہے۔ اور اگر اس کو زندہ پایا مگر نہ لیا پس اگر اتنا وقت ہو کہ اگر پکڑ لیتا تو ذبح کر سکتا تھا تو وہ نہ کھایا جائے گا اور اگر ذبح نہ کر سکتا کھایا جائے گا کذا فی الہدایہ۔ ایک شخص نے بیمار بکری ذبح کی حالانکہ اس میں صرف اس قدر زندگی رہ گئی تھی جیسے مذبح میں ذبح کے جانے کے بعد رہ جاتی ہے تو امام ابو یوسف و امام محمد کے نزدیک وہ قابل زکوٰۃ نہیں رہی ہے اور مشائخ نے امام اعظمؒ کے قول پر اس صورت میں اختلاف کیا ہے اور قاضی اسبجانی سے شرح طحاوی میں تصریح کی کہ امام اعظمؒ کے نزدیک وہ قابل زکوٰۃ ہے اور اسی پر فتوٰ ہے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اگر ایک شکار کو تیر مارا پھر وہ تیر پہنچنے سے پہلے کسی دوسرے سبب سے صید نہ رہا پھر اس کے تیر لگا۔ تو وہ حلال ہے۔ اس واسطے کہ جس وقت اس نے تیر مارا ہے اس وقت وہ شکار تھا اور حلت کے حق میں تیر پھینکنے کے وقت کا اعتبار ہے سوائے ایک مسئلہ کے جس کو امام محمدؒ نے آخر کتاب الصيد میں ذکر کیا ہے اور صورت اس کی یہ ہے کہ ایک حلال (۱) نے ایک شکار کو تیر مارا اور مارنے والا و شکار دونوں حل میں موجود ہیں اور هنوز وہ تیر اس شکار کو نہ لگا تھا کہ وہ حرام میں داخل ہوا اور تیر اس کے پیچھے تھا یہاں تک کہ حرم میں اس کے لگا اور وہ مر گیا یا حل میں آ کر مر گیا تو اس کا کھانا حلال نہیں ہے پس اس صورت میں تیر کا صدمہ پہنچنے کے وقت اعتبار کیا ہے اور سوائے اس کے تمام مسائل میں تیر پھینکنے کے وقت کا اعتبار ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک حلال نے ایک شکار کو تیر مارا اور اس کے لگا اور یہ سب حل میں موجود ہیں پھر شکار مذکور حرم میں جا کر مر گیا یا حرم اس کو تیر مارا اور حل میں اس کے لگا اور حل میں وہ مر گیا تو دونوں صورتوں میں نہیں حلال ہے اس واسطے کہ اول صورت میں پورا کام حل میں ہوا ہے اور دوسری صورت میں حرم سے ابتدا ہوئی ہے اور دوسری صورت میں اس شکار کھیلنے والے پر جرمانہ واجب ہو گا نہ اول میں۔ اسی طرح اگر حرم سے اپنا کتا شکار پر چھوڑا اور اس نے حرم سے باہر حل میں اس کو قتل کیا تو شکار مذکور حلال نہ ہو گا اور اس پر جرمانہ واجب ہو گا یہ غیاثہ میں ہے۔ اگر ایک شکار کو تیر مارا اور اس کے لگا اور وہ ایک مجوسی کے پاس اتنی دیر تک پڑا رہا کہ وہ اس کے ذبح کرنے پر قادر تھا پھر مر گیا تو حلال نہ ہو گا کیونکہ مجوسی مذکور اسلام لا کر اس کے ذبح کرنے پر قادر تھا۔ اور اگر کسی سوتے ہوئے کے پاس گرا اور حالت یہ تھی کہ اگر یہ سوتا ہوا شخص جاگتا ہوتا تو ذبح کر سکتا تھا پھر وہ مر گیا تو امام اعظمؒ سے روایت ہے کہ وہ حلال ہو گا اس واسطے کہ چند مسائل میں سوتا ہوا امام اعظمؒ کے نزدیک مثل جاگتے ہوئے کے ہے اور منجملہ ان چند مسائل کے یہ بھی ہے۔ اور امام محمدؒ مروی ہے کہ وہ حلال ہے اور اگر ایسے نابالغ کے پاس جو ذبح کرنے کو نہیں جانتا ہے گرا ہو تو حلال ہو گا اور اگر ذبح کو جانتا ہو تو حلال ہو گا یہ محیط میں ہے۔

جمہنا باب ☆

مچھلی کا شکار کھیلنے کے بیان میں

مچھلی اور ٹیڑی دونوں حلال ہیں فرق یہ ہے کہ ٹیڑی خواہ کسی علت سے مرے یا بلا علت مرے کھائی جائے گی اور مچھلی بغیر علت مر جائے تو نہ کھائے جائے گی یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اگر ایک مچھلی پکڑی اور اس کے پیٹ میں دوسری مچھلی پائی گئی تو اس نے کھانے میں مضائقہ نہیں ہے اور اگر اس کو کتے نے کھایا اور پھر کتے کا پیٹ پھاڑا گیا اور مچھلی نکلی تو کھائی جائے گی بشرطیکہ پوری ٹاٹ ہو اور اگر کسی پرندے نے بیٹ کی اس میں مچھلی نکلی تو نہ کھائی جائے گی اور اگر کسی مچھلی کو مارا کہ کچھ کٹ گئی تو کھائی جائے گی اور اگر

(۱) یعنی احرام میں نہ تھا ۱۲

ہوا ٹکڑا مل جائے تو وہ بھی کھایا جائے گا اور اصل یہ ہے کہ مچھلی جب کسی سبب حادث سے مر جائے تو اس کا کھانا حلال ہے اور اگر اپنی موت سے بدون کسی ایسے سبب کے جو ظاہر ہو جائے تو نہ کھائی جائے گی اور اگر مچھلی کو پانی کے مشکے میں ڈال دیا اور وہ مر گئی تو اس کے کھانے میں مضائقہ نہیں ہے اس واسطے کہ وہ سبب حادث سے مری ہے یعنی تنگی مکان کی وجہ سے اسی طرح اگر ان کو کسی خطیرہ میں جس سے نکل نہیں سکتی ہیں جمع کر دیا اور وہ بدون شکار کے ان کے پکڑنے پر قادر ہے پھر یہ مچھلیاں اس خطیرہ میں مر گئیں تو ان کے کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اگر بدون شکار کے پکڑی نہ جاسکیں تو ان کے کھانے میں خیر نہیں ہے یعنی مکروہ ہے اور اگر ایک مری ہوئی مچھلی پانی جو تھوڑی خشکی اور تھوڑی پانی میں ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس کا سر خشکی میں ہو تو اس کے کھانے میں مضائقہ نہیں ہے اس واسطے کہ وہ کسی آفت سے مری ہے اور اگر اس کا سر پانی میں ہو تو دیکھا جائے کہ جس قدر خشکی میں ہے اگر نصف یا نصف سے کم ہو تو نہ کھائی جائے گی اس واسطے کہ سانس کا مقام پانی میں ہے پس موت کسی آفت سے نہ ہوگی پس بمنزلہ اترائی ہوئی مردہ مچھلی کے ہوگی اور اگر نصف سے زیادہ خشکی میں ہو تو کھائی جائے گی اس واسطے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے پس یہ ایسی صورت ہوگی جیسے کل مچھلی خشکی میں مری ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر ایک مچھلی پکڑی اور اس کو باندھ کر پانی میں ڈال دیا اور وہ مر گئی تو کھائی جائے گی اس واسطے کہ آفت سے یعنی تنگی مکان کی وجہ سے مری ہے اسی طرح اگر جال میں مچھلی مری ہو پس اگر وہ جال سے نکل سکتی ہو تو حلال نہ ہوگی اس واسطے کہ وہ ایسی ہے جیسے دریا میں مری ہوئی مچھلی ورنہ حلال ہوگی اس واسطے کہ وہ آفت سے مری ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر پانی منجمد ہو گیا اور تمام مچھلیاں برف کے نیچے مر گئیں تو فرمایا کہ چاہئے کہ سب کے نزدیک کھائی جائیں اور اگر پانی کے اندر رشت کی ڈوری میں پھنسی ہوئی مچھلی خرید کر اس پر قبضہ کر لیا پھر ڈور بائع کو دے دیا اور کہا کہ اس کو دیکھے رہنا پھر ایک دوسری مچھلی نے آ کر خریدی ہوئی مچھلی کو نگل لیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ نگلنے والی مچھلی بائع کی ہوگی کیونکہ اسی نے اس کا شکار کیا ہے اس واسطے کہ ڈور اس کے ہاتھ میں ہے تو جو ڈورے میں پھنسی وہ اس کے قبضہ میں آئی پس اسی کی ہوگی پس خریدی ہوئی مچھلی اس کے پیٹ سے نکل کر مشتری کے سپرد کر دی جائے گی اور مشتری کو اختیار نہ ہوگا اگرچہ خریدی ہوئی مچھلی بسبب نگل جانے کے ناقص ہو گئی ہو اور اگر خریدی ہوئی مچھلی نے خود کسی مچھلی کو نگل لیا تو یہ دونوں مشتری کی ہوں گی اس واسطے کہ اس کا شکار مشتری کی مچھلی مملوکہ نے کیا ہے پس وہ مشتری کی ہوگی اور اگر پانی میں کسی مچھلی کو سانپ نے کاٹ کھایا اور وہ مر گئی یا پانی خشک ہو گیا پھر جال میں مچھلی مر گئی تو کھائی جاسکتی ہے لیکن جو مچھلی بلا سبب اپنی موت سے مر جائے وہ نہ کھائی جائے گی اس واسطے کہ وہ مردار اترائی ہوئی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور جو مچھلی پانی کی حرارت یا برودت یا کدورت سے مر گئی اس میں دو روایتیں ہیں امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ نہ کھائی جائے اس واسطے کہ مچھلی بسبب پانی کی سردی و گرمی کے اکثر نہیں مرتی ہے پس بدون کسی آفت ظاہری کے مری پس مثل اترائی ہوئی کے نہ کھائی جائے گی اور امام محمدؒ سے مروی ہے کہ وہ کھائی جائے گی اس واسطے کہ وہ آفت سے مری ہے کیونکہ مچھلی پانی کی سردی و کدورت سے مر جاتی ہے پس اس کا مرنا اسی پر محمول کیا جائے گا اور یہ حکم لوگوں کے حق میں آسانی ہے کذا فی محیط السرخسی اور اسی پر فتویٰ ہے یہ جو اہر اخلاطی میں ہے اور امام محمدؒ سے مروی ہے کہ اترائی مچھلی نہ کھائی جائے گی اس وجہ سے نہیں کہ وہ حرام ہے بلکہ اس وجہ سے کہ متغیر ہو جاتی ہے پس اس سے طبیعت نفرت کرتی ہے پس وہ خباثت میں سے ہوگی اور اگر پانی میں مر جائے مگر اوپر نہ اترائے تو کھائی جائے گی اسی طرح ہر مچھلی جو کسی

۱۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ روایت صحیح نہ ہو یعنی امام سے روایت نہیں ہے کیونکہ وہ اصل سے اور بہت سے احکام صحیحہ سے یہ روایت مخالف ہے واللہ تعالیٰ اعلم

سبب سے مر جائے حلال ہے مثلاً اس کو لکڑی وغیرہ سے مارا یا مچھلی کو دوسری مچھلی یا دوسری چیز نے ٹکڑے کر دیا یہ غیاشیہ میں ہے۔ ایک شخص نے آدمی مچھلی پانی میں پائی تو حلال ہے کیونکہ وہ کسی آفت سے مری ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب یہ معلوم ہو کہ وہ پتھر وغیرہ کسی چیز سے ٹکڑے ہو گئی ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ اس کو کسی آدمی نے تلوار وغیرہ سے کاٹ دیا ہے تو یہ اس کی ملک ہو چکی ہے پس اس کو نہ کھائے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور جریث کو مارا ہی کو بلا ذبح کئے ہوئے کھانے میں مضائقہ نہیں ہے یہ ہدایہ میں ہے شیخ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شیخ نے دریا یا جیون سے ایک مٹکا نکالا اور مٹکے میں پانی و مچھلی تھی پھر مچھلی مر گئی تو آیا کھانا حلال ہے فرمایا کہ ہاں اور شیخ سے دریافت کیا گیا کہ دریا کے برف پر نمک کا یورا پگھل گیا اور نمک کا پانی دریا کے پانی میں مل گیا پس اس باعث سے دریا کی مچھلیاں مر گئیں پس آیا ان کا کھانا حلال ہے فرمایا کہ ہاں یہ تار خانہ میں لکھا ہے۔

سانو (۱۰) باب ☆

متفرقات کے بیان میں

اگر کسی شخص کو کچھ آہٹ معلوم ہوئی اس نے گمان کیا کہ شکار ہے پس کتا چھوڑا پھر کتے نے ایک شکار پکڑا مگر پیچھے ظاہر ہوا کہ جس کی آہٹ معلوم ہوئی تھی وہ آدمی یا گائے یا بکری تھی تو شکار مذکور نہ کھایا جائے گا اسی طرح اگر اس نے آہٹ پائی اور یہ نہ جانا کہ یہ آہٹ شکار کی ہے یا دوسری چیز کی ہے اور کتا چھوڑا تو بھی یہی مذکور ہے کیونکہ صحت ارسال میں شک واقع ہوا پس شک کے ساتھ صحت ثابت نہ ہوگی اور اگر آہٹ سن کر شکار گمان کیا اور کتا چھوڑ دیا پس ظاہر ہوا کہ وہ شکار ماکول اللحم یا غیر ماکول اللحم کی آہٹ تھی مگر کتے نے وہ دوسرا شکار مارا اور وہ کھایا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کتے نے اسی کو مارا جس کی آہٹ معلوم ہوئی تھی حالانکہ کتے کے مالک نے اس کو آدمی گمان کیا تھا پھر ظاہر ہوا کہ وہ شکار ہے تو وہ حلال ہے اس واسطے کہ جب اس کا صید ہونا متعین ہو گیا تو اس کے گمان کا اعتبار نہ رہا یہ ہدایہ میں مذکور ہے اور منقہ میں ذکر فرمایا کہ اگر رات میں کسی کی آہٹ سن کر اس کو آدمی یا چوپایہ پالو یا سانپ گمان کیا اور اس کو تیر مارا پھر ظاہر ہوا کہ جس کی آہٹ سنی تھی وہ شکار ہے اور اس کا تیر اسی کو لگا جس کی آہٹ سنی تھی یا دوسرے شکار کے لگا اور قتل کیا تو وہ نہ کھایا جائے گا اس واسطے کہ اس نے تیر مارنے کے وقت شکار کا قصد نہیں کیا تھا پھر فرمایا کہ شکار مذکور حلال نہیں ہے الا دو وجہوں سے ایک نہ کہ شکار کو قصد کر کے تیر مارے دوم یہ کہ جس کی آہٹ سنی اور اس کا قصد کر کے اس کو تیر مارا ہے وہ شکار ہو خواہ ماکول اللحم ہو یا نہ ہو اور یہ حکم اس کا منقض ہے جو ہدایہ میں مذکور ہے اور وجہ یہی ہے اس واسطے کہ مثل آدمی وغیرہ کو تیر مارنا اصطیاد نہیں ہے پس اعتبار سے اس کی تغیر ممکن نہیں ہے اگرچہ اس کا تیر کسی شکار کے لگے یہ تبیین میں ہے اور اگر ایسی چیز کی طرف جس کو درخت یا آدمی گمان کرتا ہے چھوڑا پھر وہ شکار نکلا اور اس نے اس کو پکڑا تو وہ کھایا جائے گا اور یہی مختار ہے اس واسطے کہ یہ بات ظاہر ہو گئی کہ اس نے شکار کی طرف چھوڑا ہے اور اگر اس گمان سے کہ یہ صید ہے چھوڑا پھر وہ صید نہ نکلا اور اس کے سامنے کوئی دوسرا شکار پیش آیا اس کو اس نے قتل کیا تو نہ کھایا جائے گا یہ فتاویٰ غیاشیہ میں ہے۔ اگر ہرن یا کسی پرند کو تیر مارا مگر دوسرے کے لگا اور جس کو مارا تھا وہ فرار ہو گیا اور یہ معلوم نہ ہوا کہ وہ وحشی تھا یا پالو تھا تو یہ شکار کھایا جائے گا اس واسطے کہ صید کے باب میں اصل تو وحش و تنفر ہے پس اصل پر گرفت کی جائے گی یہاں تک کہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ پالو تھا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر دیکھنے کے وقت اس کو شکار گمان کیا پھر اس کی رائے بدل گئی اور اس کی رائے غالب میں یہ آیا کہ جس کو تیر مارنے کا قصد کیا تھا وہ پالو تھا تو جس شکار کو تیر لگا ہے وہ حلال ہے اس واسطے کہ

۱۔ جریث ایک قسم کی مچھلی ہوتی ہے مارا ہی بام مچھلی کی طرح ہوتی ہے بخلاف اس کے جس کو آسام والے مچھلی سمجھتے ہیں وہ جائز نہیں ہے ۱۲ منہ

جو فرار ہو گیا ہے وہ ہمارے نزدیک اپنی اصل کے حکم سے صید ہے تاہم یہ معلوم ہو جائے کہ وہ صید نہیں تھا اگر ایسے اونٹ کو جو وحشی نہیں ہو گیا ہے تیر مارا اور وہ کسی دوسرے شکار کے لگا اور اونٹ چلا گیا اور یہ معلوم نہ ہوا کہ وہ وحشی ہو گیا تھا یا نہیں تو شکار مذکور نہ کھایا جائے گا جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اونٹ وحشی ہو گیا تھا اس واسطے کہ اس کے حق میں اصل یہ ہے کہ پالو ہو و مستانس لہو نہ متفر اسی طرح اگر بندھے ہوئے ہرن کو شکار گمان کر کے تیر مارا اور وہ دوسرے ہرن کے لگا تو وہ نہ کھایا جائے گا کیونکہ جس کو شکار گمان کیا تھا وہ بندھے ہوئے ہونے کی وجہ سے شکار نہیں رہا تھا اسی طرح اگر اپنا کتا ایسے شکار پر جو اس کے قبضہ میں مضبوط مقید ہے چھوڑا اور اس نے دوسرے شکار کو پکڑ کر قتل کیا تو نہ کھایا جائے گا اسی طرح اگر اپنا چیتا ایک ہاتھی پر چھوڑا اور اس نے ہرن کو شکار کیا تو ہرن نہ کھایا جائے گا اور اگر مچھلی یا ٹیڑی کو تیر مارا اور کسی شکار کے لگا تو امام ابو یوسف سے دو روایتیں ہیں ایک روایت کے موافق کھایا جائے اور یہی اصح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اصل یہ ہے کہ پالو جانور جب وحشی ہو جائے اور زکوٰۃ اختیاری سے حلال کرنا ممکن نہ ہو تو زکوٰۃ اضطراری سے حلال ہو جاتا ہے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اور اگر تیر شکار کے کھریا سینک پر لگا پس اگر خون آلود کر دیا تو کھایا جائے گا اور اگر خون آلود نہ کیا تو نہ کھایا جائے گا یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اور اگر شکار کو تلواری پھینک کر مارا اور اس کا کوئی عضو جدا کر دیا تو پورا شکار کھایا جائے سوائے اس ٹکڑے کے جو جدا ہو گیا ہے اور اگر یہ عضو جدا نہ ہو گیا ہو تو یہ عضو بھی کھایا جائے گا اور اگر یہ عضو بذریعہ کھال کے اس کے بدن پر لٹک رہا ہو پس اگر ایسا ہو کہ کسی علاج سے اس کے جڑ جانے کا گمان نہ ہوتا وہ اور بالکل جدا دونوں یکساں ہیں اور اگر یہ گمان ہو تو بالکل جدا نہ ہوگا اور پورا شکار کھایا جائے گا اور اگر شکار مذکور کے طول میں دو ٹکڑے کر دیئے ہوں تو پورا شکار کھایا جائے گا اس واسطے کہ ایسا ہو جانے کے بعد شکار مذکور کے زندہ رہنے کا کچھ وہم نہیں ہو سکتا ہے اور بمنزلہ ذبح کے قرار دیا جائے گا اور اگر چوڑ کی طرف سے تہائی بدن اس کا کاٹ دیا ہو تو یہ جدا کر دینے کے حکم میں ہے تو سر کے متصل سے دو تہائی کھایا جائے گا اور اگر تہائی جو چوڑ کی طرف سے ملا ہوا تھا اور جدا ہو گیا ہے وہ نہ کھایا جائے گا اور اگر سر کی طرف سے ایک تہائی کاٹ دیا تو پورا کھایا جائے گا اس واسطے کہ نصف سے لے کر گردن تک ذبح ہے اس واسطے کہ ادواج سے قلب سے دماغ تک ہوتی ہیں اور در صورتیکہ اس نے چوڑ کے متصل سے تہائی کاٹا ہے تو زکوٰۃ پوری نہیں ہوئی ہے اس واسطے کہ اس نے ادواج کو نہیں کاٹا ہے بخلاف اس کے جب اس نے سر کے متصل سے تہائی کاٹ کر الگ کر دیا ہے تو ادواج کو کاٹ دیا پس زکوٰۃ پوری ہو جائے گی اور شکار پورا کھایا جائے گا اسی وجہ سے اگر اس نے اس کے دو ٹکڑے کر دیئے تو زکوٰۃ پوری ہو جاتی ہے کہ ادواج کٹ جاتی ہیں پس پورا شکار کھایا جاتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر تسمیہ پڑھ کر ایک شکار کو مارا اور اس کے سر کا ایک ٹکڑا جدا کر دیا پس اگر یہ ٹکڑا آدھے سر سے کم ہو تو جس قدر جدا ہے وہ نہ کھایا جائے گا اس واسطے کہ اس قدر کٹ جانے کے بعد شکار کی زندگی کا وہم ہے اور اگر جدا کیا ہوا نصف سر یا زیادہ ہو تو پورا شکار کھایا جائے گا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک بکری کو ذبح کیا اور اس کی حلقوم و ادواج کاٹ ڈالیں لیکن اس میں حیات باقی تھی کہ ایک شخص نے اس کے بدن سے ایک ٹکڑا قطع کر لیا تو ٹکڑا حلال ہوگا یہ تارخانہ میں ہے۔ کتاب الصيد میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے دوسرے کو سیکھا ہوا کتا یا باز مار ڈالا تو اس پر اس کی قیمت واجب ہوگی اسی طرح اگر کسی کی بلی مار ڈالی تو بھی یہی حکم ہے اور جس چیز کی بیع ہم نے جائز کی ہے اس کے تلف کرنے سے ضمان واجب ہوگی اور یکے ہوئے کتوں کا ہبہ کرنا وصیت کرنا بالاجماع جائز ہے (۱) یہ محیط میں ہے اور اگر کسی نے سلطان کی طرف سے کسی جنگل کو قبول کر

مستانس یعنی ہلا ہوا اور متفر جو بھڑکتا ہو ۱۲ ۲ قال مراد یہ ہے کہ پالو ہاتھی پر ۱۲ منہ ۳ ادواج چار رگ گردن جو ذبح میں کافی جاتی ہیں

اس میں دو ج در حقیقت دائیں بائیں دو رگیں خون کی آمد و رفت کی ہیں ۱۲ (۱) یعنی فلاں شخص کو میرے بعد دیا جائے ۱۲

لیا اس میں غیر شخص نے شکار کھلا تو شکار اس کا ہوگا جس نے شکار پکڑا ہے اور یہ بقتل صحیح نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے اور فرمایا کہ میں اس بات کو مکروہ^۱ جانتا ہوں کہ زندہ پرند سے باز کو سکھلائے کہ چڑیا کو پکڑ کر اس کو پھڑکائے تاکہ باز اس پر ٹوٹے اور فرمایا کہ ذبح کی ہوئی چڑیا سے سکھلائے یہ ذخیرہ کی فصل چھبیس کتاب الکراہیۃ میں ہے اور اگر شکار کو تیر مارنے میں ایک شخص حلال اور دوسرا محرم دونوں شریک ہو گئے تو شکار مذکور کا کھانا حلال نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک مسلمان اس بات سے عاجز ہوا کہ تنہا اپنی کمان کو کھینچے پس ایک مجوسی نے اس کو اس کی کمان کھینچنے میں مدد دی تو شکار کا کھانا حلال نہ ہوگا اس واسطے کہ محرم و محلل دونوں جمع ہوئے ہیں پس حرام ہوگا جیسے کہ اگر ایک مجوسی نے مسلمان کا ہاتھ پکڑا اور چھری مسلمان کے ہاتھ میں ہے اس نے ذبح کیا تو اس کا کھانا حلال نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ صید کار ہا کر دینا آیا حلال ہے تو ہمارے استاد نے سیر کبیر سے نقل کیا ہے کہ صید کا چھوڑ دینا مطلقاً حلال نہیں ہے ہاں اگر اس کو اس طرح چھوڑا کہ جو شخص اس کو پکڑے اس کو مباح ہے تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے۔

۱۔ مکروہ سے مکروہ تحریمی مراد ہے کیونکہ جاندار کو عبث تکلیف دینا بلا خلاف حرام ہے ۱۲

۲۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ اس بنا پر ہے کہ صید بعد گرفتاری کے ملک ہوگئی پھر اگر اس کو وہ چھوٹ گئی تو اس کی ملک سے خارج نہیں ہوتی ہے اور اگر اس نے خود چھوڑ دیا تو یہ حرکت حرام ہے کیونکہ اس نے لوگوں کو حرام میں ڈالا اور کہہ دیا کہ جو کوئی پکڑے اس کو مباح ہے تو بھی بعض نے نہیں جائز رکھا کیونکہ خود دیدے اور بعض نے جواز رکھا ہے۔ ۱۳ منہ

کتاب الرهن

اس میں بارہ ابواب ہیں

باب اول ☆

رہن کی تفسیر، رکن، شرائط، حکم کے بیان میں اور کیونکر رہن واقع ہو جاتا ہے اور رکن الفاظ سے نہیں واقع ہوتا ہے اور کس وجہ سے رہن لینا جائز ہے اور کس وجہ سے نہیں جائز ہے اور کس چیز کا رہن جائز ہے اور کس کا نہیں جائز ہے اور باپ وصی کرنے کے

بیان میں

فصل اول ☆

رہن کی تفسیر، رکن، شرائط، حکم کے بیان میں

واضح ہو کہ شرع میں کسی چیز کو ایسے حق کے عوض گرد و کر دینا جس کا وصول^(۱) پانا اس چیز سے ممکن ہو رہن^(۲) کہتے ہیں جیسے دیون حتی کہ بدون ظاہری و باطنی دین واجب کے رہن صحیح نہیں ہے پس دین معدوم کے عوض رہن صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ رہن کا حکم یہ ہے کہ بھر پانے کی قدرت^(۳) حاصل رہے اور استیفاء متصل و جوب ہے یہ کافی میں ہے اور رہن کا رکن ایجاب و قبول ہے اس کی صورت یہ ہے کہ راہن کہے کہ میں نے یہ چیز بعوض اس دین کے جو تیرا مجھ پر آتا ہے رہن دی یا کہے کہ یہ چیز تیرے دین کے عوض رہن ہے یا اور الفاظ جو اس کے قائم مقام ہوں کہے اور مرتہن کہے کہ میں نے رہن کر لی یا میں نے قبول کی یا میں راضی ہوا یا اور الفاظ جو اس کے قائم مقام ہوں کہے اور لفظ رہن شرط نہیں ہے حتی کہ اگر کوئی چیز بعوض درموں کے خریدی پھر مشتری نے بائع کو ایک تھان دیا اور کہا کہ اس کو تو اپنے قبضہ میں رکھ یہاں تک کہ میں تجھے اس کا ثمن دے دوں تو یہ تھان رہن ہوگا اس واسطے کہ مشتری مذکور نے عقد رہن کو اس معنی میں بیان کیا اور عقود میں معانی کا اعتبار ہوتا ہے یہ بدائع میں ہے اور شرائط رہن کے چند انواع ہیں بعض نفس رہن کی طرف راجع ہیں وہ یہ ہیں کہ رہن معلق بشرط^(۴) نہ ہو اور نہ کسی وقت کی طرف مضاف ہو اور بعضے راہن و مرتہن کی طرف راجع ہیں سو ان دونوں کا عاقل ہونا شرط ہے حتی کہ مجنون و نابالغ لڑکے کو جو عاقل نہ ہو رہن کرنا اور رہن لینا صحیح نہیں ہے اور نابالغ ہونا شرط نہیں

(۱) خواہ وصول کل ہو یا بعض ہو ۱۲ بر جندی (۲) مثال ض اور دیون جمع دین بمعنی قرضہ میعاد ۱۲ منہ (۳) یعنی دین واجب ہونا پابنے

ظاہری یا باطنی ۱۲ (۴) جس کو تجارت کی اجازت ہو ۱۲

ہے اور حریت بھی شرط نہیں ہے حتیٰ کہ نابالغ ماذون^(۱) و غلام ماذون کا عقد رہن صحیح ہے اسی طرح شرط بھی جواز رہن کے واسطے شرط نہیں ہے پس سفر و حضر دونوں جگہ رہن صحیح ہے اور جو شرطیں مرہون کی طرف راجع ہیں وہ چند انواع ہیں از انجملہ یہ کہ محل قابل بیع ہو یعنی وقت عقد کے موجود ہو مال مطلق قیمت دار ہو مملوک ہو معلوم ہو مقدور^{لکھنؤ} ہو پس ایسی چیز کار رہن کرنا جو وقت عقد کے موجود نہ ہو جائز نہیں ہے اور نہ ایسی چیز کار رہن کرنا جس میں موجود و عدم دونوں کا احتمال ہو جیسے کہا کہ جو پھل اس سال میرے باغ میں آئیں یا جس قدر میری بکریاں اس سال بچہ جنیں یا جو کچھ اس باندی کے پیٹ میں ہے وہ رہن ہے اور مراد ار و خون کار رہن کرنا جائز نہیں ہے اس واسطے کہ ان دونوں کی مالیت بالکل نہیں ہے اور حرم کے شکار و حالت احرام کے شکار کار رہن کرنا بھی جائز نہیں ہے اس واسطے کہ وہ مردار ہے اور آزاد کار رہن کرنا بھی جائز نہیں ہے اس واسطے کہ وہ ہرگز مال نہیں ہے۔

فائدہ ☆

چونکہ رہن میں مال ہونا شرط ہے لہذا تفریع فرمائی کہ جس میں اصلی مالیت نہ ہو مانند آزاد و خون و مردار کے یا عارضی نہ ہونا حرام و احرام کے شکار کے تو رہن باطل ہے م اور ام ولد و مدبر مطلق و مکاتب کار رہن کرنا بھی جائز نہیں ہے اس واسطے کہ یہ لوگ ایک وجہ سے آزاد ہیں پس مال مطلق نہ ہوں گے اور مسلمان کو شراب و سور کار رہن جائز نہیں ہے خواہ دونوں یعنی راہن وہ مرتہن مسلمان ہوں یا ایک مسلمان ہو اس واسطے کہ مسلمان کے حق میں شراب و سور کی مالیت معدوم ہے اس واسطے کہ رہن سے یہ غرض ہوتی ہے کہ راہن کی طرف سے ایقائے دین یعنی ادائے دین اور مرتہن کی طرف سے استیفاء دین یعنی دین بھر پانا ہو اور مسلمان کی طرف سے شراب و سور سے نہ ادائے دین جائز ہے نہ دین کا وصول کرنا لیکن اگر راہن ذمی ہو اور مسلمان نے اس سے شراب رہن پی تو یہ شراب مسلمان کے ذمہ مضمون ہوگی اس واسطے کہ جب رہن صحیح نہ ہو تو یہ شراب مسلمان کے قبضہ میں بمنزلہ مال مغضوب کے ہوگی حالانکہ اگر مسلمان کسی ذمی کی شراب غصب کرے تو اس کے ذمہ مضمون ہوتی ہے اور اگر راہن مسلمان ہو اور مرتہن ذمی ہو تو یہ شراب اس کے ذمہ مضمون نہ ہوگی اس واسطے کہ مسلمان کی شراب کسی کے ذمہ مضمون نہیں ہوتی ہے۔ اور اہل ذمہ یعنی ذمیوں کو شراب و سور کار رہن کر دینا اور ذمیوں سے رہن کر لینا جائز ہے اس واسطے کہ ان کے حق میں یہ چیزیں مال متقوم ہیں جیسے ہم مسلمانوں کے واسطے سرکہ و بکری ہے اور مباحات کار رہن بھی جائز نہیں ہے جیسے شکار و جنگل کے ایندھن کی لکڑیاں و گھاس وغیرہ جو عام کے واسطے مباح ہیں اس واسطے کہ یہ چیزیں فی نفسہا کسی کی مملوک نہیں ہیں اور رہن جائز ہونے کے واسطے یہ شرط نہیں ہے کہ مال مرہون راہن کی ملک ہو حتیٰ کہ غیر کا مال بدون اس کی اجازت کے بولایت شرعی رہن رکھنا جائز ہے جیسے نابالغ کا مال اس کا باپ یا وصی اس کے قرضہ میں یا اپنے قرضہ میں رہن رکھے تو جائز ہے پھر اگر باپ کے فک رہن کرانے سے پہلے وہ مال مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو جس قدر دین کے عوض رہن ہوا ہے اور جو اس کی قیمت تھی ان دونوں میں سے جو کم ہے اس کے عوض میں تلف شدہ قرار دیا جائے گا پس جس قدر قرضہ اس کے تلف ہونے کے عوض ساقط ہوا ہے اتنے کا باپ ضامن ہوگا اس لئے کہ باپ نے اپنا ذاتی قرضہ اپنے فرزند کے مال سے ادا کیا ہی پس ضامن ہوگا اور اگر یہ فرزند صغیر بالغ ہو گیا اور اس وقت تک مال مرتہن کے پاس موجود ہے تو قضاء قاضی سے پہلے اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ مرتہن کے قبضہ سے واپس کر لے لیکن قاضی اس کے باپ کو حکم دے گا کہ قرضہ ادا کر کے اپنے فرزند کا مال اس کو چھڑا دے اور اگر فرزند بالغ نہ کورنے اپنے باپ کا قرضہ خود ادا کر کے اپنا مال فک رہن کر لیا تو متبرع نہ ہوگا یعنی جو کچھ اس نے قرضہ کے ادا کرنے میں دیا ہے سب اپنے

۱۔ قولہ سفر آہ اگرچہ کلام مجید میں رہن کا حکم حالت سفر میں بقید اتفاق بیان ہے و تمام البحث فی تفسیر المترجم الحسبی بمواہب الرحمن جامع البیان ۱۲

(۱) یعنی کسی وجہ سے اس کی مالیت زائل نہ ہوئی ہو ۱۲

باپ سے واپس لے سکتا ہے اور جو حکم ہم نے باپ کی صورت میں ذکر کیا یہی سب وصی کی صورت میں ہے۔ اسی طرح غیر کا مال اس کی اجازت سے رہن کر لینا جائز ہے مثلاً کسی سے کوئی چیز عاریت اس غرض سے لی کہ مستعیر پر جو قرضہ ہے اس کے عوض رہن کرے گا تو رہن جائز ہے یہ بدائع میں ہے۔ جواز رہن کی شرط یہ ہے کہ مال مرہون مقسوم (۱) مجوز شغل (۲) سے فارغ ہو اور یہ ہے کہ ایسے حق کے عوض ہو جس کا وصول کرنا رہن سے ممکن ہو حتیٰ کہ اگر ایسے حق کے عوض رہن کیا جس کا استیفاء رہن سے نہیں ہو سکتا ہے جیسے حدود قصاص کے عوض کیا تو رہن باطل ہے یہ سراج الوہاج میں ہے امام محمدؒ نے کتاب الرهن میں فرمایا کہ رہن جائز ہے الا مقبوض (یعنی رہن بدون قبضہ کئے ہوئے جائز نہیں ہے) پس امام محمدؒ نے اس کلام میں یہ اشارہ فرمایا کہ جواز رہن کے واسطے قبضہ شرط ہے اگر شیخ الاسلام خواہر زادہؒ نے فرمایا کہ قبضہ سے پہلے عقد رہن جائز ہو جاتا ہے لیکن لازمی نہیں ہوتا ہے اور راہن کے حق میں لازمی جہی ہوتا ہے کہ جب قبضہ مرتہن ہو جائے پس قبضہ شرط لزوم ٹھہرانہ شرط جواز جیسے بہہ میں قبضہ کا حکم ہے لیکن اصح وہی ہے جو اول مذکور ہوا کذا فی المحیط۔ پھر طاہر الرولیۃ کے موافق عقد رہن میں تخلیہ (۳) سے قبضہ ثابت ہو جاتا ہے جیسے بیع میں حکم ہے اور امام ابو یوسفؒ سے ہے کہ مال منقولہ میں بدون (۴) نقل کے قبضہ ثابت نہیں ہوتا ہے مگر اول اصح ہے اور جب مرتہن نے قبضہ نہ کیا ہو تب تک راہن کو اختیار چاہے سپرد کر دے یا رہن سے رجوع کر لے اور جب مرتہن کو مال مرہون سپرد کر دیا اور اس نے قبضہ کر لیا تو وہ قبضہ کرنے سے اس کی ضمان میں ہو گیا یہ کافی میں ہے اور صحت قبضہ کے شرائط چند اقسام کے ہیں از انجملہ جملہ یہ ہے کہ راہن اجازت دے اور اجازت دو طرح کی ہے یا جو صریح کے قائم مقام ہو دوسری بد لالت پس اول قسم کی صورت یہ ہے کہ مثلاً راہن کہے کہ میں نے تجھ کو قبضہ کی اجازت دے دی یا میں راضی ہوا یا تو اس پر قبضہ کرے اور علیٰ ہذا جو اس کے قائم مقام ہوں پس مرتہن کا قبضہ جائز ہوگا خواہ اسی مجلس میں قبضہ کر لے یا دونوں کے جدا ہونے کے بعد قبضہ کرے یا استحسانا ہے اور بد لالت اجازت دینے کی یہ صورت ہے کہ مثلاً مرتہن راہن کے سامنے مال مرہون پر قبضہ کرے اور وہ خاموش رہے اس کو منع نہ کرے تو استحسانا قبضہ صحیح ہوگا۔ اور اگر ایسی چیز رہن کی جو متصل ہے بعض ایسی چیز کے جس کے عوض رہن واقع نہیں ہوتا ہے مثلاً درخت پر لگے ہوئے پھل یا اس کے مانند کوئی چیز جس کا رہن کرنا بدون جدا کر کے قبضہ کرنے کے نہیں جائز ہے پس اگر بدون اجازت راہن کے اس نے قبضہ کیا تو قبضہ جائز ہوگا خواہ مجلس عقد میں اس نے جدا کر کے قبضہ کیا ہو یا مجلس سے الگ ہونے کے بعد ایسا کیا ہو اور اگر با اجازت قبضہ کیا ہو تو قیاساً جائز نہیں ہے اور استحساناً جائز ہے۔ از انجملہ ہمارے نزدیک مال مرہون کی حیازت شرط ہے پس غیر مقسوم کا قبضہ صحیح نہ ہوگا۔ خواہ وہ غیر مقسوم ایسا ہو جو متحمل قسمت ہے یا ایسا نہ ہو اور خواہ اس نے اجنبی کے پاس رہن کیا ہو یا اپنے شریک کے پاس اور خواہ یہ شرکت حالت عقد میں موجود ہے یا پیچھے طاری ہو گئی ہو یہ طاہر الرولیۃ کے موافق ہے۔ از انجملہ یہ ہے کہ مال مرہون ایسی چیز سے فارغ ہو جو مرہون نہیں ہے پس اگر فارغ نہ ہوگا مثلاً ایک دار رہن کیا اور اس میں راہن کا اسباب بھرا ہے پس دار کو مرتہن کے سپرد کیا مگر اپنا اسباب بھر رہے دیا تو قبضہ جائز نہیں ہے۔ از انجملہ یہ کہ مرہون اس چیز سے جو رہن نہیں ہے جدا متمیز ہو پس اگر متصل وغیرہ متمیز ہوگا تو اس کا قبضہ صحیح نہ ہوگا۔ اور از انجملہ قبضہ کرنے کی اہلیت یعنی عقل (۵) موجود ہو اور قبضہ دو طرح کا ہوتا ہے ایک قبضہ بطریق اصالت و دوسرا قبضہ بطریق نیابت پس جو قبضہ بطریق اصالت ہوتا ہے اس کا یہ طریقہ ہے کہ آپ اپنی ذات کے واسطے قبضہ کرے اور جو قبضہ بطریق نیابت ہو وہ دو طرح کا ہوتا ہے

۱۔ مراد نقل قسمت سے یہ ہے کہ بعد تقسیم کے اس سے اسی طرح کا فائدہ جو قبل تقسیم کے حاصل تھا اٹھایا جائے ۱۲ ۲۔ اقوال وصول سے مراد ہے کہ سب یا مجموعہ ۱۲ منہ (۱) مجموعہ مجوزہ تصرف میں ہو ۱۲ (۲) یعنی اس میں کسی کو کچھ لگاؤ نہ ہو ۱۲ (۳) یعنی حقیقتاً ہاتھ کا قبضہ ضرور نہیں ہے کافی میں ہے کہ راہن مرتہن سے کہہ دے کہ میں نے اس چیز سے روک اٹھادی وغیرہ ذلک ۱۲ (۴) یعنی مرتہن اس کو اپنے قبضہ میں منتقل کر لے جائے ۱۲ (۵) یعنی عاقل ہو پس مجنون و نابالغ جو عقد رہن کو نہ سمجھتا ہو اس کا قبضہ صحیح نہیں ہے ۱۲

ایک وہ کہ قابض کی طرف رجوع کرتا ہے اور دوم وہ کہ اس کا مرجع نفس قبضہ ہے پس جو قبضہ بطریق نیابت کہ قابض کی طرف رجوع کرتا ہے وہ مثل باپ و وصی کے قبضہ کے ہے کہ باپ و وصی کا قبضہ کرنا نابالغ کی طرف سے جائز ہے اسی طرح عادل کا قبضہ بھی مرتہن کے قبضہ کے قائم مقام ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر مال مرہون مرد عادل کے پاس تلف ہو گیا تو اس کا تلف ہونا مرتہن کے ذمہ قرار دیا جائے گا اور جو قبضہ بطریق نیابت کہ نفس قبضہ کی طرف راجع ہوتا ہے اس کا بیان یہ ہے کہ اگر مال مرہون وقت عقد رہن کے مرتہن کے قبضہ میں موجود ہو پس آیا یہ قبضہ موجودہ قبضہ رہن کا نائب ہو جائے گا یا نہیں۔ سو قاعدہ اصل اس باب میں یہ ہے کہ اگر دونوں قبضہ ایک (۱) جنس کے ہوں تو ایک دوسرے کا نائب ہو جائے گا اور اگر دونوں مختلف ہوں تو اعلیٰ ادنیٰ کا نائب ہوگا اور از انجملہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک دوام قبضہ چاہئے پس اگر شیوع ہوگا تو دوام قبضہ رکھنے اور روکنے سے مانع ہوگا پس رہن بھی جائز نہ ہوگا خواہ شیوع ایسی چیز میں ہو جو قابل قسمت ہے یا ایسی چیز میں ہو جو قابل قسمت نہیں ہے اور خواہ یہ شیوع حالت عقد میں موجود ہو یا پیچھے طاری ہو جائے یہی ظاہر الروایۃ ہے اور خواہ اس نے اس غیر مقسوم کو کسی اجنبی کے ہاتھ رہن کیا ہو یا اپنے شریک کے ہاتھ رہن کیا ہو یہ بدائع میں ہے اور حکم رہن کا بیان یہ ہے کہ مال عین مرہون کو مرتہن اپنے قبضہ میں رکھ کر رہن سے روکنے کا مالک ہوتا ہے حتیٰ کہ اپنا قرضہ وصول پانے تک اس کے روکنے کا مستحق ہے اور اگر رہن مر گیا تو اس کے قرض خواہوں کی بہ نسبت مرتہن اس مال مرہون کا مستحق ہے پس اس مال مرہون سے اپنا قرضہ پورالے لینے کے بعد جو باقی بچے وہ باقی قرض خواہوں و وارثوں کو واپس دے گا وہ ان کا ہوگا اور اگر رہن مر گیا اور وہ مفلس مر گیا اور اس پر بہت لوگوں کا قرضہ ہے تو مرتہن اس مال مرہون کا بہ نسبت باقی قرض خواہوں کے زیادہ مستحق ہوگا یہ محیط سرخی میں ہے۔ اگر مال مرہون میں از راہ عین نقصان آ جائے تو بلا خلاف اسی قدر قرضہ ساقط ہو جانے کا موجب ہے اور اگر از راہ نرخ کمی آ جائے تو ہمارے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک کچھ بھی قرضہ ساقط ہونے کا موجب نہیں ہے یہ غیاشیہ میں ہے۔

☆ فصل دوم

ان صورتوں کے بیان میں جن سے رہن واقع ہو جاتا ہے اور جن سے نہیں واقع ہوتا ہے

ایک شخص نے ایک بیت خرید اور بائع سے کہا کہ یہ کپڑا رہنے دے یہاں تک کہ میں تجھے ثمن دے دوں تو ہمارے اصحاب ثلاثہ امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک رہن ہے یہ خلاصہ میں ہے۔

☆ رہن اور اجارہ فاسدہ میں فرق کا بیان

زید پر عمرو کا قرضہ آتا ہے پس زید نے عمرو کو ایک کپڑا دیا اور کہا کہ اس کو رہنے دے یہاں تک کہ میں تجھ کو تیرا مال دے دوں تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ یہ رہن ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ رہن نہیں ہے و دیعت ہے اور اگر یوں کہا کہ اپنے مال کے عوض اس کو رہنے دے یا کہا کہ اس کو رہن رکھ لے یہاں تک کہ میں تجھے تیرا مال دے دوں تو بالا اجماع رہن ہوگا یہ محیط سرخی میں ہے۔ ایک شخص پر دوسرے کے ہزار درم غلہ کے آتے ہیں اس نے قرض خواہ سے کہا کہ یہ ہزار درم کھرے بعوض اپنے حق کے لے لے اور مجھے اپنے قبضہ کرنے کے گواہ کرادے تو فرمایا کہ یہ ادائے قرض ہے اسی طرح اگر قرض دار نے کہا کہ مجھے اپنے قبضہ کرنے کے گواہ کرا دے پس قرض خواہ نے کہا کہ مجھے دے دے تاکہ میں تیرے واسطے گواہ کرا دوں پس قرض دار نے کہا کہ یہ ہزار درم کھرے لے لے اور

زید نے عمرو کے پاس اس کے قرضہ کے عوض ایک موتی رہن کیا مگر دونوں نے یہ قرار دیا کہ یہ موتی خالد کے پاس جو مرد عادل و پرہیزگار ہے رہے عمرو کے پاس نہ رہے اور عادل یہاں عام ہے حتیٰ کہ ان دونوں کا معتد علیہ ہونا کافی ہے ۱۲ منہ (۱) یعنی دونوں مضمون ہوں ۱۲

میرے واسطے گواہ کرادے تو بھی یہی (۱) حکم ہے اور اگر قرض دار نے کہا کہ یہ ہزار درم کھرے رکھ لے یہاں تک کہ میں تجھے تیرا حق دلا دوں اور میرے واسطے ان درموں پر قبضہ کرنے کے گواہ کرادے پس قرض خواہ نے یہ درم لے لیے تو یہ رہن ہے اداۓ قرضہ نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کہا کہ میں نے تیرے پاس یہ دار یا یہ زمین یا یہ گاؤں رہن کیا اور مرہون میں کچھ تخصیص نہ کی مطلق رکھا تو عمارت (۲) داخل ہو جائے گی۔ اور زمین کے رہن میں درخت و باغ انگور جو اس زمین میں ہے داخل ہوگا اور رطبہ و زراعت (۳) بھی داخل ہو جائے گی یہ نیا بیع میں ہے۔ اگر قرض دار نے قرض خواہ کو قرضہ ادا کیا پھر اس کو کچھ مال دیا اور کہا کہ اس کو بطور رہن کے بعوض زیوف و ستوق درموں کے جو اداۓ قرض کے درموں میں تھے لے لے تو یہ رہن بعوض ان درموں کے جو ستوق ہوں جائز ہے اور جو زیوف ہوں ان کے عوض یہ رہن جائز نہ ہوگا اس واسطے کہ زیوف درموں کو اداۓ قرضہ میں لے لینا استیفاء قرضہ ہے پس بعد استیفاء قرضہ کے رہن متصور نہیں ہو سکتا ہے بخلاف ستوق کے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص نے کچھ درام قرض لئے اور قرض دینے والے کو اپنا گدھا دیا تا کہ دو مہینہ تک جب تک قرض کے درم ادا کرے اس کو استعمال میں لائے یا ایک دار دیا کہ تادمات اداۓ قرض دو مہینہ تک اس میں سکونت رکھے تو یہ رہن نہ ہوگا بلکہ بمنزلہ اجارہ مفاسدہ کے ہے اگر قرض دینے والے نے اس کو استعمال کیا تو اس پر اجر اللشل واجب ہوگا یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ قفای نے اگر زنبیل و کوزون کے عوض رہن لیا تو رہن نہ ہوگا یہ سراجیہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو کچھ مال رہن دیا تا کہ راہن کو آٹھ سو دینار قرضہ دے پس فقط اس نے تین سو دینار دیئے اور باقی کے دینے سے انکار کیا تو مال مذکور اسی قدر کے عوض رہن ہوگا کذا فی القیہ۔

فصل سوم ☆

جس کے عوض رہن جائز ہوتا ہے اور جس کے عوض نہیں جائز ہوتا ہے اس کے بیان میں جاننا چاہئے کہ رہن جہی صحیح ہوتا ہے کہ جب قرضہ واجب ہو یا اس کے واجب ہونے کا سبب موجود ہو جیسے اجرت واجب ہونے سے پہلے اجرت کے عوض رہن دیا تو صحیح ہے اور جو قرضہ واجب نہ ہو اور نہ اس کا سبب وجوب پایا جائے جیسے درک کے عوض میں دیا تو صحیح نہیں ہے پھر واضح ہو کہ قرضہ واجب کا درحقیقت واجب ہونا صحت رہن کے واسطے لامحالہ شرط نہیں ہے بلکہ ظاہر میں اس کا واجب ہونا کافی ہے چاہئے درحقیقت وہ واجب نہ ہو اور اس کا بیان ان چند مسائل میں جن کو امام محمدؒ نے جامع میں ذکر فرمایا ہے موجود ہے از انجملہ یہ مسئلہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اس سے انکار کیا پھر مدعا علیہ نے اس سے اس دعویٰ سے پانچ سو درم پر صلح کی اور درام صلح کے عوض اس کو پانچ سو درم قیمت کا مال رہن دیا اور وہ مرہن کے پاس تلف ہو گیا پھر دونوں نے راستی کے ساتھ اس امر پر اتفاق کیا کہ قرضہ کچھ نہ تھا تو مرہن پر راہن کے واسطے مال مرہون کی قیمت پانچ سو درم واجب ہوں گے اور جاننا چاہئے کہ یہ رہن ہمارے نزدیک جائز ہے اس واسطے کہ ایسے قرضہ کے عوض رہن ہوا ہے جو از راہ ظاہر واجب تھا کیونکہ انکار (۴) کے ساتھ صلح کرنا ہمارے نزدیک جائز ہے اور بدل صلح ہمارے نزدیک واجب ہوتا ہے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر دونوں

ستوق در واقع جس درم سے نہیں ہیں پس استیفاء قرضہ نہ ہو پس رہن صحیح نہ ہوگا ۲۔ اقول اس صورت میں کوئی انعقاد اجارہ کے معنی نہیں ہیں ظاہر صحیح عقد کی غرض سے ایسا حکم دیا ہے پس ظاہر ہوا کہ انعقاد اجارہ بدون ارکان صریح اجارہ کے بضرورت ہو سکتا ہے فاحفظ ۱۲ منہ

(۱) یعنی اداۓ قرضہ وصول قرضہ ۱۲۔ (۲) رہن گاؤں و رہن دار میں ۱۲۔ (۳) گاؤں و زمین کے رہن میں ۱۲۔ (۴) یعنی دعویٰ و دروغ تھا ۱۲

(۵) دعویٰ مدعی سے انکار کیا ۱۲

یہ مقدمہ قاضی کے سامنے لے جائیں اور سب واقعہ بیان کریں تو قاضی مدعا علیہ کے ذمہ بدل اصل ادا کرنا لازم کرے گا اور اگر وہ ادا کرنے سے انکار کرے تو مدعی کی درخواست پر اس کو قید کرے گا پس معلوم ہوا کہ جس قرضہ کے عوض رہن واقع ہوا ہے اوہ ازراہ واجب ہے اور جب رہن تلف ہو گیا تو مال مرہون تلف ہو جانے کے حکم کے موافق مرتہن اپنے قرضہ کا وصول پانے والا قرار دیا گیا پس ایسا ہے گویا اس نے درحقیقت ہاتھ سے اپنا قرضہ وصول کر لیا اور درحقیقت ہاتھ سے قرضہ وصول کرنے کی صورت میں اگر راستی کے ساتھ دونوں باتفاق قرار کریں کہ مال واجب نہ تھا اور دعویٰ دروغ واقع ہوا ہے تو مدعی یعنی مال لینے والے پر واجب ہوگا کہ جو کچھ اس نے وصول کیا ہے واپس کر دے پس (۱) ایسا ہی اس صورت میں بھی ہے یہ ذخیرہ میں ہے کفالت بالنفس کے عوض رہن نہیں جائز ہے اور قصاص (۲) نفس یا نفس سے کم کسی عضو کے قصاص کے عوض رہن نہیں جائز ہے اور اگر جنایت (۳) خطا سے واقع ہوتی ہو تو رہن جائز ہوگا اور شفعہ کے عوض رہن نہیں جائز ہے یہ کافی میں ہے۔ اور خراج کے عوض رہن جائز ہے اس واسطے کہ خراج مثل تمام قرضوں کے قرضہ ہے یہ مضمرات میں ہے۔ اور اگر کسی عورت سے کسی قدر دراہم معین یا دینار ہائے معین پر نکاح کیا اور عورت مذکور نے اس سال معین کے عوض رہن لے لیا تو ہمارے نزدیک نہیں صحیح ہے اور اگر خون سے کسی شے معین پر صلح کر لی اور اس کے عوض رہن لیا تو نہیں جائز ہے یہ نیا بیع میں ہے۔ اور اگر کوئی دار یا اور کوئی چیز کرایہ پر لی اور کرایہ کے عوض کچھ مال رہن دیا تو جائز ہے پھر اگر مستاجر کی بوری منفعت حاصل کر لینے کے بعد مال مرہون راہن کے پاس تلف ہو گیا تو وہ اجرت کا وصول پانے والا قرار دیا جائے گا اور اگر منفعت حاصل کر لینے سے پہلے رہن مذکور تلف ہو گیا ہو تو رہن باطل ہو جائے گا اور مرتہن پر واجب ہوگا کہ رہن کی قیمت واپس دے اور اگر کسی درزی کے واسطے اجارہ پر مقرر کیا کہ میرا ایک کپڑا اسی دے اور سلائی کر دینے پر درزی مذکور سے رہن لے لیا تو جائز ہے اور اگر اسی درزی کے خود ہی سلائی کر دینے پر رہن کیا ہو تو نہیں جائز ہے اسی طرح اگر اونٹ مکہ تک کرایہ کر لیا اور اونٹ والے سے بار برداری پر رہن لیا تو جائز ہے اور اگر اس شخص معین کے خود اٹھانے یا کسی چوپایہ معین سے اٹھانے کے عوض رہن لیا تو جائز نہیں ہے اور اگر ایسی چیز جس کے واسطے بر برداری و خرچہ پڑتا ہے کسی شخص سے عاریت لی اور دینے والے نے عاریت لینے والے سے اس شے کے واپس دینے پر رہن لیا یعنی مستعار کو بعد فراغ کے واپس کر دے تو یہ جائز ہے اور اگر خود مستعیر ہے کہ واپس کر جانے پر رہن لیا تو جائز نہیں ہے اور اگر مستعار چیز ہی کے عوض رہن لیا تو نہیں جائز ہے اس واسطے کہ مال مستعار امانت ہوتا ہے اور اگر نوہ کرنے والی عورت یا گانے والی عورت کو اجرت پر مقرر کیا اور اجرت کے عوض رہن دیا تو نہیں جائز ہے اور یہ باطل ہوگا اسی طرح قمار کی وجہ سے (۴) جو قرضہ لے ہو اس کے عوض رہن باطل ہے یا مردار و خون کے ثمن کے عوض مسلمان کی طرف سے کسی مسلمان یا ذمی کے واسطے شراب کے ثمن کے عوض یا سور کے ثمن کے عوض رہن باطل ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور جس غلام نے جنایت کی ہو یا غلام قرض دار ہو اس کے عوض رہن نہیں صحیح ہے اس واسطے کہ وہ غلام خود اپنے ولی کے حق میں مضمون نہیں ہے چنانچہ اگر ہلاک ہو جائے تو مولیٰ پر کچھ واجب نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسی شخص سے معین درموں کے عوض کوئی چیز خریدی اور ان درموں کے عوض کچھ رہن دیا تو باطل ہوگا اس واسطے کہ دراہم متعین نہیں ہوتے ہیں بلکہ فقط ان کے مثل ذمہ لازم آتے ہیں اور رہن کی اضافت ایسے درموں کی طرف جو ذمہ واجب ہوئے ہیں نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ رہن العیون میں لکھا ہے کہ اعیان کے عوض رہن دینا تین طرح پر ہے

۱۔ اطلاق قرضہ کا بھت تشابہ ہے ورنہ درحقیقت قرضہ نہیں بلکہ باطل حرام ہے ۱۲ م ۲۔ مسلمان کی قید اس واسطے لگائی کہ مسلمان کے حق میں شراب کا قیدی ہونا باطل ہے اور سور و نجس العین ہے پس مسلمان اگر کسی ذمی کے لیے بھی ضامن ہو اور قرضہ ثمن شراب ہو تو باطل ہے کیونکہ یا اس پر واجب نہیں ہو سکتا ہے یہ مسئلہ دلیل ہے کہ اگر مسلمان نے سود کی ضمانت کی تو باطل ہی فافہم ۱۲ (۱) پس یہ قرضہ واجب ہو ۱۲ (۲) یعنی جب کہ رہن تلف ہونے کی وجہ سے حکماً وصول کیا ہے ۱۲ (۳) مثلاً عمد اقل کیا ہاتھ کاٹ ڈالا ۱۲ (۴) کیونکہ وہ خود باطل ہے ۱۲ منہ

ایک یہ کہ ایسے عیان کے عوض رہن دینا جو امانت^(۱) ہیں اور ایسا رہن باطل ہے دوم یہ کہ ایسے اعیان کے عوض رہن دینا جو مضمون بالغیر ہیں یعنی دوسری چیز کے عوض ضمان میں ہیں جیسے بیع بالبع کے قبضہ میں (کہ ثمن کے عوض ضمان میں ہے) اور ایسا رہن بھی نہیں جائز ہے حتیٰ کہ اگر مال مرہون تلف ہو جائے تو بلا معاوضہ تلف شدہ قرار دیا جائے گا اور شیخ ابوالحسن الکرخی کا قول ہے اور سوم یہ کہ ایسے اعیان کے عوض رہن دینا جو اپنی ذات سے مضمون ہیں جیسے غصب کیا ہوا مال میں یا ایسا مال عین جو نکاح میں مہر قرار دیا گیا یا اور اس کے مثل تو ایسے مال عین کے عوض رہن دینا صحیح ہے اور اگر رہن تلف ہو جائے پس اگر مرتہن کے قبضہ میں تلف ہو تو وہ مال مرہون اور مال عین ان دونوں کی قیمتوں سے جو مقدار کم ہو اس قدر قیمت کا ضامن ہوگا اور اپنا مال عین لے لے گا اور اگر مال مرہون تلف ہونے سے پہلے مال عین تلف ہو گیا تو مال مرہون بعوض قیمت کے رہن ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔

☆ فصل چہارم

جس کارہن جائز ہے اور جس کا نہیں جائز ہے اس کے بیان میں

جس چیز کی بیع جائز ہے اس کارہن بھی جائز ہے اور جس کی بیع نہیں جائز ہے اس کارہن نہیں جائز ہے یہ تہذیب میں ہے۔ اگر کوئی زمین رہن کی اور مرتہن نے اس پر قبضہ کر لیا پھر زمین مذکور میں سے کسی قدر زمین پر کسی مدعی نے اپنا استحقاق ثابت کیا پس اگر غیر معین ٹکڑے پر استحقاق ثابت کیا ہو تو باقی کارہن باطل ہو جائے گا اور اگر معین ٹکڑے پر استحقاق ثابت کیا ہو تو باقی کارہن جائز رہے گا اور مرتہن کو باقی کی بابت اختیار^(۲) حاصل نہ ہوگا اور دوسرے مال کے رہن کر دینے کے مطالبہ کا اختیار اس کو حاصل نہ ہوگا بلکہ جس قدر زمین باقی رہی ہے وہ پورے قرضہ کے عوض رہن رہے گی یہ محیط میں ہے۔ اگر دو شخصوں نے تیسرے شخص سے جس پر ان دونوں کا قرضہ آتا ہے کچھ مال رہن لیا اور وہ دونوں باہم شریک ہیں یا ان دونوں میں شرکت نہیں ہے تو یہ جائز ہے بشرطیکہ دونوں نے قبول کیا ہو اور اگر ایک نے بدون دوسرے کے قبول کیا ہو تو صحیح نہیں ہے اور اگر دونوں مرتہنوں نے قبول کیا پھر رہن نے دونوں میں سے ایک کا قرضہ ادا کر دیا تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ نصف مال مرہون واپس کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

☆ اگر چھوہارے (لگے ہوئے) بدون درخت خرما کے رہن کی تو جائز نہیں ہے

اگر ایک شخص نے دو شخصوں سے جن پر اس کا قرضہ آتا ہے ایک ہی مال رہن لیا تو جائز ہے اور یہ مال مرہون پورے قرضہ کے عوض رہن ہوگا اور مرتہن کو اختیار ہوگا کہ اپنا قرضہ پورا وصول کر لینے تک اس کو نہ چھوڑے یہ خزانہ المفتیین میں ہے اگر کسی شخص کے پاس ہزار درم قرضہ کے عوض دو غلام رہن کئے پھر اس کو پانچ سو درم ادا کر دیئے پھر اگر یہ چاہا کہ ایک غلام چھڑائے تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا اور اگر رہن کرنے کے وقت یوں کہا ہو کہ میں نے یہ دونوں غلام تجھے رہن دیئے ہر ایک ان دونوں میں سے بعوض پانچ سو درم کے پھر اس کو پانچ سو درم ادا کر دیئے اور چاہا کہ ایک غلام مرتہن سے چھڑا کر اپنے قبضہ میں کر لے تو کتاب الزیادات کی روایت کے موافق اس کو یہ اختیار ہے اور رہن کتاب الاصل کے موافق جب تک پورا قرضہ ادا نہ کر لے تب تک یہ اختیار نہ ہوگا بعض مشائخ نے فرمایا کہ جو زیادات میں مذکور ہے وہ امام محمد کا قول ہے اور جو اصل میں مذکور ہے وہ امام اعظم امام ابو یوسف کا قول ہی اسی طرح اگر قرضہ دو جنس مختلف پانچ سو درم اور پانچ سو دینار ہوں اور رہن نے ایک جنس خواہ دینار یا درم ادا کر دیئے تو بھی اس کو ایک غلام واپس کر لینے کا اختیار نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر ایک غلام دو شخصوں کے پاس اس تفصیل سے کہ ہر ایک کے پاس نصف غلام رہن کیا تو نہیں جائز

(۱) ان کی ضمان واجب نہیں ہے (۲) چاہے ترک کرے یا رہے دے ۱۲

ہے اور اگر دونوں کے پاس مطلقاً (۱) رہن کیا (اور دونوں نے قبول کیا) تو جائز ہے اور اگر ایک ہی غلام کا آدھا چھ سودرم کو اور آدھا پانچ سودرم میں رہن کیا تو نہیں جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر چھوہارے (۲) بدون درخت خرما کے یا درخت خرما بدون لگے ہوئے چھوہاروں کے یا درخت خرما و عمارت و کھیتی بدون زمین کے یا زمین بدون ان چیزوں کے رہن کی تو جائز نہیں ہے اور حسن بن زیاد نے امام اعظمؒ سے روایت کی کہ زمین بدون درخت خرما کے رہن کرنا جائز ہے اور اگر رہن نے رہن میں استثناء نہ کیا تو زمین کے رہن میں درخت خرما چھوہارے لگے ہوئے اور کھیتی جی ہوئی و عمارت داخل ہو جائے گی یہ تہذیب میں ہے۔ اور اگر درخت خرما و شجر درختان انگور معد ان کے جمنے کی مقدار (۳) زمین کے رہن کیا تو جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر دس قطعہ زمین رہن کئے پھر ظاہر ہوا کہ ان میں سے ایک ٹکڑا وقف ہے اور دوسرا مشاع غیر مقسوم ہے تو باقی کار رہن صحیح ہوگا یہ قیہ میں ہے۔ ایک شخص نے دو بکریاں عوض تیس درم کے ایک بعوض دس درم کے اور دوسری بعوض بیس درم کے رہن کی اور یہ تعیین نہ کی کہ کون بعوض دس کے ہے اور کون بعوض بیس کے ہے تو جائز نہیں ہے اس واسطے کہ بکری تلف ہو جانے کے وقت دونوں میں نزاع واقع ہوگا کیونکہ جب کوئی بکری تلف ہوگئی تو یہ معلوم نہ ہوگا کہ قرضہ میں سے کس قدر اس کے مقابلہ میں ساقط ہوا اور اگر بیان کے ساتھ تعیین کر دی ہو تو جو بکری تلف ہوگی اس کے مقابلہ میں جس قدر تعیین کیا تھا اس قدر ساقط ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ قرضہ کے عوض حیوان مملوک کا رہن کرنا جائز ہے مگر بعض علماء نے اس میں خلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ حیوان تیر ہلاکت کا نشانہ ہے پس بمنزلہ ان چیزوں کے ہوا جو جلد بگڑ جاتی ہیں جیسے روٹی وغیرہ جو جلد بگڑ جاتی ہیں ان کا رہن کرنا جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔

ایک دار و ارثان بالغ و نابالغ میں مشترک ہے اس کو وصی اور بالغوں نے رہن کیا بعوض خراج ملک زمین کے جو ان سب میں مشترک ہے تو ایک ہی صفحہ کے ساتھ رہن کرنا صحیح ہے۔ ایک شخص نے اپنا دار رہن کیا اور اس میں ایک دیوار مشترک ہے تو صحیح نہیں ہے اور اگر دیوار مشترک کو متعین کر لیا تو صحیح ہے لیکن اگر دیوار مشترک کے ساتھ اس کی کوئی دیوار متصل ہو تو صحیح نہ ہوگا۔ ایک دار رہن کیا اور دیواریں مالک دار و پڑوسیوں کے درمیان مشترک ہیں تو صحن و چھت و ان دیواروں کا رہن جو خاصہ بدون کسی کی شرکت کے ہیں صحیح ہے اور دیوار ہائے مشترکہ کے ساتھ چھت کا متصل ہونا صحت رہن سے مانع نہیں ہے اس واسطے کہ چھت تابع ہے یہ قیہ میں ہے اور اگر اپنے دار میں سے کوئی بیت معین یا کوئی ٹکڑا معین رہن کر کے سپرد کر دیا تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کی ملک کی چیز فروخت کر دی اور ثمن کے عوض مشتری سے کوئی مال رہن لیا اور مالک نے ان دونوں عقدوں کی اجازت دے دی تو صحیح نہیں ہے۔ اور اگر مریض (۴) نے کسی قرض خواہ کو کوئی مال رہن دیا تو صحیح ہے اگرچہ اس کی قیمت بہ نسبت قرضہ کے زیادہ ہو جیسے اس کا ودیعت دینا صحیح ہے لیکن اس کا حکم باقی قرض خواہوں کے حق میں ظاہر و موثر نہ ہوگا یہ قیہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنا دار جس میں اس کا اسباب ہے خواہ قلیل یا کثیر جس سے وہ انتفاع حاصل کرتا ہے بدون اسباب کے رہن کیا یا بورے جن میں اس کا اسباب ہے جس سے وہ انتفاع حاصل کرتا ہے بدون اسباب کے رہن کیا اور سب کو مرہن کے سپرد کر دیا تو یہ جائز نہیں ہے لیکن اگر دار یا بوروں کو اسباب مذکور سے خالی کر کے سپرد کرے تو جائز ہے۔ اور اگر اسباب دار بدون کے دار کے یا بوروں کی متاع بدون بوروں کے رہن کی اور سب سپرد کیا تو جائز ہے اور صورت اولیٰ میں جواز رہن کے واسطے یہ حیلہ ہے کہ دار میں یا بوروں میں جو متاع ہے وہ پہلے ودیعت دے دے پھر دار و بورہ جو رہن کیا ہے مرہن کے سپرد کرے تو رہن و قبضہ دونوں صحیح ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی

(۱) یعنی حیوان انشراذات مر جاتا ہے ۱۲ ۲ خراج سے یہاں مراد ایسا خراج ہے جو معمولی بندھا ہو یعنی پیداوار کی بٹائی ۱۲ ہوا

(۲) یعنی تفصیل نہ کی ۱۲ (۲) یعنی لگے ہوئے ۱۲ (۳) یعنی جتنی جگہ میں وہ اگے ہیں ۱۲ (۴) مرض الموت کا مریض ۱۲

خان میں ہے۔ اور حسنؒ نے امام اعظمؒ سے روایت کی کہ اگر ایک دار رہن کیا اور راہن و مرتہن دونوں اس دار کے اندر موجود ہیں پس راہن نے کہا کہ میں نے اس کو تیرے سپرد کیا اور مرتہن نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو رہن تمام نہ ہوگا یہاں تک کہ راہن اس دار میں سے باہر نکل کر پھر مرتہن سے کہے کہ میں نے یہ دار تیرے سپرد کیا یہ محیط سرحدی میں ہے۔ ایک شخص نے عمارت و دوکان جو زمین سلطانی پر بنی ہوئی ہے رہن کر کے مرتہن کے سپرد کر دی اور مرتہن اس کو اپنے قبض و تصرف میں لایا اور سالہا سال اس کو اجارہ پر دیا اور اس کا کرایہ لیتا رہا تو رہن صحیح نہیں ہے اور مرتہن نے جو کچھ اس کا کرایہ لیا ہے وہ اس کو حلال نہ ہوگا یہ خواہرا خلاطی میں ہے۔ اور اگر گھوڑے^(۱) پر پڑی ہوئی زین یا اس کے منہ میں دی ہوئی لگام یا اس کے گلے میں بندھے ہوئے گلو بند کی رسی رہن کی اور مرتہن کو گھوڑا مع زین و لگام و گردن بند سپرد کر دیا تو رہن پورا نہ ہوگا یہاں تک کہ گھوڑے سے جدا کر کے مرتہن کے سپرد کرے اور اگر کسی چوپایہ پر لدان لدا ہوا ہے پس چوپایہ بدون بار کے رہن کر کے سب سپرد کیا تو رہن تمام نہ ہوگا یہاں تک کہ چوپایہ مذکور پر سے بار اتار کر مرتہن کے سپرد کرے اور اگر چوپایہ کا لدان بدون چوپایہ کے رہن کر کے سب سپرد کیا تو لدان کا رہن پورا ہو جائے گا اس واسطے کہ صورت اولیٰ میں چوپایہ لدے ہوئے بار میں مشغول ہے فارغ نہیں ہے اور صورت ثانیہ میں لدان چوپایہ کے ساتھ مشغول نہیں ہے یہ بدائع میں ہے۔ ایک شخص نے شوہر دار باندی رہن کی اور اس کے شوہر سے اجازت نہ لی تو رہن جائز ہے اور مرتہن کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اس کے شوہر کو اس کے ساتھ و طی کرنے سے منع کرے پھر اگر وہ باندی اپنے شوہر کے و طی کرنے سے مرگئی تو ایسا ہوگا کہ گویا آسمانی آفت سے مری ہے مگر استحساناً مرتہن کا قرضہ ساقط ہو جائے گا حالانکہ قیاساً ساقط نہ ہوگا۔ اور اگر رہن کرنے کے وقت وہ باندی شوہر دار نہ ہو پھر رہن کرنے کے بعد مرتہن کی اجازت سے راہن نے اس کا نکاح کر دیا تو یہ صورت اور صورت اولیٰ دونوں یکساں ہیں اور اگر بدون اجازت مرتہن کے اس کا نکاح کر دیا تو نکاح جائز ہوگا مگر مرتہن کو یہ اختیار ہوگا کہ اس کے شوہر کو اس کے ساتھ و طی کرنے سے منع کرے اور اگر اس کے شوہر نے اس کے ساتھ و طی کر لی تو باندی کے ساتھ اس کا مہر بھی رہن ہو جائے گا اور و طی کرنے سے پہلے اس کا مہر رہن نہ ہوگا اور اس صورت میں اگر شوہر کے و طی کرنے سے باندی مذکور مرگئی تو مرتہن کو اختیار ہوگا چاہے راہن سے تاوان لے یا اس کے شوہر سے تاوان لے جیسا کہ اگر شوہر نے اس کو قتل کیا تو بھی یہی حکم ہے پھر اگر شوہر کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ باندی رہن ہے تو جو کچھ اس نے تاوان دیا ہے اور راہن سے واپس لے گا یہ ظہیر یہ میں ہے فتاویٰ عتابیہ میں ہے۔

اگر باندی کے پیٹ میں جو کچھ ہے اس کو آزاد کر دیا پھر باندی کو رہن کیا تو جائز ہے اور نقصان ولادت سے کچھ ساقط نہ ہوگا بخلاف اس کے اگر پیٹ کا بچہ آزاد کرنے سے پہلے وہ بچہ جنی تو بقدر نقصان ساقط ہو جائے گا لیکن اگر بچہ اس^(۲) کو پورا کرتا ہو تو ساقط نہ ہوگا یہ تاثر خانہ میں ہے۔ ایک مسلمان نے کسی کافر سے شراب رہن لی پھر وہ سرکہ ہو گئی تو رہن باطل ہے اور سرکہ اس کے ہاتھ میں امانت ہوگا اور راہن کو اختیار ہوگا چاہے اس کو لے کر مرتہن کا قرضہ ادا کرے یا چاہے قرضہ کے عوض سرکہ اس کے پاس چھوڑ دے بشرطیکہ رہن کے روز شراب کی قیمت قرضہ کے برابر ہو بخلاف اس کے اگر کافر نے کسی مسلمان کی شراب رہن لی تو یہ نہیں جائز ہے اور وہ شراب مرتہن کے پاس^(۳) امانت ہوگی اگر ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان سے شیرہ انگور رہن لیا پھر وہ شراب ہو گیا تو مرتہن کو اس کے سرکہ کر ڈالنے کا اختیار ہے اور وہ سرکہ اس کے پاس رہن رہے گا اور جس قدر کیل و وزن میں گھٹ گیا ہو اس کے حساب

باہر جانا اس وجہ سے کہ راہن کا قبضہ بدون اس کے فارغ نہ ہوگا ۱۲ منہ ۲ جو کچھ ہے یعنی حمل لڑکایا لڑکی ۱۲ منہ ۳ امانت اس وجہ سے کہ وہ

راہن نہیں تو ضمانت میں بھی نہ ہوئی لیکن ذمی کے حق میں وہ مال ہے تو مسلمان اس کا امین ہوا اگر چاہتا ہے اس کو لینے سے گنہگار ہو چکا ہے ۱۲

(۱) گھوڑا یا خیر یا گدھا یا بیل بشرطیکہ اشیائے مذکورہ جس کے مناسب ہوں مثل بیل کے ساتھ ہوتی ہے ۱۲ (۲) اس نقصان کو ۱۲

(۳) اگر تلف ہو جائے یا سرکہ ہو جائے تو وہ ضامن نہ ہوگا ۱۲ منہ

سے رہن باطل ہو جائے گا اور اگر راہن کافر ہو تو وہ شراب مذکور لے لے گا اور قرضہ اس پر بحالہ باقی رہے گا اور مرتہن کو اس کے سرکہ کر ڈالنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر سرکہ کر ڈالے تو سرکہ کر ڈالنے کے روز جو کچھ اس کی قیمت ہو اس قدر قیمت کا ضامن ہوگا اور اپنا قرضہ واپس لے گا بخلاف اس کے اگر راہن مسلمان ہو اور مرتہن نے اس کو سرکہ کر ڈالا تو ضامن نہ ہوگا یہ محیط سرخی میں ہے۔

مال مرہون کی بابت کچھ مسائل ☆

اگر کسی ذمی نے دوسرے ذمی کے پاس مردار کی کھال رہن کی اور مرتہن (۱) نے اس کی دباغت کی تو وہ رہن نہ ہوگی اور راہن کو اختیار ہوگا کہ اس کو لے کر مرتہن کو دباغت کی قیمت دے دے بشرطیکہ اس نے ایسی چیز سے اس کی دباغت کی ہو جس کی کچھ قیمت ہے اور یہ ایسا ہوگا جیسے کسی نے مردار کی کھال غصب کر کے اس کو مذبوح کیا اگر کسی ذمی نے دوسرے ذمی کے پاس شراب رہن کی پھر دونوں مسلمان ہو گئے تو شراب مذکور رہن نہ رہی پھر اگر مرتہن نے اس کو سرکہ کر ڈالا تو وہ رہن ہو جائے گی اسی طرح اگر دونوں میں سے ایک خواہ راہن یا مرتہن مسلمان ہو گیا پھر وہ سرکہ ہو گئی تو رہن ہو جائے گی اور جس قدر اس میں سے کم ہو جائے اسی کے حساب سے رہن باطل ہو جائے گی اور اگر ایک کافر نے دوسرے کافر سے شراب رہن لی اور کسی مسلمان عادل کے پاس رکھی اور اس نے قبضہ کر لیا تو رہن جائز ہے اور جو حربی کہ امان لے کر دارالاسلام میں آیا ہے رہن لینے و رہن دینے میں اس کا حکم مثل ذمی کے ہے اور اگر کوئی حربی مستامن اپنا کچھ مال کسی کے پاس بعوض ایسے قرضہ کے جو اس پر آتا ہے رہن رکھ کر دارالحرب میں لوٹ گیا پھر مسلمان اس کے ملک پر غالب آئے اور حربی مذکور کو قید کیا تو قرضہ باطل ہو گیا اور جو مال اس نے مرتہن کو رہن دیا تھا وہ مرتہن کے قرضہ کے عوض مرتہن کا ہو گیا یہ امام ابو یوسف کا قول ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ وہ مال مرہون فروخت کیا جائے گا اور اس کے ثمن سے مرتہن اپنا قرضہ پورا وصول کر لے گا اور جس قدر باقی رہے وہ اس شخص کو ملے گا جس نے حربی مذکور یعنی راہن کو قید کیا ہے اور اگر حربی مذکور کے پاس کسی مسلمان یا ذمی کا مال بعوض ایسے قرضہ کے جو حربی مذکور کا اس مسلمان یا ذمی پر آتا ہے رہن ہو تو وہ مال مرہون اس کے مالک یعنی راہن کو واپس دیا جائے گا اور حربی کا قرضہ سب اماموں کے نزدیک بالاتفاق باطل ہو جائے گا یہ مبسوط میں ہے۔ ذمی وغیرہ کسی کی طرف سے مردار یا خون کا رہن کرنا صحیح نہیں ہے یہ کافی میں ہے فتاویٰ عتابیہ میں ہے کہ اگر غاصب نے مال مغضوب کو رہن کیا پھر اس کو مالک سے خرید کیا تو روایت کیا گیا ہے کہ رہن جائز ہو جائے گا اور اگر مشتری نے بیع میں عیب پایا اور بائع نے عیب کے عوض اسکو رہن دیا تو جائز نہیں ہے اور اگر مشتری نے بائع کو مال دیا کہ بیع کے ساتھ بائع کے پاس بعوض ثمن کے رہن رہے پس اگر یہ مال تلف ہو جائے تو بقدر اپنے حصہ قیمت کے تلف شدہ قرار دیا جائے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور راہن یا مرتہن یا دونوں کے مرجانے سے رہن باطل نہیں ہوتا ہے اور وارثوں کے پاس مرہون بطور رہن باقی رہتا ہے کذا فی خزائنہ الفتاویٰ۔

۱۔ عادل سے مراد جس پر ان لوگوں کو اعتماد ہو کیونکہ شراب کی حفاظت قبضہ کرنے سے وہ شرعی عادل پر ہیزار نہیں رہا ۱۲ (۱) خواہ مرتہن کافر ہو یا مسلمان ہو اس واسطے کہ مسلمان کی شراب مضمون نہیں ہوتی ہے ۱۲

فصل پنجم ☆

باپ اور وصی کے رہن کرنے کے بیان میں

اگر باپ نے اپنے نابالغ لڑکے کا حال اس کے قرضہ میں رہن کر دیا تو نہیں جائز ہے اس واسطے کہ بالغ فرزند پر باپ کی ولایت نہیں ہے یہ وجہ کروری میں ہے۔ اگر باپ نے اپنے نابالغ فرزند کا مال عین بعوض ایسے قرضہ کے جو اس نے اپنے واسطے یا فرزند نابالغ کے واسطے لیا ہے رہن کیا تو جائز ہے بخلاف اس کے اگر مال عین مذکور فرزند نابالغ اور بالغ کے درمیان مشترک ہو تو یہ جائز نہیں ہے جب تک کہ فرزند بالغ اس کو تسلیم نہ کرے اور اگر مال مرہون تلف ہو جائے تو باپ بقدر حصہ فرزند بالغ کے ضامن ہوگا^۱ اور باپ کے مرنے کے بعد اس کے وصی کا حکم اس باب میں مثل باپ کے ہے۔ اور اگر باپ کا وصی نہ ہو باپ کا باپ یعنی سکے دادا کا بھی یہی حکم ہے۔ اس واسطے کہ ازراہ ولایت تصرف کرنے میں وہ باپ کا قائم مقام ہے مگر فرق یہ ہے کہ باپ کو یہ اختیار ہے کہ ایک نابالغ کا مال دوسرے کے واسطے رہن دے اور وصی کو یہ اختیار نہیں ہے جیسا کہ وہ خود اپنے پاس رہن نہیں لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر باپ نے اپنے فرزند نابالغ کی متاع کسی شخص کے پاس رہن کی پھر فرزند مذکور بالغ ہوا اور باپ مر گیا تو جب تک فرزند مذکور قرضہ ادا نہ کرے تب تک اس کو متاع مرہون واپس لینے کا اختیار نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ تصرف رہن ایسا تصرف ہے جو فرزند مذکور کے حق میں اس کے باپ کی طرف سے ایسی حالت میں لازم ہوا جس وقت باپ کی ولایت اس کے اوپر قائم تھی اور اس کا باپ اس معاملہ میں قائم مقام اس فرزند کے ہے اگر یہ فرزند بالغ نہ ہو۔ پس اگر باپ نے اس مال کو اپنے ذاتی قرضہ میں رہن کیا ہو اور فرزند مذکور نے وہ قرضہ ادا کیا تو مقدار قرضہ کو باپ کے مال سے واپس لے گا اسی طرح اگر نک رہن سے پہلے متاع مذکور تلف ہو گئی ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ کافی میں ہے۔ اگر ماں نے اپنے فرزند نابالغ کا مال رہن کیا تو جائز نہیں ہے لیکن اگر ماں ایسے شخص کی طرف سے جو اس فرزند کا ولی ہے وصی مقرر کی گئی ہو یا اس کو رہن کی اجازت ملی ہو تو جائز نہ ہوگا اور اگر حاکم نے فرزند مذکور کی مان کو اس کا مال رہن کرنے کی اجازت دے دی ہو تو جائز ہے اور مرتہن کو جس و اختصاص کا استحقاق حاصل ہوگا بیع کرنے کا استحقاق حاصل نہ ہوگا۔ اور اگر طفل مذکور کی ماں نے رہن کیا اور مرتہن کو بیع کرنے کا وکیل کیا پھر حاکم نے وکالت و بیع کی اجازت دے دی تو مرتہن مذکور حاکم کی طرف سے وکیل ہو جائے گا اور حاکم یعنی قاضی جس نے رہن کی اجازت دی تھی معزول کیا گیا اور دوسرا قاضی مقرر کیا گیا حالانکہ مرتہن مال مرہون کو فروخت کر چکا ہے پس اگر دوسرے قاضی کے نزدیک قاضی اول کا بیع کی اجازت دینا ثابت ہو تو وہ اس بیع کو نافذ کرے گا اور اگر اس کے نزدیک قاضی اول کی اجازت تو وکیل ثابت نہ ہو تو اس پر واجب ہوگا کہ بیع مذکور کو رد کر دے جب کہ بیع کا رد کر دینا طفل مذکور کے حق میں بہتر ہو یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے اگر باپ کا یا اس کے نابالغ فرزند کا یا اس کے غلام مازون التجارة کا جس پر قرضہ نہیں ہے اس کے کسی دوسرے نابالغ فرزند پر قرضہ آتا ہو پس باپ نے قرض دار فرزند کی کچھ متاع اس قرضہ کے عوض اپنے پاس یا دوسرے اپنے طفل قرض خواہ کے پاس یا اپنے غلام مازون کے پاس رہن کی تو جائز ہے یہ تمہین میں ہے۔ باپ کو جائز ہے کہ اپنا مال اپنے طفل نابالغ کے پاس بعوض ایسے قرضہ کے جو فرزند مذکور کا اس پر آتا ہے رہن کر دے اور اس مال کو اپنے فرزند مذکور کے واسطے اپنے قبضہ

۱۔ اس واسطے کہ فرزند بالغ کا حصہ بمزولہ غصب ہے اور صغیر کے حق میں جواز تھا اس کا ضامن بھی نہ ہوگا ۱۲ وکیل کرنے کی یہ صورت کہ مثلاً مرتہن سے کہا کہ جب میعاد گذرے اور میں تیرا قرضہ ادا نہ کروں تو میں نے تجھے وکیل کیا کہ تو میری طرف سے رہن کو فروخت کرے پس یہ وکالت لازمی ہوگی ۱۲

میں رکھے گا اور وصی کے واسطے ایسا کرنا نہیں جائز ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اگر وصی نے یتیم کا کوئی خادم^(۱) اپنے قرضہ کے عوض اپنے پاس رہن کر لیا یا اپنا خادم یتیم کے قرضہ کے عوض یتیم کے پاس رہن کیا تو جائز نہیں ہے اس طرح اگر یتیم نے خود رہن رکھ لیا تو بھی جائز نہیں ہے لیکن اگر یتیم کا وصی اس کے اس معاملہ کی اجازت دے دے تو عقد رہن جائز ہو جائے گا جیسے یتیم کے خرید و فروخت کرنے میں حکم ہے۔ اسی طرح اگر دو وصی ہوں اور ایک نے ایسا کیا تو امام اعظم و امام محمد کے نزدیک نہیں جائز ہے الا اس صورت میں کہ دوسرا وصی بھی اجازت دے دے اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور اگر وصی نے یتیم کا مال اپنے طفل نابالغ کے پاس یا اپنے غلام تاجر کے پاس جس پر قرضہ نہیں ہے رہن کیا تو مثل اپنے پاس رہن کر لینے کے نہیں جائز ہے اور اگر اپنے بالغ بیٹے یا بیٹے کے بالغ بیٹے یا اپنے مکاتب یا غلام تاجر کے پاس جس پر قرضہ ہے رہن کیا تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر وصی نے یتیم کے کھانے پکڑے کی بابت قرضہ کر لیا اور اس پر قرضہ کے عوض یتیم کا کچھ مال رہن کیا تو جائز ہے اسی طرح اگر اس نے یتیم کے واسطے تجارت کی اور معاملہ تجارت میں رہن کیا یا رہن لیا تو جائز ہے یہ کافی میں ہے۔ اگر وصی نے وارثوں کے واسطے قرضہ لیا اور ان کا مال عین رہن کیا تو دو حال سے خالی نہیں یا تو ان کے نفقہ و حوائج و خراج وغیرہ کسی نواب کے واسطے قرضہ^(۲) لیا ہے یا ان کے مملوکوں و چوپاؤں کے نفقہ کے واسطے لیا اور ہر صورت اس سے خالی نہیں کہ یا تو وارث سب بالغ ہوں گے یا نابالغ ہوں گے یا بالغ و نابالغ دونوں ہوں گے پس اگر وارث بالغ ہوں خواہ غائب ہوں یا حاضر ہوں اور وصی نے ان کے نفقہ کے واسطے قرضہ لے کر رہن کیا تو نہیں جائز ہے اور اگر وارث نابالغ ہوں تو جائز ہے اور اگر بالغ و نابالغ دونوں ہوں تو فقط نابالغوں کے حق میں اس کا قرضہ لینا اور رہن کرنا جائز ہے بالغوں کے حق میں نہیں جائز ہے بخلاف اس کے اگر مال منقول کو ترکہ میں سے وصی نے فروخت کیا تو سب کے حق میں روا ہوگا اور اگر اس نے وارثوں کے مملوکوں و چوپاؤں کے نفقہ کے واسطے قرضہ لیا پس اگر سب وارث بالغ ہوں اور حاضر ہوں تو وصی کا قرضہ لینا اور ان کا مال عین رہن دنیا جائز نہ ہوگا اور اگر غائب ہوں تو جائز ہوگا اور اگر بعض حاضر ہوں اور بعض غائب ہوں یا وارثوں میں صغیر و کبیر حاضر ہوں تو امام اعظم کے نزدیک قرضہ جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک فقط بالغان غائب اور نابالغوں کے سوائے قرضہ لینا باقیوں کے حق میں نہیں جائز ہے اور اس کا رہن کرنا سب کے حق میں جائز نہیں ہے یہ محیط سرخی میں ہے۔ اگر میت پر قرضہ ہو اور اس کے وصی نے اس کے ترکہ سے میں کچھ مال میں عین اس کے کسی قرض خواہ کے پاس رہن کیا تو جائز نہیں ہے اور باقی قرض خواہوں کو اختیار ہوگا کہ اس کو رد کریں اور اگر وصی نے ان کے رد^(۳) کر دینے سے پہلے ان کا قرضہ ادا کر دیا تو رہن جائز ہوگا۔ اور اگر میت کا ایک کے سوائے دوسرا قرض خواہ نہ ہو تو رہن مذکور جائز ہوگا اور اس کے قرضہ میں فروخت کر سکتا ہے۔ اور اگر وصی نے کسی شخص سے جس پر میت کا قرضہ آتا ہے رہن لیا تو جائز ہے۔ اسی طرح اگر میت نے خود ہی اس قرض دار سے رہن لیا ہو تو اس کا وصی اس مرہون کے روک رکھنے میں اس کا قائم مقام ہوگا لیکن وصی اس مال کو بدون راہن کے فروخت نہیں کر سکتا ہے اور وصی کو اختیار ہے کہ میت پر جو قرضہ ہے اس کے عوض رہن دے دے اس واسطے کہ جو امور میت کے حوائج میں سے ہیں ان میں وصی اس کا قائم مقام ہے اور قرضہ کا ادا کرنا اس کے حوائج میں سے ہے پس وصی اداائے قرضہ میت کا اختیار رکھتا ہے پس اسی طرح اس کے عوض رہن دینے کا بھی اختیار رکھتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر راہن مر گیا تو اس کا وصی مال مرہون کو فروخت کر کے مرہون کا قرضہ ادا کرے گا اور اگر اس کا کوئی وصی نہ ہو تو

۱۔ نواب جمع نائبہ وہ شخص امور جو اکثر اوقات پیش آتے ہیں بعض معمولی میں جیسے خراج و چوکیداری وغیرہ اور بعض غیر معمولی جیسے کوئی نادان از جانب سلطان پیش آیا جیسے نکس اگر چہ اس کا لینا جائز نہ ہو ۱۲ ۲۔ حوائج یعنی اس کی ضرورت میں سے ہے ۱۳

(۱) غلام یا باندی (۲) یعنی کچھ چیز قرض لی ۱۲ (۳) یعنی رہن توڑنے سے پہلے

قاضی اس کی طرف سے وصی مقرر کرے گا اور اس کو حکم دے گا کہ مرہون کو فروخت کرے یہ سراجیہ میں ہے۔ اگر میت کے وارث بالغ نے متاع میت میں سے کوئی چیز رہن کر دی حالانکہ میت پر قرضہ ہے اور اس وارث کے سوائے اس کا کوئی وارث نہیں ہے پس اگر قرض خواہ نے ناش کی تو قاضی اس رہن کو باطل کر دے گا اور مال مرہون اس کے قرضہ میں فروخت کیا جائے گا اور اگر وارث مذکور نے اس کا قرضہ ادا کر دیا تو رہن جائز ہوگا اور اگر میت پر قرضہ نہ ہو اور وارث بالغ نے میت کی متاع میں سے کوئی مال عین ایسے قرضہ کے عوض جس کو لے کر اس نے اپنی ذات پر خرچ کیا ہے رہن کیا یا یہ وارث نابالغ ہو کہ اس کے وصی نے ایسا کیا پھر ایک ایسا اسباب جس کو میت نے اپنی حیات میں فروخت کیا تھا بسبب عیب کے ان کو واپس دیا گیا اور وہ ان کے پاس تلف ہو گیا اور مشتری کا ثمن مال میت پر قرضہ ہو گیا اور میت کا مال کچھ نہیں ہے سوائے اس مال کے جو نفقہ کے عوض رہن رکھا گیا ہے تو وہ رہن جائز رہے گا اس واسطے کہ جس وقت مرہن کو مال مرہون سپرد کیا گیا ہے اس وقت مال میت پر قرضہ نہ تھا اور یہ مال مرہون وارث کے ملک غیر کے حق سے فارغ تھا پس اس میں مرہن کا حق لازم ہو جائے گا پھر قرضہ کا حقوق اس کے بعد بوجہ عیب کے اسباب فروخت کردہ واپس دیئے جانے کے ہوا ہے پس یہ امر حق مرہن کو باطل نہ کرے گا اور یہ بخلاف اس صورت کے ہے کہ جب میت کے فروخت کئے ہوئے غلام پر استحقاق ثابت کیا گیا اور وہ آزاد ثابت ہوا اس لئے کہ اس صورت میں رہن باطل ہو جائے گا کیونکہ یہ امر ظاہر ہوا کہ جس وقت وارث نے ترکہ میں سے مال عین کو رہن کیا ہے اس وقت میت پر قرضہ تھا اس واسطے کہ آزاد عقد بیع کی تحت میں داخل ہی نہیں ہوتا ہے اور نہ اس کا ثمن مملوک ہوتا ہے اور استحقاق ثابت ہونے سے جز سے عقد بیع باطل ہو جاتا ہے لیکن راہن اس کی قیمت کا ضامن ہوگا تا کہ اس کو میت کے قرضہ میں ادا کرے خواہ راہن وصی ہو یا وارث ہو اس واسطے کہ جب میت پر ایسا قرضہ لاحق ہوا کہ اس کا ادا کرنا ترکہ میت سے واجب ہے اور وارث نے اپنے تصرف سے اس سے باز رکھا تو تلف کر دینے والے کے حکم میں ٹھہرایا گیا پس اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور وصی کی صورت میں بھی یہی بات ہے لیکن وصی اس مال ضمان کو میت کے ترکہ سے واپس لے گا علی ہذا اگر میت نے اپنی باندی کا نکاح کر دیا اور اس کا مہر لے لیا پھر اس کے مرنے کے بعد وارث نے اس باندی کو اس کے شوہر کے دخول کرنے سے پہلے آزاد کر دیا اور باندی مذکور نے اپنے نفس کو اختیار کیا یعنی شوہر مذکور کے ساتھ اس کے نکاح میں رہنا نہ چاہا اور شوہر کا مہر میت کے ترکہ میں قرضہ ہو گیا تو بھی رہن وارث جائز ہوگا اور وارث اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اسی طرح اگر میت نے اپنی حیات میں راستہ میں کنواں کھودا ہو پھر اس کے مرنے کے بعد اس میں کوئی شخص تلف ہو گیا حتیٰ کہ اس کی ضمان میت کے مال پر قرضہ ہوئی تو وارث کا جو تصرف ترکہ کے مال میں پورا ہو گیا ہے اس سے باطل نہ ہوگا لیکن وارث اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اس واسطے کہ اس نے مال عین متروکہ میں اپنے تصرف سے غیر کا حق باطل کر دیا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر وصی نے مال یتیم ایسے قرضہ کے عوض جو اس نے یتیم کے واسطے لیا ہے رہن کیا اور مرہن نے اس پر قبضہ کیا پھر وصی نے یتیم کی حاجت کے واسطے اس مال مرہون کو مرہن سے مستعار لیا اور وہ وصی کے پاس ضائع ہو گیا تو وہ رہن سے باہر ہو گیا اور یتیم کا مال گیا پس جب کہ مرہون مذکور تلف ہو جانے سے قرضہ ساقط نہ ہوا تو مرہن اپنا قرضہ وصی سے لے لے گا جیسا کہ رہن کرنے سے پہلے لے سکتا تھا پھر وصی اس قدر مال یتیم سے لے گا اور اگر اس مرہون کو وصی نے اپنی حاجت کے واسطے مستعار لیا ہو تو یتیم کے واسطے اس کا ضامن (۱) ہوگا اور اگر وصی نے یتیم کا مال رہن کیا پھر اس کو غصب

۱۔ قال المترجم اصل میں ہے کہ رہن جائز ہے میں کہتا ہوں کہ شاید یوں ہو کہ حق جائز ہے کیونکہ یہ معنی زیادہ ظاہر ہیں لیکن یہ دوسری تفریع ہوتی ہے اور اگر اصل کے موافق رہن کا لفظ ہو تو باپ سے زیادہ مناسب ہے اگرچہ تعلیق ہے فافہم ۱۲ جس روز اس نے آزاد کیا ہے اس قیمت کا ضامن ہوگا بلا خلاف ۱۲ (۱) اور مرہن اپنا قرضہ وصی سے لے لے گا ۱۲

کر کے اپنی ضرورت کے کام میں لایا یہاں تک کہ مرہون مذکور اس کے پاس تلف ہو گیا تو وصی اس کی قیمت کا ضامن ہوگا پس اگر اس کی قیمت بہ نسبت قرضہ کے زیادہ ہو تو اگر میعاد آگئی ہو تو اس کی قیمت سے قرضہ ادا کر دے گا اور باقی یتیم کی ہوگی اور اگر قیمت بہ نسبت قرضہ کے کم ہو تو بقدر قیمت کے قرضہ ادا کرے گا اور جس قدر باقی زیادہ مال یتیم سے لے کر ادا کرے گا اور اگر اس کی قیمت قرضہ کے برابر ہو تو مرہن کو ادا کر دے اور یتیم سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر قرضہ کی میعاد نہ آئی ہو تو یہ قیمت رہن رہے گی اس واسطے کہ وہ مال مرہون کے قائم مقام ہے پھر جب میعاد آئے گی تو اس کا حکم اسی تفصیل سے ہوگا جو ہم نے بیان کر دی ہے۔ اور اگر وصی نے اس کو غصب کر کے یتیم کی ضرورت میں استعمال کیا یہاں تک کہ اس کے پاس وہ تلف ہو گیا تو مرہن کے حق کے واسطے اس کا ضامن ہوگا اور یتیم کے حق کے واسطے ضامن نہ ہوگا پس اگر قرضہ کی میعاد آگئی ہو تو مرہن اس سے قرضہ لے گا اور وصی اسی قدر یتیم سے واپس لے گا اور اگر میعاد نہ آئی ہو تو مال ضمان مرہن کے پاس رہن رہے گا پھر جب میعاد آئے گی تو مرہن اس سے اپنا قرضہ لے لے گا پھر وصی اس قدر مال یتیم سے لے گا یہ کافی میں ہے۔

دوسرا باب ☆

ایسے رہن کے بیان میں جس میں کسی عادل کے پاس رکھے جانے کی شرط ہو

امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کوئی مال رہن لیا اور راہن نے اس کو اس شرط سے سپرد کیا کہ ہم دونوں اس کو کسی شخص ثالث عادل کے پاس رکھیں اور عادل نے اس کو منظور کر لیا اور رہن مذکور پر قبضہ کر لیا تو رہن پورا ہو جائے گا حتیٰ کہ اگر وہ مال مرہون عادل کے پاس تلف ہو جائے تو مرہن کا قرضہ ساقط ہو جائے گا اور اس حکم کے حق میں عادل مذکور مرہن کا نائب ہے اور حق ضمان میں راہن کا نائب ہے حتیٰ کہ اگر مال مرہون مذکور پر عادل کے پاس کوئی شخص استحقاق ثابت کر کے عادل سے اس کا تاوان لے لے تو عادل اس مال ضمان کو راہن سے واپس لے گا نہ مرہن سے یہ محیط میں ہے اور اگر دونوں نے یہ شرط کی کہ مرہن اس پر قرضہ کر لے پھر دونوں نے اس کو عادل کے پاس رکھ دیا تو جائز ہے اس واسطے کہ جب عادل ابتدا میں مرہن کا قائم مقام ہو سکتا ہے تو حالت بقاء میں بھی ہو سکتا ہے یہ محیط سرخی میں ہے۔

اگر راہن نے عادل اختیار دادہ شدہ کو بدون رضائے مرہن کے معزول کرنا چاہا ☆

عادل کو یہ اختیار نہیں ہے کہ قرضہ ساقط ہونے سے پہلے مال مرہون راہن کو دے دے الا اس صورت میں کہ مرہن راضی ہو اور اگر اس نے مال مرہون کو راہن و مرہن دونوں میں سے کسی ایک کو بدون رضامندی دوسرے کے دے دیا تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ اس سے واپس کرا کر پھر عادل مذکور کے پاس رکھا جائے اور اگر واپس کرانے سے پہلے مال مرہون تلف ہو گیا تو عادل اس کی قیمت کا ضامن ہوگا پھر اگر عادل نے چاہا کہ اس کی قیمت کو اپنے پاس بطور رہن رہنے دے تو اس امر پر قادر نہ ہوگا اس واسطے کہ قیمت اس کے ذمہ قرضہ واجب ہوئی ہے سو اگر ہم اس قیمت کو رہن قرار دیں تو ایک ہی شخص قاضی و مقضیٰ علیہ ہوا جاتا ہے پھر اس کے بعد یا تو راہن و مرہن دونوں اتفاق کریں گے کہ اس قیمت کو عادل مذکور سے وصول کر کے دونوں اسی عادل کے پاس یا دوسرے عادل کے پاس رکھیں گے یا دونوں میں سے کوئی اس معاملہ کو قاضی کے سامنے پیش کرے گا تا کہ قاضی قیمت کو لے کر اسی عادل کے پاس یا دوسرے عادل کے پاس رکھے گا ایسا ہی شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے اور شمس الائمہ حلوانیؒ نے ذکر کیا کہ اگر عادل نے عدا مال مرہون

۱۔ ساقط اس وجہ سے کہ مرہن کا قبضہ ہی عادل کا قبضہ ہے کیونکہ دونوں اس پر راضی ہوتے ہیں ۲۔ ضامن اس وجہ سے کہ اس نے غصب و خیانت کی ۱۲۔

دونوں میں سے کسی ایک کو دیا ہو تو قیمت اس سے لے کر دوسرے عادل کے پاس رکھی جائے گی اور اگر اس نے دینے میں خطا کی ہو اور ایسا شخص ہو کہ جس سے ایسی خطا ہو سکتی ہو تو اس سے قیمت لے کر پھر اسی کے پاس رکھی جائے گی بشرطیکہ اس سے کوئی خیانت ثابت نہ ہوئی ہو اور اپنے حال پر عادل باقی رہا ہو یہ محیط میں ہے۔ پھر اگر قیمت مذکور عادل مذکور کے پاس رکھی گئی اور راہن نے قرضہ مرتہن ادا کر دیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر عادل نے ضمان قیمت اس وجہ سے دی ہے کہ اس نے مرہون کو راہن کے حوالہ کیا تھا تو قیمت مذکور عادل مذکور کے پاس مسلم دے دے دی جائے گی کہ وہ اپنی قیمت خود لے لے اور اگر عادل اس وجہ سے ضامن ہوا ہو کہ اس نے مرہون کو مرتہن کو دے دیا تھا تو راہن کو اختیار ہوگا کہ اس سے یہ قیمت لے لے پھر اس کے بعد آیا عادل اس مال ضمان کو مرتہن سے واپس لے سکتا ہے تو دیکھا جائے گا کہ اگر عادل نے یہ مال مرہون مرتہن کو بطور عاریت یا ودیعت دیا ہو اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر مرتہن نے خود تلف کر دیا ہو تو واپس لے سکتا ہے اس وجہ سے کہ عادل مذکور ادائے ضمان سے اس کا مالک ہو گیا اور یہ ظاہر ہوا کہ اس نے اپنا مملوک مال عاریت یا ودیعت دیا تھا پس اگر اس کے پاس خود تلف ہو گیا ہو تو ضامن نہ ہوگا اور اگر تلف کر دیا ہو تو ضامن ہوگا اور اگر عادل نے اس مرتہن کو بطور رہن دیا ہو یعنی مرتہن سے مثلاً کہا کہ یہ تیرا رہن ہے تو اس کو اپنے حق کے عوض لے اور اپنے قرضہ کے عوض رہنے دے تو ایسی صورت میں عادل اس مال ضمان کو مرتہن سے واپس لے گا خواہ وہ مرہون مرتہن کے پاس تلف ہو گیا ہو یا اس نے خود تلف کر دیا ہو کیونکہ عادل نے اس کو ایسی وجہ پر دیا تھا جس سے ضمان واجب ہوتی ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر دونوں کے مال مرہون ایک عادل کے قبضہ میں رکھا اور دونوں نے اس کو مرہون مذکور کی بیع کر دینے پر مختار کر دیا یا عادل مذکور کے سوائے دوسرے کو اس کی بیع کا مختار کر دیا یا راہن نے خود مرتہن کو اس کے فروخت کرنے کا مختار کر دیا تو یہ سب جائز ہے اور جس کو مختار کیا ہے اس کے معزول کرنے کا دونوں میں سے ایک خواہ راہن ہو یا مرتہن ہو اختیار نہیں رکھتا ہے اور جب اس نے فروخت کیا تو اس کا ثمن رہن رہے گا اور اگر مرتہن نے راہن کو اس کے فروخت کا مختار کیا تو بھی جائز ہے یہ خزائنہ الاکمل میں ہے اور اگر عادل نے مال مرہون کو اپنے فرزند یا زوجہ کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہیں ہے لیکن اگر راہن و مرتہن جائز کر دے تو جائز ہو جائے گا یہ امام اعظم کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر اس قدر خسارہ سے فروخت کیا ہو کہ جتنا خسارہ لوگ اپنے اندازہ کرنے میں برداشت کر جاتے ہیں تو جائز ہے اور اگر ایسی بیع کی راہن یا مرتہن فقط ایک نے اجازت دی تو جائز نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر راہن نے عادل اختیار دادہ شدہ کو بدون رضائے مرتہن کے معزول کرنا چاہا پس اگر بیع کرنے کا اختیار عقد رہن میں مشروط ہو تو بالاتفاق راہن کو معزول کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر عقد رہن میں مشروط نہ ہو تو بھی بعض مشائخ کے نزدیک یہی حکم ہے شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے اور ثمن الائمہ سرخسی نے ذکر فرمایا کہ ظاہر الرولیۃ کے موافق اس کو معزول کرنے کا اختیار ہے اور امام ابو یوسف کی روایت میں اختیار نہیں ہے یہ مضمورات میں ہے اور اگر راہن و مرتہن دونوں نے عادل کو مال مرہون کی بیع کے اختیار سے معزول کر کے دوسرے کو اس کی بیع پر قادر کر دیا کسی کو قادر نہ کیا تو عادل مذکور اس اختیار سے معزول ہو جائے گا بشرطیکہ عادل مذکور اس معزولی سے گاہ ہو جائے اور اگر آگاہ نہ ہو تو وہ اپنی وکالت و اختیار پر باقی رہے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اور عادل کو مال مرہون فروخت کرنے کا اختیار نہیں ہوتا ہے الا اس صورت میں کہ عقد رہن میں یہ امر مشروط ہو یا بعد تمام ہونے عقد رہن کے یہ اختیار دیا جائے پس جب وکالت اختیار کے موافق اس نے فروخت کیا تو ثمن اس کے پاس رہن ہوگا اور اگر یہ ثمن اس کے پاس تلف ہو گیا تو قرضہ ساقط ہو جائے گا جیسا کہ مرتہن کے پاس تلف ہونے سے ساقط ہوتا ہے اسی طرح اگر ثمن بانی وجہ تلف ہوا کہ مشتری پر ڈوب گیا یعنی وصول نہ ہو

سکا تو بھی یہ تباہی مرہن کے ذمہ ہوگی کیونکہ شمن قائم مقام عین تھا اور رہن جس وقت تمام ہو جائے اس کے بعد تباہی جس کے قبضہ میں ہو مرہن کے ذمہ قرار دی جاتی ہے اور اگر عادل نے بیع کرنے سے انکار کیا پس اگر بیع کرنا عقد رہن میں مشروط ہو تو عادل مذکور پر جبر کیا جائے گا اور اگر رہن پورا ہونے کے بعد یہ امر قرار دیا گیا ہو تو امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ جبر کیا جائے گا اور اسی کو بعض مشائخ نے اختیار کیا ہے کذا فی الوجیز الکردری اور یہی صحیح ہے کذا فی محیط السرخسی اور بعض نے فرمایا کہ جبر نہ کیا جائے گا اور اسی کو شیخ الاسلام خواہر زادہ نے اختیار کیا ہے اور جبر کی تفسیر یہ ہے کہ عادل چند روز قید کیا جائے پس اگر اس نے اصرار کیا یعنی نہ جانا تو راہن پر جبر کیا جائے کہ وہ بیع کر دے اور اگر اس نے انکار کیا تو قاضی خود فروخت کر دے گا اور بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ یہ صاحبین کا قول ہے بنا بریں کہ ان کے نزدیک قیاس ہے کہ جب مدیون اپنا مال فروخت کر کے قرضہ ادا کرنے سے انکار کرے تو حاکم فروخت کر دیتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ سب کا قول ہے اور یہی صحیح ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ پھر جب راہن بیع کے واسطے مجبور کیا گیا اور اس نے بیع کر دی تو یہ بیع اس جبر کی وجہ سے فاسد نہ ہوگی اس واسطے کہ جبر کرنا ادائے قرضہ پر واقع ہوا ہے کہ جس طریقہ سے چاہے قرضہ ادا کرے حتیٰ کہ اگر اس نے بغیر اس کے دوسرے طریقہ سے ادا کیا تو صحیح ہوگا اور یہ بیع تو اس کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے یہ تبیین میں ہے درمیانی عادل مرتد ہو گیا پھر اس نے رہن کو فروخت کیا پھر اپنی حالت روت میں قتل کیا گیا تو اس کی بیع جائز ہوگی اور اگر عادل مذکور مرتد ہو کر دارالحرب میں چلا گیا پھر مسلمان ہو کر واپس آیا تو وہ اپنی وکالت پر رہے گا اور بعض نے فرمایا یہ حکم اس وقت ہے کہ قاضی کی طرف سے اس کے دارالحرب میں جانے کا حکم جاری ہونے سے پہلے لوٹ آیا ہو اور اگر ایسا حکم ہونے کے بعد واپس آیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پھر وکیل نہ ہو جائے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک ہو جائے گا اور بعض نے فرمایا کہ بالاتفاق وکیل ہو جائے گا اور یہی اصح یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر راہن و مرہن دونوں مرتد ہو گئے اور دارالحرب میں جا ملے یا روت پر قتل کئے گئے پھر عادل نے مال مرہون کو فروخت کیا تو اس کی بیع جائز ہوگی یہ مبسوط میں ہے اور اگر راہن و مرہن دونوں یا ایک مر گیا تو عادل کو مال مرہون اپنے پاس مجبوس رکھنے و اس کے بیع کرنے کا اختیار باقی رہے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر راہن مر گیا تو عادل کو مال مرہون فروخت کر دینے کا اختیار باطل نہ ہوگا بشرطیکہ یہ اختیار عقد رہن میں مشروط ہو اور اگر مشروط نہ ہو تو بھی بعض مشائخ کے نزدیک یہی حکم ہے اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ جو عادل عقد رہن کے ساتھ بیع کا وکیل ہے اس کا حکم بیع مفرد کے وکیل سے چار باتوں میں اختلاف رکھتا ہے ایک یہ ہے کہ عادل اپنے بیٹے کے ہاتھ فروخت کر سکتا ہے دوسرے یہ کہ فروخت کرنے پر مجبور کیا جائے گا بالاتفاق یا باختلاف تیسرے یہ کہ راہن کے معزول کرنے سے معزول ہوگا باتفاق یا باختلاف چوتھے راہن کے مرنے سے معزول نہ ہوگا باتفاق یا باختلاف اور مفرد کے وکیل کے واسطے یہ احکام ثابت نہیں ہیں اور ان احکام کے سوائے باقی احکام میں عادل اور وکیل بیع مفرد دونوں یکساں ہیں یہ ذخیرہ میں ہے اور عادل کے مرجانے سے وکالت باطل ہو جاتی ہے خواہ عقد رہن میں وہ مشروط ہو یا عقد کے بعد ہو اور عادل کا وارث یا اس کا وصی اس کے قائم مقام نہ ہوگا یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر عادل کے سوائے دوسرا شخص مال مرہون فروخت کرنے پر قادر کیا گیا ہو اور وہ مر گیا تو وکالت باطل ہو جائے گی یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اور وکیل کو اختیار ہوگا کہ راہن کے مرنے کے بعد بدون حاضری اس کے وارثوں کے مال مرہون فروخت کرے جیسا کہ راہن کی زندگی میں بدون حاضری راہن کے فروخت کر سکتا تھا یہ کافی میں ہے۔ جو عادل کہ مال مرہون کے

۱۔ سب کا یعنی امام ابو حنیفہؒ و صاحبین سب و متفق ہیں کہ جب عادل کو مسلط کیا ہو تو حق مرہن کی وجہ سے باختلاف وہ فروخت کر سکتا ہے اور قاضی شرعاً مسلط ہے ۱۲۴۱

فروخت پر مختار کیا گیا ہے اگر اس نے بعض مرہون کو فروخت کیا تو باقی کارہن باطل ہو جائے گا یہ سراجیہ میں ہے۔ اور اگر عادل نے مرہون فروخت کرنے کے واسطے اپنی طرف سے وکیل کر دیا پس اگر اس نے عادل کے سامنے فروخت کیا تو جائز ہے اور اگر اس کے پیٹھے پیچھے فروخت کیا تو جائز نہیں ہے الا اس صورت میں کہ وہ بیع کی اجازت دے دے اور اگر عادل نے مقدار ثمن مقرر کر دی ہو اور وکیل نے اسی قدر داموں کو فروخت کیا تو جائز ہے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے اور اگر عادل دو آدمی ہوں اور دونوں مرہون فروخت کرنے کے مجاز کئے گئے ہوں پھر دونوں میں سے ایک نے اس کو فروخت کیا تو جائز نہیں ہے اس واسطے کہ بیع میں رائے کی حاجت ہے اور ایک کی رائے مثل دو کی رائے کے نہیں ہوتی ہے پھر اگر دوسرے نے بھی اس بیع کی اجازت دے دی تو جائز ہو جائے گی اسی طرح اگر راہن و مرہن نے اس بیع کی اجازت دے دی تو بھی جائز ہو جائے گی چنانچہ اگر کسی فضولی نے مال مرہون فروخت کیا اور راہن و مرہن نے اجازت دے دی تو جائز ہو جاتی ہے اور اگر فقط راہن یا فقط مرہن نے اجازت دے دی تو بیع جائز نہ ہوگی اسی طرح اگر کسی اجنبی نے فروخت کیا اور دونوں میں سے فقط ایک نے اجازت دے دی تو بیع جائز نہ ہوگی اور اگر دونوں نے اس بیع کی اجازت دی مگر عادل نے انکار کیا تو بیع جائز ہو جائے گی اس واسطے کہ حق انہیں دونوں کا ہے یہ مبسوط میں ہے۔

مسلط العدل علی البیع کے معنی ☆

ایک شخص نے میعاد قرضہ کے عوض کچھ مال عین رہن دیا اور دونوں نے ایک عادل کو مختار کیا کہ میعاد آ جانے پر اس کو فروخت کر لے پھر عادل نے مرہون پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ میعاد آگئی تو رہن باطل ہے اور بیع کے واسطے وکالت^(۱) باقی رہے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا دار رہن لیا اور راہن نے ایک ایک شخص کو اس کو فروخت کرنے اور اس کا ثمن مرہن کو دینے پر قادر کر دیا مگر مرہن نے اس دار پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ ادائے قرضہ کی میعاد آگئی تو وہ رہن نہ ہوگا اور عادل نے اگر اس دار کو فروخت کیا تو بیع بوجہ وکالت کے جائز ہوگی نہ بوجہ راہن کے اور یہی حکم حصہ دار و خادم میں ہے اور جب عادل نے اس کو فروخت کیا تو اس کا ثمن راہن کو دے گا نہ مرہن کو اور اگر عادل نے مرہن کو دیا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر راہن نے اس کو بیع سے منع کر دیا تو پھر اس کے بیع جائز نہ ہوگی اسی طرح اگر راہن مر گیا تو اس کے مرنے کے بعد عادل کو اس کے فروخت کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور مرہن اس مال مرہون کے حق میں مثل اور قرض خواہوں کے ہوگا اور اگر غلام مرہون کو کسی غلام نے قتل کیا اور قتل کے جرم میں قاتل مذکور دے دیا گیا یا اس کی آنکھ پھوڑ دی اور اس جرم میں غلام مجرم دے دیا گیا تو عادل اس غلام^(۲) مدفوع کی بیع کا بھی مختار ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر عادل مرہون کی بیع کا مطلقاً مختار کیا گیا تو اس کو اختیار ہے کہ درم و دینار وغیرہ جس جنس کے عوض چاہے فروخت کرے اور جس قدر کے عوض چاہے خواہ اس کی قیمت کے مساوی ہو یا ایسا کم ہو کہ لوگ اندازہ کرنے میں اتنا خسارہ اٹھا جاتے ہیں فروخت کرے اور چاہے نقد یا ادھار فروخت کرے یا امام اعظم کے نزدیک ہے اور اگر ایسے مال کے عوض جس کے واسطے بیع مسلم ہوئی ہے یعنی مسلم فیہ کے عوض رہن دیا اور اس کو مرہون کی بیع کے واسطے مختار کر دیا کہ میعاد^(۳) آنے پر فروخت کرے تو امام اعظم کے نزدیک اس کو اختیار ہوگا چاہے مسلم فیہ کی جنس کے عوض^(۴) یا دوسری جنس کے عوض فروخت کرے اور امام ابو یوسف و امام محمد کے

تنبیہ مترجم کہتا ہے کہ مسلط العدل علی البیع میں ایک معنی جبر کے ہیں اگر وہ بیع سے منکر ہو اور مترجم نے اسی رعایت سے خود مختار کے معنی لئے کہ عرف میں یہ معنی نکلتے ہیں ۱۲ منہ ۱۔ مطلقاً یعنی جس مال کے عوض چاہے فروخت کرے لیکن لفظ میں اس کے ساتھ کوئی قید نہ تھی تو یہ مطلق ہے اور اگر قید ہو کہ اشرفیوں کے عوض فروخت کرے تو معتبر ہے ۱۲ (۱) اس وکیل کا حکم وکیل رہن کا نہ ہوگا بلکہ بیع مفرد کر کے وکیل کے بغل ہوگا واللہ اعلم ۱۲ منہ (۲) یعنی جو غلام مجرم لایا گیا ہے ۱۲ (۳) یعنی مسلم فیہ ادا کرنے کی میعاد ۱۲ (۴) یہ اختلاف اوپر کے مسئلہ کی بناء پر ہے ۱۲

نزدیک اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ مطلقاً بیع کی صورت میں ایسے خسارہ سے فروخت کرے جتنا خسارہ اندازہ کرنے میں لوگ برداشت کر جاتے ہیں اور نہ ادھار فروخت کر سکتا ہے اور نہ سوائے درم و دینار کے دوسری جنس کے عوض فروخت کر سکتا ہے لیکن صاحبین نے بیع سلم کی صورت میں جنس مسلم فیہ کے عوض بیچنا جائز رکھا ہے۔ اور اگر راہن نے اس کو ادھار بیچنے سے منع کیا پس اگر راہن کے وقت منع کیا ہو تو اس کو ادھار بیچنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر عقد راہن کے بعد منع کیا ہو تو منع کرنا صحیح نہ ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر عادل نے ادھار بیچا تو اصل میں فرمایا کہ جائز ہے اور اس میں کوئی تفصیل اور کچھ اختلاف ذکر نہیں کیا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم ایسی صورت میں ہے کہ اس نے اتنی مدت کے ادھار پر فروخت کیا جو لوگوں میں معہود ہے اور اگر غیر معہود میعاد پر مثلاً دس برس کے ادھار پر یا اس کے مثل کسی مدت کے ادھار پر فروخت کیا تو صاحبین کے نزدیک جائز نہ ہونا چاہئے اور قاضی امام ابوعلی نسفی نے فرمایا کہ اگر راہن کی طرف سے کوئی ایسا امر مقدم ہو چکا ہو جو اس امر پر دلالت کرتا ہو کہ نقد فروخت کرے مثلاً راہن نے اس سے کہا ہو کہ مرتہن مجھے تنگ کرتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے پس تو اس کو فروخت کر دے تاکہ میں اس سے نجات پاؤں پھر عادل نے اس کو ادھار فروخت کیا تو یہ جائز نہیں ہے بمنزلہ ایسی صورت کے کہ کہا کہ میرا غلام فروخت کر دے کہ مجھے نفقہ کی ضرورت ہے اور اگر مال مرہون مرتہن کے قبضہ میں ہو اور درمیانی کوئی عادل نہ ہو اور راہن نے مرتہن کو اس کو فروخت کر کے اپنا قرضہ وصول کر لینے کا اختیار دے دیا پس اس نے ادھار فروخت کیا تو بیع جائز ہے چاہے نقد فروخت کرے یا ادھار یہ محیط میں ہے۔ اگر عقد راہن میں مال مرہون کسی عادل کے پاس رکھا گیا ہو اور عادل کو اختیار دیا گیا ہو کہ اس کو فروخت کر کے اس کے ثمن سے قرضہ ادا کر دے پس عادل نے اس کو بعض درموں کے فروخت کیا حالانکہ قرضہ دینار تھا یا اس کے برعکس یعنی قرضہ درم تھا اور عادل نے دیناروں کے عوض اس کو فروخت کیا تو عادل کو اختیار ہوگا کہ ثمن سے جنس قرضہ بطور بیع صرف کے بدل کر لے اسی طرح اگر اس نے درموں کے عوض فروخت کیا اور قرضہ گےہوں میں تو اس کو اختیار ہوگا کہ درموں کے عوض گےہوں خرید کر کے قرضہ ادا کر دے یہ ظہیر یہ میں ہے۔

اگر عادل نے مرہون کو فروخت کیا اور کہا کہ میں نے (نوے) درم کو فروخت کیا ہے اور قرضہ سو درم ہے پھر مرتہن نے اس کا اقرار کیا تو راہن سے دریافت کیا جائے گا اگر اس نے اقرار کیا کہ عادل نے فروخت کیا ہے مگر نوے سے زیادہ درموں کے عوض فروخت کرنے کا دعویٰ کیا تو مقدار ثمن میں عادل و مرتہن کا قول قبول ہوگا اور راہن مدعی کے گواہ اور اگر راہن نے بیع کا اقرار نہ کیا اور کہا کہ مال مرہون عادل کے پاس تلف ہو گیا ہے پس اگر اس کی تہمت قرضہ کی مقدار کے برابر ہو تو قول راہن کا قبول ہوگا اور اگر راہن نے بیع کا اقرار کیا مگر کہا کہ عادل نے اس کو سو درم کے عوض بیچا ہے اور عادل نے کہا کہ میں نے نوے درم کو بیچا ہے اور مرتہن نے کہا کہ تو نے اس کو اسی درم کو بیچا ہے حالانکہ بائع و مشتری کا باہمی قبضہ ہو چکا ہے تو مرتہن کا قول قبول ہوگا اور وہ راہن سے بیس درم لے لے گا اور گواہوں میں سے گواہ راہن کے قبول ہوں گے اور اگر عادل نے اس امر کے گواہ دیئے کہ میں نے مرہون بعض نوے درم کے فروخت کر کے ثمن مرتہن کو دے دیا ہے اور راہن نے کہا کہ تو نے اس کو فروخت نہیں کیا ہے اور گواہ دیئے کہ عادل نے اس کو فروخت نہیں کیا ہے اور وہ عادل کے پاس فروخت کرنے سے پہلے تلف ہو گیا ہے تو اس امر پر راہن کے گواہ مقبول نہ ہوں گے یہ مبسوط میں ہے اور اگر عادل اس شرط سے مرہون کی بیع پر مختار کیا گیا ہو کہ جب فلاں وقت آئے تو عادل اس کو بیع کرے پھر مرتہن نے دعویٰ کیا کہ میعاد ماہ رمضان تک تھی اور اب رمضان آ گیا ہے اور راہن نے کہا کہ میعاد کا مہینہ ماہ شوال تھا تو عادل کو بیع کا اختیار دینے کے وقت کے باب میں راہن کا قول قبول ہوگا اور ادائے قرضہ کی میعاد آنے کے باب میں مرتہن کا قول قبول ہوگا اس واسطے کہ میعاد ادائے قرضہ مرتہن کی طرف سے مقرر ہوئی ہے پس اس کے باب میں مرتہن کا قول قبول ہوگا اور مرہون فروخت کرنے کے اختیار کا

وقت عادل کو راہن کی طرف سے تھا پس اس کے وقت کے باب میں راہن کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ میعاد ایک مہینہ (۱) ہے اور اس کے گزرنے میں اختلاف کیا تو راہن کا قول قبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر راہن غالب ہو گیا اور مال مرہون ایک عادل کے پاس ہے اور مرہن نے اس سے کہا کہ مجھے راہن نے اس کے فروخت کرنے کا حکم دیا تھا اور عادل نے کہا کہ مجھے اس کی بیع کا حکم نہیں دیا ہے۔ تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ میں اس دعویٰ پر مرہن کے گواہ قبول نہ کروں گا یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اور اگر راہن یا مرہن کی عقل جاتی رہی اور اچھے ہونے سے مایوسی ہو گئی تو عادل اپنی وکالت (۲) پر باقی رہے گا یہ مبسوط میں ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ اگر عادل کو ایسا جنون ہو گیا کہ اس کے افاقہ کی امید نہ رہی تو اس کا فروخت کرنا صحیح نہ ہوگا خواہ وہ خرید فروخت کی سمجھ رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو اور چاہئے یہ تھا کہ اگر وہ خرید و فروخت کی سمجھ رکھتا ہو تو اس کی بیع صحیح ہو اس واسطے کہ اگر راہن اس کو ایسی حالت میں بیع کے واسطے وکیل کرتا اور وہ بیع کرتا تو بیع جائز ہوتی لیکن اس پر بیع کا عہدہ لازم نہ آتا یہ حکم کتاب الوکالت میں صریح بیان فرمایا ہے پس بعض مشائخ نے فرمایا کہ جو حکم کتاب الوکالت میں مذکور ہے اس پر قیاس کر کے ایسی حالت میں عادل کی بیع بھی صحیح ہونی چاہئے اور اسی طرف شمس الائمہ حلوائی نے میل کیا ہے اور بعض مشائخ نے فرق کیا ہے اور اسی طرف شیخ الاسلام نے میل کیا ہے کذا فی الذخیرہ اور یہی اصح ہے اس واسطے کہ جب اس نے عادل کو صحیح العقل ہونے کی حالت میں وکیل کیا تو اس کی رائے کامل ہی کے ساتھ بیع کرنے پر راضی ہوا ہے اور ایسی رائے کامل اس کے مجنون ہونے کی وجہ سے معدوم ہو گئی ہے اور جب اس نے حالت جنون ہی میں اس کو وکیل کیا ہے تو اس کی ایسی ہی رائے پر راضی ہوا ہے پس جب اس نے بیع کی تو اس کے حکم کا فرمانبردار (۳) ہو یا یہ مبسوط میں ہے اور ائمہ میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر عادل درمیانی مر گیا حالانکہ وہ بیع مرہون کا وکیل تھا اور اس نے کسی کو اس کی بیع کے واسطے وصیت کر دی تو وصی کی بیع جائز نہ ہوگی الا اس صورت میں کہ اس نے اس سے اصل وکالت میں یوں کہا ہو کہ میں نے تجھے بیع مرہون کا وکیل کیا اور تجھے اجازت دے دی کہ جو فعل تو چاہے اس کی بابت کرے تو ایسی صورت میں وصی کی بیع جائز ہوگی مگر اس کے وصی کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ کسی تیسرے شخص کو اس کے فروخت کے واسطے وصی کرے اور حسنؒ نے امام اعظمؒ سے روایت کی ہے کہ عادل کا وصی بیع کے حق میں اس کا قائم مقام (۴) ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر عادل کے وارث نے مرہون کا بیع کرنا چاہا تو بیع جائز نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔

اگر راہن و مرہن نے اس امر پر اتفاق کیا کہ مال مرہون دوسرے عادل کے پاس رکھا جائے یا مرہن کے قبضہ میں رکھا جائے حالانکہ عادل مر گیا ہے تو یہ جائز ہے اس واسطے کہ حق انہیں دونوں کا ہے اور اگر دونوں نے اختلاف کیا تو قاضی کو اختیار ہوگا چاہے دوسرے عادل کے پاس یا مرہن کے پاس رکھ دے اور اگر قاضی کو معلوم ہو گیا کہ جو شخص مرہن ہے وہ عدالت میں مثل عادل کے ہے تو اس کے قبضہ میں دے دے گا اگر چہ راہن اس کو مکروہ جانے اور اگر قاضی نے چاہا کہ مال مرہون کو راہن کے قبضہ میں رکھے تو بعض روایات میں ہے کہ قاضی کو ایسا اختیار ہے اور بعض میں ہے کہ نہیں یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر عادل اول مر گیا اور مال مرہون دوسرے عادل کے پاس خواہ برضا مندی راہن و مرہن رکھا گیا یا دونوں نے اختلاف کیا اور قاضی نے دوسرے عادل کے پاس رکھ دیا تو دوسرے عادل کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس کو فروخت کرے اگر چہ عادل اول کو یہ اختیار دیا گیا ہو یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اور اگر درمیانی عادل دو شخص ہوں اور مال مرہون ایسی چیز ہو کہ قابل تقسیم نہیں ہے اور دونوں نے اس کو ایک کے پاس رکھا تو جائز ہے اور

۱۔ فرق کیا یعنی بیع کی وکالت میں جواز ہے اور راہن کی وکالت میں نہیں جائز ہے اور دونوں میں فرق ہے ۱۲ (۱) یعنی کسی مہینہ پر اتفاق نہیں ہوا ۱۲

(۲) یعنی مرہون کو بیع کرنا تو ہے ۱۲ (۳) پس بیع جائز ہوتی ۱۲ (۴) یعنی چاہے راہن نے وصی کو اجازت مذکور دی ہو یا نہ دی ہو ۱۲

دونوں ضامن نہ ہوں گے اور اگر وہ قابل قیمت ہو تو قبضہ میں رکھنے والا بالاجماع ضامن نہ ہوگا اور دوسرے کے قبضہ میں دینے والا امام اعظمؒ کے نزدیک ضامن ہوگا اور صاحبینؒ نے اس میں اختلاف کیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور مال مرہون کو ساتھ لے کر سفر کرنے کا اختیار نہ ہوگا درحالیکہ راستہ خوفناک ہو اور اگر راستہ بے خوف ہو پس اگر یہ قید پائی جائے کہ مرہون شہر ہی میں رہے تو اس کو ساتھ لے کر سفر کا اختیار نہ ہوگا اور اگر شہر ہی میں رکھنے کی قید نہ پائی جائے تو اس کو لے کر سفر کر سکتا ہے اور غیر روایت اصول^(۱) میں مذکور ہے کہ امام اعظمؒ کے قول کے موافق جب راستہ بے خوف ہو تو ہر صورت میں اس کو لے کر سفر کر سکتا ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر مال مرہون ایسی چیز ہو جس کی بار برداری و خرچہ نہیں ہے تو لے کر سفر کر سکتا ہے اور امام محمدؒ کے قول کے موافق اگر ایسا سفر ہو جس میں اس کو ساتھ نہ لے جانے کی کوئی راہ نکل سکتی ہو تو ہر حال میں ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور عادل نے مال مرہون (مثلاً غلام) فروخت کیا اور اس کا ثمن مرہن کو ادا کر دیا پھر اس غلام میں کوئی عیب پایا گیا تو اس میں خصمؒ یہی عادل ہوگا پس اگر گواہوں کی گواہی کے ساتھ وہ غلام اس عادل کو واپس دیا گیا تو وہ اس کے ثمن کا ضامن ہوگا اس واسطے کہ وہی ثمن کا قابض ہے پھر اس کو مرہن سے واپس لے گا اور مال مرہون بدستور سابق رہن رہے گا کہ عادل اس کو فروخت کر سکے گا اور اگر عیب مذکور پر گواہ قائم نہ ہوئے مگر عادل نے اس کا اقرار کر لیا حالانکہ وہ عیب ایسا تھا کہ اس کے مثل پیدا نہیں ہو سکتا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ایسا عیب ہو کہ اس کے مثل پیدا ہو سکتا ہو اور عادل نے عیب مذکور کا اقرار نہ کیا لیکن قسم کھانے سے انکار کیا پس قاضی نے بسبب انکار کے اس کو واپس دیا تو ہمارے نزدیک یہ بھی مثل صورت اول کے ہے اور اگر اس نے عیب کا اقرار کیا تو یہ غلام خاص کر اسی کے ذمہ پڑے گا اور اگر مشتری نے اس سے اقالہ کر لیا یا بدون قضاء قاضی کے بسبب عیب کے خواہ وہ عیب ایسا ہو کہ مثل اس کے پیدا نہ ہو سکتا ہو یا ہو سکتا ہو عادل مذکور کو واپس کر دیا تو خاص کر اس عادل کے ذمہ لازم ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

☆ اگر عادل نے مرہون فروخت کیا پھر ثمن وصول کرنے سے پہلے اس کو مشتری کو ہبہ کر دیا

اگر عادل نے مال مرہون فروخت کیا اور اس کا ثمن مرہن کو دے دیا پھر وہ غلام استحقاق میں لے لیا گیا یا بسبب عیب کے بحکم قاضی اس کو واپس دیا گیا تو مشتری اپنا ثمن اس عادل سے واپس لے گا پھر عادل کو اختیار ہے چاہے مرہن سے واپس لے اور مرہن کا قرضہ بدستور سابق راہن پر عود کرے گا یا چاہے تو راہن سے واپس لے اور اگر عادل نے مرہون کو فروخت کر کے اس کا ثمن مرہن کو نہ دیا یہاں تک کہ غلام استحقاق میں لیا گیا یا بحکم قاضی بسبب عیب کے اس کو واپس دیا گیا تو عادل اس کا ثمن مرہن سے نہیں لے سکتا ہے یہ اس وقت ہے کہ بیع کا اختیار دینا عقد رہن میں مشروط ہو اور اگر بیع پر مختار کرنا عقد رہن کے بعد ہوا ہو تو مشائخ نے فرمایا کہ عادل ایسی صورت میں وکیل راہن ہوگا اور عہدہ بیع سے جو امر اس کے ذمہ لاحق ہو اس کو راہن سے واپس لے گا خواہ اس نے ثمن مرہون مرہن کو دے دیا ہو یا نہ دیا ہو۔ اور اگر صورت اولیٰ^(۲) میں عادل نے کہا کہ میں نے فروخت کر کے ثمن وصول کر کے مرہن کو دے دیا ہے اور مرہن نے اس سے انکار کیا تو عادل کا قول قبول ہوگا اور مرہن کا قرضہ باطل^(۳) ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر عادل نے مرہون فروخت کیا پھر ثمن وصول کرنے سے پہلے اس کو مشتری کو ہبہ کر دیا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک یہ جائز ہے اور عادل اس قدر ثمن کا ضامن ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے یہ بمنزلہ وکیل بیع کے ہے کہ جب اس نے مشتری کو ثمن سے بری کر دیا اور اگر عادل نے کہا کہ میں نے ثمن وصول کیا تھا وہ میرے پاس تلف ہو گیا ہے تو اس کے قول کی تصدیق کی

(۱) یعنی اگر ساتھ لے لیا تو ضامن ہے پس اگر بیع رہا تو ضمان ساقط ہوئی اور اگر تلف ہوا تو تاوان دے ۱۲ یعنی مطالبہ اسکا سے ہوگا ۱۲

(۲) یعنی اصول روایت کے سوائے نو اور وغیرہ میں مذکور ہے ۱۲ (۳) کہ جب بیع کا اختیار عقد رہن میں مشروط ہو (۳) صورت ثانیہ میں ایسا نہیں ہے ۱۲

جائے گی اور یہ مرہن کا مال گیا اور اگر اس نے کہا کہ میں نے ثمن مرہن کو دے دیا ہے تو قسم سے اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی اور ہم یہ نہیں کہتے ہیں کہ عادل مذکور کے اقرار سے مرہن کو ثمن وصول ہونا ثابت ہو جاتا ہے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ مرہن کا حق ساقط ہو جائے گا اور اگر ثمن پر قبضہ کر لیا پھر کل یا بعض مشتری کو ہبہ کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر کہا کہ میں نے ثمن میں سے اس قدر تیرے ذمہ سے گھٹا دیا تو یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے پس اس پر واجب ہوگا کہ اسی قدر مشتری کو اپنے مال سے تاوان دے اور جو کچھ وصول کیا تھا وہ سب مرہن کو مسلم دیا ہوا رہے گا اور یہ صورت بخلاف اس صورت کے ہے کہ جب اس نے وصول کئے ہوئے ثمن کو ہبہ (۱) کیا ہو۔ اور اگر عادل نے مرہون کو فروخت کر کے اس کے ثمن پر قبضہ کر لیا اور ثمن مقبوضہ اس کے پاس تلف ہو گیا پھر بیع اس کے پاس بسبب عیب کے واپس کر دی گئی اور اس کے پاس مرگئی یا استحقاق میں لے لی گئی یا اس کے پاس باقی رہی اور عادل مذکور سے ثمن کا مواخذہ کیا گیا یہاں تک کہ اس نے ادا کر دیا تو ان سب صورتوں میں اس کو اختیار ہوگا کہ راہن سے واپس لے اور اس کو مرہن سے واپس لینے کا اختیار نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر مرہون کا نرخ گھٹ گیا پھر عادل نے اس کو فروخت کیا تو ثمن کا اعتبار ہے اور جس قدر نرخ کے کم ہونے سے مقدار میں کمی آئی ہے اس قدر قرضہ میں سے ساقط نہ ہوگا بخلاف اس کے اگر نرخ گھٹنے کے بعد مرہون تلف ہو گیا تو روز راہن کی قیمت کا اعتبار ہوگا اور جب راہن نے کہا کہ مرہون نرخ گھٹنے کے بعد بیع سے پہلے تلف ہو گیا ہے تو اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی اور مرہن یا عادل کے گواہ کہ بیع کے بعد تلف ہوا ہے مقبول ہو گے اور اگر نرخ گھٹنے کے بعد راہن نے اس کو قتل کر ڈالا تو اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور جس قدر نرخ کی گھٹی سے کمی آئی ہے اس قدر قرضہ میں سے ساقط ہو جائے گا اور اگر عادل نے اس کو دو ہزار کو فروخت کیا اور اس کی قیمت ایک ہزار ہے اور قرضہ بھی ایک ہزار ہے پھر ایک ہزار پانچ سو درم تلف ہو گئے تو نصف قرضہ ساقط ہو جائے گا اور اگر راہن کرنے کے روز اس کی قیمت دو ہزار درم ہوں اور تین ہزار دو کو فروخت ہوا پھر دو ہزار دو تلف ہو گئے تو باقی راہن و مرہن کے درمیان نصف تقسیم ہوں گے یہ تا تا خانہ میں غیاثیہ سے منقول ہے اور اگر عادل نے مرہون کسی اجنبی کو بلا ضرورت و بیعت دیا تو وہ ضامن ہوگا اور اس طرح اگر مرہن قابض نے ایسا کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔

عادل کو اختیار ہے کہ مرہون ایسے شخص کو دیدے جو اس کے عیال میں ہے جیسے جو رو و خادم و فرزند و اس کے نوکر جو اس کے مال میں متصرف ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور مرہن کو اختیار ہے کہ راہن سے اپنے قرضہ کا مطالبہ کریں اور قرضہ کے واسطے مرہون کو روک رکھے پس اگر حاکم سے نالش کی تو حاکم راہن پر قرضہ دے دینا واجب کرے گا پھر اگر اس نے انکار تو اس کو قرضہ کے واسطے قید کرے گا اور اگر مال مرہون مرہن کے پاس ہو تو اس پر یہ واجب نہیں ہے کہ راہن کو اس کے فروخت کرنے کا اختیار دے دے تاکہ اس کے ثمن سے قرضہ ادا کرے اور اگر راہن نے اس کا بعض قرضہ ادا کر دیا تو مرہن کو اختیار ہے کہ پورا مال مرہون باقی قرضہ کے واسطے روک رکھے پھر جب راہن نے اس کا قرضہ ادا کر دیا تو اس کو حکم دیا جائے گا کہ راہن کا مال مرہون راہن کو دے دے یہ مراج الوہاج میں ہے ایک شخص نے قرضہ کے عوض ایک باندی راہن کی اور ایک عادل کے قبضہ میں دی اور حکم کیا کہ اس کو فروخت کرے پس عادل نے اس کو فروخت کر کے اس کے ثمن سے مرہن کا قرضہ دے دیا پھر وہ باندی مرہونہ استحقاق میں لے لی گئی تو اس میں دو صورتیں ہیں یا تو وہ باندی مرہونہ زندہ موجود ہوگی یا تلف ہوگئی ہو پس اگر وہ موجود ہو اور مستحق نے مشتری سے اس کو لے لیا ہو تو

یعنی راہن و مرہن یا عادل میں اختلاف ہو راہن نے قبل بیع کے تلف کا دعویٰ کیا اور مرہن یا عادل نے بعد بیع کے تلف ہونے کا دعویٰ کیا تو قول راہن کا اگر گواہ مرہن و عادل کے قبول ہوں گے ۱۲ ضرورت سے یہاں حاجت مراد نہیں ہے بلکہ ایسی تنگی پیش آئی کہ چار اس نے دوسرے کی حفاظت میں دی جیسے کتاب الوودیقہ میں مفصل مذکور ہے مثلاً ۱۲ منہ (۱) یعنی یہ نہیں جائز ہے ۱۲

مشتري کا ثمن عادل پر ہوگا پھر عادل کو اختیار ہوگا چاہے راہن سے اس کی قیمت لے یا مرہن سے اس قدر ثمن جو اس نے مرہن کو دیا ہے واپس لے پھر اگر اس نے مرہن سے ثمن لے لیا تو مرہن اپنا قرضہ راہن سے لے گا اور اگر مال مرہون تلف ہو گیا ہو تو صاحب استحقاق کو اختیار ہوگا چاہے راہن سے ضمان لے یا مشتری سے تاوان لے یا عادل سے تاوان لے اور اس کو مرہن سے مواخذہ کرنے کا اختیار نہیں ہے الا اس صورت میں کہ مرہن نے بیع کی اجازت دے کر ثمن لیا ہو تو ایسی صورت میں اس کو مرہن سے تاوان لینے کا بھی اختیار ہوگا پس اگر اس نے راہن سے ضمان لینا اختیار کیا تو رہن تمام ہو گیا اور اگر اس نے مشتری سے تاوان لیا تو بیع باطل ہو جائے گی اور مشتری اپنا ثمن عادل سے واپس لے گا اور اگر اس نے عادل سے تاوان لیا ہے تو عادل کو اختیار ہوگا چاہے راہن سے تاوان لے یا مرہن سے وہ ثمن جو اس نے مرہن کو دیا ہے واپس کرے یہ تا تا خانہ میں ہے اور فرمایا کہ اگر عادل درمیانی غلام مجبور ہو پس اگر راہن و مرہن نے مال مرہون اس کے پاس اس کے مولیٰ کی اجازت سے رکھا تو جائز ہے اور اگر بدون اس کے مولیٰ کی اجازت کے اس کے پاس رکھا تو بھی جائز ہے لیکن اس صورت میں بیع کا عہدہ اس کے ذمہ نہ ہوگا اس واسطے کہ اس سے مولیٰ کو ضرر پہنچے گا کہ اس کی مالیت اس میں ڈوب جائے گی بلکہ عہدہ بیع اسی شخص پر ہوگا جس نے اس کو بیع کا مختار کیا ہے اسی طرح اگر آزاد لڑکے کو جو عقد کو سمجھتا ہے عادل قرار دیا تو اس کا اور غلام مجبور کا حکم یکساں ہے پس اگر طفل مذکور کے باپ نے اس کو اجازت دے دی ہو تو اس کو بیع کا عہدہ اس پر ہوگا اور عہدہ سے جو تاوان اس پر لازم آئے گا اس کو بیع پر مختار کرنے والے سے واپس لے گا اور اگر اس کے باپ نے اجازت نہ دی ہو اور مشتری کے پاس بیع استحقاق میں لے لی گئی تو مشتری اپنا ثمن مرہن سے واپس لے گا جس نے مال پر قبضہ کیا ہے اس واسطے کہ جب ثمن اسی کو دیا گیا تو اس عقد سے انہی کو انتفاع حاصل ہوا ہے اور جب مشتری نے اُس سے واپس لیا تو وہ اپنے قرضہ کا مال راہن سے واپس لے گا اور چاہے تو مشتری راہن سے اپنا ثمن واپس لے اس واسطے کہ بائع اسی کی طرف سے مامور تھا اور اس کا بیع کرنا اور ثمن وصول کرنا اسی کے واسطے ہوا تھا یہ مبسوط میں ہے۔ رہا اس امر کا بیان کہ کون شخص رہن میں عادل^(۱) ہونے کے لائق ہوتا ہے اور کون نہیں ہوتا ہے تو واضح ہو کہ اگر غلام ماذون نے رہن دیا تو اس کا مولیٰ عادل ہونے کے لائق نہ ہوگا حتیٰ کہ اگر غلام ماذون نے کچھ مال رہن کیا بدین شرط کہ یہ مال مرہون اس کے مولیٰ کے قبضہ میں رکھا جائے تو رہن جائز نہ ہوگا خواہ اس غلام پر قرضہ ہو یا نہ ہو اور اگر مولیٰ نے کچھ مال رہن کیا تو اس کا غلام درمیانی عادل ہو سکتا ہے حتیٰ کہ اگر کسی شخص نے کچھ مال رہن کیا بدین شرط کہ مال مرہون اس کے غلام ماذون کے قبضہ میں رکھا جائے تو رہن صحیح ہے اور اگر کسی شخص کے مکاتب نے مال رہن دیا تو اس کا مولیٰ عادل ہو سکتا ہے اور مکاتب بھی اپنے مولیٰ کے رہن کرنے میں عادل ہو سکتا ہے اور اگر کفیل نے کچھ مال رہن کیا تو اس کا مکفول عادل نہیں ہو سکتا ہے اور اسی طرح مکفول عنہ کے رہن کرنے میں کفیل عادل نہیں ہو سکتا ہے اور جن دونوں میں شرکت مفاوضہ ہے ان میں سے کوئی دوسرے کے رہن میں جو قرضہ تجارت کے عوض ہے عادل نہیں ہو سکتا ہے اسی طرح جن دونوں میں شرکت عنان ہو ان میں سے کوئی دوسرے کے رہن میں جو بعوض قرضہ تجارت ہو عادل نہیں ہو سکتا ہے اور اگر رہن قرضہ تجارت کے سوائے دوسرے قرضہ کے عوض ہو تو دونوں قسم کے شریکوں میں ہر ایک عادل ہو سکتا ہے اس واسطے کہ سواری قرضہ تجارت کے دوسرے قرضہ میں ہر ایک دوسرے کے حق میں اجنبی ہے پس اس کا قبضہ مثل اس کے شریک کے قبضہ کے نہ ہوگا۔ اور مضارب کے رہن کرنے میں رب المال اور رب المال کے رہن میں مضارب عادل نہیں ہو سکتا ہے اور اگر باپ نے اپنے فرزند نابالغ کے واسطے کوئی چیز خریدی اور ثمن کے عوض رہن دیا تو باپ عادل

۱۔ یعنی یہ غلام پکڑ کر بیچا جائے گا ۱۳ منہ (۲) یعنی دین کفالت کے عوض ۱۲ منہ

(۱) اقول یعنی جو شخص فی الواقع ازراہ تقویٰ و طہارت وغیرہ عادل ہو لیکن بسبب مالکیت و ملکیت وغیرہ کے عادل بنایا نہ جائے ۱۲ منہ

نہیں ہو سکتا ہے پس اگر باپ نے اپنے نابالغ کے واسطے کوئی چیز خریدی اور ثمن کے عوض کوئی چیز اس شرط سے رہن دی کہ وہ میرے پاس رکھی جائے تو خرید جائز ہے اور رہن باطل ہے اور رہن کے واسطے راہن خود عادل ہو سکتا ہے یا یہ نہیں سوا اگر مرہن نے اس کے پاس سے مرہون اپنے قبضہ میں نہ لیا ہو تو صحیح نہیں ہے حتیٰ کہ اگر عقد رہن میں یہ شرط لگائی ہو کہ راہن کے قبضہ میں رہے تو عقد فاسد ہوگا اور اگر مرہن نے مرہون پر قبضہ کر لیا پھر اس کو راہن کے قبضہ میں رکھ دیا تو راہن کی بیع جائز ہوگی یہ بدائع میں ہے۔ اگر عادل درمیانی نابالغ لایعقل ہو اور مرہون اس کے قبضہ میں رکھا گیا تو جائز نہیں ہے اور راہن نہ ہوگا اور اگر اس طفل لایعقل نے بالغ عاقل ہو کر مرہون کو فروخت کیا تو بیع جائز ہوگی جب کہ راہن نے اس کو بیع کرنے کا مختار کر دیا ہو اور امام خصافؒ نے ذکر فرمایا کہ یہ امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کا قول ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک بالغ ہونے کے بعد اس کی بیع جائز نہیں ہے اور اگر درمیانی عادل کوئی ذمی یا حربی مستامن ہو اور راہن و مرہن دونوں مسلمان ہوں یا دونوں ذمی ہوں تو یہ جائز ہے اس واسطے کہ حربی مستامن معاملات میں بمنزلہ ذمی و مسلمان کے ہے اور وہ شرعی قبضہ معتبرہ کی اہلیت رکھتا ہے اور وہ اس بات کی اہلیت رکھتا ہے کہ مالک کے مختار کرنے سے اس کی بیع نافذ ہو جائے جیسے اس کی ذاتی ملک کی بیع نافذ ہوتی ہے پھر اگر وہ حربی اپنے دار الحرب میں چلا گیا تو جب تک وہ دار الحرب میں موجود ہے تب تک اس کو اس مرہون کے فروخت کا اختیار نہیں ہے پھر جب واپس آئے تو اپنی وکالت بیع پر ہوگا اور اگر دار الحرب میں جو حربی واپس گیا ہے وہ راہن ہو یا مرہن ہو اور عادل ایک شخص ذمی ہے یا حربی ہے مگر وہ امان کے ساتھ دارالاسلام میں مقیم ہے تو اس کو اختیار ہوگا کہ مرہون کو فروخت کر دے یہ مبسوط میں ہے۔

نمبر ۱۸۰ ☆

مرہون کے بضمان یا بغیر ضمان تلف ہو جانے کے بیان میں

اگر مال مرہون عادل یا مرہن کے قبضہ میں تلف ہو گیا تو دیکھا جائے گا کہ قرضہ کس قدر ہے اور مال مرہون کی قبضہ کے روز کیا قیمت تھی پس اگر دونوں برابر ہوں تو اس کے تلف ہو جانے پر قرضہ ساقط ہو جائے گا اور اگر مرہون کی قیمت زیادہ ہو تو قرضہ ساقط ہو جائے گا اور جس قدر زیادتی ہے اس کے حق میں وہ امان قرار دیا جائے گا اور اس کی قیمت قرضہ سے کم ہو تو قرضہ میں سے بقدر قیمت کے ساقط ہو جائے اور جس قدر قرضہ باقی رہا اس کو مرہن راہن سے لے لے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔

مال مرہون کے تلف ہونے کی کچھ ایسی صورتوں کا بیان جن میں ضمان لازم آتا ہے ☆

اگر دس درم قیمت کا کپڑا بعوض دس درم کے رہن کیا اور وہ مرہن کے پاس تلف ہو گیا تو اس کا قرضہ ساقط ہو گیا اور اگر کپڑے کی قیمت پانچ درم ہوں تو مرہن پانچ درم راہن سے لے لے گا اور اگر اس کی قیمت پندرہ درم ہوں تو قرضہ ساقط ہو کر جس قدر زیادہ تلف ہوا ہے وہ ہمارے نزدیک امانت تلف ہوا ہے یہ کافی میں ہے۔ اور یہ حکم رہن صحیح کا ہے اور رہن فاسد بھی یہی حکم ہے مگر کرخیؒ نے ذکر کیا کہ رہن فاسد میں مرہون مقبوض مضمون نہیں ہوتا ہے اور اول قول اصح ہے اور رہن باطل میں جو مرہون مقبوض ہو وہ بالکل مضمون نہیں ہوتا ہے اس کو امام محمدؒ نے جامع میں صریح بیان فرمایا ہے اور رہن باطل وہ ہے جو بالکل منعقد نہ ہو جیسے بیع باطل اور رہن فاسد ہے وہ جو بصفہ فساد منعقد ہو جیسے بیع فاسد اور انعقاد رہن کی شرط یہ ہے کہ مرہون مال ہو اور جس کے عوض رہن کیا ہے وہ

۱۔ لایعقل یعنی عقد رہن اور اس کی درمیانی ذمہ داری کو نہیں سمجھتا ہے ۱۲ ح۔ حربی مستامن وہ کافر جو دار الحرب سے دارالاسلام میں امن لے کر داخل ہوا ۱۳

۲۔ یعنی رہن فاسد میں اگر مال مرہون پر قبضہ کیا تو وہ ضامن نہیں ہوتا ہے بلکہ گویا مالک کے کہنے سے امانت دار ہے ۱۴

مضمون ہو لیکن بعض شرائط جواز نہ پائے جانے کے وقت رهن کا انعقاد بسبب شرائط انعقاد پائے جانے کے ہو جائے گا لیکن بسبب فقدان بعض شرائط جواز کے بصفہ فساد انعقاد ہوگا اور جس صورت جس کے عوض رهن ہے وہ مضمون نہ ہو تو جڑ سے رهن کا انعقاد نہ ہو گا پس اسی قیاس پر تخریج مسائل ہے اور یہ بیان ہلاک مرہون کا ہو اور اگر مرہون میں فقط نقصان آ گیا پس اگر عین مرہون میں نقصان آ گیا ہو تو اسی قدر کے حساب سے قرضہ ساقط ہو جائے گا اور اگر ازراہ نرخ نقصان آیا ہو تو ہمارے علماء ثلاثہ کے نزدیک قرضہ میں سے کچھ ساقط ہونے کا موجب نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر رهن بدون ادائے قرضہ و ایفاء کے قرضہ سے بری ہو گیا بطور ابراء کے یا بطور ہبہ کے پھر مال مرہون مرتہن کے پاس بدون اس کے کہ وہ رهن کو دینے سے روکے تلف ہو گیا تو قیاساً اس طرح تلف ہوا کہ مرتہن اس کا ضامن ہوگا اور استحساناً امانت میں تلف ہوا اور اسی کو ہمارے علماء نے اختیار کیا ہے اور اگر رهن ایفاء قرضہ سے بری ہو گیا پھر مرتہن کے پاس مال مرہون تلف ہو گیا تو اس طرح تلف ہوا کہ اس کا تاوان مرتہن پر واجب^(۱) ہے حتیٰ کہ مرتہن پر واجب ہوگا کہ جو کچھ اس نے بھر پایا ہے وہ رهن کو واپس کر دے ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور اس پر قبضہ کر لیا اور اس کے ثمن کے عوض رهن دیا اور وہ بائع کے پاس تلف ہو گیا پھر بیع آزاد نکلا یا کسی نے استحقاق ثابت کر کے لے لیا تو مرتہن ضامن ہوگا یہ سراجہ میں ہے۔

ایک شخص پر دوسرے کے ہزار درم ہیں اور ان کے عوض قرض خواہ کے پاس ایک مال رهن ہے پھر تیسرے شخص نے رهن پر جو قرضہ ہے تطوعاً ادا کر دیا تو قرضہ ساقط ہو جائے گا اور مطلوب یعنی رهن کو اختیار ہے کہ اپنا مال مرہون واپس لے پس اگر اس نے واپس نہ لیا یہاں تک کہ مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو مرتہن پر واجب ہوگا کہ استحسان کے طور پر ادا کرنے والے کو جو کچھ اس سے لیا ہے واپس کر دے اور جو کچھ اس سے لیا تھا وہ واپس ہو کر احسان کرنے والے کے پاس آئے گا مطبوع علیہ یعنی رهن کو نہ ملے گا یہ ظہیر یہ میں ہے اگر رهن نے مرتہن کو اس کے مال کا کسی شخص پر حوالہ کر دیا یعنی اتر دیا پھر اس کے بعد مال مرہون تلف ہوا تو قیاساً استحساناً قرضہ کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائے گا اور کتاب الاصل میں یہ مذکور نہیں ہے کہ اتر دینے کے بعد اگر رهن نے مال مرہون لینا چاہا تو اس کو ایسا اختیار ہے یا نہیں تو مشائخ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ کتاب الزیادات میں دو جگہ مذکور ہے ایک جگہ فرمایا کہ اس کو یہ اختیار ہے اور دوسری جگہ فرمایا کہ یہ اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر ہزار درم قیمت کا غلام بعوض ہزار درم قرضہ کے رهن کیا پھر دونوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ رهن کے ذمہ کچھ قرضہ نہ تھا اور یہ اتفاق مرہون کے تلف ہو جانے کے بعد واقع ہوا تو مرتہن پر واجب ہوگا کہ رهن کو ہزار درم واپس دے اور اگر رهن تلف ہونے سے پہلے دونوں نے اس امر پر اتفاق کیا کہ رهن پر کچھ نہ تھا پھر مال مرہون تلف ہو گیا پس آیا وہ مضمون^۱ تلف ہوا یا امانت میں تلف ہوا ہے تو شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور شمس الاممہ حلوانی نے ذکر کیا کہ امام محمد نے جامع میں صریح بیان فرمایا ہے کہ وہ امانت میں تلف شدہ قرار دیا جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ مرتہن کو ایک مال میں رهن دیا پھر بجائے اس کے دوسرا مال میں رهن دیا اور مرتہن نے اس کو لے لیا تو جائز ہے لیکن جب تک مال اول کو واپس نہ دے تب تک مال مرہون وہی اول ہوگا اور بعد واپس کر دینے کے دوسرا مال رهن ہو جائے گا پھر مرتہن کو اختیار ہے کہ جب تک اپنا پورا قرضہ وصول نہ کر لے تب تک رهن کو روک رکھے اگرچہ ایک درم رہا ہو اور اگر اس نے بعض قرضہ ادا کیا ہو اور کچھ باقی ہو پھر مرتہن کے پاس مال مرہون تلف ہو گیا تو وہ قرضہ سے جس قدر زیادہ ہے واپس نہ لے گا یہ جامع مضمرات میں ہے اگر ہزار درم قیمت کا غلام رهن دیا پھر ایک باندی لایا اور کہا کہ اس کو لے لے اور غلام مجھے واپس دے دے تو یہ جائز ہے اور جب تک غلام کو واپس نہ دے تب تک اس کی ضمان ساقط نہ ہوگی اور جب تک اول کو واپس نہ کرے تب تک دوسرا مال مرہون اس کے پاس امانت میں رہے

۱ یعنی اس صورت سے تلف ہوا جس میں ضمان لازم آتا ہے ۱۲ (۱) بشرطیکہ اس نے روک رکھا ہو ۱۳

کا پھر جب اول کو واپس دیا تو دوسرا اس کے پاس ضمان میں ہو جائے گا پس اگر مال اول کی قیمت پانچ سو درم ہوں اور دوسرے کی قیمت ہزار درم ہوں اور قرضہ بھی ہزار درم ہو پھر مرہون تلف ہوا تو بعوض ہزار درم کے تلف شدہ قرار دیا جائے گا اور اگر دوسرے کی قیمت پانچ سو درم اور اول کی قیمت ہزار درم ہو اور دوم اس کے پاس تلف ہوا تو پانچ سو درم کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائے گا یہ تارخانہ میں ہے۔ ایک شخص نے گیسوں رہن دیے پھر کہا کہ بجائے گیسوں کے جو لے لے اور مرتہن نے لے لے اور آدھے گیسوں واپس دیے پھر تمام جو اور باقی آدھے گیسوں تلف ہو گئے تو باقی گیسوں بعوض نصف قرضہ کے تلف شدہ ہوں گے اور جو کا ضامن نہ ہوگا یہ تراثی میں ہے۔ ایک شخص نے ہزار درم کی باندی ہزار درم کے عوض رہن دی اور وہ مرتہن کے پاس مرگئی تو قرضہ طریق استیفاء^(۱) کے ساقط ہو گیا اسی طرح بیع سلم میں مسلم فیہ کے عوض جو مال رہن ہو اور وہ تلف ہو جائے تو سلم باطل^(۲) ہو جائے گی یہ قاضی کان کی شرح جامع صغیر میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے اپنے قرضہ کے برابر قیمت کا کپڑا رہن لے کر قبضہ کر لیا پھر کسی نے اس کو استحقاق ثابت کر کے لے لیا تو صاحب استحقاق اس کو مرتہن سے لے لے گا اور مرتہن اپنا قرضہ راہن سے لے لے گا اور اگر وہ کپڑا مرتہن کے پاس تلف ہو گیا ہو تو صاحب استحقاق کو اختیار ہوگا چاہے جس سے ضمان لے کیونکہ استحقاق ثابت ہونے سے ظاہر ہو گیا کہ راہن غاصب تھا اور مرتہن غاصب الغاصب تھا پس اگر اس نے راہن سے تاوان لیا تو راہن کا تلف ہونا بعوض اس قرضہ کے ہوگا جس کے عوض رہن تھا اور اگر اس نے مرتہن سے تاوان لیا تو مرتہن راہن سے قیمت رہن واپس لے گا اور اپنا قرضہ بھی واپس لے گا اور اگر راہن میں غلام ہو اور وہ بھاگ گیا اور صاحب استحقاق نے مرتہن سے اس کی قیمت تاوان لی اور مرتہن نے اس قدر قیمت راہن سے واپس لی اور قرضہ لے لیا پھر اس کے بعد غلام مذکور ظاہر ہوا تو وہ راہن کا ہوگا اور اب راہن نہ ہوگا اس واسطے کہ تاوان کا استقرار راہن پر ہونے کا ہے اور اگر راہن میں باندی ہو اور وہ مرتہن کے پاس بچہ جنی پھر وہ اور اس کا بچہ^(۳) دونوں مر گئے پھر کسی شخص نے اس پر اپنا استحقاق ثابت کیا تو صاحب استحقاق کو اختیار ہوگا کہ باندی کی قیمت ضمان چاہے راہن سے لے یا مرتہن سے لے اور اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ دونوں میں سے کسی سے اس کے اولاد کی قیمت تاوان لے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے سے کوئی مال اس شرط سے رہن لیا کہ اس کو اس قدر قرضہ دے گا پھر قبل قرضہ دینے کے مال مذکور اس کے پاس تلف ہو گیا تو جس قدر مقدار قرضہ بیان کی ہے اور جس قدر اس کی قیمت تھی ان دونوں میں سے کم مقدار کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائے گا اس واسطے کہ اس نے بسوم رہن قبضہ کیا ہے پس مثل ایسے مقبوضہ کے جو خریدنے کے واسطے قبضہ میں لیا جاتا ہے مقبوض مضمون ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے راہن نے مرتہن سے کہا کہ مال مرہون دلال کو دے دے تاکہ وہ فروخت کرے اور تو اس کے ثمن سے اپنے دراہم لے لے پس مرتہن نے دلال کو دے دیا اور اس کے پاس تلف ہو گیا تو مرتہن ضامن نہ ہوگا یہ قدیہ میں ہے۔

اگر تین آدمیوں نے ایک غلام کسی شخص کے پاس جس کا ان تینوں میں سے ہر ایک پر قرضہ آتا ہے رہن کیا تو صحیح ہے اور اگر غلام مذکور مر گیا تو غلام میں سے ہر ایک کا جس قدر حصہ آتا ہے اسی قدر اس کے قرضہ میں سے ساقط ہو جائے گا اور یہ سب باہم ایک دوسرے سے رجوع کر لیں گے حتیٰ کہ اگر قرضہ خواہ کا ایک پر ایک ہزار پانچ درم قرضہ ہو اور دوسرے پر ہزار درم ہو اور تیسرے پر پانچ سو درم ہو اور ان سب نے اپنے مشترک غلام کو جس میں ان کی تین تہائی شرکت تھی اور اس کی قیمت دو ہزار درم بھی رہن کیا پھر وہ تلف ہو گیا تو مرتہن ہر ایک سے دو تہائی قرضہ وصول پانے والا قرار دیا جائے گا اس واسطے کہ مال مرہون اپنی قیمت اور قرضے سے کم مقدار

یعنی ہر ایک برابر بلائی ویشی کے ایک ایک تہائی حصہ کا شریک تھا ۱۲ (۱) گویا مرتہن نے بھر پایا ۱۲ (۲) یعنی گویا رب المسلم نے مسلم فیہ

بھر پایا ۱۲ (۳) یا جس قدر بچے ہوئے ۱۲

کے ساتھ مضمون ہوتا ہے اور قیمت رہن کم ہے اس واسطے کہ قرضہ تین ہزار درم ہے اور غلام کی قیمت دو ہزار درم ہے پس مرہن قرضہ میں سے بقدر قیمت غلام کے بھر پانے والا قرار دیا گیا اور قیمت اس کی دو ہزار درم ہے اور تین ہزار میں سے دو ہزار اس کا دو تہائی ہے پس ڈیڑھ ہزار کے قرض دار سے ہزار وصول پانے والا قرار دیا گیا اور ہزار درم والے سے چھ سو چھیاسٹھ درم و دو تہائی درم بھر پانے والا اور پانچ سو درم والے سے تین سو تینتیس درم و ایک تہائی درم بھر پانے والا قرار دیا گیا اور ہر ایک قرض دار پر اس کے قرض کا ایک تہائی حصہ باقی رہا پھر ڈیڑھ ہزار درم کا قرض دار باقی دونوں قرض داروں میں سے ہر ایک کو تین سو تینتیس درم و ایک تہائی درم دے گا اس واسطے کہ وہ اپنے قرضہ میں سے ایک ہزار درم دینے والا قرار دیا گیا ہے جس میں سے ایک تہائی اس کا حصہ ہے یعنی تین سو تینتیس درم و تہائی درم اس کا حصہ ہے اور ایک تہائی یعنی اسی قدر ہزار درم والے دار کا اور اسی قدر ایک تہائی پانچ سو درم والے قرض دار کا ہے پس جس قدر اس نے ان دونوں کے حصہ سے اپنا قرضہ دیا ہے اس قدر ان دونوں کے واسطے ضامن ہوگا اور جس قرض دار پر ہزار درم تھے وہ اپنے دونوں شریکوں میں سے ہر ایک کو دو سو بائیس درم و دونوں حصہ درم ضمان دے گا اس واسطے کہ وہ اپنے قرضہ میں سے چھ سو چھیاسٹھ درم و دو تہائی درم ادا کرنے والا قرار دیا گیا ہے جس میں سے ایک تہائی حصہ اس کا ہے یعنی دو سو بائیس و دونوں حصہ درم اس کا ہے اور ایک تہائی یعنی اسی قدر ڈیڑھ ہزار درم والے کا حصہ ہے اور اسی قدر ایک تہائی پانچ سو درم والے کا حصہ ہے پس جس قدر ان دونوں کے حصہ سے اس نے اپنا قرضہ ادا کیا ہے اس قدر ان دونوں کے واسطے ضامن ہوگا اور جس پر پانچ سو درم قرضہ ہے وہ اپنے قرضہ سے تین سو تینتیس درم و تہائی درم کا ادا کرنے والا ہوا جس میں سے تہائی اس کا حصہ ہے یعنی ایک سو گیارہ درم و نو اواں حصہ درم اس کا ہے اور اسی قدر ایک تہائی ڈیڑھ ہزار درم والے قرض دار و اسی قدر ہزار درم والے قرض دار کا ہے پس ان دونوں کے حصہ سے جس قدر اس نے اپنا قرضہ ادا کیا ہے اس قدر ان دونوں کے واسطے باہم مقاصد واقع ہو جائے گا اگرچہ یہ لوگ مقاصد نہ کریں پس پانچ سو درم والے قرض دار کا ڈیڑھ ہزار درم والے پر تین سو تینتیس درم و تہائی درم واجب ہوا ہے اور اس کا پانچ سو درم والے پر ایک سو گیارہ درم و نو اواں حصہ درم واجب ہوا ہے پس اس قدر مقاصد ہو کر پانچ سو درم و دو سو بائیس و دونوں حصہ درم واپس لے گا اسی طرح پانچ سو درم والے کا ہزار درم والے قرض دار پر دو سو بائیس درم و نو اواں حصہ درم واجب ہوا ہے اور ہزار والے کا پانچ سو والے پر ایک سو گیارہ درم و نو اواں حصہ درم واجب ہوا ہے پس اس قدر مقاصد ہو کر پانچ سو درم و دو سو بائیس و دونوں حصہ درم واپس لے گا اسی طرح ہزار درم والے کا ڈیڑھ ہزار والے پر تین سو تینتیس و تہائی درم واجب ہوا ہے اور اس کا ہزار درم والے پر دو سو بائیس درم و نو اواں حصہ درم واجب ہوا ہے پس اس قدر مقاصد ہو کر ہزار درم والا باقی یعنی ایک سو گیارہ درم و نو اواں حصہ واپس لے گا یہ کافی میں ہے۔ اور بیع سلم میں راس المال و مسلم فیہ کے عوض رہن دینا اور ثمن بیع الصرف کے عوض دینا صحیح ہے پس اگر بیع سلم میں راس المال کے عوض رہن دیا اور مال مرہون اسی مجلس میں تلف ہو گیا تو مرہن اس راس المال کا وصول پانے والا قرار دیا جائے گا جب کہ مال مرہون اس قدر مقدار کو وفا کرتا ہو اور بیع سلم بحالہ جائز رہے گی اور اگر مرہون کی قیمت اس سے زیادہ ہو تو بقدر زیادتی کے امانت میں تلف شدہ قرار دی جائے گی اور اگر اس کی قیمت راس المال سے کم ہو تو بقدر قیمت کے بھر پانے والا قرار دیا جائے گا اور مسلم الیہ رب السلم سے باقی واپس لے گا اور اگر مال مرہون اسی مجلس میں تلف نہ ہو تو یہاں تک کہ دونوں جدا ہو گئے تو بیع سلم باطل ہو جائے گی اور مسلم الیہ پر واجب ہوگا کہ مال مرہون واپس کر دے اور اگر واپس کرنے سے پہلے اس کے پاس تلف ہوا تو بعوض راس المال کے تلف شدہ قرار دیا جائے گا اور بیع سلم معطل ہو کر جائز نہ ہو جائے گی اور اسی

یعنی سونے چاندی کا بعوض سونے چاندی کے بیچنا و خریدنا ۱۲۴

طرح بدل الصرف کے عوض اگر رہن لیا جائے تو اس میں بھی یہی حکم ہے اور اگر دونوں کے افتراق و جدائی ہو جانے سے پہلے مال مرہون تلف ہو گیا پس اگر وہ وفائے ثمن کے واسطے کافی ہو تو ثمن بھر پانے والا قرار دیا جائے گا اور اگر کم ہو تو بقدر اس کی قیمت کے مستوفیٰ قرار دیا جائے گا اور اگر زیادہ ہو تو استیفاء کے بعد جس قدر زیادتی رہی وہ امانت میں تلف شدہ قرار دی جائے گی اور اگر مرہون تلف ہونے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے اور بعد جدائی کے مال مرہون تلف ہوا تو بیع صرف باطل ہو گئی اور جس قدر کے عوض رہن تھا اس قدر واپس دینا واجب ہو گا اور باقی (اگر زیادہ قیمت ہو) امانت میں تلف شدہ قرار دی جائے گی اور اگر مسلم فیہ کے عوض رہن لیا ہو اور وہ مجلس ہی میں تلف ہو گیا تو رب المسلم مسلم فیہ کا بھر پانے والا قرار دیا جائے گا اور زیادتی کے حق میں امین قرار دیا جائے گا یعنی امانت میں تلف ہوئی اور اگر اس کی قیمت کم ہو تو جس قدر اس کی قیمت ہے اس کی مقدار بھر وصول پانے والا قرار دیا جائے گا اور باقی کو مسلم الیہ سے لے لے گا یہ سراج الوہاج میں ہے۔

بیع کے اقالہ (یعنی پھیر لینے) کی صورت کا بیان ☆

اگر بعد افتراق کے مال مرہون تلف ہوا تو جس قدر مقدار مضمون تھی وہ اس پر واجب ہوگی اور بیع مسلم عود کر کے جائز نہ ہوئے گی یہ بیع میں ہے اور اگر دونوں نے بیع مسلم کو فسخ کر لیا حالانکہ مسلم فیہ کے عوض کچھ مال رہن تھا تو وہ اس المال کے عوض رہن ہوئے گا حتیٰ کہ رب مسلم کو اس المال کے عوض اس کے روک لینے کا اختیار ہوگا حالانکہ قیاس یہ ہے کہ اس المال کے عوض اس کو نہ روک سکے اور اگر بعد باہمی فسخ کرنے کے مال مرہون تلف ہو گیا تو مسلم فیہ کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائے گا اس المال کے عوض تلف شدہ قرار نہ دیا جائے گا اس واسطے کہ درحقیقت وہ مسلم فیہ یعنی مثلاً اناج کے عوض وہ مرہون ہے اور اس کا اثر اس المال کے حق میں جس در روک رکھنے میں ظاہر ہوتا ہے اس واسطے کہ وہ بدل اس کا قائم مقام ہے پھر جب وہ مرہون تلف ہو تو اصل جس کے واسطے مرہون ہے اس کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائے گا جیسے کہ ایک شخص نے ایک غلام فروخت کر کے سپرد کیا اور ثمن کے عوض مال رہن لیا اور دونوں نے بیع کا اقالہ کر لیا تو بائع کو بیع لینے تک اس مرہون کے روک رکھنے کا اختیار ہوگا اور اگر مال مرہون تلف ہو جائے تو (۱) کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائے گا یہ کافی میں ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کو پانچ سو درم بیع مسلم میں کسی خاص مسمیٰ اناج کے واسطے دیئے اور اس قدر اناج کے عوض ایک غلام جس کی قیمت اسی قدر ہے رہن ہوا پھر اس سے اپنے اس المال سے صلح کر لی تو غلام کو غلام پر قبضہ کر لینے کا اختیار ہے اور مرہون کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ مرہون کو اس المال کے واسطے روک رکھے مگر استحساناً رب مسلم کو اختیار ہے کہ اس المال پورا وصول پانے تک غلام مرہون کو روک رکھے اور اگر مرہون کے پاس وہ غلام بدون اس کے کہ مسلم کو دینے سے انکار کرے ہلاک ہو گیا تو مرہون پر واجب ہوگا کہ جو طعام مسلم الیہ پر واجب تھا اس کے مثل اناج مسلم الیہ کو دے کر اس سے اپنا اس المال لے لے اسی طرح اگر اس المال سے صلح کرنے کے بعد مسلم الیہ کو اس المال ہیہ کر دیا پھر غلام مرہون تلف ہو گیا تب مسلم پر اس اناج کے مثل اناج واجب ہوگا اور فرمایا کہ آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر کسی شخص نے ایک گریہوں قرض دیئے اور سے ایک کپڑا جس کی قیمت ان گریہوں کی قیمت کے برابر ہے رہن لیا پھر جس پر قرض کا گرا آتا ہے اس نے دو گرا جو پر ہاتھوں یعنی نقد دینے پر صلح کر لی تو یہ جائز ہے اور اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ کپڑے پر اپنا قرضہ کر لے یہاں تک کہ جو کے دونوں کو اس کو دے اور اگر مال مرہون یعنی کپڑا اس کے پاس تلف ہو گیا تو اس کا اناج باطل ہو جائے گا اور اس کو جو لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی اور

مستوفیٰ یعنی اپنا حق بھر پانے والا قرار پائے گا اور زیادتی کو ضمانت میں نہ لائیں گے بلکہ وہ امانت میں ہو گئی ۱۲ ۲ یعنی اپنی بیع پھیر لی ۱۲

(۲) مثلاً سو من گریہوں کمرے و سپید ۱۲

اگر درمومن کے عوض اس کے ہاتھ گر قرض فروخت کر دیا اور ان درمومن کے وصول کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بیع باطل ہو جائے گی اس واسطے کہ افتراق از دین بدین پایا گیا اور قرض دار پر قرض ویسا ہی باقی رہا اور کپڑا اس کے عوض رہن رہا بخلاف جو کے کپڑا دو گرو مال میں ہے پس یہاں افتراق از عین بدین ہے حتیٰ کہ اگر جو بھی غیر معین ہوں اور اس پر قرضہ ہونے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو اس میں بھی بیع باطل ہو جائے گی اس واسطے کہ افتراق از دین بدین ہو جائے گا ایسا ہی اصل میں مذکور ہے اور اس مقام پر چاہئے کہ بالکل بیع صحیح نہ ہو اس واسطے کہ غیر معین جو کہ بمقابلہ گہوں کے قرار دیئے گئے ہیں بیع ہوں گے اور ایسی چیز کی بیع کرنا جو آدمی کے پاس نہ ہو جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو دو کپڑے دیئے اور کہا کہ ان میں سے جو کپڑا تیرا جی چاہے اُن سے درم کے عوض جو تیرے مجھ پر آتے ہیں لے لے پس اس نے دونوں کو لیا اور دونوں اس کے پاس ضائع ہو گئے تو امام محمدؒ سے مروی ہے کہ فرمایا کہ قرضہ میں سے کچھ نہ جائے گا اور امام محمدؒ نے اس صورت کو بمنزلہ اس کے قرار دیا کہ ایک شخص پر دوسرے کے بیس درم آتے تھے اس نے قرض خواہ کو سو درم دیئے اور کہا کہ اس میں سے بیس درم اپنے لے لے اُس نے ان سب پر قبضہ کر لیا اور ہنوز اپنے بیس درم نہیں لئے تھے کہ سب اس کے پاس سے ضائع ہو گئے تو قرض دار کا مال گیا اور قرضہ اس پر بحالہ باقی رہے گا اور اگر اس کو دو کپڑے دیئے اور کہا کہ ان میں سے ایک کپڑا اپنے قرضہ کے عوض رہن رکھ لے پس اُس نے دونوں پر قبضہ کر لیا اور دونوں کی قیمت برابر ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہر ایک میں سے نصف قیمت قرضہ میں جائے گی اگر قرضہ کے برابر ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے پانچ دینار کا کپڑا بعوض پانچ دینار قرضہ کے رہن کیا پھر دو دینار ادا کئے اور کہا کہ مال مرہون باقی قرضہ کے عوض رہن رہے گا تو وہ پانچ دینار کے عوض رہن رہے گا حتیٰ کہ اگر تلف ہو گیا تو رہن اس سے دو دینار واپس لے گا یہ قیہ میں ہے ایک شخص نے دس درم کے عوض ایک کپڑا خریدا اور مشتری نے خریدے ہوئے کپڑے پر قبضہ نہ کیا اور بائع کو ایک کپڑا دیا کہ یہ ثمن کے عوض رہن رہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہ ثمن کے عوض رہن نہ ہوگا اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ یہ اپنا کپڑا واپس کر لے اور اگر یہ کپڑا اس نے بطور رہن دیا تھا بائع کے پاس تلف ہو گیا اور دونوں کی قیمت برابر ہے تو پانچ درم کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائے گا اور واسطے کہ وہ پانچ درم کے عوض مضمون تھا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور کبریٰ میں لکھا ہے کہ اگر قرض دار نے قرض خواہ کو ایک کپڑا دیا اور کہا کہ یہ کپڑا تیرے بعض حق کے عوض رہن ہے پھر وہ مرہن کے پاس تلف ہو گیا تو جس قدر کے عوض مرہن چاہے اسی قدر کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائے گا یہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہے یہ تارخانہ میں ہے ابن سماعہؒ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص دوسرے پر مال آتا ہے پس قرض دار نے اس کو بعض مال ادا کر دیا پھر اس کو ایک غلام دیا اور کہا کہ یہ غلام تیرے پاس بعوض تیرے مال کے رہن ہے یا کہا کہ یہ غلام تیرے پاس رہن ہے کسی قدر کے عوض اگر تیرا کچھ باقی رہا ہو کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ تیرا کچھ مال باقی رہا ہے یا نہیں رہا ہے تو یہ رہن جائز ہے اور وہ غلام بعوض باقی کے رہن ہوگا اگر کچھ باقی رہا ہے اور اگر کچھ باقی نہ رہا ہو اور مرہن کے پاس وہ غلام مر گیا تو مرہن پر اس کی ضمان واجب نہ ہوگی اور بشرؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ اگر بیع میں عیب کے عوض بائع نے کچھ مال عین رہن دیا یا مشتری نے جو درم ادا کئے ہیں ان میں عیب کے عوض مشتری نے کچھ مال رہن دیا تو جائز نہیں ہے۔ اور اگر کسی شخص سے پچاس درم قرض طلب کئے اور اس نے کہا کہ اس قدر تجھے کفایت نہ کریں گے تو میرے پاس کوئی مال رہن بھیج دیجئے تاکہ میں تجھے تیری کفایت کے لائق بھیج دوں پس اس نے رہن بھیج دیا اور وہ مرہن کے پاس تلف ہو گیا تو اس پر رہن کی قیمت پچاس درم دونوں میں کم مقدار واجب ہوگی پس حاصل یہ ہے کہ جب قرض طلب کرنے والے نے کسی مقدار کو بیان کر دیا اور رہن دے دیا اور وہ مال قبل اس کے کہ قرض دینے والا قرضہ دے تلف ہو گیا تو رہن مذکور اپنی قیمت سے اور جو مقدار بیان کی ہے ان دونوں

سے کم مقدار پر مضمون ہوگا اور اگر اس نے کوئی مقدار بیان نہ کی تو امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ نے باہم اختلاف کیا ہے یہ محیط میں ہے۔ فتاویٰ عتابیہ میں ہے کہ اگر اس سے کہا کہ اس کو دراہم کے عوض رکھ لے تو وہ مرہون اپنی قیمت (تین درم ان دونوں میں سے کم مقدار کے عوض رہن ہوگا۔

قال المترجم ☆

اس واسطے کہ عربی میں دراہم جمع درہم اور کمتر مصداق جمع تین ہے کہ جو یقینی ہے و اقوال بنا بریں اگر درموں کے عوض کہا تو یقینی کمتر جمع زبان اردو میں دو پس دو بجائے تین کے مسئلہ میں ہونا چاہئے واللہ اعلم اور مجرد میں ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کو مال رہن دیا تا کہ اس کو دس درم قرض دے مگر اُس نے قرض نہ دیا اور یہ دعویٰ کیا کہ میں نے مرہون اُس کو واپس دیا ہے اور قسم کھالی تو دس درم کا ضامن ہوگا اور اگر کسی نے نقصان کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے نقصان کے عوض رہن دیا پس اگر نقصان ظاہر ہوا تو مرہون مذکور رہن ہوگا اور اگر نہ ظاہر ہوا تو تلف ہو جانے کی صورت میں اُس کی قیمت اور نصف قرضہ سے جو کم مقدار ہو اس قدر کا ضامن ہوگا اور اگر کہا کہ یہ دس اپنے درم کے عوض رہن لے حالانکہ وہ پانچ تھے تو اُس مرہون کا تلف ہونا بعوض نصف درم کے قرار دیا جائے گا اور اگر دس درم رہن دیئے حالانکہ قرضہ میں پانچ درم ستوقہ تھے جو ایک درم کے برابر تھے تو یہ چھٹے حصہ قرضہ کے عوض تلف شدہ قرار پائیں گے اور اگر ایک غلام بایں شرط کہ وہ صحیح سالم ہے رہن کیا حالانکہ وہ عیب دار تھا اور اس میں قرضہ کی وفا تھی یعنی وفائے قرضہ کے واسطے کافی تھا تو تلف ہو جانے کی صورت میں پورے قرضہ کے عوض تلف شدہ ہوگا یہ تا تاریخانیہ میں ہے۔

ایک شخص پر دوسرے کا قرضہ ہے اور اس کا کوئی کفیل ہے پھر قرض خواہ نے کفیل سے مال رہن لیا اور اصل سے بھی رہن لیا اور ایک بعد دوسرے کے لیا اور دونوں رہن ایسے ہیں کہ ہر ایک وفائے قرضہ کے واسطے کافی ہے پھر دونوں میں سے ایک رہن مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر راہن ثانی تلف ہوا پس اگر راہن ثانی کو رہن اول کا حال معلوم تھا تو رہن ثانی بعوض نصف قرضہ کے تلف ہوگا اور اگر اُس کو رہن اول کا حال معلوم نہ تھا تو پورے قرضہ کے عوض تلف ہوگا اور کتاب الرهن میں ذکر فرمایا کہ دوسرا رہن بعوض نصف قرضہ کے تلف ہوگا اور حال جاننے و نہ جاننے کا کچھ ذکر نہیں فرمایا ہے اور صحیح یہی ہے جو کتاب الرهن میں مذکور ہے اس واسطے کہ کفیل و اصل ہر ایک سے پورے قرضہ کا مطالبہ ہو سکتا ہے پس دوسرا رہن پہلے رہن پر زیادتی قرار دیا جائے گا پس تمام قرضہ پہلے رہن اور دوسرے رہن کی مقدار قیمت پر تقسیم ہوگا پس جو رہن تلف ہوگا وہ نصف قرضہ کے عوض تلف ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ مجموع النوازل میں ہے کہ ہشام نے امام محمدؒ سے روایت کی کہ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم قرض تھے پھر ایک تیسرے آدمی نے بدون اجازت و حکم قرض دار کے اپنا ایک غلام قرض خواہ کے پاس بعوض ہزار درم قرضہ کے رہن کیا پھر ایک چوتھے شخص نے بھی آ کر اپنا ایک غلام اسی قرضہ کے عوض بدون حکم قرض دار کے رہن کیا تو یہ جائز ہے اور غلام اول بعوض ہزار کے اور دوسرا بعوض پانچ سو درم کے رہن ہوگا اور اصل کے آخر کتاب الرهن میں مذکور ہے کہ ایک شخص قرض خواہ نے قرض دار سے ہزار درم قرضہ کے عوض ہزار درم قیمت کا غلام رہن لیا پھر ایک شخص فضولی نے آ کر رہن میں ہزار درم قیمت کی چیز زیادہ کر دی تو یہ جائز ہے اور اگر راہن نے چاہا کہ نصف مال ادا کر کے دونوں رہنوں میں سے ایک رہن چھڑا لے تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا پس دونوں مال مرہون میں سے جو مرہون تلف ہو وہ نصف قرضہ کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائے گا اور اگر ابراہیمؒ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ جب

یعنی رہن اول و ثانی دونوں کی قیمت پر تمام قرضہ تقسیم ہوگا اور چونکہ ہر ایک رہن میں وفا ہے یعنی ہر ایک رہن کی قیمت قرضہ کے برابر ہے یا اگر زیادہ ہے تو زیادتی امانت میں ہے پس تمام قرضہ ہر ایک پر نصفانصاف مضمون ہوا اور اگر کچھ زیادہ رہا تو وہ امانت میں گیا فہم ۱۲ منہ

قرض دار کا مال مرہون تلف ہو تو پورے قرضہ کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائے گا اور جب فضولی کا رہن کیا ہو تلف ہو تو نصف کے عوض تلف ہوگا یہ محیط میں ہے ایک شخص پر قرضہ آتا ہے اور قرض دار کی اجازت سے ایک آدمی نے اس کی کفالت کر لی پھر قرض دار نے قرض خواہ کو اس مال کے عوض رہن دیا پھر کفیل نے قرض خواہ کو یہ قرضہ ادا کر دیا پھر مال مرہون قرض خواہ کے پاس تلف ہو گیا تو کفیل نے جو کچھ ادا کیا ہے اسیل سے واپس لے گا اور قرض خواہ سے واپس نہ لے گا اور قرض دار قرض خواہ سے قرضہ واپس لے گا یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو ایک کرگیہوں مثلاً قرض دیا اور قرض دار سے اس اناج کے عوض کچھ مال رہن لیا پھر قرض لینے والے نے یہ اناج بعوض درموں کے قرض خواہ سے خرید لیا اور درامہ دے دیئے اور اناج کے قرضہ سے بری ہو گیا پھر مرتہن کے پاس وہ رہن تلف ہو گیا تو وہ اُس اناج کے عوض جو قرضہ لیا تھا تلف شدہ قرار دیا جائے گا بشرطیکہ مال مرہون کی قیمت اناج قرضہ کے برابر ہو اور مرتہن پر واجب ہوگا کہ جس قدر درامہ اس نے لئے ہیں واپس کر دے۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے ایک ہزار درم کے عوض دو غلام رہن کئے پس ایک غلام استحقاق ثابت کر کے لے لیا گیا یا وہ آزاد ظاہر ہوا اور راہن نے مرتہن سے کہا کہ اگر احتیاج دونوں میں سے ایک کے واپس کی ہو تو مجھے واپس کر دے پس مرتہن نے اس کو واپس دیا تو باقی غلام بعوض اپنے حصہ کے رہن ہوگا لیکن راہن اس کو بدون پورا قرضہ ادا کرنے کے چھڑا نہیں سکتا ہے یہ وجہ کردری میں ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام خریدا کر اس پر قبضہ کر لیا اور ثمن کے عوض کچھ مال رہن دیا اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہو گیا پھر وہ غلام آزاد پایا گیا یا اس پر استحقاق ثابت ہوا تو مرتہن مال مرہون کا ضامن ہوگا یہ سراجیہ میں ہے۔

ضمانت رکھوا کر بزاز سے سے کپڑا لیا اور بزاز امانت کھو بیٹھا تو ضمانت کی صورت ☆

ایک شخص نے سرکہ بعوض ایک درم کے یا بکری بایں شرط کہ وہ ذبح کی ہوئی ہے بعوض ایک درم کے خریدی اور ثمن کے عوض مال رہن دیا اور وہ تلف ہو گیا پھر ظاہر ہوا کہ سرکہ نہیں ہے شراب ہے یا بکری مذبحہ نہیں ہے مردار ہے تو مال رہن ضمانت میں تلف شدہ قرار دیا جائے گا اس واسطے کہ وہ ایسے مال کے عوض تھا جو بظاہر قرضہ تھا بخلاف اس کے اگر شراب یا سور یا مردار یا آزاد خرید کر اس کے عوض رہن دیا اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو مرتہن ضامن نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ رہن باطل ہے فاسد نہیں ہے یہ وجہ کردری میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک کرگیہوں قرضہ کے عوض ایک غلام رہن لیا اور وہ مرتہن کے پاس مرگیا پھر ظاہر ہوا کہ اس شخص پر قرضہ کا گرنہ تھا تو مرتہن پر غلام کی قیمت نہیں بلکہ گرنہ کی قیمت واجب ہوگی یہ کافی و خزانہ اکتفین میں ہے۔ اگر راہن نے مرتہن کو مال قرضہ کسی شخص پر اترادیا پھر واپس کرنے سے پہلے غلام مرہون مرتہن کے پاس مرگیا تو جس مال کے عوض رہن تھا اس کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائے گا اور حوالہ باطل ہوگا یہ خزانہ الاکمل میں ہے۔ ایک شخص نے بزاز سے ایک کپڑا مانگا تا کہ دوسرے کو دکھلا کر اس کو خریدے پس بزاز نے کہا کہ میں بدون رہن کے نہ دوں گا پس اس نے کچھ مال اس کے پاس رہن رکھ دیا اور وہ اس کے پاس تلف ہو گیا اور کپڑا ہنوز قائم ہے خواہ راہن کے ہاتھ میں یا مرتہن کے ہاتھ میں تو بزاز ضامن نہ ہوگا یہ قیہ میں ہے۔ فتاویٰ ابواللیث میں ہے کہ ایک شخص نے شہوت کا درخت رہن کیا جو مع پتوں کے بیس درم کا ہے پھر اس کے پتوں کا وقت نکل گیا اور ثمن اس کا گھٹ گیا تو شیخ ابوبکر اسکاف نے فرمایا کہ قرضہ میں سے بقدر حصہ نقصان کے ساقط ہو جائے گا اور یہ مثل نرخ گھٹ جانے کے نہیں ہے اور فقیہ ابواللیث نے فرمایا کہ میرے نزدیک قرضہ میں سے ساقط نہ ہوگا الا اُس صورت میں کہ ثمن میں نقصان بوجہ شجر کی ذات میں نقصان آ جانے یا پتے جھڑ جانے کی وجہ سے ہو تو ایسی صورت میں البتہ اُس کے حساب سے قرضہ میں سے ساقط ہو جائے گا اور قول فقیہ ابوبکر کا شبہ و اقرب بصواب ہے اس واسطے کہ وقت نکل جانے کے بعد پتوں کی کچھ قیمت نہیں رہتی ہے اور اس کا کچھ معاوضہ نہیں ہوتا ہے کذانی المحیط اور فتویٰ شیخ ابوبکر اسکاف کے قول پر ہے یہ تا تار خانہ میں ہے۔ اگر قرض دار کا عمامہ بدون اس کی رضامندی کے اُتار لیا

۱۔ بزاز: کپڑا بیچنے والا پارچہ فروش۔ (حافظ)

تا کہ اس کے پاس رہن رہے تو اس رہن نہ ہوگا بلکہ غصب ہوگا یہ سراجیہ میں ہے۔ اور اگر قرض دار کا عمامہ لے لیا تا کہ اس کے پاس رہن رہے تو اس کا لینا جائز نہیں ہے اور اگر تلف ہوا تو مثل مرہون مال کے تلف ہونے کے قرار دیا جائے گا یہ ملقط میں ہے۔ اور ایک کا دوسرے پر قرضہ آتا ہے اس نے تقاضا کیا اور مدیوں نے نہ دیا پس قرض خواہ نے اس کے سر سے اُس کا عمامہ اتار لیا کہ قرضہ کے عوض رہن رہے اور اس کو چھوٹا رو مال دے دیا کہ اپنے سر پر لپیٹ لے اور کہا کہ میرا قرضہ لائے تا کہ تیرا عمامہ تجھے واپس کر دوں پس قرض دار چلا گیا اور چند روز بعد اس کا قرضہ لایا حالانکہ عمامہ اس وقت تلف ہو چکا تھا تو اس کا تلف ہونا مثل مال مرہون کے تلف ہونے کے قرار دیا جائے گا نہ مثل تلف ہونے مال مقصوب کے اس واسطے کہ قرض خواہ نے اس کو اپنے قرضہ کے عوض بطور رہن کے رکھ لیا تھا اور قرضہ اس کے پاس چھوڑ کر چلے جانے سے رہن رہنے پر راضی ہو گیا پس وہ رہن ہوگا یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔ ایک شخص نے غلام رہن دیا وہ بھاگ گیا تو قرضہ ساقط ہو گیا پھر اگر مل گیا تو عود کر کے رہن ہو جائے گا اور اگر اُس غلام کا پہلا بھاگنا یہی ہو تو جس قدر اُس کی قیمت میں نقصان آ گیا اُسی حساب سے قرضہ ساقط ہو جائے گا اور اگر پہلے بھی بھاگتا ہو تو قرضہ میں سے کچھ کم نہ ہوگا ایسا ہی مجموع النوازل میں مذکور ہے اور منقہی میں ذکر کیا کہ قرضہ سے اسی قدر کم ہو جائے گا جس قدر بھگوڑے ہونے سے نقصان آیا ہے اور کچھ تفصیل نہیں فرمائی اور ایسا ہی مجرد میں امام اعظم سے مروی ہے اور اگر قاضی نے غلام مذکور کو بعوض اس مال کے جس کے عوض رہن تھا اقرار دے دیا در حالیکہ بھاگا ہوا تھا پھر وہ مل گیا تو بحال خود رہن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک زمین مرہون پر پانی چڑھا آیا تو وہ بمنزلہ بھاگے ہوئے غلام کے ہے اس واسطے کہ بسا اوقات پانی جذب ہو جاتا ہے اور زمین لائق انتفاع ہو جاتی ہے پس زمین کے لائق انتفاع ہو جانے کا احتمال باقی ہے پس قرضہ ساقط نہ ہو جائے گا اور حاکم نے مختصر میں ذکر فرمایا کہ مرہن کا راہن پر کچھ حق نہیں رہا اس واسطے کہ رہن کا مال تلف ہو گیا اس لئے کہ چیز کا تلف ہو جانا یہی ہے کہ قابل انتفاع ہونے سے خارج ہو جائے مثل بکری کے کہ جب وہ مرگئی تو قابل انتفاع نہیں رہتی ہے اس واسطے زمین خرید کر وہ قبضہ سے پہلے اگر بحر ہو جائے یعنی دریا برد ہو جائے تو بیع باطل ہو جائے گی پھر اگر پانی جذب ہو جائے تو بحال خود رہن ہوگی اور اگر پانی چڑھا آنے سے زمین خراب ہو گئی یا اُس میں سے کوئی درخت اکھڑ پڑا تو اُسی حساب سے قرضہ میں سے ساقط ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر شیرہ انگور رہن کیا پھر وہ شراب ہو گیا پھر وہ سرکہ ہو گئی تو بحال خود رہن رہے گا اور قرضہ میں سے بقدر نقصان ساقط ہو جائے گا۔ اور امام محمد سے روایت ہے کہ راہن کو اختیار ہے کہ اس کو بعوض قرضہ کے مرہن کے ذمہ چھوڑ دے اور بکری مرہونہ مرگئی اور اس کی کھال کی دباغت کی گئی تو وہ کھال بقدر اپنے حصہ کے رہن ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے ایک شخص نے شیرہ انگور دس درم قیمت کا بعوض دس درم قرضہ کے رہن کیا پھر وہ شراب ہو گیا پھر وہ سرکہ ہو گئی کہ جس کی قیمت دس درم ہے تو وہ دس درم قرضہ کے عوض رہن ہوگا کہ راہن اس کو پورے دس درم دے کر چھڑائے گا یہ سراجیہ میں ہے۔ ایک ذمی نے دوسرے ذمی کے پاس شراب رہن کی پھر وہ سرکہ ہو گئی مگر اس کی قیمت میں کچھ نقصان نہ آیا تو وہ رہن رہے گا پھر امام اعظم و امام ابو یوسف کے نزدیک راہن کو اختیار ہوگا چاہے پورا قرضہ دے کر اُسی کو چھڑا لے یا مرہن سے مثل اپنی شراب کے شراب تاوان لے لے پس وہ سرکہ مرہن کی ملک ہو جائے گا اور امام محمد کے نزدیک چاہے پورے قرضہ کو ادا کر کے فک رہن کر لے یا پورے قرضہ کے عوض اس کو مرہن کے ذمہ چھوڑ دے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک بکری رہن کی اور وہ مرگئی تو قرضہ ساقط ہو جائے گا اور اگر مرہن نے اس کی کھال کی دباغت کرائی تو وہ رہن ہوگی اور یہ حکم بخلاف خریدی ہوئی بکری کے ہے کہ اگر قبضہ کرنے میں کہتا ہوں کہ نوازل میں جو تفصیل میں مذکور ہے وہی ٹھیک معلوم ہوتی ہے اور اسی جانب منقہی میں اشارہ ہے کہ کیونکہ بھاگنے سے جیسی نقصان پیدا ہوگا کہ اول بار مرہن کے پاس سے بھاگا اور اگر پہلے سے بھگوڑا تھا تو وہی عیب رہا ۱۲ منہ

سے پہلے بائع کے قبضہ میں مرگئی اور بائع نے اس کی کھال کی دباغت کرائی تو اس صورت میں کچھ بھی ثمن کے واسطے رہن نہ ہوگا پس اگر قرضہ دس درم ہو اور بکری کی قیمت دس درم ہو اور اس کی کھال ایک درم کی ہو تو وہ ایک درم کے عوض رہن ہوگی اور اگر رہن کے روز بکری کی قیمت بیس درم ہو اور قرضہ دس درم ہو اور کھال روز دباغت کے ایک درم کی ہو تو نصف درم کے عوض رہن ہوگی اور اگر مسلمان یا کافر سے شراب رہن لی اور وہ اس کے پاس سرکہ ہوگئی تو رہن جائز نہ ہوگا اور راہن کو اختیار ہوگا کہ سرکہ کو لے لے اور اس کو کچھ اجرت نہ دے گا اور قرضہ جیسا تھا ویسا ہی رہے گا بشرطیکہ راہن مسلمان ہو اور اگر راہن کافر ہو اور شراب کی قیمت رہن کے روز کی اور قرضہ دونوں برابر ہوں تو اس کو اختیار ہوگا کہ سرکہ مرہن کے ذمہ چھوڑ دے اور قرضہ باطل ہو گیا بعض نے فرمایا کہ یہ امام محمد کا قول ہے اور اصح یہ ہے کہ یہ سب کا قول ہے اور یہ حکم بخلاف اس صورت کے ہے جب مرہن ذمی ہو یعنی جب مرہن ذمی ہو تو حکم اس کے برخلاف ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے فتاویٰ دیناری میں لکھا ہے کہ اگر کسی مسلمان نے دوسرے مسلمان کو شراب کے عوض کوئی چیز رہن دی اور مال مرہون مرہن کے پاس تلف ہو گیا تو اس کے تلف ہونے سے تاوان لازم نہ آئے گا اور ایسا رہن باطل ہے اور مرہون اس کے پاس امانت ہوگا اور اس کو اختیار ہے کہ مرہن سے واپس کر لے اور اگر تلف ہو گیا تو دونوں میں سے کسی کا دوسرے پر کچھ نہ ہوگا اور اگر مرہن مسلمان ہو اور راہن کافر ہو تو بھی یہی حکم ہے کہ رہن باطل ہے اور راہن کو اختیار ہے کہ اپنا رہن واپس لے اور مرہن کو کچھ نہ لے گا اور اگر دونوں کافر ہوں تو دونوں میں رہن صحیح ہے اور فک رہن یا تو شراب کے مثل شراب دے کر لگایا اگر قرضہ کی شراب خرید لی تو اس کے دام دے کر کرے گا اور اگر مرہون تلف ہو گیا تو جس کے عوض رہن ہے اسی کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائے گا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے ہزار درم کو ایک باندی خریدی اور بائع نے اس کو باندی دینے سے انکار کیا کہ جب تک ثمن نہ لے لوں تب تک نہ دوں گا اور مشتری نے کہا کہ جب تک مجھے نہ دے گا تب تک میں تجھے ثمن نہ دوں گا پھر دونوں نے اس بات پر صلح کی کہ مشتری اس کا ثمن ایک مرد عادل کے پاس رکھے یہاں تک کہ بائع باندی کو مشتری کے سپرد کر دے پھر وہ ثمن مرد عادل کے پاس تلف ہو گیا تو وہ مشتری کا مال گیا اور اگر بائع نے کہا کہ تو ثمن کے عوض اس مرد عادل کے پاس رہن رکھ دے تاکہ میں باندی تجھے دے دوں پس اس نے ثمن کے عوض رہن رکھ دیا تو بائع کا مال گیا یہ محیط سرخی میں ہے۔ اگر سودرم قرضہ کے عوض دو سودرم قیمت کا غلام رہن رکھا پس مرہن کے پاس اس کی آنکھ جاتی رہی تو امام اعظمؒ کے نزدیک و امام محمدؒ کے نزدیک سودرم میں سے نصف قرضہ جاتا رہا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غلام مذکور صحیح سالم انداز کیا جائے اور کا نا انداز کیا جائے پس جس قدر دونوں میں تفاوت ہو اس قدر کے حساب سے قرضہ میں سے ساقط کیا جائے یہ نیا بیع میں ہے۔

اگر مرہن کے پاس جو پایہ مرہون کی آنکھ جاتی رہی حالانکہ جو پایہ مذکور کی قیمت قرضہ کے برابر تھی تو چوتھائی قرضہ ساقط ہو جائے گا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے جو کچھ اس کی باندی کے پیٹ میں ہے آزاد کر دیا پھر اس باندی کو رہن کیا تو امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ رہن جائز ہے پھر اگر اس کے بچہ پیدا ہوا اور ولادت سے باندی مذکور میں نقصان آ گیا تو نقصان ولادت کی وجہ سے قرضہ میں سے کچھ ساقط نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ ایک شخص نے ہزار درم قرضہ کے عوض اپنا غلام دو ہزار درم قیمت کا رہن کیا اس شرط سے کہ مرہن زیادتی کا یعنی جس قدر اس کی قیمت بہ نسبت قرضہ کے زائد ہے اس کا ضامن ہے یا مرہن نے یوں شرط لگائی کہ اگر یہ غلام میرے پاس مر جائے تو قرضہ میں سے کچھ ساقط نہ ہوگا تو ایسا رہن فاسد ہے اور کبریٰ میں ہے کہ قاضی امام فخر الدینؒ نے فرمایا کہ جب عقد میں لفظ رہن ذکر کیا پھر مرہون کی قیمت کی زیادتی کی ضمان شرط کر لی یہ شرط کر لی کہ رہن میرے پاس امانت ہے تو ایسی صورت میں رہن جائز ہے اور شرط باطل ہے اور اگر لفظ رہن ذکر نہ کیا ہو تو رہن فاسد ہے یہ

تاتار خانہ میں ہے اور اگر عورت نے اپنے مہر مسمیٰ کے عوض رہن لیا اور مرہون کی قیمت اس کے مہر کے برابر ہے پھر شوہر کو اپنے مہر سے بری کر دیا یا مہر اس کو ہبہ کر دیا اور مرہون کو دینے سے روکا یہاں تک کہ مرہون اس کے پاس تلف ہو گیا تو استحساناً اس پر ضمان نہ ہو گی اسی طرح اگر دخول سے پہلے اپنے شوہر سے اپنے مہر کے عوض خلع کر لیا پھر مرہون اس کو دینے سے نہ روکا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ایک عورت سے نکاح کیا اور مہر بیان نہ کیا (حتیٰ کہ مہر المثل قرار پایا) پھر عورت مذکور کو مہر المثل کے عوض رہن دیا تو ایسے نکاح میں جس میں مہر بیان نہ کیا گیا ہو مہر المثل بمنزلہ مہر مسمیٰ کے ہے ایسے نکاح میں جس میں مہر بیان کیا گیا ہے پس اگر عورت مذکور کے ساتھ دخول کرنے سے پہلے اس کو طلاق دے دی تو تمام مہر المثل ساقط ہو جائے گا اور اگر عورت مذکورہ کے واسطے متعہ واجب ہوگا پھر قیاساً اُس عورت کو متعہ کے واسطے مرہون کا روکنا جائز نہیں ہے یہ امام اعظم کا قول ہے اور دوسرا قول امام ابو یوسف کا بھی یہی ہے یہ مبسوط میں ہے۔

☆ جو نہا باب

مرہون کے نفقہ اور جو نفقہ کے مشابہ ہے اس کے بیان میں

اصل اس باب میں یہ ہے کہ رہن کی ذاتی اصلاح اور اس کے باقی رہنے میں جس چیز کی احتیاج ہو وہ راہن کے ذمہ ہے خواہ مال مرہون میں یہ نسبت قرضہ کے زیادتی ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ عین مرہون راہن کی ملک میں باقی ہے اور اسی طرح اس کے منافع بھی راہن کی ملک ہیں پس مرہون کی اصلاح اور اس کا باقی رکھنا بھی اسی کے ذمہ ہے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے مرہون کی خود رو نوش کا خرچہ اور اسی جنس سے رفیق کا کپڑا یعنی لباس اور ولد مرہون کی دائی کی اجرت و نہر کا اُگارنا اور باغ کا سینچنا اور باغ کے درختاں خرمانی نرمادی لگانا اور اس کے پھل کی توڑوائی اور اس کے درستیوں کے کام وغیرہ اور جو خرچہ مرہون کی حفاظت میں پڑے کہ صحیح سالم راہن کو واپس دے یا اس کے کسی جزو کی حفاظت میں پڑے جیسے اس کے زخم کا علاج کرنا تو وہ مرہون کے ذمہ ہے جیسے نگہبان کی اجرت یہ تبیین میں ہے۔

مرہون کا کفن راہن کے ذمہ ہے خواہ مرہون مرہون کے قبضہ میں ہو یا عادل کے قبضہ میں ہو یہ محیط میں ہے اور جو خرچہ راہن پر واجب ہے اگر اُس کو مرہون نے انجام دے دیا تو وہ مصلوع یعنی احسان کرنے والا ہوگا بشرطیکہ بلا اجازت و حکم راہن ایسا کیا ہو اسی طرح اگر راہن نے وہ خرچہ جو مرہون پر واجب ہے بدون حکم مرہون کے خود انجام دے دیا تو وہ بھی مصلوع ہوگا اور اگر وہ خرچہ جو راہن پر واجب ہے مرہون نے بحکم راہن یا بحکم قاضی اُٹھایا تو راہن سے واپس لے سکتا اسی طرح جو خرچہ مرہون پر واجب ہے راہن نے بحکم مرہون یا بحکم قاضی اُٹھایا تو وہ مرہون سے واپس لے سکتا ہے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اگر راہن غائب ہو گیا اور مرہون نے بحکم قاضی مرہون کو نفقہ دیا تو راہن سے واپس لے گا اگر وہ غائب ہو اور اگر حاضر ہو تو واپس نہ لے گا اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں واپس لے گا اور فتویٰ اس بات پر ہے کہ اگر راہن حاضر ہو اور اس نے نفقہ دینے سے انکار کیا پھر قاضی نے مرہون کو نفقہ دینے کا حکم دیا اور اس نے نفقہ دیا تو راہن سے واپس لے گا یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور جب راہن نے قرضہ ادا کر دیا تو مرہون کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ نفقہ وصول کرنے کے واسطے مال مرہون کو راہن کو دینے سے روک لے اور اگر مال مرہون راہن کے پاس تلف ہو گیا تو نفقہ اپنے حال پر رہے گا یعنی راہن سے واپس لے سکتا^(۱) ہے یہ مضمرات میں ہے اور نفقہ دینے پر مرہون کے قول کی تصدیق نہ کی

(۱) جب کہ واپس لے سکتا ہو ۱۲

جائے گی جب تک گواہ پیش نہ کرے اور اگر اس کے پاس گواہ نہ ہوں تو راہن سے اس کے علم پر قسم لی جائے گی اس واسطے کہ مرہن نے اس پر ایک قرضہ کا دعویٰ کیا ہے اور وہ منکر ہے اور غیر کے فعل پر جب (۱) قسم لی جاتی ہے تو علم پر لی جاتی ہے یہ محیط سرخی میں ہے اور دوا کے دام اور طبیب کی اجرت مرہن کے ذمہ ہے پس کتاب الرهن میں ایک جگہ یہ مسئلہ اسی طرح مطلق مذکور ہے اور دوسری جگہ کتاب الرهن میں یوں فرمایا کہ جراحات و قروح کی دوائی و امراض کے معالجہ کا خرچہ اور جنایت یعنی جرم کا فدیہ بحساب مرہون کی قیمت کے ہے پس جس قدر اس کی قیمت مضمون ہے اس کے حصہ میں جو خرچہ پڑے وہ مرہن کے ذمہ ہے اور جس قدر امانت (۲) ہے اس کے حصہ کا خرچہ راہن کے ذمہ ہے اور ایسا ہی امام قدوری نے اپنی شرح میں ذکر فرمایا ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ دوا کے دام اور طبیب کا خرچہ مرہن کے ذمہ جیسا کہ جب جراحات یا مرض مرہن کے پاس پیدا ہوا ہو اور اگر راہن کے پاس پیدا ہوا ہو تو یہ خرچہ مرہن کے ذمہ ہوگا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ ہر حال میں مرہن کے ذمہ ہوگا اور ایک کتاب میں امام محمدؒ کا مطلقاً چھوڑ دینا ایسی تفصیل نہ کرنا اسی بات پر دلالت کرتا ہے کذا فی المحيط۔ اور یہی اظہر ہے یہ محیط سرخی میں ہے۔ اور فقہ ابو جعفر ہندوانی سے روایت ہے کہ جو جراحات یا مرض مرہن کے پاس پیدا ہوا ہو تو اس کی دوائی کے دام اور طبیب کی اجرت مرہن کے ذمہ ہوگی اور جو راہن کے پاس پیدا ہوا ہو پس اگر مرہن کے پاس زیادہ نہ ہو گیا حتیٰ کہ اس کی زیادہ مداوات کی ضرورت نہ ہو تو مداوات کا خرچہ راہن کے ذمہ ہے اور اگر مرہن کے پاس اس میں زیادتی ہو گئی حتیٰ کہ اس میں زیادہ مداوات کی ضرورت ہوئی تو اس کی مداوات مرہن کے ذمہ ہے لیکن مرہن پر اس کی مداوات کے واسطے جبر نہ کیا جائے گا بلکہ اس سے کہا جائے گا کہ یہ امر تیرے پاس پیدا ہوا ہے پس اگر تجھ کو اپنے مال کی اصلاح و احیاء منظور ہوتا کہ تیرا مال ڈوب نہ جائے تو تو اس کی دوا کر یہ محیط میں ہے۔

شرح طحاوی میں لکھا ہے کہ مرہون کی حفاظت بذمہ مرہن ہے حتیٰ کہ اگر راہن نے مرہن کے واسطے حفاظت کرنے کے عوض کچھ اجرت شرط کر دی تو صحیح نہیں ہے اور مرہن اس کا مستحق نہ ہوگا اور اگر مال مرہون ایسا جانور ہو جس کے چرانے کی حاجت ہے تو چرواہے کی اجرت بذمہ راہن ہے اور جس جگہ وہ جانور باندھا جاتا ہے اور رات گزارتا ہے اس کا کرایہ بذمہ مرہن ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور بھاگے ہوئے غلام مرہون کے واپس لانے والے کی مزدوری میں سے بقدر قرضہ کے بذمہ مرہن اور قرضہ کے حساب سے جو زائد قیمت ہے اس قدر کی مزدوری بذمہ راہن ہے حتیٰ کہ اگر غلام مرہون کی قیمت اور قرضہ برابر ہو یا قیمت کم ہو تو پوری مزدوری بذمہ مرہن ہوگی اور اگر قرضہ سے اس کی قیمت زیادہ ہو تو مزدوری بقدر قرضہ کے بذمہ مرہن اور بقدر زیادتی کے بذمہ راہن ہوگی اور اگر مرہون باغ انگور ہو تو اس کی عمارت و خراج بذمہ راہن ہے اس واسطے کہ یہ ملک پر خرچہ ہے اور عشر سو پیداوار میں سے امام المسلمین لے لے گا اور باقی پیداوار کا رہن باطل نہ ہوگا بخلاف اس کے اگر بعض مرہون شائع یعنی غیر مقسوم پر کسی نے استحقاق ثابت کیا تو باقی کا رہن باطل ہو جاتا ہے اور اگر راہن کے مال میں نمونہ (۳) ہو اور راہن نے چاہا کہ وہ نفقہ جو ہم نے اس پر واجب بیان کیا ہے وہ اس نماء کے عوض کر دے یعنی نفقہ نہ دے اور نماء مرہن کو دے دے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے یہ بدائع میں ہے۔

(۱) یعنی واللہ میں نہیں جانتا ہوں اس نے نفقہ دیا ہے ۱۲ منہ (۲) یعنی جب مرہون کی قیمت بہ نسبت قرضہ کے زائد ہے ۱۲

(۳) یعنی بڑھتی چیز اس سے پیدا ہوئی ہے

بانہوں کا باب ☆

اُس حق کے بیان میں جو مرہن کے مرہون میں واجب ہوتا ہے

اگر راہن مر گیا اور اس پر بہت قرضے ہیں تو مرہن اس مرہون کا مستحق یہ محیط میں ہے۔ یعنی مال مرہون سے پہلے وہ اپنا قرضہ وصول کرے گا پھر باقی میں تمام قرض خواہ شریک ہوں گے فافہم اور مرہن کو اختیار ہے کہ جس قرضہ کے عوض اس نے مال مرہون رہن کیا ہے اس کے واسطے مرہون کو روک رکھے اور یہ اختیار نہیں ہے کہ اس کا دوسرا قرضہ جو راہن پر رہن کرنے سے پہلے کا یا پیچھے کا ہو اس کے واسطے بھی مال مرہون کو روکے اور اگر راہن نے اُس قرضہ میں سے جس کو عوض رہن دیا ہے تھوڑا ادا کر دیا تو مرہن کو اختیار ہے کہ باقی تمام قرضہ وصول کرنے تک مال مرہون کو روکے خواہ باقی قلیل ہو یا کثیر ہو یہ تا تار خانہ میں ہے اور اگر ایک شخص نے دوسرے کے پاس کوئی مال ہزار درم قرضہ دینے کے عوض بطور رہن فاسد کے رہن کیا اور باہمی قبضہ ہو گیا پھر دونوں نے بوجہ فساد کے رہن کو توڑ لیا اور راہن نے مال مرہون واپس لینا چاہا تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا جب تک کہ مرہن کو جو اس نے دیا ہے واپس نہ کرے اس واسطے کہ مرہن نے جو کچھ دیا ہے وہ بمقابلہ اُس مرہون کے دیا ہے جس پر اس نے قبضہ کیا ہے پس راہن کو قبضہ مرہن توڑ دینے کا اختیار نہ ہوگا جب تک مرہن کا ادا کیا ہوا مال اس کو واپس نہ دے پھر اگر اس صورت میں راہن مر گیا اور اس پر بہت قرضے ہیں تو مرہن اس مرہون کا حق دار ہوگا کہ اس مرہون سے وصول کرنے میں بہ نسبت دوسرے قرض خواہوں کے اس کا استحقاق مقدم ہے جیسا کہ راہن کی زندگی میں تھا اور اگر ایک شخص کا دوسرے پر قرضہ آتا ہو پھر قرض دار نے قرض خواہ کو کچھ مال اس قرضہ کے عوض بطور فاسد رہن دیا اور اُس کے سپرد کر دیا پھر دونوں نے رہن کو توڑ لیا اور راہن نے مال واپس لینا چاہا قبل اس کے کہ مرہن کا قرضہ ادا کرے تو اس کو ایسا اختیار ہے اور اگر اس صورت میں راہن مر گیا اور اس پر بہت قرضے ہیں تو مرہن اس مال مرہون کا بہ نسبت دوسرے قرض خواہوں کے زیادہ مستحق نہ ہوگا بلکہ سب قرض خواہ برابر ہوں گے جیسا کہ راہن کی زندگی میں مرہن اس کا بہ نسبت راہن کے زیادہ مستحق نہ تھا یہ محیط میں ہے۔

اگر راہن نے مدبر غلام یا باندی یا ام ولد یا ایسی کوئی چیز جو رہن نہیں ہو سکتی ہے رہن کی تو راہن کو ادائے قرضہ سے پہلے اس کے واپس لے لینے کا اختیار ہوگا خواہ بعض قرضہ سابقہ کے رہن کیا ہو یا بعض قرضہ لاحقہ کے رہن کیا ہو یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر کسی شخص کے پاس چند مال عین رہن کئے اور مرہن نے ان پر قرضہ کر لیا پھر راہن نے تھوڑا قرضہ ادا کر کے چاہا کہ اعیان مرہونہ میں سے کوئی مال عین واپس لے لے تو دیکھا جائے گا کہ اگر اس نے ہر ایک مال عین کا حصہ بیان نہ کیا ہو تو اس کو ایسا اختیار نہ ہوگا اور اگر بیان کر دیا ہو تو زیادات میں مذکور ہے کہ اس کو ایسا اختیار ہوگا اور اصل کی کتاب الرهن میں مذکور ہے کہ اس کو ایسا اختیار نہ ہوگا پس بعض مشائخ نے فرمایا کہ جو حکم اصل میں مذکور ہے وہ امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کا قول ہے اور جو زیادات میں مذکور ہے وہ امام محمدؒ کا قول ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ^(۱) ہیں اور یہی اصح ہے اس واسطے کہ ابن سماعہ نے اپنی نوادر میں امام محمدؒ سے بھی ایسا ہی حکم روایت کیا ہے جیسا کہ اصل میں مذکور ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر راہن و مرہن نے باہم عقد رہن کو فسخ کیا پھر مرہن نے چاہا کہ مرہون کو روکے تو اس کو اختیار رہے گا اور رہن باطل نہ ہوگا جب تک کہ بطریق فسخ کے مرہون کو واپس نہ کر دے یہ سراجیہ میں ہے۔

۱۔ یعنی قرضہ پہلے کا نہ تھا بلکہ رہن پر قرضہ دینا ٹھہرا ہے ۱۲ منہ

(۱) یعنی اختلاف روایت چنانچہ ایک روایت میں جواز ہے اور دوسری میں نہیں ۱۲

جرمنا باب ☆

راہن کی طرف سے مرہون میں زیادہ کر دینے کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ ہمارے علماء ثلاثہ کے نزدیک عقد رہن کے قائم ہونے کی حالت میں مرہون میں زیادہ کرنا استحساناً صحیح ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے ہزار درم قرضہ کے مقابلہ میں ایک غلام رہن لیا پھر راہن نے اس کو ایک کپڑا بڑھا دیا تا کہ وہ بھی غلام مذکور کے ساتھ بعوض اس قرضہ کے جس کے مقابلہ میں غلام رہن ہے مرہون رہے تو استحساناً زیادتی صحیح ہے اور زیادتی اصل عقد میں لاحق ہو جائے گی اور یوں قرار دیا جائے گا کہ گویا عقد رہن اس اصل اور زیادتی دونوں پر وارد ہوا ہے حتیٰ کہ غلام مع کپڑے کے اس قرضہ کے عوض جس میں غلام رہن تھا مرہون ہو جائیں گے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے پاس سودرم قرضہ کے عوض سودرم قیمت کا غلام رہن کیا پھر دوسرا غلام سودرم قیمت کا رہن میں بڑھا دیا پھر دونوں میں سے ایک غلام مر گیا تو اس کے مرنے سے نصف قرضہ ساقط ہوگا اور نصف غلام مذکور امانت میں تلف ہوا یہ نیا بیع میں ہے۔ ایک شخص نے ہزار درم قیمت کی باندی بعوض دو ہزار درم قرضہ کے رہن کی پھر اس کے جسم میں خوبی زیادہ ہو گئی یا نرخ بڑھ گیا یہاں تک کہ وہ دو ہزار درم کی ہو گئی پھر اگر اس کو مولیٰ نے آزاد کر دیا حالانکہ مولیٰ تنگدست ہے تو باندی مذکورہ ہزار درم کے واسطے سعایت کرے گی نہ پورے قرضہ کے واسطے اور اگر اس کی قیمت نہ بڑھی بلکہ اس نے ہزار درم قیمت کا ایک بچہ جنا پھر مولیٰ نے اس کو آزاد کر دیا حالانکہ وہ تنگدست ہے تو دونوں ہزار درم کے واسطے سعایت کریں گے نہ بقدر قیمت دونوں کے اور اگر اس کی قیمت نہ بڑھی اور نہ اس کے بچہ ہوا بلکہ اس کو ایک غلام نے جو دو ہزار درم کا ہے قتل کیا اور اس جرم میں غلام مذکور باندی کے مولیٰ کو دے دیا گیا پس مولیٰ نے اس کو آزاد کر دیا تو وہ بھی ہزار درم کے واسطے سعایت کرے گا یہ ظہیر یہ میں ہے۔

مدبر ہونے کی حالت میں قیمت میں زیادتی کا بیان ☆

ایک شخص نے ہزار درم کے عوض ایک باندی رہن کی اور اس کے بچہ پیدا ہوا پھر وہ مر گئی پس راہن نے ایک غلام بڑھا دیا اور ہر ایک ماں و بیٹے وغلام کی قیمت ہزار درم ہے تو قرضہ پہلے ماں و بچہ کی قیمت پر تقسیم ہوگا پس ماں کے مرنے سے نصف قرضہ ساقط ہو جائے گا اور بچہ بعوض نصف قرضہ کے رہے گا پس اس کے ساتھ غلام لگایا گیا تو باقی ان دونوں پر نصفاً نصف تقسیم ہوگا بشرطیکہ فلک رہن کے وقت تک بچہ باقی رہے حتیٰ کہ اگر فلک رہن سے پہلے بچہ ہلاک ہو گیا تو ظاہر ہوگا کہ بچہ کے مقابلہ میں کچھ قرضہ نہ تھا اور ماں بعوض پورے قرضہ کے ہلاک ہوئی اور زیادتی یعنی غلام کا زیادہ کرنا صحیح نہیں ہوا ہے حتیٰ کہ اگر غلام بھی بچہ کے ہلاک ہونے سے پہلے یا پیچھے ہلاک ہو گیا تو امانت میں ہلاک ہوگا اور اگر بچہ ہلاک نہ ہوا بلکہ اس کی قیمت بڑھ گئی یہاں تک کہ فلک رہن کے روز اس کی قیمت دو ہزار درم تھی تو پہلے قرضہ میں تہائی تقسیم ہوگا جس میں سے ایک تہائی بمقابلہ ماں کے جو اس کے ہلاک ہونے سے ساقط ہو گیا پھر باقی اس بچہ و زیادتی پر تین تہائی تقسیم ہوگا جس میں سے دو تہائی بمقابلہ بچہ کے اور ایک تہائی بمقابلہ غلام کے ہوگا اور اگر بچہ کی قیمت گھٹ گئی یہاں تک کہ پانچ سودرم رہ گئی تو پہلے قرضہ ماں و بچہ پر تین تہائی تقسیم ہوگا جس میں سے دو تہائی بمقابلہ ماں کے جو اس کے مرنے کی وجہ سے ساقط ہو گیا اور ایک تہائی باقی اس بچہ اور زیادہ کئے ہوئے غلام پر تین تہائی تقسیم ہوگا جس میں سے ایک تہائی بمقابلہ بچہ کے اور دو تہائی بمقابلہ زیادہ کئے ہوئے غلام کے ہوگا یہ کافی میں ہے۔ ایک شخص نے ہزار درم قیمت کا غلام بعوض دو ہزار درم قرضہ کے

۱۔ یعنی دونوں باندی مع بچہ کے ہزار درم کے واسطے کمائی کریں ۲۔ یعنی رہن چھڑاتا ۱۲

رہن کیا پھر اس کے جسم کی خوبی یا مزاج بڑھ جانے سے وہ دو ہزار درم کا ہو گیا پھر مولیٰ نے اس کو مدد کر دیا حالانکہ وہ تنگدست ہے تو غلام مذکور پورے قرضہ کے واسطے سعایت کرے گا اور اگر مدد نہ ہو تو ہنوز کچھ سعایت نہ کی ہو کہ مولیٰ نے اس کو آزاد کر دیا تو بھی پورے قرضہ کے واسطے سعایت کرے گا درحالیکہ مولیٰ تنگدست ہے اس واسطے کہ اس قدر مال وصول کر لینا اس کے رقبہ سے اس طرح متعلق ہے کہ اس کی کمائی سے پورا حاصل کیا جائے پس ساقط نہ ہوگا اور اگر مدد ہونے کی حالت میں اس کی قیمت میں زیادتی ہوگئی کہ دو ہزار درم کا ہو گیا پھر مولیٰ نے اس کو آزاد کر دیا تو دو ہزار درم کے واسطے سعایت کرے گا یہ ظہیر یہ میں ہے۔

قرضہ میں زیادہ کر دینا امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک نہیں صحیح ہے بخلاف امام ابو یوسفؒ کے حتیٰ کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کے قرضہ میں اس کو ایک غلام رہن دیا پھر رہن کے مرتہن سے قرض لینے یا کوئی چیز خریدنے یا اور کسی سبب سے رہن پر اس کا اور قرضہ جدید پیدا ہو گیا پھر اس نے قدیمی قرضہ کے رہن کے غلام کو قدیمی و جدید دونوں قرضوں میں رہن کر دیا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک قرضہ جدید میں رہن نہ ہوگا حتیٰ کہ اگر غلام مذکور ہلاک ہو گیا تو بعوض قرضہ قدیم کے تلف ہوگا قرضہ جدید کے عوض تلف نہ ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قدیم و جدید دونوں قرضہ کے عوض رہن ہو جائے گا اور اگر ہلاک ہو تو دونوں کے عوض ہلاک ہوگا اور واضح ہو کہ جب مرہون میں مال زیادہ کر دینا صحیح ٹھہرا تو مرہون اسی قدر قرضہ کے عوض رہن ہوگا جو زیادہ کئے ہوئے مال کے زیادہ کرنے کے وقت قائم ہونے سے اس قرضہ کے عوض جو ساقط ہو گیا ہے یا مرتہن نے اس کو بھر پایا ہے اس واسطے کہ رہن ایفاء ہے اور قرضہ ساقط کا یا جو بھر پایا ہے اس کا ایفاء متصور نہیں ہے اور اصل اور زیادتی پر دونوں کی مقدار قیمت کے حساب سے قرضہ تقسیم کیا جائے گا لیکن اصل کی قیمت وہ معتبر ہوگی جو عقد رہن کی وجہ سے قبضہ کرنے کے وقت تھی اور زیادتی کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو زیادتی شرط کرنے کی وجہ سے قبضہ کرنے کے وقت ہے پھر جو مرہون اس کے بعد تلف ہو وہ اس قدر قرضہ کے عوض تلف ہوگا جس کے عوض وہ رہن ہے اور جو باقی ہے وہ اس قدر کے عوض رہن رہے گا جس کے عوض رہن تھا اور مرہون دو قسم کا ہوتا ہے ایک قسم وہ ہے جو رہن میں داخل نہیں ہوتا ہے اور وہ ایسا نمونہ ہے جو اصل عین سے پیدا نہ ہو اور نہ اجزائے عین میں سے کسی جزو کا بدل ہو جیسے کمائی و ہبہ^(۱) کیا ہو یا صدقہ دیا ہو یا مال اور اس کے امثال اور ایک قسم وہ ہے جو رہن میں داخل ہو اور وہ ایسا نمونہ ہے جو عین مرہون سے متولد ہو جیسے بچہ اور پھل و صوف اور پشم یا اجزائے عین میں سے کسی جزو کا بدل ہو جیسے ارش و عقر اور اس قسم کے نمونے رہن میں داخل ہونے کے معنی یہ ہیں کہ یہ مثل عین کے محبوس ہوتے ہیں یعنی رو کے جاتے ہیں لیکن مضمون نہیں ہوتے ہیں اور نہ ان کے جانب حکم ضمان ساری ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر فک رہن سے پہلے ایسا نمونہ تلف ہو جائے تو اس کے مقابلہ میں قرضہ میں سے کچھ ساقط نہ ہوگا اور جب اس قسم کے نمونہ رہن میں اصل کے ساتھ بر معنی مذکور داخل ہوئے تو جو کچھ قرضہ اصل مرہون کے مقابلہ میں ہے وہ اصل اور اس نمودونوں پر باعتبار دونوں کی قیمت کے تقسیم ہوگا۔ اس واسطے کہ بدون مقابلہ قرضہ کے رہن نہیں ہوتا ہے پس قرضہ کا دونوں پر تقسیم کر دینا واجب ہوا لیکن بایں شرط کہ فک رہن کے وقت تک یہ نمونہ باقی رہے پس جب فک رہن کے وقت تک نمونہ باقی ہو تو تقسیم مذکور مقرر ہو جائے گی اور اگر فک رہن سے پہلے نمونہ تلف ہو جائے تو اس کے مقابلہ میں کچھ قرضہ ساقط نہ ہوگا اور ایسا قرار دیا جائے گا کہ گویا نمونہ کا وجود نہ تھا اور پورا قرضہ بمقابلہ^(۲) اصل مرہون تھا یہ محیط میں ہے اور قرضہ اصل مرہون کی قیمت پر روز قبضہ کے اعتبار سے اور زیادتی کی قیمت پر روز فک رہن کے اعتبار سے تقسیم ہوگا اور اس کی تفسیر یہ ہے کہ جب اصل کی قیمت ایک ہزار درم ہوں اور بچہ کی قیمت ہزار درم ہوں تو قرضہ بظاہر ان دونوں پر

۱۔ جس کو ہمارے عرف میں بھر پائی بولتے ہیں ۱۲۔ زیادہ ہونے و بڑھنے کو کہتے ہیں ارش کسی زخم کا جرمانہ ہے اور وہ عقر و طی بچا کا مہر ہے ۱۲۔

(۱) یعنی مرہون کو کسی نے ہبہ دیا یا صدقہ دیا ۱۲۔ جیسے بچہ مر گیا تو قرار دیا جائے گا کہ پورا قرضہ بمقابلہ ماں کے تھا ۱۲۔

نصفاً نصف ہوگا پھر اگر بچہ مر گیا تو مفت گیا اور اس کی ماں پورے قرضہ کے عوض رہن رہے گئی اور اگر ماں مر گئی اور بچہ رہا پس اگر راہن نے فک رہن کر لیا تو نصف قرضہ کے عوض فک رہن کر لے اور اگر ماں کے مرنے کے بعد بچہ مر گیا تو مفت مر گیا اور ایسا ہو گیا کہ گویا اس کا وجود ہی نہ تھا پس پورا قرضہ اس کی ماں کے مرنے سے ساقط ہوا اور اگر دونوں میں سے کوئی نہیں مرا لیکن نرخ بدل جانے کی وجہ سے ماں کی قیمت میں نقصان آ گیا کہ وہ پانچ سو درم قیمت کی رہ گئی یا زیادتی ہو گئی کہ وہ ہزار درم قیمت کی ہو گئی اور بچہ وہی ایک ہزار درم قیمت کا رہا تو قرضہ دونوں پر نصفاً نصف رہے گا جیسا پہلے تھا اس سے متغیر نہ ہوگا اور اگر ماں اپنے حال سابق پر رہی اور بچہ کی قیمت بسبب عیب پیدا ہو جانے یا نرخ بدل جانے کے گھٹ گئی کہ پانچ سو درم رہ گئی تو قرضہ ان دونوں پر تین تہائی ہوگا کہ دو تہائی ان کے مقابلہ میں اور ایک تہائی بچہ کے مقابلہ میں ہوگا اور اگر بچہ کی قیمت بڑھ گئی کہ دو ہزار درم کا ہو گیا تو تہائی قرضہ بمقابلہ ماں کے اور دو تہائی قرضہ بمقابلہ بچہ کے ہوگا حتیٰ کہ اگر اس کی ماں مر گئی تو بچہ بمقابلہ دو تہائی قرضہ کے مرہون رہے گا اور یہ حکم بنا براس کے اصل کے جو ہم نے بیان کی ہے کہ اصل کی قیمت روز قبضہ کی اور زیادتی کی قیمت روز انفکاک رہن کی معتبر ہوتی ہے سطر دہے یہ محیط سرخسی میں ہے پھر جب یہ قسم نمو کی اصل کے ساتھ مرہون ٹھہری تو اس کی وجہ سے جو قرضہ ساقط ہو گیا ہے اس میں سے بعوض عود کر آتا ہے چنانچہ اگر مرہون ایک باندی ہو اور وہ کافی ہو گئی حتیٰ کہ نصف قرضہ ^(۱) ساقط ہو گیا پھر اس کے بعد اس کے ایک بچہ پیدا ہوا تو بعض قرضہ ساقط عود کرے گا اور کافی ہونے کے بعد بچہ پیدا ہونا ایسا قرار دیا جائے گا کہ گویا کافی ہونے سے پہلے بچہ جنی ہے اور جو زیادتی کی مشروط ہوتی ہے جب وہ اصل کے ساتھ مرہون ہو جاتی ہے تو اس کی وجہ سے قرضہ ساقط میں سے کچھ عود نہیں کرتا ہے اور مرہون باندی کے کافی ہونے کے بعد زیادتی ایسی نہیں قرار دی جائے گی کہ جیسے کافی ہونے سے پہلے زیادتی مشروط ہوتی ہے یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے ایک باندی ہزار درم قیمت کی بعوض ہزار درم قرضہ کے رہن کی پھر وہ کافی ہو گئی تو نصف قرضہ ساقط ہو جائے گا اس واسطے کہ آدمی کی آنکھ اُس کا نصف ہے پھر اگر ایک غلام پانچ سو درم قیمت کا بڑھا دیا تو زیادتی صحیح ہے کیونکہ جس مال مرہون پر زیادہ کیا ہے وہ موجود ہے پس باقی نصف قرضہ ان دونوں پر نصفاً نصف تقسیم ہوگا یعنی بقدر ہر ایک کی قیمت کے برابر تقسیم ہوگا پھر اگر وہ کافی باندی ایک بچہ جنی جو ہزار درم قیمت تھا تو پورا قرضہ اس باندی اور اس کے بچہ پر برابر تقسیم ^(۲) ہوگا اور تقسیم قرضہ کے واسطے کافی ہونے کے بعد جو بچہ ہوا ہے وہ ایسا قرار دیا جائے گا گویا کافی ہونے سے پہلے پیدا ہوا ہے اس واسطے کہ بچہ اصل عقد سے ملحق ہوتا ہے پس ایسا قرار دیا جائے گا کہ گویا وقت عقد کے موجود تھا پس باندی کے کافی ہونے کی وجہ سے جس قدر قرضہ کے مقابلہ میں باندی پڑی ہے اس کا نصف ساقط ہوگا اور یہ مقدار پورے قرضہ کا چوتھائی حصہ ہے اور باندی کے مقابلہ میں نصف قرضہ رہا لیکن بچہ میں سے نصف بچہ اصل ہو گیا بسبب اس کے کہ نصف باندی فوت ہو گئی ہے اور نصف بچہ تابع رہ گیا اس سبب سے کہ نصف باندی باقی ہی اور نصف بچہ جو تابع ہے اس کے مقابلہ کا چوتھائی قرضہ غلام زائد کردہ شدہ تقسیم کرنے کے حق میں ایسا قرار دیا جائے گا گویا وہ باندی میں ہے اس واسطے کہ جو مال زیادہ کیا گیا ہے وہ بچہ کے اس نصف کے تابع نہ ہوگا جو ماں کا تابع ہے پس باندی کے مقابلہ میں پانچ سو درم ہوئے اور بچہ کے مقابلہ میں دو سو پچاس درم رہے پس زیادتی کا غلام ان دونوں پر تین تہائی تقسیم ہوگا (پس اس کا دو تہائی حصہ باندی کے ساتھ مرہون ہوگا اور ایک تہائی حصہ نصف بچہ کے ساتھ جو اصل ہے مرہون ہوگا) پھر پورے قرضہ کا چوتھائی حصہ نصف بچہ کے مقابلہ میں جو اصل ہو گیا ہے اس نصف بچہ اور تہائی زیادتی پر بحساب ہر ایک کی قیمت کے تقسیم ہوگا اور نصف بچہ اصل کی قیمت پانچ سو درم ہے اور تہائی زیادتی کی قیمت پانچ سو درم کی تہائی ہے پس ہم نے پانچ سو کی تہائی کئی

(۱) عند الاغتم ۱۲ (۲) یعنی نصفاً نصف ۱۲

ایک سہم قرار دیا پس تہائی زیادتی سہم ہوا اور نصف بچہ کے تین سہم ہوئے (جس کا مجموعہ چار سہم ہوا) پس چوتھائی قرضہ چار پر تقسیم ہوا اور کمتر ایسا عدد جس کی چوتھائی کا چہارم حصہ نکلے سولہ ہے پس ہم نے قرضہ کے سولہ حصہ کئے جس کا چوتھائی چار ہوئے پس یہ نصف بچہ اور تہائی زیادتی کے درمیان چار پر تقسیم کیا گیا اور باندی کے حصہ میں نصف قرضہ آٹھ ہوا پس اس قدر اس باندی اور دو تہائی زیادتی کے درمیان بقدر ان دونوں کی قیمت کے تقسیم کیا گیا اور دو تہائی زیادتی کی قیمت پانچ سو درم کی دو تہائی ہے اور باندی کی قیمت پانچ سو درم ہے پس تفاوت دونوں میں پانچ سو کی تہائی ہے پس ہم نے پانچ سو درم کی تہائی کو ایک سہم مقرر کیا تو ان سب سہموں کا مجموعہ پانچ سہم ہوئے پھر اگر نصف قرضہ یعنی آٹھ ان دونوں پر پانچ حصے ہو کر تقسیم ہو تو پورا نہیں پڑتا ہے اس واسطے ہم نے اصل مسئلہ یعنی سولہ کو پانچ پر ضرب دی تاکہ اتنی ہو گئے (یعنی قرضہ اسی قرار دیا) اور اس سے مسئلہ کا استخراج کیا سو باندی کافی ہو جانے کی وجہ سے چہارم یعنی بیس ساقط ہوئے اور نصف بچہ اصل کے مقابلہ میں چہارم یعنی بیس ہوئے جو اس نصف اصل اور تہائی زیادتی کے درمیان چار پر تقسیم ہوئے پس ایک چوتھائی یعنی پانچ بمقابلہ تہائی زیادتی کے اور تین پانچویں یعنی پندرہ بمقابلہ نصف بچہ کے ہوئے پھر جو قرضہ بمقابلہ باندی کے ہے یعنی چالیس وہ اس باندی اور دو تہائی زیادتی کے درمیان پانچ ہی پر تقسیم ہو جس میں سے دو پانچویں حصے یعنی سولہ بمقابلہ دو تہائی زیادتی کے اور تین پانچویں یعنی چوبیس بمقابلہ باندی کے ہوئے اور یہ چوبیس جو باندی کے مقابلہ میں ہے در حقیقت باندی کے اور نصف بچہ تابع کے درمیان ہر ایک کے واسطے بارہ بارہ ہیں کہ مجموعہ ہو کر باندی کے حق میں چوبیس پڑے ہیں پس زیادتی کے واسطے ایک مرتبہ پانچ پڑے اور ایک دفعہ سولہ ہوئے پس مجموعہ اکیس ہوا اور یہی معنی امام محمدؒ کے اس قول کے ہیں کہ راہن جب فک رہن چاہے تو کافی باندی اور اس کے بچہ کو تمام قرضہ کے اتنی جزوں میں سے انتالیس جزو کے عوض فک رہن کرا لے گا اور زیادتی کا فک رہن بعوض اکیس جزو کے کرا لے گا اور بیس جزو تمام قرضہ سے ساقط ہو جائیں گے اور یہ مسئلہ ملقب عور او ثمانین کہلاتا ہے یہ کافی میں ہے۔

اگر راہن نے مرتہن کو ہزار درم قرضہ میں سے پانچ سو درم ادا کر دیئے پھر اس کو باندی مرہونہ کے ساتھ مرہون رکھنے کے واسطے ایک غلام دو ہزار درم قیمت کا بڑھا دیا تو یہ زیادتی باقی پانچ سو درم کے ساتھ ملحق ہوگی پس باندی کی نصف قیمت یعنی پانچ سو درم اور غلام زائد کردہ شدہ کی قیمت یعنی دو ہزار درم پر تین تہائی تقسیم ہوگا جس میں سے دو تہائی بمقابلہ غلام کے اور ایک تہائی بمقابلہ باندی کے رکھا جائے گا کہ اگر غلام مر گیا تو بعوض پانچ سو درم کی دو تہائی کے تلف ہوگا یعنی تین سو تینتیس درم و دو تہائی درم قرضہ کے عوض تلف ہوگا اور اگر باندی تلف ہوئی تو تہائی قرضہ کے عوض یعنی بعوض ایک سو چھیاسٹھ درم و دو تہائی درم کے عوض تلف ہوگی اور اگر راہن پانچ سو درم ادا کئے پھر مرہون میں زیادتی کرنے سے پہلے باندی مذکور کافی ہوگی پھر ہزار درم کا ایک غلام بڑھا یا تو دو سو پچاس^(۱) درم قرضہ آدمی کافی باندی اور پوری زیادتی پر پانچ حصے ہو کر تقسیم ہوگا جس میں سے چار حصے بمقابلہ زیادتی کے اور ایک حصہ بمقابلہ کافی باندی کے ہوگا یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر مرتہن نے راہن کی اجازت سے درختان مرہونہ کے پھل کھالے تو قرضہ میں سے کچھ ساقط نہ ہوگا اسی طرح اگر مرہون کی اجازت سے راہن نے بالفعل لے کر کھا^(۲) لے یا ان دونوں کی اجازت سے کسی اجنبی نے کھالیے تو بھی قرضہ میں سے کچھ ساقط نہ ہوگا لیکن اس کا حصہ قرضہ جانب اصل عود نہ کرے گا بخلاف تلف ہو جانے کی صورت کے اس واسطے کہ

یعنی حصہ ۱۲ ۲ یعنی درختان کے ثمر پیدا ہونے سے قرضہ اصل اور نمو یعنی پھلوں پر تقسیم ہوگا اور جب پھل اس طرح تلف کئے گئے تو چاہئے کہ موافق خود نمو و تلف ہونے کے قرضہ جو ان پھلوں کے مقابلہ میں ہو گیا تھا پھر وہ اصل کے مقابلہ میں ہو جائے سو فرمایا کہ ایسا ہوگا ۱۲ منہ

(۱) یعنی کافی ہونے کے بعد پانچ سو درم کا بقیہ نصف ساقط ہوا اور نصف ۱۲ (۲) اس میں اصلی اجازت کہ اسی کی مرتہن کی طرف سے اور روک سے چھوڑا دینے کی اجازت مرتہن کی طرف سے ہے ۱۲

خود تلف ہو جانے کی صورت میں ایسا قرار دیا جائے گا کہ گویا یہ پھل پیدا ہی نہ ہوئے تھے اور یہ صورت تو تلف کر دینے کی ہے لیکن چونکہ باجائزت ہے اس واسطے موجب ضمان نہیں ہے لہذا اگر اس کے بعد اصل یعنی درختان مرتہن کے پاس تلف ہو جائیں تو اپنے حصہ قرضہ کے عوض تلف ہوں گے یعنی قرضہ ان درختوں کے قبضہ کے روز کی قیمت پر اور نمو یعنی پھلوں کے تلف کرنے کے روز کی قیمت پر تقسیم ہوگا پس جس قدر ان درختوں کے مقابلہ میں پڑے اس کے عوض تلف شدہ قرار پائیں گے اسی طرح اگر پہلے اصل ہوئے حالانکہ اس کی نمو ہنوز قائم تھی پھر اس کو مرتہن نے باجائزت رہن یا راہن نے باجائزت مرتہن یا اجنبی نے ان دونوں کی اجائزت سے کھا لیا تو جس قدر اس نمو کے مقابلہ میں قرضہ پڑا تھا وہ ساقط نہ ہوگا اور مرتہن اس کو راہن سے لے لے گا بخلاف خود بخود تلف ہو جانے کی صورت کے اور اگر اس نمو کو راہن نے بلا اجائزت مرتہن کے یا مرتہن نے بلا اجائزت راہن کے یا اجنبی نے بلا اجائزت ان دونوں کے کھا لیا تو کھانے والا ان کی قیمت تاوان دے گا جو ان کے مقام پر قائم کئی جائے گی یہ خزانہ مفتین میں ہے۔

اگر دو باندیاں دو ہزار درم قیمت کی ہر ایک کی ایک ایک ہزار ہے بعوض دو ہزار درم کے رہن کیں پھر ایک باندی کے بچہ ہزار درم قیمت کا پیدا ہوا پھر اس کی ماں مرگئی اور بچہ زندہ رہا تو پہلے قرضہ دونوں باندیوں پر تقسیم کیا جائے گا پھر جس قدر اس بچہ کی ماں کے پرتے میں پڑا ہے وہ اس کے اور اس کی ماں کے درمیان برابر تقسیم ہوگا پس ماں کے مرجانے سے چوتھائی قرضہ ساقط ہو جائے گا اور بچہ کے مقابلہ میں چوتھائی قرضہ باقی رہے گا اور نصف قرضہ زندہ باندی کے مقابلہ میں رہے گا پھر اگر ہزار درم قیمت کا غلام زیادہ کر دیا تو یہ غلام باقی باندی اور بچہ پر بقدر دونوں کے مقابل قرضہ کے تین تہائی تقسیم ہوگا پس زیادتی کا تہائی حصہ بچہ کے تابع ہو کر رہن ہوگا پھر جس قدر قرضہ بمقابلہ بچہ کے ہے وہ بچہ اور اس کے ساتھ جس قدر حصہ غلام زیادہ کردہ مرہون ہے دونوں پر بحساب دونوں کی قیمت کے تقسیم ہوگا اور بچہ کی قیمت ہزار درم ہے اور تہائی حصہ غلام زائد کی قیمت ہزار درم کی تہائی ہے پس ہزار کی تہائی ایک سہم قرار دیا جائے گا پس جو قرضہ بمقابلہ بچہ کے ہے وہ چار پر تقسیم ہو کر ایک چوتھائی بمقابلہ تہائی غلام زائد کے اور تین چوتھائی بمقابلہ بچہ کے ہوگا اور وہ دو تہائی غلام زائد باقی باندی کے ساتھ مرہون ہوگا پس جو قرضہ بمقابلہ باندی کے تھا وہ ان دونوں پر بحساب دونوں کی قیمت کے تقسیم ہوگا اور دو تہائی غلام زائد کی قیمت ہزار کی دو تہائی ہے اور باندی زندہ کی قیمت ہزار درم ہے پس ہزار کی تہائی ایک سہم مقرر کر کے جو قرضہ بمقابلہ باندی کے ہے پانچ پر تقسیم ہوگا جس میں سے دو پانچویں حصے بمقابلہ دو تہائی غلام زائد کے اور تین پانچویں حصہ بمقابلہ زندہ باندی کے رہیں گے پھر اگر غلام یا زندہ باندی تلف ہو تو جس قدر کے مقابلہ میں مرہون ہے اسی قدر کے عوض تلف شدہ قرار پائے گی اور اگر بچہ تلف ہو جائے تو یہ ظاہر ہوگا کہ اس کی ماں بعوض ہزار درم کے تلف ہوئی اور بچہ کے مقابلہ میں گویا کچھ قرضہ نہ تھا اور جو غلام زیادہ کیا گیا ہے وہ زندہ باقی کے ساتھ میں زیادہ ہوا ہے اور اگر بچہ کی قیمت بڑھ کر دو ہزار درم ہوگئی ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو جس قدر قرضہ اس کی ماں کے مقابلہ میں ہے یعنی ہزار درم وہ ان دونوں پر باعتبار ان کی قیمت کے تین تہائی تقسیم ہوگا جس میں سے ایک تہائی نصف قرضہ میں سے اس کی ماں کے مرنے سے ساقط ہو گیا اور ہزار کی دو تہائی قرضہ بمقابلہ اس کے بچہ کے باقی رہا اور غلام زائد کردہ شدہ اس بچہ اور دوسری زندہ باندی پر بقدر ان دونوں کی قیمت کے پانچ پر تقسیم ہوگا جس میں سے دو پانچویں حصے اس بچہ کے ساتھ مرہون رہیں گے اور تین پانچویں حصے زندہ باقی کے ساتھ مرہون ہوں گے پھر جس قدر قرضہ کے عوض بچہ مرہون ہے یعنی ایک ہزار درم کی دو تہائی وہ اس بچہ اور دو پانچویں حصے غلام زائد پر بقدر دونوں کی قیمت کے تقسیم ہوگا پس چھ حصہ ہو کر پانچ حصہ بمقابلہ بچہ کے اور ایک چھٹا حصہ بمقابلہ دو پانچویں حصہ غلام زائد کے ہوگا اس واسطے کہ دو پانچویں حصہ غلام کی قیمت اچھا سود درم ہیں اور بچہ کی قیمت دو ہزار درم ہیں پس ہر چار سو کا ایک سہم قرار دیا گیا کہ جملہ چھ سہام ہوئے اور غلام زائد کے تین پانچویں حصے زندہ باندی کے

ساتھ مرہون ہوں گے پس جس قدر قرضہ بمقابلہ زندہ باندی کے ہے وہ باندی اور تین پانچویں حصہ غلام زائد پر بحساب دونوں کی قیمت کے آٹھ پر تقسیم ہوگا اور تین پانچویں حصہ زائد کی قیمت چھ سو درم ہیں اور باندی کی قیمت ہزار درم ہیں پس ہر دو سو کا ایک سہم قرار دیا گیا پس سب کے آٹھ سہام ہوئے جس میں سے پانچ سہام بمقابلہ باندی کے اور تین سہام بمقابلہ حصہ غلام زائد کے ہوں گے یہ کافی میں ہے اور اگر باندی مرہونہ کے ایک ساتھ دو بچے یا تین بچہ پیدا ہوئے یا متفرق پیدا ہوئے تو دونوں صورتیں یکساں ہیں یعنی تمام قرضہ باندی کے قبضہ کے روز کی قیمت اور ان بچوں کے فک رہن کے روز کی قیمت کے اعتبار سے تقسیم ہوگا اور اگر باندی کے بیٹی ہوئی پھر اس بیٹی کے بچہ ہوا تو یہ دونوں حکماً دو بچوں کے مانند ہیں یہ تاتار خانہ میں ہے۔

مانوال باب ۱۰ ☆

مال قرضہ وصول پانے کے وقت مال مرہون سپرد کرنے کے بیان میں

امام محمدؒ نے زیادات میں ذکر فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس ہزار درم قرضہ کے عوض ہزار درم قیمت کی باندی رہن کی پھر مرتہن نے رہن سے اپنا قرضہ طلب کیا کہ جب تک مرہونہ باندی کو نہ لائے گا تب تک نہ دوں گا حالانکہ راہن و مرتہن اپنے شہر میں موجود ہیں تو مرتہن کو حکم دیا جائے گا کہ پہلے باندی کو حاضر کرے اور اگر راہن و مرتہن سے اس شہر کے سوائے جس میں رہن واقع ہوا ہے دوسرے شہر میں ملاقات ہوئی اور مرتہن نے اُس سے اپنا قرضہ طلب کیا اور راہن نے انکار کیا کہ جب تک مال مرہونہ نہ لائے گا تب تک نہ دوں گا تو راہن پر ادائے قرضہ کے واسطے جبر کیا جائے گا اور مرتہن کو مال مرہونہ حاضر کرنے کا حکم نہ دیا جائے گا خواہ مال مرہون ایسی چیز ہو جس کی بار برداری و خرچہ پڑتا ہے یا ایسی چیز ہو جس کے واسطے بار برداری و خرچہ نہیں ہے۔ اور ہمارے بعض مشائخؒ نے فرمایا کہ یہ حکم ایسے مال مرہون کے حق میں جس کے واسطے بار برداری و خرچہ ہے حکم قیاسی ہے اور استحساناً یہ حکم ہے کہ مرتہن پر مال مرہونہ پہلے حاضر کرنے کے واسطے جبر کیا جائے گا اور بعض مشائخؒ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ یہ حکم جو امام محمدؒ نے ذکر فرمایا ہے قیاساً و استحساناً دونوں طرح بھی حکم ہے اور یہی صحیح ہے کذا فی المحیط اور اگر مرتہن نے کہا کہ مرہونہ باندی میرے گھر میں ہے تو مجھ کو میرا قرضہ دے دے اور میرے ساتھ چل کر میرے گھر سے وہ باندی لے لے تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا بلکہ اس کو باندی مذکور حاضر کرنے کا حکم دیا جائے گا پھر جب مرتہن اس کو حاضر لایا تو راہن کو حکم دیا جائے گا کہ پہلے اس کا قرضہ ادا کر دے یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم قسط دار ادا کرنے کی شرط پر قرض ہیں پھر قرض دار نے تمام مال قرضہ کے عوض کچھ مال جس کی قیمت مقدار قرضہ کے برابر ہے رہن دیا پھر ایک قسط کا وقت آیا اور مرتہن نے اس قسط کے قدر مال کا مطالبہ کیا اور راہن نے دینے سے انکار کیا کہ جب تک مال مرہون کو حاضر نہ کرے گا تب تک نہ دوں گا تو مرتہن پر مال مرہون حاضر کرنے کے واسطے جبر نہ کیا جائے گا اس واسطے کہ اس کے حاضر کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے اور اگر راہن نے کہا کہ مال مرہون تلف ہو گیا ہے اور مرتہن اپنے مال کا بھر پانے والا ہو گیا اور مجھ پر اس کے قرضہ میں سے کچھ بھی ادا کرنا واجب نہیں ہے اور قاضی سے درخواست کی کہ مرتہن کو حکم دے کہ مرتہن اس کو حاضر کرے تاکہ اس کا حال معلوم ہو جائے تو قیاساً یہ حکم ہے کہ قاضی اس کو حاضر لانے کا حکم نہ دے گا اور استحساناً یہ حکم ہے کہ اگر دونوں اسی شہر میں ہوں جہاں رہن واقع ہوا ہے تو قاضی اس کو حکم دے گا کہ حاضر کرے اور اگر قاضی کی رائے میں یہ آئے کہ باوجود اسی شہر میں ہونے کے مرتہن کو مال مرہون حاضر کرنے کا حکم نہ دے بلکہ مرتہن سے اس امر پر قطعی قسم لے کہ واللہ مال مرہون ضائع نہیں ہوا اور نہ ہلاک ہوا ہے اور راہن کو حکم دے کہ جس قدر قسط کی میعاد آگئی ہے اس قدر مرتہن کو ادا کر دے تو قاضی

کو ایسا کرنے کا اختیار ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مال مرہون ایک شخص عادل کے پاس ہو اور اس کی اجازت ہو کہ دوسرے کے پاس ودیعت رکھے اور عادل نے ایسا کیا ہو پھر مرہن نے آ کر اپنا قرضہ طلب کیا تو مرہن کو مال مرہون حاضر کرنے کی تکلیف نہ دی جائے گی اور راہن کو مال قرضہ دے دینے کا حکم کیا جائے گا اس واسطے کہ راہن قبضہ مرہن پر راضی نہیں ہوا ہے پس مرہن کے ذمہ ایسی چیز کا حاضر کرنا لازم نہیں ہوگا جو اس کے قبضہ میں نہیں آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر مال مرہون کو مرہن نے عادل سے لے لیا تو غاصب ضامن قرار دیا جائے گا پس کیونکہ اس کے ذمہ ایسی چیز کا حاضر کرنا لازم ہوگا جس کے لے لینے سے وہ غاصب ٹھہرتا ہے اور اگر عادل نے مال مرہون ایسے شخص کے پاس ودیعت رکھا جو اس کے عیال میں ہے اور خود کہیں غائب ہو گیا اور مرہن نے اپنا قرضہ طلب کیا اور مودع نے کہا کہ میرے پاس فلاں شخص نے یہ مال ودیعت رکھا ہے مگر میں یہ نہیں جانتا ہوں کہ کس کا مال ہے یا عادل مذکور مال مرہون لے کر کہیں غائب ہو گیا اور یہ پتہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ کہاں گیا ہے تو مرہن کو مال مرہون حاضر کرنے کی تکلیف نہ دی جائے گی مگر راہن پر ادائے قرضہ کے واسطے جبر کیا جائے گا اس واسطے کہ مرہن مال مرہون سپرد کرنے سے عاجز ہے اور اگر مودع نے اس مال کی ودیعت ہونے سے انکار کر کے کہا کہ یہ مال میرا ہے تو مرہن مال قرض وصول نہیں کر سکتا ہے اس واسطے کہ ایسے انکار سے مال مرہون تلف شدہ قرار دیا جائے گا پس استیفاء^(۱) قرض ثابت ہوگا پس جب تک مرہن اس امر کو ثابت نہ کرے کہ یہ مال مرہون ہے تب تک اپنا مال قرض وصول نہیں کر سکتا ہے یہ کافی میں ہے۔

☆ عادل کے پاس رہن مال مرہون تلف ہو گیا تو اس کی چند صورتوں کا بیان

ایک دوسرے کے پاس ایک باندی رہن کر کے ایک شخص عادل کے قبضہ میں رکھائی پھر عادل مذکور مر گیا اور ایسے شخص کے پاس جو اس کی عیال میں ہے باندی کو ودیعت رکھ گیا پھر مرہن نے آ کر راہن سے اپنا قرضہ طلب کیا اور راہن نے کہا کہ جب تک تو مال مرہون حاضر نہ کرے گا تب تک میں تجھے نہ دوں گا اور مودع نے کہا کہ یہ باندی میرے واسطے فلاں شخص نے ودیعت رکھی ہے مگر میں یہ نہیں جانتا ہوں کہ یہ باندی کس شخص کی ہے تو راہن پر ادائے قرضہ کے واسطے جبر کیا جائے گا پھر اگر وہ باندی عادل کے پاس تلف ہو گئی تو جو کچھ راہن نے مرہن کو دیا ہے اس سے واپس لے گا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر راہن نے یہ دعویٰ کیا کہ مال مرہون^(۲) تلف ہو گیا ہے تو مرہن سے اس کے علم پر قسم لی جائے گی پس اگر وہ قسم کھا گیا تو راہن پر ادائے قرضہ کے واسطے جبر کیا جائے گا اور اگر قسم سے انکار کر گیا تو جبر نہ کیا جائے گا اور اگر غلام رہن ہو اور اس کو کسی شخص نے خطا سے قتل کر ڈالا اور قاتل کی مددگار برادری پر اس کی قیمت تین سال میں واجب ہوئی پھر اگر مرہن نے اپنا قرضہ طلب کیا تو راہن پر ادائے قرضہ کے واسطے جبر نہ کیا جائے گا اور اگر تہائی^(۳) قیمت کی معیاد آگئی تو جب تک راہن کو پوری قیمت نہ مل جائے تب تک راہن پر ادائے قرضہ کے واسطے جبر نہ کیا جائے گا پس اگر قیمت^(۴) بخش قرضہ سے ہو تو کچھ قیمت میں ملتا جائے اس کو مرہن اپنے قرضہ میں وصول کرتا جائے گا اور اگر اس کی قیمت میں اونٹ یا بکریاں ہوں اور قاضی نے قیمت میں ان جانوروں کے دینے کا حکم کیا ہو تو یہ جانور بعض قرضہ کے رہن ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر راہن نے عادل کو بیع مرہون پر قادر کر دیا اور عادل نے اس کو نقد یا ادھار فروخت کیا تو جائز ہے پھر اگر مرہن نے قرضہ کا مطالبہ کیا تو مرہن کو مال مرہون یا اس کے بدلے یعنی ثمن کے حاضر کرنے کی تکلیف نہ دی جائے گی یا اس واسطے کہ

۱۔ واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ باندی مرہون تلف ہو گئی ۱۲ (۱) یعنی قرضہ بھر پایا ۱۳ (۲) جو عادل کے پاس ہے ۱۲ (۳) یعنی اس کے بدلے ۱۲ (۴) مثلاً درم اور قرضہ بھی درم ہوں ۱۲

وہ اس کے حاضر لانے پر قادر نہیں ہے اسی طرح اگر راہن نے مرہن کو اس کی بیع کے واسطے حکم دیا ہو اور مرہن نے فروخت کر کے ہنوز اس کے ثمن پر قبضہ نہ کیا ہو تو بھی قرض اس سے حاضر کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا مگر راہن اس کے قرضہ ادا کرنے پر مجبور کیا جائے گا اور اگر مرہن نے اس کا ثمن وصول کر لیا ہو تو ثمن حاضر لانے پر مجبور کیا جائے گا یہ خزانہ المفتین میں ہے۔ اگر مرہن نے یا عادل نے بحکم راہن مال مرہون کو فروخت کیا اور مشتری کے واسطے ثمن کی تاخیر دے دی یا ثمن کسی میعاد تک ادھار ٹھہرا تھا تو مرہن کو اپنے مطالبہ قرض کا اختیار ہے اس واسطے کہ ثمن مذکور راہن کے مختار کر دینے سے قرضہ ہو گیا ہے پھر اگر ثمن مذکور مشتری پر ڈوب جائے تو جو کچھ مرہن نے لیا ہے وہ راہن کو واپس کر دے گا یہ تا تاریخانیہ میں ہے۔

رہن باب ☆

مال مرہون میں راہن یا مرہن کے تصرف کرنے کے بیان میں

قرضہ ساقط ہونے سے پہلے مال مرہون میں راہن کا تصرف یا تو ایسا تصرف ہوگا جو متحمل فسخ^(۱) ہوتا ہے جیسی بیع و کتاب و اجارہ و ہبہ و صدقہ و اقرار وغیرہ یا ایسا تصرف ہوگا کہ جو متحمل فسخ نہیں ہوتا ہے جیسی عتق و تدبیر و استیلا وغیرہ پس اگر ایسا تصرف ہو جو متحمل فسخ ہوتا ہے تو بغیر رضامندی مرہن کے منعقد نہ ہوگا اور مرہن کا حق جنس یعنی مرہون کو روک رکھنے کا استحقاق باطل نہ ہوگا پھر اگر راہن نے قرضہ ادا کر دیا اور مرہن کے روکنے کا استحقاق باطل ہو گیا تو سب تصرفات نافذ ہو جائیں گے اور اگر مرہن نے تصرف راہن کی اجازت دے دی تو تصرف نافذ ہو جائے گا اور مال مرہون رہن ہونے سے نکل جائے گا اور قرضہ بحالہ باقی رہے گا اور بیع کی صورت میں مرہون کا ثمن بجائے مرہون کے رہن ہوگا۔ اسی طرح اگر ابتداء میں راہن نے با اجازت مرہن تصرف کیا تو بھی یہی حکم ہے اور جو تصرف متحمل فسخ نہیں ہے وہ نافذ ہو جاتا ہے اور رہن باطل ہو جاتا ہے۔ پھر واضح ہو کہ اگر غلام مرہون کو راہن نے آزاد کیا اور وہ آزاد ہو گیا اور مرہون ہونے سے نکل گیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر راہن خوش حال ہو تو غلام پر کمائی و سعایت لازم نہ ہوگی اور راہن پر ضمان بحالہ رہے گی اگر قرضہ فی الحال ادا کرنے کی قرارداد پر ہو تو راہن اس کے ادا کرنے پر مجبور کیا جائے گا اور اگر ادائے قرضہ کی کچھ میعاد مقرر ہوگی اور وہ میعاد آگئی ہوگی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ہنوز میعاد نہ آئی ہوگی تو عتق نافذ ہو جائے گا اور مرہن غلام مذکور کی قیمت راہن سے لے کر بجائے غلام کے اس کو رہن کر لے گا پھر جب میعاد آئے گی تو دیکھا جائے گا کہ اگر غلام کی قیمت جنس قرضہ سے ہوگی تو اس قیمت سے اپنا قرضہ پورا لے لے گا اور اگر کچھ بچا تو وہ راہن کو واپس کر دے گا اور اگر جنس قرضہ سے برخلاف دوسری جنس ہو تو جیسا میعاد آنے سے پہلے تھا اسی طرح اپنا قرضہ حاصل کرنے تک اس کو روک رکھے گا اور اگر راہن تنگ دست ہو تو مرہن کو اختیار ہوگا کہ غلام کے رہن کے وقت کی قیمت اور غلام کے آزاد ہونے کے وقت کی قیمت اور مقدار قرضہ ان تینوں میں سے جو کم مقدار ہو اس کو کم کر ادا کرنے کے واسطے غلام مذکور سے سعایت کر دے خواہ قرضہ فی الحال ادا کرنا ہو یا میعاد ہو پھر جبراً راہن کو تو انگری و خوشحالی حاصل ہو تو غلام مذکور نے بحالت اضطراب جو کچھ اس کا قرضہ سعایت کر کے ادا کیا ہے اس سے واپس لے گا اور مرہن بھی اگر اس کا کچھ قرضہ باقی رہ گیا ہو اور راہن سے لے کر مثلاً ہزار درم قیمت کا غلام بعوض دو ہزار درم کے رہن کیا پھر اس کی قیمت بڑھ گئی پھر راہن نے اس کو آزاد کیا تو غلام مذکور وقت رہن کی قیمت ایک ہزار درم قیمت کے واسطے سعایت کرے گا اس واسطے کہ بقدر ہزار درم کے ضمان واجب ہوگی چنانچہ اگر غلام مذکور مر جائے تو اسی قدر قرضہ ساقط ہو جائے گا اور اگر راہن نے اس کو آزاد نہ کیا بلکہ

یعنی مشقت و اجرت کرنا ۱۲ (۱) یعنی کسی سبب سے وہ فسخ ہو سکتا ہے (۲) اسباب فسخ میں سے کسی سبب سے فسخ نہیں ہو سکتا ہے ۱۳

مدبر کر دیا تو مدبر کرنا نافذ ہو جائے گا اور رہن باطل ہو جائے گا اور بعد مدبر کئے جانے کے مرتہن کو اس کے روکنے کا اختیار نہ ہوگا پھر دیکھا جائے گا کہ اگر راہن خوش حال ہو اور قرضہ فی الحال ادا کرنا ہو تو مرتہن اپنا پورا قرضہ اس سے لے لے گا اور اگر قرضہ میعاد ہی ہو تو مدبر مذکور کی قیمت اس سے لے کر بجائے مدبر مذکور کے رہن رکھے گا جیسا عتق کی صورت میں ہے اور اگر راہن تنگ دست ہو اور قرضہ فی الحال ادا کر دیا ہو تو مرتہن مذکور سے اپنے پورے قرضہ کے واسطے چاہے جس قدر ہو سعایت کرائے گا اور اگر قرضہ میعاد ہی ہو تو غلام مذکور سے اس کی پوری قیمت کے واسطے سعایت کرا کے اُس قیمت کو بجائے مدبر مذکور کے رہن رکھے گا پس آزاد کرنے کی صورت اور مدبر کرنے کی صورت میں دو باتوں میں فرق ہوا ایک یہ کہ آزاد کرنے کی صورت میں جب راہن تنگ دست ہو تو غلام پر اس کے وقت رہن کی قیمت اور مقدار قرضہ ان تینوں میں سے کم مقدار کے واسطے سعایت کرنی واجب ہوتی ہے اور مدبر کرنے کی صورت میں اس پر پورے قرضہ کے واسطے چاہے جس قدر ہو سعایت کرنی واجب ہے جب کہ قرضہ فی الحال ادا کرنا ہو اور اس کی قیمت کی طرف لحاظ نہ کیا جائے گا اور اگر قرضہ میعاد ہی ہو تو اس پر اپنی پوری قیمت کے واسطے سعایت واجب ہوگی اور دوم یہ کہ آزاد کرنے کی صورت میں جو کچھ غلام نے کما کر ادا کیا ہے وہ راہن سے خوشحال ہونے کے وقت واپس لے گا اور مدبر کرنے کی صورت میں نہیں لے گا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مدبر ہو جانے سے اس کی کمائی مولیٰ کی ملک رہنے سے خارج نہیں ہوئی پس اس کو مولیٰ سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور پورے قرضہ کے واسطے سعی کرے گا اور آزاد ہونے سے اس کی کمائی مولیٰ کی ملک ہونے سے خارج ہوگئی۔ اور اگر مرہون کوئی باندی ہو جو مرتہن کے پاس حاملہ ہوگئی اور راہن نے دعویٰ کیا کہ یہ حمل میرا ہے پس اگر وضع حمل سے پہلے ایسا دعویٰ کیا ہو تو اس کا دعویٰ صحیح ہے اور بچہ کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا اور وہ بچہ رہن میں داخل ہونے سے پہلے آزاد ہوگا اور وہ باندی اس کی ام ولد ہو کر رہن سے خارج ہو جائے گی اور بچہ پر کچھ سعایت لازم نہ ہوگی مگر اس کی ماں کا حکم سب صورتوں میں وہی ہوگا جو ہم نے غلام مدبر کے واسطے ذکر کر دیئے ہیں اور اگر باندی مذکور نے وضع حمل کیا پھر اس کے بعد راہن نے اس کے بچہ کے نسب کا دعویٰ کیا تو بھی دعویٰ صحیح ہوگا اور بچہ کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا اور رہن میں داخل ہونے کے بعد وہ بچہ آزاد ہو جائے گا اور اس کے مقابلہ میں قرضہ میں سے ایک حصہ ہو جائے گا اور باندی مذکور اس کی ام ولد ہو جائے گی اور رہن ہونے سے خارج ہو جائے گی پس تمام قرضہ باندی کے رہن ہونے کے روز کی قیمت اور بچہ مذکور کے راہن کے دعویٰ کرنے کے روز کی قیمت پر تقسیم کیا جائے گا پس جس قدر حصہ باندی کے مقابلہ میں آیا ہے اس کی بابت باندی کا حکم وہی ہوگا جو مدبر کا پورے قرضہ کی بابت مذکور ہوا ہے اور بچہ کا حکم اپنے حصہ قرضہ کی بابت سب وہی ہوگا جو ہم نے آزاد شدہ کے حق میں ذکر کیا ہے لیکن اس صورت میں یہ ہوگا کہ راہن کے دعویٰ کرنے کے روز کی بچہ کی قیمت کو اور اُس کے پرتے میں جس قدر قرضہ کا حصہ آیا ہے اس کو دیکھا جائے گا پس ان دونوں میں سے جو مقدار کم ہو اس کے واسطے بچہ مذکور سعایت کرے گا اور اگر راہن تنگ دست ہو اور جس قدر کما کر ادا کرے گا وہ راہن^(۱) سے واپس لے گا یہ شرح طحاوی میں ہے۔

ایک باندی ہزار درم قیمت کی بعوض دو ہزار درم قرضہ کے رہن کر دی پھر وہ نرخ بڑھ جانے سے دو ہزار درم کی ہوگئی یا ہزار درم قیمت کا بچہ جنی تو دو ہزار درم دے کر دونوں کو فک رہن کرے گا اور اگر باندی ہلاک ہو جائے تو دو ہزار درم کے عوض ہلاک ہوگی اور اگر مولیٰ نے اُس باندی کو آزاد کر دیا حالانکہ وہ تنگ دست ہے تو وہ ہزار درم کے واسطے سعایت کرے گی اسی طرح اگر دونوں کو آزاد کر دیا تو دونوں ہزار درم کے واسطے سعایت کریں گے اور اس قدر مال پھر مولیٰ^(۲) سے واپس لیں گے اور مرتہن اپنا باقی قرضہ راہن سے لے لے گا یہ محیط سرخی میں ہے۔ ایک شخص نے ہزار درم قیمت کا غلام بعوض ہزار درم کے رہن کیا پھر اس کا نرلخ گھٹ کر پانچ سو درم

(۱) جب کہ راہن خوش حال ہو جائے ۱۳ (۲) جب وہ خوش حال ہو جائے ۱۲

رہ گیا پھر راہن نے اس کو حالت تنگدستی میں آزاد کر دیا تو غلام مذکور آزاد ہونے کے روز کی قیمت یعنی پانچ سو درم کے واسطے سعایت کرے گا پورے قرضہ کے واسطے سعایت نہ کرے گا۔ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم قیمت کا غلام بغوض دو ہزار درم قرضہ کے راہن دیا پھر اس کی قیمت بڑھ کر دو ہزار درم ہو گئی پھر مولیٰ نے اس کو مدد کر دیا حالانکہ وہ تنگدست ہے تو وہ پورے قرضہ کے واسطے سعایت کرے گا اور اگر اس نے ہنوز سعایت نہ کی ہو یہاں تک کہ مولیٰ نے اس کو آزاد کر دیا تو وہ دو ہزار درم کے واسطے سعایت کرے گا جب کہ آزاد کرنا بعد مدد کرنے کے واقع ہوا ہو اور اگر اس کو مدد کر دیا پھر اس کی قیمت بڑھ گئی تو دو ہزار درم کے واسطے سعایت کرے گا پھر اگر اس کو اس کے بعد آزاد کر دیا تو ہزار درم کے واسطے سعایت کرے گا یہ خزانہ الاکل میں ہے۔

(شریک خاموش) کی بابت کچھ حقوق و فرائض کا بیان ☆

ایک شخص نے ہزار درم قیمت کی باندی بغوض ہزار درم کے راہن کی پھر اس کے ہزار درم قیمت کا بچہ پیدا ہوا پھر پیدا ہونے کے بعد راہن نے اس کے نسب کا دعویٰ کیا حالانکہ وہ خوش حال ہے تو مال کا (۱) ضامن ہوگا اور اگر تنگدست ہو تو باندی نصف قرضہ کے واسطے اور بچہ نصف قرضہ کے واسطے سعایت کریں گے اور اگر بچہ نے سعایت کر کے ہنوز کچھ ادا نہ کیا ہو یہاں تک کہ اس کی ماں سعایت سے فارغ ہونے سے پہلے مر گئی تو اس کا بچہ اپنی نصف قیمت اور نصف قرضہ سے جو کم مقدار ہو اس کے واسطے سعایت کرے گا اور اس کی ماں کے مرنے سے اس کے ذمہ کچھ زائد نہ کیا جائے گا یہ مبسوط میں ہے۔ دو شخصوں نے ایک غلام راہن کیا پھر اس کو دونوں میں سے ایک نے آزاد کر دیا تو ضرور ہے کہ یا تو دونوں خوش حال ہوں گے یا دونوں تنگدست ہوں گے یا ایک خوش حال اور دوسرا تنگدست ہوگا اور قرضہ یا فی الحال واجب الادا ہوگا یا میعاد ہوگا پس اگر دونوں خوش حال ہوں اور قرضہ فی الحال واجب الادا ہو اور غلام کی قیمت ایک ہزار درم ہو تو آزاد کرنے والے پر بقدر اس کے حصہ کے قرضہ لازم ہوگا اور اسی طرح اس کے شریک پر بھی بقدر اس کے حصہ کے قرضہ لازم ہوگا بدینی وجہ کہ وہ قرض دار ہونہ بدینی وجہ کہ عتق ثابت ہوا ہے اس واسطے کہ مال مرہون بوجہ دونوں میں سے ایک کے آزاد کرنے کے تلف ہو گیا اور وہ دونوں خوش حال ہیں اور قرضہ فی الحال واجب الادا ہے پس دونوں سے اپنے اپنے حصے کے قدر قرضہ کا مواخذہ کیا جائے گا اور اگر قرضہ میعاد ہو تو آزاد کرنے والا اپنے حصہ کی قیمت کا ضامن ہوگا اس واسطے کہ اس نے اپنا حصہ تلف کر دیا پس مرہن اس سے لے لے گا اور وہ میعاد آنے تک اس کے پاس رہن رہے گی پھر دیکھا جائے گا کہ اس کا شریک جس نے آزاد نہیں کیا ہے بلکہ خاموش رہا ہے کیا بات اختیار کرتا ہے پس اگر اس نے تاوان لینا اختیار کیا یا غلام سے سعایت کرائی تو مرہن کو اختیار ہوگا کہ یہ مال اس سے لے لے اس واسطے کہ یہ رہن کا بدل ہے پس اس کے پاس رہن رہے گا پھر جب قرضہ کی میعاد آئے تب مرہن اس کو اپنے قرضہ میں جو ان دونوں پر آتا ہے لے لے گا اس واسطے کہ قیمت اس کے قرضہ کی جنس سے ہے اور اگر شریک خاموش نے بھی اپنا حصہ آزاد کر دینا اختیار کیا تو مرہن کو اختیار ہوگا چاہے آزاد کرنے والے سے تاوان لے کیونکہ اس نے آزاد کر کے اس کا حق تلف کر دیا ہے اور چاہے شریک خاموش سے جس نے پیچھے آزاد کیا ہے تاوان لے اس وجہ سے کہ اس نے مرہون کے بدل سے مرہن کا حق تلف کر دیا اس لئے کہ آزاد کرنے والے پر تاوان یا غلام پر سعایت کرنا واجب ہوا تھا مگر اس کے آزاد کر دینے سے دونوں اس سے بری ہو گئے اور اگر دونوں تنگدست ہوں اور قرضہ فی الحال واجب الادا ہو تو مرہن کو غلام سے پورے ہزار درم قرضہ کے واسطے سعایت کرانے کا اختیار ہوگا اس واسطے کہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے مذہب کے موافق ایک شریک

تاوان یعنی شریک خاموش کو اختیار ہے کہ چاہے شریک آزاد کنندہ سے اپنے حصہ کا تاوان لے یا غلام سے محنت مزدوری کرا کے اپنی قیمت وصول کر لے یا اپنا حصہ آزاد کرے یہ اس وقت کہ شریک خوش حال ہو ورنہ اس سے تاوان نہیں لے سکتا ہے ۱۲۔ (۱) یعنی مقدار قرضہ کا ۱۳۔

کے آزاد کرنے پر غلام مذکور پورا آزاد ہو گیا پس غلام مذکور پر اپنی قیمت کے واسطے سعایت واجب ہوگی اور امام اعظمؒ کے مذہب کے موافق جس نے آزاد نہیں کیا ہے اس کا حصہ مکاتب ہو گیا اور مکاتب رہن ہونے کے لائق نہیں رہتا ہے اس واسطے کہ وہ اپنی دست قدرت کی راہ سے آزاد کا حکم رکھتا ہے اور آزاد کرنے والا تنگدست ہے پس مرتہن کو اختیار ہوگا کہ غلام سے سعایت کرادے اور جب اس نے غلام سے سعایت کرا کے مال لے لیا تو جو کچھ اس کا قرضہ دونوں پر ہے اس کے عوض اس نے لیا اس واسطے کہ یہ کمائی مال مرہون کا بدل ہے اور اگر قرضہ میعاد ہی ہو تو بھی یہی حکم ہے لیکن اس صورت میں میعاد آنے تک یہ مال اس کے پاس رہن رہے گا اور اگر آزاد کرنے والا خوش حال ہو اور قرضہ فی الحال واجب الادا ہو تو آزاد کرنے والا اپنا حصہ قرضہ تاوان دے گا اور شریک خاموش کے حصہ میں لحاظ کیا جائے گا کہ اگر اس نے غلام سے سعایت کرانا یا شریک سے تاوان لینا اختیار کیا تو اس مال کو مرتہن لے لے گا اس واسطے کہ یہ بدل الرہن ہے اور اگر اس نے بھی آزاد کر دینا اختیار کیا تو آزاد کرنے والا شریک خاموش کے حصہ کا ضامن ہوگا اس واسطے کہ اس نے مرہون سے حق مرتہن تلف کیا ہے پھر آزاد کرنے والا شریک خاموش سے نصف قرضہ لے لے گا اس واسطے کہ مال مرہون تلف ہو گیا اور قرضہ فی الحال واجب الادا ہے اور اگر قرضہ میعاد ہی ہو تو مرتہن غلام ہے یہ مال تاوان واپس لے گا اسی طرح اگر قرضہ میعاد ہی ہو تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر آزاد کرنے والا تنگدست ہو اور خاموش خوش حال ہو اور قرضہ فی الحال واجب الادا ہو تو مرتہن آزاد کنندہ کے حصہ کے واسطے غلام سے سعایت کرادے گا اور شریک خاموش سے پورے ہزار درم کے واسطے سعایت کرادے گا پھر جب ادائے قرضہ کی میعاد آجائے پس اگر خاموش نے اپنے حصہ کے واسطے غلام سے سعایت کرانا اختیار کیا تو مرتہن اس مال کو اپنے قرضہ میں جو دونوں پر آتا ہے لے لے گا پھر اپنے آزاد کرنے والے سے جو حصہ اس کے پڑتے میں پڑتا ہے واپس لے لے گا اور شریک خاموش سے کچھ نہ لے گا اور اگر شریک خاموش نے بھی آزاد کر دینا اختیار کیا پھر اگر اس نے اپنا قرضہ ادا کر دیا تو آدھا کمائی کا مال غلام سے واپس لے گا اور اگر اس نے ادا نہ کیا تو مرتہن کو اختیار ہوگا کہ یہ سب مال اپنے قرضہ میں لے لے اس واسطے کہ یہ رہن کا بدل ہے پھر غلام آدمی کمائی کو شریک خاموش سے اور آدمی کمائی کو آزاد کرنے والے سے واپس لے گا اور اگر ایک شریک نے اس کو آزاد کیا اور دوسرے نے اس کو مدد کر دیا حالانکہ وہ تنگدست ہیں تو غلام سے مرتہن پورے ہزار درم کے واسطے سعایت کرادے گا پھر غلام مذکور آزاد کرنے والے سے نصف کمائی واپس لے گا اس واسطے کہ اس نے مجبور ہو کر اپنے مال سے اس کا قرضہ ادا کیا ہے پھر اگر مدد کرنے والے نے آزاد کر دینا اختیار کیا ہے تو اس سے بھی آدمی کمائی واپس لے گا اور اگر اس نے سعایت کرانا اختیار کیا تو مدد کرنے والے کے حالت کی اس کی نصف قیمت اور محض مملوک ہونے کے حالت کی اس کی نصف قیمت میں جس قدر تفاوت ہو اس قدر واپس لے گا حتیٰ کہ اگر محض مملوک ہونے کے حالت کی اس کی نصف قیمت پانچ سو درم ہوں اور مدد کرنے والے کے حالت کی نصف قیمت چار سو درم ہوں تو اس سے سو درم واپس لے گا اور اگر دونوں شریک خوش حال ہوں تو مرتہن کے واسطے ہزار درم کے ضامن ہوں گے پھر غلام مدد برائے شخص کے واسطے جس نے اس کو مدد کیا ہے اپنی نصف قیمت کے واسطے سعایت کرے گا اور دونوں شریکوں میں سے کوئی شریک دوسرے شریک سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اس واسطے کہ رہن (۱) دونوں میں سے ایک کے آزاد کرنے سے تلف ہو گیا اور قرضہ فی الحال واجب الادا ہے دونوں ادائے قرضہ کے واسطے ماخوذ ہوں گے اور اگر قرضہ میعاد ہی ہو تو آزاد کرنے والا اپنے حصہ کی قیمت کا ضامن ہوگا اور مدد کرنے والے کے حصہ میں مرتہن کو اختیار ہوگا چاہے آزاد کرنے والے سے اس کے حصہ کی ضمان لے لے مدد کرنے والے سے اس کے حصہ کی قیمت کا تاوان لے لے اس واسطے کہ اس نے مدد کرنے سے مرتہن کا حق جو بدل الرہن میں تھا تلف ہوا۔ نسخہ موجودہ میں یونہی موجود ہے اور میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ غلام آدمی کمائی مرتہن سے واپس لے گا ۱۲ منہ (۱) دونوں کے ضامن ہونے کی دلیل ہے ۱۲

کر دیا ہے کیونکہ مدبر کرنے والے کو حالت خاموشی میں یہ اختیار تھا کہ آزاد کرنے والے سے اپنے حصہ کی قیمت کی ضمان لے مگر مدبر کرنے سے آزاد کرنے والا اس کے حصہ کے تاوان سے بری ہو گیا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور مرتہن کو یہ اختیار نہیں ہوتا ہے کہ مال مرہون کسی دوسرے کے پاس رہن رکھے پس اگر اس نے بدون اجازت راہن کے رہن رکھا تو راہن اول کو اختیار ہوگا کہ دوسرے عقد رہن کو باطل کر دے اور مرہون مذکور کو مرتہن کے پاس اعادہ کر دے اور اگر مرتہن اول کے پاس اعادہ کرانے سے پہلے مال مرہون مرتہن ثانی کے پاس تلف ہو گیا تو راہن اول کو اختیار ہوگا چاہے مرتہن اول سے تاوان لے یا مرتہن ثانی سے ضمان لے پس اگر اُس نے مرتہن اول سے تاوان لیا تو یہ مال تاوان مرتہن اول کے پاس رہن رہے گا اور مرتہن اول تاوان دے کر مرہون کا مالک ہو گیا پس ایسا ہوا کہ گویا اُس نے اپنے مملوکہ مال کو رہن کیا اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہوا ہے پس مرتہن ثانی کے پاس بعوض قرضہ کے جس کے عوض رہن تھا تلف شدہ قرار دیا جائے گا اور اگر اُس نے دوسرے مرتہن سے تاوان لینا اختیار کیا تو جو کچھ مال تاوان ملے وہ مرتہن اول کے پاس رہن گا اور دوسرا عقد رہن باطل ہو گیا پھر دوسرا مرتہن اپنا مال ضمان جو اس نے ادا کیا ہے مرتہن اول سے واپس لے گا اور اپنا قرضہ بھی لے گا۔ اور اگر مرتہن اول نے اس کو راہن کی اجازت سے دوسرے کے پاس رہن رکھا تو دوسرا رہن صحیح ہے اور رہن اول باطل ہو گیا پس ایسا ہو گیا کہ گویا مرتہن اول نے راہن کا مال اُس سے مستعار لے کر رہن کر دیا ہے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔

جن صورتوں میں مودع خاص نہیں ہوتا ہے مرتہن بھی ضامن نہ ہوگا ☆

اگر ایک شخص نے ایک چوپایہ جانور رہن کر لیا اور اس پر قبضہ کرنے کے بعد اس کو راہن سے کرایہ پر لیا تو اجارہ صحیح نہیں ہے اور مرتہن کو اختیار ہوگا کہ اس کو اعادہ کر کے مرہون کر لے اور اپنے قبضہ میں کر لے اور اگر مرتہن نے راہن کی اجازت سے کسی دوسرے کو کرایہ پر دیا تو وہ راہن ہونے سے خارج ہو جائے گا اور اگر اس کی اجرت راہن کو ملے گی اور اگر اُس نے بدون اجازت راہن کے اجارہ پر دیا ہو تو اس کی اجرت مرتہن کو ملے گی مگر اس کو صدقہ کر دے اور مرتہن کو اختیار ہوگا کہ اعادہ کر کے اُس کو رہن کر لے اور اگر مرتہن کی اجازت سے راہن نے اس کو کسی شخص اجنبی کو کرایہ پر دیا تو وہ رہن سے نکل جائے گا اور کرایہ راہن کو ملے گا اور اگر بغیر اجازت مرتہن کے اجارہ پر دیا ہو تو اجارہ باطل ہوگا اور مرتہن اس کو اعادہ کر کے رہن کر سکتا ہے اور اگر کسی اجنبی نے بدون اجازت راہن و مرتہن کے اس کو اجارہ پر دے دیا پھر راہن نے اجارہ کی اجازت دے دی تو کرایہ راہن کو ملے گا اور مرتہن اس کو اعادہ کر کے رہن کر لے سکتا ہے اور اگر مرتہن نے اجازت دی راہن نے نہ دی ہو تو اجارہ باطل ہوگا اور کرایہ اس کا ہوگا جس نے اجارہ پر دیا ہے مگر اس کو صدقہ کر دے اور مرتہن اس کو اعادہ کر کے مرہون کر سکتا ہے اور اگر دونوں نے اُس کی اجازت دے دی تو کرایہ راہن کو ملے گا اور وہ رہن ہونے سے خارج ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر مرتہن نے اس کو بدون اجازت راہن کے ایک سال کے واسطے اجارہ پر دیا اور سال گزر گیا پھر راہن نے اجازت دے دی تو صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ اجازت ایسے عقد سے لاحق ہوئی جو گذر کر منسوخ ہو چکا ہے پس مرتہن کو اختیار ہوگا کہ اُس مرہون کو لے لے تاکہ اس کے پاس رہن رہے جیسا پہلے تھا اور اگر رہن نے چھ مہینے گزرنے کے بعد اجازت دی تو صحیح ہے اور آدھا کرایہ مرتہن کو ملے گا مگر اس کو صدقہ کر دے اور آدھا کرایہ باقی راہن کو ملے گا اور مرتہن کو یہ اختیار نہ رہے گا کہ دوبارہ اس کو رہن کر لے یہ محیط سرخسی میں ہے اور جاننا چاہئے کہ عین مال مرہون مرتہن کے پاس امانت ہوتا ہے بمنزلہ ودیعت کے پس جہاں کہیں ایسا ہوتا ہے کہ اگر مودع مال ودیعت کے ساتھ ایسا فعل کرے جس سے وہ

یعنی وہ ختم ہو کر مٹ چکا ۱۲ ۲ یعنی مال عین کہ مرتہن کے پاس رہن رکھا گیا ہے وہ امانت ہے تو ودیعت کے احکام لحاظ کرو چنانچہ جن صورتوں میں مودع ضامن نہیں ہوتا ہے مرتہن بھی ضامن نہ ہوگا مثلاً مرتہن نے اس کو اپنے عیال کے پاس رکھ دیا اور وہ تلف ہوا تو ضامن نہیں ہے یعنی بقدر زیادت قرضہ کے ۱۲

ضامن نہ ہوئے تو ایسی صورت میں اگر مرتہن مال مرہون سے ایسا فعل کرے گا تو وہ بھی ضامن نہ ہوگا لیکن فرق یہ ہے کہ ودیعت اگر تلف ہو جائے تو مودع کچھ ہوگا اور اگر راہن کا مال تلف ہو جائے تو قرضہ ساقط ہو جائے گا اور جہاں ایسا ہوتا ہے کہ اگر مودع مال ودیعت سے ایسا فعل کرے جس سے وہ ضامن ہو تو ایسی صورت میں اگر مرتہن بھی مال مرہون سے ایسا فعل کرے گا تو وہ بھی ضامن ہوگا۔ پھر واضح ہو کہ ودیعت کے مال کو مودع دوسرے اجنبی کے پاس ودیعت نہیں رکھ سکتا ہے اور نہ مستعار دے سکتا ہے اور نہ اجرت پر دے سکتا ہے اسی طرح رہن کو بھی مرتہن اجارہ پر نہیں دے سکتا ہے اور اگر اس نے بدون اجازت رہن کے اجارہ پر دے کر متاجر کے سپرد کیا پس اگر وہ متاجر کے پاس تلف ہوا تو راہن کو اختیار ہوگا چاہے مرتہن سے اس کی وہ قیمت جو متاجر کے سپرد کرنے کے وقت تھی تاوان لے اور وہ قیمت بجائے عین مال مرہون کے مرتہن کے پاس رہن رہے گی اور اگر چاہے متاجر سے تاوان لے لیکن اگر اس نے مرتہن سے ضمان لی تو وہ متاجر سے مال تاوان واپس نہیں لے سکتا ہے۔ مگر مال مرہون تلف ہونے تک جس قدر متاجر نے اس سے نفع حاصل کیا ہے اس قدر اجرت کو متاجر سے لے سکتا ہے اور وہ اسی کی ہوگی مگر حلال نہ ہوگی اور اگر اس نے متاجر سے تاوان لیا تو وہ مال تاوان کو مرتہن سے واپس لے گا اور اگر مال متاجر کے پاس سلامت رہا اور مرتہن نے اس کو واپس لیا تو وہ مثل سابق کے مرتہن کے پاس عود کر کے رہن رہے گا۔ اسی طرح اگر راہن نے بلا اجازت مرتہن کے اس کو کرایہ پر دیا تو جائز نہیں ہے اور مرتہن کو اجارہ باطل کر دینے کا اختیار ہوگا اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے با اجازت دوسرے کے اس کو اجارہ پر دیا یا ایک نے بدون اجازت دوسرے کے اجارہ پر دیا پھر دوسرے نے اجازت دے دی تو اجارہ صحیح ہوگا اور رہن باطل ہو جائے گا اور کرایہ راہن کا ہوگا اور کرایہ وصول کرنے کی ولایت اس کو ہوگی جس نے عقد اجارہ قرار دیا ہے اور میعاد اجارہ گزرنے کے بعد پھر وہ عود کر کے رہن نہ ہو جائے گا الا جبکہ دوبارہ عقد رہن قرار دیا جائے اسی طرح اگر مرتہن نے اس کو اجارہ پر لیا تو اجارہ صحیح ہوگا بشرطیکہ اجارہ کے واسطے جدید قبضہ کرے اور رہن باطل ہو جائے گا اور اگر اس کے پاس مدت اجارہ گزرنے کے بعد یا اس سے پہلے وہ تلف ہو گیا اور بعد مدت اجارہ گزرنے کے اس کو راہن کے دینے سے روکا نہ تھا تو امانت میں تلف شدہ قرار دیا جائے گا اور اس کے ہلاک ہو جانے سے قرضہ میں سے کچھ ساقط نہ ہوگا اور اگر مدت اجارہ گزر جانے کے بعد اس کو راہن کو دینے سے روکا ہو تو غاصب ہو جائے گا یہ شرح طحاوی میں ہے۔

اگر مرتہن نے رہن کو چوپایہ پر سواری لی یا غلام مرہون سے خدمت لی یا لباس مرہون کو پہنایا تو اگر مرہون کو باندھا حالانکہ سب بلا اجازت راہن کیا تو وہ ضامن ہوگا اس واسطے کہ اس نے راہن کی ملک کو بلا اجازت راہن کے استعمال کیا ہے پس مثل غاصب کے ہو جائے گا بخلاف اس کے اگر اس نے ایک تلوار یا دو تلوار پر تلوار مرہون کو باندھا تو ایسا نہیں ہے اس واسطے کہ یہ فعل حفاظت کرنے میں داخل ہے از قبیل استعمال نہیں ہے اور اگر اس نے ایسا فعل راہن کی اجازت سے کیا ہو تو اس پر تاوان واجب نہ ہوگا اس واسطے کہ ضمان واجب ہونا بسبب تعدی کے ہوتا ہے اور مالک کی اجازت سے استعمال کرنا تعدی نہیں ہے اور جب مرتہن چوپایہ مذکور سے اتر پڑا یا کپڑا اتار دیا یا غلام سے خدمت لینے سے باز رہا تو وہ اپنے حال پر رہن ہوگا پس اگر تلف ہو جائے تو جس کے عوض رہن ہے اس کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائے گا اور اگر راہن کی اجازت سے استعمال کرنے کی حالت میں تلف ہو تو مفت تلف شدہ قرار پائے گا یہ مبسوط میں ہے اور اگر اجنبی نے راہن کی اجازت سے مرہون کو عاریت پر دے دیا یا راہن نے با اجازت مرتہن اس کو عاریت پر دیا اور وہ مستعیر کے قبضہ میں تلف ہوا تو قرضہ میں سے کچھ ساقط نہ ہوگا لیکن مرتہن کو یہ اختیار رہے گا کہ جب چاہے اپنے قبضہ میں لے لے اور اگر مستعیر کے پاس مرہون باندی کے بچہ پیدا ہوا خواہ وہ راہن ہو یا مرتہن ہو یا کوئی اجنبی ہو تو بچہ رہن ہوگا یہ وجہ

کردری میں ہے اجارہ^(۱) ورہن کا قبضہ ثابت ہونے سے عقد رهن باطل ہو جاتا ہے اور قبضہ ودیعت سے عقد رهن باطل نہیں ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر مال مرہون کو راہن نے باجائز مرتہن ودیعت پر دیا تو مرتہن کو اختیار ہوگا کہ اپنے قبضہ میں واپس لے لے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر رهن کوئی کتاب یا مصحف مجید ہو تو مرتہن کو بلا اجائز راہن کے اُس سے پڑھنے کا اختیار نہ ہوگا پس اگر راہن نے اجائز دے دی تو جب تک مرتہن اس میں سے پڑھتا رہے تب تک وہ مرتہن کے پاس عاریت ہوگا پھر جب قرأت سے فارغ ہو تو مرہون کے حکم میں داخل ہو جائے گا یہ سراجیہ میں ہے۔

مصحف مبارک کا رهن رکھے ہوئے کی حالت میں تلف ہونا ☆

ایک شخص نے مصحف رهن کیا اور مرتہن کو اس سے تلاوت کرنے کی اجائز دے دی پس اگر اس سے تلاوت کرنے کی حالت میں وہ تلف ہوگا تو قرضہ ساقط نہ ہوگا اس واسطے کہ رهن کا حکم فقط محبوس رکھنا یعنی روک رکھنا ہے اور جب مرتہن نے باجائز راہن اس کو استعمال کیا تو حکم بدل گیا اور رهن باطل ہو گیا اور اگر قرأت سے فارغ ہونے کے بعد تلف ہو تو قرضہ کی عوض تلف شدہ قرار پائے گا یہ وجیز کردری میں ہے۔ اگر کسی نے رهن کی انگوٹھی ایک انگوٹھی کے اوپر پہنی اور وہ تلف ہوئی تو اس میں عرف و عادت کی طرف رجوع کیا جائے پس اگر مرتہن مذکور ایسا شخص ہو جو تجمل کے واسطے وہ انگوٹھیاں پہن سکتا ہے تو ضامن ہوگا اس واسطے کہ اس نے مال مرہون کو استعمال کیا ہے اور اگر ایسا شخص ہو کہ وہ انگوٹھیاں پہن کر تجمل نہیں کر سکتا ہے تو جس قرضہ کے عوض رهن تھی اس کے عوض تلف شدہ قرار پائے گی اس واسطے کہ اس نے حفاظت کی غرض سے اس کو پہنا ہے اور انگوٹھی کے بعض مسائل ہم نے کتاب العاریۃ میں کر کر دیئے ہیں اور اگر طیلسان یا قبار رهن ہو پس اُس نے اُس کو اس طرح پہن لیا جیسے لوگ استعمال کرتے ہیں تو ضامن ہوگا اور اگر اس کو حفاظت کے واسطے کندھے پر ڈال لیا ہے تو تلف ہونے سے بطور مال مرہون تلف ہونے کے قرار دیا جائے گا اس واسطے کہ اول صورت میں استعمال ثابت ہوا اور دوسری صورت میں جو فعل ہے وہ حفاظت کے واسطے ہے یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر دونوں نے اس بات کا ارادہ کیا کہ مرتہن کو مال مرہون سے نفع حاصل ہو اور رهن بھی صحیح رہے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ اگر مال مرہون مثلاً دار ہو تو مرتہن کو راہن اس میں سکونت رکھنا مباح کر دے بدیں شرط کہ ہر گاہ راہن اس کو اس نفع سے منع کرے تو مرتہن کو باجائز جدید آئندہ کے واسطے بھی اختیار حاصل رہے گا تا وقتیکہ راہن اس کو قرضہ ادا نہ کرے اور مرتہن اُس کی ایسی اجائز مشروط کو قبول کر لے اسی طرح اگر مال مرہون زمین ہو اس کی زراعت کے واسطے اجائز دے دے یا درخت و باغ انگور ہو اس کے پھلوں کو مباح کر دے یا بہائم میں سے کوئی جانور ہو اس کا دودھ مباح کر دے بایں طور کہ راہن نے اُس کو یہ نفع مباح کیا بدین شرط کہ جب کبھی راہن اس کو منع کر دے تو مرتہن راہن کی طرف سے باجائز جدید آئندہ کے واسطے مختار ہو جائے گا یہاں تک کہ راہن اس کو اس کا قرضہ دے دے یہ خزائنہ المفتین میں ہے۔ اور اگر راہن یا مرتہن نے دوسرے کی اجائز سے مرہون کو فروخت کیا تو وہ رهن سے خارج ہو جائے گا اس طرح اگر کسی نے بدون دوسرے کی اجائز کے اس کو فروخت کیا پھر دوسرے نے اس کو بیع کی اجائز دے دی تو بھی وہ رهن سے خارج ہو جائے گا پس اس کا ثمن بجائے اس کے مرہون ہوگا خواہ مشتری سے وصول پایا ہو یا نہ پایا ہو پھر اگر اس کا ثمن مشتری کے پاس ڈوب جائے یا مشتری سے وصول کر لینے کے بعد تلف ہو جائے تو اس کا تلف ہونا مرتہن کے ذمہ پڑے گا اور مرتہن کو اس کا ثمن روک رکھنے کا استحقاق اسی طرح حاصل ہوگا جیسا اصل مرہون کے روکنے کا استحقاق تھا یہاں تک کہ ادائے قرضہ کی میعاد آ جائے ایسا ہی حکم

۱۔ ضامن یعنی مرہون ہونے سے خارج ہو اور مرتہن ضامن ہو گیا اگر تلف ہو تو پوری قیمت دینی پڑے گی ۱۲۔ یعنی مرتہن کو قبول کرنا چاہئے تب یہ عقد پورا ہوگا اور جب رهن اس کو منع کرے گا تو وہ آئندہ پھر مختار ہو جائے گا ۱۳۔ (۱) مرہون کو اجارہ پر دیا یا رهن کیا ۱۴۔

کرخی نے اپنی مختصر میں ذکر کیا ہے اور امام قدوری نے فرمایا کہ اس میں دو صورتیں ہیں اگر عقد رہن میں بیع مشروط ہو تو ثمن رہن ہو گا اور اگر مشروط نہ ہو تو امام محمد کے نزدیک بیع موجب انتقال حق بجانب ثمن ہے اور امام طحاوی نے اختلاف العلماء میں ذکر کیا کہ ہم نے اس حکم میں کوئی اختلاف نہیں پایا اور قدوری نے امام ابو یوسف سے بروایت بشریوں فرمایا کہ اگر مرہن نے اجازت میں یہ شرط کی ہو کہ ثمن رہن ہو گا تو رہن ہو گا ورنہ وہ رہن سے خارج ہو جائے گا اور شرح طحاوی میں لکھا ہے کہ بلا تفصیل کے ثمن رہن ہو گا اور یہی صحیح ہے یہ محیط میں ہے اگر بیس درم قیمت کا کپڑا بعوض دس درم کے رہن کیا پھر اس کو راہن کی اجازت سے پہنا اور اس میں چھ درم کا نقصان آیا پھر دوبارہ اس کو بدون اجازت راہن کے پہنا اور اس میں چار درم کا نقصان آیا تو پھر وہ کپڑا تلف ہو گیا اور تلف ہونے کے اس کی قیمت دس درم تھی تو مشائخ نے فرمایا کہ راہن سے مرہن ایک درم واپس لے گا اور اس کے قرضہ میں سے نو درم ساقط ہو جائیں گے اس واسطے کہ جب قرضہ درم تھا اور رہن کے روز کپڑے کی قیمت بیس درم تھی تو آدھا کپڑا قرضہ کے عوض مضمون اور آدھا امانت تھا پھر جب راہن کی اجازت سے اس کو پہننے سے اس میں چھ درم کا نقصان آیا تو قرضہ میں سے کچھ ساقط نہ ہو گا اس واسطے کہ راہن کی اجازت سے مرہن کا پہننا مثل راہن کے پہننے کے ہے پس مرہن کے ذمہ اس کی ضمان لازم نہ ہوگی اور جس قدر مرہن سے بدون اجازت راہن کے نقصان آیا ہے یعنی چار درم کا اس کی ضمان مرہن پر ہوگی پس چار درم جو مرہن پر واجب ہوئے ہیں وہ اسی قدر قرضہ کے ساقط ہونے سے قصاص ہو جائیں گے پھر جب کپڑا تلف ہوا بعد ناقص ہونے کے اور اس کی قیمت دس درم ہے جس میں سے پانچ درم مضمون اور پانچ درم امانت ہیں پس جس قدر مضمون ہے۔ اس قدر قرضہ سے ساقط ہو جائے گا پس ایک درم باقی رہا اس واسطے کہ مرہن ایک درم اس سے لے لے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر باغ خرما یا باغ انگور میں پھل آئے حالانکہ وہ مرہن کے پاس رہن ہے اور مرہن کو اس کے پھلوں کے ضائع ہو جانے کا خوف ہو واپس اس نے بغیر حکم قاضی اس کو فروخت کر دیا تو اس کی بیع جائز نہ ہوگی اور مرہن ضامن ہوگا اور اگر بحکم قاضی فروخت کیا یا قاضی نے خود فروخت کر دیا تو بیع نافذ ہو جائے گی اور مرہن پر ضمان واجب نہ ہوگی اور اگر مرہن نے پختہ ہو جانے کے بعد پھل توڑ لئے یا انگور جھاڑ لئے اور یہ فعل بدون حکم قاضی کے کیا تو استحساناً ضامن نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ فعل از قبیل حفاظت ہے اور حفاظت مرہن کا مرہن کو استحقاق حاصل ہے یہ محیط میں ہے۔ اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب اس نے پھلوں کو اس طرح توڑا ہو جس طرح توڑے جاتے ہیں اور کچھ نقصان نہ آیا ہو اور اگر اس کے فعل سے اس میں نقصان آ گیا ہو تو وہ ضامن ہوگا اسی قدر حصہ قرضہ ساقط ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر اس نے بکری یا اونٹنی کا دودھ دوھ لیا تو استحساناً ضامن نہ ہوگا اور اگر گائے یا بکری رہن ہو اور مرہن کو اس کے مرنے کا خوف ہو واپس اس نے ذبح کر ڈالی تو قیاساً و استحساناً ضامن ہوگا اور حاصل یہ ہے کہ جو ایسا تصرف ہے جس سے عین مرہن سے ملک راہ رہن زائل ہوتی ہے جیسے بیع و اجارہ وغیرہ تو ایسے تصرف کا مرہن کو اختیار نہیں ہے اور اگر کرے گا تو ضامن ہوگا اگرچہ اس میں فاسد ہو جانے سے ایک طرح کی حفاظت ہو الا اس صورت میں کہ یہ تصرف اس نے قاضی کے حکم سے کیا ہو تو اس پر ضمان واجب نہ ہوگی اور جو تصرف ایسا ہو کہ جس سے عین مرہن سے ملک راہ رہن زائل نہ ہوتی ہو تو ایسے تصرف کا مرہن کو اختیار ہے اگرچہ بدون حکم قاضی ہو بشرطیکہ اس میں خراب ہو جانے سے حفاظت اور نگہداشت ہو علیٰ ہذا اسی سے یہ مسائل نکلتے ہیں کہ اگر دس درم قیمت کی بکری دوسرے کے پاس بعوض دس درم قرضہ کے رہن کی اور راہن نے مرہن کو اجازت دی کہ اس کا دودھ دوھ کر پئے اور مرہن نے ایسا کیا تو اس پر ضمان واجب نہ ہوگی اس واسطے کہ راہن کی اجازت سے مرہن کا فعل مثل راہن کے

۱۔ یعنی یہ بیع باعث ہے کہ مرہن کا حق اس کے ثمن سے متعلق ہو گیا ۱۲ ۲۔ یعنی ملک راہن بالفعل یا ہمیشہ کے لیے نہیں رہتی ہے ۱۲

فعل کے ہے پس اگر راہن خود یہ فعل کرتا تو اس پر ضمان لازم نہ تھی اسی طرح مرتہن کے اس کی اجازت سے کرنے سے بھی ضمان لازم نہ ہوگی پھر اگر اس کے بعد راہن چھڑانے آئے تو پورا قرضہ دے کر چھڑا سکتا ہے پھر اگر راہن کے فکر رہنے کے واسطے آنے سے پہلے بکری مرتہن کے پاس تلف ہوگئی تو فرمایا کہ تمام قرضہ بکری کے قبضہ کے روز کی قیمت اور دودھ کے پینے کے روز کی قیمت پر تقسیم کیا جائے گا پس قرضہ میں سے بکری کے مقابلہ میں جو حصہ پڑتا ہو وہ ساقط ہو جائے گا اور جس قدر دودھ کے مقابلہ میں پڑتا ہو اس کو راہن ادا کرے گا اسی طرح اگر بکری کے بچہ پیدا ہوا اور مرتہن نے راہن کی اجازت سے اس کو کھالیا تو اس میں وہی حکم ہے جو دودھ کی صورت میں مذکور ہوا ہے اسی طرح اگر راہن و مرتہن کی اجازت سے کسی اجنبی نے دودھ یا اس کا بچہ کھالیا تو اس میں بھی وہی حکم ہے جو راہن کی اجازت سے مرتہن کے کھالینے کی صورت میں مذکور ہوا ہے۔ اور اگر مرتہن نے بدون اجازت راہن کے دودھ یا بکری کا بچہ کھالیا تو اس پر ضمان واجب ہوگی اور یہ مال ضمان بکری کے ساتھ قرضہ کے عوض رہن ہو جائے گا پھر اگر اس کے بعد بکری مرگئی تو جس قدر حصہ قرضہ میں سے بکری کے مقابلہ میں پڑتا ہے وہ ساقط ہوگا اور راہن مال ضمان کو اس کے حصہ کا قرضہ دے کر چھڑا سکتا ہے اور اگر راہن نے دودھ یا بچہ بدون اجازت مرتہن کے کھالیا تو اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ قیمت مع بکری کے مرتہن کے پاس رہن رہے گی پھر اگر یہ مال ضمان تلف ہو جائے تو مفت تلف ہوگا اس واسطے کہ یہ قیمت دودھ و بچہ کے قائم مقام ہے اور دودھ و بچہ اگر تلف ہوتا تو مفت تلف ہوتا اسی طرح اس کا قائم مقام بھی مفت تلف ہوگا پھر اگر اس کے بعد بکری تلف ہو تو پورے قرضہ کے عوض تلف ہوگی جیسا کہ دودھ و بچہ کے تلف ہونے کے بعد بکری کے تلف ہونے کا حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک باندی رہن کی اس نے مرتہن کے بچہ کو دودھ پلایا تو قرضہ میں سے کچھ ساقط نہ ہوگا اس واسطے کہ آدمی کا دودھ مقوم نہیں ہوتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

نور باب ☆

رہن میں رہن و مرتہن کے اختلاف کرنے اور اس میں گواہی دینے کے بیان میں

اگر قرضہ ہزار درم ہو اور راہن و مرتہن نے جس قدر کہ عوض رہن ہے اختلاف کیا پس راہن نے کہا کہ وہ پانچ سو درم کے عوض رہن ہے اور مرتہن نے کہا کہ ہزار درم کے عوض رہن ہے تو قسم سے راہن کا قول قبول ہوگا اور اگر راہن نے کہا کہ میں نے پورے قرضہ کے عوض جو تیرا مجھ پر آتا ہے اور وہ ہزار درم ہیں رہن کیا ہے اور مال رہن ہزار درم قیمت کا موجود ہے اور مرتہن نے کہا کہ میں نے اس کو پانچ سو درم کے عوض رہن لیا ہے اور مال مرہون قائم ہے تو امام اعظم سے مروی ہے کہ راہن کا قول قبول ہوگا۔ باہم! قسم کھا کر عقد کو توڑ کر دونوں باہم واپس کر لیں گے اور اگر مال مرہون دونوں کے باہم قسم کھانے سے پہلے تلف ہو گیا تو قول مرتہن کا لیا جائے گا۔ اور اگر دونوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ رہن بعوض ہزار درم کے تھا اور باندی کی قیمت میں اختلاف کیا تو قول مرتہن کا قبول ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو راہن کے گواہ قبول ہوں گے اس واسطے کہ اس کے گواہوں سے ضمان کی زیادتی ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر ڈوکڑے رہن ہوں جس میں سے ایک تلف ہو گیا اور تلف شدہ کی قیمت میں دونوں نے اختلاف کیا تو بھی اس کی مقدار قیمت میں مرتہن کا قول قبول ہوگا اور زیادتی قیمت کے بارہ میں راہن کے گواہ قبول ہوں گے اسی طرح اگر مقدار رہن میں اختلاف کیا اور مرتہن نے کہا کہ تو نے میرے پاس یہ دونوں کپڑے بعوض ہزار درم کے رہن کئے ہیں اور راہن نے کہا

مقوم یعنی قیمتی چیزوں میں سے نہیں ہے اسی واسطے باندی کا دودھ فروخت نہیں ہوتا ہے اور دائی و دودھ پلائی کی نوکری بضرورت ہے ۱۲

قولہ باہم اتوں اسی طرح اصل میں مذکور ہے اور بظاہر یہاں سقوط ہے لہذا مقدمہ پر نظر کرنا چاہئے ۱۲ منہ

کہ میں نے یہ ایک کپڑا تیرے پاس رہن کیا ہے تو دونوں میں سے ہر ایک سے دوسرے کے دعویٰ پر قسم لی جائے گی اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو مرتہن کے گواہ قبول ہوں گے اور اگر راہن نے مرتہن سے کہا کہ مال مرہون تیرے پاس تلف ہوا ہے اور مرتہن نے کہا کہ تو نے مجھ سے اپنے قبضہ میں لے لیا تھا پھر وہ تیرے پاس تلف ہوا ہے تو قول راہن کا قبول ہوگا اس واسطے کہ دونوں کے اتفاق سے یہ بات ثابت ہوئی کہ وہ مال ضمان میں داخل ہو چکا ہے مگر مرتہن ضمان سے بری ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور راہن اس سے انکار کرتا ہے پس قول منکر کا قبول ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو گواہ بھی راہن کے قبول ہوں گے اس واسطے کہ اس کے گواہوں سے قرضہ کا استیفاء یعنی بھر پانا ثابت ہوتا ہے اور مرتہن کے گواہوں سے اس کی نفی ہوتی ہے پس جو گواہ مثبت ہیں وہ اولیٰ ہیں۔ اور اگر مرتہن نے کہا کہ میرے قبضہ کرنے سے پہلے وہ راہن کے پاس تلف ہو گیا ہے تو اسی کا قول قبول ہوگا اس واسطے کہ راہن یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مرہون مذکور ضمان میں داخل ہوا ہے اور مرتہن داخل ہونے سے انکار کرتا ہے پس منکر کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو گواہ راہن کے قبول ہوں گے اس واسطے کہ ان سے ضمان ثابت ہوتی ہے یہ بدائع میں ہے۔

اگر اس بات میں اختلاف واقع ہوا کہ پہننے کی حالت میں تلف ہوا ہے یا اتارنے کی؟

اگر ایک شخص نے ہزار درم قیمت کی باندی بعوض ہزار درم قرضہ میعاد کی رہن رکھی اور ایک شخص عادل کو مختار کیا کہ میعاد آنے پر اس کو فروخت کر دے پھر جب میعاد آگئی تو مرتہن اس باندی کو لایا اور عادل سے درخواست کی کہ اس کو بیع کرے اور راہن نے انکار کیا کہ یہ وہ باندی نہیں ہے پس اگر راہن وہ مرتہن دونوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ مرہونہ باندی کی قیمت ہزار درم تھی اور قرضہ ہزار درم تھا اور مرتہن جس باندی کو لایا ہے اس کی قیمت بھی ہزار درم ہے لیکن راہن اس بات سے انکار کرتا ہے کہ یہ وہ باندی نہیں ہے تو رہن کے حق میں مرتہن کا قول قبول ہوگا پھر اس کے بعد اگر عادل نے انکار کیا اور کہا کہ یہ وہ باندی نہیں ہے یا کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں تو اس کے علم پر اس سے قسم لی جائے گی پس اگر اس نے قسم کھائی تو اس کی بیع کے واسطے مجبور نہ کیا جائے گا اور اگر اس نے قسم سے انکار کیا تو فروخت کرنے پر مجبور کیا جائے گا اس واسطے کہ عادل کی بیع سے غیر کا حق متعلق ہو گیا ہے یعنی مرتہن کا حق متعلق ہے پس عادل مجبور کیا جائے گا اور بیع کا عہدہ عادل کے ذمہ ہوگا لیکن اگر عادل مذکور بعد بیع کے کچھ ضامن لے لیا تو راہن سے واپس لے سکتا ہے اور اگر عادل قسم کھا گیا تو بیع پر مجبور کیا جائے گا تو قاضی راہن کو حکم دے گا کہ خود فروخت کرے اور اگر اس نے انکار کیا تو قاضی اس کو مجبور نہ کرے گا بلکہ خود فروخت کر دے گا لیکن اس کا عہدہ راہن کے ذمہ ہوگا جیسا کہ عادل کے مرجانے کی صورت میں ہے اور اگر مرتہن پانچ سو درم قیمت کی باندی لایا اور راہن نے کہا کہ یہ میری باندی نہیں ہے اور مرتہن نے کہا کہ یہ وہی باندی ہے مگر اس کا نرخ گھٹ گیا ہے تو راہن کا قول قبول ہوگا اور اس سے قسم لی جائے گی پس اگر اس نے قسم کھائی تو باندی مرہونہ اس کے زعم کے موافق قرضہ کے عوض تلف شدہ قرار دی جائے گی پھر عادل کی طرف رجوع کیا جائے گا پس اگر عادل نے مرتہن کے قول کی تصدیق کی تو اس سے کہا جائے گا کہ اس کو مرتہن کے واسطے فروخت کر دے پھر جب وہ فروخت کر دے تو اس کا ثمن مرتہن کو دے دے گا پس اگر ثمن بہ نسبت قرضہ کے کم ہو تو باقی قرضہ کو راہن سے مرتہن نہیں لے سکتا ہے الا اس صورت میں کہ اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کرے تو البتہ باقی قرضہ کو راہن سے لے سکتا ہے یہ حکم اس وقت ہے کہ دونوں نے اس امر پر اتفاق کیا ہو کہ مرہونہ کی قیمت ہزار درم تھی اور اگر دونوں نے اس میں اختلاف کیا اور مرتہن سے کہا کہ تو نے مجھے فقط پانچ سو درم قیمت کی رہن دی تھی اور راہن نے کہا کہ ہزار درم قیمت کی تھی اور یہ باندی وہ نہیں ہے تو مرتہن کا قول قبول ہوگا پس اگر عادل نے اس کے قول کی تصدیق کی تو باندی مذکور کے فروخت

۱۔ ضامن یعنی بیع مذکور کی وجہ سے مشتری کے لیے ضمان درک و عہدہ سے ضامن ہو ۱۲۱ م

کرنے پر مجبور کیا جائے گا پھر اگر اس کا ثمن قرضہ سے کم آیا تو باقی قرضہ کو راہن سے واپس لے گا اور اگر عادل نے اس کے فروخت کرنے سے انکار کیا تو راہن اس کے فروخت کرنے پر مجبور کیا جائے گا یا قاضی اس کو فروخت کرے گا اور بیع کا عہدہ راہن پر ہوگا اور باقی قرضہ بھی راہن کے ذمہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر غلام راہن ہو اور دونوں نے اختلاف کیا پس راہن نے کہا کہ راہن کے روز اس کی قیمت ہزار درم تھی پھر کاٹا ہو جانے سے قیمت کم ہو کر پانچ سو درم رہ گئی ہے اور مرتہن نے کہا کہ نہیں بلکہ راہن کے روز اس کی قیمت پانچ سو درم تھی پھر اس کے بعد البتہ بڑھ گئی تھی پس میرے حق میں سے صرف دو سو پچاس درم گئے ہیں تو قول راہن کا قبول ہوگا اس واسطے کہ وہ فی الحال کو حال ماضی پر دلیل دیتا ہے پس ظاہر حال اسی کے واسطے شاہد ہے اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو گواہ بھی راہن کے قبول ہوں گے اس واسطے کہ اس کے گواہوں سے ضمان کی زیادتی ثابت ہوتی ہے پس وہی لائق قبول ہیں یہ بدائع میں ہے عیسیٰ بن ابان نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ اگر راہن ایک کپڑا ہو اور راہن نے مرتہن کو اس کے پہننے کی اجازت دے دی اور اس نے پہنا پس وہ تلف ہو گیا پھر دونوں نے اختلاف کیا کہ پہننے کی حالت میں تلف ہوا ہے یا اتارنے کے بعد راہن ہو کر تلف ہوا ہے تو مرتہن کا قول قبول ہوگا اس واسطے کہ دونوں نے اس پر اتفاق کیا کہ وہ راہن سے خارج ہو گیا تھا پھر راہن کے اس دعویٰ کی کہ وہ عود کر کے رہن ہو گیا تھا تصدیق نہ کی جائے گی اور امام محمدؒ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ہزار درم قیمت کا غلام بعوض ہزار درم قرضہ کے رہن کیا اور راہن نے مرتہن کو اس کے فروخت کرنے کا مختار کر دیا پس مرتہن نے کہا کہ میں نے اس کو پانچ سو درم میں فروخت کیا ہے اور راہن نے کہا کہ تو نے اس کو فروخت نہیں کیا ہے بلکہ وہ تیرے پاس مر گیا ہے تو راہن سے قسم لی جائے گی کہ واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ مرتہن نے اس کو پانچ سو درم کو فروخت کیا ہے اور اسی کا قول قبول ہوگا اور اس سے یوں قسم نہ لی جائے گی کہ واللہ وہ غلام مرتہن کے قبضہ میں مر گیا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ راہن نے مرتہن کو مرہون کپڑے پہننے کے واسطے ایک روز کے لیے اجازت دے دی پھر مرتہن اس کو پھٹا ہوا لایا اور کہا کہ اسی روز کے پہننے سے یہ پھٹ گیا ہے اور راہن نے کہا کہ تو نے اس روز نہیں پہنا اور نہ اس روز یہ پھٹا ہے تو راہن کا قول قبول ہوگا اور اگر راہن نے اُس روز پہننے کا اقرار کیا لیکن یہ کہا کہ پہننے سے پہلے یا اتار دینے کے بعد پھٹ گیا ہے تو مرتہن کے اس قول کی کہ پہننے کی حالت میں پھٹا ہے تصدیق ہوگی کیونکہ دونوں اس امر پر متفق ہوئے کہ وہ ضمان سے خارج ہوا تھا تو جس قدر رمضان مرتہن پر عائد ہوتی ہے اس کے باپ میں مرتہن کا قول قبول ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔

اگر غلام راہن ہو اور راہن نے گواہ قائم کئے کہ یہ مرتہن کے پاس سے بھاگا ہے اور مرتہن نے گواہ قائم کئے کہ راہن کو واپس دینے کے بعد راہن کے پاس سے بھاگا ہے تو ابن سماعہؒ نے کہا کہ امام محمدؒ نے فرمایا کہ میں مرتہن کے گواہ قبول کروں گا یہ محیط میں ہے۔ اگر راہن لے کہا کہ میں نے تیرے پاس یہ کپڑا رہن کیا تھا اور تو نے مجھ سے لے کر اپنے قبضہ میں کر لیا اور مرتہن نے کہا کہ تو نے میرے پاس یہ غلام رہن کیا تھا اور میں نے تجھ سے لے کر اپنا قبضہ کر لیا ہے اور دونوں نے گواہ قائم کئے تو غلام و کپڑے کے مرتہن کے پاس موجود ہونے کی صورت میں مرتہن کے گواہ قبول ہوں گے اور اگر غلام و کپڑا دونوں تلف ہو گئے ہوں اور جس کے رہن کا راہن دعویٰ کرتا ہے اس کی قیمت زیادہ ہو تو راہن کے گواہ قبول ہوں گے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اور اگر مرتہن نے کہا کہ میں نے ان دونوں کو رہن لیا ہے اور راہن نے کہا کہ میں نے فقط یہ مال اکیلا رہن کیا ہے اور دونوں نے گواہ قائم کئے تو مرتہن کے گواہ قبول ہوں گے اور اگر مرتہن نے کہا کہ تو نے میرے پاس یہ غلام بعوض ہزار درم کے رہن کیا اور میں نے تجھ سے لے کر اس پر اپنا قبضہ کر لیا ہے اور میرے تجھ پر سوائے اس کے دو سو دینار ہیں جس کے عوض تو نے مجھے کچھ رہن نہیں دیا ہے اور راہن نے کہا کہ تو نے مجھ سے یہ غلام غصب کر لیا ہے اور تیرے مجھ پر ہزار درم بغیر رہن کے قرض ہیں اور میں نے تیرے دو سو دینار قرضہ کے عوض تجھے ایک باندی جس کا فلاں نام ہے

رہن دے دی ہے اور تو نے مجھ سے لے کر اپنے قبضہ میں کر لی ہے اور مرتہن نے کہا کہ میں نے تجھ سے فلاں باندی رہن لی ہے وہ تیری باندی ہے اور غلام مذکور و باندی مذکورہ دونوں مرتہن کے پاس موجود ہیں تو راہن سے مرتہن کے دعویٰ پر قسم لی جائے گی اس واسطے کہ عقد رہن بجانب راہن لازم ہوتا ہے اور مرتہن اس پر ایسے حق ذاتی کا دعویٰ کرتا ہے کہ اگر وہ اس کا اقرار کرے تو اس پر لازم ہو پس جب اُس نے انکار کیا تو اس سے قسم لی جائے گی پس اگر اس نے قسم کھالی تو غلام کا رہن باطل ہو جائے گا اور اگر اس نے قسم سے انکار کیا تو غلام بعوض ہزار درم کے رہن ہوگا اور مرتہن سے باندی کی بابت کچھ قسم نہ لی جائے گی لیکن مرتہن اس کو راہن کو واپس دے گا اس واسطے کہ عقد رہن بجانب مرتہن لازم نہیں ہوتا ہے پس باندی کے رہن سے اس کا انکار کرنا بمزملہ راہن کو باندی واپس دینے کے ہے اور اس کو اختیار حاصل ہے کہ باندی راہن کو واپس دے دے اگر وہ باندی اس کے پاس مرہونہ ہوئی تو قسم لینا کچھ مفید نہ ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو مرتہن کے گواہوں پر حکم دیا جائے گا اس واسطے کہ وہ گواہ ملزم ہیں کہ بجانب راہن حق مرتہن کو لازم کرتے ہیں اور راہن کے گواہ مرتہن کے ذمہ باندی کے مرہونہ ہونے کو کچھ لازم نہیں کرتے ہیں پس ان گواہوں کے موافق حکم دینے کے کچھ معنی نہیں ہیں الا اس صورت میں کہ مرتہن کے پاس وہ باندی مرگئی ہو تو ایسی صورت میں راہن کے گواہوں کے موافق حکم دیا جائے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مرہونہ باندی کے بچہ کی بابت راہن و مرتہن نے اختلاف کیا اور مرتہن نے کہا کہ میرے پاس بچہ جنی ہے تو اسی کا قول قبول ہوگا اس واسطے کہ بچہ اس کے قبضہ میں موجود ہے اور مرتہن نے غیر سے لے کر اس پر قبضہ کرنے کا اقرار نہیں کیا ہے اور اگر مرتہن نے کہا کہ میں نے ماں و بچہ دونوں کو رہن لیا ہے اور راہن نے کہا کہ نہیں بلکہ فقط ماں کو لیا ہے تو راہن کا قول قبول ہوگا اس واسطے کہ وہ منکر ہے۔ اور اگر مرتہن نے رہن مع قبضہ کا دعویٰ کیا تو دونوں باتوں پر اس کے گواہ قبول ہوں گے اور اگر فقط رہن کا دعویٰ کیا ہو تو قبول نہ ہوں گے اس واسطے کہ فقط عقد لازم نہیں ہوتا ہے اور اگر مرتہن نے رہن سے انکار کیا تو رہن ثابت کرنے پر راہن کے گواہوں کی سماعت نہ ہوگی اس واسطے کہ عقد رہن بجانب مرتہن لازم نہیں ہوتا ہے خواہ گواہوں نے معائنہ قبضہ کی گواہی ادا کی ہو یا قبضہ پر اقرار راہن کی گواہی دی ہو یہ آخری قول امام اعظم کا اور یہی قول صاحبین کا ہے یہ وجہز کردری میں ہے۔ اور اگر راہن نے گواہ دیئے کہ میں نے دو ہزار درم قیمت کا غلام بعوض ہزار درم قرضہ کے رہن کیا ہے اور مرتہن نے رہن سے انکار کیا اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ اس نے غلام کو کیا کیا ہے تو غلام کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اس میں سے بقدر قرضہ کے محسوب کر کے باقی کو راہن واپس دے گا اور اگر مرتہن و راہن نے اقرار کر لیا کہ مرتہن کے پاس مرگیا ہے تو جس کے عوض رہن تھا اُس کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائے گا اور مرتہن مقدار زائد کا ضامن نہ ہوگا اس واسطے کہ زیادتی اس کے پاس امانت تھی اور اس کی طرف سے کوئی انکار ثابت نہیں ہوا پس زیادتی کا ضامن نہ ہوگا یہ وجہز کردری میں ہے۔

☆ باب ۶

چاندی کے عوض چاندی اور سونے کے عوض سونے کے رہن کرنے کے بیان میں

درم، دینار، کیلی دوزنی چیزوں کا رہن رکھنا جائز ہے پس اگر اپنے جنس کے عوض رہن ہو اور تلف ہو جائے تو بعوض اپنے مثل وزن قرضہ کے تلف شدہ قرار دی جائے گی اگرچہ باعتبار جودت کے اختلاف ہو اور یہ امام اعظم کے نزدیک ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک اُس کے خلاف جنس سے اُس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور وہ قیمت بجائے اس کے مرہون ہوگی پس اصل امام اعظم کے نزدیک

مرہونہ باندی ہو یا گائے بکری وغیرہ ہونہ ۱۲ ح آخری قول یعنی امام نے آخر میں یہی قول اجتہاد سے نکالا ہے ۱۲

یہ ہی کہ حالت تلف لامحالہ حالت استیفاء ہے اور استیفاء وزن ہی سے ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک اصل یہ ہے کہ حالت تلف جیسی حالت استیفاء ہے کہ جب ضرر کی جانب مفہمی نہ ہو اس کا بیان یوں ہے کہ ایک شخص نے دس درم وزن کے تیل کی چاندی کی کمی بعوض دس درم قرضہ کے رہن رکھی اور وہ تلف ہوگئی پس اگر اس کی قیمت اس کے وزن کے برابر دس درم ہو تو بالاتفاق قرضہ ساقط ہو جائے گا اسی طرح اگر اس کی قیمت اُس کے وزن سے زائد ہو تو بھی بالاتفاق قرضہ ساقط ہو جائے گا اور اگر اُس کی قیمت اس کے وزن سے کم ہو تو بھی امام اعظمؒ کے نزدیک یہی حکم ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک مرتہن اُس کی قیمت کا اس کے خلاف جنس سے ضامن ہوگا۔ اور اگر وہ ٹوٹ گئی اور اس کی قیمت اس کے وزن کے برابر دس درم ہے تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک راہن کو اختیار ہے چاہے اسی طرح ٹوٹی ہوئی ناقص کو پورے قرضہ کے عوض فک رہن کرا لے اور چاہے تو مرتہن سے اُس کی قیمت اس کے جنس سے یا اس کے خلاف جنس سے تاوان لے اور یہ مال تاوان بجائے مرہون اول کے مرتہن کے پاس رہن ہوگا اور مرہون اول تاوان دینے کے بعد مرتہن کی ملک ہو جائے گا اور راہن پر فک رہن کرانے کے واسطے جبر نہ کیا جائے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک راہن کو اختیار ہے چاہے اس کو اسی طرح ناقص پورے قرضہ (۱) کے عوض فک رہن کرا لے اور اگر چاہے تو پورے قرضہ کے عوض مرتہن کی ملک کر دے اور راہن کو یہ اختیار نہیں ہے کہ مرتہن سے اس کی قیمت کی ضمان لے اور اگر اُس کی قیمت اس کے وزن سے کم چنانچہ آٹھ درم ہو تو راہن اُس سے مرہون مذکور کے کھرے کے حساب سے دوسری جنس سے اُس کی قیمت تاوان لے تاکہ سود سے بچ جائے یا ردی کے حساب سے اُس کی جنس سے تاوان لے اور یہ مال تاوان مرتہن کے پاس رہن ہوگا اور یہ حکم بالاتفاق ہے اور اگر اُس کی قیمت اُس کے وزن سے زائد بارہ درم ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک چاہے اس کو پورے قرضہ کے عوض فک رہن کرا لے یا مرتہن سے اُس کی پوری قیمت اس کے غیر جنس سے چاہے جس قدر ہو لے اور وہ مرتہن کے پاس رہن رہے گی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پانچ چھٹے حصے اس کی قیمت کے تاوان لے گا پس اس طرف شکستہ میں سے پانچ چھٹے حصے بعد ضمان دینے کے مرتہن کی ملک ہو جائیں گے اور ایک چھٹا حصہ الگ کر لیا جائے گا تاکہ رہن شائع نہ رہے اس واسطے کہ ظاہر الروایۃ کے موافق شیوع طاری مثل شیوع مقارنؒ کے ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ شیوع طاری مانع نہیں ہوتا ہے پس بنا براس روایت کے ششم حصہ کے الگ کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور یہ حصہ مع پانچ چھٹے حصے کی قیمت کے مرتہن کے پاس قرضہ کے عوض مرہون رہے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر ٹوٹ جانے سے ان کی قیمت میں ایک یا دو درم کا نقصان آیا تو راہن پر جبر کیا جائے گا کہ پورا قرضہ ادا کر کے انفکاک رہن کرائے اور اگر اس سے زیادہ نقصان آیا ہو تو راہن کو اختیار ہوگا چاہے مرتہن کے قرضہ کے عوض مرتہن کی ملک کر دے اور چاہے پورے قرضہ کے عوض فک رہن کر لے اور اگر اُس کا وزن آٹھ درم ہو اور وہ تلف ہوگئی تو مرتہن کے قرضہ میں سے آٹھ درم ساقط ہو جائیں گے خواہ اس کی قیمت اس وزن سے کم ہو یا زیادہ ہو یا برابر ہو یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اس واسطے کہ امام کے نزدیک وزن کا اعتبار ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر اس کی قیمت اور وزن برابر ہو تو یہی حکم ہے اور اگر اس کی قیمت بہ نسبت وزن کے کم یا زیادہ ہو چنانچہ سات درم یا نو درم یا دس درم ہو تو خلاف جنس سے اس کی قیمت کی ضمان لے پس اگر مثلاً بارہ (۲) درم ہو تو پانچ چھٹے حصے کی ضمان لے اور اگر وہ ٹوٹ گئی پس اگر اس کی قیمت میں آٹھ درم ہوں تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک چاہے پورے قرضہ کو دے کر فک رہن کر لے یا مرتہن سے اس کی جنس سے اس کی ضمان لے چنانچہ بیان ہو چکا ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک چاہے پورے قرضہ اور چاہے تو لوٹنے کو تلف ہونے پر قیاس کر کے اُس کو آٹھ

یعنی وہ چاندی تھی تو سونے سے اُس کی قیمت ادا کرے ۱۲ منہ ۲ شیوع طاری وہ ہے جو بعد عقد کے پیدا ہو جائے اور مقارن وہ ہے جو وقت عقد کے موجود ہو ۱۲ منہ ۳ یعنی اُس کی جنس سے یا اس کے خلاف جنس سے (۱) یعنی پورا قرضہ دے ۱۲ (۲) یعنی ایک دو درم سے زیادتی زیادہ ہو ۱۲

درم قرضہ کے عوض مرتہن کے ذمہ ڈالے اور اگر اس کی قیمت کم ہو چنانچہ سات درم ہو یا زیادہ چنانچہ نو درم یا دس درم ہو تو راہن کو اختیار ہے کہ چاہے پورے قرضہ کے عوض فک رہن کرا لے یا خلاف جس سے اُس کی قیمت تاوان ملے یہ بالاتفاق ہے اسی طرح اگر بارہ ہو تو بھی امام اعظمؒ کے نزدیک یہی حکم ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اُس سے اُس کی قیمت کے پانچ چھ حصہ کی ضمان لے یا پورے قرضہ کو ادا کر کے فک رہن کرا دے اور یہی حکم امام محمدؒ کے نزدیک ہے اگر کسی دو درم سے زائد ہو۔ اور راہن پورے قرضہ کو دے کر فک رہن کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا اور اگر اس کا وزن (۱) مرتہن کے قرضہ سے زائد پندرہ درم ہو اور وہ تلف ہو گئی تو دو تہائی سے اس نے اپنا قرضہ بھر پایا اور ایک تہائی اس کے پاس امانت میں تلف ہوئی خواہ اس کی قیمت زائد ہو یا کم ہو اور صاحبین کے نزدیک اگر اس کے وزن کے برابر یا زیادہ ہو تو یہی حکم ہے اور اگر اُس سے کم ہو پس اگر قرضہ سے بھی کم ہو یا برابر ہو دس درم ہو تو خلاف جس سے اس کی قیمت تاوان لے گا اور اگر بارہ درم ہو تو پانچ چھ حصے کی قیمت تاوان لے گا جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اور اگر وہ ٹوٹ گئی تو راہن کو اختیار ہے چاہے پورا قرضہ دے کر فک رہن کرا لے یا اُس کی دو تہائی کی قیمت تاوان لے خواہ اُس کی قیمت قرضہ سے کم ہو یا زیادہ ہو یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور یہی حکم امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اگر چہ اُس کی قیمت اُس کے وزن سے برابر ہو اور امام محمدؒ کے نزدیک چاہے اُس کو پورا قرضہ دے کر چھڑا لے یا اس میں سے دو تہائی مرتہن کے ذمہ بعوض اُس کے قرضہ کے ڈالے اور ایک تہائی واپس کر لے اور اگر زیادہ ہیں درم ہو تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک چاہے پورا قرضہ دے کر فک رہن کرا دے اور چاہے اُس کی قیمت نصف قرضہ سے تاوان لے اس واسطے کہ اس کی نصف کی قیمت قرضہ کے برابر ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر ٹوٹنے سے پانچ کا نقصان آیا ہو تو راہن پورے قرضہ کو دے کر فک رہن کرانے پر مجبور کیا جائے گا اور اگر اس سے زیادہ نقصان آیا تو اس کو اختیار چاہے پورے قرضہ کو دے کر چھڑا دے یا چاہے دو تہائی اُس کی بعوض قرضہ مرتہن کے اُس کے ذمہ ڈالے اور ایک تہائی واپس لے اور اگر اُس کی قیمت بارہ درم ہوں تو چاہے صاحبین کے قول کے موافق پورے قرضہ کو دے کر فک رہن کرا دے یا اس کے پانچ چھ حصے کی قیمت تاوان لے اور اگر اُس کی قیمت قرضہ کے برابر دس درم ہو یا کم ہو نو درم ہو تو صاحبین کے نزدیک چاہے پورے قرضہ کو ادا کر کے فک رہن کرا دے یا پورے برتن کی قیمت خلاف جس سے تاوان لے پس تمام اقسام سولہ ہوئے اس واسطے کہ قسم اول میں یعنی جب کچی مذکور کا وزن قرضہ کے برابر ہو چھ صورتیں ہیں اس واسطے اس صورت میں یا تو اس کی قیمت اُس کے وزن کے برابر ہوگی یا کم ہوگی یا زیادہ ہوگی پھر یہ تین صورتیں اس کے تلف ہو جانے میں اور تین ہی اس کے ٹوٹ جانے میں سب چھ صورتیں ہوئیں اور دوسری قسم میں جب کہ اس کا وزن آٹھ درم ہو دس صورتیں ہیں اس واسطے کہ اُس کی قیمت یا تو اُس کے وزن کی ایک کم سات ہوگی یا برابر ہوگی یا ایک زیادہ ہوگی یا دس (۲) ہوگی یا بارہ ہوگی اور تیسری قسم میں بھی جب کہ اُس کا وزن نو درم ہو دس صورتیں ہیں اس واسطے کہ یہ اس کی قیمت اُس کے وزن کے برابر یا زیادہ ہوگی یا وزن سے کم اور قرضہ سے زائد ہوگی یا وزن کم و قرضہ کے برابر ہوگی یا وزن سے کم و قرضہ سے بھی کم ہوگی پس پانچ بر تقدیر تلف ہونے کے اور پانچ بر تقدیر اُس کے ٹوٹ جانے کے سب دس ہوئیں یہ کافی میں ہے۔ امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک انگٹھی رہن لی جس میں ایک درم چاندی ہے اور نو درم قیمت کا نگینہ ہے اور دس درم قرضہ کے عوض رہن رکھی پھر وہ تلف ہو گئی تو امام اعظمؒ کے نزدیک وہ ہر حال میں جس قدر کہ عوض رہن تھی اسی کے عوض تلف شدہ قرار دی جائے گی اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک اگر انگٹھی کے حلقہ کی قیمت ایک درم یا زیادہ ہو تو یہی جواب ہے جو امام اعظمؒ کا مذہب مذکور ہوا ہے اور اگر چاندی کی قیمت ایک درم سے کم ہو پس اگر مثلاً آدھا درم ہو تو نگینہ تلف ہو جانے سے نو درم

(۱) شیخ سالم کا وزن ۱۲ (۲) سب تلف ہونے اور ٹوٹ جانے میں دس ہوں ۱۲

قرضہ ساقط ہو جائے گا اور چاندی کے حق میں راہن کو اختیار رہے گا چاہے اُس کا تلف ہونا قرضہ کے عوض قرار دے یا چاہے تو مرہن سے چاندی کی قیمت یعنی نصف درم تاوان لے لے پھر مرہن اُس سے اپنا ایک درم قرضہ واپس لے گا اور اگر نگینہ فقط ٹوٹ گیا اور انگلی کا حلقہ درست رہا تو نگینہ کے مقابلہ میں جس قدر قرضہ تھا اُس میں سے بالا جماع اُس قدر قرضہ ساقط ہو جائے گا جس قدر نگینہ میں نقصان آیا ہے اور حلقہ ٹوٹ گیا تو بالا جماع راہن کو اختیار ہوگا پس اگر حلقہ کی قیمت ایک درم یا کم ہو پس اگر راہن نے اس کو چھوڑ دینا اختیار کیا تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مرہن کے پاس اُس کو قیمت پر چھوڑ دے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک قرضہ کے عوض چھوڑے گا اور اگر اُس کی قیمت ایک درم سے زائد مثلاً ڈیڑھ درم ہو پس اگر اُس نے چھوڑنا اختیار کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اُس کی پوری قیمت ڈیڑھ درم تاوان لے گا مگر قیمت سونے (۱) سے لے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دو تہائی حلقہ بعوض اس کی قیمت (۲) کے جو سونے سے لے گا تو مرہن کے پاس چھوڑ دے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر ٹوٹنے سے بقدر نصف درم کے نقصان ہوا یعنی جس قدر اُس کی بنوائی ہے تو راہن پورا قرضہ دے کر چھڑانے پر مجبور کیا جائے گا اور اس کو اختیار نہ ہوگا اور اگر ٹوٹنے سے نصف درم سے زیادہ نقصان ہوا تو راہن کو اختیار ہوگا اور جب اُس نے مرہن کے پاس چھوڑنا اختیار کیا تو قرضہ کے عوض چھوڑے گا قیمت کے عوض نہیں چھوڑے گا یہ محیط میں ہے۔

فلوس رہن ہوں اور اُس کا بھاؤ بڑھ گیا تو کچھ اعتبار نہیں، تار خانہ ☆ میں منقول مسئلہ ☆

ایک شخص نے سیف محلی یعنی تلوار جس پر حلیہ ہے اور تلوار کی قیمت پچاس درم اور حلیہ پچاس درم ہے بعوض سودرم کے رہن کر دی پھر وہ تلف ہو گئی تو جس قدر کے عوض رہن تھی اُس کی عوض تلف شدہ ہوگی کیونکہ اُس کی مالیت میں وفائے قرضہ ہے اور اگر اُس کا پھل ٹوٹ گیا اور حلیہ تو قرضہ میں سے بحساب نقصان پھل کے ساقط ہو جائے گا یہ مبسوط میں ہے اور اگر فلوس رہن کے اور وہ کاسد ہو گئے تو قرضہ کے عوض گئے اور اگر اس کا بھاؤ گھٹ گیا تو اس کا اعتبار نہیں ہے اور اگر ٹوٹ گئے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اُس کی قیمت کا ضامن ہوگا لیکن اگر قیمت زائد ہو تو اس میں سے بقدر قرضہ کے ضامن ہوگا اور جس صورت میں مرہن ضمان دے کر بعض کنگن کا مالک ہو جائے تو اس قدر جدا کر کے باقی مال ضمان کے مرہون رہے گی الا^۱ ایک روایت کے موافق جو امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے۔ اور اگر فلوس رہن ہوں اور اُس کا بھاؤ بڑھ گیا تو کچھ اعتبار نہیں ہے یہ تار خانہ میں ہے۔ اصل سلیس ذکر فرمایا کہ اگر کسی نے طشت یا کوزہ بعوض ایک درم کے رہن کیا اور مرہون سے وفائے دین ہو سکتی ہے اور اس میں دین کی نسبت کچھ زیادتی ہے پس اگر وہ تلف ہو جائے تو جس کے عوض رہن ہے اُس کے عوض تلف شدہ قرار پائے گا اور اگر ٹوٹ گیا پس اگر ایسی چیز ہو جو موزوں نہیں ہے تو قرضہ میں سے بقدر حصہ نقصان کے ساقط ہو جائے گا اور اگر موزوں ہو تو راہن کو اختیار ہوگا چاہے قرضہ دے کر فک رہن کرادے یا چاہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک قیمت لے کر اُس کو مرہن کے پاس چھوڑ دے و امام محمدؒ کے نزدیک قرضہ کے عوض مرہن کے ذمہ چھوڑ سکتا ہے اور امام ابو یوسفؒ کا قول اس مسئلہ میں امام اعظمؒ کے ساتھ ذکر کیا ہے مگر شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ جس صورت میں مال مرہون میں بہ نسبت قرضہ کے زیادتی ہو تو بنا بر ظاہر الروایۃ کے امام ابو یوسفؒ کو امام اعظمؒ کے ساتھ ذکر کرنا درست نہیں معلوم ہوتا ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک گریہوں دو سودرم قیمت کا بعوض سودرم کے رہن کیا پس اگر وہ تلف ہو جائے تو قرضہ کا بھر پانا اُس کے

یعنی اس روایت کے موافق جدا کرنے کی ضرورت نہیں ہے ۱۲ اصل یعنی کتاب مبسوط مصنف امام محمدؒ وفائے دین یعنی پورا قرضہ ادا ہونا ۱۳

(۱) یعنی اس کے درم میں سونا لیا ۱۲ (۲) یعنی دو تہائی کی قیمت میں سونا لے کر دو تہائی مرہن کو دے دے ۱۳

صحیح لفظ تار خانہ ہی ہے لیکن کثرت استعمال کی وجہ سے تار خانہ کہا جانے لگا اور اس کتاب میں بھی مترجم نے "زائد ہی استعمال کیا۔ (حافظ)

نصف سے ہو جائے گا اور اگر اُس کو پانی پہنچا جس سے وہ متعفن ہو کر پھول گیا تو راہن کو اختیار ہے چاہے قرضہ ادا کر کے اُس کا قلم رہن کرا لے اور اس کو اس سے زیادہ کچھ نہ ملے گا اور چاہے کھرے آدھے کر کے مثل تاوان لے اور نصف فاسد تو ملک مرتہن ہو جائے گا اور نصف فاسد باقی مع مال ضمان کے مرتہن کے پاس مرہون رہے گا یہ امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک راہن کو اختیار ہے چاہے اُس کا نصف بعوض قرضہ کے مرتہن کی ملک کر دے اور جب (۱) مرتہن اس نصف کا مالک ہو پس اگر اس میں کچھ زیادتی ہو تو بقدر زیادتی کے صدقہ کر دے گا یہ خزانۃ الاكمل میں ہے۔

گبار ہول باب ☆

متفرقات کے بیان میں

زید نے ایک غلام عمرو کے پاس رہن کی اور وہ عمرو کے پاس مر گیا پھر خالد نے گواہوں سے اس غلام پر اپنا استحقاق ثابت کیا تو خالد کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں سے جس سے چاہے ضمان لے پس اگر اُس نے راہن سے تاوان لیا تو وہ عقد رہن سے پہلے اداۓ ضمان کی وجہ سے اُس کا مالک قرار دیا جائے گا پس ظاہر ہوا کہ اُس نے اپنی ذاتی ملک کو رہن کیا تھا اور مرہون تلف ہونے سے مرتہن اپنا قرضہ بھر پانے والا ہو گیا پس راہن سے اپنا قرضہ نہیں لے سکتا ہے اور اگر اُس نے مرتہن سے تاوان لیا تو مرتہن اس قدر مال تاوان راہن سے واپس لے گا اور اپنا قرضہ بھی واپس لے گا اگر راہن و مرتہن نے وقت عقد کے یہ شرط لگائی کہ راہن ہی عادل ہو اور رہن کا مال اُسی کے پاس رہے کہ معاد آنے پر اُس کو فروخت کرے تو اس مسئلہ میں دو صورتیں ہیں اول یہ کہ عقد رہن میں دونوں ایسی شرط لگائیں پس اس صورت میں رہن صحیح نہ ہوگا خواہ مرتہن نے اُس پر قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو دوم یہ کہ تمام عقد رہن کے بعد دونوں نے ایسی شرط قرار دی پس اگر مرتہن نے رہن پر قبضہ نہ کیا ہو تو رہن صحیح نہ ہوگا اور اگر قبضہ کر لیا ہو تو صحیح ہے پھر جس صورت میں کہ قبضہ کر لیا ہے اور راہن نے اس کو فروخت کیا پس اگر مرتہن کے قبضہ میں ہونے کی حالت میں فروخت کیا ہے تو ثمن مرتہن کا ہوگا اور اگر مرتہن سے لے کر فروخت کیا ہے تو ثمن راہن کا ہوگا اور مرتہن بہ نسبت راہن کے اور قرض خواہوں کے اس کا زیادہ مستحق نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر مرہون پر کسی شخص نے جنایت کی تو ضرور ہے کہ یہ جنایت یا تو نفس کا تلف ہوگی یا نفس سے کم ہوگی اور ہر ایک ان دونوں میں سے ضرور ہے کہ یا تو عدا ہوگی یا خطا سے یا جو خطا کے معنی میں ہے اور جنایت کرنے والا ضرور ہے کہ آزاد ہوگا یا غلام ہوگا پس اگر جنایت نفس کا تلف ہو یعنی مرہون کو قتل کر ڈالا اور عدا قتل کیا اور قاتل آزاد ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک اگر راہن و مرتہن دونوں قصاص لینے پر اتفاق کریں تو راہن کو اختیار ہوگا کہ قاتل سے قصاص لے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس کو قصاص لینے کا اختیار نہ ہوگا اگر چہ دونوں اتفاق کریں اور امام ابو یوسفؒ سے اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں ایسا ہی امام کرخیؒ نے یہ اختلاف نقل کیا ہے اور قاضی نے شرح مختصر الطحاوی میں ذکر کیا کہ قاتل پر قصاص عائد نہ ہوگا اگر چہ راہن و مرتہن قصاص لینے پر اتفاق کریں اور کوئی اختلاف ذکر نہیں فرمایا اور جب قاتل سے قصاص لیا گیا تو قرضہ ساقط ہو جائے گا یہ سب اُس صورت میں ہے کہ دونوں نے قصاص لینے پر اتفاق کیا ہو اور اگر دونوں نے اختلاف کیا تو قاتل سے قصاص نہ لیا جائے گا اور قاتل پر لازم ہوگا کہ مقتول کی قیمت تین سال میں اپنے مال سے ادا کرے اور یہ قیمت رہن رہے گی اور دونوں نے اختلاف کیا اور قاضی نے قصاص باطل کر دیا پھر راہن نے اُس کا قرضہ ادا کر دیا تو

۱۔ عادل یعنی درمیانی معتد علیہ خود راہن ہوگا ۱۲ ج جنایت یعنی تعدی سے اس پر کوئی جرم کیا جیسے قتل کرنا یا ہاتھ پاؤں کا ٹنایا زخمی کرنا یا تلف کرنا اگر بے جان چیز ہو ۱۲ ج یعنی اصل میں قصاص لینے والا راہن ہے لیکن مرتہن کا متعلق ہونا ضروری ہے ۱۲ (۱) یعنی ضمان قیمت نہیں لے سکتا ہے ۱۲

پھر قصاص نہیں لے سکتا ہے اور اگر جنایت خطا سے ہو یا شبہ عمدہ ہو تو قاتل کی مددگار برادری پر تین سال میں اُس کی قیمت واجب ہوگی اور مرتہن اس کو لے کر رہن رکھے گا پھر اگر رہن میعاد ہو تو میعاد آنے تک اُس کے قبضہ میں رہے گی پھر جب میعاد آجائے پس اگر قیمت جنس قرضہ سے ہو تو اپنا قرضہ اس میں سے پورا وصول کر لے گا پھر اگر کچھ باقی رہ جائے تو وہ راہن کو واپس کر دے گا اور اگر قیمت اس سے کم ہو تو جس قدر رہے اس قدر دین وصول کر لے گا اور باقی راہن سے لے گا اور اگر قیمت مذکور خلاف جنس قرضہ سے ہو تو فک رہن کے وقت تک اُس کو اپنے روک رکھے گا اور اگر قرضہ فی الحال واجب الادا ہو تو کا حکم اور میعاد قرضہ ہونے کی صورت میں میعاد آجانے کا جو حکم مذکور ہوا ہے دونوں یکساں ہیں اور تلف کر دینے کی ضمان لینے کے واسطے غلام کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو تلف کر دینے کے روز تھی اور ضمان رہن میں قبضہ کے روز کی قیمت معتبر ہوتی ہے اور وجہ سبب کی حالت میں اعتبار ہوگا چنانچہ اگر ہزار درم قرضہ ہو اور رہن کے روز غلام کی قیمت بھی ہزار درم ہو پھر اُس کی قیمت گھٹ گئی اور پانچ سو درم رہ گئی پھر وہ قتل کیا گیا تو قاتل پانچ سو درم اُس کی قیمت تاوان دے گا اور قرضہ میں سے پانچ سو درم ساقط ہو جائیں گے اور جو کچھ اُس نے تلف کر دینے میں تاوان دیا ہے وہ اُس کے مثل قرضہ کے عوض رہن رہے گا یعنی باقی قرضہ ساقط ہو جائے گا اسی طرح اگر مرتہن نے اُس کو قتل کیا تو وہ بھی تاوان دے گا اور اس کا وجہ جہنم کا حکم یکساں ہوگا اور اگر قاتل کرنے والا کوئی غلام یا باندی ہو تو اس کے مولیٰ سے کہا جائے گا کہ یا تو قاتل کو دے دے یا مقتول کی قیمت فدیہ دے پس اگر مقتول کی قیمت مدفوع قاتل کے برابر مدفوع کی قیمت زیادہ ہو تو مدفوع پورے قرضہ میں مرہون رہے گا اور بلا خلاف راہن پر صبر کیا جائے گا کہ پورا قرضہ ادا کر کے اُس کو چھڑا دے اور اگر مدفوع کی قیمت مقتول کی بہ نسبت کم ہو مثلاً مقتول کی قیمت ایک ہزار اور قرضہ ایک ہزار اور مدفوع کی قیمت سو درم ہو تو بھی امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ پورے قرضہ کے عوض مرہون ہوگا اور راہن پر جبر کیا جائے گا کہ غلام مدفوع کو پورا قرضہ دے کر چھوڑا دے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر قاتل کی قیمت میں وفائے قیمت مقتول نہ ہو تو راہن کو اختیار ہوگا چاہے اس کا فک رہن کرادے یا مرتہن کے قرضہ کے عوض مرتہن کے ذمہ چھوڑ دے۔ اسی طرح اگر غلام مرہون کا نرخ گھٹ گیا یہاں تک کہ سو درم کا رہ گیا پھر اس کو سو درم قیمت کے غلام نے قتل کیا اور وہ غلام قاتل دے دیا گیا تو اس میں بھی ایسا ہی اختلاف ہے۔ یہ اس وقت ہے کہ قاتل کے مولیٰ نے قاتل کا دنیا اختیار کیا ہو اور اگر فدیہ دینا اختیار کیا تو وہ مقتول کی قیمت فدیہ دے گا اور وہ قیمت رہن رہے گی پھر دیکھا جائے گا کہ اگر قیمت جنس قرضہ سے ہو تو مرتہن اس میں سے اپنا قرضہ پورا وصول کر لے گا اور جنس قرضہ سے خلاف ہو تو مرتہن اس کو روکے رہے گا یہاں تک کہ اپنا قرضہ پورا وصول کر لے اور راہن کو اختیار ہوگا چاہے پورا قرضہ دے کر فک رہن کرائے یا مرتہن کے لیے اُس کے قرضہ کے عوض چھوڑ دے یہ سب اُس صورت میں ہے کہ جنایت قتل نفس ہو۔ اور اگر جنایت قتل نفس سے کم ہو پس اگر مجرم آزاد ہو تو اس کا ارش اس کے مال سے واجب ہوگا نہ اُس کی مددگار برادری پر خواہ جنایت عمدہ ہو یا خطا سے ہو اور یہ مال ارش مع غلام کے رہن رہے گا اور اگر مجرم غلام ہو تو اُس کے مولیٰ سے کہا جائے گا کہ یا اس کو دے دے یا جنایت کا فدیہ دے پس اگر اُس نے فدیہ دینا اختیار کیا تو یہ فدیہ مع غلام کے جس پر جنایت واقع ہوئی دونوں مرہون رہیں گے اور اگر اُس نے مجرم کا دنیا اختیار کیا تو مجرم مع اُس غلام کے جس پر جرم کیا ہے دونوں مرہون رہیں گے اور اگر مرہون نے کسی دوسرے پر جنایت کی تو ضرور ہے اس کا جرم یا تو بنی آدم پر ہوگا یا سوائے بنی آدم کے دوسری شے پر ہوگا پس اگر بنی آدم پر ہو تو ضرور ہے کہ عمدہ ہوگا یا خطا سے یا جو خطا کے معنی میں ہیں پس اگر جرم عمدہ ہو تو مرہون سے قصاص لیا جائے گا جیسا کہ مرہون نہ ہونے کی صورت میں ہے خواہ اُس نے کسی اجنبی کو قتل کیا ہو یا راہن کو یا مرتہن کو اور واجب وہ قصاص میں قتل کیا گیا تو قرضہ ساقط ہو

۱۔ مدفوع دفع کیا ہو یعنی ولی مقتول کو دے دیا گیا ۲۔ وفائے یعنی مقتول کے برابر نہ ہو اور حکم شرع میں صرف قاتل ہی ملتا ہے ۳۔ ارش جرمانہ ۱۲

جائے گا اور اگر اس نے خطا سے جرم کیا تو خطا کے معنی میں ہے اور اُس کے ساتھ ملحق ہے مثلاً شبہ عہد ہو یا عہد آہو لیکن قاتل ایسا نہیں ہے کہ اس پر قصاص واجب کیا جائے تو اس میں مرہون کا دینا یا فدیہ دینا واجب ہوگا پھر دیکھا جائے گا کہ اگر پورا غلام ضمانت میں ہو مثلاً اُس کی قیمت قرضہ کے برابر یا کم ہو جیسے کہ غلام کی قیمت ایک ہزار درم ہو اور قرضہ بھی ہزار درم ہو یا قرضہ ڈیڑھ ہزار درم ہو اور غلام کی قیمت پانچ سو درم ہو تو مرہن سے اولاً فدیہ دینے کے واسطے کہا جائے گا اور اگر اس نے فدیہ دے دیا تو غلام مجرم کو چھڑا لیا اور جرم سے پاک کر لیا اور ایسا ہو گیا کہ گویا اُس نے کبھی جرم نہیں کیا تھا اور بدستور سابق رہن رہے گا اور جو مال مرہن نے فدیہ میں دیا ہے اُس کو راہن سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور مرہن کو غلام مجرم دے دینے کا اختیار نہیں اور اگر مرہن نے فدیہ دینے سے انکار کیا تو راہن سے کہا جائے گا کہ غلام مجرم دے یا فدیہ دے پس اگر اُس نے غلام مجرم دینا اختیار کیا تو رہن باطل ہو جائے گا اور قرضہ ساقط ہو جائے گا اسی طرح اگر اس نے فدیہ دینا اختیار کیا تو بھی یہی حکم ہے اس واسطے کہ راہن نے جو کچھ فدیہ میں دیا ہے اُس سے حق مرہن ادا کرنے والا ہوا کیونکہ مرہن کی ضمانت میں جرم واقع ہونے کی وجہ سے اُس کا فدیہ مرہن پر واجب تھا پس لحاظ کیا جائے گا کہ فدیہ کس قدر ہے اور غلام کی قیمت کیا ہے اور قرضہ کس قدر ہے پس اگر مقدار فدیہ قرضہ کے برابر ہو اور غلام کی قیمت قرضہ کے برابر یا زیادہ ہو تو قرضہ ساقط ہو جائے گا اور اگر مقدار فدیہ قرضہ سے کم ہو اور غلام کی قیمت قرضہ کے برابر یا زیادہ ہو تو قرضہ میں سے بقدر فدیہ کے ساقط ہو جائے گا اور باقی کے عوض غلام مذکور رہن پڑا رہے گا اور اگر مقدار فدیہ قرضہ کے برابر یا زیادہ ہو اور غلام کی قیمت قرضہ سے کم ہو تو قرضہ میں سے بقدر قیمت غلام کے ساقط ہو جائے گا اور اس سے زیادہ ساقط نہ ہوگا۔ اور اگر بعض غلام ضمانت میں ہو اور تھوڑا امانت میں ہو مثلاً غلام کی قیمت دو ہزار درم ہو اور قرضہ ایک ہزار درم ہو تو راہن اور مرہن دونوں پر فدیہ لازم ہوگا اور مرہن سے غلام مجرم دینے کے واسطے کہنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ دینے پر راضی ہو اس لئے اس کو دے دینے کا اختیار نہیں ہے۔ پھر جب اس سے فدیہ دینے کے واسطے کہا گیا پس یا تو دونوں شخص مجرم کے دینے پر اتفاق کریں گے یا اختلاف کریں گے پس اگر دونوں نے اختلاف کیا ایک نے مجرم کا دینا اختیار کیا اور دوسرے نے فدیہ دینا اختیار کیا اور ضرور ہے کہ دونوں یا تو حاضر ہوں گے یا غائب یا ایک حاضر اور ایک غائب ہوگا پس اگر دونوں حاضر ہوں اور دونوں نے مجرم دینے پر اتفاق کیا اور دے دیا تو قرضہ ساقط ہو جائے گا اور اگر دونوں نے فدیہ دینے پر اتفاق کیا تو دونوں میں سے ہر ایک شخص آدھا فدیہ دے دے گا اور جب دونوں نے فدیہ دے دیا تو غلام کی گردن اس جرم سے پاک ہو جائے گی اور بدستور سابق رہن رہے گا اور دونوں میں سے ہر ایک اس بال کے دینے میں متبرع ہوگا یعنی جو کچھ دیا ہے اُس کو دوسرے سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر دونوں نے اختلاف کیا کہ ایک نے مجرم کو دینا چاہا اور دوسرے نے فدیہ دینا چاہا پس جس نے فدیہ دینا اختیار کیا ہے اس کا اختیار اولیٰ ہے پس جس نے فدیہ اختیار کیا ہے وہ غلام کا پورا ارش جنایت دے گا اور پھر دوسرا اس غلام کے دینے کا اختیار نہیں رکھتا ہے پھر جس نے فدیہ دینا اختیار کیا ہے اگر وہ مرہن ہو اور اس نے پورا ارش دے دیا تو غلام مذکور مثل سابق کے رہن رہے گا کیونکہ فدیہ دینے سے غلام کی گردن جرم سے پاک ہو جائے گی پس ایسا ہو جائے گا کہ گویا اُس نے جرم نہیں کیا ہے اور مرہن راہن سے اپنا پورا قرضہ لے لے گا اور آیا جس قدر اُس نے حصہ امانت کے عوض جرمانہ دیا ہے وہ واپس لے سکتا ہے یا نہیں سو کرنی نے ذکر کیا کہ اس میں دو روایتیں ہیں ایک روایت میں واپس نہیں لے سکتا ہے بلکہ متبرع ہوگا اور ایک روایت میں واپس لے سکتا ہے اور قاضی نے شرح مختصر الطحاوی میں ذکر کیا ہے کہ سوائے خاص اپنے قرضہ کے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور اختلاف روایت کا کچھ ذکر نہیں کیا اور اگر وہ شخص جس نے فدیہ دینا اختیار کیا ہے وہ راہن ہو اور اُس نے پورا ارش دے دیا تو وہ متبرع نہ ہوگا

بلکہ آدھے فدیہ سے قرضہ مرتہن ادا کرنے والا قرار دیا جائے گا۔ پھر دیکھا جائے گا کہ اگر آدھا فدیہ مثل پورے قرضہ کے ہو تو پورا قرضہ ساقط ہو جائے گا اور اگر کم ہو تو اس کے قدر قرضہ ساقط ہوگا اور باقی قرضہ کو مرتہن راہن سے واپس لے گا اور غلام کو اس کے واسطے روک رکھے گا یہ اس صورت میں ہے کہ دونوں حاضر ہوں اور اگر فقط ایک شخص حاضر ہو تو اس کو غلام مجرم دے دینے کا اختیار نہیں ہے خواہ راہن ہو یا مرتہن ہو پس اگر مرتہن حاضر ہو اور اس نے پورا ارش فدیہ میں دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک آدھے فدیہ میں متبرع نہ ہوگا اور اُس کو اختیار ہوگا کہ راہن سے اپنا قرضہ اور آدھا فدیہ واپس لے لیکن اُس کو اپنے قرضہ کے واسطے مرہون کو روکنے کا اختیار ہوگا اور آدھے فدیہ کے واسطے بعد ادائے قرض کے روکنے کا اختیار نہ ہوگا اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک آدھے فدیہ کے حق میں مرتہن متبرع ہوگا پس راہن سے خالص اپنا قرضہ واپس لے سکتا ہے جیسا کہ راہن کی حاضری کی صورت میں مذکور ہوا ہے اور اگر راہن ہی حاضر ہو اور اس نے ارش تمام ادا کر دیا تو بالا جماع آدھے فدیہ میں متبرع نہ ہوگا بلکہ آدھے کے دینے میں اسی قدر قرضہ مرتہن ادا کرنے والا شمار ہوگا یہ سب اُس صورت میں ہے کہ مال مرہون نے کسی اجنبی پر جنایت کی ہو اور اگر اُس نے راہن یا مرتہن پر جنایت کی ہو تو راہن کی جان پر اُس کی جنایت موجب مال ہے اور اُس کے مال پر جنایت ہدر ہے۔ اور اس کی جنایت نفس مرتہن پر سو امام اعظمؒ کے نزدیک ہدر ہے اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک معتبر ہے کہ اُس کے عوض غلام مذکور خود دے دیا جائے گا یا اُس کا فدیہ دیا جائے گا بشرطیکہ اس سے مرتہن راضی ہو اور مرتہن کا قرضہ باطل ہو جائے گا اور اگر مرتہن نے کہا کہ میں جنایت کا جرمانہ نہیں چاہتا ہوں اس واسطے کہ اس میں میرا حق ساقط ہو جاتا ہے تو اس کو ایسا اختیار ہے اور جنایت باطل ہو جائے گی اور غلام مذکور پر حال خویش رہن رہے گا ایسا ہی امام کرخیؒ نے علی الاطلاق بیان فرمایا ہے اور قاضی نے شرح مختصر الطحاوی میں ذکر کیا اور اس میں تفصیل فرمائی یعنی اگر پورا غلام قرضہ کے عوض مضمون ہو تو اس میں اختلاف ہے اور اگر تھوڑا ضمانت میں اور تھوڑا امانت میں ہو تو اُس کی خیانت بالاتفاق معتبر ہے پس راہن سے کہا جائے گا کہ تیرا جی چاہے اس کو دے دے یا اس کا فدیہ دے پس اگر راہن نے اس غلام مجرم کو دیا اور مرتہن نے اس کو قبول کیا تو پورا قرضہ باطل ہو جائے گا اور پورا غلام مرتہن کا ہو جائے گا اور اگر اس نے فدیہ دینا اختیار کیا تو نصف راہن پر اور نصف مرتہن پر پڑے گا جس قدر مرتہن کے حصہ کا ہے وہ باطل ہوگا اور جس قدر راہن کے حصہ کا ہے اس کو راہن ادا کرے گا اور غلام مرہون بحالہ رہن رہے گا یہ اس وقت ہے کہ اُس نے مرتہن کے نفس پر جنایت کی ہو۔ اور اگر مال مرتہن پر کوئی جرم کیا پس اگر اُس کی قیمت اور قرضہ برابر ہو اور اس کی قیمت میں کچھ زیادتی نہ ہو تو بالا جماع اس کا یہ جرم ہدر ہوگا اور اگر اس کی قیمت قرضہ سے زائد ہو تو امام اعظمؒ سے دو روایتیں ہیں ایک روایت میں ہے کہ حصہ امانت کی جنایت معتبر ہوگی اور دوسری روایت میں ہے کہ بالکل جنایت معتبر نہ ہوگی اور اگر مرہون نے راہن یا مرتہن کے پسر کے اوپر کوئی جرم کیا تو کچھ شک نہیں ہے کہ ایسی جنایت معتبر ہوگی یہ سب جو مذکور ہو ابنی آدم پر جنایت کرنے کا حکم تھا اور اگر مرہون نے بنی آدم کے سوائے اور اموال پر کچھ جرم کیا مثلاً اس قدر مال تلف کر دیا جو اس کے رقبہ کو محیط ہے تو اُس کا حکم اور سوائے مرہون کے غیر کی جنایت کا حکم یکساں ہے یعنی جس قدر مال تلف کیا ہے وہ اس مرہون کی گردن پر ہوگا کہ اُس کے واسطے فروخت کیا جاسکتا ہے اور اگر راہن یا مرتہن نے اُس کا قرضہ ادا کر دیا پس جب دونوں میں سے کسی نے ادا کیا تو اس کا حکم اور بنی آدم پر اُس کی جنایت کرنے اور فدیہ دیئے جانے کا حکم یکساں ہے اور اُس صورت میں جب مرتہن نے قرضہ ادا کیا ہو تو مرتہن کا جو قرضہ راہن پر ہے وہ بحالہ باقی رہے گا اور یہ غلام بحالہ رہن رہے گا اس واسطے کہ مرتہن نے اُس کا فدیہ دے کر اُس کی گردن کو بار قرضہ سے خلاص کر لیا ہے اور پاک کر لیا ہے پس مثل سابق کے غلام مذکور رہن رہے گا جیسا کہ جنایت

۱۔ یعنی اگر غلام مرہون نے راہن کا مال تلف کیا تو یہ مفت برباد ہوگا ۲۔ ہدر یعنی رائے گاں جس کا کچھ جرمانہ نہیں ہے ۱۲

سے فدیہ دینے کی صورت میں مذکور ہوا ہے اور اگر مرتہن نے جو مال غلام پر قرضہ ہو کر عائد ہوا ہے ادا کرنے سے انکار کیا اور راہن نے اس کو ادا کیا تو مرتہن کا قرضہ باطل ہو جائے گا اور اگر دونوں نے اس قرضہ کے ادا کرنے سے انکار کیا تو غلام مذکور اس مال کے واسطے فروخت کیا جائے گا اور اُس کے ثمن سے یہ مال جس کو غلام نے تلف کیا ہے ادا کیا جائے گا پھر جب غلام فروخت کیا گیا اور اُس کے ثمن سے قرضہ ادا کیا گیا تو ضرور ہے کہ یا تو اُس کے ثمن سے وفائے قرضہ مذکور ہوگی یا نہ ہوگی پس اگر اُس کے ثمن سے وفائے قرضہ مذکور ہو جائے تو ضرور ہے کہ یا تو اس کا قرضہ مساوی قرضہ مرتہن ہو گا یا اُس سے زیادہ ہو گا یا اُس سے کم ہو گا پس اگر برابر ہو یا زیادہ ہو تو مرتہن کا پورا قرضہ ساقط ہو جائے گا اس واسطے کہ غلام مذکور ملک راہن سے ایسے سبب سے زائل ہوا جو مرتہن کی ضمانت میں پایا گیا ہے پس ایسا ہوا کہ گویا وہ مرتہن کے پاس تلف ہوا ہے اور جس قدر غلام کا ثمن قرضہ جنایت ادا کر کے باقی رہے وہ راہن کا ہو گا اس واسطے کہ وہ اس کی ملک کا بدل ہے اس میں کسی کا حق نہیں ہے پس خاصۃً اسی کا ہو گا اور اگر قرضہ مذکور بہ نسبت قرضہ مرتہن کے کم ہو تو قرضہ مرتہن میں سے اسی قدر ساقط ہو گا اور جو کچھ ثمن مرہون بعد ادا کے قرضہ مذکور کے باقی رہے وہ مرتہن کے پاس باقی قرضہ کے واسطے امن رہے گا اس واسطے کہ مرتہن نے اسی پر قرضہ دیا تھا پس وہ رہن رہے گا پھر اگر ادا کے قرضہ کا وقت آ گیا ہو پس اگر یہ مال جس قرضہ سے ہو تو مرتہن اس کو قرضہ میں لے لے گا اور اگر خلاف جس قرضہ سے ہو تو باقی قرضہ وصول کرنے تک اُس کو روک رکھے گا اور اگر میعاد نہ آئی ہو تو میعاد آنے تک باقی قرضہ کے لیے اُس کو رہن رہنے دے گا یہ اُس وقت ہے کہ پورا غلام مرہون ہو اور اگر نصف مضمون ہو اور نصف امانت میں ہو تو جس قدر ثمن بعد ادا کے قرضہ مذکور کے باقی رہا ہے وہ سب مرتہن کے قبضہ میں نہ دیا جائے گا بلکہ اُس کا نصف دیا جائے گا اور نصف راہن لے لے گا اسی طرح اگر مضمون و امانت مساوی نہ ہو بلکہ گھٹا بڑھا ہو تو اسی کی بیشی کے حساب سے باقی ثمن دونوں میں سے ہر ایک کو دیا جائے گا اور اگر ثمن غلام میں قرضہ مذکور کے واسطے وفاء نہ ہو تو قرضہ مذکور کا طالب اس غلام کا سب ثمن لے لے گا اور جو کچھ اس کا قرضہ باقی رہا وہ موخر ہو جائے گا یہاں تک کہ جب کبھی غلام مذکور آزاد ہو جائے تو اس سے وصول کر سکتا ہے اور فی الحال باقی کو کسی سے نہیں لے سکتا ہے اور جب کبھی غلام نے آزاد ہو کر باقی قرضہ مذکور ادا کیا تو اس قدر ادا کردہ شدہ کو کسی شخص سے واپس نہیں پاسکتا ہے اسی طرح اگر بجائے غلام کے مسئلہ مذکورہ میں باندی ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر مرہونہ باندی کے بچہ نے کسی غیر کے مال پر جنایت کی تو اُس کا حکم مثل حکم اس کی ماں کے ہے یعنی مثل ماں کے یہ قرضہ ہو کر اُس کی گردن سے متعلق ہو گا کہ اُس کے واسطے وہ فروخت کیا جائے گا لیکن اس صورت میں فرق یہ ہے کہ مرتہن سے قرض خواہ کے مال ادا کرنے کے واسطے نہ کہا جائے گا بلکہ راہن کو اختیار دیا جائے گا کہ چاہے اُس مرہونہ کے بچہ کو فروخت کرے یا طالب کا قرضہ دے کہ اُس کو خلاص کر لے پس اگر راہن نے قرضہ دے دیا تو بچہ مثل سابق کے رہن رہے گا اور اگر قرضہ کے عوض فروخت کیا گیا تو مرتہن کے قرضہ میں سے کچھ ساقط نہ ہو گا یہ سب جو ہم نے ذکر کیا یہ غلام رہن کا راہن وغیر راہن پر جنایت کرنے کا حکم تھا اور اگر رہن (۱) نے رہن پر جنایت کی تو اس میں دو قسمیں ہیں ایک تو رہن کی جان پر جنایت کرنا دوم اس کی جنس پر جنایت کرنا پس اگر جان پر جنایت کی تو اس جنایت سے تلف ہونا اور آفت آسانی سے تلف ہونا دونوں کا حکم یکساں ہے پھر دیکھا جائے گا کہ اگر پورا غلام مضمون ہو تو قرضہ مرتہن میں سے بقدر نقصان کے ساقط ہو گا اور اگر تھوڑا مضمون اور تھوڑا امانت میں ہو تو جس قدر حصہ مضمون میں نقصان ہے اسی قدر قرضہ مرتہن میں سے ساقط ہو گا اور جو نقصان حصہ امانت میں پڑتا ہے وہ ساقط نہ ہو گا اور رہی قسم دوم سو اس کی دو صورتیں ہیں ایک بنی آدم کا اپنی جنس پر جنایت کرنا دوم بہائم کا بہائم پر وغیرہ بہائم پر جنایت کرنا پس اگر بنی آدم نے اپنی جنس پر جنایت کی مثلاً دو غلام رہن تھے اس میں

(۱) مثلاً نام مرہون نے دوسرے غلام مرہون پر

بہائم جانور چوپائے وغیرہ

سے ایک نے دوسرے پر جنایت کی تو ضروری ہے کہ یا تو دونوں غلام ایک ہی صفقہ میں رہن تھے یا دو صفقوں میں مرہون ہوئے تھے پس اگر دونوں ایک ہی صفقہ میں رہن ہوں اور ایک نے دوسرے پر جنایت کی تو ہم کہتے ہیں کہ یہ چار صورتوں سے خالی نہیں ایک مشغول (۱) کا مشغول پر جنایت کرنا دوم مشغول کا فارغ پر جنایت کرنا سوم فارغ کا مشغول پر جنایت کرنا چہارم فارغ کا فارغ پر جنایت کرنا اور یہ سب جنایتیں ہدر ہوتی ہیں سوائے ایک صورت کے کہ جب فارغ نے مشغول پر جنایت کی تو یہ معتبر ہوگی اور جو قرضہ مشغول پر پڑا تھا وہ تحویل ہو کر فارغ کے ذمہ پڑ جائے گا اور بجائے مشغول کے فارغ مجرم رہن ہو جائے گا اس کی مثلاً یہ ہے کہ اگر قرضہ دو ہزار درم ہو اور دو غلام رہن ہوں کہ ہر ایک کی قیمت ایک ایک ہزار درم ہو پھر ایک نے دوسرے کو قتل کیا یا اس پر کوئی ایسی جنایت کی جس کا قلیل یا کثیر ارش ہے تو اس کی جنایت ہدر ہوگی اور جس پر جنایت کی ہو اس پر سے اُسی قدر قرضہ ساقط ہو کر دوسرے پر جس نے جنایت کی ہے تحویل ہو جائے گا اور مشغول کی مشغول پر جنایت ہدر ہوتی ہے پس ایسا قرار دیا جائے گا کہ گویا وہ آسانی آفت سے مر گیا ہے اور اگر قرضہ ہزار درم ہو اور ایک نے دوسرے کو قتل کیا تو مجرم دینا و فدیہ دینا کچھ نہ ہوگا مگر قاتل بعوض سات سو پچاس درم کے رہن ہو جائے گا اس واسطے کہ ہر ایک بعوض پانچ سو درم کے رہن تھا پس نصف ہر ایک کا فارغ تھا اور نصف مشغول تھا اور جب ایک نے دوسرے پر جنایت کی تو قاتل کے ہر ایک نصف حصے نے مقتول کے نصف مشغول و نصف فارغ پر جنایت اور مقدار مشغول کی جنایت مشغول پر اور مشغول کی فارغ پر اور فارغ کی فارغ پر ہدر ہے لیکن جس قدر فارغ نے مشغول پر جنایت کی وہ قاتل کے ذمہ پڑ جائے گی اور یہ نصف ہے اور نصف کے دو سو پچاس درم ہوئے اور قاتل کی طرف پانچ سو درم تھے پس سب مجموعہ سات سو پچاس درم کے عوض رہن ہو جائے گا اور اگر ایک نے دوسرے کی آنکھ پھوڑ ڈالی ہو تو جو قرضہ آنکھ کی طرف تھا اس کا نصف آنکھ پھوڑنے والے کی طرف تحویل ہو جائے گا پس آنکھ پھوڑنے والا بعوض چھ سو پچیس درم کے رہن ہو جائے گا اور دوسرا بعوض دو سو پچاس درم کے رہن رہ جائے گا اور اگر دونوں غلام دو صفقوں میں مرہون ہوں پس اگر دونوں کی قیمت بہ نسبت قرضہ کے زائد ہو مثلاً قرضہ ہزار درم ہو اور ہر ایک کی قیمت ہزار ہزار درم ہو پھر ہر ایک نے دوسرے کو قتل کیا تو جنایت کا اعتبار کیا جائے گا بخلاف پہلی صورت کے اور جب جنایت کا اعتبار کیا گیا تو راہن و مرتہن کو اختیار دیا جائے گا چاہیں تو اس قاتل کو بجائے مقتول کے قرار دیں پس جو کہ قرضہ قاتل کے ذمہ تھا وہ باطل ہو جائے گا اور اگر چاہیں تو قاتل کی طرف سے مقتول کی قیمت فدیہ دے دیں اور وہ بجائے مقتول کے رہن ہوگی اور قاتل بحال خود رہن رہے گا اور اگر اُن کی قیمت میں قرضہ سے زیادتی نہ ہو مثلاً قرضہ دو ہزار درم ہو اور ہر ایک کی قیمت ایک ہزار ہو اور ایک نے دوسرے کو قتل کیا پس اگر دونوں نے قاتل کو جرم میں دے دیا تو یہ مدفوع کی بجائے مقتول کے قائم ہوگا اور قاتل کے مقابلہ میں جو قرضہ تھا وہ باطل ہوگا اور اگر دونوں نے کہا کہ ہم اس کا فدیہ دیں گے تو پورا فدیہ بذمہ مرتہن ہوگا پھر جب ادائے قرضہ کی میعاد آئے تو راہن فقط ایک ہزار درم مرتہن کو دے دے گا اور دوسرے ہزار درم اس ہزار درم کے ساتھ جو مرتہن کو فدیہ میں دینے پڑے ہیں اور اس کے پاس رہن ہیں قصاص ہو جائیں گے۔ اور اگر ایک نے دوسرے کی آنکھ پھوڑ ڈالی تو دونوں سے کہا جائے گا کہ چاہو اس مجرم کو دے دو یا اس کا فدیہ دے دو پس اگر انہوں نے فدیہ دینا اختیار کیا تو فدیہ نصف نصف دونوں پر ہوگا اور اگر دونوں نے مجرم کو دے دیا تو جس قدر قرضہ اُس کے مقابلہ میں تھا باطل ہو جائے گا اور یہ مجرم اُس غلام کے ساتھ جس کی آنکھ پھوٹ گئی ہے رہن ہوگا اور اگر مرتہن نے کہا کہ میں فدیہ نہیں دیتا ہوں بلکہ رہن کو اسی طرح چھوڑے دیتا ہوں تو اس کو اختیار ہے اور آنکھ

۱۔ صفقہ ایک ہی بولی میں معقود ہونے والا ہے۔ ۲۔ فارغ سے یہ مراد ہے کہ مقدار قرضہ سے زائد ہے ۱۲۔ یعنی جس نے آنکھ پھوڑی اس پر بدل جائے گا ۱۳۔ مدفوع جو جرمانہ میں دے دیا گیا ہے ۱۴۔ (۱) یعنی دونوں قرضن میں پھنسے ہوئے ہیں پس ہر ایک قرضہ میں مشغول ہے ۱۵۔

پھوڑنے والا اپنے حال پر مثل سابق رہن رہے گا اور جس کی آنکھ پھوٹ گئی ہے اس کے مقابلہ کے قرضہ میں سے نصف جاتا رہے گا اس واسطے کہ جنایت کا اعتبار کرنا بلحاظ حق مرتہن تھا نہ بلحاظ حق راہن اور جب مرتہن اس جنایت سے راضی ہوا تو جنایت بدر ہو گئی اور اگر راہن نے کہا کہ میں فدیہ دوں گا اور مرتہن نے کہا کہ میں نہیں دوں گا تو راہن کو فدیہ دینے کا اختیار ہوگا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب مرتہن نے اس جنایت کا حکم طلب کیا ہو کذا فی البدائع اور اگر راہن نے فدیہ دینے سے انکار کیا اور مرتہن نے کہا کہ میں پورا ارش فدیہ دوں گا تو فدیہ دے دے مگر مستطوع ہوگا کہ اس مال فدیہ میں سے راہن کے ذمہ کچھ لاحق نہ ہوگا اس واسطے کہ اُس نے بلا مجبوری کی غیر کی ملک کی طرف سے تبرعاً مال دیا ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر راہن کے فدیہ ادا کر دینے کے بعد مرہون قبضہ مرتہن میں تلف ہو گیا تو راہن کو فدیہ واپس کر دے اس واسطے کہ راہن وفا کر دینے سے اُس کے قرضہ سے بری ہو گیا اس واسطے کہ مرتہن فدیہ سے اپنا قرضہ بھر پانے والا ہو گیا ہے پھر ہمارے مشائخؒ نے اختلاف کیا ہے کہ مرتہن وہ ہزار درم فدیہ کے جن سے اپنا قرضہ بھر پایا ہے واپس کرے یا مرہون ہلاک ہونے سے جن ہزار درم سے بھر پایا ہے وہ واپس کر لے سوفیقہ ابو جعفرؒ نے فرمایا کہ ہلاک کے ہزار درم جنس سے بھر پایا ہے واپس کر دے اس واسطے کہ فدیہ سے بھر پانے کے بعد ہلاک سے بھر پانا پایا گیا ہے اور دیگر مشائخؒ نے فرمایا کہ فدیہ کے ہزار درم واپس کرے جیسا کہ راہن کے قرضہ ادا کرنے کے بعد مرتہن کے پاس مال مرہون مرجانے کی صورت میں حکم ہے کہ مرتہن نے جو کچھ وصول کیا ہے واپس کرے یہ محیط سرحی میں ہے اگر مرہون باندی کے بچہ پیدا ہوا پھر اُس نے کسی آدمی کو قتل کر ڈالا تو مرتہن پر ضمان نہ ہوگی اور اُس کی ضمان راہن پر ہے کہ اُس کو اختیار دیا جائے گا چاہے بچہ مجرم کو دے دے یا اُس کا فدیہ دے پس اگر فدیہ دیا تو وہ بر حال خویش اپنی ماں کے ساتھ رہن رہے گا اور اگر اُس نے طفل مجرم کو دینا اختیار کیا پھر مرتہن نے کہا کہ میں فدیہ دوں گا تو اُس کو اختیار ہے۔ اسی طرح اگر اس لڑکے نے کسی شخص کا مال تلف کر دیا اور راہن سے کہا گیا کہ فروخت (۱) کرے یا قرضہ (۲) ادا کرے تو بھی یہی حکم ہے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اور اگر ہزار درم قرضہ کے عوض باندی رہن ہو جو ہزار درم قیمت کی ہے پھر اس کے ایک بچہ ہزار درم قیمت کا پیدا ہوا پھر بچہ نے راہن یا اُس کی ملک پر کچھ جنایت کی تو اس میں کچھ نہیں ہے اور اگر مرتہن پر جنایت کی تو ضرور ہے کہ وہ دیا جائے یا اس کا فدیہ دیا جائے پس اگر وہ دیا گیا تو قرضہ میں سے کچھ ساقط نہ ہوگا بمز لہ مرجانے کی صورت کے ہے اور اگر فدیہ دینا اختیار کیا تو نصف فدیہ راہن کے ذمہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک باندی ہزار درم قیمت کی بعوض ہزار درم قرضہ کے مرہون ہے پھر اس کے پانچ سو درم قیمت کا ایک بچہ پیدا ہوا پھر دونوں کو ہزار درم قیمت کے ایک غلام نے قتل کیا اور وہ دونوں کے عوض دے دیا گیا پھر وہ کا نا ہو گیا تو راہن اُس کو چار ساتویں حصہ کے عوض فک رہن کرائے گا اور سات حصوں میں سے تین حصے ساقط ہو جائیں گے کیونکہ جس وقت باندی کے بچہ ہوا تو قرضہ ان دونوں پر تین تہائی بر تقدیر صحیح و سلامت رہنے کے تقسیم ہوا پھر جب اُس کو ایک غلام نے قتل کیا اور ان کے عوض دیا گیا تو یہ اُن دونوں کے قائم مقام ہوا یعنی تین تہائی ہو کر دو تہائی بمقابلہ باندی کے اور ایک تہائی بمقابلہ بچہ کے قائم ہوا پھر جب وہ کا نا ہو گیا تو ہر ایک میں سے نصف جاتا رہا اور باندی کے مقابلہ میں چھ سو چھیاسٹھ درم و دو تہائی درم تھا پس تین سو تینتیس درم و ایک تہائی درم رہ گیا اور اُس کا ایک تہائی بمقابلہ بچہ کے تھا اور اس میں سے نصف جاتا رہا تو چھٹا حصہ باقی رہا اور یہ ایک سو چھیاسٹھ درم و دو تہائی درم اور یہ حاصل باقی ہے اور باندی کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو عقد رہن کے روز تھی یعنی ہزار درم اور بچہ کی وہ قیمت جو انفکاک کے روز تھی یعنی ہزار درم کا چھٹا حصہ کہ ایک سو چھیاسٹھ درم و دو تہائی درم ہے اس واسطے کہ قرضہ میں سے اُس کے مقابلہ میں تہائی حصہ تھا جو کا نا ہونے سے آدھا

(۱) یعنی فروخت کر کے ادا کرے ۱۲ (۲) یعنی اپنے سے دے دے ۱۲

یعنی تہائی کا آدھا ایک چھٹا رہ گیا مگر قرضہ میں سے کچھ ساقط نہ ہوگا اس واسطے کہ قرضہ میں سے اُس کے مقابلہ میں جیسی حصہ ہوگا جب وہ موجود ہے پس بچہ ایک حصہ اور ماں چھ حصہ قرار دے کر کل سات حصہ کئے جائیں گے مگر ماں میں سے کافی ہونے سے نصف یعنی تین حصے ساقط ہوئے اور تین حصہ باقی رہے اور ایک حصہ بچہ کا باقی رہا تو یہ چار حصے کل سات حصوں سے ہوئے اور تین حصے سات حصوں میں سے جاتے رہے اسی واسطے امام محمدؒ نے فرمایا کہ جب اُس کو فک رہن کرادے تو چار ساتویں حصے کے عوض فک رہن کرا سکتا ہے یہ کافی میں ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک شخص کے غلام پر جنایت کی پھر مولیٰ نے اُس کو رہن کیا پھر فک رہن کرایا اور وہ اس جنایت سے مرگیا تو مولیٰ کو اختیار ہوگا جنایت کرنے والے سے پوری قیمت لے لے اور اگر عہد اہاتھ کا ٹا ہوتا تو قیاساً قصاص واجب ہوگا اور استحساناً قصاص واجب نہ ہوگا بلکہ قیمت واجب ہوگی اسی طرح اگر اُس کو بہہ کر دیا ہو پھر بہہ سے رجوع کر لیا ہو یا فروخت کیا ہو پھر بسبب عیب کے بحکم قاضی اُس کو واپس دیا گیا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ تاتار خانہ میں ہے اگر دو شخصوں نے ایک چیز رہن کی حالانکہ دونوں میں سے ایک شخص قرضہ میں اُس کا شریک ہے تو یہ جائز نہیں ہے لیکن اگر وہ شخص دوسرے شخص کا کفیل ہو تو جائز ہے اور اگر دو شخصوں نے کوئی مال عین رہن لیا پھر ایک نے اُس کو واپس کر دیا تو جائز نہیں ہے اور اگر دو مرتبوں میں سے ایک نے یوں اقرار کر دیا کہ یہ حقیقی رہن نہ تھا بلکہ بطور تلجیہ تھا تو امام اعظمؒ ابو یوسفؒ کے نزدیک رہن باطل ہوگا اور امام محمدؒ نے دوسرے کے حصہ کے حق میں خلاف کیا ہے اگر دو شخصوں پر ایک شخص کا قرضہ ہے اور ہر ایک پر برابر نہیں ہے بلکہ مختلف ہے پھر دونوں نے اپنے مساوی مشترک غلام کو رہن دیا تو ہر ایک کا حصہ بعض اُسے شریک کے قرضہ اور اس کے قرضہ کے رہن ہوگا پھر اگر وہ مر جائے تو باہم کمی و بیشی ایک دوسرے سے واپس لیں گے یہ تاتار خانہ میں ہے۔

اگر شریک مفاوض نے بدون اجازت دوسرے شریک کے رہن کیا یا رہن لیا تو دوسرے کے حق میں جائز ہے اور اگر اس نے کچھ جرم کر کے رہن دیا تو صحیح ہے مگر اپنے شریک کے واسطے ضامن ہوگا لیکن اس کے شریک کو اختیار نہیں ہے کہ اس کا رہن توڑ دے اور اگر مفاوض نے کوئی مال کسی کو مستعار دیا اور مستعیر نے اس کو رہن کر دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک یہ اُس کے شریک پر بھی جائز ہوگا اور صاحبینؒ نے اس میں خلاف کیا ہے یہ خزانہ الاکمل میں ہے۔ اگر مفاوض نے کوئی مال عین رہن لے کر اُس کو اپنے شریک کے پاس رکھا اور وہ ضائع ہو گیا تو جس قدر قرضہ کے عوض رہن پڑتا تھا اُسی کے عوض گیا اور اگر دو شریک عنان میں سے ایک نے ایسے قرضہ کے عوض جو دونوں پر آتا ہے کچھ رہن دیا تو جائز نہیں ہے اور وہ رہن کا ضامن ہوگا اور اگر ایسے قرضہ کے عوض جس کو دونوں نے دیا ہے ایک نے کچھ مال قرض دار سے رہن لیا تو اس کے شریک کے حق میں جائز نہ ہوگا پس اگر مرتب کے پاس مرہون تلف ہوا تو خاص مرتب کا حصہ گیا اور اُس کا شریک اپنا حصہ قرض دار سے واپس لے گا اور رہن کو اختیار ہوگا کہ مرتب سے اُس کی نصف قیمت واپس لے اور شریک کو یہ بھی اختیار ہے کہ چاہے اپنے شریک سے اپنا حصہ لے لے اور اگر دو شخصوں کی شرکت اس شرط سے ہو کہ اس شرکت میں دونوں میں سے ہر ایک اپنی رائے سے عمل کرے تو جس شریک نے رہن کیا یا رہن رکھا وہ دوسرے پر جائز ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مضارب نے مضارب بت میں رب المال کی اجازت سے قرضہ لے کر اُس کے عوض رہن دیا تو جائز ہے اور دونوں پر قرضہ ہوگا اور اگر رب المال نے اجازت نہ دی ہو تو وہ سب قرضہ خاص کر مضارب پر ہوگا اور اگر اُس نے مضارب بت کے قرضہ میں کچھ مال رہن رکھ لیا تو یہ جائز ہے اور اگر رب المال مر گیا اور مال مضارب بت عروض ہے اور مضارب نے اُس میں سے کوئی مال رہن کو دیا تو جائز نہیں ہے اور وہ ضامن ہوگا اور اگر رب المال نے کوئی مال مضارب بت میں جس کی قیمت اس المال میں سے زائد ہے رہن کر دیا تو جائز نہیں

۱ یعنی سات حصوں میں سے چار حصہ کے عوض فک رہن کرے ۱۲ ۲ مفاوض جو شرکت مفاوضہ سے شریک ہو اور اس کو کتاب شرکت سے دیکھ کر معلوم کر لو ۱۳

ہے اور اگر زائد نہ ہو تو جائز ہے اور رب المال اُس کا ضامن ہوگا گویا رب المال نے اُس کو تلف کر دیا بیچ کر اُس کے دام کھا گیا ہے یہ خزانۃ الاكمل میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک کپڑا بدن غرض مستعار لیا کہ اُس کو ایسے قرضہ کے عوض جو اس پر آتا ہے رہن دے دے پھر رہن دینے سے پہلے اُس کو استعمال کیا پھر اُس کو رہن دے دیا تو بری ہو جائے گا اور اگر اُس کو رہن سے چھڑا کر پھر استعمال کیا تو ضامن ہوگا اور اگر اُس نے استعمال کرنا چھوڑ دیا پھر وہ کسی آفت سے خود تلف ہو گیا تو اُس پر ضمان واجب نہ ہوگی ایک شخص نے اپنے قرضہ میں رہن دینے کے واسطے ایک کپڑا مستعار لے کر سودرم قرضہ کے عوض سال بھر کے واسطے رہن کر دیا پھر صاحب ثوب یعنی کپڑے کے مالک نے مستعیر سے مواخذہ کیا کہ میرا کپڑا مجھے واپس دے تو اس کو یہ اختیار ہے اگرچہ مستعیر نے اُس کو آگاہ کر دیا ہو کہ میں سال بھر کے واسطے اُس کو رہن دیتا ہوں اور اگر کپڑے کے مالک نے اُس کو اپنے مال سے فک رہن کر لیا تو مصلوع نہ ہوگا بلکہ راہن سے اُس کو واپس لے گا اور اگر راہن غائب ہو اور مرتہن نے کپڑے کے مالک کے قول کی تصدیق کی کہ یہ کپڑا اسی کا ہے تو مرتہن اُس کو دے کر اپنا قرضہ لے لے گا اور کپڑے کا مالک مصلوع نہ ہوگا اور اگر مرتہن نے کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ یہ تیرا کپڑا ہے تو مالک کو کپڑے کے لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو اپنا کپڑا دیا تاکہ وہ رہن رکھے تو ضروری ہے کہ یا تو اُس سے کچھ بیان نہ کیا ہوگا یا اُس سے کوئی مال بیان کر دیا ہوگا یا اس سے کوئی جگہ مقرر کر کے بیان کر دی ہوگی یا کوئی متاع یا کوئی شخص بیان کر دیا ہوگا پس اگر کپڑا عاریت دیا تاکہ اُس کو وہ رہن رکھے مگر جس کے عوض رکھے اُس کو کچھ بیان نہ کیا تو اُس کو اختیار ہوگا چاہے جس قدر کے عوض اور جس نوع کے عوض رہن رکھ دے اور اگر اُس سے کوئی مقدار بیان کر دی ہو اور اُس نے اُس مقدار سے کم یا زیادہ کے عوض رہن رکھا یا دوسری جنس کے عوض رہن رکھا تو ضروری ہے کہ کپڑے کی قیمت یا تو قرضہ کے برابر ہوگی یا زیادہ یا کم ہوگی پس اگر کپڑے کی قیمت قرضہ کے برابر یا زیادہ ہو تو ضامن ہوگا اس واسطے کہ اُس نے اس طور پر مخالفت کی کہ وہ مضر ہے اس واسطے کہ جب اُس نے مقدار بیان کر دہ سے کم کو رہن دیا اور کپڑے کی قیمت قرضہ کے برابر یا زیادہ ہے تو اس سے معیر کو ضرر پہنچا اس لئے کہ مرتہن کے پاس تھوڑا کپڑا ضمانت میں رہا اور تھوڑا امانت میں رہا اور وہ اس امر سے راضی نہ تھا بلکہ یہ چاہتا تھا کہ پورا کپڑا مضمون رہے اور زیادہ کے عوض رہن کرنے کی صورت میں یہ وجہ ہے کہ کبھی معیر کو اس کی ضرورت پڑتی کہ اُس کی مملوکہ چیز اُس کے پاس پہنچے تو وہ خود فک رہن کر لیتا ہے اور مقدار بیان کر دہ سے زیادہ ہونے کی صورت میں بسا اوقات ایسا ہو سکتا ہے کہ اُس پر فک رہن کرانے میں دشواری پڑے اور اگر کپڑے کی قیمت کم ہو تو ضامن نہ ہوگا مثلاً اپنا کپڑا دیا کہ اُس کو دس درم کے عوض رہن کر لے حالانکہ اُس کی قیمت نو درم ہے پس اُس نے نو درم کے عوض رہن رکھا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر اُس نے جنس بیان کر دہ کے سوائے دوسری جنس کے عوض رہن رکھا تو سب صورتوں میں ضامن ہوگا اور اگر اُس کو عاریت اس قرار داد سے دیا تھا کہ اُس کو فلاں شخص کے پاس رہن رکھے اُس نے دوسرے کے پاس رہن کیا تو ضامن ہوگا اور اگر اس کو مستعار دیا کہ کوفہ میں اس کو رہن رکھے اُس نے بصرہ میں رہن کر دیا تو ضامن ہوگا۔ اگر معیر مستعیر نے مرتہن سے واپس لینے سے پہلے یا اس کے بعد مستعار تلف ہو جانے یا ناقص ہو جانے میں جھگڑا کیا تو قول مستعیر کا اور گواہ معیر کے قبول ہوں گے اور اگر راہن نے دعویٰ کیا کہ معیر سے قبل فکاک کئے رہن کو واپس لیا ہے اور مرتہن نے اُس کی تصدیق کی تو راہن کے قول کی تصدیق کی جائے گی اس واسطے کہ راہن و مرتہن نے فسخ رہن پر اتفاق کیا ہے اور عقد رہن انہیں دونوں کے درمیان قائم ہوا تھا پس اس باب میں کہ اُن دونوں نے اُس کو فسخ کیا ہے انہیں دونوں کا قول قبول ہوگا اور معیر نے جو کچھ ادا کیا ہے وہ راہن سے واپس لے گا اس واسطے کہ وہ اپنے حق و ملک کی احیاء کے واسطے اُس کے ادا کرنے میں مجبور

۱۔ معیر عاریت دینے والا اور مستعیر جس نے عاریت لی ہے ۱۲

تھا اگر مال مستعار رہن کرنے سے پہلے یا اس کے چھڑا لینے کے بعد مستعیر کے پاس تلف ہو گیا تو وہ ضامن نہ ہوگا یہ محیط سرخی میں ہے۔ اگر راہن و مرہن نے اختلاف کیا اور مرہن نے کہا کہ میں نے تجھ سے اپنا مال وصول کر کے کپڑا تجھے دے دیا ہے اور گواہ قائم کئے اور راہن نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے مال دیا ہے اور کپڑا تلف ہو گیا ہے اور گواہ قائم کئے تو راہن کے گواہ قبول ہوں گے پس اگر وہ کپڑا عاریت ہو اور مالک نے کہا کہ میں نے تجھے پانچ درم کے عوض رہن کرنے کا حکم کیا تھا اور مستعیر نے کہا کہ دس درم کے عوض کیا تھا تو مالک کا قول قبول ہوگا اس واسطے کہ اجازت اُسی کی طرف سے مستفاد ہے اور اگر اُس نے انکار کیا تو اسی کا قول قبول ہوتا ہے۔ پس اسی طرح جب اُس نے کسی صفت کے ساتھ اجازت کا اقرار کیا تو بھی اُسی کا قول قبول ہوگا اور گواہ مستعیر کے قبول ہوں گے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک کپڑا مستعار لیا کہ اُس کو دس درم کے عوض رہن کرے اور اُس کی قیمت دس درم یا زیادہ ہے اور وہ مرہن کے پاس تلف ہو گیا تو راہن کے ذمہ سے مال ساقط ہو گیا اور اُس کے مثل راہن پر مالک کپڑے کے واسطے واجب ہوگا اسی طرح اگر اس میں کوئی عیب آ گیا تو بقدر نقصان کے مرہن کا قرضہ جاتا رہا اور مالک کا اسی قدر راہن پر واجب ہوا یہ خزانہ الاکمل میں ہے۔

باندی مستعار لی پھر مستعیر مر گیا اور کچھ مال نہ چھوڑا ☆

فتاویٰ عثمانیہ میں ہے کہ اگر مستعیر نے عاریت کا کپڑا مع دوسری چیز کے رہن کیا تو معیر اُس کو مرہن سے نہیں لے سکتا ہے یہاں تک کہ پورا قرضہ ادا کر دے اور اگر راہن نے دو آدمیوں سے مستعار لیا ہو پھر اُس نے نصف قرضہ ادا کیا تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس کو دونوں معیروں میں سے ایک کے حصہ میں ڈال دے اور اگر مرہن نے اُس کو راہن کی اجازت سے اجارہ پر دیا تو کرایہ راہن کا ہوگا اور رہن باطل ہو جائے گا اور اگر اجارہ میں تلف ہو گیا تو معیر کو اختیار ہوگا چاہے راہن سے ضمان لے لے اور چاہے مرہن سے پھر مرہن راہن سے واپس لے گا اور اگر راہن معیر کے واسطے مرہن کا قرضہ ادا کر دیا پھر رہن عاریت اُس کے پاس تلف ہوا تو جو کچھ مرہن نے وصول کیا ہے واپس کر دے گا اور راہن معیر کے واسطے ضامن ہوگا یہ تاتار خانہ میں ہے اور اگر راہن نے مال قرضہ ادا کر دیا پھر غلام پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل بھیجا اور وہ وکیل کے پاس تلف ہوا تو راہن نے جس سے مستعار لیا تھا اُس کو تادان دے گا لیکن اگر وکیل اُس کے عیال میں سے ہو تو ضامن نہ ہوگا اسی طرح اگر راہن نے اُس پر قبضہ کر لیا پھر اپنے وکیل کے ہاتھ معیر کے پاس بھیجا تو بھی یہی حکم ہے یہ خزانہ الاکمل میں ہے۔ اگر راہن کرنے کے واسطے ایک باندی مستعار لی اور اُس کو رہن کر دیا پھر اس سے راہن و مرہن نے وٹھ کی تو حد زنا دونوں سے دور کی جائے گی لیکن وٹھ کرنے والے پر مہر واجب ہوگا اس واسطے کہ غیر مملوکہ میں جب وٹھ ہوتی ہے تو دور حال سے خالی نہیں یا تو وٹھ کنندہ پر حد شرعی لازم ہوتی ہے یا مہر واجب ہوتا ہے اور مہر بمنزلہ زیادتی منفصلہ کے ہے جو عین سے متولد ہو اس واسطے کہ وہ اس بات کا بدلہ ہے جس کا وٹھ نے استعفاء کیا ہے اور وہ مستوفی حکماً جزاء عین ہے پس اُسی کے ساتھ رہن رہے گا پھر جب راہن اُس کو چھڑا دے تو باندی معہ مہر کے اُس کے مولیٰ کو سپرد کی جائے گی جیسا کہ اگر بچہ جنتی تو بھی یہی حکم تھا اور اگر اُس نے کوئی کمائی کر کے کچھ کمایا یا اس کو کچھ ہب کیا گیا تو یہ اُس کے مولیٰ کا ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک باندی مستعار لی تاکہ اپنے قرضہ میں رہن کرے اور ایسا ہی کیا پھر مستعیر مر گیا اور کچھ مال نہ چھوڑا پھر مرہن نے قاضی سے درخواست کی کہ اس کو میرے قرضہ میں فروخت کرے اور باندی کے مولیٰ نے اس سے انکار کیا تو قاضی اُس کو فروخت نہ کرے گا لیکن مرہن سے کہا جائے گا کہ اس کو اپنے پاس روک رکھ یہاں تک کہ معیر تجھ کو تیرا حق دے دے اور اگر معیر یعنی باندی کے مالک نے قاضی سے کہا کہ قرضہ کے عوض اس کو فروخت کر دے اور مرہن نے اس سے انکار کیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر اُس کے ثمن میں وفائے قرضہ ہو تو انکار مرہن پر التفات نہ کیا جائے گا اگر چہ اس میں مرہن سے مرہن کے قبضہ کا ازالہ ہے اور اگر اُس کے ثمن میں وفائے قرضہ نہ ہو تو

بدون رضامندی مرتہن کے فروخت نہ ہوگی اور اگر اُس کے ثمن میں وفائے قرضہ ہو پس وہ قرضہ کے واسطے فروخت کی گئی اور مرتہن نے اُس کے ثمن سے اپنا قرضہ بھر پایا پھر مستعیر یعنی راہن کا کچھ مال ظاہر ہوا تو جو کچھ مرتہن نے لیا ہے معیر اُس کو واپس لے گا اور اگر مستعیر نہ مرا بلکہ معیر مر گیا اور اس پر بہت قرضے ہیں پس اگر مستعیر تنگ دست ہو تو باندی بحال خویش رہن رہے گی پھر اگر معیر کے قرض خواہ لوگ اور اس کے وارث لوگ ادائے قرضہ کے واسطے اُس باندی کے فروخت پر متفرق ہوئے اور مرتہن نے انکار کیا تو اس کا جواب اُسی تفصیل سے ہے جو ہم نے معیر کی زندگی میں معیر کے ایسے قصد ہونے اور مرتہن کے انکار کرنے کی صورت میں ذکر کر دی ہے یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے کا غلام غصب کر کے دوسرے کے پاس قرضہ میں رہن کیا پھر وہ غلام مرتہن کے پاس مر گیا تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے غاصب سے تاوان لے یا مرتہن سے تاوان لے پس اگر غاصب سے تاوان لیا تو راہن پورا ہو گیا اس واسطے کہ ادائے ضمان سے غاصب وقت غصب سے اُس کا مالک ہو گیا پس اپنے مال کا رہن کرنے والا ہوگا اور اگر مرتہن سے تاوان لیا تو مرتہن کو اختیار ہوگا کہ جس قدر اُس نے تاوان دیا ہے وہ راہن سے واپس لے اور رہن باطل ہوگا اس واسطے کہ مرتہن سے ضمان کا سبب یہی قبضہ ہے اور عقد رہن اُس سے پہلے واقع ہوا تھا پس عقد سے پیچھے ملک ہونے سے رہن نافذ نہ ہوگا اور اگر غاصب نے غلام مغضوب کسی کے پاس ودیعت رکھا پھر اُس کے بعد جس کو ودیعت دیا تھا اُسی کے پاس رہن رکھا پھر وہ رہن تلف ہو گیا پھر مالک غلام آیا پھر اُس نے غاصب سے یا جس کو غاصب نے دیا تھا تاوان اس سے لیا اور راہن سے مرتہن نے واپس لیا تو دونوں صورتوں میں راہن جائز ہوگا اور اگر ایک شخص نے دوسرے کے پاس ایک غلام ودیعت رکھا پھر مستودع نے اُس کو کسی شخص کے پاس رہن رکھا اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہوا پھر مالک نے آکر راہن یا مرتہن کسی سے تاوان لیا تو کسی صورت میں رہن نافذ نہ ہوگا اس واسطے کہ اول بسبب دینے کے ضامن ہوا اور عقد رہن دینے سے پہلے قرار پایا تھا پس وقت رہن کے اُس کا مالک نہ ہوگا پس رہن جائز نہ ہوگا جیسے ایک شخص نے دوسرے کا غلام کسی شخص کے پاس رہن کیا یعنی عقد رہن قرار دیا مگر ہنوز مرتہن کو نہ دیا تھا کہ مالک سے اس کو خرید لیا پھر مرتہن کو دیا تو وہ مرتہن کے پاس رہن نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ مرتد کا رہن وارثان مثل باقی تصرفات کے امام اعظمؒ کے نزدیک موقوف رہے گا پس اگر مرتد حالت ردت میں قتل کیا گیا اور مرہون مرتہن کے پاس تلف ہوا اور مرہون کی قیمت اور قرضہ برابر ہے اور قرضہ ردت سے پہلے کا ہے اور مرہون بھی ایسا مال ہے جس کو اس نے ردت سے پہلے کمایا تھا یا قرضہ اس کی حالت ردت کا ہے خواہ اس نے خود اقرار کیا ہے یا گواہ قائم ہو کر اس پر ثابت ہوا ہے اور رہن بھی ایسا مال ہے جو اس نے حالت ردت میں کمایا ہے تو مرہون جس کے عوض ہے اس کے بدلے گیا اور اگر مال مرہون میں بہ نسبت قرضہ کے زیادتی ہو تو مرتہن مقدار زیادتی کا ضامن ہوگا۔ اگر مرتد نے حالت ردت میں کچھ قرضہ لیا اور اُس کے عوض ایسا اسباب جس کو اُس نے ردت سے پہلے کمایا تھا رہن کیا پھر حالت ردت میں قتل کیا گیا تو رہن باطل ہے اور مرتہن اُس کی قیمت کا ضامن ہوگا اگر وہ تلف ہو گیا اور قیمت مذکور اُس کے وارثوں کو واپس دے گا اور اُس کا اور قرضہ اُس کی ردت کی کمائی میں شمار ہوگا اور اگر قرضہ ردت سے پہلے کا ہو اور مرہون اُس کی ردت کی کمائی ہو تو مرتہن اُس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ قیمت اور جو کچھ اُس نے ردت میں کمایا ہے سبب غنیمت میں شمار ہوگا پس مرتہن اپنا قرضہ اس مال سے جو اس نے ردت سے پہلے کمایا ہے لے لے گا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام رہن کیا اور غاصب ہو گیا پھر مرتہن نے اس کو آزاد پایا پس اگر غلام نے وقت رہن کے اپنی رقیق کا اقرار کیا ہو تو مرتہن اُس سے اپنا قرضہ نہیں لے سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک عورت سے ہزار درم مہر پر نکاح کیا ہے اور مہر کے عوض ہزار درم قیمت کا اسباب رہن دے دیا پھر وہ مال مرہون عورت کے پاس تلف

ہو گیا بعد ازاں کہ اُس عورت نے دخول (۱) کرنے سے پہلے اُس کو طلاق دے چکا ہے تو عورت پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر رہن تلف ہو پھر دخول سے پہلے اُس کو طلاق دی تو عورت پر آدھا مہر واپس دینا واجب ہوگا اگر ایک عورت نے نکاح کیا اور مہر بیان نہ ہوا پھر اُس کے مہر المثل کے عوض اس کو کچھ مال رہن دیا اور وہ اس کے پاس تلف ہوا حالانکہ اُس مال سے وفائے مہر المثل تھی تو عورت مذکور اپنے مہر المثل کی بھرپانے والی ہوگی اور اگر اس کے ساتھ دخول سے پہلے اُس کو طلاق دی تو عورت مذکور پر اُس کے متعہ المثل سے زائد کا واپس کرنا واجب ہوگا یہ خزانہ المفتین میں ہے۔ ایک شخص سرائے میں گیا اور سرائے والے نے کہا کہ میں تجھے اترنے نہ دوں گا یہاں تک کہ مجھے کچھ دے اس نے کچھ چیز دی اور اُس کے پاس تلف ہوئی پس اگر بیت کے واسطے رہن ہو تو اُس کا تلف ہونا اسی کے عوض ہوگا اور اگر اس سبب سے کہ وہ سارق تھا تو ضامن ہوگا اور فقیہ نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں ضامن نہ ہوگا اس واسطے کہ دینے میں اُس پر اکراہ ثابت نہیں ہوا ہے یہ وجہز کردری میں ہے۔ ہشامؒ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ غصب میں جس چیز کی ضمان غاصب کو دینی پڑتی ہی جب وہ رہن ہوگی تو مرہن کا قرضہ بھی اسی حساب سے ساقط ہوگا اور جس چیز کا تاوان غصب میں نہیں ہوتا ہے زمین کی صورت میں بھی اس چیز کی وجہ سے مرہن کا کچھ قرضہ ساقط نہ ہوگا چنانچہ اگر غلام نو جوان غصب کیا اور وہ غاصب کے قبضہ میں بڑھا ہو گیا تو نقصان کا ضامن ہوگا اسی طرح رہن کی صورت میں اسی حساب سے قرضہ ساقط ہو جائے گا یہ ظہیر یہ میں ہے اور اگر مرد ہو پھر وہ داڑھی والا ہو گیا تو ضامن نہ ہوگا بخلاف اُس کے اگر ایسی باندی جس کے کوچوں کا ابھار ہے غصب کی پھر اُس کی چھاتیاں لٹک گئیں تو ضامن ہوگا اس واسطے کہ یہ نقصان ہے یہ وجہز کردری میں ہے۔

ایک شخص نے چالیس درم کی پوستین بعوض دس درم کے رہن کی پھر اُس میں سے سو پڑ گئی جنہوں نے اس کو چاٹ لیا حتیٰ کہ اُس کی قیمت دس درم رہ گئی تو راہن اُس کو ڈھائی درم میں چھوڑا سکتا ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اگر ایک شخص پر دوسرے کے ہزار درم ہوں اُس نے اُس قرضہ کے عوض دو ہزار درم کا غلام رہن دیا اور مرہن نے اُس پر قبضہ کر لیا پھر مرہن نے اقرار کیا کہ یہ غلام فلاں شخص کا ہے اُس سے راہن نے غصب کر لیا ہے تو راہن کی حق میں مرہن کے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور راہن قرضہ ادا کر کے غلام مذکور لے لے گا اور مقرلہ کو اُس کے لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی اور نہ اُس مال کے لینے کی کوئی راہ ہوگی جس کو مرہن نے وصول کیا ہے اور اگر غلام مذکور مرہن کے پاس مر گیا تو باعتبار ظاہر کے مرہن اپنا قرضہ بھر پانے والا ہوگا اس واسطے کہ مرہن کی قیمت میں وفائے قرضہ ہے بلکہ اور کچھ زیادتی ہے پس مرہن اُس کی پوری قیمت کا مقرلہ کے واسطے ضامن ہوگا کیونکہ اُس نے بدون اُس کی اجازت کے اُس پر قبضہ کیا تھا اور مرہن کا اقرار خود مرہن پر حجت ہے پس پوری قیمت کا ضامن ہوگا جب کہ عین کا واپس دینا بسبب مرجانے کے معتذر ہو گیا ہے اور اگر مرہن نے غلام کی نسبت دوسرے شخص کے مملوک ہونے کا اقرار نہ کیا بلکہ یہ کہا کہ اس پر فلاں شخص کے ہزار درم قرضہ ہیں کہ جن کو اس غلام نے تلف کر دیا ہے اور وہ غلام مرہن کے پاس مر گیا تو مقرلہ ہزار درم مرہن سے لے لے گا اور اگر مرہن نے غلام کی نسبت دوسرے کے مملوک ہونے کا اقرار کیا اور راہن نے عقد رہن میں اپنے درمیان ایک شخص کو عادل قرار دیا اور اُس کو مختار کر دیا ہے کہ اس غلام مرہن کو فروخت کر کے اس سے مرہن کا قرضہ دے دے پھر عادل نے اُس کو دو ہزار درم کو فروخت کیا اور مشتری کو دے دیا یا اس نے قبضہ کر لیا اور مرہن نے اُس کا تمام ثمن وصول کر کے اُس میں سے ہزار درم مرہن کو دے دیے اور ہزار درم راہن کو دیے پس اگر مقرلہ نے بیع کی اجازت دے دی تو جو ہزار درم مرہن نے لئے ہیں اُن کو لے لے گا اور اگر اُس نے بیع کی اجازت نہ دی تو مقرلہ کو مرہن سے لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی اور اگر مرہن نے غلام کی نسبت دوسرے کے مملوک ہونے کا اقرار نہ کیا بلکہ یہ اقرار کیا کہ

۱۔ یعنی بقدر متعہ کے عورت کا حق ہے اور باقی واپس کرے ۱۲ منہ (۱) کیونکہ اس وقت مہر لازم نہ تھا پس رہن نہ ہوگا بلکہ امانت ہوگا ۱۲ منہ

اُس نے فلاں شخص کے دو ہزار درم تلف کئے ہیں اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو مرتہن نے جو ہزار درم وصول کئے ہیں ان کو مقررہ کو دے دے گا خواہ اُس نے بیچ کی اجازت دی ہو یا نہ دی ہو یہ مبسوط میں ہے۔

اگر غصب کئے ہوئے غلام مرہون نے راہ میں ایک کنواں کھودا ☆

ایک غلام بعوض ہزار درم کے رہن کیا پھر غلام نے مرتہن کے پاس راہ میں ایک کنواں کھودا پھر راہن نے فک رہن کر اگر غلام لے لیا تو اس میں چار صورتیں ہیں اول آنکہ اس میں ایک چوپایہ گرا پھر دوسرا چوپایہ گرا دوم اس میں انسان گرا پھر ایک آدمی گرا سوم اس میں ایک آدمی گرا پھر ایک چوپایہ گرا چہارم اس میں چوپایہ گرا پھر ایک آدمی گرا پس اگر اس میں چوپایہ گر کر تلف ہوا جس کی قیمت ہزار درم تھی تو غلام مذکور فروخت کیا جائے گا اور قرضہ ادا کیا جائے گا الا اس صورت میں کہ مولیٰ اُس کا فدیہ دے دے تو ایسا نہ ہو گا پھر اگر ہزار درم کو فروخت کیا گیا اور ان کو چوپایہ کے مالک نے لے لیا تو مرتہن سے جو کچھ اُس نے ادائے قرضہ میں لیا ہے اُس کو راہن واپس کر لے گا پھر اگر اُس میں دوسرا چوپایہ گرا جس کی ہزار درم قیمت ہے تو وہ پہلے چوپایہ کے مالک کے ساتھ شریک ہو کر جو کچھ اُس نے لیا ہے اُس کا نصف لے لے گا اور پہلا چوپایہ والا راہن سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر اُس کنویں میں کوئی آدمی تلف ہوا اور غلام اُس کے عوض دے دیا گیا تو راہن نے جو مال مرتہن کو ادائے قرضہ میں دیا ہے اُس سے واپس کر لے گا اور اگر غلام دے دے جانے کے بعد اُس میں دوسرا آدمی گر کر مر گیا تو دوسرے شخص کا ولی پہلے شخص کے ولی کے ساتھ غلام میں شریک ہو جائے گا اور اگر اس میں کوئی چوپایہ گرا اور غلام فروخت کر کے اُس کے ثمن سے چوپایہ کے مالک کو اُس کی قیمت ادا کی گئی پھر دوبارہ اس میں کوئی آدمی گر کر مر گیا تو اُس کا خون بدر ہوگا اور اگر اُس میں کوئی آدمی گر کر مر گیا اور اس جنایت میں غلام مذکور ولی میت کو دیا گیا پھر اُس میں کوئی چوپایہ گر کر مر گیا تو ولی مقتول سے کہا جائے گا کہ یا تو اس غلام کو فروخت کر یا قرضہ ادا کر اس واسطے کہ دونوں جرم وقت چاہ کندن کی طرف مستند ہیں پس ایسا ہوا کہ گویا وہ آدمی اور یہ چوپایہ دونوں ساتھ ہی گرے ہیں اور اگر دونوں ساتھ گرتے اور ولی جنایت کو غلام مجرم دے دیا جاتا تو ولی جنایت اُس کے فروخت کرنے یا اُس کا فدیہ دینے میں مختار کیا جاتا ہے پس ایسا ہی اس صورت میں بھی ہوگا دو غلاموں نے راہ میں ایک کنواں کھودا اور اُس میں غلام مرہون گر کر مر گیا اور وہ دونوں اس جرم میں دے دیئے گئے پھر ان دونوں میں سے بھی ایک غلام اُس میں گر کر مر گیا تو آدھا قرضہ باطل ہو جائے گا اور اُس کا خون بدر ہوگا اس لئے کہ یہ دونوں غلام اول کے قائم مقام ہو کر اُس کے حکم میں ہیں اور اگر غلام اول کنوئیں میں اس طرح گرنا کہ جس سے اُس کا نصف زائل ہوتا مثلاً اُس کی آنکھ جاتی رہتی یا ہاتھ شل ہو جاتا تو نصف قرضہ ساقط ہوتا پس ایسا ہی اس صورت میں بھی ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر غصب کئے ہوئے غلام مرہون نے راہ میں ایک کنواں کھودا یا پھر ڈال دیا پھر غاصب نے وہ غلام مرتہن کو واپس کر دیا پھر راہن نے اُس کا فک رہن کر لیا اور قرضہ دے دیا پھر اُس کنویں میں ایک آدمی گر کر مر گیا تو راہن سے کہا جائے گا کہ یہ غلام دے دے یا اس کا فدیہ دے دے پس ان دونوں میں سے جو بات وہ کرے بہر حال اُس غلام کی قیمت غاصب سے واپس لے گا اور اگر غاصب مفلس یا غائب ہو گیا پس جس قدر مرتہن کو ادا کیا ہے وہ اس سے واپس لے گا بشرطیکہ قرضہ اور رہن دونوں پاس ہوں تاکہ فدیہ مال مرتہن سے ہو جائے گا اگر ولی مقتول کو غلام مذکور دے دینے کے بعد اُس کے پتھر ڈالے ہوئے سے کوئی آدمی تلف ہو تو ولی مقتول سے کہا جائے گا کہ اس کا نصف دے دے یا دس ہزار درم فدیہ دے اور اگر مرتہن نے اس کو اپنے ذاتی میدان میں کنواں کھودنے کا حکم دیا ہو اور اس میں راہن یا دوسرا شخص گر کر مر گیا تو مرتہن کی مددگار برادری پر اس کی دیت واجب ہوگی اور اگر راہن نے اُس کو اپنے ذاتی میدان میں کنواں

کھودا تو الخ یعنی ولی مقتول جس کے پاس بالفعل وہ غلام موجود ہے اس سے کہا جائے گا کہ یہ غلام دے دے یا اُس کو فروخت کر کے حصہ رسد لے لے ۱۲

کھودنے کا حکم دیا ہو تو راہن کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اگر راہن یا مرتہن نے اس کو کسی شخص کے قتل کرنے کا حکم دیا اور اُس نے قتل کیا تو حکم دینے والے پر اس غلام کی قیمت واجب ہوگی بجائے اُس غلام کے رہن رہے گی اسی طرح اگر اس کو کسی چوپائے کے پانی پلانے کو بھیجا اور اُس چوپائے نے کسی آدمی کو روند کر مار ڈالا تو راہن یا مرتہن میں سے جس نے دوسرے کی اجازت سے اُس کو بھیجا ہے اُسی سے اُس غلام کے دے دینے کا مواخذہ کیا جائے گا یہ خزانہ الاکل میں ہے۔ اگر ہزار درم قیمت کے غلام نے جو ہزار درم قرضہ کے عوض رہن ہے راہ میں ایک کنواں کھودا اور اُس کنوئیں میں کوئی غلام گرا جس سے اُس کی دونوں آنکھیں جاتی رہیں تو غلام مرہون دے دیا جائے گا یا اُس کا فدیہ دیا جائے گا بمنزلہ ایسی صورت کہ اگر وہ غلام اُس کی دونوں آنکھیں اپنے ہاتھ سے نکال ڈالتا تو یہی حکم تھا اور پورا فدیہ مرتہن پر واجب ہو گیا پھر اگر اُس نے فدیہ دے دیا تو غلام مرہون اپنے حال پر رہن رہے گا اور اس اندھے غلام کو اُس فدیہ کے عوض جو مرتہن نے دیا ہے لے لے گا اور وہ اسی کا ہوگا اور اگر اُس نے غلام مرہون کو دے دیا اور اندھا غلام لے لیا تو بجائے مرہون کے بعوض ہزار درم کے رہن ہوگا اور اگر اُس کنوئیں میں دوسرا آدمی گر پڑا تو اولیائے مقتول اپنے حصہ کے حساب سے کنواں کھودنے والے غلام میں شریک ہو جائیں گے یا جس کے پاس وہ غلام ہے وہ ہزار درم اس کا فدیہ دے گا اور اندھے غلام کے ذمہ اس جرمانہ میں سے کچھ بھی لاحق نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا جو کچھ تو فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کرے گا اُس کی قیمت مجھ پر ہے اور باہمی خرید و فروخت سے پہلے اس کے عوض کچھ اُس کو رہن دے دیا تو یہ جائز نہیں ہے یہ خزانہ المقتنین میں ہے۔ زید نے عمرو کی اجازت سے اس کے ذات کی کفالت اس شرط پر قبول کی کہ اگر میں اس کو کل کے روز تجھ سے نہ ملا دوں تو جو قرضہ اُس پر ہے وہ مجھ پر ہوگا پھر عمرو نے مال مکفول بہ کے عوض زید کو کوئی مال عین رہن دیا تو یہ رہن صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ کفالت بہ مال کا ہنوز وقت نہیں آیا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کی اجازت سے اُس کی طرف سے قرضہ کی کفالت کر لی پھر مکفول عنہ نے کفیل کے ادا کرنے سے پہلے کفیل کو قرضہ مذکور کے عوض کچھ مال عین رہن دیا تو جائز ہے دو شخصوں میں سے ہر ایک شخص کے ہزار درم ایک شخص پر قرض ہیں پھر دونوں نے اُس اپنے قرضہ کے عوض ایک زمین رہن لے کر دونوں نے اُس پر قبضہ کر لیا پھر دونوں مرتہنوں میں سے ایک نے کہا کہ ہمارا کچھ مال راہن پر نہیں ہے اور یہ زمین ہمارے قبضہ میں بطور تلجیہ کے ہے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ رہن باطل ہوگا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ رہن باطل نہ ہوگا بلکہ اپنے حال پر رہے گا مگر اس اقرار کرنے والے کے حصہ سے بری ہو جائے گا یہ ظہیر یہ میں ہے۔ ہزار درم قیمت کی باندی کے جو ہزار درم قرضہ کے عوض رہن ہے ہزار درم قیمت کا بچہ پیدا ہوا پھر اُس باندی کو سو درم قیمت کی باندی نے قتل کر ڈالا اور قاتلہ اس جرم میں دے دی گئی پھر اس دی ہوئی باندی کے ہزار درم قیمت کا بچہ پیدا ہوا پھر یہ دی ہوئی باندی کا بی بی ہو گئی تو قرضہ کے چوالیس حصوں میں سے ایک حصہ ساقط ہو جائے گا یعنی بائیس درم اور تین چوتھائی درم ساقط ہوں گے مگر اُس میں سے ایک درم کا چوالیسواں حصہ کم ہو گا اور باقی کو راہن ادا کرے گا یعنی نو سو ستتر درم و چوتھائی درم و ایک درم کا چوالیسواں حصہ ادا کرے گا اور اس کا بیان یہ ہے کہ مرہونہ کے ہزار درم قیمت کا بچہ پیدا ہوا ہے اور قرضہ ان دونوں پر آدھا آدھا تقسیم ہوگا کیونکہ مرہونہ کی روز عقد کی قیمت معتبر ہے اور وہ ہزار درم ہے اور بچہ کی روز انفکاک کی قیمت معتبر ہے اور وہ بھی ہزار درم ہے پھر جب اُس مرہونہ کو سو درم قیمت کی باندی نے قتل کیا اور وہ اس کے عوض دے دی گئی تو جو قرضہ باقی رہا ہے وہ اُس کے مقابلہ میں ہوگا کیونکہ گوشت پوست کی راہ سے یہ اُس کے قائم مقام ہے گویا پہلی باندی کا نرخ گھٹ گیا ہے پھر جب اس قاتلہ کے ایک بچہ پیدا ہوا پھر تو قرضہ نصف قرضہ کے گیارہ حصہ ہوئے تو پہلے بچہ کے مقابلہ میں جو نصف قرضہ ہے اُسکے بھی گیارہ حصہ کئے جائیں گے پس سب بائیس حصہ ہوئے جس میں سے ایک حصہ بمقابلہ قاتلہ

کے ہے جس میں سے آدھا بوجہ کافی ہو جانے کے جا تا رہا پس کسر ہو جانے سے اس کے دو چند کرنے سے چوالیس حصے ہو گئے جن میں سے بیس حصہ بمقابلہ دوسرے بچہ کے ہیں اور دو حصہ بمقابلہ قاتلہ کے ہیں جس میں سے ایک حصہ اُس کے کافی ہو جانے کی وجہ سے جا تا رہا پس یہی معنی امام محمدؒ کے قول کے ہیں کہ قرضہ کے چوالیس حصوں میں سے ایک حصہ ساقط ہو گا یہ کافی ہیں ہے۔

بارہوا باب ☆

رہن میں دعویٰ اور خصومات واقع ہونے اور اس کے متصلات کے بیان میں

اگر ایک ہی مال مرہون کا دو شخصوں نے ایک ہی شخص پر اس طرح دعویٰ کیا ہر ایک نے کہا کہ میں نے یہ مال اس شخص کے پاس سے بعوض ہزار درم قرضہ کے رہن لیا ہے اور میں نے اس سے لے کر قبضہ کیا ہے تو اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ راہن کی زندگی میں ایسا دعویٰ واقع ہوا ہو پس اس میں تین صورتیں ہیں اول یہ کہ مال مرہون دونوں مدعیوں میں سے ایک قبضہ میں ہو اور اس صورت میں اگر دونوں نے تاریخ نہ لکھی ہو یا تاریخ لکھی ہو مگر دونوں کی تاریخ برابر ہو تو قابض کے نام مرہون کی ڈگری ہوگی اور اگر تاریخ لکھی ہو اور ایک کی تاریخ بہ نسبت دوسرے کے سابق ثابت ہو تو سابق والے کے نام ڈگری ہوگی خواہ وہ قابض ہو یا غیر قابض ہو جیسا کہ دعویٰ خرید کی صورت میں ہوتا ہے۔ دوم یہ کہ مال مرہون دونوں کے قبضہ میں ہو سوم یہ کہ مال رہن راہن کے قبضہ میں ہو اور ان دونوں صورتوں میں اگر دونوں نے تاریخ لکھی اور ایک کی تاریخ سابق ہو تو سابق تاریخ کے نام ڈگری ہوگی اور اگر تاریخ نہ لکھی یا ایک ہی تاریخ لکھی ہو تو قیاساً کسی کے نام رہن میں سے کچھ بھی ڈگری نہ کی جائے گی اور استحساناً ہر ایک کے نام نصف مرہون کی ڈگری ہوگی بمقابلہ اس کے نصف حق کے مگر ہم قیاسی حکم کو اختیار کرتے ہیں ایسا ہی روایت ابو سلیمان میں مذکور ہے اور روایت ابو حفص میں یہ ہے کہ قیاساً و استحساناً دونوں میں سے کسی کے نام رہن میں سے کچھ ڈگری نہ ہوگی اور مشائخؒ نے فرمایا کہ جو حکم روایت ابو سلیمان میں مذکور ہے وہی اصح ہے۔ وجہ دوم یہ کہ راہن کے مرنے کے بعد دعویٰ واقع ہوا اور اس میں بھی تین صورتیں ہیں اور سب صورتوں میں اگر دونوں نے تاریخ لکھی اور ایک کی تاریخ سابق ہو تو سابق تاریخ کے نام ڈگری ہوگی اور اگر تاریخ نہ لکھی یا ایک ہی تاریخ دونوں نے لکھی ہو تو جب رہن دونوں کے قبضہ میں یا راہن کے قبضہ میں ہو تو قیاساً یہ حکم ہے کہ دونوں میں سے کسی کے نام کچھ استحقاقی ڈگری نہ ہوگی اور یہ دونوں بھی راہن کے اور قرض خواہوں کے برابر تصور کئے جائیں گے اور قیاسی حکم کو امام ابو یوسفؒ نے اختیار کیا ہے اور استحساناً ہر ایک کے نام اُس کے نصف حق کے عوض مال مرہون نصفاً نصف کی ڈگری کی جائے گی کہ مال مرہون فروخت کر کے ہر ایک کا نصف قرضہ ادا کر دیا جائے گا پھر اگر ثمن میں سے کچھ بچ رہا ہو یا باقی قرض خواہوں اور راہن کے درمیان حصہ رسد تقسیم ہوگا اور حکم استحساناً کو امام ابو حنیفہؒ نے اختیار کیا ہے اور امام محمدؒ کا قول کتابوں میں مضطرب ہے یہ سب اُس صورت میں ہے کہ ایک ہی راہن سے رہن لینے کا دونوں نے دعویٰ کیا ہو اور اگر دو شخصوں سے رہن لینے کا دعویٰ کیا ہو اور دونوں نے اپنے اپنے گواہ قائم کئے اور مال مرہون دونوں میں سے ایک مدعی کے قبضہ میں ہے تو اس مسئلہ میں چار صورتیں ہیں اول (۱) آنکہ قابض

۱۔ قولہ بیس حصہ اصل میں مذکور ہے اثنان وعشرون فی الولد الثانی یعنی بائیس بمقابلہ دوسرے بچہ کے ہوں گے قول یہ غلط ہے بیس حصہ بمقابلہ دوسرے بچہ کے چاہئے ہیں باں اول بچہ کے مقابلہ میں بائیس حصہ ہیں پس قولہ فی ولد الثانی غلط ہے صحیح یہ ہے فی الولد الاول بہر حال اس عبارت میں دو مقام سے ایک مقام پر بدون تغلیط کے توجیہ نہیں ہو سکتی ہے و متحمل الغلط من الناسخ حارہن التعرض علی الاکابر فتاویٰ ۱۲ ۲۔ اقال المترجم قال فی الاصل المرتہن مکان الراہن و هو غلط عند المترجم فتاویٰ ۱۲ منہ (۱) سوم و چہارم دو صورتیں ہیں

وغیرہ قابض دونوں مدعیوں کے دونوں راہن غائب ہوں تو اس صورت میں قابض کے نام ڈگری ہوگی اگرچہ دونوں نے تاریخ لکھی ہو اور ایک کی تاریخ سابق ہو اور اگر دونوں راہن حاضر ہوں تو غیر قابض کے نام مال مرہون کی ڈگری ہوگی۔ اور اگر ایک^(۱) راہن حاضر ہو اور دوسرا غائب ہو تو غیر قابض کے نام جب تک دوسرا راہن نہ حاضر ہو تب تک ڈگری نہ ہوگی اور جب وہ آجائے تو غیر قابض کے نام ڈگری ہوگی یہ محیط میں سے ایک شخص کے پاس ایک غلام ہے دوسرے شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ غلام میرا ہے میں نے اُس کو فلاں شخص کے پاس جو غائب ہے بعوض ہزار درم کے رہن کیا تھا اور اُس نے مجھ سے لے کر قبضہ کر لیا تھا اور قابض کہتا ہے کہ یہ میرا غلام ہے تو مدعی کے نام غلام مذکور کی ڈگری ہوگی اس واسطے کہ قابض اُس کا خصم یعنی مدعا علیہ مقرر ہوگا کیونکہ غلام کی نسبت ہر ایک مدعی اپنی ملک کا دعویٰ کرتا ہے پھر جب مدعی کے نام ڈگری ہوئی تو مذکور ہے کہ اُس سے لے کر ایک عادل کے پاس رکھا جائے گا اور اگر راہن غائب ہو اور مرہن نے دعویٰ کیا کہ یہ غلام میرے پاس رہن ہے میں نے فلاں شخص سے اُس کے بعوض اس قدر قرضہ کے رہن لیا ہے اور اس قابض نے مجھ سے غصب کر لیا ہے یا مستعار لیا ہے یا اجارہ پر لیا ہے اور اس دعویٰ پر گواہ قائم کر دیئے تو میں اُس غلام کو مدعی کو دے دوں گا ایسا ہی امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں ذکر کیا ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ قاضی مدعی کے نام غلام کی ڈگری نہ کرے گا اس واسطے کہ اس میں غائب پر قرضہ کی ڈگری ہوئی جاتی ہے حالانکہ اس مقدمہ میں اُس کی طرف سے کوئی خصم نہیں ہے لیکن یہ ڈگری کرے گا کہ قابض مدعا علیہ کو یہ غلام مدعی کی طرف سے بطریق غصب یا اجارہ یا استعارہ کے ملا ہے جیسا کہ اُس کے گواہوں نے گواہی دی ہے پس مدعی کے نام واپس لینے کے استحقاق کی ڈگری کرے گا اور قابض اس مقدمہ میں اُس کا خصم ہے اور یہ بخلاف ایسی صورت کے ہے کہ جب مدعی نے قابض پر اپنے قبضہ سے لینے کا دعویٰ نہ کیا ہو کہ اس صورت میں قابض اُس کا خصم نہیں ہو سکتا ہے یہ تارخانیہ میں ہے۔

راہن الاصل میں رہن کا حاضر ہونا محض ”سہو کتابت“ کی وجہ سے آگیا ☆

حیل الخفاف میں ہے کہ ایک شخص کے قبضہ میں مال مرہون ہے اور راہن غائب ہے اور مرہن نے چاہا کہ قاضی کے نزدیک رہن ہونا ثابت کرے تاکہ قاضی اُس کے نام اس کا بجل عطا کرے حکم دے کہ یہ مال اُس کے قبضہ میں رہن ہے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ مرہن ایک شخص غریب کو حکم دے کہ تو اس غلام کے رقبہ کا دعویٰ کر اور مرہن کو قاضی کے پاس لے جا پس مرہن قاضی کے سامنے گواہ پیش کرے گا کہ یہ غلام میرے پاس رہن ہے پس قاضی اُس کے رہن ہونے کے گواہوں کی سماعت کرے گا اور اُس کے پاس رہن ہونے کی ڈگری کر دے گا اور اجنبی کی خصومت اُس کے ذمہ سے دفع کرے کہ پس یہ حکم خفاف کی طرف سے امر کی تفصیص ہے کہ رہن پر گواہی کی سماعت ہوتی ہے اگرچہ راہن غائب ہو اور ایسا ہی امام محمدؒ نے دعویٰ الجامع اور بعض مواضع اصل میں ذکر کیا ہے اور بعض مواضع رہن الاصل میں ایسی گواہی کی سماعت کے واسطے راہن کا حاضر ہونا شرط کیا ہے اور مشائخ اس میں اختلاف کرتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ رہن الاصل میں جو راہن کا حاضر ہونا شرط کیا ہے وہ کاتب کی غلطی ہے اور صحیح یہ لفظ ہے کہ راہن کا حاضر ہونا شرط نہیں ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں ایک روایت کے موافق ایسی گواہی کی سماعت کے واسطے حاضری راہن شرط نہیں ہے اور دوسری روایت کے موافق قاضی بدون حاضری راہن کے قبول نہ کرے گا شمس الائمہ سرخسی نے شرح کتاب الحیل میں لکھا ہے کہ یہی صحیح ہے مؤلف کہتے ہیں کہ امام محمدؒ نے سیر کبیر میں اسی کے نظائر میں یوں فرمایا ہے کہ اگر غلام مرہون قید کیا گیا اور وہ تقسیم کے مال غنیمت میں آیا اور تقسیم سے پہلے مرہن نے اُس کو پایا اور گواہ قائم کئے کہ یہ غلام میرے پاس فلاں شخص کی طرف سے

(۱) یعنی دارثان راہن ۱۲

رہن ہے اور اُس کو لے لیا تو یہ حکم غائب پر رہن کرنے کا نہ ہوگا اگر رہن نے کہا کہ میں نے یہ کپڑے تیرے پاس رہن کیا اور تو نے مجھ سے لے کر قبضہ کر لیا ہے اور مرہن نے کہا کہ تو نے میرے پاس یہ غلام رہن کیا اور میں نے تجھ سے لے کر قبضہ کر لیا ہے اور دونوں نے گواہ قائم کئے تو مرہن کے گواہ قبول ہوں گے بشرطیکہ کپڑا اور غلام دونوں مرہن کے پاس موجود ہوں اور اگر دونوں تلف ہو گئے ہوں اور جس چیز کے رہن کرنے کا دعویٰ کرتا ہے اُس کی قیمت زیادہ ہو اور دونوں نے گواہ قائم کئے تو رہن کے گواہ قبول ہوں گے اور اگر مرہن نے کہا کہ تو نے غلام و کپڑا دونوں میرے پاس رہن کیے اور میں نے تجھ سے لے کر دونوں پر اپنا قبضہ کیا ہے اور رہن نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے فقط کپڑا تیرے پاس رہن کیا ہے تو مرہن کے گواہ قبول ہوں گے اور اگر رہن نے دعویٰ کر کے گواہ قائم کئے کہ میں نے اُس شخص کے پاس دو ہزار درم قیمت کا غلام بعوض ہزار درم کے رہن کیا اور اُس نے میرے پاس سے لے کر قبضہ کیا ہے اور مرہن نے اُس سے انکار کیا اور یہ نہیں معلوم کہ اُس نے رہن کے ساتھ کیا کیا ہے تو مرہن غلام کی پوری قیمت کا ضامن ہوگا اور جب وہ قیمت کا ضامن ہو تو اُس کے لیے اس قیمت میں سے ہزار درم محسوب کر دیئے جائیں گے اور باقی راہن کو واپس دے گا اور اگر مرہن نے اقرار کر لیا مگر دعویٰ کیا کہ وہ مر گیا ہے تو اُس پر ضمان واجب نہ ہوگی اس واسطے کہ قرضہ سے زائد کے بارہ میں وہ امین تھا اور اُس کی طرف سے انکار ثابت نہیں ہوتا کہ ضامن ہو۔ اور اگر اس نے رہن سے انکار نہ کیا مگر پانچ سو درم قیمت کا غلام لایا اور کہا کہ مر ہوں یہ غلام ہے تو اس کے قول کی تصدیق نہ کی جائے گی اس واسطے کہ گواہوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ مر ہوں دو ہزار درم قیمت کا ہے اور جس کو وہ لایا ہے وہ ایسا نہیں ہی تو ظاہر حال اُس کی تکذیب کرتا ہے پس اُس کا قول قبول نہ ہوگا اگر اُس نے اس سے انکار کیا یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم قرضہ ہوں اور وہ اس کا مقر ہو پھر قرض خواہ نے دعویٰ کیا کہ مدیوں نے مجھے اپنا ایک غلام اس قرضہ کے عوض رہن دیا تھا اور میں نے اُس پر قبضہ کیا تھا اور قرض دار اس سے انکار کرتا ہے تو قرض خواہ کے گواہوں پر رہن کی ڈگری کی جائے گی اور اگر قرض دار رہن کا قرض خواہ پر دعویٰ کرتا ہو اور قرض خواہ اس سے انکار کرتا ہو پس اگر مرہن کے پاس رہن قائم ہو تو کتاب الرہن کی روایت کے موافق قرض خواہ کے گواہوں پر قاضی رہن کی ڈگری نہ کرے گا اور روایت کتاب الرجوع عن الشہادت کے موافق ڈگری کرے گا اور اگر مال مرہون مرہن کے پاس تلف ہو گیا ہو تو باتفاق الروایات موافق گواہان مدیوں کے ڈگری کرے گا اس واسطے کہ بعد ہلاک رہن کے مرہن کا انکار فسخ رہن پر محمول نہیں ہو سکتا ہے پس اصل سے انکار عقد پر محمول کیا جائے گا پس گواہوں سے راہن اُس کو ثابت کر سکے گا اور اگر رہن نے مرہن پر گواہ قائم کئے کہ میں نے اُس کو رہن دیا ہے اور قبضہ کر دیا ہے مگر گواہوں نے رہن کی تعین نہ کی اور نہ اُس کو پہچانا تو مرہن سے رہن کو دریافت کیا جائے گا اور مشائخ بلخ کے نزدیک اسی کا قول قبول ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ اس کی تاویل یہ ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب گواہوں نے اقرار مرہن کی گواہی دی کہ اُس نے میرے پاس رہن کیا اور میں نے قبضہ کیا ہے۔

اگر انہوں نے شے مجہول رہن کرنے و قبضہ کرنے کی گواہی دی اور معائنہ رہن و قبضہ کی گواہی دی تو قاضی ایسی گواہی قبول نہ کرے گا۔ اگر ایک شخص نے گواہ دیئے کہ میں نے یہ کپڑا قابض کے پاس ودیعت رکھا ہے اور قابض نے گواہ دیئے کہ میں نے یہ کپڑا اُس سے رہن لیا ہے تو مرہن کے گواہ قبول ہوں گے اور ایسا اقرار دیا جائے گا کہ گویا پہلے اس نے ودیعت رکھا پھر رہن کیا ہے کیونکہ رہن کا درود الیداع پر ہوتا ہے اگر چہ رہن پر الیداع کا درود نہیں ہوتا ہے الا برضاء مرہن اور اگر رہن نے گواہ قائم کئے کہ میں نے اُس

لعن اللہ کے نام سے جو حکم ہوتا ہے وہ غائب کے حق میں مؤثر نہیں ہوتا ہے اگر چہ گواہی کی سماعت ہو سکتی ہے ۱۲۷

کے ہاتھ فروخت کیا ہے اور مرتہن نے رہن پر گواہ قائم کئے تو اس کو بیع قرار دوں گا اور رہن باطل کروں گا اور یوں قرار دیا جائے گا کہ گویا پہلے اُس نے رہن کیا پھر بیع کیا ہے اس واسطے کہ بیع کا ورود رہن پر ہو سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر راہن نے رہن کا دعویٰ کر کے گواہ قائم کئے اور مرتہن نے گواہ دیئے کہ اس نے مجھے ہبہ کیا اور میں نے قبضہ کر لیا ہے تو میں ہبہ کے گواہ قبول کروں گا۔ اگر ایک شخص نے خریدنے و قبضہ کرنے کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے رہن اور قبضہ کرنے کا دعویٰ کیا اور دونوں نے گواہ پیش کئے حالانکہ وہ راہن کے قبضہ میں ہے تو مشتری کے گواہ قبول ہوں گے لیکن اس صورت میں قبول نہ ہوں گے کہ جب یہ معلوم ہو جائے کہ رہن ہونا خرید سے پہلے تھا اور اگر وہ مرتہن کے قبضہ میں ہو تو اُس کو رہن قرار دوں گا الا اُس صورت میں ایسا نہ کروں گا جب مشتری گواہوں سے ثابت کرادی کہ خریدنا پہلے واقع ہوا تھا اور اگر رہن پاس ہو اور ایک نے رہن کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے صدقہ کا دعویٰ کیا اور دونوں مدعیوں نے راہن پر گواہ قائم کئے اپنے اپنے دعویٰ اور قبضہ کے تو رہن کے مدعی کے گواہ قبول ہوں گے الا اس صورت میں قبول نہ ہوں گے کہ جب دوسرا گواہوں سے ثابت کرادے کہ صدقہ و ہبہ کی وجہ سے قبضہ کرنا رہن سے پہلے واقع ہوا ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر مستودع یا مضارب نے مال تلف ہو جانے کا دعویٰ کیا اور رب المال نے ان دونوں کے ذمہ تلف کر ڈالنے کا دعویٰ کیا اور دونوں نے باہم صلح کی اور مدعا علیہ نے رب المال کو اس کے عوض رہن دیا اور وہ تلف ہو گیا تو امام ابو یوسفؒ کے پہلے قول کے موافق ضامن نہ ہوگا اور دوسرے کے موافق ضامن ہوگا اور یہی امام محمدؒ کا قول ہے چنانچہ یہ مسئلہ تاتارخانیہ میں تجرید سے منقول ہے اگر ایک شخص کے پاس کپڑا ودیعت رکھا پھر اس کو وہی کپڑا رہن دیا پھر مرتہن کے قبضہ سے پہلے وہ تلف ہو گیا تو وہ امانت میں تلف ہوا اس واسطے کہ مستودع کا قبضہ مثل مودع کے قبضہ کے ہے پس جب تک مرتہن نے جدید قبضہ رہن کا نہ کیا ہو تب تک اس پر قبضہ رہن ثابت نہ ہوگا اور بدون گواہوں کے عدم قبضہ کے باب میں اسی کا قول قبول ہوگا اس واسطے کہ وہ رہن کا قبضہ کرنے سے منکر ہے اور اگر راہن نے گواہ دیئے کہ اس نے بحکم رہن اس پر قبضہ کر لیا ہے اور اس کے بعد وہ مال تلف ہوا ہے اور مرتہن نے گواہ دیئے کہ میرے پاس بحکم قبضہ ودیعت تلف ہوا ہے قبل اس کے کہ اس پر قبضہ رہن ثابت ہو تو راہن کے گواہ قبول ہوں گے اس واسطے کہ اُس سے استیفاء قرضہ ثابت ہوتا ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر راہن دو شخصوں اور مرتہن نے دونوں پر رہن کا دعویٰ کیا اور دونوں میں سے ایک پر گواہ قائم کئے کہ اُس نے میرے پاس رہن کیا اور میرے قبضہ میں دیا ہے اور مرہون اُن دونوں کی ملک ہے اور وہ دونوں اس سے انکار کرتے ہیں تو مدعی رہن کو اختیار ہوگا کہ جس پر اُس نے گواہ قائم نہیں کئے ہیں اُس سے قسم لے پس اگر اُس نے قسم سے انکار کیا تو دونوں پر دو سبب مختلف سے رہن ثابت ہو جائے گا یعنی قسم سے انکار کرنے والے پر سبب انکار قسم کے اور دوسرے پر سبب گواہوں کے اور اگر اُس نے قسم کھالی تو اس کے حق میں رہن ثابت نہ ہوگا اور اُس کے حق میں رہن کی ڈگری نہ کی جائے گی اور دوسرے کے حصہ میں بھی رہن کی ڈگری نہیں کی جائے گی اس واسطے کہ اگر اس کے حق میں رہن کی ڈگری کریں تو مشاع سے رہن کی ڈگری ہوئی جاتی ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر راہن ایک ہو اور مرتہن دو ہوں پس دونوں میں سے ایک نے کہا کہ میں نے اور میرے ساتھی نے یہ کپڑا تجھ سے سودرم کو رہن لیا ہے اور گواہ قائم کئے اور ساتھی مرتہن نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ ہم نے رہن نہیں کیا ہے حالانکہ دونوں نے اُس کپڑے پر قبضہ کیا ہے اور راہن سے انکار کیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مال مرہون راہن کو واپس دیا جائے گا اور امام محمدؒ نے

۱۔ ودیعت رکھنے کے بعد اس چیز کو مرہون کر سکتا ہے بخلاف اس کے اگر مرہون ہو تو رہن پر ودیعت رکھنا طاری نہیں ہو سکتا ہے ۱۲

۲۔ مرتہن سے یہ مراد نہیں کہ وہ فی الواقع مرتہن ہے بلکہ مدعی رہن نے جس کو مرتہن ٹھہرایا ہے اُس نے ہبہ مقبوضہ کا دعویٰ کیا ۱۲

۳۔ حالانکہ رہن مشاع جائز نہیں ہے اور حکم قاضی ملزم ہوتا ہے ۱۲ منہ

فرمایا کہ میں اُس کے رہن ہونے کی ڈگری کروں گا اور جس مرتہ میں نے اُس کے مرہون ہونے پر گواہ قائم کئے ہیں اس کے قبضہ میں اور عادل کے قبضہ میں رکھوں گا پھر اگر راہن نے مرتہ میں کو جس نے گواہ قائم کئے تھے قرضہ ادا کر دیا تو مال مرہون لے لے گا پس اگر مرہون تلف ہو گیا تو جس نے گواہ قائم کئے تھے اُس کا حصہ مال گیا اور یا دوسرے کا حصہ سو بالاتفاق ثابت نہ ہوگا اس واسطے کہ اُس نے گواہوں کی تکذیب کی ہے یہ مبسوط میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک گواہی باطل ہے ☆

اگر ایک شخص نے دوسرے سے ایک کپڑا مستعار لیا تا کہ اپنے قرضہ میں رہن کرے اور قبضہ کر کے اُس کو رہن کیا پھر کپڑے کے مالک اور راہن نے اختلاف کیا حالانکہ کپڑا تلف ہو چکا ہے پس کپڑے کے مالک نے کہا کہ فک رہن ہونے سے پہلے تلف ہوا ہے اور راہن نے کہا کہ بعد فک رہن کے تلف ہوا ہے تو قسم سے راہن کا قول قبول ہوگا اسی طرح اگر راہن نے کہا کہ میرے رہن کر دینے سے پہلے ہی تلف ہو گیا ہے اور مالک نے کہا کہ رہن کرنے کے بعد فک رہنے کرنے سے پہلے تلف ہوا ہے تو بھی یہی حکم ہے کہ قسم سے راہن کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو مالک کے گواہ قبول ہوں گے اور اگر مرتہ کے پاس کپڑا تلف ہو جانے کے بعد اس مسئلہ میں راہن و مرتہ و مالک نے کپڑے کی قیمت میں اختلاف کیا تو مرتہ کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر کپڑے کے مالک اور راہن نے اختلاف کیا پس کپڑے کے مالک نے کہا کہ میں نے تجھے یہ اجازت دی تھی کہ بعض پانچ درم کے رہن کر لے اور راہن نے کہا کہ تو نے مجھے دس درم کے عوض رہن کرنے کی اجازت دی تھی تو مالک کپڑے کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو راہن کے گواہ قبول ہوں گے اور وہ ضمان قیمت سے بری ہو جائے گا اور اگر دو گواہوں میں سے ایک گواہ نے سودرم کے عوض رہن کی گواہی دی اور دوسرے نے دو سودرم کے عوض کی گواہی دی تو امام اعظم کے نزدیک ان کی گواہی باطل ہے اور بالکل رہن ہونے کا حکم نہ دیا جائے گا اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک سودرم کے عوض رہن ہونے کا حکم دیا جائے گا اور اگر ایک گواہ نے سودرم کے عوض رہن ہونے کی گواہی دی اور دوسرے نے ڈیڑھ سودرم کے عوض رہن ہونے کی گواہی دی پس اگر مرتہ سودرم کا مدعی ہو تو دونوں کی گواہی قبول نہ ہوگی اور اگر مرتہ ڈیڑھ سودرم کا مدعی ہو تو سودرم پر اُن کی گواہی قبول ہوگی اور سودرم کے عوض رہن ہونے کی ڈگری کی جائے گی اور یہ سب اماموں کے نزدیک بالاتفاق ہے یہ محیط میں ہے۔

کتاب الجنایات

اس میں سترہ ابواب ہیں

باب اول:

جنایت کی تعریف و اس کے انواع و احکام کے بیان میں

جنایت شرع میں فعل مجرم کا نام ہے خواہ مال میں ہو یا نفس میں ہو لیکن فقہاء کے عرف میں اسم جنایت کا اطلاق نفس و اطراف میں تعدی کرنے پر ہوتا ہے کذا فی التہمین اور جنایت نفس ہو تو اس کو قتل کہتے ہیں اور وہ بندوں کی طرف سے ایک فعل ہے جس سے حیات زائل ہو جاتی ہے اور جنایت اطراف کو قطع و جرح کہتے ہیں یہ غیاشیہ میں ہے۔ جنایت کی دو قسمیں ہیں ایک موجب قصاص ہے وہ جنایت عمدہ ہے اور دوسری موجب قصاص نہیں ہے اور جو موجب قصاص ہے اس کی دو قسمیں ہیں ایک جو نفس میں ہو اور دوسری جو نفس سے کم میں ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے قتل پانچ طرح پر ہوتا ہے عمدہ و شبه عمد و خطا و قائم مقام خطا و قتل بسبب اور ان سے مراد وہ انواع قتل ہیں جو بغیر حق ہوں جس سے احکام متعلق ہونے میں پس عمدہ ہے جو عمدہ اہتھیار کی ضرب سے ہو یا جو چیز اجزاء جسم جدا کر ڈالنے میں ہتھیار کے قائم مقام ہے جیسے دھاردار لکڑی و پتھر و زکل کی کھپاچ و آگ یہ کافی میں ہے۔

اس کا نتیجہ گناہ ہے اور قصاص ہے الا اس صورت میں قصاص نہیں ہے کہ جب اولیاء مقتول معاف کر دیں یا صلح کر لیں اور ہمارے نزدیک اس میں کفارہ نہیں ہے کذا فی الہدایہ اور اس کے احکام میں سے یہ ہے کہ قاتل میراث سے محروم ہو جاتا ہے اور باہمی رضامندی کے وقت مال واجب ہوتا ہے یا شبہ کی وجہ سے قصاص معذور ہونے کی وجہ سے مال واجب ہوتا ہے یہ شرح مبسوط میں ہے اور شبہ عمدہ یہ ہے کہ عمدہ ایسی چیز سے مارے جو ہتھیار ہے اور نہ قائم مقام ہتھیار کے ہے یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر بڑے پتھر یا بھاری لکڑی سے مارا تو وہ قتل عمدہ ہے اور شبہ عمدہ یہ ہے کہ ایسی چیز سے مارے جس سے غالباً مقتول نہیں ہوتا ہے مگر امام اعظمؒ کا قول صحیح ہے یہ مضمرات میں ہے اور اس کا نتیجہ ہر دو قول کے موافق گناہ اور کفارہ ہے اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ مسلمان باندی کو آزاد کرے پس اگر نہ پائے تو پے در پے دو مہینے کے روزے رکھے اور مددگار برادری پر دیت مغلط واجب ہوتی ہے کذا فی الکافی اور یہ تغلیظ جہی ظاہر ہوتی ہے کہ جب اونٹوں سے دیت واجب ہو دوسری چیز میں نہیں ظاہر ہوتی ہے اور شبہ عمدہ میں بھی قاتل میراث سے محروم ہوتا ہے یہ شرح مبسوط میں ہے اور نفس تلف کرنے سے کم میں شبہ عمدہ نہیں ہوتا ہے۔ امام قدوری نے اپنی کتاب میں فرمایا کہ جان تلف کرنے میں جو شبہ عمدہ قرار دیا گیا ہے وہ جان تلف کرنے سے کم میں عمدہ ہے یہ محیط میں ہے۔ اور خطا سے قتل کرنا دو طرح پر ہے ایک قصد میں خطا ہونا وہ یہ ہے کہ مثلاً ایک شکل کو شکار گمان کر کے تیر مار دیا پھر وہ آدمی نکلا یا حربی سمجھ کر اس کو مار دیا پھر وہ مسلمان نکلا دوم فعل میں خطا ہونا اور وہ یہ ہے کہ نشان کو تیر مارا اور وہ کسی آدمی کے لگ گیا کذا فی الہدایہ اور اس کا نتیجہ

۱۔ یعنی مثلاً نفس یعنی جان کو ہلاک کر دے یا اطراف یعنی ہاتھ پاؤں کان ناک آنکھ وغیرہ کسی کو زخمی یا ضائع کرے ۱۲

۲۔ حربی کتاب الزکوٰۃ کے شروع میں ان الفاظ کی تشریح مترجم نے کر دی ہے وہاں ملاحظہ کریں۔ (حافظ)

کفارہ اور مددگار برادری پر دیت اور میراث سے محروم ہونا ہے اور کفارہ واجب ہونے اور دیت واجب ہونے میں ذمی اور مسلمان کا قتل کرنا یکساں ہے اور دونوں صورتوں میں گناہ نہیں ہے خواہ قصد میں خطا ہوئی ہو یا فعل میں ہوئی ہو یہ جواہرہ نیرہ میں ہے منشی میں امام محمد سے روایت ہے کہ اگر کسی شخص پر تو نے عمد ضرب کا قصد کیا پھر اُس کی جس جگہ کا قصد کیا اُس کے سوائے دوسری جگہ پر زخم لگا تو یہ محض عمد ہے اور اگر اس شخص کے سوائے دوسرے آدمی کے لگا تو یہ خطا ہے اور ہشام نے فرمایا کہ اُس کی تفسیر یہ ہے کہ ایک شخص نے عمد اقصا کیا کہ کسی شخص کے ہاتھ میں ضرب لگائے پس ہاتھ چوک گیا اور اُس شخص کی گردن پر زخم پڑا اور گردن الگ ہو گئی اور وہ قتل ہو گیا تو یہ عمد ہے اور اس میں قصاص لازم ہوگا اور اگر اُس نے اس شخص کے ہاتھ کاٹنے کا قصد کیا مگر چوک گیا اور دوسرے کی گردن پر زخم پڑا جس سے وہ قتل ہو گیا تو یہ خطا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

بقالی میں ہے کہ اگر عصا سے کسی شخص کے سر پر ضرب لگانے کا قصد کیا مگر چوک گیا اور ضرب اس کی آنکھ پر پڑی تو اس جرم پر اس کے مال سے ارش واجب ہوگا کیونکہ اس نے عمد ضرب کا قصد کیا ہے اور اگر کسی شخص کا دوسرے پر قصاص آیا ہو کہ اُس کو جائز ہو کہ اُس کا قصاص میں ہاتھ کاٹ ڈالے پس اُس نے قصد کیا کہ اُس کے ہتھیلی پر تلوار مارے پس تلوار اُس کے مونڈھے پر پڑی اور مونڈھے سے جدا کر دیا تو اُس کی ضمان اُس کے مال سے واجب ہوگی کیونکہ محض عمد ہے مگر اُس میں قصاص نہ ہوگا کیونکہ اُس کو رو اتھا کہ اُس کا ہاتھ کاٹ ڈالے اور اگر ایک شخص کے سر کی ٹوپی پر تیر لگایا مگر تیر خطا کر کے اُس شخص کے لگا تو یہ خطا ہے اور ہشام کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ ایک شخص نے دوسرے کو تیر مارا مگر تیر خطا کر گیا اور ایک دیوار پر پڑا پھر یہ تیر ٹوٹ کر اُس کے لگا اور اُس کو قتل کیا تو فرمایا کہ یہ خطا ہے اور اگر کوئی کپڑا مروڑ کر کسی شخص کے سر پر مارا جس وجہ سے موضع زخم آیا تو عمد ہے اور اگر اس زخم سے وہ مر گیا تو خطا ہو جائے گا یہ عیون میں مذکور ہے کذا فی الحیط اور جو خطا کے قائم مقام ہے وہ ایسا ہی جیسے ایک شخص سوتا ہوا حالت خواب میں کروٹ لے کر کسی شخص پر گر پڑا جس سے وہ مر گیا تو نہ عمد نہ خطا ہے کذا فی الکافی۔ جیسے کوئی شخص کو ٹھپے پر سے کسی شخص پر گرا اور وہ مر گیا یا اُس کے ہاتھ سے کوئی اینٹ یا لکڑی چھوٹ پڑی اور کسی شخص پر گری اور وہ مر گیا یا کسی سواری کے جانور پر سوار تھا اور جانور نے کسی آدمی کو کچل ڈالا کذا فی الحیط اور اس کا حکم وہی ہے جو خطا سے قتل کرنے کا حکم ہے کہ قصاص ساقط ہوتا ہے اور دیت اور کفارہ واجب ہوتا ہے اور میراث سے محروم ہوتا ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اور قتل بسبب کی یہ صورت ہے کہ جیسے راہ میں کنواں کھودا یا اپنی ملک کے سوائے غیر جگہ ایک پتھر ڈال دیا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر ایک شخص کے چوپایہ نے کسی شخص کو کچل ڈالا حالانکہ یہ شخص اُس کو ہانکے لئے جاتا تھا یا آگے سے اُس کی ڈوری کھینچے لئے جاتا تھا تو بھی قتل بسبب ہے یہ مضمرات میں ہے اور اس کا نتیجہ و حکم ہمارے نزدیک یہ ہے کہ اگر اس سے کوئی آدمی تلف ہو جائے تو متلف کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اس میں کفارہ وہ میراث سے محروم ^(۱) ہونا نہیں ہوتا ہے یہ کافی میں ہے۔

باب دوم ☆

کون شخص قصاص میں قتل ہو سکتا ہے اور کون نہیں؟

آزاد کے قصاص میں آزاد قتل کیا جائے یہ کنز میں ہے اور مذکر کے قصاص میں مذکر اور مؤنث کے قصاص میں مؤنث قتل کیا جائے گا یہ خلاصہ میں ہے اور آزاد کے قصاص میں آزاد اور غلام کے قصاص میں غلام قتل کیا جائے گا یہ محیط کی آٹھویں فصل میں ہے

۱۔ کھودا یعنی اس کنوئیں میں گر کر مر اس پتھر سے ٹھوکر کھا کر کوئی مر گیا ۱۲ (۱) یعنی ہمارے نزدیک نہیں ہوتا ہے ۱۲

اور مسلمان کے قصاص میں کا فر قتل کیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور ذمی کے قصاص میں مسلمان اور ذمی کے قصاص میں ذمی قتل کیا جائے گا یہ کافی میں ہے۔ اگر ذمی نے کسی ذمی کو قتل کیا پھر قاتل مسلمان ہو گیا تو بلا خلاف^(۱) قتل کیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر حربی کو جو امان لے کر دارالاسلام میں آیا ہے کسی مسلمان یا ذمی نے قتل کیا تو قاتل سے قصاص نہ لیا جائے گا یہ تبیین میں ہے۔ اور جو حربی امان لے کر آیا ہے اگر اُس نے دوسرے حربی کو جو امان لے کر آیا ہے قتل کیا تو قاتل سے ظاہر الروایۃ کے موافق قصاص نہ لیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔ اگر مسلمان نے کسی مرتد مرد یا عورت کو قتل کیا تو اُس پر قصاص واجب نہ ہوگا اور اگر دو مسلمان امان لے کر دارالحرب میں داخل ہوئے اور ایک نے دوسرے کو قتل کیا تو ہمارے نزدیک قصاص واجب نہ ہوگا اور اگر مسلمان نے کسی مسلمان کو جو کفار کے قبضہ میں قید ہو گیا ہے دارالحرب میں قتل کیا تو سب کے نزدیک قاتل پر قصاص نہ ہوگا اور امام اعظمؒ کے نزدیک دیت بھی نہ ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک اُس کے مال میں دیت واجب ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

قاتل کا خون کن صورتوں میں مباح ہو جاتا ہے؟

صغیر کے عوض کبیر اور اندھے اور لہجے کے عوض تندرست قتل کیا جائے گا یہ کافی میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو جو نزاع کی حالت میں ہے قتل کیا تو قاتل قتل کیا جائے گا اگرچہ یہ معلوم ہو کہ مقتول زندہ نہ رہتا یہ خلاصہ میں ہے اور لڑکوں نابالغوں کے باہمی قتل میں قاتل پر قصاص نہیں ہے اور لڑکے کا عمد و خطا ہمارے نزدیک یکساں ہے حتیٰ کہ دونوں صورتوں میں دیت واجب ہوتی ہے پس یہ دیت اُس لڑکے کے مال میں واجب ہوگی اگر اُس نے عمد بھی قتل کیا ہے اور خطا کی صورت میں ہمارے نزدیک اس پر کفارہ نہیں ہے اور ہمارے نزدیک وہ میراث سے محروم نہ ہوگا اور اگر معتوہ یا مجنون نے حالت جنون میں کسی کو قتل کیا تو اُس کا حکم بھی لڑکے نابالغ کے حکم کے موافق ہے یہ محیط میں ہے اور جو شخص حالت صحت میں ہو اور بھلا چنگا تندرست ہو وہ مریض کے عوض اور ایسے شخص کے عوض جس کی اعضاء میں صورت نقصان ہو یا معنی نقصان ہو جیسے شل ہو گیا یا اس کے مثل کچھ ہو گیا ہو اور عاقل بعوض مجنون کے قتل کیا جائے گا اور مجنون بعوض عاقل کے قتل نہ کیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ قاضی نے اگر قاتل کے قصاص کا حکم دیا پھر قبل اس کے کہ ولی مقتول کے سپرد کیا جائے قاتل مجنون ہو گیا تو استحسانا اُس پر قصاص نہ رہے گا اور دیت واجب ہو جائے گی یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر قاتل پر قصاص کا حکم ہو جائے اور ولی مقتول کے دیئے جانے کے بعد قاتل مجنون ہو گیا تو قتل کیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ عیون میں ہے کہ ایک شخص قتل کیا گیا اور اُس کا ایک ولی ہے پھر جب قاضی نے قصاص کا حکم دیا تو قاتل نے کہا کہ میرے پاس حجت ہے پھر وہ مجنون ہو گیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ قیاساً وہ قتل کیا جائے گا اور استحساناً اس سے دیت لی جائے گی یہ تارخانہ میں ہے۔ فتاویٰ صغریٰ میں ہے کہ جو شخص کبھی مجنون ہو جاتا ہے اور کبھی اس کو افاقہ ہو جاتا ہو اگر اُس نے حالت افاقہ میں کسی کو قتل کیا تو مثل صحیح سالم آدمی کے قصاص میں قتل کیا جائے گا پھر اگر وہ بعد قتل کرنے کے مجنون ہو گیا پس اگر جنون مطبق ہو جائے تو اس کے ذمہ سے قصاص ساقط ہو جائے گا اور اگر غیر مطبق ہو تو ساقط نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ منقہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو قتل کیا پھر وہ معتوہ ہو گیا اور اس پر گواہوں نے قتل کرنے کی گواہی دی مگر ایسی حالت میں کہ وہ معتوہ تھا تو میں استحساناً قصاص کا حکم نہ دوں گا بلکہ اس کے مال سے دیت دلاؤں گا یہ محیط میں ہے اور جس پر قصاص واجب ہو اگر وہ مر جائے تو قصاص ساقط ہو جائے گا یہ ہدایہ میں ہے اور

معلوم الخ اس واسطے کہ اس کا خون مباح نہیں ہے بخلاف اس کے اگر قید خانہ میں ایک قاتل ہو جس پر خون ثابت ہو گیا ہے اور کسی شخص نے وہاں جا کر اس کو قتل کیا تو قاتل پر کچھ نہیں ہے کیونکہ قاتل اول کا خون مباح ہو چکا تھا ۱۲

(۱) یعنی اس سے قصاص لیا جائے گا اس سے اختلاف نہیں ہے ۱۲

اگر فرزند نے والد یا والدہ یا سگے دادا و پردادا وغیرہ^(۱) یا سگی دادی پردادی وغیرہ یا سگے نانا و پرانا وغیرہ یا سگی نانی و پرانی وغیرہ کو قتل کیا تو قصاص میں قتل کیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ باپ نے اگر اپنے بیٹے کو قتل کیا تو قتل نہ کیا جائے گا اور سگے دادا و پردادا وغیرہ و سگے نانا و پرانا وغیرہ اس حکم میں بمنزلہ باپ کے ہیں اسی طرح اگر والدہ یا سگی دادی و پردادی وغیرہ و نانی و پرانی وغیرہ نے قتل کیا خواہ نزدیک کی ہو یا دور کی ہو یعنی نانی ہو یا پرانی ہو یا نگر نانی ہو اُس نے فرزند کو قتل کیا تو قتل نہ کی جائے گی کذا فی الکافی پھر آباء و اجداد پر جب انہوں نے فرزند کو عداً قتل کیا ہے ان کے مال سے تین سال میں دیت واجب ہوگی اور اگر والد نے خطا سے فرزند کو قتل کیا ہو تو اس کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اس پر کفارہ واجب ہوگا اور ہمارے نزدیک قتل عداً میں اُس پر کفارہ نہیں ہے اور اگر فرزند نے کسی شخص کے مملوک کو قتل کیا پھر اُس کو اس کے باپ نے عداً قتل کیا تو مولا کے مقتول کے واسطے اس پر قصاص نہ ہوگا یہ شرح مبسوط میں ہے۔ اور اگر وارثان مقتول میں قاتل کا بیٹا یا پوتا یا پروتا وغیرہ ہو تو قصاص باطل ہو جائے گا اور دیت واجب ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک ماں و باپ سے دو سگے بھائی ہیں اُن میں سے ایک نے عداً اپنے باپ کو اور دوسرے نے عداً اپنی ماں کو قتل کیا تو امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ دونوں میں سے کسی پر قصاص نہ ہوگا اور ہر ایک پر اُس کے مقتول کی دیت تین سال میں ادا کرنی واجب ہوگی بشرطیکہ مقتولین کے واسطے کوئی دوسرا وارث سوائے ان دونوں کے نہ ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کسی نے اپنے غلام یا مدبر یا مکاتب یا اپنے فرزند کے غلام کو قتل کیا تو اُس سے قصاص نہ لیا جائے گا اسی طرح اگر ایسے غلام کو قتل کیا جس کے تھوڑے حصہ کا مالک ہوا ہے تو بھی قصاص نہ ہوگا یہ ہدایہ میں ہے اور اگر غلام نے اپنے مولیٰ کو قتل کیا تو اُس سے قصاص لیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے غلام وقف کو قتل کیا تو قصاص واجب نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر ایسے شخص کے ساتھ جس پر قصاص نہیں ہے کوئی اجنبی شریک قتل کیا تو اس پر بھی قصاص واجب نہ ہوگا جیسے باپ و^(۲) اجنبی عداً قتل کرنے والا خطا سے قتل کرنے والا وغیرہ کبیر کذا فی التاتارخانیہ عن التہذیب اور جیسے اجنبی نے کسی شخص کے ساتھ اُس کی زوجہ کے قتل میں شرکت کی حالانکہ اُس کا اس عورت سے ایک فرزند ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر دو شخص ایک شخص کے قتل میں شریک ہوئے کہ ایک نے اس کو عصا سے مارا اور دوسرے نے دھاردار سے مارا تو دونوں میں سے کسی پر قصاص واجب نہ ہوگا اور دونوں پر آدھا آدھا مال دیت واجب ہوگا اور پھر ہر ایک پر جس قدر دیت لازم آئی ہے یعنی نصف دیت اُس کے حق میں وہ مثل منفرد کے قرار دیا جائے گا پس دھاردار سے قتل کرنے والے پر نصف دیت اُس کے مال سے واجب ہوگی اور عصا سے قتل کرنے والے پر نصف دیت اُس کی مددگار برادری پر لازم ہوگی یہ شرح مبسوط میں ہے۔ ہر متھون الدم کے قتل سے برابر قصاص واجب رہے گا بشرطیکہ اس کو عداً قتل کیا ہو یہ ہدایہ میں ہے۔ اور جب قصاص لیا جائے تو تلوار سے یا جوتلوار کے مثل ہے اس سے قصاص لیا جائے گا یہ کافی میں ہے۔

حتیٰ کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کو آگ سے جلادیا یا پانی میں غرق کر دیا تو اس کی گردن پر تلوار ماری^(۳) جائے گی اسی طرح اگر کسی شخص کا کوئی عضو کاٹ ڈالا جس سے وہ مر گیا تو پشت کی طرف سے اُس کی گردن پر تلوار مار کر قطع کی جائے گی اور اس کا عضو نہ کاٹا جائے گا اسی طرح اگر اُس کے سر پر زخم لگا کر کو پڑی تو زڈان اور وہ مر گیا تو تلوار سے اُس کی گردن قطع کر دی جائے گی یہ محیط سرخی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنا سر خود زخمی کیا پھر دوسرے نے اُس کا سر زخمی کیا پھر شیر نے اُس کو زخمی کیا پھر اُس کو سانپ نے کاٹا اور ان سب سے وہ مر گیا تو اجنبی پر جن سے اُس کے سر کو زخمی کیا ہے تہائی دیت واجب ہوگی یہ کافی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک جماعت کو قتل کیا اور اولیاء مقتولین حاضر ہوئے تو سب کی طرف سے وہ قتل کیا جائے گا اور ان لوگوں کو سوائے اُس کے کچھ استحقاق نہ

(۱) وغیرہ سے یہ مراد کہ اسی قیاس پر چاہئے جتنے اونچے درجے کا ہو ۱۲ (۲) فرزند کے قتل میں ۱۲ (۳) یعنی جلایا و غرق نہ کیا جائے گا ۱۲

ہوگا اور اگر ایک ولی حاضر ہو تو اس کے قصاص میں قتل کیا جائے گا اور باقیوں کا حق ساقط ہو جائے گا یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر ایک جماعت نے ایک شخص کو قتل کیا تو ایک کے قصاص میں یہ جماعت سب قتل کی جائے گی یہ کافی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو مردہ پتھر سے مارا پس اگر دھار کی طرف سے لگا اور وہ قتل ہو گیا تو قاتل قتل کیا جائے گا اور اگر ڈنڈی سے چوٹ لگی تو قاتل پر دیت واجب ہوگی اور مؤلفؒ نے فرمایا کہ یہ اُس وقت ہے کہ جب دھار کی تیزی کی طرف سے لگا ہو اور قتل کیا ہو اور اگر دھار کی پشت کی طرف سے لگا تو صاحبینؒ کے نزدیک قصاص واجب ہوگا اور یہی امام اعظمؒ سے بھی مروی ہے اور امام اعظمؒ سے ایک روایت میں یہ ہے کہ قصاص جب واجب ہوگا کہ جب جرح سے زخم آیا ہو اور یہی اصح ہے اسی طرح ترازو کے بانٹوں سے جو پتھر کے ہوں مارنے میں یہی حکم ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو مجروح کیا اور وہ برابر ہو کر زخمی چار پائی پر پڑا رہا یہاں تک کہ آزاد ہو گیا تو اس پر قصاص واجب ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اگر کسی شخص کو مانند سوئی وغیرہ کے کسی چیز سے عمد زخمی کیا اور وہ مر گیا تو اس میں قصاص نہیں ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر مانند سوجا وغیرہ کے کسی چیز سے زخمی کر کے مار ڈالا تو قصاص لازم ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ اگر ایسی جگہ سوئی گزری جہاں سے آدمی قتل ہو جاتا ہے تو قاتل پر قصاص ہوگا ورنہ نہیں یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ اور اگر کسی شخص کو دانتوں سے کاٹ کھایا یہاں تک کہ وہ مر گیا تو اجناس میں ہے کہ جس آلہ سے بہائم حلال ہو جاتے ہیں اگر ایسے آلہ سے آدمی کو مار ڈالا تو قصاص لازم ہوگا اور جو ایسا نہ ہو اس سے قصاص نہ ہوگا یعنی دانتوں سے کاٹ کھانے سے قصاص واجب نہ ہوگا اور اگر کسی شخص کو پے در پے مارے کوڑے مارے یہاں تک کہ وہ مر گیا تو قصاص واجب نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے چھوٹے عصا سے اگر پے در پے مارا یہاں تک کہ وہ مر گیا تو ہمارے نزدیک قصاص واجب نہ ہوگا یہ شرح مبسوط میں ہے۔

اگر ایک شخص نے دوسرے کو سو کوڑے مارے اور وہ نوے کوڑوں سے چنگا بچ رہا اور دس کوڑوں سے مر گیا تو اس پر ایک ہی دیت واجب ہوگی اور نوے کوڑوں کے واسطے اُس پر کچھ واجب نہ ہوگا اور جو جراحت بھر آئی اور اُس کا اثر زائل ہو گیا اُس کی بابت ظاہر حکم یہ ہے کہ اس میں کچھ واجب نہ ہوگا اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے حکومت عدل واجب کی ہے اور امام محمدؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے طیب کی اجرت اور دواؤں کے دام واجب کئے ہیں اور مشائخؒ نے فرمایا کہ یہ ایسی صورت پر محمول ہے کہ جب وہ نوے کوڑوں سے اچھا ہو گیا اور اُس کا اثر بالکل زائل ہو گیا اور اگر اُس کا اثر کچھ باقی رہا تو نوے کوڑوں کے واسطے حکومت عدل ہوگی اور قتل کے واسطے دیت واجب ہوگی اور اگر ایک شخص کو سو کوڑے مارے اور زخمی کیا اور مجروح اچھا ہو گیا مگر اثر باقی رہا تو حکومت عدل بوجہ باقی رہنے کے واجب ہوگی یہ کافی میں ہے۔ اگر کسی شخص کا گلا گھونٹ کر مار ڈالا تو قصاص میں قتل کیا جائے گا لیکن اگر قاتل اس فعل میں معروف ہو کہ اس نے ایک سے زیادہ بہتوں کے گلے گھونٹے ہوں تو براہ سیاست قتل کیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ پھر اگر اُس نے اس فعل سے توبہ کر لی پس اگر امام کے قابو میں آنے سے پہلے توبہ کی تو اُس کی توبہ قبول کی جائے گی اور اگر امام کے قابو میں آنے کے بعد اُس نے توبہ کی تو اس کی توبہ قبول نہ کی جائے گی اور یہ حکم ایسا ہی ہے جیسا ساحر کے حق میں ہے کہ جب اُس نے توبہ کی تو اُس کے حق میں یہی تفصیل ہے اور شیخ الاسلام نے شرح زیادات و اصل میں ذکر فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے آدمی کو پانی میں غرق کر دیا اگر پانی اس قدر قلیل ہو کہ غالباً اس قدر پانی میں آدمی نہیں مر جاتا ہے اور اکثر اس میں سے تیر کر نجات پاسکتا ہے مگر وہ شخص مر گیا تو قاتل پر قصاص واجب نہ ہوگا اور یہ بالاتفاق خطا مشابہ عمد ہے اور اگر پانی بہت ہو پس اگر ایسی حالت ہو کہ پیر کر اس سے نجات ممکن ہو مثلاً جس کو پانی میں ڈالا ہے وہ بندھا ہوا نہ ہو اور نہ اُس کو گرانا رہا ہو اور وہ تیرنا اچھی طرح سے جانتا ہو تو بھی مر

یعنی رہا کیا جائے گا اور اصل قبولیت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے ۱۲ منہ

جانے کی صورت میں شبہ عمدہ ہے قصاص نہ ہوگا اور اگر ایسی حالت ہو کہ نجات ممکن نہ معلوم ہوتی ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک وہ شبہ عمدہ ہے قصاص نہ ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک یہ محض عمدہ ہی قصاص واجب ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص کو پکڑ کر اُس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر کے اس کو دریا میں ڈال دیا اور وہ نیچے بیٹھ گیا اور مر گیا پھر وہ اُتر آیا تو قصاص نہ ہوگا اور قاتل پر دیت واجب ہوگی مگر دیات مغلط ہوگی اور اگر کسی کو سمندر یا فرات میں برابر غوطہ دیتا رہا یہاں تک کہ وہ اس صدمہ سے مر گیا تو بھی یہی حکم ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو سمندر یا فرات و درجہ میں کشتی پر سے دھکیل دیا اور وہ تیرنا نہ جانتا تھا پس تہ میں بیٹھ گیا اور مر گیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک قصاص واجب نہ ہوگا اور قاتل پر دیت واجب ہوگی اور اگر ایک ساعبت اُتر آیا اور تیرا پھر غرق ہو کر مر گیا تو امام اعظمؒ نے کہا کہ گرانے والے پر دیت و قصاص کچھ واجب نہ ہوگا اسی طرح جو شخص اچھی طرح تیرنا جانتا ہے اور اس نے گرتے ہی تیرنا شروع کیا تاکہ کنارے لگ جائے اور بچ جائے مگر تھک کر ڈوب گیا اور مر گیا تو بھی قصاص و دیت کچھ واجب نہ ہوگی اور اگر دریا میں گرانے کے بعد اُس کا حال کچھ معلوم نہ ہوا کہ مر گیا یا نکل گیا اور اُس کا کچھ پتہ نہ لگا تو گرانے والے پر کچھ واجب نہ ہوگا یہاں تک کہ یہ معلوم ہو جائے کہ وہ مر گیا ہے اور اگر وہ دو یا تین دفعہ اُچھلا اور ڈوبا اور اس میں جان باقی تھی پھر معلوم نہ ہوا کہ اُس کا کیا حال گذرا اور کہیں وہ پایا نہ گیا تو گرانے والے پر کچھ واجب نہ ہوگا یہ ظہیر یہ میں ہے۔

اگر ایک شخص کو چھت یا پہاڑ سے نیچے گرا دیا یا کنوئیں میں ڈال دیا تو بنا بر قول امام اعظمؒ رحمۃ اللہ علیہ کے یہ خطائے عمدہ ہے ☆

امام محمدؒ نے جامع صغیر میں فرمایا کہ اگر کسی شخص نے تنور گرم کر کے اُس میں کسی آدمی کو ڈال دیا یا ایسی آگ میں ڈال دیا جس میں سے وہ نکل نہیں سکتا ہے اور آگ نے اس کو جلا دیا تو قصاص واجب نہ ہوگا اور موضوع مسئلہ اس امر پر اشارہ کرتا ہے کہ تنور کا گرم ہونا کافی ہے اگر چہ اس میں آگ نہ ہو اور بقالی نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا کہ یہی صحیح ہے یہ محیط میں ہے اور اگر اس کو آگ میں ڈالا پھر اُس کو نکال لیا اور اُس میں قدرے جان باقی تھی پھر وہ چند روز چار پانی پر زندہ پڑا رہا آخر کار مر گیا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر وہ آتا جاتا ہو پھر مر گیا تو قصاص واجب نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر ایک شخص کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اُس کے واسطے ایک دیگ میں پانی گرم کیا حتیٰ کہ پانی جب مثل آگ کے گرم ہو گیا تو اُس کو پانی میں ڈال دیا پس ڈالتے ہی اُس کے بدن کی کھال اُتر گئی اور مر گیا تو اُس کے عوض قتل کیا جائے گا اور اگر پانی نہایت گرم ہو مگر جوش شدید اس میں نہ ہو اور اس میں اُس کو ڈال دیا پھر تھوڑی دیر تک رہنے کے بعد وہ مر گیا حالانکہ اُس کے جسم پر چھالے پڑ گئے تھے یا وہ پانی میں اُبل گیا تھا تو قاتل اُس کے قصاص میں قتل کیا جائے گا ورنہ قتل نہ کیا جائے گا اور اگر ان صورتوں میں ڈالنے والے نے اُس کو دیگ میں سے نکال لیا حالانکہ اُس کا پوست اُتر گیا اور اُسی وقت یا اسی روز مر گیا یا کئی روز زندہ رہا مگر اُس پر اُس صدمہ کی وجہ سے مرجانے کا خوف رہا اور وہ مر گیا تو قاتل قتل کیا جائے گا اور اگر وہ کچھ اچھا ہو کر آنے جانے لگا پھر اُسی صدمہ سے مر گیا تو قاتل قتل کیا جائے گا بلکہ اُس پر دیت واجب ہوگی اور یہ قیاس قول امام اعظمؒ ہے۔ اور اگر ایک شخص کو سخت جاڑے میں سرد پانی میں ڈال دیا اور وہ اُسی وقت ٹھٹھ کر مر گیا تو قاتل پر دیت واجب ہوگی اسی طرح اگر اُس کو ننگا کر کے سخت سردی کے دن چھت پر لٹایا اور برابر اسی طرح رکھا یہاں تک کہ وہ سردی سے مر گیا تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر اُس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر برف میں ڈال دیا تو بھی یہی حکم ہے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ پاؤں باندھ کر دھوپ میں سورج کے سامنے ڈال دیا اور نہ کھولا یہاں تک کہ وہ حرارت آفتاب سے مر گیا تو قاتل پر دیت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ اور اگر ایک شخص کو چھت یا پہاڑ سے نیچے گرا دیا یا کنوئیں میں ڈال دیا تو بنا بر قول امام اعظمؒ کے یہ خطائے عمدہ

ورنہ یعنی اگر اس قدر گرم نہ ہو کہ چھالے پڑے اور اُبل گیا ۱۲

ہے اور صاحبین کے قول کے موافق اگر ایسی جگہ ہو جس سے غالباً نجات کی امید ہو تو خطاء عمد ہے اور اگر اُس سے نجات کی امید نہ ہو تو یہ محض عمد ہے اُس میں صاحبین کے نزدیک قصاص واجب ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص کو زہر پلایا اور وہ اس کے پینے سے مر گیا پس اگر زبردستی اُس کے منہ میں ڈال کر نگلایا ہے یا پہلے اُس کو دے کر پھر اُس کے پینے پر اُس کو مجبور کیا ہے یہاں تک کہ اُس نے پی لیا یا بغیر اکراہ کرنے کے اُس کو دے دیا ہے پس اگر زبردستی نگلایا ہے یا دے کر اس کے پینے پر مجبور کیا ہے تو مجبور کرنے والے پر قصاص نہ ہوگا لیکن اُس کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اگر اُس کو دے دیا اور بدون اکراہ کرنے کے اُس نے پی لیا تو دینے والے پر نہ قصاص اور نہ دیت ہوگی خواہ پینے والا جانتا ہو کہ یہ زہر ہے یا نہ جانتا ہو یہ ذخیرہ میں ہے اور جس نے زہر پلایا ہے وہ مقتول کا وارث ہو سکتا ہے اور اسی طرح اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو یہ کھانا کھالے کہ یہ پاکیزہ ہے۔ پس اُس نے کھالیا لیکن وہ زہر ملا ہوا تھا پس کھانے والا مر گیا تو کہنے والا ضامن نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو پکڑ کر بیڑیاں ڈال کے ایک کوٹھری میں قید کیا یہاں تک کہ وہ بھوک سے مر گیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ میں ایسے شخص کو سزا دے کر دردناک کروں گا اور میت کی دیت اُس کی مددگار برادری پر واجب ہوگی مگر امام اعظمؒ نے فرمایا کہ قید کرنے والے پر کچھ نہ ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے اور اگر کسی شخص کو زندہ پکڑ کر قبر میں دفن کر دیا اور وہ مر گیا تو دفن کرنے والا قصاص میں قتل کیا جائے گا اور یہ امام اعظمؒ کا قول ہے مگر فتویٰ اس بات پر ہے کہ اُس کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی یہ ظہیر یہ میں ہے۔ ایک شخص سوتے ہوئے یا نابالغ یا ایسے شخص کو جو معتوہ ہو گیا ہے اپنی کوٹھری میں لے گیا پھر کوٹھری اُس پر گر پڑی تو نابالغ اور معتوہ کی صورت میں ضامن ہوگا اور سوتے ہوئے کی صورت میں ضامن نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے جنایات المقتنی میں ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ امام اعظمؒ فرماتے تھے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ایک درندہ کے آگے ڈال دیا اور درندہ نے اُس کو ہلاک کیا تو ایسا کرنے والے پر قصاص اور دیت کچھ نہ ہوگی لیکن اُس کو سزا دی جائے گی اور مارا اور قید کیا جائے گا یہاں تک کہ توبہ کر لے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ میں شرع کے موافق یہ سمجھتا ہوں کہ برابر قید رکھا اور یہاں تک کہ مر جائے کذا فی المحیط۔

☆ فصل

اگر ایک شخص نے دوسرے کو ایک کوٹھری میں داخل کیا اور اُس کے ساتھ ایک درندہ جانور بھی داخل کیا اور کوٹھری کا دروازہ بند کر دیا پھر درندہ نے اُس آدمی کو مار ڈالا تو بند کرنے والا قصاص میں قتل نہ کیا جائے گا اور اُس پر کچھ واجب نہ ہوگا اسی طرح اگر اُس شخص کو سانپ یا بچھو نے کاٹا تو بھی کچھ نہ ہوگا خواہ سانپ یا بچھو کو اُس آدمی کے ساتھ کوٹھری میں داخل کر دیا ہو یا یہ دونوں کوٹھری (۱) میں پہلے سے موجود ہوں اور اگر اُس نے ایسا فعل کسی نابالغ لڑکے کے ساتھ کیا تو اس پر دیت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا پیٹ پھاڑ کر اُس کی آنتیں نکال دیں پھر ایک شخص نے اُس کی گردن پر تلوار ماری تو قاتل وہی ہے جس نے گردن ماری پس اگر اُس نے عمدہ ایسا کیا ہو تو قصاص لیا جائے گا اور اگر خطاء ایسا کیا ہو تو دیت واجب ہوگی اور جس شخص نے پیٹ پھاڑا ہے اُس پر تہائی دیت واجب ہوگی اور اگر اُس کے پھاڑنے کا شگاف دوسری جانب کو اٹھ گیا ہو تو دو تہائی واجب ہوگی اور یہ اُس صورت میں ہے کہ جب پیٹ پھاڑنے کے بعد وہ شخص پورے دن بھر یا دن سے کم زندہ رہ سکتا ہے اور اگر زندہ نہ رہ سکتا ہو اور ایسے زخم کے باوجود اُس کے جینے کا وہم نہ ہو اور سوائے موت کے اضطراب کے اُس میں کچھ باقی نہ رہا ہو تو قاتل وہی ہوگا جس نے پیٹ پھاڑا ہے پس اگر عمدہ ہو تو قصاص لیا جائے گا اور اگر خطاء ہو تو دیت واجب ہوگی اور جس نے گردن ماری تھی اُس کو سزا دی جائے گی اسی

۱۔ وارث کیونکہ پینے والا خود خطا کار ہے اور جو کچھ کیا اُس نے اپنے آپ کیا ہے ۱۲ (۱) یعنی سانپ و بچھو ۱۳

طرح اگر ایک شخص نے دوسرے کو ایسا سخت مجروح کیا کہ اس زخم کے ساتھ اُس کی زندگی کا گمان نہ رہا پھر ایک شخص نے اُس کو دوسرے زخم سے مجروح کیا تو قاتل وہی پہلا ہے جس نے زخم کاری سے مجروح کیا ہے اور یہ اُس صورت میں ہے کہ دونوں زخم آگے پیچھے واقع ہوئے ہوں اور اگر دونوں ایک ساتھ واقع ہوئے ہوں تو دونوں قاتل ہوں گے اور اسی طرح اگر ایک نے دس زخم لگائے ہوں اور دوسرے نے ساتھ ہی ایک ہی زخم لگایا ہو تو بھی دونوں قاتل ہوں گے یہ خلاصہ میں ہے۔ منقہی میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کی گردن کاٹ ڈالی مگر ذرا سی حلقوم لگی رہ گئی اور ہنوز اُس میں روح باقی ہے کہ دوسرے نے اُس کو قتل کر ڈالا تو دوسرے پر قصاص واجب نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ میت ہے اور اگر ایسی حالت میں اُس کی روح نکلنے سے پہلے اُس کا بیٹا مر جائے تو بیٹا اس کا وارث ہوگا اور یہ اپنے بیٹے کا وارث نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ منقہی میں ہے کہ بشر بن الولید نے امام ابو یوسفؒ سے اور ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی کہ ایک شخص نے عہد دوسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر ہاتھ کٹے ہوئے نے کاٹنے والے کے بیٹے کو عہد اُقتل کر ڈالا پھر ہاتھ کٹا ہوا اسی زخم سے مر گیا تو ہاتھ کٹے ہوئے کے وارث کے واسطے ہاتھ کاٹنے والے پر قصاص واجب ہوگا اور یہی مسئلہ منقہی میں دوسرے مقام پر امام محمدؒ سے مروی ہے اور اُس میں قیاس و استحسان مذکور ہے یعنی فرمایا کہ قیاساً ہاتھ کاٹنے والے پر قصاص واجب ہوگا اور استحساناً قصاص واجب نہ ہوگا بلکہ اُس کے مال سے اُس پر دیت واجب ہوگی زید نے بکر کے بیٹے کو عہد اُقتل کیا پھر بکر نے خطا سے زید کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور زید اس زخم سے مر گیا تو بدلا ہو جائے گا اور زید کے وارث کے واسطے بکر پر دیت واجب نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ میں نے فلاں شخص کو تلوار مار کر قتل کیا ہے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ یہ خطا پر محمول کیا جائے گا جب تک یوں نہ کہے کہ عہد ایسا کیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر ایک شخص نے کہا کہ میں نے اپنی تلوار ماری پس فلاں شخص کو قتل کیا یا کہا کہ میں نے چھری بھوکی پس فلاں شخص کو قتل کیا یا کہا کہ میں نے اس مقتول کے سوا دوسرے کا قصد کیا تھا مگر چوک کر اُس کو زخم پہنچا ہے تو اس کے ذمہ سے قتل دور کیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ میں نے عہد افلاں شخص کو تلوار ماری اور میں یہ نہیں جانتا ہوں کہ وہ اسی زخم سے مرا ہے لیکن ہاں مر گیا ہے اور مقتول کے وارث نے کہا کہ تیری ضرب سے مرا ہے تو قاتل سے قصاص نہ لیا جائے گا اور اگر قاتل نے کہا کہ میری ضرب اور سانپ کے کاٹ کھانے سے یا دوسرے شخص کے لائچی مارنے سے مرا ہے اور وارث نے کہا کہ تیری ہی ضرب سے مرا ہے تو مارنے والے کا قول قبول ہوگا اور اُس پر آدھی دیت واجب ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر قاتل کو کسی اجنبی نے قتل کیا پس اگر قتل عہد ہو تو قصاص واجب ہوگا اور اگر قتل خطا ہو تو اجنبی کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی۔ اور اگر اجنبی کے قتل کرنے کے بعد وارث نے کہا کہ میں نے اجنبی کو قاتل کے قتل کرنے کا حکم دیا تھا حالانکہ اُس کے پاس اس بات کے گواہ نہیں ہیں تو اُس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی یہ محیط میں ہے ایک صف مسلمانوں کی اور ایک صف کافروں کی دونوں لڑائی میں باہم مل گئیں پس ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کو مشرک گمان کر کے قتل کیا تو اس پر قصاص نہ ہوگا مگر کفار اور دیت واجب ہوگی یہ صدر الشہید کی شرح جامع صغیر میں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ دیت جہی واجب ہوگی کہ جب دونوں باہم تخطط ہوں اور اگر مسلمان مقتول مشرکوں کی صف میں ہو تو ان کی جماعت کی تکثیر کرنے کی وجہ سے عصمت ساقط ہو کر دیت بھی واجب نہ ہوگی یہ ہدایہ میں ہے اور اگر کسی نے مسلمانوں پر تلوار کھینچی تو اُس کا قتل کر دینا واجب ہے اور اُس کے قتل کر دینے سے کچھ نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر ایک شخص نے ایک مسلمان پر ہتھیار اٹھایا اور مسلمان نے اُس کو قتل کر ڈالا یا مسلمان کے سوا دوسرے نے مسلمان سے ضرر دور کرنے کے

۱۔ بشر بن الولید الکندی شاکر ابو یوسفؒ اور حدیث میں شاگرد مالک و عبد الرحمن الغیل اور ان سے ابو یعلیٰ الموصلی و بغوی وغیرہ نے حدیث کی ہے دار قطنی نے کہا کہ وہ شیعہ ہے ۱۲ میزان وغیرہ

واسطے اُس کو قتل کر ڈالا تو اس کے قتل سے کچھ لازم نہ ہوگا خواہ رات میں ایسا واقعہ ہوا ہو یا دن میں خواہ شہر میں ہو یا شہر سے باہر ہو یہ تمیز میں ہے۔ اگر رات میں شہر کے اندر یا دن میں شہر کے باہر ایک شخص نے مسلمان پر لٹھی اٹھائی پھر مسلمان نے اُس لٹھی اٹھانے والے کو عداً قتل کر ڈالا تو اس پر کچھ نہ ہوگا اور اگر شہر کے اندرون میں اُس نے لٹھی اٹھائی اور جس پر اٹھائی تھی اس نے اٹھانے والے کو عداً قتل کر دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک قاتل سے قصاص لیا جائے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک اُس پر قصاص نہ ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر مجنون نے غیر مجنون پر ہتھیار اٹھایا اور غیر مجنون نے اُس کو عداً قتل کر دیا تو قاتل پر اپنے مال سے دیت واجب ہوگی اور نابالغ اور ہویائے کی صورت کا بھی یہی حکم ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے پر ہتھیار اٹھا کر ایک ہاتھ مارا پھر منہ پھیر کر چلا پھر اس زخمی نے اس مارنے والے کو ضرب کاری سے قتل کیا تو قاتل پر قصاص واجب ہوگا مگر یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ پہلے شخص نے ایک زخم لگا کر اس طرح منہ پھیرا ہو کہ دوبارہ مارنے کا قصد نہ رکھتا ہو یہ کافی میں ہے۔ اگر شہر میں ایک شخص نے دوسرے پر ہتھیار اٹھا کر ایک ہاتھ مارا پھر مارنے والے کو زخمی کے سوا دوسرے نے قتل کر ڈالا تو قاتل پر قصاص واجب ہوگا اور اُس کے معنی یہ ہیں کہ ہتھیار اٹھانے والے نے ایک ہاتھ مار کر منہ پھیر لیا تھا دوبارہ مارنے کا قصد نہ تھا یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ اگر ایک شخص کے یہاں راف میں دوسرا شخص گیا اور چرانے کے واسطے مال نکالا پھر مالک نے اُس کا پیچھا کر کے اُس کو قتل کیا تو اس پر کچھ نہ ہوگا اور اس مسئلہ کی تاویل یہ ہے کہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب بدون قتل کئے اپنا مال واپس نہ لے سکتا ہو کذا فی الہدایہ اور اگر ایسا ہو کہ اگر وہ چپختے تو چور اُس کا مال چھوڑ کر بھاگ جائے گا مگر اُس نے ایسا نہ کیا بلکہ اس کو قتل کر ڈالا تو قاتل پر قصاص واجب ہوگا یہ معنی شرح ہدایہ میں ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ☆

قصاص حاصل کرنے والوں کے بیان میں

باپ کو اختیار ہے کہ اپنے نابالغ بیٹے کا مال تلف کرنے یا جان تلف کرنے سے کم کا قصاص لے اور ہر شخص جو اللہ تعالیٰ کے فیاض کے موافق مستحق میراث ہے وہ قصاص کا مستحق ہوتا ہے پس اس میں شوہر اور بیوی بھی داخل ہیں اور دیت کا بھی یہی حکم ہے اور جب وارث لوگ بالغ ہوں تو جب تک سب وارث متفق نہ ہوں تب تک بعض وارثوں کو یہ اختیار حاصل نہ ہوگا کہ قصاص لیں اور سب وارثوں یا کسی وارث کو یہ اختیار نہیں ہے کہ قصاص حاصل کرنے کے واسطے کسی شخص کو وکیل کر لے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ مستحق قصاص اصل میں مقتول ہوتا ہے پھر اُس کا وارث اس کا قائم مقام ہو جاتا ہے یہ ہدایہ میں ہے۔

اگر معتوہ کا ولی قتل کیا گیا تو اُس کے باپ کو دونوں باتوں (قصاص و صلح) کا اختیار ہے۔

اگر ایک شخص عداً قتل کیا گیا اور اس کا ایک ہی وارث ہو تو اس کو جائز ہے کہ قاتل کو قصاص میں قتل کر ڈالے خواہ قاضی نے اس کا حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو اور تلوار سے قتل کر لے اور اگر دن جدا کر دے اور اگر اُس نے سوا تلوار کے دوسری چیز سے قتل کرنا چاہا تو اس سے منع کیا جائے گا اور اگر اُس نے ایسا کیا تو تعزیر دی جائے گی لیکن اُس پر ضمان واجب نہ ہوگی اور چاہے جس طرح سے قتل کرے ہر صورت اپنا حق بھر پانے والا ہو جائے گا یہ محیط میں ہے۔ اگر معتوہ کا ولی قتل کیا گیا تو اُس کے باپ کو اختیار ہے کہ قاتل کو قصاصاً قتل کرے یا اُس سے صلح کر لے مگر یہ اختیار نہیں ہے کہ اُس کو معاف کر دے اسی طرح عداً اگر معتوہ کا ہاتھ کاٹا گیا تب بھی یہی حکم ہے اور باپ کا وصی ان سب صورتوں میں بمنزلہ باپ کے ہے لیکن وہ قتل نہیں کر سکتا اور اس حکم مطلق کی بحث میں جان سے صلح کرنا اور کسی عضو قصاص حاصل کرنا بھی مندرج ہے اور نابالغ لڑکا اس حکم میں بمنزلہ معتوہ کے ہے اور قاضی صحیح مذہب کے موافق بمنزلہ (باپ کے

ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اس بات پر اجماع ہے کہ جب قصاص کا پورا استحقاق نابالغ کے واسطے ہو تو برادر بالغ کو اُس کے حاصل کرنے کا اختیار نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر استحقاق قصاص بالغ اور نابالغ کے درمیان مشترک ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک بالغ کو اُس کے حاصل کرنے کا اختیار ہوگا اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ بالغ کو یہ اختیار نہیں ہے الا اُس صورت میں کہ یہ بالغ اس نابالغ کا باپ ہو تو حاصل کر سکتا ہے اسی طرح اگر بالغ کا شریک کوئی معتوہ یا مجنون ہو اور اُس کا بھائی ہو تو بھی یہی اختلاف ہے اور اسی طرح امام اعظمؒ کے نزدیک بالغ کے ساتھ سلطان کا قصاص حاصل کرنے کا اختیار ہے اور صاحبینؒ نے اس میں اختلاف کیا ہے اور اگر سب وارث نابالغ ہوں تو بعض نے فرمایا کہ قصاص حاصل کرنے کا استحقاق سلطان کو ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ وارثوں یا کسی وارث کے بالغ ہونے تک انتظار کیا جائے گا یہ محیط سرحی میں ہے۔ اگر ایک شخص قتل کیا گیا اور اُس کا کوئی ولی نہیں ہے تو سلطان کو اور نیز قاضی کو اُس کا قصاص لینے کا اختیار ہے یہ شرح مختار میں ہے۔ اگر کوئی غلام عداً قتل کیا گیا تو اُس کے قصاص کا استحقاق اُس کے مالک کو ہے اور مدبر اور مدبرہ و ام ولد اور اُس کا بچہ بمنزلہ غلام کے ہیں یہ محیط سرحی میں ہے۔ ایک شخص کے دو غلام ہیں اُن میں سے ایک نے دوسرے کو عداً قتل کیا تو مولیٰ کو اختیار ہے کہ قاتل سے مقتول کا قصاص لے یہ محیط میں ہے۔ اور مبسوط میں لکھا ہے کہ اگر بالغ اور نابالغ کا مشترک غلام قتل کیا گیا تو بالا جماع نابالغ کے بالغ ہونے سے پہلے بالغ کو اُس کا قصاص لے لینے کا اختیار نہیں ہے یہ عین شرح ہدایہ میں ہے اگر ایک غلام دو یا تین آدمیوں میں مشترک ہو تو اُس کے قصاص کا استحقاق ان سب کو متفق ہو کر حاصل ہو سکتا ہے تنہا کسی ایک کو نہ ملے گا اور اگر ان میں سے کسی ایک نے عفو کیا تو باقیوں کا حق مال سے متعلق ہو کر غلام کی قیمت کی طرف منقلب ہوگا جیسا کہ آزاد کی صورت میں دیت کی طرف منقلب ہوتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص نے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر اُس کے مالک نے اُس کو آزاد کر دیا پھر وہ اس زخم سے مر گیا پس اگر مولیٰ کے سوا اُس کا کوئی وارث نہ ہو تو مولیٰ کو اختیار ہوگا کہ اُس کے قاتل کو قصاصاً قتل کرے اور اگر سوائے مولیٰ کے کوئی اور اُس کا وارث ہو تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قاتل پر قصاص نہ ہوگا کذا فی الکافی۔ اور نوادر ہشام میں ابو یوسفؒ سے اس طرح مروی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو قتل کیا پھر ایک شخص نے آ کر دعویٰ کیا کہ یہ میرا غلام ہے اور گواہ قائم کئے مگر گواہوں نے یہ گواہی دی کہ یہ مدعی کا غلام تھا لیکن مدعی نے اُس کو آزاد کر دیا اور وہ مقتول ہونے کے روز آزاد تھا پس اگر کوئی اُس کا وارث ہو تو قتل عداً کی صورت میں اُس کے وارث کے واسطے استحقاق قصاص کا حکم دوں گا اور خطا کی صورت میں دیت کا حکم دوں گا اور اگر کوئی اُس کا وارث نہ ہو تو قتل خطا اور قتل عداً دونوں صورتوں میں اُس کے مولیٰ کو اُس کی قیمت ملے گی یہ محیط میں ہے۔

اگر مکاتب قتل کیا گیا اور سوائے مولیٰ کے اُس کا کوئی وارث نہیں ہے اور اُس نے ادائے کتابت کے واسطے کافی مال چھوڑا تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اُس کے مولیٰ کو قصاص ملے گا اور اگر اُس نے وفائے کتابت کے لائق مال چھوڑا اور سوائے مولیٰ کے اُس کا کوئی وارث دوسرا ہے تو قصاص نہ ہوگا اگر چہ وہ مولیٰ کے ساتھ اتفاق کریں اور اگر اُس نے وفائے کتابت کے لائق مال نہ چھوڑا اور اُس کے آزاد وارث موجود ہیں تو سب اماموں کے نزدیک بالاتفاق مولیٰ کے واسطے قصاص کا استحقاق ہوگا یہ ہدایہ میں ہے اور اگر ایسا غلام جس کا تھوڑا حصہ آزاد ہو چکا ہے باقی کی اداسے عاجز ہونے کی حالت میں قتل کیا گیا تو متفقہ میں لکھا ہے کہ قصاص واجب نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر مکاتب نے اپنے غلام کو قتل کیا تو قصاص نہیں ہے اور اگر اپنے مکاتب کے غلام کو قتل کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر اُس کے بیٹے کو عداً قتل کیا تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر غلام ماذون عداً قتل کیا گیا اور اس پر

تو اس کا بچہ یعنی ام ولد کا وہ بچہ جو مولیٰ کے سوا اس کے کسی شہر سے ہو ۱۲

قرضہ ہے تو قصاص نہ ہوگا اگرچہ مولیٰ اور اس کے قرض خواہ لوگ قصاص لینے پر اتفاق کریں یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر غلام مرہون قتل کیا گیا تو جب تک راہن و مرتہن دونوں قصاص لینے پر اتفاق نہ کریں تب تک قصاص واجب نہ ہوگا یہ ہدایہ میں ہے اور اگر راہن و مرتہن نے اتفاق کیا تو قصاص حاصل کرنے کا استحقاق راہن کو ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر اجارہ کا غلام قتل کیا گیا تو موجر کے واسطے استحقاق قصاص حاصل ہوگا یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اگر غلام بیع مشتری کے قبضہ سے پہلے قتل کیا گیا تو مشتری کو بیع پورا کرنے اور بیع رد کرنے میں اختیار ہوگا پس اگر اُس نے بیع کو پورا کیا تو اُس کو قصاص لینے کا اختیار ہوگا لیکن بائع کو ثمن ادا کرنے کے بعد اُس کو قصاص بھر پانے کا اختیار ہوگا یہ محیط کی فصل آٹھ میں ہے۔ اور اگر مشتری بیع توڑ دے تو بائع کو اختیار ہوگا اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر مشتری نے بیع کو پورا کیا تو یہی حکم ہے اور اگر فسخ کیا تو بائع کو قصاص نہ ملے گا بلکہ اُس کے واسطے قاتل پر قیمت واجب ہوگی اور امام محمدؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں قیمت واجب ہوگی یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر مشتری کے پاس بیع قتل ہوا اور خیار اُسی کا ہے تو قصاص کا استحقاق اُسی کو ہوگا خواہ بائع نے ثمن پر قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر خیار بائع کا ہو تو قاتل کا پیچھا کر کے چاہے اُس کو قتل کرے یا چاہے مشتری سے اُس کی قیمت تاوان لے یہ محیط سرخسی میں ہے اور جب مشتری سے قیمت تاوان لے تو مشتری کو حق قصاص حاصل نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور جو غلام مہر قرار دیا گیا ہے اور ہنوز شوہر کے قبضہ میں ہے یا جو خلع کا عوض قرار دیا گیا ہے اور وہ ہنوز عورت کے قبضہ میں ہے یا جو بدل صلح قرار دیا گیا ہے اور ہنوز اُس پر قبضہ نہیں ہوا ہے اگر ایسا غلام قتل کیا گیا تو یہ بمنزلہ بیع کے ہے جب کہ بیع قبضہ سے پہلے قتل ہوئی ہے یعنی اگر مستحق نے قاتل کا پیچھا کرنا اختیار کیا تو اُس کی ملک پوری ہوگئی اور تمام ہوگئی پس اُس کے واسطے قصاص واجب ہوگا اور اگر اُس نے قیمت طلب کی تو غلام مذکور کی ملکیت فسخ ہوگئی پس دوسرے کے واسطے قصاص واجب ہوگا یہ ظہیر یہ میں ہے۔

غلام مغضوب اگر عدا غاصب کے قبضہ میں قتل کیا گیا تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے قاتل سے قصاص لے اور چاہے غاصب سے اپنے غلام کی قیمت تاوان لے پھر غاصب نے جو کچھ تاوان دیا ہے وہ قاتل سے واپس لے گا اور غاصب کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ قاتل کو قتل کرادے اور جو غلام کہ اُس کے رقبہ کے کسی کے نام وصیت کی گئی ہے اور دوسرے کے نام اُس کی خدمت کی وصیت کی گئی ہے اگر وہ عدا قتل کیا گیا تو اُس میں قصاص نہیں ہے الا اُس صورت میں کہ دونوں اتفاق کر لیں اور اتفاق کرنے کی صورت میں جس کے واسطے رقبہ کی وصیت کی گئی ہے وہ قصاص کو حاصل کر لے گا اور اگر خدمت کا مستحق قصاص پر راضی نہ ہو تو قاتل پر قیمت واجب ہوگی اور اُس کے عوض دوسرا غلام خرید کیا جائے گا اور اُس کا حال مثل حال اول کے ہوگا یہ محیط کی فصل آٹھ میں ہے اور اگر اپنے غلام کی دوسرے کے نام وصیت کی اور موصیٰ لہ کے وصیت قبول کرنے سے پہلے وہ غلام عدا قتل کیا گیا اور موصیٰ مر گیا ہے اور اس نے وارث چھوڑا اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ غلام مذکور وصیت کرنے والے کی موت سے پہلے مرا ہے یا پیچھے مرا ہے تو ایک کے واسطے قصاص بھر پانے کا استحقاق نہ ہوگا اور اگر اس بات میں اتفاق کیا گیا کہ موصیٰ سے پہلے مرا ہے پھر غلام قتل کیا گیا ہے تو بھی دونوں میں سے ایک کے واسطے استحقاق استیفاء قصاص نہ ہوگا پھر اس کے بعد دیکھا جائے گا کہ اگر موصیٰ لہ نے وصیت قبول کی تو اس کو اختیار ہوگا کہ قاتل سے غلام مقتول کی قیمت لے لے اور اگر اُس نے وصیت رد کر دی تو اُس کی قیمت وارثان موصیٰ کو ملے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر دو شخصوں نے ایک شخص کو قتل کیا پھر مولیٰ نے دونوں میں سے ایک کو معاف کر دیا تو اُس کو اختیار رہے گا کہ دوسرے کو قتل کرے اسی طرح اگر ایک شخص نے دو شخصوں کو قتل کیا پھر ایک مقتول کے ولی نے قاتل کو معاف کیا تو دوسرے مقتول کے ولی کو قاتل کے قتل کرنے

۱۲ جس کے واسطے موصیٰ نے وصیت کی ۱۲ استیفاء ہمارے عرف میں اس کو بھر پائی بولتے ہیں ۱۲

کا اختیار ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

☆ بحر نہا باب

جان تلف کرنے سے کم میں قصاص لینے کے بیان میں

جان سے کم میں قصاص و بدلہ لینے میں مساوات معتبر ہے پس دایاں بائیں کے عوض قطع نہ کیا جائے گا اور بایاں وائیں کے عوض قطع نہ ہوگا اور نہ صحیح سالم ہاتھ بعوض مثل ہاتھ کے اور نہ عورت کا ہاتھ بعوض مرد کے ہاتھ کے اور نہ مرد کا ہاتھ بعوض عورت کے ہاتھ کے اور نہ آزاد کا ہاتھ بعوض غلام کے ہاتھ کے اور نہ غلام کا ہاتھ بعوض آزاد کے ہاتھ کے اور نہ غلام کا ہاتھ بعوض غلام کے ہاتھ کے قطع کیا جائے گا اس واسطے کہ غلام کے ہاتھ میں اُس کی نصف قیمت واجب ہوتی ہے اور قیمت باہم مختلف ہوتی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اعضاء کے قصاص میں مسلمان و ذمی کے درمیان قصاص واجب ہوتا ہے اسی طرح دو آزاد عورتوں کے درمیان و مسلمان عورت و کتابیہ عورت کے درمیان واجب ہوتا ہے اور نیز دو کتابیہ عورتوں کے درمیان واجب ہوتا ہے یہ جو ہرہ نیرہ میں ہے۔ بالوں میں بالکل قصاص نہیں ہوتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ سر یا بدن کی کھال اگر کچھ قطع کی جائے تو اس میں قصاص نہ ہوگا اور اسی طرح اگر دونوں گالوں و پیٹھ و پیٹ کے گوشت میں سے اگر کچھ قطع کیا جائے تو اس میں قصاص نہیں ہے اور ایسا ہی ٹھوڑھی میں بھی قصاص نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اور لطمہ و لکھہ و جادہ و دقہ میں قصاص نہیں ہوتا ہے یہ جو ہرہ نیرہ میں ہے اور ہڈی میں قصاص نہیں ہوتا ہے سوائے دانتوں کے یہ کافی میں ہے۔ اور ہر طرح جو مفصل سے ہو اس میں اسی موضع میں قصاص ہوگا اور جو قطع مفصل سے نہ ہو بلکہ ہڈی ٹوٹ جانے سے ہو اس میں ہمارے نزدیک قصاص نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔

☆ آنکھ میں مارا اور اندرونی زخم آیا تو قصاص سے قبل مضروب کی آنکھ کا مکمل جائز لیا جائے گا

اگر کسی نے دوسرے کی آنکھ میں مارا جس سے اُس کی روشنی جاتی رہی حالانکہ آنکھ کا ڈھیلا سلامت ہے تو اُس پر قصاص ہوگا بانیطو رکہ ایک آئینہ گرم کیا جائے گا اور وہ گرم آئینہ اُس کی آنکھ سے قریب کیا جائے گا اور اُس کی دوسری آنکھ پر پٹی باندی جائے گی اور اُس کے چہرے پر بھیگی ہوئی روئی رکھی جائے گی اور اُس کی آنکھ اس گرم آئینہ سے مقابل کی جائے گی پس اس کی روشنی جاتی رہے گی یہ کافی میں ہے۔ اور مشائخ نے روشنی جاتی رہنے کی پہچان میں گفتگو کی ہے محمد بن مقاتل رازی نے فرمایا کہ اُس کی آنکھ کھول کر سورج کے سامنے کی جائے پس اگر آنسو بھر آئیں تو سمجھنا چاہئے کہ روشنی باقی ہے اور اگر آنسو نہ بھریں تو سمجھنا چاہئے کہ روشنی جاتی رہی ہے۔ اور طحاوی نے ذکر کیا کہ اُس کے سامنے سانپ ڈالا جائے پس اگر سانپ سے بھاگے اور ڈرے تو معلوم ہوگا کہ روشنی باقی ہے اور محمد نے فرمایا کہ اہل بصارت کو دکھلایا جائے اور اگر یہ معلوم نہ ہو تو اُس میں دعویٰ و انکار کا اعتبار کیا جائے گا اور قسم کے ساتھ جنایت کرنے والی کا قول قبول ہوگا مگر قسم قطعی لی جائے گی یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اگر کرنی نے ذکر کیا کہ اگر آنکھ مقور ہو تو مخفف ہو جائے تو قصاص واجب نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کسی نے دوسرے کی آنکھ میں عدا مارا اور وہ سپید ہو گئی ایسی کہ اُس سے کچھ دکھلائی نہیں دیتا تھا تو عامہ علماء کے نزدیک قصاص واجب نہ ہوگا اور جس صورت میں قصاص واجب ہوتا ہے اُس صورت میں خواہ ہتھیار مارے یا انگلی وغیرہ کسی چیز سے مارے کچھ فرق نہیں ہے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ امام ابو حنیفہ و امام محمد نے فرمایا کہ حد قہ چشم کے قلع کرنے میں قصاص

۱۔ یعنی بیکار جیسے فاج زود وغیرہ کے ہو جائے ہیں ۱۲ لطمہ تھپڑ مارنا۔ لکھہ گھونسا مارنا جادہ یکسر الودود الانوعی مازخصی کزوں وقہ دھونہ دینا و مکا و گچا مارنا ۱۳ مقور کر دینا و یہ مخفف پست شدہ ۱۴

نہیں ہے۔ پس اگر کسی آدمی کا صدقہ چشم قلع کیا اور اُس نے کہا کہ میں اس بات پر راضی ہوتا ہوں کہ اس مجرم کی آنکھ حسف کر دی جائے اور اُس کا حدقہ چشم اکھاڑا نہ جائے میں اپنے حق سے کم ہی بدلے لوں گا تو منتهی میں ہے مذکور ہے کہ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اُس کو یہ اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کی دائیں آنکھ تلف کر دی اور مجرم کی بائیں آنکھ کا فی ہے اور اُس کی دائیں آنکھ درست ہے تو اُس کی دائیں آنکھ سے قصاص لیا جائے گا یعنی پھوڑ کر اندھا چھوڑ دیا جائے گا یہ ظہیر یہ میں ہے۔ امام حسن سے روایت ہے کہ اگر کسی شخص کی آنکھ پھوڑ دی گئی حالانکہ اُس کی آنکھ سے احوال تھی لیکن اس سے اُس کی بصارت میں کچھ ضرر تھا اور نہ کچھ نقصان تھا پس اُس کی آنکھ کو ایک شخص نے عدا پھوڑ ڈالا تو اُس سے قصاص لیا جائے گا اور اگر بھیڑ ابن سخت ہو کہ بصارت میں ضرر ہو وروہ پھوڑی گئی تو اُس میں حکومت عدل پر حکم ہوگا اور اگر ایک شخص کی آنکھ احوال زیادہ ہو کہ اُس کی آنکھ کی بصارت میں ضرر ہو اور اُس نے ایسی آنکھ پھوڑی جس میں بھیڑ اپن نہیں ہے تو جس پر ظلم ہوا ہے اُس کو اختیار ہوگا چاہے قصاص کے لئے اور ناقص بدلے پر راضی وہ جائے اور چاہے مجرم سے اُس کے مال سے نصف دیت تاوان لے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص کی دائیں آنکھ میں سپیدی ہو اور اُس نے ایک دوسرے شخص کی دائیں آنکھ ضائع کر دی تو اُس شخص کو اختیار ہوگا چاہے مجرم کی ناقص آنکھ سے قصاص لے جب کہ قصاص ممکن ہو سکتا ہو مثلاً کچھ دکھائی دیتا ہو اور چاہے اپنی آنکھ کی دیت لے لے اور اگر اُس کی آنکھ بالکل چربی پیدا ہو کہ اُس سے بالکل دکھائی نہ دیتا ہو تو اس میں بالکل قصاص نہ ہوگا اور اگر اُس نے ہنوز کچھ اختیار نہ کیا ہو یہاں تک کہ پھوڑنے والے کی دائیں آنکھ کسی شخص نے پھوڑ ڈالی تو اوّل کا حق جو اُس کی آنکھ سے متعلق تھا باطل ہو جائے گا اور اگر اُس شخص نے جس کی آنکھ پہلے پھوڑ گئی ہے دیت لینا اختیار کیا پھر ایک شخص اجنبی نے مجرم کی آنکھ پھوڑ ڈالی پس اگر اوّل شخص کا اختیار کرنا صحیح ہو تو آ نکھ کے حلق سے اُس کا حق منتقل ہو کر دیت کی طرف آ جائے گا اور عین مذکور فوت ہو جانے سے اُس کا حق باطل نہ ہوگا اور اگر اُس کا اختیار کرنا صحیح نہ ہو تو حق باطل ہو جائے گا اور اختیار صحیح ہونے کی بناء پر ہے کہ جنایت کرنے والا اُس کو اختیار دے ورنہ اگر اُس نے خود ہی یہ اختیار کیا تو اختیار صحیح نہ ہوگا۔ اور جس صورت میں اُس کا اختیار صحیح نہ ٹھہرے تو جب آنکھ کی سپیدی جاتی رہے تو اُس کو اختیار حاصل ہوگا کہ قصاص کی طرف رجوع کرے اور جس صورت میں اُس کا اختیار صحیح ہو گیا ہے اُس صورت میں رجوع بقصاص نہیں کر سکتا ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

نوادر ہشام میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص کی دائیں آنکھ سپید ہو اور اس نے دوسرے شخص کی دائیں آنکھ ضائع کر دی پھر اُس کی آنکھ سے سپیدی جاتی رہی تو جس پر جرم کیا ہے اُس کو اختیار ہوگا کہ مجرم سے قصاص لیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسری آنکھ میں مارا اور وہ اس ضرب سے سپید ہو گئی پھر سپیدی جاتی رہی تو مارنے والے پر کچھ نہ ہوگا لیکن یہ اُس وقت ہے کہ آنکھ کی بینائی ایسی ہی ہو جیسی تھی اور پہلے کی بہ نسبت کم آئی تو اُس میں حکومت عدل ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے اگر ایک شخص نے دوسرے کی آنکھ پر جس میں سپیدی ہے اور اُس سے نظر آتا ہے جنایت کی اور جنایت کرنے والے کی آنکھ میں بھی سپیدی ہے اور اس سے نظر آتا ہے تو دونوں میں قصاص نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کی آنکھ میں ایک ضرب لگائی جس سے ٹوٹی پٹی سپید ہو گئی یا اُس میں قرحہ پڑ گیا یا ریح یا سبل آ گئی یا اور کوئی ایسی چیز جو آنکھ کو خراب کرتی ہے پیدا ہو گئی اور اُس میں نقصان آ گیا تو اس کا قصاص نہ ہوگا بلکہ اُس میں حکومت عدل واجب ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ہارونی میں امام محمدؒ سے روایت

قرحہ زخم جس سے ریم وغیرہ جاری ہو ۱۲ سبل جالا جو پٹی آنکھ کو دکھاتا ہے ۱۲ یعنی دو عادل حکم بنائے جائیں جس قدر وہ

بزرگ کریں وہ دیا جائے ۱۲

ہے کہ اگر عورت کے پیٹ سے ولادت کے وقت فقط بچہ کا سر نکلا تھا اور ہنوز سر سے زیادہ کچھ نہیں نکلا تھا کہ اتنے میں ایک شخص نے آ کر اُس بچہ کی آنکھ پھوڑ دی تو اُس پر دیت قرار دوں گا اور آنکھ کا قصاص واجب نہ کروں گا جب تک کہ سر کے ساتھ آدھا دھڑ یا زیادہ برآمد نہ ہوا ہو یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک بچہ کی آنکھ ولادت کے وقت یا چند روز بعد پھوڑ ڈالی پس اگر کہا کہ اُس سے اُس اُس کو دکھلائی نہیں دیتا تھا یا کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ دکھلائی دیتا تھا یا نہیں تو اُسی کا قول قبول ہوگا اور اُس پر عادلوں کا تجویز کیا ہوا ارش واجب ہوگا اور اگر معلوم ہو جائے کہ اُس آنکھ سے اُس کو دکھلائی دیتا تھا مثلاً دو گواہ اُس آنکھ کے صحیح سالم ہونے کی گواہی دیں پس اگر اُس نے خطا سے ایسا کیا تو نصف دیت واجب ہوگی اور عدا ہو تو اُس پر قصاص^(۱) ہوگا یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اور بائیں آنکھ کا قصاص دائیں سے یا دائیں کا بائیں سے نہ لیا جائے گا اور اگر جنایت کرنے والی آنکھ بہ نسبت مظلوم کی آنکھ کے بڑی یا چھوٹی ہو تو یہ کچھ فرق نہیں ہے دونوں برابر ہیں اور قصاص لے لیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔ اگر پورا کان کاٹا گیا پس اگر عدا ہو تو اُس میں قصاص ہے اور اگر تھوڑا کاٹا گیا تو اُس میں بھی قصاص ہی بشرطیکہ اُس کی استطاعت ہو اور پہچانا جائے یہ کرنخی کی عبارت ہے اور امام ابو یوسف فرماتے تھے کہ کان میں مفصل ہے پس جب کان تھوڑا کاٹا جائے پس اگر معلوم ہو جائے کہ مفصل سے قطع کیا گیا ہے تو قصاص لیا جائے گا اور مفصل کی پہچان کا مرجع اہل بصارت ہیں پس اگر اہل بصارت نے کہا کہ کان کے واسطے مفصل ہیں اور اُس نے مفصل سے قطع کیا ہے تو اُسی مفصل سے مجرم سے قصاص لیا جائے گا اور اگر انہوں نے کہا کہ اُس کے مفصل نہیں ہے تو کاٹنے والے کے کان سے اس قدر کاٹ لیا جائے گا جس قدر اُس نے کاٹا ہے یہ ظہیر یہ میں ہے۔

اجناس میں لکھا ہے کہ اگر کاٹنے والے کے کان کا حلقہ چھوٹا ہو اور جس کا کان کاٹا ہو اُس کے کان کا حلقہ بڑا ہو تو مظلوم کو اختیار ہوگا چاہے نصف دیت لے لے اور چاہے اُس کی چھوٹائی کے انداز پر کاٹے اور اگر کان پھٹا ہوا شکاف دار ہو پس اگر یہی کان کاٹا گیا تو اُس میں حکومت عدل ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک شخص کا کان کھینچا اور اُس کی گرد یہ لٹوچ لی تو قصاص نہ ہوگا مگر مجرم پر اُس کے مال سے اُس کا ارش واجب ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر پورا حلقہ عدا کاٹ لیا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر تھوڑا کاٹا تو قصاص نہ ہوگا اور اگر ناک کا بانسا تھوڑا کاٹ لیا تو بالاتفاق قصاص نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ ہڈی ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور بعض مشائخ نے ارنہ بنی کے حق میں فرمایا کہ حکومت عدل ہوگی اور یہی صحیح ہے یہ خزائے مفتین میں ہے اور اگر کاٹنے والے کی ناک چھوٹی ہو تو جس کی ناک کاٹی ہے اُس کو اختیار ہوگا چاہے اُس کی ناک کاٹ لے یا اپنی ناک کا ارش لے لے یہ محیط میں ہے اور اگر ناک کاٹنے والا ختم ہو یعنی اُس کو بونہ معلوم ہوتی ہو یا خرم ہو یا کسی صدمہ پہنچے سے اُس کی ناک میں نقصان ہو تو ناک کٹے ہوئے کو اختیار ہوگا چاہے کاٹنے والے کی ناک کاٹنے یا اپنے ناک کی دیت لے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اور اگر ناک کی جڑ میں سے کچھ کاٹ لی گئی تو قصاص نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ ہڈی ہے مفصل نہیں ہے اور اگر بچہ کی ناک ہڈی کی جڑ سے کاٹی گئی تو کاٹنے والی پر قصاص واجب ہوگا خواہ وہ بویا ہو یا نہیں اور اگر اُس نے خطا سے ایسا کیا تو دیت واجب ہوگی اور اس سے مراد مارن^۲ جو حصہ نرم ہے وہ ہے جیسا کہ بالغ میں گذر ہے اس واسطے کہ بچہ کی ناک کی ہڈی اگرچہ مثل غضروف کے ہوتی ہے لیکن اس کا اعتبار نہیں ہے جیسا کہ اُس کی باقی ہڈیوں میں ہے یہ خزائے مفتین میں ہے۔ طحاوی نے اپنی شرح میں ہشام سے روایت کر کے ذکر کیا ہے کہ اگر کسی شخص کا ہونٹ اوپر کا یا نیچے کا کاٹا گیا پس اگر کاٹنے والے سے قصاص ممکن ہو تو اوپر کے عوض اوپر کے ہونٹ سے اور نیچے کے عوض نیچے سے قصاص لیا جائے گا اور قدوری میں

۱۔ یعنی کان کا نرمہ جس کو کچیا اور لو کہتے ہیں ۱۲ ۲۔ مارن زمرہ بنی یعنی ناک کا شروع حصہ جہاں تک نرم ہوتا ہے ۱۳ (۱) یعنی اُس کی آنکھ پھوڑی جائے گی

لکھا ہے کہ اگر پورا ہونٹ کاٹا گیا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر تھوڑا کاٹا گیا تو قصاص واجب نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور زبان کاٹنے میں قصاص نہیں ہے عدا ہو یا نہ ہو خواہ کل کاٹی ہو یا تھوڑی اور یہی فتویٰ کے واسطے مختار ہے یہ خزانۃ المفتیین و ظہیر یہ میں ہے۔ اور دانت میں قصاص ہے اگر چہ جس سے قصاص لیا جاتا ہے اُس کا دانت مظلوم کے دانت سے بڑا ہو اور سوائے دانت کے کسی ہڈی میں قصاص نہیں ہے یہ ہدایہ میں ہے

بڑھے دانت سے مراد عمومی مقدار سے زائد دانتوں کا ہونا ہے ☆

بڑھے دانت (۱) میں قصاص نہیں ہے ہاں حکومت عدل واجب ہوتی ہے یہ جو ہرہ نیرہ میں ہے۔ اور دانت کے قصاص لینے میں توڑنے والے اور جس کا دانت توڑا گیا ہے اُس کے دانت کی مقدار صغیر و کبیر کا اعتبار نہیں ہے بلکہ قصاص میں اسی قدر حصہ توڑا جائے گا جس قدر اس نے توڑا ہے یعنی نصف یا تہائی یا چوتھائی جس قدر توڑا ہے اُسی قدر دوسرے کا دانت توڑا جائے گا یہ وجہ کر دری میں ہدائیں کے عوض یا بایاں اور بائیں کے عوض دایاں نہ توڑا جائے گا اور اگلے دو دانت بعض اگلے دو دانتوں کے اور دانت بعض دانت کے اور ڈاڑھیں بعض ڈاڑھوں کے توڑی جائیں گی اور نیچے والے کے عوض اوپر والے یا اوپر والوں کے عوض نیچے والے نہ لیے جائیں گے یہ جو ہرہ نیرہ میں ہے۔ اگر ایک دانت میں سے آدھا یا تہائی یا چوتھائی مستوی توڑا ہو کہ اُس میں قصاص لیا جاسکتا ہے تو سوہان سے قصاص لیا جائے گا اور اگر اُس نے بطور مستوی نہ توڑا ہو کہ اُس میں قصاص لینا ممکن نہ ہو تو قصاص نہ لیا جائے گا بلکہ ارش واجب ہوگا یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اگر اُس نے اکھاڑ لیا تو اُس کا دانت اکھاڑا نہ جائے گا بلکہ سوہان سے دیت دیا جائے گا یہاں تک کہ گوشت تک پہنچ جائے اور اس سے زیادہ ساقط ہو جائے گا یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے اور اگر تھوڑا دانت پھر باقی سیاہ یا سرخ یا سبز پڑ گیا اور کسی طرح کا اُس میں توڑنے کی وجہ سے عیب آ گیا تو قصاص نہ ہوگا اور دیت واجب ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر مظلوم نے جس کا دانت توڑا گیا ہے یوں کہا کہ میں بقدر توڑے ہوئے کے قصاص لوں گا اور جس قدر سیاہ ہو گیا ہے اُس کا ترک کروں گا تو اُس کو یہ اختیار نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر ایک شخص کے دانت میں سے کسی قدر توڑا گیا تو ایک سال انتظار کیا جائے گا اگر سال پورا ہو جانے پر اُس میں تغیر نہ آیا تو توڑنے والے پر قصاص واجب ہوگا کہ اُس کا دانت سوہان سے ریتا جائے گا اور اُس کے واسطے ایک طبیب عالم تلاش کیا جائے گا اور اُس سے دریافت کیا جائے گا کہ ہم سے بیان کر کہ اس کے دانت میں سے کس قدر جاتا رہا ہے پس اگر آدھا جاتا رہا تو توڑنے والے کے دانت سے نصف ریتا جائے گا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایک شخص کے دانت کا ٹکڑا توڑ دیا اور باقی خود گر گیا تو مشہور مذہب کے موافق قصاص نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ دو شخص کھیل کی جگہ کھڑے ہوئے تاکہ ایک دوسرے کو گھونسا مارے جیسا کہ عادت ہے پس ایک نے دوسرے کو گھونسا مارا اور اُس کا دانت توڑ دیا تو مارنے والے پر قصاص ہوگا اور یہ مسئلہ واقع ہوا تھا جس پر فتویٰ طلب کیا گیا تو سب فتویٰ کے جواب اس حکم پر متفق تھے اور ایک نے دوسرے سے کہا ہو کہ (لگا لگا) اور اُس نے گھونسا لگایا اور دانت توڑ دیا تو اُس پر قصاص وغیرہ نہ ہوگا اور یہی صحیح ہے بمنزلہ ایسی قول کے کہ میرا ہاتھ کاٹ اُس نے کاٹ دیا یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کے اگلے دو دانت توڑے اور توڑنے والے سے قصاص لیا گیا پھر توڑنے والے کے دونوں دانت جو قصاص میں ریتے گئے ہیں اُگے تو جس کے واسطے قصاص لیا گیا تھا اُس کو دوبارہ جھے ہوئے دانتوں کے اکھڑوانے کا اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کا دانت اکھاڑ لیا پھر جس کا دانت اکھاڑا ہے اس نے اکھاڑنے والے کا دانت قصاص میں اکھاڑا پھر اول کا دانت جم آیا تو دوسرے کو اکھاڑنے والے پر پہلے اکھاڑنے والے کے واسطے پانچ سو درم اُس

(۱) یعنی معمولی تعداد سے شمار میں زائد ۱۲

کے دانت کا ارش واجب ہوگا اور اگر اُس کا دانت ٹیڑھا اُگا تو اس میں حکومت عدل ہوگی اور اگر آدھا دانت جم آیا تو آدھا ارش واجب ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کسی شخص نے دانت میں مارا اور دانت گر گیا تو اُس کی جگہ اچھے ہو جانے تک انتظار کیا جائے گا اور ایک سال تک انتظار نہ کیا جائے گا مگر روایت مجرر کے موافق اور وجہ عدم انتظار کی یہ ہے کہ بالغ کا دانت دوبارہ جمنانا در ہے یہ ظہیر یہ میں ہے اور اگر بالغ کا دانت اُکھاڑا ہو تو انتظار کیا جائے گا یہ سراجیہ میں ہے۔ اور چاہے کہ مجرم سے کفیل لیا جائے پس اگر نابالغ کے دانت کی جگہ دوسرا دانت جم آئے تو مجرم پر کچھ نہ ہوگا اور اگر نابالغ مذکور سال گزرنے سے پہلے اور دانت جمنے سے پہلے مر گیا تو مجرم پر کچھ نہ ہوگا یہ امام اعظم کا قول ہے اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ اُس میں حکومت عدل ہے یہ ظہیر یہ میں ہے اور اگر کسی شخص کے دانت میں مارا جس سے اُس کا دانت ہلنے لگا تو اصل میں مذکور ہے کہ ایک سال تک انتظار کیا جائے گا خواہ وہ شخص جس کے دانت میں چوٹ لگی ہے بالغ ہو یا نابالغ ہو پھر ایک سال پورا ہونے کے بعد دیکھا جائے کہ اگر وہ دانت نہیں گرا ہے تو مارنے والے پر کچھ نہ ہوگا اور اگر اسی ضرب سے سال میں وہ دانت گر گیا پس اگر ضرب عدا ہو تو قصاص لیا جائے گا اور اگر خطا سے ہو تو دانت کی دیت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر قاضی نے اُس کو دانت جنبش کرنے کی حالت میں مہلت دی پھر سال گزرنے سے پہلے مضروب آیا اور اُس کا دانت گرا ہوا تھا اور کہا کہ اُسی ضرب سے گر گیا ہے اور ضارب نے کہا کہ مجھے دوسرے شخص نے مارا تھا اُس کی مار سے گرا ہے تو مضروب کا قول قبول ہوگا اور اگر سال گزرنے کے بعد آیا ہے تو ضارب کا قول قبول ہوگا یہ ظہیر یہ میں ہے۔ حسن بن زیاد نے امام اعظم سے روایت کی ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کا دانت اُکھاڑا پھر آدھا دانت جم آیا تو اس پر آدھا ارش واجب ہوگا اور اس میں قصاص نہ ہوگا اور اگر پورا سپید دانت جم آیا پھر اس دانت کو دوسرے نے اُکھاڑا تو ایک سال تک انتظار کیا جائے گا پس اگر جم آیا تو خیر ورنہ دوسرے سے قصاص لیا جائے گا اور اول ضارب پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر چھوٹا جماتا اُس میں حکومت عدل ہوگی یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک شخص کا دانت توڑ لیا اور توڑنے والے کا دانت سیاہ یا زرد یا سرخ یا سبز ہے تو مظلوم کو اختیار ہوگا چاہے اسی ناقص دیت کا قصاص لے لے یا اپنے دانت کا ارش پانچ سو درم لے لے اور اگر مظلوم کے دانت میں عیب ہو تو حکومت عدل ہوگی یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اور اگر مظلوم نے ہنوز کچھ اختیار نہ کیا ہو کہ جنایت کرنے والے کا عیب دار دانت ساقط ہو گیا اور بجائے اُس کے اچھا دانت جم آیا تو مظلوم کا حق باطل ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کے اگلے دو دانت اُکھاڑ ڈالے اور زید کے اگلے دونوں دانت اُکھڑے ہوئے ہیں پھر بعد اُکھاڑنے کے زید کے دونوں دانت جم آئے تو قصاص واجب نہ ہوگا اور عمرو کے واسطے زید پر اپنے دانتوں کا ارش واجب ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کا ہاتھ دانتوں سے چبایا اور عمرو نے اپنا ہاتھ کھینچا اور کھینچنے میں زید کا دانت توڑا تو امام اعظم کے نزدیک اُس پر ضمان واجب نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ امام محمد نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے ظلم سے ایسے مقام پر توڑنا چاہا جہاں لوگ تیری فریاد کو پہنچ سکتے ہیں تو تجھے اُس کا قتل کر دینا جائز ہے اور اگر اس نے تیرا دانت ریت دینا چاہا ہو تو اُس کو قتل نہ کر اگر ایسی جگہ پر ہو جہاں لوگ تیری فریاد کو نہ پہنچ سکتے ہوں یہ ظہیر یہ میں ہے اور اگر کسی نے دوسرے کا ہاتھ جوڑ پر سے عدا کاٹ دیا تو اُس کا ہاتھ کبھی کاٹا جائے گا اگر چہ اُس کا ہاتھ مظلوم کے ہاتھ سے بڑا ہو اور یہ حکم اچھا ہو جانے کے بعد ہے اور قبل اچھے ہو جانے کے قصاص نہ ہوگا یہ جوہرہ نیرہ میں ہے اور اسی طرح انگلیوں میں بھی قصاص ہوتا ہے بشرطیکہ جوڑ پر سے قطع کی گئی ہو اور اگر جوڑ سے قطع نہ کی گئی ہو تو قصاص نہ ہوگا یہ خزائن المفتین میں ہے اور عدا پاؤں کاٹنے میں قصاص ہے جب کہ مفصل قدم یا مفصل ورک سے قطع کیا جائے اور اگر غیر مفصل سے قطع کیا جائے تو حکم اُس کے برخلاف ہے۔ اسی طرح پاؤں کی انگلیوں میں بھی اگر جوڑ پر سے کاٹی جائیں تو قصاص ہے جب کہ عدا کاٹے اور اگر جوڑ پر سے نہ کاٹے تو قصاص واجب نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور ہاتھ بعوض پاؤں کے

ہاتھ کی انگلی بعوض پاؤں کی انگلی کے قطع نہ کی جائے گی اور ہمارے نزدیک ایک ایک ہاتھ کے بدلے دو ہاتھ قطع نہ کئے جائیں گے یہ مبسوط میں ہے اور دائیں کلمہ کی انگلی سوائے دائیں کلمہ کی انگلی کے عوض دوسری کے قصاص میں نہ کاٹی جائے گی اور بائیں کلمہ کی انگلی سوائے بائیں کلمہ کی انگلی کے دوسری کی عوض نہ کاٹی جائے گی اسی طرح انگوٹھا بعوض کلمہ کی انگلی کے یا کلمہ کی انگلی بعوض انگوٹھے کے نہ کاٹی جائے گی اور حاصل یہ ہے کہ قطع کرنے والے کے اعضاء میں سے سوائے مثل کے دوسرے اعضاء نہ لیا جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور جس ہاتھ کی انگلی میں کمی ہو اُس کے عوض پوری انگلیوں والا نہ کاٹا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ کاٹا حالانکہ کاٹنے والے کے ہاتھ میں ایک ناخن سیاہ ہے یا زخم ہے پس اگر اُس میں سیاہ ناخن ہو تو قصاص واجب ہوگا اور اگر سیاہ ناخن نہ ہو پس اگر اُس میں ایسی جراثیم ہو جس سے ہاتھ کی دیت میں نقصان نہیں آتا ہے مثلاً ایسا زخم ہو جس سے گرفت میں سستی نہیں آتی ہے تو یہ وجوب کو قصاص مانع نہیں ہے اور ایسے عیب کا وجود عدم یکساں قرار دیا جائے گا اور اگر ایسا نقصان ہو جس سے گرفت میں سستی آتی ہے حتیٰ کہ اُس میں حکومت عدل واجب ہو نہ نصف دیت تو یہ بمنزلہ مثل ہاتھ کے ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے زائد انگلی کاٹ ڈالی اور کاٹنے والے کے ہاتھ میں بھی ایسی ہی انگلی ہے تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اُس پر قصاص نہ ہوگا یہ جوہرہ نیرہ میں ہے اور اگر ہتھیلی کو کاٹ ڈالا اور اُس میں ایک انگلی زائد ہے جو ہتھیلی کو سست کرتی ہے تو اُس میں قصاص نہ ہوگا اور اگر ہتھیلی کو سست نہ کرتی ہو تو قصاص واجب ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ آدھے ساعد سے کاٹ ڈالا یا پاؤں آدھی پنڈلی سے کاٹ ڈالا اور عہد ایسا فعل کیا تو اُس پر قصاص نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر ہاتھ کاٹے ہوئے کا ہاتھ درست کاٹا گیا ہے اور کاٹنے والے کا ہاتھ شل ہے یا اُس میں انگلیاں کم ہیں تو ہاتھ کٹے ہوئے کو اختیار ہے چاہے قصاص میں عیب دار کٹوائے اور اُس کے سوائے اُس کو کچھ نہ ملے گا اور چاہے پورا ارش لے لے یہ کافی میں ہے۔ اور صدر الشہید برہان الائمہ اس صورت میں ہاتھ کٹے ہوئے کے واسطے جہی خیار ثابت کرتے تھے کہ جب ایسا شل (۱) ہو کہ اُس سے کام کاج کر سکتا ہے اور اگر محض بیکار ہو تو وہ محل قصاص نہیں ہے پس ہاتھ کٹے ہوئے کو خیار نہ ہوگا بلکہ اُس کو ایسے ہاتھ کی دیت ملے گی جیسا کہ اگر کاٹنے والے کا یہ ہاتھ ہی بالکل نہ ہو تو یہی حکم ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر مجرم کا عیب دار ہاتھ مظلوم کے اختیار کرنے سے پہلے تلف ہو گیا یا کسی نے ظلم سے قتل کر ڈالا تو ہمارے نزدیک مظلوم اول کا حق باطل ہو جائے گا بخلاف اُس کے اگر ظالم کا ہاتھ کسی حق واجب کی وجہ سے کاٹا گیا ہو مثل قصاص و سرقت وغیرہ کے تو اُس پر مظلوم کے ہاتھ کی دیت واجب ہوگی یہ کافی میں ہے۔ اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ جب ہاتھ کاٹنے کی وقت اُس کا ہاتھ ناقص ہو اور اگر کاٹنے کے بعد ناقص ہو گیا تو اُس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ نقصان بدون کسی کے فعل کے پیدا ہو گیا مثلاً آسمانی آفت سے اُس کی کوئی انگلی گر گئی تو اُس کا حکم وہی ہوگا جو کاٹنے کے وقت ناقص ہونے کا حکم ہے اور اگر نقصان کسی کے فعل سے پیدا ہوا مثلاً کسی نے ظلم سے اُس کی انگلی کاٹ دی یا خود اُس نے اپنی انگلی کاٹ دی یا کسی حق واجب سے اُس پر انگلی کاٹنے کا حکم جاری ہو تو اُس کا حکم وہی ہے جو آفت آسمانی سے تلف ہونے کا حکم ہے ایسا ہی شیخ الاسلام خواہر زادہ نے ذکر فرمایا ہے اور شیخ الاسلام احمد الطوادی نے اپنی شرح میں ذکر کیا کہ اگر ظالم کا ہاتھ قصاص میں ناقص کیا گیا اور کاٹا گیا تو مظلوم کو خیار ہوگا اور اگر ظلم سے یا آفت آسمانی سے ناقص کیا گیا تو خیار نہ ہوگا اور فرق کی طرف یوں اشارہ کیا کہ جب قصاص میں قتل کیا گیا تو وہ محسوب ہے پس گویا اُس نے منع کیا پس یہ امر موجب خیار ہوگا اور جب آفت آسمانی سے تلف ہوا تو ایسا نہیں ہے یہ ظہیر میں ہے۔ اگر عہد ایک شخص کا ہاتھ کاٹا گیا یہاں تک کہ قصاص واجب ہوا پھر قاطع کا ہاتھ کسی ظالم نے ناحق کاٹ

ڈالا یا بوجہ بیماری آکلہ کے کاٹا گیا تو قصاص باطل ہو جائے گا اور منتقل بارش نہ ہوگا اور اگر قاطع کا ہاتھ دوسرے کے قصاص یا سرقہ میں کاٹا گیا تو اس قاطع پر مظلوم کے واسطے ارش واجب ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے ایک شخص نے دوسرے کا داہنا ہاتھ کاٹ ڈالا اور قاطع کا داہنا ہاتھ نہیں ہے تو مظلوم کا استحقاق اس کے مال سے دیت کا ہے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کی دو انگلیاں کاٹ ڈالیں اور قاطع کی فقط ایک انگلی ہے تو اُس کو یہ اختیار ہوگا کہ ایک انگلی قصاص میں کٹوائے اور دوسرے کا ارش لے لے یہ وجوہہ نیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے جوڑ پر سے دوسرے کا ہاتھ کاٹا اور قاطع سے قصاص لیا گیا اور وہ اچھا ہو گیا پھر ان دونوں میں سے ایک نے دوسرے کا ہاتھ کہنی پر سے کاٹ ڈالا تو قصاص نہ ہوگا اور امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ دو ہاتھ کٹے ہیں مادوشل میں قصاص نہیں ہے اور یہی امام حسنؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کیا ہے یہ محیط سرخی میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کی دائیں ہاتھ کی انگلی جوڑ پر سے کاٹ ڈالی پھر بکر کا دایاں ہاتھ کاٹ ڈالا یا پہلے بکر کا ہاتھ کاٹا پھر عمرو کی انگلی کاٹی پھر دونوں مظلوم حاضر ہوئے تو پہلے مجرم کی انگلی بعض انگلی کے کاٹی جائے گی پھر بکر کو اختیار دیا جائے گا چاہے ناقص ہاتھ کا قصاص لے لے یا اپنے ہاتھ کی دیت لے لے اور اگر بکر پہلے آیا تو اُس کے قصاص میں کاٹا جائے گا پھر جب عمرو آئے تو اُس کی انگلی کے ارش کا حکم دیا جائے گا یہ مبسوط میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ کی ایسی صورت جس میں مضروب چاہے ہاتھ کاٹنے سے اُس کی ذراع سے قصاص لے اور چاہے

اپنے ہاتھ کی دیت کی ضمان لے ☆

اگر زید نے عمرو کی انگلی میں سے اوپر کے جوڑ سے پورا کاٹ ڈالا پھر بکر کی اُسی انگلی میں سے درمیانی جوڑ سے پورا کاٹ ڈالا پھر خالد کی اُسی انگلی میں سے نیچے کے جوڑ سے باقی پورا کاٹ ڈالے پھر اگر سب مظلوم حاضر ہوئے اور انہوں نے قاضی سے دادخواہی کی تو قاضی عمرو کے واسطے زید کی انگلی میں سے اوپر کا پورا کاٹ دے گا اور بکر و خالد کے واسطے درمیانی و نیچے کا پورا نہ کاٹے گا اگرچہ بکر و خالد کا استحقاق اوپر کے پور میں بھی ثابت ہے پھر بکر کو مختار کرے گا چاہے زید کی انگلی میں سے بیچ کا پورا قصاص میں لے لے اور اُس کے سوائے اس کو کچھ نہ ملے گا اور اگر چاہے تو قصاص نہ لے بلکہ انگلی کی تہائی دیت لے لے پس اگر اُس نے قصاص لینا اختیار کیا اور انگلی کا پورا کاٹ لیا تو پھر خالد کو اختیار دیا جائے گا کہ چاہے قصاص میں انگلی کاٹ ڈالے اور اس کے سوائے اس کو کچھ نہ ملے گا اور اگر قصاص نہ لیا تو اُس کو زید کے مال سے انگلی کی پوری دیت ملے گی۔ اور اگر تینوں میں سے ایک حاضر ہو اور باقی دونوں حاضر نہ ہوئے پس اگر عمرو حاضر ہو تو اُس کے واسطے اوپر کا پورا قصاصاً کاٹا جائے گا پھر کاٹنے کے بعد اگر باقی دونوں حاضر ہوئے تو دونوں کو اختیار دیا جائے گا پس اگر دونوں نے قصاص لینا اختیار کیا سوائے قصاص کے کسی کو کچھ نہ ملے گا یہ محیط میں ہے اور اگر پہلے فقط خالد حاضر ہو باقی دونوں حاضر نہ ہوئے تو خالد کے نام پوری انگلی کے قصاص کا حکم ہوگا پھر اگر باقی دونوں حاضر ہوئے تو دونوں کے واسطے ارش کا حکم ہوگا یہ شرح زیادات مثالی میں ہے۔ اور اگر زید نے عمرو کی ہتھیلی جوڑ پر سے کاٹ ڈالی پھر بکر کا ہاتھ کہنی پر سے کاٹ ڈالا پھر دونوں ساتھ ہی حاضر ہوئے تو ہتھیلی والے کے واسطے ہتھیلی کاٹی جائے گی پھر بکر کو اختیار دیا جائے گا چاہے باقی کا قصاص لے لے اور چاہے ارش لے لے یہ شرح مبسوط میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک حاضر ہو اور دوسرا غائب رہا تو جو شخص پہلے حاضر ہوا ہے اُسی کا حق دلایا جائے گا خواہ کوئی ہو یہ محیط میں ہے اور اگر زید نے عمرو کی انگلی جوڑ پر سے کاٹ ڈالی پھر عمرو نے اُس کا ہاتھ جوڑ پر سے کاٹ ڈالا تو مذکور اختیار دیا جائے گا چاہے ناقص ہاتھ قصاص میں لے لے یا ارش لے لے اور عمرو کا حق باطل ہو جائے گا یہ محیط سرخی میں ہے۔ امام محمدؒ نے جامع میں فرمایا کہ زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور زید کا ہاتھ درست ہے پھر عمرو نے زید کی ایک انگلی کاٹ ڈالی پھر زید نے کسی دوسرے خالد کا درست ہاتھ کاٹ ڈالا تو خالد کو اختیار ہوگا چاہے عمرو اور خالد دونوں زید کا ناقص ہاتھ کاٹیں یا خالد اپنے ہاتھ کی دیت اُس سے لے

لے اور اگر خالد نے بھی زید کی کوئی انگلی کاٹ ڈالی ہو تو اُس کا خیار باطل ہو جائے گا اور اُس کے واسطے اور عمر و دونوں کے واسطے زید کا ناقص ہاتھ قصاص میں کاٹ دیا جائے گا پھر جب زید کا ہاتھ دونوں کے واسطے کاٹا گیا تو زید پر عمرو کے واسطے اُس کے ہاتھ کا آدھا ارش دو سال میں دینا واجب ہوگا کہ جس میں سے دو تہائی سال اول میں اور ایک تہائی دوسرے سال میں ادا کرے اور خالد کے واسطے بھی تین آٹھویں حصے اُس کے ہاتھ کی دیت واجب ہوں گے اُس کو بھی موافق مذکورہ بالا کے دو سال کی میعاد میں ادا کرے یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹا اور زید کا ہاتھ درست ہے پھر عمرو نے اُس کی کوئی انگلی کاٹ ڈالی پھر زید نے خالد کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر خالد نے زید کی کوئی انگلی کاٹ ڈالی پھر زید نے بکر کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور بکر نے بھی زید کی کوئی انگلی کاٹ ڈالی پھر سب قاضی کے پاس مجتمع ہوئے تو ان میں سے کسی کو دیت لینے کا اختیار نہ ہوگا اور زید کا باقی ہاتھ سب کے قصاص میں کاٹا جائے گا پھر زید پر عمرو کے واسطے تین پانچویں حصے اُس کی ہاتھ کی دیت کے اور پانچویں حصے کی تہائی واجب ہوگی اور خالد کے واسطے ہاتھ کی نصف دیت اور چوتھائی کی تہائی دیت واجب ہوگی اور بکر کے واسطے چار نویں حصے اُس کے ہاتھ کی دیت کے واجب ہوں گے یہ محیط سرحی میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کا داہنا ہاتھ اور بکر کا بایاں ہاتھ کاٹا تو اُس کے دونوں ہاتھ ان دونوں کے قصاص میں کاٹے جائیں گے اسی طرح اگر ایک شخص کے دونوں ہاتھ کاٹے ہوں تو بھی اُس کے دونوں ہاتھ کاٹے جائیں گے اور اگر ایک شخص نے دو شخصوں کا داہنا ہاتھ کاٹا تو اُس کا داہنا ہاتھ ان دونوں کے قصاص میں کاٹا جائے گا اور دونوں کے واسطے ایک ہاتھ کی دیت کا ضامن ہوگا جو دونوں میں برابر مشترک ہوگی یہ ہمارے نزدیک ہے خواہ اُس نے دونوں کے ہاتھ ایک ہی ساتھ کاٹے ہوں یا آگے پیچھے کاٹے ہوں۔ اور اگر وقوع قصاص سے پہلے ایک نے اُس کو عفو کر دیا تو اُس کا ہاتھ باقی کے واسطے کاٹا جائے گا اور عفو کرنے والے کے واسطے کچھ نہ ہوگا اور اگر ایک مظلوم حاضر ہوا اور دوسرا غائب رہا تو اُس کا انتظار نہ کیا جائے گا اور حاضر کے واسطے قصاص دلایا جائے گا پھر جب دوسرا آئے تو اُس کو ارش ملے گا اور اگر دونوں جمع ہوئے اور دونوں کے واسطے قصاص اور دیت کا حکم دیا گیا اور دیت لے لی پھر دونوں میں سے ایک نے اس کو قصاص سے عفو کر دیا تو عفو جائز ہے اور دوسرے کو قصاص لینے کا اختیار نہ رہے گا بلکہ اُس کو فقط آدھی دیت ملے گی اور اگر دونوں نے دیت وصول نہ پائی تو یہاں تک کہ ایک نے اُس کو قصاص عفو کر دیا بعد از انکہ حکم قاضی ہو چکا ہے تو امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف کے نزدیک دوسرے کو قصاص لینے کا اختیار ہوگا اور یہ قیاس ہے اور امام محمد کے نزدیک استحساناً دوسرا شخص قصاص نہیں لے سکتا ہے اور اگر دونوں نے مال دیت نہ لیا ہو اور اُس کا کفیل لے لیا ہو پھر ایک نے اُس کو عفو کیا تو بھی مسئلہ میں اختلاف ہے اور اگر دونوں نے مال دیت کے عوض لے لیا ہو تو یہ بمنزلہ وصول پانے کے ہے پھر ایک نے اس کے بعد اس کو عفو کیا تو استحساناً دوسرے کو قصاص لینے کا استحقاق نہ ہوگا یہ طرح مبسوط میں ہے۔ زید نے عمرو کا ہاتھ عدا کاٹ ڈالا اور بکر کا بھی یہی ہاتھ عدا کاٹ ڈالا پھر دونوں میں سے ایک نے زید کا ہاتھ نہیں پر سے کاٹ ڈالا تو زید کے ذمہ سے ایک ہاتھ ساقط ہو جائے گا اور اس پر ایک ہاتھ کی دیت واجب ہوگی جو عمرو و بکر کے درمیان برابر مشترک ہوگی پھر زید کو اختیار ہوگا چاہے اُس کا ہاتھ کاٹنے سے اُس کی ذراع سے قصاص لے اور چاہے اپنے ہاتھ کی دیت کی ضمان لے اور حکومت عدل ذراع میں ہوگی اور یہ دیت اُس کو دو سال میں ملے گی کہ دو تہائی سال اول میں اور ایک تہائی سال دوم میں لیکن اگر یہ مقدار دو تہائی دیت سے زائد ہو تو بقدر زیادتی کے تیسرے سال میں واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔

اگر زید نے عمرو کی انگلی کا اوپر کا پور جوڑ سے عدا کاٹ ڈالا اور وہ اچھا ہو گیا اور ہنوز قصاص نہ لیا گیا تھا کہ اُس نے اُسی انگلی کا دوسرے جوڑ پر سے عدا کاٹا تو عمرو کے واسطے قصاص میں زید کا اوپر کا پور جوڑ سے کاٹا جائے گا نیچے والا نہ کاٹا جائے گا اور نیچے والے ارش اُس کو ملے گا اسی طرح اگر دوسرا اچھا ہو گیا پھر اُس نے تیسرا پور کاٹا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر دوسری دفعہ کاٹنے تک پہلا زخم

تولہ رہن الخ کیونکہ رہن وثاقت کے واسطے ہوتا ہے اور وہ بمنزلہ وصول مال کے قرار دیا جاتا ہے ۱۲ ۲ عوض قطع عفو ۱۲

اچھا نہ ہوا ہو تو زید پر پوری انگلی کا قصاص واجب ہوگا کہ ایک دفعہ اُس کی پوری انگلی جڑ سے کاٹ ڈالی جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کی انگلی کا اوپر کا پور جوڑ پر سے کاٹ ڈالا اور وہ اچھا ہو گیا پھر کسی دوسرے سبب سے مر گیا اور ایک بیٹا خالد چھوڑا جس کا اوپر کا پور اسی انگلی کا کٹا ہوا ہے پھر زید نے آکر خالد کا دوسرا پور جوڑ پر سے کاٹا تو زید پر عمرو کے واسطے پہلے اوپر کے پور کا قصاص واجب ہوگا پھر اُس کا بیٹا دوسرے جوڑ کا ارش لے لے گا یہ شرح زیادات عتابی میں ہے اور اگر جوڑ سے اوپر کا پور کاٹا اور اچھا ہو گیا اور قاطع سے قصاص لیا گیا پھر اُس نے دوبارہ دوسرے جوڑ سے کاٹا اور اچھا ہو گیا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر آدھا پور کاٹا اور ٹکڑے کر کے کاٹا اور وہ اچھا ہو گیا پھر باقی جوڑ تک کاٹا اور اچھا ہو گیا تو اس میں سے کسی میں قصاص نہ ہوگا اور اگر درمیان میں زخم اچھا نہ ہو گیا ہو تو جوڑ سے قصاص واجب ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر عہد ایک شخص کی انگلیاں کاٹیں پھر اچھا ہونے سے پہلے جوڑ سے اُس کی ہتھیلی کاٹی تو قاطع کی ہتھیلی جوڑ سے کاٹی جائے گی انگلیاں نہ کاٹی جائے گے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر درمیان میں انگلیوں کا زخم اچھا ہو گیا ہو تو انگلیوں میں قصاص واجب ہوگا اور ہتھیلی کے حق میں حکومت عدل ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر جوڑ سے اوپر کا پور انگلی کا کاٹا اور اچھے ہونے سے پہلے دوبارہ دوسرے پور کا آدھا کاٹا تو قصاص واجب نہ ہوگا اور اگر اچھا ہو جانے کے بعد دوبارہ زخمی کیا تو پہلے زخم کا قصاص واجب ہوگا اور باقی ارش واجب ہوگا یہ شرح زیادات عتابی میں ہے۔ امام ابو حنیفہؒ سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کی انگلی میں عہد امار اور ہتھیلی سے ساقط ہو گیا پس اگر جوڑ سے کاٹا اور جوڑ سے ساقط ہوا ہو تو اُس سے قصاص لیا جائے گا اور اگر کوئی مفصل پیر سے نہ ہو تو قصاص نہ لیا جائے گا اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ میں فقط سقوط کی طرف دیکھتا ہوں اصل جراحت کی طرف نہیں دیکھتا ہوں پس اگر سقوط جوڑ پر سے ہو تو قصاص لیا جائے گا ورنہ نہیں اور امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اس میں قصاص نہیں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ ظہیر یہ میں ہے۔

اگر عہد ایک شخص کی انگلی قطع کی پس ہتھیلی شل ہوگئی تو انگلی کا قصاص نہ ہوگا اور ہمارے اصحاب کے نزدیک ہاتھ کی دیت واجب ہوگی اسی طرح اگر انگلی کا جوڑ قطع کیا اور ہتھیلی شل ہوگئی تو جس قدر شل ہوگئی ہے اُس کی دیت واجب ہوگی اور بالاتفاق قصاص نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک انگلی قطع کی اور اُس کے پہلو کی انگلی شل ہوگئی ہے تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ ان میں سے کسی بات میں قصاص نہ ہوگا اور اُس پر دونوں انگلی کی دیت واجب ہوگی اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ پہلی انگلی کا قصاص اور دوسری کا ارش واجب ہوگا یہ ظہیر یہ میں ہے۔ نوادر بن ساعدہ میں امام محمدؒ سے روایت کی ہے اور اگر ایک شخص کی انگلی کاٹی اور اُس کے پہلو کی دوسری انگلی گر گئی تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس میں سے کسی میں قصاص نہیں ہے لیکن دونوں انگلیوں کی دیت واجب ہوگی اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ پہلی انگلی کا قصاص اور دوسری کی دیت واجب ہوگی اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ دونوں کا قصاص واجب ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اگر ایک شخص نے دوسرے کی انگلی عہد کاٹ ڈالی پھر چھری دوسری انگلی پر اگل پڑی تو بلا خلاف پہلی انگلی کا قصاص اور دوسری کی دیت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ منشی میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر کلمہ کی انگلی کا جوڑ کاٹا اور ضرب سے بچ کی انگلی ساقط ہوگئی تو بچ کی انگلی اور جوڑ کلمہ کی انگلی کا کاٹا جائے گا اور اگر کلمہ کی باقی انگلی شل ہوگئی اور بچ کی انگلی گر گئی تو میں بچ کی انگلی کا قصاص لوں گا اور کلمہ کی انگلی کا قصاص نہ لوں گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور زید سے اُس کا قصاص لیا گیا پھر عمرو زخم مذکور سے مر گیا تو زید اُس کے قصاص میں قتل کیا جائے گا اور اگر زید اُس قصاص سے مر گیا تو اُس کی دیت عمرو کی مددگار برادری پر واجب ہوگی یہ

۱۔ یعنی ایک ہی مرتبہ ہتھیلی سے کاٹ دیا جائے گا جس میں داخل ہیں ۱۲ ۲۔ مفصل ایک عضو کی دوسری عضو سے ملنے کی جگہ جس کو ہمارے عرف میں جوڑ کہتے ہیں ۱۲ ۳۔ یعنی بیکار ہوگئی جیسے فالج وغیرہ ہے عضو بیکار ہو جاتا ہے ۱۲

امام اعظم کا قول ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ عمرو پر کچھ واجب نہ ہوگا یہ تبیین میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ کاٹا پس اُس کو قتل کیا تو اُس سے دونوں کا مواخذہ کیا جائے گا خواہ دونوں جرم عدا ہوں یا خطا ہوں یا ایک عدا دوسرا خطا ہو خواہ اول زخم اچھا ہو جانے کے بعد دوسرا فعل ہوا ہو یا اچھا نہ ہوا والا اس صورت میں کہ دونوں خطا سے ہوں کہ اُن کے درمیان میں زخم سے صحت نہ ہوئی ہو تو ایک ہی دیت واجب ہوگی یہ کافی میں ہے۔

اگر ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ عدا کاٹا پھر اچھا ہونے سے پہلے اُس کو قتل کیا تو امام المسلمین کو اختیار ہے چاہے یوں حکم دے کہ اُس کا ہاتھ کاٹ کر پھر اُس کو قتل کر دیا یوں حکم فرمائے کہ اُس کو قتل کرو اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ قتل کیا جائے گا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر ایک ہی شخص پر دو جنایتیں کیں پس اگر دونوں کی جنس واحد ہو مثلاً دونوں عدا ہوں یا دونوں خطا ہوں اور مظلوم مر گیا تو ہم ان دونوں جنایتوں کو ایک ہی اعتبار کریں گے اور اگر دونوں جنایتوں میں بیچ میں صحت ہو گئی ہو یا دونوں مختلف ہوں مثلاً ایک عدا ہو دوسری خطا ہو اور جنایت کرنے والا ایک ہو یا دو ہوں تو ہر ایک پر اُس کے ذاتی فعل کا حکم ہوگا یہ خزائنہ المفتین میں ہے۔ اگر ایک ظالم نے کسی شخص کا ہاتھ یا انگلی کاٹی پھر دوسرے ظالم نے اُس کا باقی ہاتھ کاٹا اور وہ مر گیا تو جان تلف کرنے کا قصاص دوسرے ظالم پر ہوگا اول پر نہ ہوگا اور اول کا ہاتھ یا انگلی کاٹی جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور نصیبے عدا کاٹ ڈالنے میں قصاص واجب ہونا یا نہ ہونا کتب ظاہرہ میں نہیں پایا گیا یہ ظہیر یہ میں ہے۔

اگر پورا حشفہ عدا کاٹ ڈالا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر تھوڑا کاٹا تو قصاص نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر تھوڑا ذکر کاٹ ڈالا تو قصاص نہیں ہے اور اگر پورا ذکر کاٹ ڈالا تو اصل میں مذکور ہے کہ اُس میں قصاص نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اس میں قصاص ہے کذا فی الظہیر یہ مگر ظاہر الروایۃ کا حکم صحیح ہے یہ مضمرات میں ہے۔ اصل میں فرمایا کہ اگر مولود کا ذکر کاٹ ڈالا پس اگر اُس کی صلاحیت ظاہر ہونے لگی تھی یعنی جنبش و استادگی کرتا تھا تو اُس پر واجب ہوگا اور اگر حشفہ سے کاٹا ہو اور اگر خطا سے کاٹا تو پوری دیت واجب ہوگی اور جنبش سے یہ مراد ہے کہ پیشاب کرنے کے واسطے جنبش ہوتی ہو یہ محیط میں ہے۔ اور اگر جنبش نہ ہو تو حکومت عدل ہوگی جیسے خصی اور عنین کے آلہ میں ہوتی ہے کذا فی شرح الجامع الصغیر للصدر الشہید حسام الدین۔

باب ۱۰☆

واقعہ قتل میں گواہی اور اقرار قتل

اور مدعی یعنی ولی جنایت کے قتل کی طرف سے تصدیق و تکذیب کے بیان میں

اگر ایک شخص پر دو شخصوں نے عدا قتل کی گواہی دی تو وہ قید کیا جائے گا یہاں تک کہ گواہوں کا حال دریافت کیا جائے اور اگر ایک شخص عادل نے گواہی دی تو بھی چند روز قید رکھا جائے گا پس اگر دوسرا گواہ لایا تو ثابت ہوگا اور نہ رہا کیا جائے گا اور اُس حکم میں قتل عدا و خطا و شبہ عدا سب برابر ہیں یہ شرح مبسوط میں ہے۔ زید نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ اُس نے خطا سے میرے باپ کو قتل کر ڈالا ہے اور دعویٰ کیا کہ میرے گواہ شہر میں موجود ہیں اور درخواست کی کہ مدعا علیہ سے کفیل لیا جائے تاکہ میں اُس کے روبرو اپنے گواہ پیش

۱۔ قولہ الامتی یہ ہیں کہ مواخذہ دونوں کا بہر حال ہوگا لیکن دونوں کا علیحدہ علیحدہ حکم اس ایک صورت میں نہ ہوگا ۱۲۔

۲۔ عنین وہ مرد جو عورت پر قادر نہ ہو سکے جس کو ہندی میں نامرد بولتے ہیں ۱۲۔

☆ مسئلہ مذکورہ انتہائی نازک بلکہ کچھ حد تک پیچیدہ بھی ہے اس کے متعلق فتویٰ دینے سے قبل ماہر طبیب کی رائے از حد ضروری ہے۔ (حافظ)

کروں تو مدعا علیہ کو قاضی حکم فرمائے گا کہ تین روز کے واسطے کفیل دے اور اگر مدعی نے کہا کہ میرے گواہ غائب ہیں اور خواست کی کہ جب تک گواہ لاؤں تب تک مدعا علیہ سے کفیل لیا جائے تو قاضی اُس کے کفیل لینے کی درخواست قبول نہ فرمائے گا اور اگر عداۃ قتل کرنے کا دعویٰ کیا اور کفیل لینے کی درخواست کی تو قاضی اس درخواست کو منظور نہ کرے گا نہ گواہ قائم کرنے سے پہلے اور نہ اُس کے بعد لیکن گواہ قائم کرنے سے پہلے مدعی اُس کے ساتھ ساتھ رہے گا اور گواہ قائم کرنے کے بعد قاضی زجر اُس کو قید رکھے گا پھر جب گواہوں کی عدالت ثابت ہو جائے اور انہوں نے ایسے قتل کی گواہی دی جس سے قصاص واجب ہوتا ہے تو مدعی کی درخواست سے قاضی قصاص کا حکم فرمائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص قتل کیا گیا اور اُس کے دو پسر ایک حاضر اور دوسرا غائب ہے پس حاضر نے اُس کے مقتول ہونے کے گواہ قائم کئے تو قبول ہوں گے اور اقدام قصاص نہ ہوگا لیکن قاتل قید رکھا جائے گا پھر جب غائب آئے تو امام اعظمؒ کے نزدیک اُس کو دوبارہ گواہ پیش کرنے کی تکلیف دی جائے گی اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ یہ تکلیف دی جائے اور اگر قتل بظلم ہو یا دونوں کے باپ کا کسی شخص پر قرضہ ہو تو ایسی صورت میں غائب بالا جماع دوبارہ گواہ پیش نہ کرے گا اور اس بات پر اجماع ہے کہ قاتل قید رکھا جائے گا اور اس پر بھی اجماع ہے کہ جب تک غائب نہ آجائے تب تک قصاص کا حکم نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہو اور وہ عداۃ قتل کیا گیا اور ایک شریک غائب ہے تو اُس میں بھی یہی تفصیلی حکم ہے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر سب وارث ہوئے اور انہوں نے دو شخصوں پر جن میں سے ایک حاضر اور دوسرا غائب ہے اپنے باپ کے خون کا دعویٰ کیا اور اُن دونوں پر قتل عداۃ کے گواہ قائم کئے تو حاضر پر گواہوں کی سماعت ہو کر اُس پر قصاص کا حکم دیا جائے گا اور غائب کے حاضر ہونے سے پہلے وہ قتل کیا جائے گا اور غائب پر یہ گواہ قبول نہ ہوں گے پھر اگر اُس نے حاضر ہو کر قتل ہے انکار کیا تو وارثوں کو دوبارہ گواہ پیش کرنے کی ضرورت ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اُس نے ایک شخص کو تلوار سے مارا اور وہ برابر چار پائی پر پڑا رہا یہاں تک کہ مر گیا تو اُس پر قصاص کا حکم ہوگا اور قاضی کو نہ چاہئے کہ قتل عمد میں نہ خطا میں کہ گواہوں سے یوں دریافت کرے کہ آیا اسی زخم سے مراد ہے یا نہیں لیکن اگر وہ لوگ یوں گواہی ادا کریں کہ وہ اسی زخم سے مراد ہے تو اُن کی شہادت باطل نہ ہوگی جائز ہوگی جب کہ گواہ عادل ہوں اور اگر دونوں نے یوں گواہی دی کہ اُس نے اُس کو تلوار سے مارا یہاں تک کہ وہ مر گیا اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو یہ قتل عمد ہوگا لیکن اگر قاضی دریافت کرے کہ آیا عداۃ ایسا کیا ہے تو اوثق ہے۔ اسی طرح اگر یوں گواہی دی کہ اُس نے اُس کو نیزہ یا تیر کلان یا خرد سے مارا ہے تو بھی قتل عمد ہوگا یہ شرح مبسوط میں ہے۔

اگر دونوں گواہوں نے کہا کہ خطا تلوار سے اُس کو قتل کیا ہے تو دونوں کی گواہی قبول ہوگی اور قاتل کی مددگار برادری پر دیت کا حکم دیا جائے گا اور اگر دونوں نے کہا کہ ہم یہ نہیں جانتے ہیں کہ اُس کو خطا سے قتل کیا ہے یا عداۃ قتل کیا ہے تو ایسی گواہی قبول ہوگی اور دیت کا حکم قاتل کے مال سے دیا جائے گا اور گواہی مقبول ہونے کا حکم استحسانا ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایک گواہ نے ایک شخص پر خطا سے قتل کرنے کی گواہی دی اور دوسرے نے یوں گواہی دی کہ قاتل نے ایسا اقرار کیا ہے تو یہ باطل ہے۔ اسی طرح اگر دونوں نے قتل کی گواہی دی مگر جگہ اور وقت میں اختلاف کیا تو گواہی مقبول نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ امام خواہر زادہ نے شرح دیات الاصل میں فرمایا کہ اگر دونوں نے مکان میں اختلاف کیا پس اگر مکان مثل چھوٹی کوٹھری کے ہو پس ایک نے گواہی دی کہ میں نے قاتل کو اس جانب قتل کرتے دیکھا اور دوسرے نے دوسری جانب قتل کرتے ہوئے دیکھنے کی گواہی دی تو استحسانا گواہی قبول ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر مقتول کے بدن میں جس جگہ پر زخم آیا ہے اُس میں اختلاف کیا تو گواہی باطل ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر ایک

یعنی یہی گواہ اس کے مجرم ثابت ہونے میں کافی نہیں ہیں جب تک اُس کے روبرو ان کو دوبارہ پیش نہ کرے ۱۲

نے تلوار سے قتل کرنے کی اور دوسرے نے پتھر سے قتل کرنے کی گواہی دی حتیٰ کہ آٹھ قتل مختلف ہو گیا تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر ایک نے تلوار سے قتل کرنے کی اور دوسرے نے چھری سے قتل کرنے کی یا ایک نے پتھر سے اور دوسرے نے لاشی سے قتل کرنے کی گواہی دی تو گواہی قبول نہ ہوگی اور اگر ایک نے کہا کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ میں نے عداً اُس کو تلوار سے قتل کیا اور دوسرے نے کہا کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ میں نے عداً اُس کو چھری سے قتل کیا اور مدعی نے کہا کہ مدعا علیہ نے یوں ہی اقرار کیا ہے جیسا گواہ بیان کرتے ہیں لیکن درواقع مدعا علیہ نے نیزہ مار کر قتل کیا ہے تو گواہی جائز ہے اور قاتل سے قصاص لیا جائے گا اور ابن سماعہ نے اپنی نوادر میں امام محمدؒ سے ذکر کیا کہ اگر دونوں میں سے ایک گواہ نے کہا کہ اُس نے تلوار سے یا لاشی سے قتل کیا ہے اور دوسرے نے کہا کہ قتل کیا ہے مگر مجھے معلوم نہیں کہ جس چیز سے قتل کیا ہے تو ایسی گواہی قبول نہ ہوگی اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے گواہی دی کہ اُس نے قتل کیا ہے اور کہا کہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ کس چیز سے قتل کیا ہے تو قیاساً ایسی گواہی مقبول نہ ہوگی اور استحساناً مقبول ہوگی مگر قصاص کا حکم نہ دیا جائے گا بلکہ اُس کے مال سے دیت دلائی جائے گی یہ محیط میں ہے اور اگر دونوں گواہوں نے دو شخصوں پر یوں گواہی دی کہ ان دونوں نے قتل کیا ہے ایک نے تلوار سے اور دوسرے نے لاشی سے مگر گواہ یہ نہیں جانتے ہیں کہ کس نے تلوار سے اور کس نے لاشی سے قتل کیا ہے تو دونوں کی گواہی ناجائز ہوگی اسی طرح اگر دونوں نے ایک شخص پر ایک انگلی کاٹنے کی اور دوسرے پر اسی ہاتھ کی دوسری انگلی کاٹنے کی گواہی دی مگر ان کو یہ تمیز نہیں ہے کہ اُس انگلی کا کاٹنے والا کون ہے اور دوسری کا کون ہے تو بھی گواہی ناجائز ہے اسی طرح اگر دونوں نے خطا سے جنایت کرنے کی گواہی دی تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے عداً جوڑ پر سے اُس کا ہاتھ کاٹ ڈالا ہے اور ایک گواہ نے گواہی دی کہ اس نے عداً جوڑ پر سے اُس کا پاؤں کاٹ ڈالا ہے پھر بالاتفاق گواہی میں بیان کیا کہ مجروح اس زخم سے برابر چار پائی پر لگ گیا یہاں تک کہ مر گیا اور ولی اس سب کا مدعی ہے تو میں قاتل پر اُس کے مال سے نصف دیت کی ڈگری کروں گا اسی طرح اگر پاؤں کاٹنے پر دو گواہوں نے گواہی دی مگر دونوں گواہوں کی عدالت ثابت نہ ہوئی تو یہی حکم ہے اور اگر ہاتھ کے دونوں گواہوں اور پاؤں کے دونوں گواہوں میں سے ایک ایک گواہ کی عدالت ثابت ہوئی تو قاتل سے کچھ مواخذہ نہ کیا جائے گا اور اگر دونوں فریق گواہان میں سے سب گواہوں کی عدالت ظاہر ہوگئی تو قاطع پر قصاص کا حکم دوں گا اور اگر ولی نے یہ درخواست کی کہ ہاتھ و پاؤں کا قصاص لے تو اُس کو یہ اختیار نہ ہوگا یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر اُس پر دو گواہوں نے یوں گواہی دی کہ اُس نے جوڑ پر سے عداً اُس کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر عداً اُس کو قتل کیا تو وارث کو اختیار ہوگا کہ پہلے اُس سے ہاتھ کا قصاص لے پھر اُس کو قتل کرے اور اگر قاضی نے اُس کو حکم دے دیا کہ اس کو قتل کر دے ہاتھ کا قصاص نہ لے تو یہی بہتر ہے اور یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اُس کو ہاتھ کا قصاص لینے کی اجازت نہ دے گا بلکہ اُس کو قتل کر ڈالنے کا حکم دے گا اور اگر دونوں جنایتوں میں سے ایک خطا سے ہو اور دوسری عداً ہو تو دونوں کے واسطے ماخوذ ہوگا پس اگر ہاتھ کا ثنا خطا سے ہو تو ہاتھ کا اُس پر قصاص واجب ہوگا اور جان تلف کرنے کی دیت اُس کی مددگار برادری پر واجب ہوگی یہ شرح مبسوط میں ہے۔ اگر دونوں گواہوں نے ایک شخص پر خطا سے ایک آدمی کے قتل کرنے کی گواہی دی اور دیت کا حکم دیا گیا پھر جس کے مقتول ہو جانے کی گواہی دی ہے وہ زندہ نظر آ یا تو مددگار برادری کو اختیار ہو جائے گا چاہے ولی سے تاوان لے یا گواہوں سے پھر گواہ اُس کو ولی سے واپس لیں گے اور اگر عداً قتل کی گواہی دی ہو اور جس پر گواہی دی ہے وہ قتل کیا گیا پھر جس کے مقتول ہونے کی گواہی دی ہے وہ زندہ موجود ہو تو وارثوں کو اختیار ہوگا چاہیں ولی سے دیت تاوان لیں یا گواہوں سے پس اگر گواہوں سے تاوان لی تو امام

باز پرس درجہ قائم کرنا جس کو ہمارے عرف میں پکڑ دھکڑ بولتے ہیں ۱۲

اعظم کے نزدیک ولی سے واپس نہیں لے سکتے ہیں اور صاحبین کے نزدیک جیسے خطا کی صورت میں ہے ویسے ہی واپس لیں گے یہ کافی میں ہے اور اگر خطا یا عہد کی صورت میں گواہوں نے اس طرح گواہی دی ہو کہ اس قاتل نے ایسا اقرار کیا ہے تو مقتول کے زندہ ہونے کی صورت میں گواہوں پر ضمان نہ ہوگی فقط ولی پر دونوں صورتوں میں ضمان ہوگی اسی طرح اگر دو گواہوں نے قتل خطا کی دو گواہوں کی گواہی پر گواہی دی اور قاضی نے مددگار برادری پر دیت کا حکم دیا اور باقی مسئلہ بحال رہے تو فروع^۱ پر ضمان واجب نہ ہوگی لیکن ولی اُس دیت کو مددگار برادری پر جس سے لی ہے واپس کرے گا اور اگر گواہان اصول نے آ کر فروع کو گواہ کرنے سے انکار کیا تو ان کا انکار فروع کے حق میں صحیح نہ ہوگا حتیٰ کہ اُن پر ضمان واجب نہ ہوگی اور اصول پر بھی ضمان واجب نہ ہوگی اور اگر اصول نے کہا کہ ہم نے ان فروع کو جھوٹ بات پر گواہ کیا تھا حالانکہ ہم اُس وقت جانتے تھے کہ ہم جھوٹے ہیں تو امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف کے نزدیک دونوں ضامن نہ ہوں گے اور امام محمد کے نزدیک مددگار برادری کو اختیار ہوگا چاہے گواہان اصول سے تاوان لے یا ولی سے ضمان لے پس اگر اصول نے تاوان لیا تو وہ ولی سے واپس لیں گے اور اگر ولی سے تاوان لیا تو کسی سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ زید نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ اُس نے میراث مورث کو موضع زخم پہنچایا اور وہ اس زخم سے مر گیا ہے پس دو گواہوں نے موضع زخم کی اور اُس سے اچھے ہو جانے کی گواہی دی تو مقبول ہوگی اور موضع کے قصاص کا حکم دیا جائے گا اسی طرح اگر ایک گواہ نے موضع زخم کی سرایت^(۱) کی اور دوسرے نے صحت کی گواہی دی تو بھی موضع زخم پر گواہی مقبول ہوگی کیونکہ دونوں اس بات پر متفق ہیں حتیٰ کہ اگر مدعی نے صحت کا دعویٰ کیا تو جس نے سرایت کی گواہی دی ہے اُس کی گواہی باطل ہوگی یہ شرح زیادات عتابی میں ہے۔

وارثان نے علیحدہ علیحدہ اشخاص پر قتل کی بابت الزام دھرا تو اس کی کیا صورت ہوگی؟

اگر زخم سر بہ نسبت موضع کے کم ہو تو بدون سرایت پائی جانے کے مددگار برادری اُس کے ارش کی متحمل نہ ہوگی جیسے سحاق وغیرہ ہوتا ہے پس اگر ولی نے دعویٰ کیا کہ وہ اس زخم سے مر گیا ہے اور میرے واسطے مددگار برادری پر دیت واجب ہوئی اور دو گواہ لایا جس میں سے ایک نے ویسی ہی گواہی دی جیسا مدعی دعویٰ کرتا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ وہ اس سے اچھا ہو گیا ہے تو زخم سر ثابت ہونے کے واسطے گواہی مقبول ہوگی اور جنایت کنندہ کے مال سے ارش دینے کا حکم دیا جائے گا اسی طرح اگر میت کسی شخص کا غلام ہو اور اُس کے مولیٰ نے دعویٰ کیا کہ جنایت کنندہ نے اُس کے سر میں عہد زخم لگایا اور وہ اس زخم سے مر گیا ہے اور میرا اُس پر قصاص واجب ہوا ہے اور دو گواہ لایا جس میں سے ایک نے ایسی گواہی دی جیسا مدعی دعویٰ کرتا ہے اور اگر دوسرے نے گواہی دی کہ وہ اس زخم سے اچھا ہو گیا ہے تو قاضی اُس زخم سر کے ارش کو جنایت کرنے والے کے مال سے ادا کرنے کا حکم دے گا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص قتل کیا گیا اور اُس نے دو بیٹے چھوڑے پس ایک بیٹے نے ایک شخص پر گواہ قائم کئے کہ اس نے میرے باپ کو عہد قتل کیا ہے اور دوسرے نے اُس شخص پر اور ایک دوسرے شخص پر گواہ پیش کئے کہ ہمارے باپ کو ان دونوں نے عہد قتل کیا ہے تو قصاص نہ ہوگا اور پہلے مدعی نے جس پر گواہ قائم کئے ہیں اس سے نصف دیت پائے گا یہ خزانہ المفتیین میں ہے۔ امام محمد نے زیادات میں فرمایا کہ ایک شخص مر گیا اور اُس نے دو بیٹے چھوڑے جس میں سے ایک نے زید پر یہ گواہ قائم کئے کہ اُس نے میرے باپ کو عہد قتل کیا ہے اور دوسرے بیٹے نے عمرو پر گواہ قائم کئے کہ اس نے میرے باپ کو خطا سے قتل کیا ہے تو دونوں میں سے کسی پر قصاص کا حکم نہ ہوگا اور قتل عہد کے مدعی کے واسطے جس پر اُس نے گواہ قائم کئے ہیں اس مدعا علیہ کے مال سے آدمی دیت تین سال میں ادا کرنے کا حکم ہوگا اور جو شخص قتل خطا کا مدعی ہے اُس کے واسطے اُس کے مدعا علیہ کی مددگار برادری پر آدمی دیت تین سال میں ادا کرنے کا حکم ہوگا یہ محیط میں

۱۔ فروع وہ گواہ کہلاتے ہیں جو اصلی گواہوں کی گواہی پر گواہ ہوں جیسے اصول اصلی گواہ کہلاتے ہیں (۱) یعنی ایسا پیسا کہ مجرد مر گیا ۱۲

ہے۔ اگر ایک شخص مرا اور اُس نے دو بیٹے اور ایک موصی لہ چھوڑا پھر ایک بیٹے نے دعویٰ کیا کہ زید نے میرے باپ کو عہد اُقتل کیا ہے اور اُس پر گواہ قائم ہے اور دوسرے نے اُسی زید پر یا دوسرے شخص پر دعویٰ کیا کہ اُس نے خطا سے میرے باپ کو قتل کیا ہے اور اُس پر گواہ قائم کئے پس اگر موصی لہ نے مدعی خطا کی تصدیق کی تو مدعی خطا اور موصی لہ کے نام دو تہائی دیت کا قاتل کی مددگار برادری پر تین سال میں ادا کرنے کا حکم دیا جائے گا اور قتل عہد کے مدعی کے نام مال قاتل سے تہائی دیت تین سال میں ادا کرنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر موصی لہ نے مدعی عہد کی تصدیق کی ہو تو مدعی خطا کے نام قاتل کی مددگار برادری پر تہائی دیت تین سال میں ادا کرنے کا حکم ہوگا اور نصف کی تہائی موصی لہ کے نام اور نصف کی دو تہائی دیت کا مدعی عہد کے نام مال قاتل سے ادا کرنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر موصی لہ نے ان دونوں کی تکذیب کی تو اُس کو کچھ نہ ملے گا اسی طرح اگر دونوں کی تصدیق کی تو بھی یہی حکم ہوگا اور اگر اُس نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم ہے کہ عہد اُقتل کیا گیا ہے یا خطا سے تو اُس کا حق باطل نہ ہوگا حتیٰ کہ اگر اُس نے کسی ایک معین کی تصدیق کی تو اُس کے نام بھی ڈگری ہوگی جس طرح کہ ہم نے ذکر کیا ہے اور اگر سوائے موصی لہ کے تیسرا بیٹا ہو تو جو کچھ حکم ہم نے ذکر کیا ہے سب صورتوں میں وہی حکم ہوگا سوائے ایک صورت کے وہ یہ ہے کہ تیسرے بیٹے نے اگر مدعی عہد کے قول کی تصدیق کی تو دونوں کے نام دو تہائی دیت کا حکم ہوگا اور موصی لہ کی صورت میں دونوں کے نام نصف دیت کا حکم دیا گیا تھا پھر جس صورت میں ایک کے واسطے مددگار برادری پر اور دوسرے کے واسطے مال قاتل سے ادا کرنے کا حکم ہوا ہے اگر ایک کا حق وصول ہو جائے اور دوسرے کا ڈوب جائے تو جس کا ڈوب گیا ہے اُس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ جس کا حق وصول ہوا ہے اُس میں شریک ہو جائے یہ شرح زیادات عثمانی میں ہے۔ ایک شخص مر گیا ہے اُس کے دو بیٹے ہیں ان میں سے بڑے نے چھوٹے پر گواہ قائم کئے کہ اس نے باپ کو قتل کیا ہے اور چھوٹے نے ایک اجنبی پر گواہ قائم کئے کہ اس نے میرے باپ کو قتل کیا ہے تو بڑے کے نام چھوٹے پر نصف دیت کی اور چھوٹے کے نام اجنبی پر نصف دیت کی ڈگری ہوگی اور امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر قتل خطا دعویٰ ہو تو بڑے کے واسطے چھوٹے پر دیت کا اور اگر عہد اُقتل کا دعویٰ ہو تو بڑے کے واسطے چھوٹے پر قصاص کا حکم ہوگا اور اگر ہر ایک بیٹے نے دوسرے پر گواہ قائم کئے تو ہر ایک کے واسطے دوسرے پر نصف دیت کی ڈگری ہوگی اور دونوں مسئلوں میں مقتول کی میراث دونوں بیٹوں کو ملے گی یہ کافی میں ہے۔

اگر تین بیٹے ہوں اور فرض کرو کہ ان تینوں کے نام عبد اللہ وزید اور عمرو ہیں پس عبد اللہ نے زید پر گواہ قائم کئے کہ اس نے باپ کو قتل کیا ہے اور زید نے عمرو پر گواہ قائم کئے کہ اس نے باپ کو قتل کیا ہے اور عمرو نے عبد اللہ پر گواہ قائم کئے کہ اس نے باپ کو قتل کیا ہے اور بالاجماع کسی پر قصاص واجب نہ ہوگا پھر امام اعظمؒ کے نزدیک ہر ایک کے واسطے مدعا علیہ پر اس کے مال سے تہائی دیت کا حکم ہوگا اگر قتل عہد ہو اور اگر قتل خطا ہو تو اُس کی مددگار برادری پر تہائی دیت کا حکم ہوگا اور میت کی میراث سب تین تہائی تقسیم ہوگی اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک ہر ایک کے واسطے اس کے مدعا علیہ پر نصف دیت کا حکم ہوگا اور میت کی میراث صاحبینؒ کے قول پر بھی ان سب میں تین تہائی تقسیم ہوگی اور اگر عبد اللہ نے زید و عمرو دونوں پر گواہ قائم کئے کہ ان دونوں نے باپ کو عہد اُقتل کیا ہے اور زید و عمرو نے عبد اللہ پر گواہ قائم کئے کہ اس نے باپ کو عہد اُقتل کیا ہے تو صاحبینؒ کے نزدیک دونوں فریق کی گواہیاں ساقط کر دی جائیں گی اور ان سب میں وراثت تین تہائی رہ جائے گی اور بناء بر قول امام اعظمؒ کے عبد اللہ کے واسطے زید و عمرو پر در صورت قتل عہد کے ان دونوں کے مال سے نصف دیت کی اور در صورت دعویٰ خطا کے دونوں کی مددگار برادری پر نصف دیت کی ڈگری ہوگی اور زید و عمرو کے واسطے عبد اللہ پر در صورت قتل عہد کے اُس کے مال سے نصف دیت کی اور در صورت قتل خطا کے اُس کی مددگار برادری پر نصف دیت کی ڈگری ہوگی اور جس قدر میراث ہے وہ نصف عبد اللہ کو اور نصف زید و عمرو کو

ملے گی۔ اور اگر عمرو نے زید پر گواہ قائم کئے کہ اس نے باپ کو قتل کیا ہے اور زید نے عمرو پر گواہ قائم کئے کہ اس نے باپ کو قتل کیا ہے اور ان دونوں میں سے کسی نے عبد اللہ پر کچھ گواہ پیش نہ کئے تو عبد اللہ سے کہا جائے گا کہ تو اس مقدمہ میں کیا کہتا ہے پس اس مسئلہ میں تین صورتیں ہیں یا تو عبد اللہ ان دونوں میں سے کسی خاص پر قتل کا دعویٰ کرے گا یا دونوں میں کسی پر دعویٰ نہ کرے گا یا دونوں پر دعویٰ کرے گا کہ ان دونوں نے باپ کو قتل کیا ہے پس اگر خاص ایک پر قتل کا دعویٰ کیا اور فرض کرو کہ عمرو پر دعویٰ کیا تو امام اعظمؒ کے قول پر عمرو پر تین چوتھائی دیت کی ڈگری ہوگی اور یہ مال زید و عبد اللہ کے درمیان نصفانصف ہوگا پس اگر قتل عمد ہو تو عمرو کے مال سے اور اگر خطا ہو تو اُس کی مددگار برادری سے دی جائے گی اور عمرو کے واسطے زید پر چوتھائی دیت کی ڈگری ہوگی پس اگر قتل عمد ہو تو زید کے مال سے اور اگر خطا ہو تو اُس کی مددگار برادری سے دلائی جائے گی۔ اور میراث میں سے نصف عبد اللہ کو اور نصف زید و عمرو کو ملے گی۔ پھر جو زید کے واسطے واجب ہوا ہے وہ اس مال میں جو عبد اللہ کے واسطے واجب ہوا ہے ملایا جائے گا اور دونوں میں تقسیم کیا جائے گا اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے قول پر عبد اللہ کے واسطے عمرو پر قصاص کا حکم ہوگا اگر قتل عمد ہو اور اگر خطا سے ہو تو اُس کی مددگار برادری پر دیت کا حکم ہوگا اور یہ مال زید و عبد اللہ کے درمیان مساوی تقسیم ہوگا اور میراث ان دونوں کے درمیان مساوی تقسیم ہوگی اور اگر عبد اللہ نے ان دونوں میں سے کسی پر قتل کا دعویٰ نہ کیا مثلاً کہا کہ ان دونوں میں سے کسی نے قتل نہیں کیا ہے تو بنا بر قول امام اعظمؒ کے زید کے واسطے عمرو پر چوتھائی دیت کا اور عمرو کے واسطے زید پر چوتھائی دیت کا حکم دیا جائے گا پس اگر قتل عمد ہو تو ہر ایک کے مال سے ہوگا اور اگر قتل خطا ہو تو ہر ایک کی مددگار برادری پر ہوگا اور دیت میں سے عبد اللہ کو کچھ نہ ملے گا اور میراث ان سب میں تین تہائی ہوگی اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک ایسی صورت میں کچھ نہ پایا جائے گا نہ دیت کا اور نہ قصاص کا اور میراث ان سب میں تین تہائی ہوگی اور اگر عبد اللہ نے ان دونوں پر قتل کا دعویٰ کیا کہ تم دونوں نے باپ کو قتل کیا ہے تو بنا بر قول امام اعظمؒ کے عبد اللہ کے واسطے کچھ دیت کا حکم نہ ہوگا اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے واسطے دوسرے پر چوتھائی دیت کا حکم ہوگا اور میراث میں سے نصف عبد اللہ کو اور نصف زید و عمرو کو ملے گی اور صاحبینؒ کے قول پر زید و عمرو کی گواہیاں ساقط کر دی جائیں گی اور عبد اللہ کے گواہ نہیں ہیں پس اُس کے نام کچھ حکم دیت کا نہ ہوگا اور میراث ان سب میں تین تہائی ہوگی یہ محیط میں ہے۔

اگر بیٹا و بھائی چھوڑا اور ہر ایک نے دوسرے پر دعویٰ کیا تو بھائی کے گواہ لغو ہوں گے اور اُس پر ڈگری کی جائے گی اور اگر یہاں دو بیٹے ہوں اور ہر ایک نے دوسرے پر گواہ قائم کئے اور بھائی نے کسی ایک کی تصدیق کی تو اُس پر التفات نہ کیا جائے گا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر ہر ایک بیٹے کے دوسرے پر قاتل ہونے کے گواہ قائم کرنے کے بعد بھائی نے گواہ دیئے کہ ان دونوں نے قتل کیا ہے تو امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک بھائی کے گواہ قبول ہوں گے اور میراث اسی کو ملے گی پس اگر قتل عمد ہو تو دونوں بیٹے قتل کئے جائیں گے اور اگر قتل خطا ہو تو ان کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اس مسئلہ میں امام اعظمؒ کا قول ذکر نہیں کیا اور ان کے قول کے بنا پر چاہئے کہ بھائی کے گواہ قبول ہوں اور میراث دونوں بیٹوں میں مشترک ہو اور ہر ایک کے واسطے دوسرے پر نصف دیت واجب ہو اور اگر اُس نے تین بیٹے چھوڑے جس میں سے دو بیٹوں نے تیسرے پر گواہ قائم کئے کہ اس نے باپ کو قتل کیا ہے اور تیسرے نے کسی اجنبی پر گواہ قائم کئے کہ اس نے میرے باپ کو قتل کیا ہے تو امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک تو دونوں بیٹوں کے گواہ قبول ہو کر تیسرے بیٹے پر قصاص کا حکم ہوگا اگر قتل عمد ہو اور اگر قتل خطا ہو تو اُس کی مددگار برادری پر دیت کا حکم ہوگا اور تیسرے بیٹے کو میراث میں سے کچھ نہ ملے گا اور تمام میراث دونوں بیٹوں میں جو مدعی تھے تقسیم ہوگی اور امام اعظمؒ کے نزدیک دونوں بیٹوں کے

۱۔ مترجم کے نزدیک غالباً لفظ دیت کا اس مقام پر کاتب کی غلطی معلوم ہوتی ہے اور ترکہ کا لفظ اولیٰ ظاہر ہوتا ہے واللہ اعلم ۱۲

گواہوں کو تیسرے بیٹے کے گواہوں پر ترجیح نہ ہوگی پس دونوں کے واسطے تیسرے پر دو تہائی دیت کا حکم ہوگا پس اگر قتل عمد ہو تو اُس کے مال اور اگر قتل خطا ہو تو اُس کی مددگار برادری سے وصول کی جائے گی اور تیسرے کے واسطے اجنبی پر تہائی دیت کا حکم ہوگا اور میراث ان تینوں میں تین تہائی ہوگی اگر ایک شخص قتل کیا گیا اور اُس نے تین بیٹے چھوڑے پس بڑے بیٹے نے درمیانی پر گواہ قائم کئے کہ اس نے باپ کو قتل کیا ہے اور درمیانی نے چھوٹے پر گواہ قائم کئے کہ اس نے میرے باپ کو قتل کیا ہے اور چھوٹے نے ایک اجنبی پر گواہ قائم کئے کہ اس نے میرے باپ کو قتل کیا ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک ہر ایک مدعی کے واسطے اُس کے مدعا علیہ پر تہائی دیت کا حکم ہوگا اور میراث ان سب میں تین تہائی ہوگی اور بنا بر قول صاحبینؒ کے بڑے بیٹے کے واسطے درمیانی پر نصف دیت کا اور درمیانی کے واسطے چھوٹے پر نصف دیت کا حکم ہوگا اور میراث برے اور درمیانی کے واسطے اجنبی پر کچھ حکم نہ ہوگا اور میراث برے اور درمیانی کے واسطے نصف نصف ہوگی اور چھوٹے کو محروم کیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔ اگر دو شخصوں میں سے ہر ایک نے اقرار کیا کہ میں نے فلاں شخص کو قتل کیا ہے اور ولی مقتول دعویٰ کرتا ہے کہ تم دونوں نے اُس کو قتل کیا ہے تو اُس کو اختیار ہوگا کہ دونوں کو قصاص میں قتل کرے اور اگر گواہوں نے گواہی دی کہ اُس نے مقتول کو قتل کیا ہے اور دوسرے گواہوں نے ایک شخص دیگر پر مقتول کے قتل کرنے کی گواہی دی اور ولی نے دعویٰ کیا کہ تم سب نے اُس کو قتل کیا ہے تو یہ سب باطل ہو گیا یہ ہدایہ میں ہے۔

اگر دو اشخاص اقرار کریں ہوں کہ ہم نے تیرے ولی کو جان بوجھ کر مار ڈالا ☆

نوادر بشر میں امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے ولی کو عمداً قتل کیا ہے پس اُس نے تصدیق کر کے اُس کو قتل کیا پھر دوسرا شخص آیا اور اُس نے کہا کہ میں نے اس کو عمداً قتل کیا ہے تو ولی کو اختیار ہے کہ اس کو بھی قصاصاً قتل کرے اور اگر ایسا ہو کہ اول کے اقرار کے وقت ولی نے کہا ہو کہ تو نے تنہا اس کو قتل کیا ہے پھر اس کو قصاص میں مار ڈالا پھر دوسرا شخص آیا اور اُس نے کہا بلکہ میں نے اُس کو تنہا قتل کیا ہے تو اس پر اس شخص کی جس کو اس نے قتل کیا ہے دیت واجب ہوگی اور دوسرے پر اُس کی دیت واجب ہوئی یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے زید کو خطا سے قتل کرنے کا اقرار کیا اور زید کے ولی نے عمداً قتل کا دعویٰ کیا تو ولی کو استحساناً قاتل کے مال سے دیت دلائی جائے گی یہ مبسوط میں ہے اور اگر قاتل نے قتل عمد کا اقرار کیا اور ولی مقتول نے خطا سے قتل کرنے کا دعویٰ کیا تو وارثان مقتول کو کچھ نہ ملے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ پھر اسکے بعد اگر ولی نے قاتل کی تصدیق کی اور کہا کہ تو نے اس کو عمداً قتل کیا ہے تو قاتل پر اُس کی دیت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے ایک شخص نے دو آدمیوں پر دعویٰ کیا کہ ان دونوں نے میرے مورث کو عمداً دھاردار آلہ سے قتل کیا ہے پھر ایک نے اس کے عمداً قتل کر ڈالنے کا اقرار کیا اور دوسرے پر دو گواہوں نے تنہا عمداً قتل کرنے کی گواہی دی تو گواہی قبول نہ ہوگی اور ولی کو اختیار ہوگا کہ مقرر کو قصاصاً قتل کرے اور اگر قتل خطا ہو تو مقرر پر نصف دیت واجب ہوگی اور جس پر گواہوں نے گواہی دی ہے اُس پر کچھ نہ ہوگا یہ شرح زیادات عتابی میں ہے۔ اگر دو مدعا علیہ میں سے ایک نے اقرار کیا کہ میں نے اُس کو تنہا عمداً قتل کیا ہے اور دوسرے نے قتل سے انکار کیا اور مدعی کے پاس گواہ نہیں ہیں تو مدعی کو مقرر کے قتل کا اختیار ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر دو شخصوں پر قتل عمد کا دعویٰ کیا اور ایک عمداً قتل کرنے کا اور دوسرے نے خطا سے قتل کرنے کا اقرار کیا تو دونوں پر دیت واجب ہوگی یہ خزائنہ المفتین میں ہے امام محمدؒ نے زیادات میں فرمایا کہ ایک شخص نے دو شخصوں پر دعویٰ کیا کہ ان دونوں نے میرے ولی کو عمداً قتل کیا ہے اور میرا ان دونوں پر قصاص چاہئے ہے پس دونوں میں سے ایک نے کہا کہ تو

یعنی اس اقرار کنندہ پر جس نے آکر بیان کیا کہ میں نے تنہا قتل کیا ہے ۱۲ جس کو اس دوسرے نے قصاص میں مارا ہے ۱۲

یعنی شخص اقرار کنندہ ۱۲

نے سچ دعویٰ کیا ہے اور دوسرے نے کہا کہ میں نے اُس کو خطا لائھی سے مارا ہے تو ولی مقتول کے واسطے دونوں پر دونوں کے مال سے تین سال میں دیت کا حکم ہوگا اور یہ جو اس مقام پر مذکور ہے یہ استحسان ہے۔ اور اگر اس صورت میں ولی نے خطا کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے قتل عمد کا اقرار کیا تو کچھ دیت وغیرہ کا حکم نہ دیا جائے گا اور اگر ولی نے اس صورت میں قتل خطا کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اُس کے موافق قتل خطا کا اقرار کیا تو دیت واجب ہوگی اور اگر ولی نے دونوں پر اس صورت میں خطا سے قتل کرنے کا دعویٰ کیا اور ایک مدعا علیہ نے قتل عمد کا اور دوسرے نے قتل خطا کا اقرار کیا تو یہ صورت اور جس صورت میں دونوں نے قتل خطا کا اقرار کیا ہے دونوں یکساں ہیں یہ محیط میں ہے۔ اور اگر دونوں پر قتل عمد کا دعویٰ کیا پس ایک نے کہا کہ ہم نے اُس کو عمد اُقتل کیا ہی اور دوسرے نے بالکل قتل کرنے سے انکار کیا تو اقرار کرنے والا قصاصاً قتل کیا جائے گا اور اگر اس صورت میں مدعی قتل خطا کا دعویٰ کرتا ہو تو کچھ واجب نہ ہوگا یہ شرح زیادات عتابی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے اور فلاں شخص نے تیرے ولی کو عمد اُقتل کیا ہے اور فلاں شخص نے کہا کہ ہم نے اُس کو خطا سے قتل کیا ہے اور ولی مقرر قتل عمد سے کہا کہ تو نے اُس کو تنہا عمد اُقتل کیا ہے تو ولی کو اختیار ہوگا کہ مقرر کو قصاصاً قتل کرے اور اگر ولی نے اس صورت میں خطا سے قتل کا دعویٰ کیا ہو تو کچھ واجب نہ ہوگا یہ محیط میں ہے

اگر دونوں میں سے ایک نے کہا کہ میں نے عمد اُس کا ہاتھ کاٹا اور فلاں شخص نے عمد اُس کا پاؤں کاٹا پس اس صدمہ سے وہ مر گیا اور ولی نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے ہی عمد اُس کا ہاتھ و پاؤں کاٹا ہے اور دوسرے نے شرکت سے انکار کیا تو مقرر کو ولی قتل کر سکتا ہے اور اگر ولی نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے عمد اُس کا ہاتھ کاٹا ہے اور میں نہیں جانتا ہوں کہ اُس کا پاؤں کس نے کاٹا ہے تو مقرر قتل نہ کیا جائے گا لیکن اگر ابہام زائل ہو جائے مثلاً اُس نے کہا کہ مجھے یاد آ گیا کہ فلاں شخص نے عمد اُس کا پاؤں کاٹا ہے تو اس کو مقرر کے قتل کر دینے کا اختیار ہوگا اور یہ عذر ہوگا حتیٰ کہ اگر مبہم کر دینے کے وقت قاضی اس کے حق باطل ہونے کا حکم دے دیا پھر اس نے یاد کر کے بیان کیا تو اس کا حق عود نہ کرے گا یہ شرح زیادات عتابی میں ہے۔

اگر ایک شخص مقتول کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے ہیں اُس کے وارث نے دعویٰ کیا کہ فلاں شخص نے اس کا دایاں ہاتھ عمد اُقتل کیا ہے اور فلاں شخص نے اس کا بایاں ہاتھ عمد اُقتل کیا ہے اور دونوں کے زخم سے وہ مر گیا ہے پس جس پر بائیں ہاتھ کاٹنے کا دعویٰ ہے اُس نے کہا کہ میں نے عمد اُس کا بایاں ہاتھ کاٹا ہے اور وہ اسی زخم سے خاصۃً مر گیا ہے اور دوسرے نے اُس کے قطع کرنے سے انکار کیا تو مدعی کو مقرر کے قتل کر ڈالنے کا اختیار ہوگا۔ اور اگر ولی نے کہا کہ فلاں شخص نے اُس کا بایاں ہاتھ عمد اُقتل کیا ہے اور مجھے دریافت نہیں ہے کہ اُس کا دایاں ہاتھ کس نے کاٹا ہے لیکن یہ جانتا ہوں کہ وہ بھی عمد اُقتل کیا گیا ہے اور مقتول ان دونوں زخموں سے مر گیا ہے اور جس مدعا علیہ پر بائیں ہاتھ کاٹنے کا دعویٰ ہے اُس نے کہا کہ میں نے اُس کا بایاں ہاتھ عمد اُقتل کیا ہے اور وہ اسی زخم سے خاصۃً مر گیا تو مقرر پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر ولی نے کہا کہ فلاں شخص نے اس کا بایاں ہاتھ عمد اُقتل کیا ہے اور فلاں شخص نے دایاں ہاتھ عمد اُقتل کیا ہے اور جس پر بائیں ہاتھ کاٹنے کا دعویٰ ہے اُس نے کہا کہ میں نے عمد اُس کے بائیں ہاتھ کو کاٹا ہے اور میں یہ نہیں جانتا ہوں کہ دایاں ہاتھ کس نے کاٹا ہے لیکن یہ جانتا ہوں کہ دایاں ہاتھ بھی عمد اُقتل کیا گیا ہے اور وہ اسی سے مر گیا ہے تو مقرر پر قصاص نہ ہوگا اور استحساناً اُس پر نصف دیت واجب ہوگی اور قیاساً اُس پر کچھ دیت بھی لازم نہ ہونی چاہئے یہ محیط میں ہے۔

صلح و عفو اس میں ادائے شہادت کے بیان میں

باپ کو اختیار ہے کہ اپنے بیٹے کی جان تلف ہونے سے کم جنایت میں صلح کرے اور جان تلف ہونے سے صلح کرنے میں روایات مختلف ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر قاتل و اولیاء مقتول نے کسی قدر مال پر باہم صلح کر لی تو قصاص ساقط ہو جائے گا اور مال واجب ہوگا خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو اور اگر انہوں نے میعاد سے ادا کرنے یا فی الحال ادا کرنے کا کچھ ذکر نہ کیا تو وہ مال فی الحال واجب الادا ہوگا یہ ہدایہ میں ہے اور اگر قتل خطا ہو اور کہا کہ میں نے تجھ سے ہزار دینار یا دس ہزار درم پر صلح کی اور اُس کے ادا کے واسطے کوئی میعاد مقرر نہ کی پس اگر ایسی صلح قبل حکم قاضی کے اور قبل اس کے کہ دونوں باہم کسی نوع دیت پر راضی ہوں واقع ہوئی ہو تو یہ مال موجب یعنی میعاد ہوگا یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اور اگر قاتل ایک آزاد اور ایک غلام ہو اور آزاد نے اور غلام کے مولیٰ نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ ان دونوں پر جو خون ہے اُس سے ہزار درم پر صلح کر لے اور اُس نے ایسا ہی کیا تو یہ ہزار درم مولائے غلام و آزاد پر نصفانصف ہوں گے یہ ہدایہ میں ہے۔ پھر واضح ہو کہ قتل خطا کی صورت میں جب صلح واقع ہوئی پس اگر کسی نوع دیت کا حکم ہونے یا کسی نوع دیت پر دونوں کی باہمی رضامندی ہونے کے بعد صلح ہوئی پس اگر اسی نوع دیت پر صلح ہوئی جس کا قاضی نے حکم دیا یا جس پر دونوں باہم راضی ہو چکے یا صلح مقدار دیت سے زائد پر واقع ہوئی تو جائز نہیں ہے۔ اور جس قدر قاضی نے حکم دیا ہے اُس سے کم مقدار پر صلح واقع ہوئی تو جائز ہے خواہ نقد ہو یا ادھار ہو اور جس نوع کا حکم قاضی نے دیا ہے اگر اُس کے خلاف جنس پر صلح واقع ہوئی حالانکہ جس قدر کا حکم قاضی نے دیا ہے اُس سے زیادہ پر صلح ٹھہرائی تو جائز ہے لیکن اگر قاضی نے دراہم کا حکم دیا ہو اور باہم دیناروں پر صلح کر لی تو صلح جہی جائز ہوگی جب ہاتھوں ہاتھ نقد ہو اور اگر گھوڑے یا گدھے یا غلام پر صلح کر لی پس اگر وہ غیر معین ہو تو نہیں جائز ہے اور اگر معین ہو تو جائز ہے اگرچہ مجلس صلح میں اُس پر قبضہ نہ ہو اور جس قدر کا حکم ہوا ہے اگر اُس سے کم پر صلح کی پس اگر حکم قضاء مال صلح میں کوئی درم و کوئی دینار ہو تو جب تک نقد ہاتھوں ہاتھ نہ دے تب تک صلح جائز نہ ہوگی اور اگر وہ مال جس کا حکم ہوا ہے وہ دراہم ہوں اور جس پر صلح ٹھہری ہے وہ عروض ہو پس اگر ادھار ہو تو نہیں جائز ہے اور اگر معین ہو تو جائز ہے خواہ اُسی مجلس میں قبضہ ہو جائے یا نہ ہو یہ سب جو ہم نے ذکر کیا ہے اُس وقت ہے کہ جب دونوں نے بعد حکم قاضی و باہمی رضامندی کے صلح کی ہو اور اگر حکم قضا و باہمی رضا سے پہلے دونوں نے صلح ٹھہرائی پس اگر ایسے مال پر صلح ٹھہرائی جو دیت میں مفروض کیا گیا ہے پس اگر وہ مال مقدار دیت سے زائد ہو تو صلح جائز نہیں ہے اگرچہ ہاتھوں ہاتھ دیا جائے اور اگر دس ہزار درم یا ہزار دینار یا سواونٹ سے کم پر صلح واقع ہوئی تو یہ جائز ہے خواہ نقد ہو یا ادھار ہو۔ اور اگر کسی دوسری جنس پر جو دیت میں مفروض نہیں ہے صلح واقع ہوئی پس اگر غیر معین ادھار ہو تو نہیں جائز ہے اور اگر معین ہو تو جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص عداقت کیا گیا اور اُس کے دو ولی ہیں۔ پس دونوں میں سے ایک نے قاتل سے پچاس ہزار درم پر پورے خون سے صلح کی تو بقدر اُس کے حصہ کے پچاس ہزار درم پر صلح جائز ہوگی اور دوسرے کو نصف دیت ملے گی تو پانچ ہزار درم ملیں گے اور امام اعظمؒ سے روایت ہے کہ دیت سے زیادہ مال پر صلح کرنا باطل ہے اور ہر ایک کے واسطے نصف دیت کے پانچ ہزار درم واجب ہوں گے۔ مگر مشہور روایت وہی ہے جو ہم نے پہلے ذکر کی ہے یہ ظہیر یہ میں ہے اور وارثان مقتول میں سے مرد یا عورت یا مال یا ادائی یا نانی وغیرہ یا ان کے سوائے عورتوں میں سے جنس قصاص معاف کر دیا یا مقتول عورت ہے اور اُس کے شوہر نے قصاص

یعنی مراد یہ ہے کہ جس قدر مال دیت میں مقرر کیا جاتا ہے اُس سے زیادہ پر جو صلح کی جائے تو وہ صلح باطل ہوگی اور اطلاق عام ہوتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲

معاف کر دیا تو پھر قصاص کی کوئی راہ نہ ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر شریکوں میں سے کسی وارث نے اپنے حصہ سے کسی قدر مال پر صلح کر لی تو یا عفو کر دیا تو قصاص سے باقیوں کا حق ساقط ہو گیا مگر اُن کو دیت میں سے اُن کا حصہ ملے گا اور عفو کرنے والے کے واسطے کچھ مال واجب نہ ہوگا۔ اور اگر حق قصاص دو شخصوں میں مشترک ہو اور ایک نے قاتل کو عفو کر دیا تو دوسرے کو تین سال میں مال قاتل نصف دیت ملے گی یہ کافی میں ہے۔ اور اگر دو وارثوں میں سے ایک نے عفو کیا اور دوسرے کو معلوم ہوا کہ اب قاتل کو قتل کر حرام ہے مگر اُس نے قتل کیا تو اس پر قصاص واجب ہوگا اور قاتل کے مال سے اُس کو نصف دیت ملے گی اور اگر حرام ہونے سے آگاہ نہ ہو تو اُس کے مال سے اُس پر دیت واجب ہوگی خواہ عفو سے واقع ہوا ہو یا نہ ہو یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دو آدمیوں کو عداوت کیا اور دونوں کا ولی ایک شخص ہے پس اُس نے ایک کا قصاص معاف کر دیا تو اُس کو دوسرے کے عوض قاتل کو قتل کرنے کا اختیار نہ رہے گا یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ لیکن محیط سرخسی میں لکھا ہے کہ دو قاتلوں میں سے اگر ایک کو ولی نے عفو کیا تو دوسرے کا قتل کر سکتا ہے انتہی۔

قال المکرّم جم ☆

وهو الظاهر۔ اور اگر ایک شخص نے دو آدمیوں کو قتل کیا اور ہر ایک کا ایک ولی ہے پس ایک ولی نے اُس کو معاف کیا تو دوسرے ولی کو اختیار ہوگا کہ اُس کو قصاصاً قتل کرے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر مجروح کے مرجانے سے پہلے ولی نے قاتل کو عفو کیا تو استحساناً جائز ہے اور قیاساً وہ قتل کیا جائے گا اور اگر ولی نے قاتل کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر اُس کو معاف کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اُس کے ہاتھ کی دیت کا ضامن ہوگا اور صاحبینؒ اس میں اختلاف کرتے ہیں محیط میں ہے۔ ایک شخص عداوت کیا گیا اور ولی کے واسطے قاتل سے قصاص لینے کا حکم دیا گیا پھر ولی نے ایک شخص کو حکم دیا کہ قاتل کو قتل کرے پھر ایک شخص نے ولی سے درخواست کی کہ قاتل کو عفو کر دے پس اُس نے عفو کیا پھر مامور نے قاتل کو قتل کر دیا اور اُس کو عفو کرنے کا حال معلوم نہ ہوا تو فرمایا کہ مامور پر دیت واجب ہوگی اور وہ مال دیت کو حکم دہندہ سے واپس لے گا یہ ظہیر یہ میں ہے۔

ایسی صورت کا بیان جس میں صلح کی بابت قاتل کے گواہان کی گواہی کو قبول کیا جائے گا ☆

اگر نابالغ کا خون اُس کے ولی یا وصی نے معاف کیا تو جائز نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص عداوت کیا گیا اور اس کے بھائی نے گواہ قائم کئے کہ میں اُس کا وارث ہوں میرے سوائے کوئی اُس کا وارث نہیں ہے اور قاتل نے گواہ پیش کئے کہ مقتول کا ایک بیٹا موجود ہے تو قاضی اُس کے بھائی کے گواہوں پر حکم نہ دے گا بلکہ تاخیر کرے گا اور اگر قاتل نے گواہ قائم کئے کہ مقتول کا ایک بیٹا ہے وہ اس کا وارث ہوا اور اُس نے مجھ سے دیت پر صلح کر کے وصول کر لی ہے یا اس امر کے گواہ دیئے کہ بیٹے نے مجھے معاف کر دیا ہے تو قاتل کے گواہ قبول ہوں گے پھر اگر اُس کے بیٹے نے آکر صلح سے اور عفو سے انکار کیا تو قاتل کو حکم دیا جائے گا کہ بیٹے کے رو بہ گواہ دوبارہ سنادے اور فقط ان گواہوں پر جو قاتل نے بمقابلہ بھائی کے پیش کئے تھے بیٹے پر حکم نہ دے گا اور اگر مقتول کے دو بھائی ہوں اور قاتل نے دونوں میں سے ایک بھائی پر گواہ قائم کئے کہ جو بھائی غائب ہے اُس نے مجھ سے پانچ ہزار درہم پر صلح کر لی ہے تو بھائی جائز ہے۔ پھر اگر غائب نے حاضر ہو کر صلح سے انکار کیا تو قاتل کو دوبارہ گواہ پیش کرنے کی تکلیف نہ دی جائے گی اور جب کہ قاتل کو دوبارہ گواہ پیش کرنے کا حکم نہ دیا گیا تو حاضر کو نصف دیت ملے گی اور غائب کو کچھ نہ ملے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

۱۔ کیونکہ جب اُس نے معاف کر دیا تو اُس کا کوئی حق دیت میں نہ رہا اور اُس نے معاف کر دینے سے دوسروں کو قصاص کا استحقاق نہ رہا کہ اس صورت میں قصاص معذور ہے ۱۲

اور اگر مقتول کے دو ولی ہوں اور ایک غائب ہو پس قاتل نے دعویٰ کیا کہ غائب نے مجھے خون معاف کر دیا ہے اور اس دعویٰ پر گواہ پیش کئے تو میں اُس کے گواہوں پر غائب کی طرف سے عفو جائز رکھوں گا اور جب عفو کا حکم دیا گیا پھر غائب آیا تو اُس کے رو برو دوبارہ گواہوں کا اعادہ نہ کرے گا اور اگر اُس نے غائب کی طرف سے عفو کا دعویٰ کیا مگر اُس کے پاس گواہ نہ تھے اور اُس نے چاہا کہ حاضر سے قسم لے تو اس میں تاخیر دی جائے گی یہاں تک کہ غائب آجائے تو اس سے قسم لے گا پھر اگر اُس نے حاضر ہو کر عفو نہ کرنے پر قسم کھائی تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر قاتل نے کہا کہ غائب کے عفو کرنے کے میرے پاس گواہ ہیں وہ شہر میں موجود ہیں تو اُس کو تین روز کی مہلت دی جائے گی اور فی الحال اُس سے قصاص نہ لیا جائے گا ایسا ہی شیخ الاسلام نے اپنی شرح میں کر کیا ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ قاضی کو اختیار ہے کہ عفو کے دعویٰ میں جس قدر اُس کی رائے میں آئے مہلت دے اور فرمایا کہ جو کتاب میں تین روز کی مہلت مذکور ہے یہ مقدار لازمی نہیں ہے پس اگر اُس نے تین روز کے بعد کہا کہ میرے گواہ غائب ہیں یا ابتداء سے کہا کہ میرے گواہ غائب ہیں تو قیاس چاہتا ہے کہ اُس سے قصاص لے لیا جائے اور تاخیر نہ دی جائے لیکن استحساناً اُس سے قصاص فی الفور نہ لیا جائے گا الا اُس صورت میں کہ قاضی کے علم میں یہ بات آئے کہ اگر اس کے پاس گواہ ہوتے تو اُن کو پیش کرتا یہ محیط میں ہے۔

دو ولیوں میں سے ایک نے دوسرے کے حق میں گواہی دی کہ اس نے قاتل کو عفو کر دیا ہے تو یہاں پانچ صورتیں ہیں اول یہ کہ شریک نے اُس کے قول کی تصدیق کی اور قاتل نے بھی تصدیق کی دوم شریک و قاتل دونوں نے تکذیب کی سوم شریک نے تکذیب اور قاتل نے تصدیق کی چہارم شریک نے تصدیق اور قاتل نے تکذیب کی پنجم شریک و قاتل دونوں نے سکوت کیا۔ پس ان سب صورتوں میں قصاص سے عفو ہوگا اور رہی دیت پس اگر صورت اول ہو تو مدعی کو نصف دیت ملے گی۔ اور دوم ہو تو مدعی کو کچھ نہ ملے گا اور ساکت کو نصف دیت ملے گی اور تیسری صورت ہو تو قاتل پوری دیت دے گا جو ان دونوں میں مشترک ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر قاتل نے شاید کے قول کی تکذیب کی اور شریک نے تصدیق کی تو قصاص عفو ہوگا اور قیاساً قاتل پر کچھ دیت واجب نہ ہوگی مگر استحساناً شریک شاہد کے واسطے مال قاتل سے نصف دیت واجب ہوگی اور استحساناً ہے کہ ہمارے علماء ثلاثہ نے اختیار کیا ہے۔ اور اگر قاتل و مشہود علیہ نے شاید کے قول کی نہ تصدیق کی اور نہ تکذیب کی بلکہ دونوں خاموش رہے تو اس کا وہی حکم ہے جو دونوں کی تکذیب کرنے کا حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے پر عفو کرنے کی شہادت دی تو ضرور ہے کہ یا تو دونوں نے ایک ساتھ شہادت دی ہوگی یا آگے پیچھے پس اگر ساتھ ہی شہادت دی پس اگر قاتل نے دونوں کی تکذیب کی تو دونوں کا حق باطل ہوگا اور اسی طرح اگر قاتل نے معادوں کی تصدیق کی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر آگے پیچھے دونوں کی تصدیق کی تو دونوں کو پوری دیت ملے گی۔ اور اگر اُس نے دونوں میں سے ایک کی تصدیق کی اور دوسرے کی تکذیب کی تو جس کی تصدیق کی ہے اُس کے واسطے نصف دیت کا ضامن ہوگا اور اگر دونوں نے آگے پیچھے گواہی دی پس اگر قاتل نے دونوں کی تکذیب کی تو پچھلے دفعہ گواہی دینے والے کو نصف دیت ملے گی اور اول کو کچھ نہ ملے گا اسی طرح اگر اس نے ساتھ ہی دونوں کی تصدیق کی تو اول کو کچھ نہ ملے گا اور اگر نصف دیت ملے گی۔ اور اگر آگے پیچھے دونوں کی تصدیق کی تو اُس پر دونوں کے واسطے پوری دیت واجب ہوگی اور اگر اُس نے تصدیق کی پس اگر اول کی تصدیق اور دوم کی تکذیب کی تو اُس پر پوری دیت واجب ہوگی اور اگر اول کی تکذیب اور دوسرے کی تصدیق کی تو دوسرے کو نصف دیت ملے گی اور اول کو کچھ نہ ملے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر خون میں تین آدمیوں کا استحقاق

ہو پھر دو آدمیوں نے ان شریکوں میں سے تیسرے شریک پر گواہی دی کہ اُس نے عفو کیا ہے تو اس میں چار صورتیں ہیں اول آنکہ قاتل اور مشہود علیہ دونوں آدمی ان دونوں شاہدوں کی تصدیق کریں اور اس صورت میں مشہود علیہ کا حصہ باطل ہو جائے گا اور شاہدین کا حق قصاص منقلب ہو کر مال ہو جائے گا اور اگر دونوں نے دونوں کی تکذیب کی تو دونوں شاہدوں کو کچھ نہ ملے گا اور مشہود علیہ کا حق مال کی طرف منقلب ہو جائے گا اور اگر دونوں شاہدین کی فقط مشہود علیہ نے تصدیق کی تو قاتل تہائی دیت یعنی حصہ مشہود علیہ کا ضامن ہوگا اور یہ مال دونوں شاہدین کو ملے گا۔ اور اگر فقط قاتل نے دونوں کی تصدیق کی تو قاتل پوری دیت کا ضامن ہوگا جو ان سب میں مشترک ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر وارثوں میں سے دو وارثوں نے بعض وارثوں پر قتل خطا کی صورت میں گواہی دی کہ ان بعض نے اپنا حصہ دیت عفو کر دیا ہے تو گواہی جائز ہوگی بشرطیکہ ہر دو شاہدین نے اپنا حصہ دیت وصول نہ پایا ہو یہ محیط سرخی میں ہے۔ ایک قوم نے مجتمع ہو کر ایک دم کہنے کتے کو تیر مارنے شروع کئے پس ایک تیر خطا کر کے ایک نابالغ جاریہ کے لگا یعنی چھوٹی لڑکی کے لگا اور وہ مر گئی اور ایک قوم نے گواہی دی کہ یہ فلاں شخص کا تیر تھا اور یہ گواہی نہ دی کہ اس کو فلاں شخص نے مارا ہے پھر لڑکی مذکورہ کے باپ سے تیر والے نے ایک باغ انگور پر صلح کی پھر صاحب صلح نے صلح کرنے والے سے مطالبہ کیا پس اگر معلوم ہو کہ صلح کرنے والا ہی زخمی کرنے والا ہے اور لڑکی اسی زخم سے مری ہے تو صلح جائز ہوگی اور اگر اس مقدمہ میں سوائے تیر کی شناخت کے اور کچھ معلوم نہ ہو تو صلح باطل ہوگی۔ اور اگر یوں دریافت ہو کہ تیر والے نے تیر مارا اور لڑکی کے باپ نے لپک کر اس لڑکی کو تھپڑ مار کر ہٹایا اور وہ گر کر مر گئی اور یہ دریافت نہیں ہوتا ہے کہ تیر سے مری ہے یا تھپڑ سے پس اگر باپ نے باقی وارثوں کی اجازت سے صلح کی ہو تو جائز ہے اور بدل صلح باقی وارثوں کو ملے گا باپ کو نہیں ملے گا اور اگر بدون ان کی اجازت کے صلح کی تو باطل ہے یہ ظہیر یہ میں ہے۔

عفو میں ضروری ہے کہ یا جنایت عمد میں معاف کیا یا جنایت خطا میں عفو کیا اور ہر ایک صورت ان احوال سے خالی نہیں کہ جنایت سے ہوگا یا زخم سر سے اور جو اس سے نتیجہ پیدا ہوتا ہے یا ہاتھ وغیرہ کاٹنے سے اور جو اس سے نتیجہ پیدا ہوتا ہے یا فقط ہاتھ وغیرہ کاٹنے سے یا فقط زخم سر سے عفو کیا ہے اور اگر جنایت عمد ہو پھر قاطع سے مقطوع نے کہا کہ میں نے تجھے جنایت سے یا قطع سے اور جو اس سے پیدا ہوتا ہے یا زخم سر سے اور جو اس سے پیدا ہوتا ہے عفو کیا تو وہ قطع سے اور جو اس کی سرایت سے پیدا ہوتا ہے بری ہو جائے گا اور اگر کہا کہ میں نے تجھے قطع سے یا زخم سر سے معاف کیا تو سرایت سے یعنی جو نتیجہ اس سے پیدا ہو مثلاً زخم سر کی وجہ سے دائم المرض ہو کر مر جائے تو اس نتیجہ سے بری نہ ہوگا حتیٰ کہ اگر مجروح مر جائے تو قیاساً قصاص واجب ہوگا اور امام اعظمؒ کے نزدیک استحساناً دیت واجب ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک وہ سرایت سے بھی بری ہو جائے گا اور اگر جنایت خطا ہو اور اُس نے قطع یا زخم سر سے عفو کیا پھر اُس کا اثر ساری ہو گیا اور وہ مر گیا تو اس میں بھی ایسا ہی اختلاف ہے اور اگر جنایت سے یا قطع سے اور جو اثر اس سے پیدا ہو عفو کیا مثلاً عمد جنایت کرنے کی صورت کے ان سب سے عفو صحیح ہے۔ لیکن عمد کی صورت میں پورے مال سے دیت کا اعتبار ہوگا اور خطا کی صورت میں تہائی سے اعتبار ہوگا اور وہ مددگار برادری کو وصیت ہوگی یہ محیط سرخی میں ہے۔ ایک عورت نے ایک مرد کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور اس مرد نے اُس عورت کے ساتھ اسی پر نکاح کیا پس اگر عمد قطع کیا ہو اور مرد نے اسی پر اُس سے نکاح کیا پس اگر وہ مرد اس سے اچھا ہو گیا (حتیٰ کہ اس کا ارش اس عورت پر واجب ہوا) تو مہر کا تسمیہ صحیح ہو جائے گا اور بالا جماع اس کا ارش اس عورت کا مہر ہو جائے گا پھر اگر دخول کے بعد اُس عورت کو طلاق دی یا مرد اُس کو چھوڑ کر مر گیا تو پورا ارش عورت کو مسلم رہے گا اور اگر دخول سے پہلے اس کو طلاق دی تو دو ہزار پانچ سو درم عورت مذکور کو مسلم رہیں گے اور باقی دو ہزار پانچ سو درم شوہر کو واپس کرایے گی اور اگر مرد مذکور اس سے بدلہ لے لے وہ نقد و جنس جو صلح کے عوض باہم مقرر ہو ۱۲

زخم سے مرگیا تو بالا جماع تسمیہ باطل ہے اور عورت مذکورہ کو مہر مثل ملے گا اگر دخول سے پہلے اُس کو طلاق دی تو عورت مذکور کے واسطے متعہ واجب ہوگا پھر امام اعظمؒ کے نزدیک قیاساً عورت مذکور پر قصاص واجب ہوگا اور استحساناً قصاص نہ ہوگا بلکہ فقط عورت کے مال سے عورت پر دیت واجب ہوگی اور اگر عورت مذکور سے جنایت پر یا قطع اور اُس کے اثر سے جو پیدا ہو اُس پر نکاح کیا پس اگر اس زخم سے وہ اچھا ہو گیا تو اُس کے ہاتھ کا ارش عورت مذکور کا مہر ہو جائے گا یہ بالا جماع ہے۔ اور وہ اس کے سپرد رہے گا اگر چہ مال ارش بہ نسبت اُس کے مہر مثل کے زائد ہو اور اگر وہ اس زخم سے مرگیا تو تسمیہ باطل ہو گیا اور عورت مذکور کے واسطے مہر مثل واجب ہوگا اور قصاص مفت بے عوض ساقط ہو گیا اور اگر جنایت بخلاف ہو اور مرد نے اُس سے قطع پر نکاح کیا ہو پس اگر اس زخم سے اچھا ہو گیا تو اس کے ہاتھ کا ارش اس کا مہر ہو گیا اور اگر اُس نے عورت مذکور کے ساتھ دخول کر کے طلاق دی یا مرگیا تو عورت مذکور کو پورا ارش سپرد رہے گا اور عاقلہ کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا اور اگر دخول سے پہلے طلاق دی تو عورت کو اس میں سے نصف دیا جائے گا یعنی دو ہزار پانچ سو درم اور باقی دو ہزار پانچ سو درم اُس کی مددگار برادری اُس کے شوہر کو ادا کرے گی اور اگر وہ اس زخم سے مرگیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک تسمیہ مہر باطل ہوگا اور اس کو مہر مثل ملے گا اور عورت کی مددگار برادری پر شوہر کی دیت واجب ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک تسمیہ صحیح ہوگا اور شوہر کی دیت اُس کا مہر ہوگا اور اگر جنایت بخلاف یا قطع بخلاف ہو اور جو اس سے پیدا ہو نکاح کیا پس اگر وہ اچھا ہو گیا تو اُس کے ہاتھ کا ارش اُس کا مہر ہو گیا اور اُس کی مددگار برادری کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا اور اگر وہ اس زخم سے مرگیا تو اُس کی دیت اُس کا مہر ہوگا اور عاقلہ کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گی پھر اُس کے مہر مثل اور مقدار دیت پر لحاظ کیا جائے گا پس اگر دونوں مساوی ہوں تو بلا شک پوری دیت اُس کے سپرد رہے گی خواہ قطع کرنے کے بعد ایسے حال میں نکاح کیا ہو کہ جب وہ چلتا پھرتا تھا یا ایسے حال میں کہ جب وہ چار پائی پر پڑ گیا تھا۔ اور اگر اُس کا مہر مثل دیت سے کم ہو پس اگر ایسی حالت میں نکاح کیا کہ جب چلتا پھرتا تھا تو بھی سب دیت اُس کو ملے گی۔ اگر چہ اس کے مہر مثل سے زائد دینے میں تبرع پایا گیا ہے اور اگر ایسی حالت میں نکاح کیا کہ جب وہ چار پائی پر پڑ چکا ہے تو دیکھا جائے گا کہ اگر مہر مثل سے زائد پوری دیت تک اس قدر ہے کہ شوہر کے مال کی تہائی سے نکلتا ہے تو عورت کی مددگار برادری دیت سے بری ہوگی اور جس قدر مہر مثل سے زائد ہے وہ اس کی مددگار برادری کے حق میں وصیت قرار دی جائے گی اور اگر اس قدر کثیر ہو کہ یہ صر المثل سے زائد مقدار شوہر کے مال کی تہائی سے زائد ہو تو جس قدر تہائی مال سے نکل سکتی ہے اس قدر مددگار برادری سے ساقط ہوگی اور یہ مددگار برادری کے حق میں وصیت شمار ہوگی اور باقی کو مددگار برادری شوہر کے وارثوں کو ادا کرے گی یہ اُس صورت میں ہے کہ شوہر نے عورت مذکور کو قبل اپنی موت کے طلاق نہ دی ہو یہاں تک کہ وہ مرگیا اور اگر دخول سے پہلے قبل موت کے اُس کو طلاق دے دی تو عورت مذکور کو اس دیت میں سے پانچ ہزار دیے جائیں گے بشرطیکہ پانچ ہزار درم اُس کا مہر مثل ہو اور اسی قدر مددگار برادری سے ساقط ہو جائے گا اور اگر اُس کا مہر مثل پانچ ہزار سے کم ہو پس اگر مہر مثل سے پانچ ہزار تک جو زیادتی ہے وہ شوہر کے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہو تو بھی مددگار برادری سے پورے پانچ ہزار درم ساقط ہوں گے اور اگر یہ زیادتی کی مقدار تہائی مال سے برآمد نہ ہوتی ہو تو جس قدر اُس کا مال تہائی مال ہو سکتی ہو اس قدر مددگار برادری سے بطور وصیت کے ساقط (۱) ہوگی اور باقی کو مددگار برادری وارثان شوہر کو واپس دے گی یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے سر میں دو موضع زخم پہنچائے پھر زخمی نے ایک زخم موضع ۱ اور جو اس سے پیدا ہو اُس سے معاف کر دیا پھر زخمی مذکور ان دونوں زخموں سے مرگیا تو فرمایا کہ اگر یہ امر زخمی کرنے

۱۔ نامزد کرنا مثلاً دو چار یا اس سے کم میں عدد کا نام لے کر کہنا ۱۲ ۲۔ یعنی ایسا زخم جو ہڈی تک پہنچا اور اس سے ہڈی کھل گئی

(۱) یعنی زیادتی بطریق وصیت ۱۲

والے کو فقط اقرار سے ثابت ہوتا ہے تو اُس پر پوری دیت واجب ہوگی اور اُس کے مال سے لی جائے گی اور عفو جائز نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ قاتل کے واسطے وصیت ہوگی اور اگر یہ امر گواہوں سے ثابت ہو تو یہ مددگار برادری کے واسطے وصیت ہوگی پس جائز ہوگی اور مددگار برادری سے نصف دیت ساقط ہو جائے گی بشرطیکہ یہ مقدار مال زخمی کے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہو اور اگر یہ دونوں زخمی عداوتوں اور باقی مسئلہ بحال رہے تو زخمی کرنے والے پر کچھ واجب نہ ہوگا اس واسطے کہ ایک زخم سے عفو کرنا دونوں سے عفو ہے یہ ظہیر میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے کو موضع زخم سر سے عداوت زخمی کیا پھر زخمی نے اُس سے اور جو اس سے پیدا ہوئے عفو کر دیا پھر ظالم نے اُس کو دوسرے زخم سر سے عداوت زخمی کیا پھر زخمی نے اُس کو یہ زخم معاف نہ کیا تو قاتل پر در صورت ان دونوں زخموں سے مرجانے کے اُس کے مال سے پوری دیت تین سال میں واجب ہوگی اور اُس پر قصاص واجب نہ ہوگا اور عفو صحیح نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کو موضع زخم سر سے عداوت زخمی کیا پھر عمرو نے اس موضع زخم اور جو اس سے پیدا ہو سب سے کسی قدر مال معین پر زید سے صلح کی اور یہ مال سپرد کر دیا پھر دوسرے شخص خالد نے عمرو کو موضع زخم سر سے عداوت زخمی کیا اور وہ دونوں زخموں سے مرگیا تو خالد پر قصاص واجب ہوگا اور زید پر کچھ واجب نہ ہوگا اسی طرح اگر زید سے بعد خالد کے زخمی کرنے کے صلح واقع ہوئی ہو تو بھی صورت مذکورہ میں یہی حکم ہے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ زید نے عمرو کو موضع زخم سر سے زخمی کیا پھر عمرو نے اس زخم اور اُس کے اثر سے زید سے دس ہزار درم پر صلح کر لی اور وصول کر لئے پھر خالد نے اس کا سر خطا سے زخمی کیا پھر عمرو ان دونوں زخموں سے مرگیا تو خالد کی مددگار برادری پر پانچ ہزار درم واجب ہوں گے اور زید مقتول کے مال سے پانچ ہزار درم واپس لے گا یہ محیط میں ہے۔

سانو (۶) باب ☆

حالت قتل کے اعتبار کے بیان میں

اگر ایک شخص نے ایک مسلمان کو تیر مارا اور مسلمان مذکور تیر پہنچنے سے پہلے مرتد ہو گیا پھر تیر اُس کے لگا اور وہ مرا تو مارنے والے پر اس کی دیت وارثان مرتد کے واسطے واجب ہوگی اور یہ امام اعظم کا قول ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ مارنے والے پر کچھ واجب نہ ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر ایک شخص کو تیر مارا اور وہ مرتد تھا پھر تیر لگنے سے پہلے وہ مسلمان ہوا پھر اس پر تیر لگا اور وہ مر گیا تو مارنے والے پر بالاتفاق کچھ واجب نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی حربی کو تیر مارا پھر تیر لگنے سے پہلے وہ مسلمان ہو گیا تو بھی یہی حکم ہے یہ ہدایہ میں ہے اگر ایک غلام کو تیر مارا تیر لگنے سے پہلے اُس کو اس کے مولیٰ نے آزاد کیا پھر اُس کے تیر لگا اور وہ مر گیا تو مارنے والے پر امام اعظم و امام ابو یوسف کے نزدیک غلام مذکور کی قیمت اُس کے مولیٰ کو دینی واجب ہوگی یہ کافی میں ہے۔ اگر قاضی نے ایک شخص پر زخم کا حکم دیا پھر ایک شخص نے اُس کو پتھر مارا اور ہنوز پتھر نہیں لگا تھا کہ ایک گواہ نے گواہی سے رجوع کیا پھر پتھر اس کے لگا تو پتھر مارنے والے پر کچھ واجب نہ ہوگا یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر مجوسی نے ایک شکار کو تیر مارا اور تیر پہنچنے سے پہلے مجوسی مذکور مسلمان ہو گیا پھر تیر لگا تو یہ شکار نہ کھایا جائے گا اور اگر ایک مسلمان نے شکار کو تیر مارا پھر تیر لگنے سے پہلے نعوذ باللہ وہ مسلمان مجوسی ہو گیا پھر تیر لگا تو وہ شکار کھایا جائے گا یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر محرم نے شکار کو تیر مارا اور تیر پہنچنے سے پہلے وہ محرم ہو گیا پھر شکار کے تیر لگا تو محرم مذکور پر جزا واجب ہوگی اور اگر حلال نے شکار کو تیر مارا اور تیر پہنچنے سے پہلے وہ محرم ہو گیا تو اُس پر کچھ واجب نہ ہوگا یہ کافی میں ہے۔

الہو باب ☆

دیتوں کے بیان میں

دیت اُس مال کو کہتے ہیں جو جان تلف کرنے کے بدلے واجب ہوتا ہے۔ اور جان تلف کرنے سے کم زخم کے بدلے واجب ہو وہ ارش کہلاتا ہے یہ کافی میں ہے۔ پھر واضح ہو کہ قتل بظلم میں اور جو اس کے قائم مقام ہے اور شبہ عمد میں اور قتل بسبب میں اور نابالغ و مجنون کے قتل کرنے میں دیت واجب ہوتی ہے اور یہ سب دیتیں مددگار برادری پر واجب ہوتی ہیں سوائے باپ کے بیٹے کو عمداً قتل کرنے کے کہ یہ دیت باپ کے مال سے تین سال میں ادا کرنی واجب ہوتی ہے۔ اور مددگار برادری پر واجب نہیں ہوتی ہے یہ جو ہرہ نیرہ میں ہے۔ اور جس قتل عمد میں بسبب شبہ کے قصاص ساقط ہو جائے اس کی دیت مال قاتل سے ادا کرنی واجب ہوگی اور جو ارش بسبب صلح کے واجب ہو وہ قاتل کے مال میں ہوگا مگر فرق یہ ہے کہ دیت مذکور تو تین سال میں دینی پڑتی ہے اور ارش مذکور فی الحال دینا پڑتا ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اور جو دیت بسبب نفس قتل کے واجب ہوتی ہے وہ امام اعظمؒ کے نزدیک تین چیزوں سے ادا کی جاتی ہے اونٹ و سونا و چاندی یہ شرح طحاوی میں ہے۔ امام اعظمؒ نے فرمایا کہ اونٹ میں سے سواونٹ اور سونے میں سے ہزار دینار اور چاندی میں سے دس ہزار درم اور قاتل کو اختیار ہے جس قسم میں سے چاہے ادا کرے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

صاحبینؒ نے فرمایا کہ اور بھی گایوں میں سے دو سو گائے اور بکریوں میں سے ہزار بکریاں اور حلوں میں سے دو سو حلے اور ہر حلہ دو کپڑے ہوں گے یہ ہدایہ میں ہے۔ پھر واضح ہو کہ اونٹوں میں سے سب اونٹ ایک ہی سن کے واجب نہ ہوں گے بلکہ انسان مختلفہ کے واجب ہوں گے پس خطائے محض کی صورت میں پانچ سن کے سواونٹ واجب ہوں گے جس میں سے بیس بنت مخاض اور بیس ابن مخاض اور بیس بنت لبون اور بیس حقہ اور بیس جذعہ اور شبہ عمد میں سواونٹ چار قسم کے واجب ہوں گے یہ امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کا قول ہے کہ پچیس بنت مخاض و پچیس بنت لبون و پچیس حقہ و پچیس جذعہ واجب ہوں گے کذا فی المحيط۔

قال المترجم ☆

ان الفاظ کی تفسیر کتاب الزکوٰۃ میں مفصل گزر چکی ہے۔ فتذکر اور واضح ہو کہ مسلمان اور ذمی اور حر بی جو امان لے کر آیا ہے سب کی دیت برابر ہے یہ کافی میں ہے۔ اور عورت کی جان اور جان سے کم زخم و قطع کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے اور جو جنایت ایسی ہوتی ہے کہ اُس کا کوئی ارش معین نہیں ہے۔ اور اُس میں حکومت عدل واجب ہے تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ اس میں مرد و عورت برابر ہیں اور بعض نے فرمایا کہ مرد کی آدھی دیت عورت ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر قتل بظلم اور شریک دیت ایک نابالغ اور دوسرا بالغ ہو پس اگر بالغ باپ ہو تو اُس کو اختیار ہوگا کہ پوری دیت وصول کرے جس میں سے اپنا حصہ بوجہ ملک کے اور نابالغ کا حصہ بوجہ ولایت کے اور اگر بالغ بھائی یا چچا ہو اور نابالغ کا کوئی وصی نہ ہو تو وہ صرف اپنا حصہ وصول کر سکتا ہے نابالغ کا حصہ نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کے سر کے بال زبردستی موٹڈ ڈالے اور پھر وہ نہ اُگے تو اُس میں پوری دیت واجب ہوگی اور اس میں مرد و عورت بالغ و نابالغ برابر ہیں لیکن ظالم سے اُس وقت دیت دینے کے واسطے نہ کہا جائے گا بلکہ ایک سال

تک۔ اقول باپ نے اگر عمداً بیٹے کو قتل کیا تو ہر قتل عمد میں قصاص ہوتا ہے لیکن یہ مخصوص ہے کہ باپ کے ساتھ شرع نے اس قدر رعایت فرمائی کہ دیت واجب ہوتی ہے ۱۲ منہ ۲ یعنی ایک ہی دانٹ کے سب نہ ہوں گے بلکہ بیس اس قسم کے اور بیس اُس قسم کے الی آخرہ اور ظاہر عبارت مترجم سے سن سے مراد عمر ملتی ہے اور مال میں کچھ فرق نہیں ہے ۱۲ منہ ۳ یعنی وہ شخص جس کو نابالغ کا ولی اُس نابالغ کی پرداخت و اُس کے مال وغیرہ کے متعلق وصیت کر گیا ہو ۱۲

کی مہلت (۱) دی جائے گی اور اگر ظالم کو سال کی مہلت دی گئی اور مظلوم سال کے اندر مر گیا اور ہنوز اُس کے بال نہیں جھے تھے تو امام اعظمؒ کے نزدیک ظالم پر کچھ واجب نہ ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حکومت عدل واجب ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور حاجبین کو اگر اس طرح موٹا کہ مہلت یعنی جہاں بال جھتے ہیں وہ جگہ خراب و فاسد کر دی یا اس طرح اکھاڑا کہ مہلت کو خراب کر دیا تو دونوں میں پوری دیت اور ایک میں آدھی دیت واجب ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور دو پلکوں میں آدھی دیت اور ایک میں چوتھائی دیت اور سب پلکوں کے واسطے پوری دیت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے داڑھی موٹا ڈالی اور بجائے اُس کے دوسری نہ جھی تو پوری میں پوری دیت واجب ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور سر کے بال اور ڈاڑھی موٹا ڈالنے میں عہد موٹا نایا خطا ہے موٹا نا دونوں یکساں ہیں یہ کافی میں ہے اور اگر آدھی ڈاڑھی یا آدھا سر موٹا تو بعض اصحاب نے فرمایا آدھی دیت واجب ہوگی اور بعض نے فرمایا کہ پوری دیت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر آدھی داڑھی موٹا تو آدھی دیت واجب ہوگی جب کہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ نصف ہے اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ کس قدر موٹا ہے تو حکومت عدل واجب ہوگی اور فتاویٰ فضلی میں ہے کہ اگر ٹھوڑی داڑھی اکھاڑی تو اگھڑی ہوئی اور باقی داڑھی دونوں پر دیت تقسیم کی جائے گی پس جس قدر اکھاڑی ہوئی کے حصہ میں پڑے اُس قدر واجب ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔ اور مشائخ نے کوسہ کی داڑھی میں گفتگو کی ہے اور اس میں اصح وہ تفصیل ہے جو شیخ ابو جعفر نے بیان فرمائی ہے کہ اگر کوسہ کی ٹھوڑی پر گنتی کے چند بال جھے ہوں تو اُس کے موٹا ڈالنے میں کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر اُس سے زائد ہوں اور ٹھوڑی و گال دونوں پر بال ہوں مگر وہ متصل نہ ہوں تو اس میں حکومت عدل واجب ہوگی اور اگر متصل ہوں تو پوری دیت واجب ہوگی اور اگر دوبارہ اُگے اور جیسے تھے اُسی کے برابر ہو گئے تو اس میں کچھ واجب نہ ہوگا لیکن موٹا نہ والے کو اُس کی حرکت پر تنبیہ و ادب دیا جائے گا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر بجائے سیاہ بالوں کے سپید جھے تو یہ ظاہر الروایۃ میں مذکور نہیں ہے اور غیر روایۃ اصول میں مذکور ہے کہ امام اعظمؒ نے فرمایا کہ اگر آزاد ہو تو اُس پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر غلام ہو تو حکومت عدل واجب ہوگی اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں حکومت عدل واجب ہے یہ محیط میں ہے۔ اور فقہیہ ابو الیث صاحبین کے قول پر فتویٰ دیتے تھے یہ خلاصہ میں ہے اور شمس الائمہ حلوانی نے امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ سے اس مسئلہ میں آزادی صورت میں حکومت عدل کی تقدیر اس طرح روایت کی ہے کہ اُس آزاد کو غلام فرض کر کے اندازہ کیا جائے کہ سیاہ بال ہونے کی حالت میں اس کی کیا قیمت ہے اور سپید ہونے کی حالت میں کیا قیمت ہے۔ پس جس قدر دونوں میں تفاوت ہو اسی قدر نقصان تاوان لیا جائے یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص کی داڑھی موٹا ڈالی پھر تھوڑی جھی اور تھوڑی نہیں جھی تو اس میں حکومت عدل واجب ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اجناس ناٹھی میں ہے کہ اگر اپنی عورت یا غیر عورت کا صغیر کاٹ ڈالا تو اس میں کچھ واجب ہونا نہیں چاہئے۔ اور ابن رستم نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک عورت کے قرون یعنی گیسو کاٹ ڈالے یا کسی باندی کا سر موٹا ڈالا حالانکہ اس سے اس میں نقصان آ گیا تو فرمایا کہ اُس پر کچھ واجب نہ ہوگا لیکن اُس کو تادیب کی جائے گی یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اگر ایک شخص کو محبوب کیا یعنی اُس کے آلہ تناسل کو کاٹ دیا یہاں تک کہ اُس کی داڑھی گئی تو ڈاڑھی کے واسطے پوری دیت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر مونچھ کو موٹا ڈالا اور وہ پھر نہ جھی تو حکومت عدل واجب ہوگی۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور یہی اصح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ جنایات الحسن میں ہے کہ اگر ڈاڑھی کے ساتھ مونچھ موٹا ڈالی

۱۔ کوسہ کا اطلاق بالکل پیدائشی بے ڈاڑھی والے اور کچی ڈاڑھی اور بہت خفیف ڈاڑھی والے سب پر آتا ہے اور یہاں معنی لزوم اظہر ہیں ۱۲

(۱) سال میں اُگے تو بعد سال کے دیت کے ادا کرنے کا حکم دیا جائے گا ۱۲

ڈاڑھی کے ضمان میں موچھ داخل نہ ہوگی یہ محیط میں ہے ہارونی میں مذکور ہے کہ اگر ایک شخص نے زبردستی دوسرے کا سر موٹڈ والا پھر بال نہ اُگے اور ظالم نے کہا کہ یہ شخص اصل تھا تو جس قدر موٹڈ نے والے کے زعم میں اُس کے سر پر بال تھے اُس قدر کا ضامن ہوگا اسی طرح اگر ڈاڑھی کو موٹڈ اور پھر کہا کہ یہ شخص کو سہ تھا اُس کے گالوں پر بال نہ تھے تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح حاجبین و اشقار میں بھی یہی حکم ہے کہ قسم کے ساتھ جنایت کرنے والے کا قول قبول ہوگا لیکن اگر وہ شخص جس پر ظلم ہوا ہے گواہ قائم کر لے کہ میں صحیح سالم تھا تو اُس کے گواہ قبول ہوں گے یہ محیط سرخی میں ہے۔ اور نکلے ہوئے کانوں میں خطا کی صورت میں پوری دیت دونوں کی اور ایک کی نصف دیت واجب ہوگی اور جو خشک ہو گئے ہوں یا دھنسے ہوئے ہوں تو ان میں حکومت عدل واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص کے کان کو صدمہ پہنچایا جس سے اُس کی سماعت جاتی رہی تو دیت واجب ہوگی اور سماعت جاتی رہنے کی پہچان کا یہ طریقہ ہے کہ غفلت کی حالت ڈھونڈ کر اُس کو حالت غفلت میں پکارا جائے پس اگر جواب دے تو معلوم ہو جائے گا کہ سماعت نہیں گئی ہے یہ ظہیر یہ میں ہے۔

اگر ناک کا نرمہ کاٹا پھر ناک کاٹی پس اگر اچھے ہونے سے پہلے دوسرا زخم دیا ہے تو ایک ہی دیت واجب ہوگی ☆
اگر خطا سے دونوں آنکھیں پھوڑی گئی ہوں تو پوری دیت واجب ہوگی اور ایک میں آدھی دیت واجب ہوگی اسی طرح اگر نہ پھوٹی ہوں لیکن وہ دھنس گئیں یا ان کی بینائی جاتی رہی حالانکہ ڈھیلے ویسے ہی موجود ہوں تو بھی دونوں میں پوری دیت اور ایک میں آدھی دیت واجب ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ کانے آدمی کی آنکھ کے واسطے نصف دیت ہے یہ ظہیر یہ میں ہے اور اگر پلکوں سمیت پوٹے کاٹ ڈالے تو ایک ہی دیت واجب ہوگی یہ ہدایہ میں ہے۔ اور جن پوٹوں میں پلکیں نہیں ہیں اُن کے کاٹنے میں حکومت عدل ہے اور اگر پلکوں پر ستم کرنے والا ایک شخص ہو اور پوٹوں پر ستم کرنے والا دوسرا ہو تو پلکوں پر ستم کرنے والے پر پوری دیت اور پوٹے کاٹنے والے پر حکومت عدل واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور ناک کاٹنے میں جان تلف کرنے کی دیت واجب ہے اسی طرح اگر ناک کا نرمہ کاٹ ڈالا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ناک کا بانسا کاٹ ڈالا تو اس میں قصاص نہیں ہے مگر جان تلف کرنے کی دیت واجب ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ منقہی میں ہے کہ اگر ناک پر ایسا ستم کیا کہ مظلوم ناک سے سانس نہیں لے سکتا ہے مگر منہ سے سانس لیتا ہے تو اس میں حکومت عدل واجب ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ شرح طحاوی میں ہے کہ اگر ناک کا نرمہ کاٹا پھر ناک کاٹی پس اگر اچھے ہونے سے پہلے دوسرا زخم دیا ہے تو ایک ہی دیت واجب ہوگی اور اگر اچھے ہونے کے بعد ایسا کیا تو نرمہ کے واسطے دیت اور باقی کے واسطے حکومت عدل واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اصل میں ہے کہ اگر کسی شخص کی ناک توڑ دی تو حکومت عدل واجب ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص کی ناک میں ایسا صدمہ پہنچا کہ جس سے اُس کو خوشبو و بدبو کچھ نہیں معلوم ہوتی ہے تو اس میں حکومت عدل واجب ہوگی یہ تو اور ابن رستم میں امام محمد سے مروی ہے اور جنایات ابی سلیمان میں ہے کہ اگر مارنے والے نے اقرار کیا کہ اس کی ناک سے سوگھنے کی قوت جاتی رہی ہے تو اس میں دیت واجب ہوگی اور اس کا حکم مثل سماعت کے ہے ایسا ہی قدوری نے بھی ذکر کیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور سوگھنے کی قوت جاتی رہنے کی پہچان کا یہ طریقہ ہے کہ بدبودار چیزوں کی بو سے دریافت کیا جائے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اور دونوں ہونٹوں کے واسطے پوری دیت ہے اور ایک کے واسطے نصف دیت ہے اوپر کا اور نیچے کا اس حکم میں دونوں یکساں ہیں یہ محیط میں ہے۔ نابالغ کے کان و ناک کے واسطے پوری دیت ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور ہر دانت کے واسطے دیت کا

۱۔ اصل جس کی پیشانی کے اوپر خلاف معروف بال نہ جھے ہوں ۱۲ ۲۔ اشقار جمع خضر کنارہ پلک ۱۲ ۳۔ نرمہ ناک کا وہ حصہ ہے جو نتھنوں کی جگہ سے سخت ہڈی تک نرم ہے ۱۲

بیسواں حصہ واجب ہے اور اس حکم میں ایناب وضو ایک و نوا جذ و طواحن سب یکساں ہیں یہ مبسوط میں ہے۔ آدمی کے بدن میں اعضاء میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کی دیت اُس کے نفس کی دیت سے زائد ہو جاتی ہو سوائے دانتوں کے یہ خزائنہ المقتنین میں ہے۔ حتیٰ کہ اگر اٹھائیس دانت ہوں تو چودہ ہزار درم واجب ہوں گے اور اگر تیس دانت ہوں تو پندرہ ہزار درم ہوں گے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اور بتیس دانت ہوں تو سولہ ہزار درم واجب ہوں گے اور یہ مقدار ایک دیت کامل اور تین پانچویں حصے ایک دیت کی ہے اور یہ تین سال میں ادا کئی جائے گی یعنی سال اول میں چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ و دو تہائی درم اور دوسرے سال میں چھ ہزار درم تین سو تینتیس و تہائی درم اور تیسرے سال میں تین ہزار درم اور اس تفصیل کے ساتھ اس کو منقہ میں ذکر فرمایا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا اونٹ اکھاڑ ڈالا اور بجائے اس کے دوسرا زخم آیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک ارش ساقط ہو جائے گا اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اس پر پورا ارش واجب ہوگا یہ جو ہرہ نیرہ میں ہے۔ اور اگر دوبارہ جو دانت اُگا ہے وہ سیاہ ہو تو ارش اپنے حال پر واجب رہے گا یہ محیط میں ہے۔ اگر دوسرے کا دانت اکھاڑ ڈالا اور مظلوم نے اُس دانت کو اپنی جگہ جما دیا اور اُس پر گوشت جم آیا تو مظالم پر پورا ارش واجب ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اگر ایک شخص کے دانت کو صدمہ پہنچایا اور وہ ہلنے لگا تو میعاد دی جائے گی پھر اگر وہ سبز یا سرخ ہو گیا تو دانت کی دیت پانچ سو درم واجب ہوں گے اور اگر زرد ہو گیا تو مشائخؒ نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس میں کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر سیاہ ہو گیا تو دانت کی دیت واجب ہوگی جب کہ چبانے کا کام نہ دے سکے اور اگر یہ نفع نہ جائے لیکن وہ دانت ایسا ہے کہ دکھائی دیتا ہے کہ جس سے اس شخص کا جمال جاتا رہا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات نہ ہو تو اس میں دو روایتیں ہیں اور صحیح یہ ہے کہ ظالم پر کچھ واجب نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر مارنے والے نے کہا کہ یہ دانت میرے مارنے کے بعد دوسرے آدمی کی چوٹ سے سیاہ پڑ گیا ہے اور مضروب نے اس سے انکار کیا تو قسم سے مضروب کا قول قبول ہوگا لیکن اگر مارنے والا اپنے دعویٰ کے گواہ پیش کرے تو اُس کے گواہ قبول ہوں گے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مملوک کا دانت زرد پڑ جائے تو امام اعظمؒ کے نزدیک حکومت عدل واجب ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک زرد پڑنے میں خواہ مملوک ہو یا آزاد ہو حکومت عدل واجب ہے اور اگر ایک شخص کے دانت میں صدمہ پہنچایا کہ جس سے وہ سیاہ پڑ گیا پھر دوسرے نے آکر اُس کو اکھاڑ ڈالا تو پہلے شخص پر پورا ارش واجب ہوگا اور دوسرے پر حکومت عدل لازم ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور زبان کے واسطے دیت واجب ہے اسی طرح اگر تھوڑی زبان کاٹ ڈالی کہ گفتگو سے مانع ہوئی تو بھی پوری دیت واجب ہے اور اگر بعض حروف بولنے کی قدرت باقی ہو تو بعض نے فرمایا کہ اعداد حروف پر دیت تقسیم ہو کر بحساب واجب ہوگی اور بعض نے فرمایا کہ جس قدر حروف کا زبان سے تعلق ہے فقط انہیں حروف پر تقسیم کی جائے گی اور بعض نے کہا کہ اگر اکثر حروف ادا کر سکتا ہے تو حکومت عدل واجب ہوگی اور اکثر حروف ادا کرنے سے عاجز ہو تو پوری دیت واجب ہوگی یہ کافی میں ہے۔ اور مشائخؒ نے فرمایا کہ اول اصح ہے کذافی الحیط اور اول ہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر مظلوم نے دعویٰ کیا کہ میں کلام نہیں کر سکتا ہوں تو غفلت کی تاک کی جائے تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ کلام کر سکتا ہے یا نہیں کر سکتا ہے اور گونگے کی زبان کے واسطے حکومت عدل واجب ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی بچہ کی زبان کاٹ ڈالی پس اگر وہ صرف بچوں کے مانند استہلاک کرتا ہو یعنی آواز لگاتا ہو جیسا پیدا ہونے کے وقت روتا ہے تو حکومت عدل واجب ہے اور اگر بات بولتا ہو تو دیت واجب ہوگی یہ شرح جامع صغیر شیخ حسام الدین میں ہے۔ اور دونوں جہزوں میں پوری دیت اور ایک کے واسطے آدھی دیت ہے یہ محیط میں ہے۔ اور ہر دو دست میں اگر خطا سے کاٹ ڈالے گئے ہوں تو وہ شخص جس پر ضرب واقع ہوئی یعنی جس کا دانت توڑا گیا ہے ۱۲

پوری دیت اور ایک میں آدھی دیت واجب ہوگی اور دائیں پر دیت کی راہ سے فضیلت نہ ہوگی اگرچہ منفعت گرفت دائیں ہاتھ میں بہ نسبت بائیں کے زیادہ ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اصل اطراف میں یہ قرار پائی ہے کہ اگر جنایت کرنے والے نے کسی عضو کی جنس منفعت پوری پوری زائل کر دی یا جو جمال آدمی میں مقصود ہوتا ہے وہ تمام و کمال زائل کر دیا تو پوری دیت واجب ہوگی یہ ہدایہ میں ہے اور خلعے کے ہاتھ کاٹنے میں امام اعظمؒ کے نزدیک اس قدر دیت واجب ہوگی جو عورت کے ہاتھ میں واجب ہوتی ہے اور صاحبین کے نزدیک مرد کی آدھی اور عورت کی آدھی واجب ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کی انگلیوں میں سے ہر ایک انگلی کے واسطے دیت کا دسواں حصہ واجب ہوگا اور انگلیاں سب یکساں ہیں اور جس انگلی میں تین جوڑ ہیں اُس کے ہر جوڑ کے واسطے انگلی کی دیت کی تہائی واجب ہوگی اور جس میں دو جوڑ ہیں اُس کے ہر جوڑ کے واسطے پوری انگلی کی دیت کا آدھا واجب ہوگا یہ ہدایہ میں ہے اور زائد انگلی کے واسطے حکومت عدل واجب ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اور شل ہاتھ کے واسطے حکومت عدل ہوگی یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ میں مارا اور ہاتھ شل ہو گیا تو اس پر پوری دیت واجب ہوگی ☆

اگر ہتھیلی مع تھوڑی انگلیوں یا پوری انگلیوں کے کاٹ ڈالی تو بالا جماع اگر اُس نے ہتھیلی کو اس طرح کاٹا ہے کہ اُس میں سب انگلیاں لگی ہیں تو ہتھیلی انگلیوں کے تابع کی جائے گی حتیٰ کہ انگلیوں کا ارش واجب ہوگا اور ہتھیلی کے واسطے کچھ واجب نہ ہوگا اور اس بات پر بھی اجماع ہے کہ اگر اُس نے ہتھیلی کو کاٹا اور اُس کے ساتھ اُس میں لگی ہوئی تین انگلیاں کٹ گئیں تو انگلیوں کا ارش تین ہزار درم یا تین سو دینار واجب ہوں گے اور ہتھیلی کے واسطے کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر ہتھیلی میں دو انگلیاں یا ایک انگلی یا ایک پور ہو تو بھی امام اعظمؒ کے نزدیک یہی حکم ہے کہ ہتھیلی انگلی کی تابع ہوگی اور صحیح امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ میں مارا اور ہاتھ شل ہو گیا تو اس پر پوری دیت واجب ہوگی یہ خزائے المفتین میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کی انگلی کا اوپر کا پور کاٹ ڈالا پس باقی انگلی یا پورا ہاتھ شل ہو گیا تو اس میں سے کسی چیز میں اُس پر قصاص نہ ہوگا اور یہ چاہے ہے کہ اوپر کے پور کے واسطے دیت واجب ہو اور باقی کے واسطے حکومت عدل واجب ہو اور اگر ساعد کو توڑ ڈالا تو حکومت عدل واجب ہوگی اور یہی حکم بندوست کے توڑ دینے میں بھی ہے کہ حکومت عدل واجب ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر نصف ساعد سے ہاتھ کاٹا گیا تو ہاتھ کی دیت اور ہتھیلی سے ساعد کے واسطے حکومت عدل واجب ہوگی اور اگر تارفت ہو تو ہاتھ کی دیت کے بعد ذراع کے واسطے حکومت عدل واجب ہوگی مگر وہ نصف ساعد کی بہ نسبت زیادہ ہوگی اور یہ ابو حنیفہؒ کا قول ہے یہ مبسوط میں ہے۔ امام محمدؒ نے جامع میں فرمایا ہے کہ زید نے عمرو و بکر دونوں کا داہنا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر عمرو نے زید کا انگوٹھا کاٹ ڈالا پھر خالد نے اُس کی باقی انگلیاں کاٹ ڈالیں پھر بکر نے اُس کی بے انگلیوں کی ہتھیلی کاٹ ڈالی پھر یہ سب قاضی کے پاس جمع ہوئے تو قاضی زید پر ایک ہاتھ کی دیت یعنی پانچ ہزار درم کا حکم دے گا جو عمرو اور بکر کے درمیان پانچ حصہ ہو کے تقسیم ہوگی اور خالد چار ہزار درم زید کو دے گا اور عمرو اور بکر نے متفق ہو کر زید کی ہتھیلی کاٹنی ہو پھر ہاتھ کی دیت لی ہو تو یہ دیت دونوں کے درمیان پانچ حصہ ہو کر تقسیم ہوگی جس میں سے تین حصہ بکر کو اور دو حصہ عمرو کو ملیں گے اور اگر خالد نے پہلے زید کی کوئی انگلی کاٹ ڈالی پھر اس کے بعد عمرو نے مثلاً زید کی کوئی انگلی کاٹ ڈالی پھر دوبارہ خالد نے کوئی اُس

خشنی وہ شخص جس میں مرد ہونے یا عورت ہونے کی علامت نہ ہو جس کو ہمارے عرف میں خوجہ کہتے ہیں ۱۲ ۲ قال المترجم یعنی مرد کی نصف دیت اور عورت کی نصف دیت ملا کر اُس کا نصف ایک ہاتھ کے واسطے واجب ہوگا منہ ۳ قال یعنی عادل لوگ حکم مقرر کئے جائیں کہ وہ اس کی جزا بخیر کریں ۱۲ منہ

کی انگلی کاٹ ڈالی پھر بکر نے اُس کی ہتھیلی کاٹی حالانکہ اُس پر دو انگلیاں لگی ہیں تو قاضی زید پر ایک دیت کا حکم دے گا جس میں سے چوتھائی بکر کو اور تین چوتھائی عمر کو ملے گی اور اگر عمر و اور بکر نے متفق ہو کر زید کی ہتھیلی کاٹی حالانکہ اس پر دو انگلیاں لگی ہیں تو جو دیت زید سے انہوں نے لی ہے وہ ان دونوں میں آٹھ حصہ ہو کر تقسیم ہوگی جس میں سے تین حصہ عمر کو اور پانچ حصہ بکر کو ملیں گے یہ محیط میں ہے۔ انگلی کے سرے کاٹنے میں حکومت عدل ہے اور ناخن اگر جیسا تھا ویسا ہی جم آیا تو مثل اور اعضاء کے اس میں کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر نہ جما تو حکومت عدل ہوگی اور اگر عیب دار جما تو حکومت عدل بہ نسبت اوّل کے کم ہوگی یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ اور دونوں پاؤں میں خطا کی صورت میں پوری دیت واجب ہوگی اور ایک کے واسطے آدھی دیت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ بچے کے ہاتھ اور پاؤں کے واسطے حکومت عدل ہے بشرطیکہ وہ چلتا اور نہ بیٹھتا ہو اور نہ ان دونوں کو حرکت دیتا ہو اور اگر حرکت دیتا ہو تو دونوں کے واسطے پوری دیت واجب ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے۔ لنگڑا پاؤں کاٹ ڈالنے میں حکومت عدل ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر نصف ساق سے پاؤں کاٹ ڈالا تو قدم کی دیت اور باقی کے واسطے حکومت عدل واجب ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر کسی کی ران توڑ ڈالی پھر وہ اچھا ہو گیا اور ران سیدھی ہو گئی تو امام اعظمؒ کے نزدیک اُس پر کچھ واجب نہ ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اُس پر حکومت عدل واجب ہوگی ابوسلیمانؒ نے امام محمدؒ سے کتاب الحج میں روایت کی کہ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کی ہڈی ہاتھ یا پاؤں وغیرہ کی توڑ ڈالی اور وہ اچھا ہو گیا اور جیسا تھا ویسا ہی ہو گیا تو اُس میں دیت نہیں ہے اور اگر اُس میں نقصان یا کمی رہ گئی ہے تو کچی کے نقصان کے حساب سے اُس میں دیت ہوگی یہ محیط میں ہے اور پسلی میں اور منسلی میں حکومت عدل واجب ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

پستان مرد میں حکومت عدل ہے اور مرد کی پستان کی بوٹھی میں بہ نسبت پستان کے کم حکومت عدل ہے یہ ظہیرہ میں ہے۔ اور مرد کی ایک پستان میں اُس کا نصف ہے یہ محیط میں ہے۔ اور عورت کی چھاتیوں میں دیت ہے اور اسی طرح اُس کی چھاتی کی بوٹیوں میں بھی اور ایک چھاتی میں نصف دیت ہے اور کتب ظاہرہ میں یہ نہیں پایا گیا کہ اگر عورت کی چھاتی عمداً کاٹی جائے خواہ وہ نابالغہ ہو یا بالغہ ہو قصاص واجب ہوتا ہے یہ ظہیرہ میں ہے۔ اور خلش کی چھاتیوں میں امام اعظمؒ کے نزدیک وہی ہے جو عورت کی چھاتی کے واسطے ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک عورت کی چھاتی کا نصف واجب ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہی۔ اور اگر کسی شخص کی پیٹھ میں ایسی ضرب لگائی جس سے وہ جماع سے عاجز ہو گیا یا کبڑا ہو گیا تو جان کی دیت واجب ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر جماع سے عاجز نہ ہوا اور نہ کبڑا ہوا پس اگر جراحت کا اثر باقی رہا تو اُس میں حکومت عدل واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اُس میں چوٹ کا اثر نہ ہو تو کچھ واجب نہ ہوگا اور صاحبینؒ کے فرمایا کہ طبیب کی اجرت واجب ہے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ عورت کا سینہ اگر توڑ دیا اور وہاں سے منی کی آمد منقطع ہو گئی تو دیت واجب ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ ذکر میں پوری دیت واجب ہوگی اور خصی کے ذکر کے واسطے ہمارے نزدیک حکومت عدل ہے۔ خواہ اُس میں جنبش ہو یا نہ ہو خواہ وہ جماع پر قادر ہو یا نہ ہو اور عنین کے ذکر میں بھی یہی حکم ہے اور بوڑھے آدمی کے ذکر میں یہ حکم ہے کہ اگر وہ جماع پر قادر نہ ہو تو اُس کا حکم مثل عنین و خصی کے ذکر کے ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر حشفہ کاٹ ڈالا تو پوری دیت واجب ہوگی اور اگر دوبارہ باقی ذکر بھی کاٹ ڈالا پس اگر اوّل زخم سے صحت پانے سے پہلے کاٹا ہے تو ایک ہی دیت واجب ہوگی اور ایسا قرار دیا جائے گا کہ گویا اُس نے ایک مرتبہ پورا ذکر کاٹ ڈالا ہے اور اگر درمیان میں اچھ

۱۔ یہ لفظ ہندی ہے اس کو فارسی میں چنبر گردن کہتے ہیں ۱۲

۲۔ کیونکہ اُس کا حال مشتبہ و متحمل ہے کسی ایک جانب قطعی حکم نہیں لگا سکتے پس اسی طرح اُس کی ارش زخم میں دونوں جانب کا لحاظ کر کے حکم دیا جائے گا ۱۲

ہو گیا ہو تو حشفہ کے واسطے پوری دیت اور باقی کے واسطے حکومت عدل واجب ہوگی یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اور دونوں خصلوں میں پوری دیت ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر تندرست آدمی کے خصبے اور ذکر دونوں خطا سے کاٹے پس اگر پہلے ذکر کاٹا ہو تو اس میں دو دیت ہوں گی اور اگر پہلے دونوں خصبے کاٹے پھر ذکر کاٹا تو خصلوں کی پوری دیت واجب ہوگی اور ذکر میں حکومت عدل ہوگی اور اگر دونوں کو ران کی طرف سے ایک بارگی کاٹ ڈالا ہو تو اس پر دو دیت واجب ہوں گی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر ایک خصبہ کاٹ ڈالا اور اس کی منی منقطع ہوگئی تو اس میں دیت واجب ہوگی اور یہ بات معلوم نہ ہوگی لا اس صورت میں کہ جنایت کرنے والا ایسا اقرار کرے یہ خزانہ المفتین میں ہے۔ اور اگر دونوں چوڑا خطا سے کاٹ ڈالے تو پوری دیت واجب ہوگی اور ایک میں آدمی دیت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص کے پیٹ میں نیزہ مارا اور ایسا ہو گیا کہ اس میں کھانا نہیں ٹھہر سکتا ہے تو اس میں دیت واجب ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر مقعد میں نیزہ وغیرہ مارا اور ایسا ہو گیا کہ اس کے جوف میں کھانا نہیں ٹھہر سکتا ہے تو پوری دیت واجب ہوگی اسی طرح اگر ایسا زخم لگایا جس سے پیشاب کا استمساک نہیں ہو سکتا ہے بلکہ جاری رہتا ہے تو اس میں دیت واجب ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر ایک عورت کی فرج کاٹ ڈالی اور ایسی ہوگئی کہ اس سے جماع نہیں ہو سکتا ہے تو اس میں دیت واجب ہوگی یہ خزانہ المفتین میں ہے۔ اگر ایک عورت کو مارا جس سے وہ صدمہ اٹھا کر مستحاضہ ہوگئی تو ایک سال تک انتظار کیا جائے گا پس اگر اچھی ہوگئی تو خیر ورنہ دیت کا حکم دیا جائے گا اور پیشاب جاری ہو جانے کے مسئلہ میں بھی ایک سال تک انتظار واجب ہے بخلاف پیٹ میں نیزہ مارنے کے مسئلہ کے یہ محیط میں ہے۔

اگر عورت کا سوراخ پیشاب مقعد ایک کر دیا کہ وہ پیشاب نہیں روک سکتی ہے تو دیت واجب ہوگی اور اگر زکات ہو تو جائزہ ہوگی پس تہائی دیت واجب ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے ایسی نابالغہ سے جو لائق جماع نہیں ہے جماع کیا پس وہ مرگئی پس اگر وہ نکاحی نہ ہوا جہنمی ہو تو زنا کار کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اگر منکوحہ ہو تو مددگار برادری پر دیت اور شوہر پر مہر واجب ہوگا یہ خلاصہ میں ہے ابن رستم نے امام محمد سے روایت کی کہ ایک شخص نے اپنی منکوحہ سے جس کا حق اس قدر ہے کہ ایسی عورت سے جماع کیا جاتا ہے جماع کیا اور وہ اس حرکت سے مرگئی تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ اگر اپنی بیوی سے جماع کیا اور اس کی آنکھ جاتی رہی یا اس کا مقام پیشاب و مقعد کا سوراخ ایک کر دیا پس وہ مرگئی تو وہ ضامن ہوگا اور امام محمد نے فرمایا کہ اس سب میں ضامن ہوگا سوائے پیشاب کا و مقعد کا سوراخ ایک کر دینے اور جماع سے مرنے کے کہ اس صورت میں ضامن نہ ہوگا اور فرمایا کہ یہی امام اعظم کا قول ہے اور ہشام نے امام محمد سے یہ بھی روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ یہی امام ابو یوسف کا قول ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ فقیہ ابو نصر الدبوسی سے روایت ہے کہ اگر اجنبیہ عورت کو اٹھایا اور وہ گر پڑی جس سے اس کا پردہ بکارت زائل ہو گیا تو اٹھانے والے پر اس کا مہر مثل واجب ہوگا اور اس کو تعزیر دی جائے گی اور ابو حفص سے روایت ہے کہ مرد اگر پر اس کے مال سے مہر واجب ہوگا یہ ظہیر یہ میں ہے اور اگر اپنی عورت کو اٹھایا اور ہنوز اس کے ساتھ دخول نہیں کیا ہے پس اس کی بکارت زائل ہوئی پھر اس کو طلاق دی تو نصف مہر واجب ہوگا اور اگر غیر کی بیوی کو اٹھایا اور اس کا پردہ زائل ہوا پھر اس سے نکاح کیا اور اس کے ساتھ دخول کیا تو دو مہر واجب ہوں گے یہ محیط میں ہے۔

☆ فصل

شجاع کے بیان میں

☆ قال المترجم

شجاع جمع شجہ کی ہے اور اصطلاح فقہاء میں سے شجہ سے مراد وہ ہے جو کتاب میں فرمایا کہ شجہ کی جگہ سر اور چہرہ تا ٹھوڑی ہے اور ٹھوڑی سے نیچے شجہ کی جگہ نہیں ہے یہ خزائنہ المفتین میں ہے اور دونوں جڑے ہمارے نزدیک چہرے میں داخل ہیں یہ ہدایہ میں ہے۔ شجاع دس ہوتے ہیں خارصہ وہ ہے جو کھال کو خرص کرے یعنی چھیلے اور خون برآمد نہ ہو دامعہ جس سے خون چھلک آئے مگر نہ بے جیسے آنکھ میں آنسو ڈبڈباتے ہیں دامیہ جس سے خون بے باضغہ جس سے کھال کٹ جائے مثلاً حمہ جو گوشت میں پہنچ گیا ہو سحاق جو سحاق تک پہنچا ہو اور سحاق ایک باریک کھال سر کی ہڈی اور گوشت کے درمیان ہے۔ موضیہ جس سے ہڈی کھل جائے ہاشمہ جو ہڈی کو توڑ دے منقلہ (۱) جو ہڈی توڑنے کے بعد اُس کو جگہ سے بے جگہ کر دے آمہ جوام الراس تک پہنچ جائے اور ام الراس اُس ہڈی کو کہتے ہیں جس میں بھیجا رہتا ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اور ایک جائفہ ہے جو کھال پھاڑ کر دماغ تک پہنچ جائے اور اس کو امام محمدؒ نے ذکر نہیں فرمایا ہے اس واسطے کہ ایسے زخم سے آدمی زندہ نہیں رہتا ہے یہ محیط سرخی میں ہے۔ سوائے موضیہ کے دوسرے شجون میں قصاص نہیں ہے اور یہ حسن نے امام اعظمؒ سے روایت کی ہے اور بنا بر ظاہر الروایۃ کے موضیہ سے کم میں بھی قصاص ہوتا ہے اس کو امام محمدؒ نے اصل میں ذکر فرمایا اور یہی اصح ہے کذا فی التبيين اور اسی کو عامہ مشائخ نے اختیار کیا ہے یہ محیط میں ہے۔

زخم موضیہ میں قصاص واجب ہوتا ہے جب کہ عمدہ ہو یہ تبیین میں ہے۔ اور جو شجاع موضیہ سے بڑھ کر ہیں اُن میں بالاجماع قصاص نہیں ہے اگرچہ عمدہ ہوں جیسے ہاشمہ و منقلہ یہ جو ہرہ نیرہ میں ہے اور جن شجاع میں ہم نے ذکر کیا کہ قصاص نہیں ہے ان کے عمدہ خطاؤں کا یکساں حکم ہے۔ پس ان زخموں کے عمدہ ہونے کی صورت میں جو واجب ہے وہی خطا ہونے کی صورت میں واجب ہے یہ محیط میں ہے۔ اور موضیہ میں اگر خطا سے ہو تو دیت کا بیسواں حصہ واجب ہوگا اور ہاشمہ میں دیت کا دسواں حصہ اور منقلہ میں دسواں حصہ و بیسواں حصہ واجب ہوگا اور آمہ کے واسطے تہائی دیت اور جائفہ کے واسطے تہائی دیت واجب ہوگی اور اگر وار پار ہو جائے تو دو جائفہ ہوں گے پس دو تہائی دیت واجب ہوگی یہ ہدایہ میں ہے اور ان سب میں اگر اچھا ہو جائے اور اُس کا کچھ اثر باقی نہ رہے تو کچھ واجب نہ ہوگا لیکن امام محمدؒ کے نزدیک اچھے ہونے تک جس قدر اُس نے خرچ کیا ہے وہ واجب ہوگا ایسا ہی شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے یہ ذخیرہ میں ہے اگر ایک شخص کو منقلہ زخم پہنچایا اور وہ اچھا ہو گیا مگر بعد اچھے ہونے کے اُس کا کچھ اثر رہ گیا اگرچہ قلیل ہی رہ گیا ہو بھی منقلہ کا ارش واجب ہوگا اس واسطے کہ وہ ارش جب واجب ہوتا ہے تو وہ ساقط نہیں ہوتا ہے جب تک کہ سبب وجوب بالکل زائل نہ ہو جائے یہ محیط میں ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اور چھ شجہ جو موضیہ سے اول مذکور ہوئے ہیں اگر خطا ہوں تو حکومت عدل واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور حکومت عدل کی تفسیر میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے۔ طحاویؒ نے فرمایا کہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اُس کو مملوک فرض کر کے اس زخم کے ساتھ اُس کی قیمت اندازہ کی جائے اور بدون اس زخم کے اندازہ کی جائے پس اگر تفاوت قیمت اصل قیمت کا بیسواں حصہ ہو تو دیت کا بیسواں حصہ واجب ہوگا اور اگر چالیسواں حصہ ہو تو چالیسواں حصہ دیت واجب ہوگا

۱۔ اور جائفہ اُس زخم کو بھی کہتے ہیں جو جوئی تک پہنچے جیسے جوف شکم یا پشت و سینہ وغیرہ چنانچہ اس کا ذکر اپنے مقام پر آئے گا وہ اس کے علاوہ ہے ۱۲

(۱) مراد یہ ہے کہ کسی زخم کو برگشتہ کر دے خواہ دراصل وسعت مکانی سے وہ موضع بنا بر اصل کے اس کا موضع ہو یا نہ ہو ۱۲

اسی پر فتویٰ ہے یہ کافی میں ہے اور زخم آہ سوائے سر کے یا سوائے چہرہ کے ایسی جگہ جہاں سے دماغ تک پہنچ جائے کہیں نہیں ہوتا ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے کان میں نیزہ مارا جو دوسرے کان سے نکل گیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس میں حکومت عدل واجب ہے اور اگر منہ میں نیزہ مارا اور وہ دماغ میں جانکلاحتی کہ منہ سے دماغ تک سوراخ ہو گیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس میں حکومت عدل ہے اور اگر دماغ سے کھوپڑی تک سوراخ ہو گیا تو دماغ سے کھوپڑی تک کے واسطے تہائی دیت واجب ہوگی۔ اور اگر کسی شخص کی آنکھ میں نیزہ یا تیر مارا اور اس کی گدی کی طرف سے نکلا تو آنکھ کے واسطے نصف دیت اور باقی کے واسطے حکومت عدل واجب ہوگی اور اگر دماغ تک پہنچ کر کھوپڑی سے پار ہو گیا ہو تو آنکھ کے واسطے نصف دیت اور وہاں سے دماغ کے واسطے حکومت عدل اور دماغ سے کھوپڑی تک کے واسطے تہائی دیت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور جو جراحات سر و چہرہ کے سوائے دوسری جگہ ہوں پس اگر ان سے ہڈی کھا گئی یا ٹوٹ گئی تو حکومت عدل واجب ہوگی بشرطیکہ ان کا اثر باقی رہا اور اگر اس جراح کا اثر باقی نہ رہا تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ظالم پر کچھ واجب نہ ہوگا اور امام محمدؒ کے نزدیک مجروح نے اچھے ہونے تک جو کچھ خرچ کیا ہے وہ واجب ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور جائفہ وہ ہے جو جوف تک پہنچے جیسے جوف شکم یا پشت یا سینہ یا جو گردن سے ایسی جگہ تک پہنچے کہ وہاں اگر شراب پہنچے تو شراب پہنچنے سے مقطر ہو جائے تو یہ سب جائفہ ہے اور اس سے اوپر جائفہ نہیں ہے اور دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں و ران و منہ و سر میں جائفہ نہیں ہوتا ہے اور اگر نصیبے اور ذکر کے درمیان زخم لگے یہاں تک کہ جوف تک پہنچ جائے تو وہ جائفہ ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔

موضہ ارش کا دیت میں داخل ہونا ☆

شجہ کا قصاص اس طرح لیا جائے گا کہ شجہ کی مساحت طول و عرض کے موافق قصاص لیا جائے گا پس اگر مقدمہ سر یا موخیا درمیان میں یا سر کے دونوں پہلو میں کسی طرف ہو تو زخم کرنے والے کے بھی سر میں سے اسی جگہ سے اتنا ہی زخم کر دے اور اگر زید نے عمرو کے سر میں موضہ زخم لگایا جس سے عمرو کے ہر دو کنارہ سر کے بچ کی ہڈی کھل گئی اور اس قدر طول و عرض کا زخم زید کا سر میں ہر دو کنارہ تک نہیں پڑتا ہے یعنی زید کا سر بہت بڑا ہے تو عمرو کو اختیار ہوگا چاہے اس سے قصاص لے اور جس کنارے سے چاہے زخم لگانا شروع کرے یہاں تک کہ اس کے ہر دو کنارہ سر کے بچ میں جہاں عمرو کے زخم لگا ہے اپنے زخم کے برابر جہاں تک پہنچ سکے لگاتا جائے پھر جہاں تک طول میں اس کا زخم تھا اگر چہ ہر دو کنارہ تک نہ پہنچا ہو لیکن آئندہ باز رہے اور چاہے قصاص چھوڑ کر اس سے دیت لے لے اور اگر عمرو کا زخم زائد ہو اور زید کا سر چھوٹا ہو کہ ہر دو کنارہ سر زید سے مقدار مساحت کا زخم عمرو کے زائد ہو تو عمرو کو اختیار ہوگا چاہے ارش لے لے اور چاہے زید کے ہر دو کنارہ سر کے بچ میں جس قدر وسعت ہے اس قدر قصاص لے لے اور اس سے زیادہ نہیں بڑھ سکتا ہے اگر چہ عمرو کا زخم طول و عرض میں زائد ہے۔ اور اگر زخم مذکور عمرو کے سر کے طول میں ہو اور وہ زید کے سر میں پیشانی سے گدی تک پہنچتا ہو تو چاہے ارش لے لے یا زید کے سر میں سے اسی جگہ تک جہاں عمرو کے زخم آیا ہے قصاص لے لے اور اس سے زیادہ نہیں لے سکتا ہے اور اگر عمرو کے سر میں پیشانی سے گدی تک ہو اور زید کے سر میں اس کے نصف ہی تک پہنچتا ہو تو عمرو کو اختیار ہے چاہے ارش لے لے یا جہاں تک طول میں اس کا زخم زید کے سر میں پہنچ سکے وہاں تک قصاص لے لے اور جس جانب سے چاہے زخم دینا شروع کرے یہ ذخیرہ و محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص کے سر میں بیس موضہ زخم لگائے پس اگر درمیان میں اچھا نہ ہوتا گیا ہو تو پوری دیت تین سال میں واجب ہوگی اور اگر درمیان میں اچھا ہوتا گیا ہو تو پوری دیت ایک سال میں واجب ہوگی یہ کافی میں ہے۔ اگر ایک شخص کے

۱۔ مقدمہ سر یعنی پیشانی کی جانب و موخراں کے مقابل یعنی گدی کی جانب کو کہتے ہیں ۱۲ ۲۔ پیمائش باعتبار طول و عرض ۱۳

موضہ زخم لگایا پس اُس کی عقل جاتی رہی یا پورے سر کے بال گر گئے پھر نہ جمے تو موضہ ارش کا دیت میں داخل ہو جائے گا اور ان دونوں کے سوائے ارش موضہ دیت میں داخل نہیں ہوا ہے۔ اور اگر کوئی حصہ بالوں کا یا بہت کم کسی قدر بال گر گئے تو اس پر موضہ کا ارش واجب ہوگا اور بالوں کی دیت اُس میں داخل ہوگی اور یہ اُس وقت ہے کہ اس کے سر کے بال نہ جمے ہوں اور اگر موافق سابق کے جم آئے ہوں تو اُس پر کچھ لازم نہ ہوگا یہ جو ہرہ نیرہ میں ہے۔ اور اگر ایک شخص کی بھون میں موضہ زخم لگایا اور بال گر گئے اور پھر نہ جمے تو اُس پر آدھی دیت واجب ہوگی اور موضہ کا ارش اس میں داخل ہو جائے گا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر اُس کی سماعت یا بصارت یا کلام کی قوت اُس سے جاتی رہی تو اُس پر موضہ کا ارش مع دیت کے واجب ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا قول ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ سماعت و کلام کی دیت میں زخم مذکور داخل ہو جائے گا اور بصارت کی دیت میں داخل نہ ہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے عمدہ دوسرے کو موضہ زخم پہنچایا جس سے اُس کی آنکھیں جاتی رہیں تو امام اعظمؒ کے نزدیک اُس میں کچھ قصاص نہیں ہے اور دونوں آنکھوں کی دیت واجب ہوگی اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ موضہ کا قصاص واجب ہوگا اور آنکھوں کی دیت واجب ہوگی اور ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ موضہ اور دونوں آنکھوں کا قصاص واجب ہوگا یہ کافی میں ہے۔ ایک شخص اصلع جس کے سر کے بال بڑھاپے سے جاتے رہے تھے اس کو ایک شخص نے عمدہ موضہ زخم پہنچایا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ قصاص نہ ہوگا اور مجرم پر ارش واجب ہوگا اور اگر مجرم نے کہا کہ میں راضی ہوتا ہوں کہ مجھ سے قصاص لیا جائے تو یہ نہیں ہو سکتا ہے اور اگر مجرم بھی اصلع ہو تو اُس پر قصاص لازم ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ واقعات ناٹھی میں ہے کہ اصلع کا موضہ بہ نسبت موضہ غیر اصلع کے ناقص ہوتا ہے تو ارش بھی ناقص ہوگا اور ہاشمہ میں دونوں برابر ہیں منقہ میں ہے کہ ایک شخص نے اصلع کے سر میں خطا سے موضہ زخم پہنچایا تو خطا کار پر موضہ کے ارش سے کم مال اُس کے مال سے واجب ہوگا اور اگر ہاشمہ زخم پہنچایا تو ہاشمہ کے ارش سے کم مال اُس کی مددگار برادری پر واجب ہوگا یہ محیط میں ہے۔

نواب☆

جنایت کے واسطے حکم کرنے اور جنایت کو دکان و اُس کے مناسبات کے بیان میں

ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ اُس کو قتل کرے پس اُس نے تلوار سے اُس کو قتل کیا تو قصاص نہ ہوگا اور امام اعظمؒ سے اصلع الروایتین کے موافق دیت بھی واجب نہ ہوگی اور یہی امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کا قول ہے اور اگر اس کو حکم دیا کہ اُس کا ہاتھ کاٹ دے یا اُس کی آنکھ پھوڑ دے پس مامور نے ایسا ہی کیا تو دونوں صورتوں میں ضمانت واجب نہ ہوگی یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اور منقہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرا ہاتھ اس شرط پر کاٹ دے کہ تو مجھے یہ کپڑا دے دے یا یہ درم دے دے اور اس نے ایسا ہی کیا تو اس پر قصاص واجب نہ ہوگا بلکہ پانچ ہزار درم واجب ہوں گے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میں نے اپنا خون تیرے ہاتھ ایک پیسے کو فروخت کیا پس اُس نے قتل کر ڈالا تو قصاص واجب ہوگا یہ ظہیر یہ میں ہے۔ زید نے عمرو سے کہا کہ میرے پسر کو قتل کر دے یا اس کا ہاتھ کاٹ دے حالانکہ وہ نابالغ ہے تو قصاص واجب (۱) ہوگا اور امام ابو حنیفہؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ اس میں استحسان یوں حکم دیتا ہوں کہ وہ دیت دے گا اور اگر کہا کہ میرے غلام کو قتل کر دے یا اُس کا ہاتھ کاٹ دے پس عمرو نے ایسا ہی کیا تو عمرو پر کچھ واجب نہ

۱۔ اصلع اُس شخص کو کہتے ہیں جس کے مقدم سر کی جانب وسط سر تک بال نہ ہوں بعض کے پیدا یعنی نہیں ہوتے ہیں اور بعض کے کبرنی سے کر جاتے ہیں ۱۲

۲۔ یہ حکم کرنے والے کا بیان ہے اور مرتکب جرم پر اس کے جرم کے موافق واجب ہوگا ۱۲ (۱) عمرو سے قصاص لیا جائے گا مگر اس نے ایسا کیا ۱۲

ہوگا یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میرے بھائی کو قتل کرے اور حکم دہندہ اُس کا وارث ہے تو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ استحساناً قاتل سے دیت لی جائے گی۔ اور اگر اُس کو حکم کیا کہ اُس کا سر یا چہرہ زخمی کرے اور اُس نے ایسا ہی کیا تو فاعل پر کچھ واجب نہ ہوگا لیکن اگر وہ مر گیا تو قاتل پر دیت واجب ہوگی یہ ظہیر یہ میں ہے اور اگر ایک شخص سے کہا کہ میرے باپ کو قتل کر دے اس نے قتل کر دیا تو قاتل پر واجب ہوگا کہ اُس کے بیٹے کو دیت مقتول ادا کرے اور اگر کہا کہ میرے باپ کا ہاتھ کاٹ ڈال اُس نے کاٹا تو اس پر قصاص واجب ہوگا یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔ ایک شخص نے غیر کے غلام سے کہا کہ اپنے آپ کو قتل کر دے اُس نے ایسا ہی کیا تو حکم دہندہ پر اُس کی قیمت واجب ہوگی کذا فی الظہیر یہ قول وفیہ نظر۔ منشی میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو میرے اوپر جنایت کر پس اُس نے ایک پتھر پھینک مارا اور اس سے ایسا زخم آیا کہ ایسے زخم سے آدمی زندہ رہ سکتا ہے تو وہ شخص جانی یعنی جنایت کنندہ کہلائے گا قاتل نہ کہلائے گا پھر اگر وہ شخص مجروح مر گیا تو جانی پر کچھ نہ ہوگا اور اگر ایسا زخم آیا جس سے آدمی زندہ نہیں رہتا ہے تو وہ قاتل ہوگا نہ جانی پس مجروح کے مرجانے کی صورت میں اس پر دیت واجب ہوگی اور اگر کہا کہ مجھ پر کوئی جنایت کر پس مامور نے اُس کو تلوار سے قتل کر ڈالا تو مامور سے قصاص نہ لیا جائے گا اور اس پر اُس کے مال سے دیت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک لڑکے نے دوسرے لڑکے کو حکم دیا کہ فلاں شخص کو قتل کر دے اُس نے قتل کیا تو قاتل کنندہ کی مددگار برادری پر اُس کی دیت واجب ہوگی اور اُس کی مددگار برادری یہ مال حکم دہندہ کی مددگار برادری سے واپس نہیں لے سکتی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر مامور کوئی غلام ہو تو اُس کے مولیٰ نے جو کچھ تاوان دیا ہے وہ حکم دہندہ سے واپس لے لے گا یہ شرح زیادات عتابی میں ہے۔ ایک شخص نے ایک لڑکے کو حکم کیا کہ فلاں شخص کو قتل کر دے اُس نے قتل کیا تو لڑکے کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اُس کی مددگار برادری اس مال کو حکم دہندہ کی مددگار برادری سے واپس لے گی یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ اور اگر مامور ایک غلام مجبور ہو خواہ صغیر ہو یا کبیر ہو تو اس کے مولیٰ کو اختیار دیا جائے گا کہ چاہے اس غلام مجرم کو دے دے یا اس کا فدیہ دے دے اور جو کچھ اس نے اختیار کیا بر حال جو مقدار دونوں میں کم ہو خواہ فدیہ یا غلام کی قیمت اُس کو دہندہ کے مال سے واپس لے لے گا یہ شرح زیادات عتابی میں ہے۔ اور اگر بالغ نے دوسرے بالغ کو ایسا حکم دیا تو قاتل پر ضمان واجب ہوگی اور حکم دہندہ پر کچھ نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے ایک لڑکے کو حکم دیا کہ فلاں شخص کا چوپایہ مار ڈال یا اُس کا کپڑا پھاڑ ڈالنے یا اُس کا کھانا کھا لینے کا حکم دیا اور اُس نے حکم کے موافق کیا تو اُس کا تاوان لڑکے کے مال میں واجب ہوگا اور اس مال تاوان کو حکم دہندہ سے واپس لے لے گا اور اگر لڑکے نے بالغ کو ان افعال کا حکم دیا اور اُس نے ایسا فعل کیا تو لڑکے پر ضمان واجب نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر غلام ماذون نے کسی لڑکے کو ایک شخص کا کپڑا پھاڑ ڈالنے کا حکم دیا یا لڑکے کو اپنے کسی کام میں لگایا جس سے وہ مر گیا تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ حکم دہندہ ضامن ہوگا اور اگر اُس نے لڑکے کو کسی شخص کے قتل کا حکم دیا اور اُس نے قتل کیا تو حکم دہندہ ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ غلام ماذون نے جو صغیر ہے کبیر ہے کسی غلام مجبور یا ماذون کو خواہ صغیر ہو یا کبیر ہو ایک شخص کے قتل کرنے کا حکم دیا اور مامور نے قتل کر دیا اور مولیٰ کو اختیار دیا گیا کہ مجرم کو دے دے یا اُس کا فدیہ دے دے تو مولیٰ اُس کی فدیہ و قیمت دونوں میں سے کم مقدار کو حکم دہندہ رقبہ سے وصول کرے گا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر حکم دہندہ غلام مجبور ہو اور مامور بھی ایسا ہی ہو اور قاتل کے مولیٰ نے اُس کا دینا یا اُس کا فدیہ دینا کچھ اختیار کیا تو مولیٰ اس مال تاوان کو حکم دہندہ سے فی الحال واپس نہیں لے سکتا ہے لیکن مجبور مذکور کے آزاد ہونے کے بعد اُس سے مواخذہ کر سکتا ہے۔ اور اگر اس صورت میں حکم دہندہ نابالغ ہو تو بعد آزاد ہونے کے

یعنی جو تجارت کے تصرفات سے باز رکھا گیا ہو ۱۲

بھی اُس سے مواخذہ نہیں کر سکتا ہے اور اگر مامور آزاد صغیر ہو اور حکم دہندہ مجبور ہو تو نابالغ کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور مددگار برادری کے اس کو مجبور کے مولیٰ سے فی الحال یا مجبور سے بعد آزاد ہونے کے واپس نہیں لے سکتے ہیں یہ شرح زیادات عثمانی میں ہے۔ مکاتب صغیر یا کبیر نے غلام مجبور یا ماذون کو جو صغیر ہے یا کبیر ہے کسی شخص کے قتل کرنے کا حکم دیا اور اُس نے قتل کیا اور مولیٰ نے اُس کو یا اُس کا فدیہ دے دیا تو یہ مکاتب سے اُس کی قیمت واپس لے گا لیکن اگر اُس کی قیمت دس ہزار درم سے زائد ہو تو اس صورت میں دس ہزار درم میں سے دس درم کم کرے کر کے واپس لے گا اور اگر مکاتب عاجز ہو گیا تو مولیٰ قاتل کو مولائے مکاتب سے مطالبہ کا اختیار ہوگا اور مطالبہ کرے گا کہ اُس کو فروخت کر لے اور اگر عاجز ہونے کے بعد یا اُس سے پہلے وہ آزاد کیا گیا تو مولائے قاتل کو اختیار ہوگا چاہے آزاد کنندہ سے اس غلام کی قیمت اور اپنے غلام کی قیمت دونوں میں سے کم مقدار کو لے لے یا غلام آزاد شدہ سے اپنے غلام کی پوری قیمت واپس لے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر حکم دہندہ مکاتب نابالغ یا بالغ ہو اور مامور قاتل طفل آزاد ہو تو طفل کی مددگار برادری پر مقتول کی دیت واجب ہوگی اور اُس کی مددگار برادری مکاتب سے اُس کی قیمت اور دیت سے کم مقدار واپس لے گی اس واسطے کہ یہ حکم جنایت مکاتب ہے یہ شرح زیادات عثمانی میں ہے اور اگر مکاتب عاجز ہو کر رقیق ہو گیا پس اگر قبل اس کے کہ قاضی مددگار برادری کے واسطے اُس کی قیمت کا حکم دے ایسا ہو تو مددگار برادری کا استحقاق مکاتب سے باطل ہو گیا اور اگر مکاتب کی قیمت مددگار برادری کو دینے کا حکم قاضی کی طرف سے ہو جانے کے بعد ادا کرنے سے پہلے مکاتب عاجز ہو گیا تو امام اعظمؒ کے قول کے موافق فی الحال مددگار برادری کا مواخذہ کا استحقاق باطل ہو اور اس قدر تاخیر ہوئی کہ وہ لوگ مکاتب مذکور کے آزاد ہو جانے کے بعد اُس سے مواخذہ کر سکتے ہیں اور صاحبینؒ کے نزدیک باطل نہ ہوگا بلکہ فی الحال اُس مکاتب عاجز شدہ کو ماخوذ کر سکتے ہیں یہ محیط میں ہے۔ اور اگر قاضی کا حکم ہو جانے کے بعد تھوڑا مکاتب نے ادا کیا پھر عاجز ہو گیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک جس قدر ادا کیا ہے وہ مددگار برادری کو دیا ہوا ہے گا اور جس قدر نہیں ادا کیا ہے اُس کا استحقاق فی الحال باطل ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک باطل نہ ہوگا بلکہ باقی کے واسطے مکاتب عاجز شدہ فی الحال فروخت کیا جائے گا الا اُس صورت میں فروخت نہ ہوگا کہ مولیٰ اُس کا فدیہ دے دے یہ شرح زیادات عثمانی میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ اُس کے غلام کو ایک کوڑا مارے اُس نے ایک کوڑا مارا اور اُس کے سر کو موضع زخم سے زخمی کیا تو نصف دیت قائم کی جائے گی ☆

اگر اُس پر قاضی نے اُس کی قیمت کا حکم دے دیا پھر مولیٰ کے عاجز ہونے کے بعد اُس کو آزاد کر دیا تو قاتل کی مددگار برادری کو اختیار ہوگا چاہے مکاتب مذکور کے مولیٰ سے فقط اُس کی قیمت واپس لے اور باقی کو آزاد شدہ سے لے سکتے ہیں اور چاہے غلام آزاد شدہ سے پوری ضمان لیں اور یہ مذکور ہوا کہ مددگار برادری کو غلام سے یا اُس کے مولیٰ سے تاوان لینے کا اختیار ہے یہ صاحبینؒ کا قول ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک مددگار برادری کو مولیٰ سے تاوان لینے کا اختیار نہیں ہے اس واسطے کہ ان کو غلام سے فی الحال تاوان لینے کا اختیار جب نہ ہو تو مولیٰ نے غلام مدیون کو آزاد نہیں کیا پس ضامن نہ ہوگا اور اگر وہ عاجز نہ ہو بلکہ ادا کر کے آزاد ہو گیا اور یہ امر اس وقت ہوا کہ قاضی اُس پر قیمت کا حکم دے چکا ہے یا اس سے پہلے ہو تو مددگار برادری فی الحال اُس سے قیمت لے گی لیکن وہ لوگ اس سے اس طرح قیمت وصول کریں گے جس طرح انہوں نے ادا کی ہے یعنی انہوں نے تین سال میں ہر سال میں تہائی دیت ادا کی ہے اس طرح مکاتب آزاد شدہ سے تین سال میں ہر سال میں تہائی قیمت واپس لے سکتے ہیں یہ محیط میں ہے۔

اگر حکم دہندہ اور جس کو حکم دیا ہے دونوں مکاتب ہوں تو قاتل پر ضمان واجب ہوگی اور مامور سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ شرح زیادات عثمانی میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ اُس کے غلام کو ایک کوڑا مارے اُس نے ایک کوڑا مارا اور اُس کے سر کو موضع زخم سے زخمی کیا یا اُس کے ہاتھ کاٹ ڈالا جس سے وہ مر گیا تو مارنے والے سے نصف جنایت نفس ساقط ہوگئی اور نفس جنایت نفس کی دیت اُس کے ذمہ واجب ہوگی یہ مختصر جامع کبیر میں ہے۔ ایک شخص کا ایک غلام ہے اس نے زید کو حکم دیا کہ اس کو ایک کوڑا مارے اُس نے غلام کو دو کوڑے مارے پھر مولیٰ نے اس کو ایک کوڑا مارا پھر خالد نے اس کو ایک کوڑا مارا پھر ان سب سے وہ مر گیا تو زید کی مددگار برادری پر دوسرے کوڑے کا ارش ایک کوڑا کھائے ہوئے کے حساب سے واجب ہوگا اور اُس کی قیمت کا چھٹا حصہ واجب ہوگا مگر قیمت اس طرح اندازہ کی جائے کہ چار کوڑے کھائے ہوئے کی کیا قیمت ہے پس جس قدر قیمت ایسے زخمی کی اندازہ کی جائے اُس کا چھٹا حصہ واجب ہوگا اور خالد کی مددگار برادری پر چوتھے کوڑے کا ارش بدین حساب کہ تین کوڑے کھائے ہوئے ہے واجب ہوگا اور چار کوڑے کھائے ہوئے کی قیمت کی تہائی واجب ہوگی اور اس کے سوائے سب باطل ہوگا اور اگر زید نے اُس کو تین کوڑے مارے اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو اس میں بھی یہی حکم ہے لیکن زید کی مددگار برادری پر تیسرے کوڑے کا ارش بھی واجب ہوگا اور خالد پر پانچویں کوڑے کا ارش بحساب چار کوڑے کھائے ہوئے کے واجب ہوگا اور پانچ کوڑے کھائے ہوئے کی تہائی قیمت واجب ہوگی یہ محیط سرخی میں ہے۔

اگر ایک غلام زید و عمرو کے درمیان مشترک ہو پھر مثلاً زید عمرو کو حکم دیا کہ اس کو ایک کوڑا مارے اُس نے ایک کوڑا مارا پھر دو کوڑے مارے پھر ضارب نے اُس کو آزاد کر دیا پھر اُس کے ایک کوڑا مارا پھر ان سب سے وہ مر گیا تو عمرو پر دوسرے کوڑے کے مارنے کا ارش ایک کوڑا کھائے ہوئے کا اپنے مال سے واجب ہوگا اور نیز اگر وہ خوشحال ہو تو اُس کی نصف قیمت دو کوڑے کھائے ہوئے کے حساب سے اپنے شریک کے واسطے ضمان دے گا اور اس پر تیسرے کوڑے کا ارش بھی دو کوڑے کھائے ہوئے کا اپنے مال سے واجب ہوگا اور اپنے مال سے اُس کی نصف قیمت بحساب تین کوڑے کھائے ہوئے کے واجب ہوگی اور باوجود اس سب کے آزاد کرنے والا وہ نصف جس کا حالہ شریک کے واسطے ہے وصول کرے گا اور باقی وارثان غلام کو ملے گی اور اگر اُس کا کوئی وارث نہ ہو تو اس میں سے آزاد کرنے والا کچھ وارث نہ ہوگا اور جو شخص آزاد کرنے والے کے عصبات میں جو سب سے قریب ہو وہ وارث ہوگا اور اگر آزاد کرنے والا تنگ دست ہو تو مارنے والے پر دوسرے کوڑے کا نصف ارش اُس کے مال سے ایک کوڑا کھائے ہوئے کے حساب سے واجب ہوگا اور اُس کی مددگار برادری تیسرے کوڑے کا ارش بحساب دو کوڑے کھائے ہوئے کے واجب ہوگا اور اُس کی نصف قیمت تین کوڑے کھائے ہوئے کے حساب سے واجب ہوگی اور جس مولیٰ نے اُس کو آزاد نہیں کیا ہے وہ اس میں سے نصف بحساب دو کوڑے کھائے ہوئے کے لے گا اور جو باقی رہا اُس میں سے نصف وہ مولیٰ لے لے گا جس نے آزاد نہیں کیا ہے اور نصف آزاد کنندہ کے عصبہ کو ملے گی یہ مختصر الجامع میں ہے۔ ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہے اُن میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ اس کو ایک کوڑا مارا اور اگر تو نے زیادہ کیا تو وہ آزاد ہے پس مامور نے اُس کو تین کوڑے مارے اور وہ اس سب سے مر گیا تو مارنے والے پر دوسرے کوڑے کا نصف ارش بحساب ایک کوڑا کھائے ہوئے کے اُس کے مال سے واجب ہوگا اور آزاد کنندہ پر اگر خوشحال اپنے شریک کے واسطے اُس کی نصف قیمت بحساب دو کوڑے کھائے ہوئے کے واجب ہوگی اور مارنے والے پر تیسرے کوڑے کا

یعنی مارنے والا اور اس مقام پر ضارب عمرو ہے ۱۲ عصبات جمع عصبہ وہ شخص جو اصحاب فرائض کے ہوتے ہوئے باقی پانے کا مستحق ہو اور موت نہ ہونے اصحاب فرائض کے کل پانے کا مستحق ہو اور پوری بحث اس کی اسی فتاویٰ کی کتاب الفرائض میں دیکھنا چاہئے۔

ارش بحساب دو کوڑے کھائے ہوئے کے واجب ہوگا اور اُس کی نصف قیمت بحساب تین کوڑے کھائے ہوئے کے واجب ہوگی اور یہ اُس کی مددگار برادری پر ہوگا پس اولیاء غلام اُس کو وصول کریں گے اور اس میں سے آزاد کنندہ اس قدر کے لے لے گا جس قدر اُس نے تاوان دیا ہے اور باقی وارثان غلام میں مشترک ہوگی اور اگر اُس کا کوئی وارث نہ ہو تو جس نے شرطیہ قسم سے اُس کو آزاد کیا ہے وہ وارث ہوگا اور اگر آزاد کنندہ تنگ دست ہو تو اُس پر ضمان واجب نہ ہوگی اور مارنے والے پر جیسا ہم نے بیان کیا ہے ضمان واجب ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور تیسرے کوڑے کا ارش واجب ہوگا کذا فی مختصر الجامع اور اس میں سے نصف اُس کے مال میں سے اور نصف اس کی مددگار برادری سے لیا جائے گا پھر اس میں سے مارنے والا غلام کی نصف قیمت بحساب دو کوڑے مارے ہوئے کے لے لے گا اور پھر اگر کچھ باقی رہا تو وارثان غلام کو ملے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر اُس کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کا نصف مولا لے آزاد کنندہ اور باقی مارنے والے کے قریب تر عصبہ کو ملے گا اور یہ امام اعظم کا قول ہے کذا فی مختصر الجامع اور اگر مسئلہ مذکورہ بحالہ ہو پھر حکم دہندہ نے اُس کو ایک کوڑا مارا پھر ایک اجنبی نے اُس کو ایک کوڑا مارا اور ان سب سے وہ مر گیا تو مامور پر دوسرے کوڑے کا نصف ارش اُس کے مال سے بحساب ایک کوڑا کھائے ہوئے کے اپنے شریک کے واسطے واجب ہوگا اور مامور کی مددگار برادری پر بشرطیکہ آزاد کنندہ خوشحال ہو تیسرے کوڑے کا ارش بحساب دو کوڑے کھائے ہوئے کے واجب ہوگا اور اُس کی قیمت کا چھٹا حصہ بحساب پانچ کوڑے کھائے ہوئے کے واجب ہوگا اور حکم دہندہ پر چوتھے کوڑے کا ارش بحساب تین کوڑے کھائے ہوئے کے اور تہائی قیمت بحساب پانچ کوڑے کھائے ہوئے کے اُس کے مال سے واجب ہوگا اور اجنبی کی مددگار برادری پر پانچویں کوڑے کا ارش بحساب چار کوڑے کھائے ہوئے کے اور تہائی قیمت بحساب پانچ کوڑے کھائے ہوئے کے واجب ہوگی اور اجنبی کی مددگار برادری اور حکم دہندہ اور مامور سے جو کچھ وصول کیا گیا ہے وہ غلام کا ہوگا اور مامور اپنے حکم دہندہ سے غلام کی نصف قیمت بحساب دو کوڑے کھائے ہوئے کے لے لے گا اور حکم دہندہ اس قدر مال کو مال غلام سے واپس لے گا اور جو کچھ غلام کا مال باقی رہا وہ عصبات حکم دہندہ کو ملے گا۔ بشرطیکہ غلام کا کوئی عصبہ نہ ہو یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر حکم دہندہ تنگ دست ہو تو مامور پر دوسرے کوڑے کا نصف ارش اُس کے مال سے واجب ہوگا اور تیسرے کوڑے کا ارش اور چھٹا حصہ قیمت بحساب پانچ کوڑے کھائے ہوئے کے واجب ہوگا جس میں سے اُس کے مال پر اور نصف اُس کی مددگار برادری کے اوپر ہوگا اور حکم دہندہ پر وہی واجب ہوگا جو ہم نے اُس کے خوشحال ہونے کی حالت میں بیان کر دیا ہے لیکن یہ اُس کی مددگار برادری سے وصول کیا جائے گا اور اجنبی پر وہی واجب ہوگا جو ہم نے بیان کر دیا ہے اور مامور اس میں سے غلام کی نصف قیمت بحساب دو کوڑے کھائے ہوئے کے لے لے گا اور جو باقی رہا وہ دونوں مولاؤں کے عصبات کو ملے گا یہ مختصر الجامع الکبیر میں ہے۔ اور عیون میں ہے کہ اگر ایک شخص نے دو آدمیوں سے کہا کہ تم دونوں میرے اس مملوک کو سو کوڑے مارو تو دونوں میں سے ایک کو یہ اختیار نہیں ہے کہ پورے سو کوڑے مارے اور اگر ایک نے اُس کو ننانوے کوڑے مارے اور دوسرے نے فقط ایک کوڑا مارا تو قیاساً زیادہ مارنے والا ضامن ہوگا اور استحساناً ضامن نہ ہوگا یہ تارخانہ میں ہے۔

ایک شخص نے ایک لڑکے کو ایک ہتھیار دے دیا تاکہ لے رہے اور اس سے لڑکا ہلاک ہو گیا تو دینے والے کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اگر اش نے یہ نہ کہا کہ میرے واسطے اس کو لے رہے تو بھی مختار یہی ہے کہ وہ ضامن ہوگا اور اگر کسی لڑکے کو ہتھیار دے دیا اور اُس نے اپنے آپ کو یا دوسرے کو ہلاک کیا تو بالا جماع دینے والا ضامن نہ ہوگا کذا فی الخلاصہ اور قولہ اور اُس سے لڑکا ہلاک ہو گیا اس قول سے یہ مراد نہیں ہے کہ لڑکے نے اپنے تئیں قتل کر ڈالا کیونکہ اس صورت میں دینے والے پر ضمان نہیں ہے بلکہ اس شخص جس کو حکم دینے والے نے حکم کسی کام کا دیا ۱۲

سے یہ مراد ہے کہ وہ ہتھیار لڑکے کے ہاتھ سے اس کے بعض اعضاء پر گرا جس سے وہ ہلاک ہو گیا یہ تار خانہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک لڑکے کو مجھ سے یہ کہا کہ تو اس درخت پر چڑھ کر میرے واسطے اس کے پھل توڑ دے پس وہ لڑکا چڑھا اور وہاں سے گر کر ہلاک ہو گیا تو حکم دہندہ کی مددگار برادری پر لڑکے مذکور کی دیت واجب ہوگی اسی طرح اگر اس کو اپنے واسطے کسی بوجھ اٹھانے یا لکڑی توڑنے کا حکم دیا ہو تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر طفل مذکور سے یوں کہا کہ اس درخت پر چڑھ جائے اور پھل توڑ اور یہ نہ کہا کہ میرے واسطے توڑ دے اور لڑکے نے ایسا ہی کیا اور ہلاک ہوا تو مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ ضامن ہوگا خواہ اس نے یہ کہا ہو کہ میرے واسطے توڑ دے یا فقط یہ کہا ہو کہ پھل توڑ یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور جامع صغیر میں لکھا ہے کہ اگر دوسرے شخص کے غلام سے کہا کہ اس درخت پر چڑھ کر پھل توڑ تا کہ تو کھائے اور اُس نے ایسا کیا اور اگر ہلاک ہو گیا تو کہنے والا ضامن نہ ہوگا اور اگر یوں کہا کہ تا کہ میں کھاؤں اور باقی مسئلہ بجا رہے تو ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر غیر کے غلام کو لکڑیاں توڑنے یا کسی اور کام کے واسطے حکم دیا تو جو نتیجہ اس سے پیدا ہو اس کا ضامن ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک طفل کو اپنے سواری کے جانور پر چڑھایا اور کہا کہ میرے واسطے اس کو تھامے رہنا اور اس کام کے واسطے اس کو کوئی راہ نہ تھی پھر وہ جانور پر سے گر پڑا اور مر گیا تو جس نے اس کو سوار کیا ہے اُس کی مددگار برادری پر طفل مذکور کی دیت واجب ہوگی خواہ طفل مذکور ایسا ہو کہ اتنے بڑے لڑکے سوار ہوتے ہیں یا ایسا نہ ہو۔ اور اگر طفل مذکور نے جانور کو چلایا یہاں تک کہ اُس کی رفتار میں کوئی آدمی دب کر قتل ہو گیا اور طفل مذکور اس کو تھامے ہوئے بیٹھا تھا تو مقتول کی دیت طفل کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور جس نے چڑھایا اُس کی مددگار برادری پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر طفل مذکور ایسا ہو کہ اتنے چھوٹے لڑکے جانور کو نہیں چلا سکتے ہیں اور نہ بیٹھ کر تھام سکتے ہیں تو مقتول کا خون ہدر ہوگا اور اگر جانور کی رفتار میں وہ لڑکا اُس کے اوپر سے گر کر مر گیا تو اُس کی دیت سوار کرنے والے کئی مددگار برادری پر واجب ہوگی خواہ جانور کے رواں ہونے کے بعد گرا ہو یا پہلے گرا ہو خواہ طفل مذکور ایسا ہو کہ اُس کو تھام سکتا ہو یا نہ تھام سکتا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر ایک شخص ایک طفل کو ساتھ لے کر ایک جانور پر سوار ہوا اور لڑکا ایسا ہے کہ نہ چلا سکتا ہے اور نہ اس پر جم سکتا ہے پھر جانور مذکور نے کسی شخص کو تلف کر دیا تو اس کی دیت خاص کر مرد مذکور کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اسی پر کفارہ واجب ہوگا اور اگر طفل مذکور ایسا ہو کہ جانور چلاتا ہو اور اُس پر سوار ہوتا ہو تو مقتول کی دیت دونوں کی مددگار برادری پر واجب ہوگی پھر طفل کی مددگار برادری اس دیت کو مرد کی مددگار برادری سے واپس لے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر ایک غلام نے آزاد طفل کو ایک جانور پر سوار کیا اور طفل مذکور اُس پر سے گر کر مر گیا تو اس کی دیت غلام کی گردن پر ہوگی کہ مولائے غلام اُس کو دے گا یا اُس کا فدیہ دے گا اور اگر طفل کے ساتھ غلام بھی اُس جانور پر سوار ہوا اور دونوں رواں ہوئے پھر جانور مذکور نے کسی آدمی کو روند ڈالا اور وہ مر گیا تو طفل کی مددگار برادری پر نصف دیت اور غلام کی گردن پر نصف دیت واجب ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر آزاد بالغ نے ایک غلام صغیر کو جانور پر سوار کیا حالانکہ اتنا بڑا غلام اُس کو چلا سکتا اور تھام سکتا ہے کہ اُس پر جبار ہے پھر اُس کو حکم کیا کہ اس پر رواں ہو پھر جانور مذکور نے کسی آدمی کو روند ڈالا تو اس کی دیت غلام مذکور کی گردن پر ہوگی چاہے اس کا مولیٰ اس غلام کو دے دے یا اُس کا فدیہ دے پھر اُس کا مولیٰ ادش و اُس کی قیمت سے کم مقدار کو غاصب سے واپس لے گا اور اگر مرد مذکور نے غلام کو چڑھایا حالانکہ ایسا چھوٹا غلام جانور کو نہیں چلا سکتا ہے اور نہ اس پر جم کر بیٹھ سکتا ہے اور جانور مذکور روانہ ہوا اور اُس نے کسی آدمی کو روند ڈالا تو اُس کا خون ہدر ہوگا اور اگر وہ جانور

یعنی اُس کا عوض نہیں ہے جیسے ہمارے عرف میں رائیگاں دمفت بولتے ہیں ۱۲ ۲ قال یعنی اُس پر اس طرح بیٹھ سکتا ہو کہ جانور پر جم سکے یا اسی

وقت نہ رکھتا ہو ۱۲ منہ

وہیں کھڑا ہو جہاں اُس نے کھڑا کیا ہے تو وہ خالی نہ ہوگا حتیٰ کہ اگر جانور نے اپنے ہاتھ یا لات سے کسی کو مارا یا ایک دم کیا تو غلام صغیر پر کچھ واجب نہ ہوگا اور مقتول یا مجروح کی ضمان اُس شخص کی مددگار برادری پر واجب ہوگی جس نے اُس کو کھڑا کیا ہے لیکن اگر اس نے اپنی ملک میں کھڑا کیا ہو تو اس پر ضمان نہ ہوگی یہ شرح مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک طفل کو دیوار یا درخت پر دیکھ کر بلند آواز سے کہا کہ گر نہ پڑنا پھر وہ گر کر مر گیا تو مرد آواز دہندہ ضامن نہ ہوگا اور اگر کہا کہ گر پڑا اور وہ مر گیا تو آواز دینے والا اُس کی دیت کا ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک لڑکا اپنے باپ کی گود میں ہے اُس کو ایک غیر شخص نے کھینچا حالانکہ اُس کا باپ اُس کو پکڑے رہا یہاں تک کہ اُس کے کھینچنے میں وہ مر گیا تو طفل مذکور کی دیت اُس کھینچنے والے پر ہوگی اور باپ اُس کا وارث ہوگا اور اگر دونوں نے اُس کو کھینچا ہو اور وہ مر گیا تو اس کی دیت دونوں پر واجب ہوگی اور باپ اُس کو وارث نہ ہوگا یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔ ایک لڑکا پانی میں گر کر یا چھت سے گر کر مر گیا پس اگر ایسا ہو کہ اپنی حفاظت خود کر سکتا ہے تو ماں باپ پر کچھ نہ ہوگا اور اگر اپنی حفاظت خود نہ کر سکتا ہو تو ماں و باپ پر کفارہ واجب ہوگا بشرطیکہ دونوں کی گود میں پرورش پاتا ہو اور اگر دونوں میں سے ایک کی گود میں پرورش پاتا ہو تو فقط اُسی پر کفارہ واجب ہوگا ایسا ہی شیخ نصیر سے مروی ہے اور شیخ ابوالقاسم سے حق والدین میں یہ منقول ہے کہ اگر دونوں نے بچہ کا تعہد نہ کیا یہاں تک کہ وہ چھت سے گر کر مر گیا یا آگ سے جل کر مر گیا تو دونوں پر سوائے توبہ و استغفار کے کچھ واجب نہ ہوگا اور فقیہ ابواللیث نے یہ اختیار کیا ہے کہ دونوں پر کچھ واجب نہ ہوگا اور نہ ایک پر کچھ واجب ہوگا الا اُس صورت میں کہ اُس کے ہاتھ سے گر پڑے اور فتویٰ اسی پر ہے جس کو فقیہ ابواللیث نے اختیار کیا ہے کذا فی الظہیر یہ اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ بچہ کی ماں نے اگر بچہ باپ کے پاس چھوڑ دیا اور چلی گئی حالانکہ وہ بچہ سوائے ماں کے دوسری عورت کی چھاتی لیتا ہے مگر باپ نے اُس کے واسطے کوئی دائی نہ لگائی یہاں تک کہ وہ بھوک سے مر گیا تو باپ گنہگار ہوگا اور اُس پر کفارہ توبہ واجب ہے اور اگر وہ دوسری عورت کی چھاتی نہ لیتا ہو اور اُس کی ماں یہ بات جانتی ہو تو ماں گنہگار ہوگی کیونکہ اُسی نے اُس کو ضائع کیا ہے اور اُس پر کفارہ واجب ہوگا یہ حکم شیخ نصیر سے مروی ہے اور چاہے کہ یہ مسئلہ بھی مختلف فیہ ہو جیسے مسئلہ اولیٰ میں اختلاف ہے یہ محیط میں ہے۔

چھ برس کی لڑکی کو بخار آتا تھا اور وہ آگ کے قریب بیٹھی تھی پھر باپ کے چلے جانے کے بعد اُس کی ماں بھی اُس کو چھوڑ کر کسی پڑوسی کے یہاں گئی پھر وہ لڑکی جل گئی اور مر گئی تو ماں پر دیت واجب نہ ہوگی لیکن اگر اُس کے پاس مال ہو تو مجھے نہایت بھلا معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان باندی آزاد کر دے ورنہ پے در پے دو مہینے کے روزے رکھے اور برابر تاسف و ندامت میں رہے اور استغفار کرتی رہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو عفو کر دے اور یہ حکم مستحب ہے اور رہا وجوب کفارہ سو اُس کا حال بیان ہو چکا ہے یعنی کفارہ واجب نہیں ہے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اصل میں ہے کہ اگر کسی شخص نے آزاد بچہ کو غصب کر لیا اور لے گیا اور وہ مر گیا تو اُس میں دو صورتیں ہیں اول آنکہ کسی ایسے سبب سے مر گیا جس سے احتراز و حفاظت ممکن ہے مثلاً اُس کو بخار آنے لگا اور اس صورت میں بالاجماع غاصب پر ضمان نہیں ہے اور دوم آنکہ ایسے سبب سے مرا جس سے احتراز و حفاظت ممکن ہے مثلاً وہ قتل کیا گیا یا اُس کے پتھر لگایا اُس پر دیوار گر پڑی یا آسمان سے بجلی گری اور وہ صدمہ اٹھا کر مر گیا یا اُس کو سانپ نے کاٹا یا درندہ نے پھاڑا یا دیوار یا پہاڑ سے گر پڑا تو ہمارے علمائے ثلاثہ کے نزدیک غاصب ضامن ہوگا اور اس پر اجماع ہے اگر بچہ مذکور لے اپنے آپ کو قتل کیا تو غاصب پر ضمان نہ ہوگی اور اگر غلام غصب کیا ہو تو بہر حال ضامن ہوگا خواہ ایسے سبب سے مرا جس سے احتراز ممکن ہے یا ایسے سبب سے جس سے احتراز ناممکن ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایک طفل غصب کر کے مہالک کے قریب کر دیا یعنی ایسی چیزوں سے قریب کر دیا جس سے آدمی مر جاتا ہے

یعنی نگہداشت و محافظت جیسے ہمارے عرف میں غور و بکوار بھی بولتے ہیں ۱۲

ہے اور وہ مرگیا تو اس پر دیت واجب ہوگی اگر وہ آزاد ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر طفل مغضوب نے کسی کو قتل کیا تو غاصب پر کچھ واجب نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر طفل کے پاس ایک غلام ودیعت رکھا گیا ہو تو اُس کو طفل نے قتل کر ڈالا تو اُس کی مددگار برادری پر اُس کی قیمت واجب ہوگی اور اگر طعام ودیعت رکھا گیا اُس کو طفل نے کھالیا تو ضامن نہ ہوگا یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں ضامن ہوگا اور علیٰ ہذا اگر غلام مجبور کو مال ودیعت دیا گیا اور اُس نے تلف کر دیا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک فی الحال وہ ماخوذ نہ ہوگا اور بعد ازاد ہونے کے اس سے تاوان مال کا مواخذہ کیا جائے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فی الحال ماخوذ ہوگا اور اقراض و اعارہ اور بیع و تسلیم اگر طفل یا غلام مجبور کے ساتھ ہو تو اس میں بھی ایسا ہی اختلاف ہوگا اور صحیح قول کے موافق یہ اختلاف طفل عاقل میں ہے حتیٰ کہ غیر عاقل بالاجماع ضامن نہ ہوگا اور اگر بدون ایداع کے کچھ مال تلف کر دیا تو ضامن ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اگر باپ نے بیٹے کو یا وصی نے یتیم کو تادیب مارا اور وہ مرگیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک وہ ضامن ہوگا اور اگر معلم نے اس کو مارا پس اگر ان دونوں کے بغیر اجازت ہو تو کسی پر ضمان واجب نہ ہوگی اور اگر شوہر نے زوجہ کو تادیب مارا اور وہ مرگئی تو ضامن ہوگا اور باپ پر کفارہ و ودیت واجب ہوگی اور ادب سکھلانے والے پر کفارہ واجب ہوگا دیت نہ ہوگی اور شوہر پر کفارہ و ودیت دونوں واجب ہوں گے یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔ والدہ نے اگر اپنے نابالغ فرزند کو تادیب کے واسطے مارا اور وہ مرگیا تو بنا بر قول امام اعظمؒ کے بلا شک والدہ ضامن ہوگی اور صاحبینؒ کے قول پر مشائخؒ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ والدہ ضامن نہ ہوگی اور بعض نے فرمایا کہ ضامن ہوگی یہ محیط میں ہے ایک شخص نے اپنے نابالغ فرزند کو تعلیم قرآن مجید میں مارا اور وہ مرگیا تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ والد اس کی دیت کا ضامن ہوگا اور اُس کا وارث نہ ہوگا اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ والد اُس کا وارث ہوگا اور ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ بچنے لگانے والے یا فصد کھولنے والے یا جراح یا ختنہ کرنے والے نے اگر بچنے لگائے یا فصد کھولی یا نشتر دیا یا ختنہ کیا اور جس کے ساتھ کیا ہے اُس کی اجازت سے کیا پھر یہ زخم بجانب نفس سرایت کر گیا اور وہ مرگیا تو ضامن نہ ہوگا کذا فی السراجیہ جراح یا فصد کھولنے والے یا بچنے لگانے والے نے اگر مولیٰ کی اجازت سے غلام کے ساتھ یا ولی کی اجازت سے طفل کے ساتھ ایسا کیا اور جراح بجانب نفس سرایت کر گئی اور وہ مرگیا تو ان میں سے کسی پر ضمان نہ ہوگی اور یہی حکم ختنہ کرنے والے کا ہے اور بلا خلاف یہ لوگ سرایت زخم سے ضامن نہیں ہوتے ہیں یہ محیط میں ہے۔

ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے اگر ختنہ کرنے والے نے باپ کی اجازت سے اُس کے بیٹے کا ختنہ کیا اور استرہ چل گیا کہ جس سے خشفہ کٹ گیا اور طفل مرگیا تو ختنہ کرنے والے کی مددگار برادری پر آدمی دیت واجب ہوگی اور اگر طفل زندہ رہا تو ختنہ کرنے والے کی مددگار برادری پوری دیت ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور یہ حکم ایسی صورت میں ہے کہ جب خشفہ کٹ گیا اور طفل مرگیا تو ہم نے ذکر کیا کہ آدمی دیت واجب ہوگی یہ امام محمدؒ نے روایت کی ہے اور یہ روایت مجموع النوازل میں مذکور ہے اور اصل میں ذکر فرمایا کہ اگر مرگیا تو کچھ واجب نہ ہوگا اور ایسا ہی جنایات العقاق میں مذکور ہے کذا فی الذخیرہ۔

یعنی اُس سے اس بارہ میں فی الحال مواخذہ مطالبہ نہ کیا جائے گا ۱۲ ۲. ودیعت رکھنا ۱۲ ۳. خشفہ مرد کے آلہ فاسل کا سر ۱۲

دسواں باب ☆

جنین کے بیان میں

اگر مرد نے ایک عورت حاملہ کے پیٹ میں خواہ وہ مسلمہ ہو یا کافر ہو مارا جس سے اُس کے پیٹ سے مردہ بچہ آزاد کر پڑا خواہ وہ نر ہو یا مادہ ہو تو مارنے والے کی مددگار برادری پر غرہ واجب ہوگا اور غرہ غلام ہے یا باندی ہے یا گھوڑا ہے جس کی قیمت پانچ سو درم ہو اور یہ مال اس جنین کی میراث ہے اور اگر مارنے والا اُس کا وارث ہو تو اب وارث نہ ہوگا اور اس میں کچھ کفارہ نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے اور اگر ضرب مذکور سے دو بچہ گرے تو دو غرہ واجب ہوں گے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور جس جنین کی بعض خلقت مثل ناخن و بال کے ظاہر ہوگئی ہو تو وہ بمنزلہ پورے جنین کے ہوگا یعنی تمام احکام میں مثل پورے جنین کے ہے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر ضرب کے بعد جنین زندہ ساقط ہوا پھر مر گیا تو اُس کی پوری دیت اور کفارہ واجب ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر عورت مذکورہ کے پیٹ کا بچہ مردہ گر پڑا پھر وہ عورت مر گئی تو مارنے والے پر عورت کے قتل کرنے کی دیت اور بچہ گرانے کا غرہ واجب ہوگا اور اگر چوٹ کھا کر پہلے عورت مذکورہ مر گئی پھر اُس کے پیٹ سے جنین زندہ برآمد ہوا پھر مر گیا تو اُس پر عورت مذکورہ کے قتل کی دیت اور جنین کی دیت واجب ہوگی اور اگر وہ مر گئی پھر مردہ بچہ گرا تو اس پر عورت کے واسطے دیت واجب ہوگی اور جنین کے واسطے کچھ واجب نہ ہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر بچہ کا سر نکلا اور وہ آواز سے رویا پھر ایک شخص نے آکر اُس کو ذبح کر ڈالا تو اُس پر غرہ واجب ہوگا اس واسطے کہ وہ جنین ہے خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک مرد نے کسی عورت کے پیٹ میں مارا کہ جس سے دو جنین گر پڑے ایک زندہ اور دوسرا مردہ پھر زندہ بھی اسی چوٹ کی وجہ سے بعد پیدا ہو جانے کے مر گیا تو مارنے والے پر جنین میت کا عرہ اور زندہ کی پوری دیت واجب ہوگی یہ ظہیر یہ میں ہے منتقی میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کے پیٹ میں مارا جس سے زندہ جنین گر پڑا پھر وہ مر گیا پھر دوسرا جنین مردہ گرا پھر اس کے بعد عورت مذکورہ مر گئی اور مرد مارنے والے کے اور بیٹے ہیں جو اس عورت کے سوائے دوسری عورت کے پیٹ سے ہیں اور اس عورت سے سوائے اس اولاد کے جو مارنے کے وقت پیدا ہوئی ہے اور کوئی اولاد نہیں ہے اور اس عورت کے ایک ماں باپ کے سکے بھائی موجود ہیں تو مرد مذکور کی مددگار برادری پر زندہ جنین کی دیت واجب ہوگی جس میں سے اُس کی ماں چھٹا حصہ میراث پائے گی اور جو باقی رہے وہ اُس کے باپ کی اولاد یعنی اُس کے سوتیلے عاتی بھائیوں کو ملے گی اور باپ پر دو کفارہ واجب ہوں گے ایک کفارہ زندہ جنین کا اور ایک کفارہ اُس کی ماں کا اور جو بچہ مردہ گر پڑا ہے اُس کے واسطے باپ کی مددگار برادری پر پانچ سو درم کا ایک غرہ واجب ہوگا اور اس میں سے اس کی ماں کا چھٹا حصہ ہوگا اور باقی اس بچہ کا ہوگا جو زندہ ساقط ہوا ہے اس واسطے کہ غرہ بسبب ضرب کے واجب ہوا ہے اور جنین زندہ اس وقت زندہ تھا پھر اس میں سے جنین زندہ کی ماں چھٹے حصے کی وارث ہوگی پھر جس قدر یہ سب ماں کو میراث پہنچا ہے ماں کے بھائیوں کو ملے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک شخص نے ایک باندی کے پیٹ میں مارا پھر اُس کے مولیٰ نے جو کچھ اُس کے پیٹ میں ہے آزاد کر دیا ☆

اگر اس کے پیٹ میں دو جنین ہوں پھر ایک نے اُس کے مرنے سے پہلے نکلا اور دوسرا اس کے مرنے کے بعد نکلا حالانکہ دونوں مردہ تھے پھر جو بچہ اس کی موت سے پہلے نکلا ہے اُس کے واسطے غرہ پانچ سو درم ہوں گے اور جو بعد موت کے نکلا ہے اُس کے

۱ یعنی اس کے ذمہ پر بحساب حصص فرائض تقسیم ہوگا ۱۲ ۲ جس وقت تک بچہ ماں کے پیٹ میں رہتا ہے اُس پر جنین کا اطلاق ہوتا ہے ۱۲

۳ قال اور اگر سر سے کچھ زائد نکلا ہو تو دیت واجب ہوگی ۱۲

لئے کچھ نہ ہوگا پھر جو مرنے سے پہلے مردہ نکلا ہے وہ اپنی ماں کی میراث سے وارث نہ ہوگا اور ماں اُس کی میراث سے وارث ہوگی اور جو بچہ اُس کے مرنے کے بعد اُس کے پیٹ سے نکلا ہے اگر وہ زندہ نکلا پھر مر گیا ہو تو اُس کے واسطے دیت واجب ہوگی اور وہ اپنی ماں کی دیت سے وارث ہوگا اور جس قدر اُس کی ماں نے اُس کے بھائی کے غرہ سے میراث پائی ہے اس میں سے بھی وارث ہوگا اور اگر اُس کے بھائی کا باپ زندہ نہ ہو تو اُس کے بھائی کی میراث بھی اسی کو ملے گی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کی باندی کے پیٹ میں مارا اور اُس کے پیٹ سے مردہ بچہ ساقط ہوا۔ اور باندی مذکور زندہ رہی تو دیکھا جائے گا کہ اگر یہ بچہ آزاد ہو مثلاً باندی کے مولیٰ کا نطفہ ہو تو غرہ واجب ہوگا خواہ مؤنث ہو یا مذکر ہو اور اگر بچہ مذکور رقیق ہو تو ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایۃ میں یوں مذکور ہے کہ جس ہیات دلوں کے ساتھ خارج ہوا ہے زندہ فرض کر کے اُس کی قیمت اندازہ

کی جائے گی پھر جب اُس کی قیمت معلوم ہو جائے تو دیکھا جائے گا اگر مذکر ہو تو ضارب پر بیسواں حصہ قیمت واجب ہوگا اور اگر مؤنث ہو تو دسواں حصہ قیمت واجب ہوگا اور اگر بچہ مذکور ضائع ہو گیا اور اُس کی قیمت کا اندازہ کرنا ممکن نہ ہو سکا کہ زندہ فرض کر کے اس کے ہیات و رنگ پر اُس کی قیمت اندازہ کی جائے اور ضارب و باندی کے مولیٰ کے درمیان اُس کی قیمت کی بابت جھگڑا ہو تو قول ضارب کا قبول ہوگا یہ محیط میں ہے اور جو مال کہ باندی کے جنین کے عوض واجب ہو اوہ مال ضارب سے فی الحال لے لیا جائے گا اس کو حسن نے روایت کیا ہے اور جو مال آزاد عورت کے جنین کی بابت واجب ہو وہ ضارب کی مددگار برادری پر واجب ہوگا کہ ایک سال میں ادا کرے یہ شرح طحاوی میں ہے۔ منقحی میں ہے کہ ایک شخص نے ایک باندی کے پیٹ میں مارا اور وہ مردہ جنین ڈال گئی اور خود مر گئی تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ مارنے والے پر تین سال میں ماں کی قیمت ادا کرنی واجب ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اگر ایک شخص نے ایک باندی کے پیٹ میں مارا پھر اُس کے مولیٰ نے جو کچھ اُس کے پیٹ میں ہے آزاد کر دیا پھر اُس سے زندہ جنین ساقط ہوا پھر مر گیا تو ضارب پر اُس کے زندہ کی قیمت واجب ہوگی اور دیت واجب نہ ہوگی اگرچہ بعد آزاد ہونے کے مرا ہے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر باندی کو چوٹ کھانے کے بعد فروخت کیا پھر اُس کے پیٹ سے بچہ ساقط ہوا تو غرہ بائع کو ملے گا اور اگر ضرب کے وقت باپ غلام ہو پھر آزاد کیا گیا پھر جنین ساقط ہوا تو باپ کو کچھ نہ ملے گا اس واسطے کہ اس وقت کی حالت معتبر ہے جس وقت ضرب واقع ہوئی ہے یہ خزائنہ المفتین میں ہے۔ نوادر بشر میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جو اُس کی باندی کے پیٹ میں ہے آزاد کیا پھر ایک شخص نے اُس کے پیٹ میں مارا جس سے مردہ بچہ ساقط ہو گیا اور اُس کا باپ آزاد ہے تو ضارب پر وہی واجب ہوگا جو جنین حرہ یعنی آزاد عورت کے بچہ کے حق میں واجب ہوتا ہے یعنی غرہ واجب ہوگا اور وہ باپ کو ملے گا مولیٰ کو نہ ملے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر جنین کا باپ یا ماں قبل ضرب کے آزاد کی گئی تو وہ مولیٰ کی بہ نسبت جنین کے معاوضہ کے حق دار ہوں گے یہ خزائنہ المفتین میں ہے۔ نوادر بن ساعدہ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی باندی سے کہا کہ دو بچے جو تیرے پیٹ میں ہیں ان میں سے ایک آزاد ہے پھر مر گیا پھر ایک شخص نے اس باندی کے پیٹ میں مارا پس دو جنین مردہ ایک لڑکا اور ایک لڑکی اُس کے پیٹ سے ساقط ہوئے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ ضارب پر مذکر بچہ کے واسطے نصف غرہ یعنی ڈھائی سودرم اور نیز اُس کے زندہ فرض کرنے کی قیمت کی چوتھائی واجب ہوگی۔ اور اُس پر مؤنث جنین کے واسطے ڈھائی سودرم اور بیسواں حصہ قیمت واجب ہوگا یہ محیط میں ہے۔ عورت نے اگر اپنے پیٹ میں مار کر صدمہ پہنچایا کوئی دوا پی لی تاکہ عہد بچہ کو ساقط کر دے یا اپنی فرج میں کوئی ایسا دسی فعل کیا کہ جس سے بچہ ساقط ہو گیا تو اُس کی مددگار برادری غرہ کی ضامن ہوگی بشرطیکہ اُس نے شوہر کی بلا اجازت ایسا کیا ہو اور اگر شوہر کی

یعنی کسی کا مملوک ہو ۱۲

اجازت سے ایسا کیا تو کچھ واجب نہ ہوگا یہ کافی میں ہے۔ ایک عورت نے ایک دوا پی کر اُس سے عہد اچھ گرانے کا قصد نہیں کیا تو اُس پر کچھ واجب نہ ہوگا یہ ظہیر یہ میں ہے۔ فتاویٰ نسفی میں لکھا ہے کہ جس عورت نے خلع کر لیا ہے اور وہ حاملہ ہے اُس نے عدت ساقط کرنے کی غرض سے پیٹ کا اسقاط کیا تو فرمایا کہ اگر اُس نے اپنے فعل سے ساقط کیا تو اُس پر غرہ واجب ہوگا اور یہ شوہر کو ملے گا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ہزار درم کی باندی خرید کر اُس سے وطی کی اور وہ اس سے حاملہ ہو گئی پھر باندی مذکور نے اپنے پیٹ کو عہد اصدہ ضرب پہنچایا یا کوئی دوا پی تاکہ بچہ ساقط کر دے پھر مردہ جنین ساقط ہوا پھر وہ باندی استحقاق میں لی گئی تو قاضی بنام مستحق اس باندی اور اُس کے عقرے کا حکم دے گا اور مشتری اپنا ثمن بائع سے واپس لے گا پھر مستحق سے کہا جائے گا کہ تیری باندی نے اپنے بچہ کو قتل کیا حالانکہ وہ آزاد تھا اس واسطے کہ وہ مشتری مغرور کا بچہ تھا اور جنین آزاد مضمون ہوتا ہے کہ غرہ اُس کے ضمان میں واجب ہوتا ہے پس تجھ کو اختیار ہے کہ چاہے غرہ میں باندی دے دے یا اس کا فدیہ دے پھر جب اُس نے باندی دی یا فدیہ دیا تو مشتری سے کہا جائے گا کہ ہر گاہ تو نے غرہ لے لیا تو تجھ کو بچہ کے بدلے مال دیا گیا اور اگر تجھ کو بچہ دیا جاتا یا زندہ ساقط ہو کر مرنے کی صورت میں قیمت دن جاتی تو تجھ پر مستحق کے واسطے پوری قیمت واجب ہوتی پس جب تجھ کو غرہ دیا گیا تو اسی حساب سے تجھ پر قیمت دینی واجب ہے اور آزاد بچہ کی قیمت دس ہزار ہے اگر مذکور ہو اور پانچ ہزار ہے اگر مؤنث ہو پس دیت مذکور میں پانچ سو درم اُس کا بیسواں حصہ ہے اور مؤنث کی دیت میں سے دسواں حصہ ہے پس اس حساب سے مشتری ضمان دے گا اور مستحق نے جب باندی دی یا اُس کا فدیہ دیا تو قیمت و مال مضمون سے کمتر کو چاہئے بائع سے واپس لے یا مشتری سے پس اگر بائع سے لی تو مشتری سے بائع واپس لے گا اور اگر مشتری سے لی تو وہ بائع سے واپس نہ لے گا پھر مشتری نے جس قدر قیمت بچہ تاوان دی وہ بحکم غرور اپنے بائع سے واپس لے گا یہ شرح زیادات عتابی میں ہے۔ اگر حاملہ باندی خریدی اور ہنوز اُس پر قبضہ نہ کیا تھا کہ جو اُس کے پیٹ میں تھا اُس کو آزاد کر دیا پھر ایک شخص نے اُس کے پیٹ میں مارا اور اُس کے پیٹ سے مردہ بچہ ساقط ہوا تو مشتری کو اختیار ہوگا چاہے پورے ثمن میں باندی لے کر ضارب کا دامن گیر ہو کر ارش جنین میں آزاد جنین کا ارش لے لے اور جس قدر زیادتی ہو وہ اُس کو حلال ہوگی اور چاہے بیچ باندی فسخ کر دے اور اس کا بچہ بعوض اپنے حصہ کے اُس کے ذمہ لازم ہوگا اور اگر جنین کا باپ آزاد ہو یا کوئی وارث مولیٰ العتاقہ سے رتبہ میں مقدم ہو تو دونوں صورتوں میں جنین کا ارش اُسی کو ملے گا اور مشتری کو کچھ نہ ملے گا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک حاملہ کے پیٹ میں چھری ماری اور وہ اُس کے پیٹ کے بچہ کے ہاتھ پر پینچی اور ہاتھ کاٹ دیا پھر وہ عورت اس بچہ کو زندہ جی تو نصف دیت اُس مارنے والے کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اس واسطے کہ یہ خطا ہے کذا فی الظہیر یہ۔

گیارہواں باب ☆

دیوار و جناح و پائخانہ کی جنایت اور ان کے سوائے اور چیزوں کی جن کو انسان راستہ

پر بناتا ہے اور اُس کے مناسبات کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ اگر کسی شخص نے ابتدا سے جھکی ہوئی دیوار بنائی ہو پھر وہ کسی شخص پر گر پڑی اور وہ قتل ہو گیا یا کسی شخص کا مال تلف ہو گیا تو دیوار مذکورہ کا مالک ضامن ہوگا خواہ مشتری اُس سے توڑنے کے واسطے کہہ دیا گیا ہو یا نہ کہا گیا ہو اور اگر اُس نے ابتدا سے

۱۔ یعنی کچھ مال دے کر شوہر سے طلاق لے ۲۔ وہ مال جو بعوض وطی شہیہ کے واجب ہو ۳۔ یعنی جرمانہ بچہ ساقط شدہ ۴۔ دو شخص جس نے اُس مملوک کو آزاد کیا ہو ۵۔

سیدھی بنائی پھر مدت دراز گزرنے سے وہ جھک گئی اور کسی آدمی یا کسی مال پر گری اور وہ تلف ہو گیا پس اگر مالک دیوار سے بیشتر گرنے سے نہ کہا گیا ہو تو ہمارے علماء ثلاثہ کے نزدیک مالک دیوار ضامن نہ ہوگا اور اگر بیشتر اس سے کہہ دیا گیا ہو پھر وہ دیوار گری حالانکہ اطلاع دینے کے بعد مالک کو ایسا موقع تھا کہ وہ دیوار کو توڑ سکتا تھا مگر اُس نے نہ توڑی تو قیاساً ضامن نہ ہوگا اور استحساناً ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ پھر ایسی دیوار سے جو جان تلف ہو جائے اُس کی ضمان مالک دیوار کی مددگار برادری پر ہوگی اور جو مال تلف ہو اُس کا جو ضامن ہوگا یہ تبیین میں ہے۔ اور دیوار کے مالک سے دیوار توڑنے کی اطلاع دینا اس کے ٹوٹے ہوئے کے حق میں بھی وہی اطلاع کافی ہوگی حتیٰ کہ اگر اُس کی دیوار بعد اطلاع کے ٹوٹ گری اور اُس کی ٹوٹن سے کوئی شخص ٹھوکر کھا کر مر گیا تو اُس کی دیت مالک دیوار پر ہوگی اور یہ امام محمد کا قول ہے اور اصحاب الامالی نے امام ابو یوسفؒ سے یوں روایت کی ہے کہ مالک دیوار ضمان نہ ہوگی مگر امام محمد کا قول صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر دیوار ایک شخص پر گری اور وہ مر گیا پھر دیوار کے ٹوٹن سے ایک شخص ٹھوکر کھا کر مر گیا پھر ایک شخص اُس مقتول سے ٹھوکر کھا کر مر گیا تو دیوار والے کی مددگار برادری پر ضمان نہ ہوگی اور اگر بجائے دیوار کے جناح ہو جس کو اس نے راستہ کی طرف بڑھایا تھا پھر وہ راہ میں ٹوٹ پڑا اور اُس کے ٹوٹن سے ایک آدمی ٹھوکر کھا کر مر گیا اور دوسرا شخص اس مقتول سے ٹھوکر کھا کر مر گیا تو دونوں مقتولوں کی دیت اس جناح کے مالک پر ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور مالک کو اطلاع دہی کرنا سلطان^(۱) وغیر سلطان سب کے نزدیک صحیح ہے یہ کافی میں ہے۔ اور بیشتر اطلاع دہی کی تفسیر یہ ہے کہ صاحب حق مالک دیوار سے کہے کہ تیری دیوار خوفناک ہے یا کہے کہ جھکی ہوئی ہے پس تو اُس کو توڑے تاکہ گر کر کچھ تلف نہ کرے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مالک سے کہا گیا کہ تیری دیوار جھکی ہوئی ہے تجھے چاہئے ہے کہ تو اُسے منہدم کر دے تو یہ مشورہ ہے طلب نہیں ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ اور طلب شرط ہے اور گواہ کر دینا شرط نہیں ہے حتیٰ کہ اگر توڑ کر صاف کر دینے کی طلب کی اور گواہ نہ کئے مگر مالک دیوار نے مثلاً اُس کو دور نہ کیا حالانکہ اُس کے دور کرنے پر قادر تھا یہاں تک کہ وہ کسی شخص پر یا مال پر گری اور اُس کو تلف کر دیا اور مالک دیوار طلب مذکور کا اقرار کرتا ہے تو وہ ضامن ہوگا اور گواہ کر لینے کا فائدہ یہ ہے کہ وقت انکار مالک کے اُس پر ثابت کیا جائے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر طلب پر دو گواہ مرد یا ایک مرد و دو عورتیں گواہی دیں تو مطالبہ ثابت ہو جائے گا اور اس طرح بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایک قاضی^(۲) کا خط دوسرے قاضی کے نام ہو۔ اور اگر جھکی ہوئی دیوار کے مطالبہ پر دو غلام یا دو کافر یا دو لڑکے گواہ کر دیئے گئے پھر دونوں غلام آزاد ہو گئے یا دونوں کافر مسلمان ہو گئے یا دونوں لڑکے بالغ ہو گئے پھر وہ دیوار گری اور کوئی آدمی تلف ہو گیا تو دیوار کا مالک ضامن ہوگا اسی طرح اگر ہر دو غلام کی آزادی و کافروں کے اسلام اور لڑکوں کے بلوغ سے پہلے دیوار مذکور گری پھر دونوں نے گواہی دی تو گواہی جائز ہوگی اس واسطے کہ دونوں اہل اداء شہادت میں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر مکان خریدنے والے سے اُس مکان کی دیوار جھکی ہوئی کا مطالبہ و اشہاد کیا ☆

دہل جانے اور جھکنے سے پہلے گواہ کر لینا صحیح نہیں ہے۔ اس واسطے کہ اس وقت تک کوئی تعدی نہیں ہے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ بیشتر اطلاع دہی کے صحیح ہونے کے واسطے یہ بھی شرط ہے کہ ایسے شخص کو اطلاع دے اور مطالبہ کرے کہ جس کو اُس کے دور کرنے و فارغ کرنے کا اختیار حاصل ہے حتیٰ کہ اگر ایسے شخص سے مطالبہ کیا جو اُس مکان میں اجارہ^۲ پر یا بطور عاریت رہتا ہے اور اُس نے دیوار گرا کر صاف نہ کیا یہاں تک کہ وہ کسی آدمی پر گری تو کوئی ضامن نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ اختیار و ولایت گر

۱۔ جس کو ہمارے عرف میں شبیر بولتے ہیں ۱۲۔ جس کو ہمارے عرف میں کرایہ بولتے ہیں ۱۲۔ (۱) یعنی خواہ سلطان کے پاس اطلاع دے یا دوسرے کے پاس ۱۲۔ (۲) جیسا کہ کتاب القضا میں گذرا ۱۲۔

پڑنے کے وقت تک برابر باقی رہے حتیٰ کہ اگر صاحب ولایت کے ہاتھ بعد مطالبہ و اشہاد کے نکل گئی یا اس طور کہ اُس نے مکان فروخت کر دیا تو وہ ضمان سے بری ہو جائے گا یہ تبیین میں ہے۔ اور مشتری پر ضمان نہ ہوگی ہاں اگر مشتری کے خریدنے کے بعد مشتری سے مطالبہ و اشہاد کیا گیا ہو تو وہ ضامن ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر مطالبہ و اشہاد کے بعد مالک و ولی کو جنون مطبق ہو گیا یا نعوذ باللہ مرتد ہو کر دار الحرب میں چلا گیا اور قاضی نے اُس کے دار الحرب میں جانے کا حکم دے دیا پھر مجنون کو افاقہ ہو گیا یا مرتد مذکور مسلمان ہو کر دار الحرب سے واپس آیا اور اُس کا مکان اُس کو دے دیا گیا پھر اس کے بعد دیوار گری اور اُس نے کچھ تلف کیا تو وہ ہدر لہوگا۔ اسی طرح اگر اُس نے مکان کو فروخت کر دیا حالانکہ اس سے پہلے اُس سے دیوار کا مطالبہ و اشہاد ہو چکا ہے پھر بسبب عیب کے بحکم قاضی یا بغیر عیب کے بسبب مشتری کے اختیار ویت یا خیار شرط کے بائع کو واپس دیا گیا پھر دیوار گری اور اُس نے کچھ تلف کیا تو بعد واپس ہونے کے جب تک از سر نو مطالبہ و اشہاد پایا نہ جائے تب تک وہ شخص ضامن نہ ہوگا اور اگر خیار بائع کا ہو پس اگر اُس نے بیع توڑ دی اور پھر دیوار گری اور کچھ تلف نہ کیا تو بائع ضامن ہوگا یہ ظہیر میں ہے۔ اور اگر مکان خریدنے والے سے اُس مکان کی دیوار جھکی ہوئی کا مطالبہ و اشہاد کیا گیا حالانکہ مشتری کو بیع میں تین دن کا خیار شرط حاصل ہے۔ پھر اُس نے بسبب خیار کے بیع رد کر دی تو اشہاد باطل ہو جائے گا اور اگر بیع پوری کر لی تو باطل نہ ہوگا اور اگر ایسی حالت میں بائع سے مطالبہ و اشہاد واقع ہوا ہو تو وہ ضامن نہ ہوگا۔ اور اگر بائع کا خیار ہو اور اُس سے دیوار مذکور کا مطالبہ و اشہاد کیا گیا پس اگر اُس نے بیع توڑ دی ہو تو اشہاد صحیح رہے گا اور اگر اُس نے بیع پوری کر دی تو اشہاد باطل ہو جائے گا اور اگر بائع کا خیار ہونے کی صورت میں مشتری سے مطالبہ و اشہاد کیا گیا ہو تو صحیح نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور ضمان واجب ہونے کے واسطے یہ شرط ہے کہ بعد مطالبہ و اشہاد کے اُس شخص کو اتنا موقع ملے کہ اُس میں وہ دیوار مذکور کو مہدم کر کے صاف کر سکے حتیٰ کہ اگر اُس سے مطالبہ و اشہاد کیا اور اسی وقت وہ دیوار گر پڑی اتنا موقع نہ ملا کہ وہ گرا کر میدان خالی کر سکے تو جو چیز تلف ہوئی اُس کا ضمان نہ ہوگا یہ تبیین میں ہے اور یہ شرط ہے کہ مطالبہ ایسے شخص کی طرف سے ہو جو صاحب حق ہو اور عام راستہ کے حق دار سب عام لوگ ہیں حتیٰ کہ اگر ایک شخص نے عام لوگوں میں سے مطالبہ کیا ہو تو کافی ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور مسلمان مطالبہ کرے یا ذمی مطالبہ کرے دونوں اس حکم میں یکساں ہیں یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اور اگر دیوار عام راستہ کی طرف جھکی ہو تو مطالبہ کا استحقاق تمام لوگوں کو حاصل ہے خواہ مسلمان ہو یا غلام ہو بشرطیکہ وہ آزاد بالغ عاقل ہو یا صغیر ہو مگر اُس کے اُس کے ولی نے اس معاملہ میں خصومت کا اختیار دیا ہو یا غلام ہو کہ اُس کو اُس کے مولیٰ نے اس سے خصومت کا اختیار دیا ہو یہ کفایہ میں ہے۔

خاص کوچہ میں اصحاب کوچہ کو استحقاق مطالبہ ہے پس ایک کا مطالبہ کرنا کافی ہے اور دار کی صورت میں مالک یا ساکن کا مطالبہ شرط ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ جامع میں لکھا ہے کہ ایک شخص کی دیوار دوسرے کے دار کی طرف جھکی ہوئی تھی پس اُس پر مالک دار نے اُس کی طلب و اشہاد کیا پس مالک دیوار نے قاضی سے یوں درخواست کی کہ مجھے دو یا تین روز یا اس کے مثل کچھ قلیل روز مہلت دی جائے اور قاضی نے اس درخواست کو منظور کر لیا پھر وہ دیوار مال یا کسی آدمی پر گری تو دیوار کے مالک پر ضمان واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مالک دار نے یا ساکنان دار نے اُس کو مہلت دی یا مطالبہ سے بری کیا تو صحیح ہے اور دیوار سے جو کچھ تلف ہوا اُس کا ضامن نہ ہوگا کذا فی الکافی۔ اور اگر ایام معلومہ مہلت کے بعد دیوار گری تو ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر راستہ کی طرف جھکی ہوئی ہونے کی صورت میں اُس نے قاضی سے مہلت کی درخواست کی اور قاضی نے مہلت دی تو باطل ہے یہ خزائنہ المغنی میں ہے۔ اسی طرح اگر قاضی نے اُس کو مہلت نہ دی بلکہ جس نے اس پر اشہاد کیا ہے اُس نے مہلت دی تو بھی صحیح نہیں ہے نہ اپنے حق میں اور نہ

یعنی اس صورت میں دیت وغیرہ نہیں ہے ۱۲۔ گواہ کر لینا ۱۳۔ کیونکہ عام لوگوں کے حقوق مشترک ہیں تو خاص ایک شخص کی مہلت دینے کا اعتبار نہ ہوگا ۱۴۔

دوسرے کے حق میں یہ محیط میں ہے۔ اور اگر دیوار رہن ہو اور اس کے بابت مرتہن سے پیشتر اطلاع دی گئی تو نہ مرتہن ضامن ہوگا اور نہ راہن اور اگر راہن سے اطلاع دی گئی ہو تو راہن ضامن ہوگا یہ شرح مبسوط میں ہے۔ منتہی میں ہے کہ زید نے عمرو کے مقبوضہ دار پر دعویٰ کیا اور اُس میں ایک جھکی ہوئی دیوار ہے تو جب تک مدعی کے گواہوں کا ترکیہ ثابت نہ ہو تب تک اُس کے توڑنے کی اطلاع کس کو اور اشہاد کس کو ہوگا اور فرمایا کہ جس کے قبضہ میں دار مذکور ہے اُس سے دیوار کے توڑنے کا مواخذہ اور اشہاد کیا جائے گا اور جب تک مدعی کے گواہوں کی تعدیل نہ ہو تب تک بمنزلہ ایسے دار کے قرار دیا جائے گا کہ جس پر کچھ دعویٰ نہیں ہوا ہے اور اگر قابض نے اُس دیوار کو گرادیا پھر گواہوں کی عدالت ثابت ہوئی تو جس نے توڑا ہے وہ مدعی کو دیوار کی قیمت تاوان دے گا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کسی نابالغ کا مکان ہو پس اُس کے باپ یا وصی پر اشہاد کیا گیا تو اشہاد صحیح ہے پس اگر دیوار گری اور اُس نے کچھ تلف کیا تو اُس کی ضمان نابالغ پر واجب ہوگی کذانی فتاویٰ قاضی خان۔ اور اس صغیر کی ماں پر بھی اشہاد صحیح ہے کذانی الکافی۔ اور اگر دیوار ساقط نہ ہوئی یہاں تک کہ صغیر مذکور بالغ ہو گیا پھر ساقط ہوئی اور کوئی آدمی دب گیا تو اُس کا خون ہدر ہوگا اور اگر نابالغ کی نابالغی میں اُس کا باپ یا وصی مر گیا پھر دیوار گری اور کوئی آدمی مر گیا تو اُس کا خون ہدر ہوگا اور اگر صغیر کے بالغ ہونے کے بعد اُس سے جدید مطالبہ و اشہاد کیا گیا پھر دیوار کسی آدمی پر گری تو اُس کی مددگار برادری پر مقتول کی دیت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے ایک مسجد کی دیوار جھکی تو اشہاد اُس شخص پر ہوگا جس نے اُس کو بنایا ہے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنا دار مساکین کے واسطے وقف کر کے اپنے قبضہ سے نکال کر ایک شخص کے قبضہ میں دیا کہ اس کا کرایہ مساکین پر خرچ کیا کرے پھر اس کی ایک دیوار جھکی کا مطالبہ وکیل سے کیا گیا پھر وہ کسی آدمی پر گری تو اُس کی دیت وقف کرنے والے کی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر اُن لوگوں پر جن پر وقف کیا گیا ہے یعنی مساکین پر اشہاد کیا گیا تو ضمان نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔ ایک غلام ماذون کے مکان کی دیوار جھکی ہوئی ہے پس اس پر اشہاد کیا گیا پھر دیوار گری اور ایک آدمی تلف ہو گیا تو ماذون کے مولیٰ کی مددگار برادری پر اُس کی دیت واجب ہوگی خواہ غلام مذکور پر قرضہ ہو یا نہ ہو اور اگر دیوار سے مال تلف ہوا تو ضمان مال اس غلام کی گردن پر ہوگی جس کے واسطے وہ فروخت کیا جائے گا اور اگر اس کے مولیٰ پر اشہاد کیا گیا تو اشہاد صحیح ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر مکان ترکہ کی دیوار مائل کا اشہاد کسی وارث پر کیا گیا تو قیاساً وارثوں میں سے کسی پر ضمان واجب نہ ہوگی مگر میں استحساناً یہ حکم دیتا ہوں کہ جس وارث پر اشہاد کیا گیا ہے اُس کے حصہ میں جس قدر دیوار پڑتی ہو اُس کے حساب سے تلف شدہ کا تاوان اس پر عائد ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک دیوار پانچ آدمیوں میں مشترک ہو پھر ایک شریک پر مطالبہ کیا گیا کہ یہ جھکی ہوئی ہے اور اشہاد کر دیا گیا پھر وہ دیوار گری اور ایک آدمی تلف ہوا تو جس پر اشہاد ہوا ہے اُس کی مددگار برادری سے دیت کا پانچواں حصہ ضمان لیا جائے گا۔ اسی طرح اگر ایک دار تین آدمیوں میں مشترک ہو ان میں سے ایک نے اس میں کنواں کھودا یا دیوار بنائی اور اپنے دونوں شریکوں سے اجازت نہ لی پھر اُس میں کوئی آدمی تلف ہو گیا تو اُس پر تہائی دیت واجب ہوگی اور امام ابو یوسف و امام محمد نے فرمایا کہ ہر دو مسئلہ میں اُس پر نصف دیت واجب ہوگی کذانی شرح الجامع الصغیر للصدرا الحسام اور اگر کنواں کھودنا یا دیوار بنانا دونوں باقیوں کی اجازت سے ہو تو یہ جنایت نہ ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے۔

منتہی میں ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اُس نے ایک بیٹا اور ایک دار چھوڑا اور میت پر اس قدر قرضہ ہے کہ تمام دار کی قیمت اس میں مستغرق ہے اور اُس میں ایک دیوار جھکی ہوئی ہے اور عام راستہ کی طرف جھکی ہے اور میت مذکور کا سوائے اس بیٹے کے کوئی وارث نہیں ہے تو دیوار مذکور کا مطالبہ اُسی بیٹے سے کیا جائے گا اگر چہ وہ اُس دار کا مالک نہیں ہے اور اگر اُس سے مطالبہ کرنے کے بعد دیوار مذکور گر پڑی تو اُس کی دیت باپ کی مددگار برادری پر ہوگی بیٹے کی مددگار برادری پر نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔ امام محمد نے فرمایا کہ

ایک مکاتب کی دیوار جھکی ہوئی کا مطالبہ مکاتب سے کیا گیا پس اگر اُس کے منہدم کرانے کا قابو پانے سے پہلے گر گئی تو ضامن نہ ہوگا اور اگر اس نے اس کے منہدم کرنے کا قابو پایا مگر منہدم نہ کرایا اور گر گئی تو ضامن ہوگا اور یہ استحسان ہے۔ اور ولی مقتول کو اُس کی قیمت اور دیت سے کم مقدار کی ضمان دے گا اور اگر مکاتب کے آزاد ہو جانے کے بعد دیوار گری تو اُس کی مددگار برادری پر ضمان واجب ہوگی اور اگر وہ عاجز ہو کر رقیق ہو گیا پھر دیوار گری تو اُس پر ضمان نہ ہوگی اور نیز اُس کے مولیٰ پر ضمان نہ ہوگی اسی طرح اگر اُس نے دیوار کو فروخت کر دیا پھر گری تو کسی پر ضمان نہ ہوگی اور اگر فروخت نہ کیا اور وہ گر پڑی پھر اُس کی ٹوٹن سے کسی آدمی نے ٹھوکر کھائی اور مر گیا تو وہ ضامن ہوگا اور اگر عاجز ہو کر رقیق ہو گیا تو مولیٰ اُس کے دینے اور اُس کا فدیہ دینے میں مختار کیا جائے گا۔ اور اگر دیوار سے دب کر مرے ہوئے سے کسی آدمی نے ٹھوکر کھائی اور مر گیا تو مالک دیوار پر ضمان نہ ہوگی یہ شرح زیادات عتابی میں ہے۔ اور اگر اُس نے پانچخانہ وغیرہ راہ پر بنایا پھر مولیٰ نے اُس کو فروخت کیا یا وہ آزاد ہو گیا اور وہ گر اور کسی آدمی کو تلف کیا تو قیمت اور دیت سے کم مقدار کا ضامن ہوگا اور اگر عاجز ہو کر رقیق ہو گیا ہے تو مولیٰ اُس کے دینے یا اُس کا فدیہ دینے میں مختار کیا جائے گا اور اگر پانچخانہ کی ٹوٹن سے کوئی آدمی ٹھوکر کھا کر مر گیا تو پانچخانہ کا باہر بنانے والا ضامن ہوگا اور اگر اس مقتول سے ٹھوکر کھا کر کوئی آدمی مرا تو بھی باہر بنانے والا ضامن ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اگر ایک شخص کی ماں کسی کی مولیٰ العتاقہ ہے اور اُس کا باپ غلام ہے پس اس شخص پر ایک جھکی دیوار کا مطالبہ و اشہاد کیا گیا اور اُس نے دیوار نہ گرائی یہاں تک کہ اُس کا باپ آزاد کیا گیا پھر دیوار گری اور ایک آدمی قتل ہوا تو اُس کی دیت اُس کے باپ کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اگر باپ کے آزاد ہونے سے پہلے دیوار گری تو ماں کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی۔ اور اگر اُس نے راہ پر پانچخانہ بنایا پھر باپ آزاد کیا گیا پھر پانچخانہ گرنے سے کوئی آدمی مرا تو اس کی دیت ماں کی مددگار برادری پر ہوگی اس واسطے کہ راہ پر پانچخانہ بنانا خود جرم ہے اور اس جرم کی بنیاد کے وقت ماں کی مددگار برادری اُس کی عاقلہ تھی یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک شخص اپنی جھکی ہوئی دیوار یا بغیر جھکی ہوئی دیوار پر چڑھا ہو پھر دیوار اس کو لے کر گری اور بدون اُس کے فعل کے کسی آدمی کو صدمہ پہنچا اور وہ قتل ہو گیا تو شخص مذکور جھکی ہوئی دیوار کی بابت ضامن ہوگا بشرطیکہ اُس سے پیشتر اطلاع دی و مطالبہ کیا گیا ہو اور سوائے اُس کے اُس پر ضمان واجب نہ ہوگی اور اگر خود بدون دیوار کے گر اور کوئی آدمی مر گیا تو وہ ضامن ہوگا اور اگر گرنے والا مر گیا تو نیچے کی جگہ کو دیکھا جائے اگر اُس کی ملک نہ ہو پس اگر وہ شخص راہ میں چلا جاتا ہو تو اُس پر ضمان نہ ہوگی اور اگر راستہ میں کھڑا ہو یا بیٹھا ہو یا سوتا ہو تو جس پر گرا ہے اُس کی دیت کا ضامن ہوگا اور اگر نیچے کی جگہ اُس کی ملک ہو تو اُس پر ضمان نہ ہوگی اور اوپر والے پر ان حالات میں نیچے والے کی ضمان ہوگی اسی طرح اگر اوپر والا غافل ہو گیا اور گر پڑا یا سویا اور کروٹ لے کر گر پڑا تو جو صدمہ نیچے والے کو پہنچا اُس کا ضامن ہوگا اور اُس پر کفارہ واجب ہوگا اسی طرح اگر پہاڑ کے اوپر سے کسی شخص پر گرا اور وہ قتل ہو گیا تو اُس پر اُس کی ضمان واجب ہوگی خواہ نیچے کی جگہ اُس کی ملک ہو یا نہ ہو اسی طرح اگر ایک کنوئیں میں جس کو اس نے اپنی ملک میں کھودا ہے گر پڑا اور اس میں کوئی آدمی تھا وہ مر گیا تو اس کی دیت کا ضامن ہوگا اور اگر کنواں راستہ پر ہو تو گرنے والے اور جس پر گرا ہے دونوں کی ضمان اُس شخص پر واجب ہوگی جس نے کنواں کھودا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک گھڑا دیوار پر رکھ دیا اور وہ ایک شخص پر گر پڑا اور وہ مر گیا تو

۱۔ یعنی جس قدر مال اس کے مالک نے بدل کتابت مقرر کیا تھا وہ اُس کی ادائی سے عاجز ہو کر مکاتب نہ رہا بلکہ بدستور مملوک ہو گیا ۱۲

۲۔ اس کی توضیح اوپر گذر چکی پس وہاں دیکھنا چاہئے ۱۲

ضامن نہ ہوگا اس واسطے کہ گھڑا دیوار پر رکھ دینے سے اُس کے فعل کا اثر منقطع ہو گیا اور وہ اس رکھنے میں متعدی نہیں ہے پس آدمی کا تلف کرنا اُس کی طرف مضاف نہ ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دیوار پر کوئی چیز رکھی اور یہ چیز کسی آدمی پر گری اور وہ مر گیا تو اُس پر ضمان نہ ہوگی بشرطیکہ اُس نے لمبان میں رکھی ہو اور اگر چوڑاں میں رکھی کہ اُس کا ایک کنارہ راستہ کی طرف نکل گیا اور وہ گری پس اگر اُس کا نکلا ہوا کنارہ اُس شخص کے لگا تو ضامن ہوگا اور اگر دوسرا کنارہ لگا ہے تو ضامن نہ ہوگا اسی طرح اگر دیوار جھکی ہوئی ہو اور شہتیر اُس پر لمبان میں رکھا ہو حتیٰ کہ اُس میں سے کچھ راہ باہر کی طرف نہ نکلا پھر یہ شہتیر کسی آدمی پر گرا اور وہ مر گیا تو وہ ضامن نہ ہوگا ایسا ہی کتاب میں مذکور ہے اور حکم مطلق مذکور ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب دیوار خفیف جھکی ہوئی ہو بہت نہ ہو اور اگر دیوار خوب جھکی ہوئی ہے تو وہ ضامن ہوگا خواہ پیشتر اُس سے دیوار مذکور دور کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہو یا نہیں اور بعض نے فرمایا کہ حکم یہی ہے جیسا امام محمدؒ نے مطلقاً بیان فرمایا ہے کہ دونوں حالتوں میں ضامن نہ ہوگا اور اگر پہلے اُس کو دیوار گرانے کے واسطے اطلاع دی گئی ہو پھر اُس نے شہتیر رکھا پھر شہتیر گر گیا اور کوئی آدمی مرا تو فرمایا کہ وہ ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک جھکی ہوئی دیوار کی بابت اشہاد کیا گیا پھر دیوار کے مالک یا دوسرے نے اُس پر گھڑا رکھا پھر دیوار گری اور اُس نے گھڑا کسی شخص پر پھینکا اور وہ مر گیا تو دیوار کے مالک پر ضمان واجب ہوگی اور اگر گھڑے سے یا دیوار کی ٹوٹن سے کسی شخص نے ٹھوکر کھائی پس اگر وہ گھڑا مالک دیوار کے سوائے دوسرے کا ہو تو کوئی ضامن نہ وہ گا اور اگر وہ گھڑا مالک دیوار کا ہو تو وہ ضامن ہوگا یہ کافی میں ہے۔ منقہی میں ہے کہ امام محمدؒ نے فرمایا کہ جھکی ہوئی دیوار کے مالک سے اُس کے منہدم کرنے کا پیشتر مواخذہ کر دیا گیا مگر اُس نے منہدم نہ کیا یہاں تک کہ ہوانے اُس کو گرا دیا تو وہ ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص کے مقبوضہ دار کی ایک دیوار جھکی ہوئی کے واسطے اُس سے مطالبہ و اشہاد کیا گیا مگر اُس نے منہدم نہ کرائی یہاں تک کہ وہ ایک آدمی پر گری اور وہ مر گیا اور اُس کی مددگار برادری نے یہ دار اُس کی ملک ہونے سے انکار کیا یا کہا کہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ یہ دار اُس کا ہے یا غیر کا ہے تو جب تک گواہوں سے یہ باثبات نہ کرائی جائے کہ یہ دار اُس کا ہے تب تک مددگار برادری ضامن نہ ہوگی اور اگر قابض نے اقرار کیا کہ یہ دار میرا ہے تو اُس کے قول کی مددگار برادری کے حق میں تصدیق نہ ہوگی اور قیاساً اُس پر ضمان واجب نہ ہوگی اور استحساناً اُس پر مقتول کی دیت واجب ہوگی بشرطیکہ اُس نے مطالبہ مقدمہ کا اقرار کیا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص کی جھکی ہوئی دیوار کی نسبت اُس سے مواخذہ کیا گیا مگر اُس نے منہدم نہ کرائی یہاں تک کہ اُس کے پڑوسی کی دیوار پر گری اور اُس کو منہدم کر دیا تو وہ پڑوسی کی دیوار کا ضامن ہوگا اور پڑوسی کو اختیار ہوگا چاہے اُس سے اپنی دیوار کی قیمت تاوان لے تو ٹوٹن اس ضامن کا ہو جائے گا اور چاہے ٹوٹن لے کر اس سے بقدر نقصان کے ضامن لے اور اگر اُس نے چاہا کہ بجز اُس سے ویسی بنوالے جیسی تھی تو اُس کو یہ اختیار نہ ہوگا اور اگر کوئی شخص دیوار اول کی ٹوٹن سے ٹھوکر کھا کر مر گیا تو اُس کے مالک سے یعنی جس سے پیشتر اُس کے توڑنے کا مطالبہ کیا گیا ہے اس مقتول کی دیت کی ضمان لی جائے گی اور یہ امام محمدؒ کا قول ہے اور اگر دوسری دیوار کی ٹوٹن سے ٹھوکر کھا کر مرنا خواہ پڑوسی کے تاوان لینے سے پہلے مرا ہو یا اُس کے بعد مرا ہو بہر حال کوئی ضامن نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر دوسری دیوار بھی مالک دیوار اول کی ملک ہو تو دوسری دیوار کی ٹوٹن سے جو شخص ٹھوکر کھا کر مرے مالک دیوار اُس کا بھی ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے دو دیواریں جھکی ہوئی ہیں دونوں کے مالکوں سے مواخذہ و اشہاد کیا گیا پھر ایک دیوار دوسرے

یعنی اس گھڑا رکھنے والے کی جانب اُس کے تلف کرنے کی نسبت کی جائے گی ۱۲ یعنی دیوار اس طرح گری کہ گھڑا اچھل کر کسی آدمی کے سر پر

پڑا ۱۲ یعنی گرا تا دیر برابر ۱۲

پر گری اور اُس کو منہدم کر دیا تو جو کچھ اوّل یا ثانی کے گرنے یا اوّل کی ٹوٹن سے تلف ہوا اُس کا ضامن مالک دیوار اوّل ہوگا اور جو کچھ دیوار ثانی کی ٹوٹن سے تلف ہو وہ ہدر ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر بجائے دیوار کے جناح^۱ ہو جس کو کسی شخص نے راستہ کی طرف بڑھا لیا ہو اور وہ ایک جھکی دیوار پر جو دوسرے شخص کی ہے اور اُس سے اس دیوار کی بابت مواخذہ و اشہاد کر دیا گیا ہے۔ گر پڑا اور وہ دیوار اس صدمہ سے ایک شخص پر گری اور وہ مر گیا یا دیوار کی ٹوٹن سے کوئی شخص ٹھوکر کھا کر مر گیا تو یہ سب مالک جناح پر ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر کسی شخص کی دیوار جھکی جس میں سے تھوڑی عام راستہ کی طرف اور تھوڑی ایک قوم کے دار کی طرف جھکی ہے۔ پھر اہل دار نے اس سے مواخذہ کر لیا پھر اُس دیوار کا وہ حصہ ساقط ہوا جو راہ پر تھا تو وہ ضامن ہوگا اسی طرح اگر اہل راہ میں سے کسی نے مواخذہ کر لیا ہو پھر دار کی طرف جھکی ہوئی دیوار اہل دار پر گری تو وہ ضامن ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک دیوار میں سے تھوڑی دہلی ہوئی اور باقی نہیں دہلی ہے پھر دہلی ہوئی سب گر گئی اور ایک آدمی مر گیا تو دیوار کا مالک جس قدر دہلی ہوئی کے صدمہ سے نقصان ہوا ہے اُس کا ضامن ہوگا اور جس قدر بے دہلی ہوئی سے نقصان ہوا ہے اُس کا ضامن نہ ہوگا اور اگر دیوار چھوٹی ہو یعنی طول میں کم ہو تو سب کا ضامن ہوگا یہ ظہیر یہ میں ہے۔ ایک دیوار جھکی ہوئی ہے اگر اُس کے منہدم کرانے کا اُس کے مالک سے قاضی نے مواخذہ کیا پھر ایک شخص نے مالک کی اجازت سے اُس کے گرانے کی ضمانت کر لی تو یہ جائز ہے اور ضامن کو اختیار ہوگا کہ بدون اجازت مالک کے اُس کو منہدم کرادے کذا فی المنتہی یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک جھکی ہوئی دیوار پر مواخذہ کرنے کے دو گواہ کئے گئے پھر وہ دیوار ایک گواہ یا اُس کے باپ یا غلام یا مکاتب پر گری اور مالک دیوار پر انہدام دیوار کے مواخذہ کے سوائے ان دو گواہوں کے کوئی گواہ نہیں ہے تو اس گواہ کی گواہی جس کا نفع اُس کے نفس کو ہے یا ایسے شخصوں کے حق میں ہے جن کے واسطے اس کی گواہی جائز نہیں ہے جائز نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص سے اُس کی ایک جھکی ہوئی دیوار کی بابت جس کے خود راستہ پر گرنے کا خوف نہیں ہے بلکہ یہ خوف ہے کہ وہ مالک دیوار کے دوسری اچھی دیوار پر گرے اور وہ راستہ پر گرے منہدم کرانے کا مواخذہ و اشہاد کیا گیا پھر دیوار جھکی ہوئی نہ گری بلکہ اچھی دیوار راستہ پر گر پڑی اور کوئی آدمی تلف ہوا یا اُس کی ٹوٹن سے کسی نے ٹھوکر کھائی اور مر گیا تو خون ہدر ہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک لقیط^۲ کی دیوار جھکی ہوئی ہے اور اس سے اُس کی بابت مواخذہ و اشہاد کیا گیا پھر دیوار گری اور ایک آدمی تلف ہوا تو اُس کی دیت بیت المال پر ہوگی اسی طرح اگر کوئی کافر مسلمان ہوا اور اُس کی مولات کسی کے ساتھ نہیں ہے تو وہ بھی مثل لقیط کے ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک دیوار اوپر سے ایک شخص کی اور نیچے سے دوسرے شخص کی ہے پھر وہ جھکی اور دونوں میں سے ایک شخص سے اُس کی بابت مواخذہ و اشہاد کیا گیا تو سب دیوار گر پڑنے کی صورت میں جس سے مواخذہ کر لیا گیا تھا وہ نصف دیت کا ضامن ہوگا اور اگر اوپر کا حصہ گرا اور اُس کے مالک سے پہلے مواخذہ کیا گیا تھا تو اوپر کے حصہ کا مالک ضامن ہوگا نیچے والا ضامن نہ ہوگا یہ محیط سرخی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے چند مزدوروں کو اپنی دیوار منہدم کرنے کے واسطے مقرر کیا پھر ٹوٹن^۳ نے ان کے فعل سے ان میں سے کسی شخص کو یا کسی اجنبی کو قتل کیا تو ضمان و کفارہ انہیں لوگوں پر واجب ہوگا مالک دیوار پر واجب نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

ایک شخص کی دیوار جھکی ہوئی ہے اُس سے مواخذہ و اشہاد نہ کیا گیا یہاں تک کہ گر پڑی پھر ٹوٹن کی بابت راہ سے اٹھالینے کا مطالبہ و اشہاد کیا گیا مگر اُس نے نہ اٹھایا یہاں تک کہ کوئی آدمی یا جانور ٹھوکر کھا کر مر گیا تو وہ ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ منتہی میں فرمایا کہ ایک شخص نے دیوار سے افریز نکالا پس اگر بڑا ہو تو جس قدر اس سے صدمہ پہنچے اُس کا ضامن ہوگا اور اگر چھوٹا خفیف ہو تو ضامن نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص سے جھکی ہوئی دیوار کی بابت جس پر جناح ہے جس کو پانچ دار نے نکالا ہے

۱۔ شبیر کو کہتے ہیں ۱۲۔ وہ بچہ جس کو کسی نے ایسے طور پر زمین پر پڑا پایا ہو جس کا کوئی وارث و قرائبی معلوم نہ ہو ۱۳۔ یعنی ٹوٹن کسی شخص پر گری ۱۴۔

مواخذہ کیا گیا پھر وہ دیوار مع جناح گز گئی پس اگر دیوار ہی نے جناح کو گرایا ہو تو دیوار کا مالک جو کچھ اس سے صدمہ ہوا ہو اُس کا ضامن ہوگا اور اگر خالی جناح گر گیا ہو تو اُس کا تاوان اُس بائع پر پڑے گا جس نے اُس کو ایجاد کیا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ سفل ایک شخص کا ہے اور علو دوسرے کا ہے اور دونوں سے خوف ہے پس اگر دونوں کے مالکوں سے مواخذہ کیا گیا مگر دونوں نے نہ گرایا یہاں تک کہ سفل گر اور اُس نے علو کو اچھالا اور وہ ایک آدمی پر گر اور وہ مر گیا تو اُس کی دیت صاحب سفل کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور سفل کی ٹوٹن سے جو شخص ٹھوکر کھا کر مرے اُس کی ضمان بھی اُس کے مالک پر ہوگی اور جو شخص علو کی ٹوٹن سے ٹھوکر کھا کر مرے اُس کا تاوان کسی پر نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ سفل ایک شخص کا اور علو یعنی بالا خانہ دوسرے کا ہے اور سب دہل گیا پھر دونوں سے اس کی بابت مواخذہ کر دیا گیا پھر بالا خانہ گر اور اُس نے ایک آدمی کو مار ڈالا تو اُس کی ضمان مالک علو پر ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ جامع صغیر میں ہے کہ ایک شخص نے عام راستہ پر پانچخانہ یا پر نالہ نکالا یا دکان یا حوض بنایا تو ہر ایک شخص کو جس کے سامنے پیش آئے اختیار ہوگا کہ اس کو منہدم کر ڈالے بشرطیکہ بنانے والے نے بدون اجازت امام کے اس کو بنایا ہو خواہ یہ عامہ مسلمین کے حق میں مضر ہو یا نہ ہو اور اس حکم میں مسلمان و کافر و مرد و عورت سب برابر ہیں لیکن غلام کو راستہ پر بنے ہوئے مکان کے گرا دینے کا اختیار نہیں ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر یہ چیزیں قدیمی ہوں تو کسی کو اُن کے دور کرنے کا استحقاق نہ ہوگا اور اگر ان کا حال معلوم نہ ہو تو جدید قرار دی جائیں گی حتیٰ کہ امام کو اختیار ہوگا کہ ان کو دور کر دے کذا فی الحیط۔ اور یہ حکم اس وقت ہے کہ عام راستہ پر اپنی ذاتی کوئی چیز بنائی ہو اور اگر عام کے نفع کے واسطے کوئی چیز بنائی جیسے مسجد وغیرہ اور اس سے کچھ ضرر نہ ہو تو وہ نہ توڑا جائے گا ایسا ہی امام محمدؒ سے مروی ہے یہ نہایت میں ہے۔ اور اگر ایک کوچہ غیر نافذہ کے راستہ خاص میں بنایا تو اہل کوچہ میں سے ہر ایک کو اُس کے توڑنے کا اختیار ہے بشرطیکہ ان چیزوں کے نیچے سے اُس کا مردور ہو اور اگر اُس کا مردور نہ ہو تو اُس کو توڑنے کا استحقاق نہیں ہے اور اگر یہ چیزیں قدیمی ہوں تو کسی کو اُس کے توڑنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر ان کا حال دریافت نہ ہو تو یہ قدیمی قرار دی جائیں گی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کسی شخص نے عام راستہ پر چھتا بنانا چاہا حالانکہ اس سے عام لوگوں کو کچھ ضرر نہیں ہے تو امام ابو حنیفہؒ کا مذہب صحیح یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے ہر ایک شخص کو اُس کی ممانعت کرنے اور دور کرنے کا اختیار ہے۔ اور اگر کوچہ غیر نافذہ میں چھتا ایجاد کرنے کا ارادہ کیا تو ہمارے نزدیک اس میں ضرر و عدم ضرر کا اعتبار نہیں ہے بلکہ اہل کوچہ کی اجازت کا اعتبار ہے اور عام راستہ پر چھتا ایجاد کرنا یا مباح ہے سو طحاویؒ نے ذکر کیا کہ مباح ہے اور گنہگار نہ ہوگا مگر قبل اس کے کہ کوئی مخاصمہ کرے اور اگر مخاصمہ کرنے کے بعد اُس کا بنانا اور اُس سے انتفاع اٹھانا کچھ مباح نہیں ہے اور اگر اُس نے بنا ہوا چھوڑ دیا تو گنہگار ہوگا یہ فصول عماد یہ میں ہے۔

اگر مالک مکان نے باہری جناح یا ظلہ بنانے کے واسطے مزدوروں و کاریگروں کو مقرر کیا ☆

اہل دربیہ غیر نافذہ میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ بدون اجازت تمام اہل دربیہ کے پانچخانہ باہر نکالے یا پر نالہ بہائے خواہ اُن کے حق میں ضرر ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو یہ خلاصہ میں ہے۔ اصل میں فرمایا کہ اگر کسی شخص نے عام راستہ پر پتھر رکھایا کوئی عمارت بنائی یا اپنی دیوار سے شہتیر یا پتھر راستہ کی طرف باہر نکالا یا باہر کی طرف پانچخانہ یا جناح یا پر نالہ یا ظلہ بنایا یا راستہ میں شہتیر ڈال دیا پس اگر اُس سے کوئی چیز صدمہ ناک یا تلف ہو جائے تو وہ ضامن ہوگا لیکن اگر آدمی تلف ہو گیا تو اُس کی ضمان اُس کی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر آدمی مجروح ہو یا تلف نہ ہو تو اگر اس کا ارش موضعہ کے ارش کے برابر ہے تو وہ بھی اُس کی مددگار برادری پر ہوگا اور اس سے کم ہو تو اُس کے مال سے ہوگا اور اُس پر کفارہ نہ ہوگا اور نہ وہ میراث سے محروم ہوگا اگر یہ آدمی مجروح یا مقتول اُس کا مورث ہو اور

وہ چھوٹی گلی جو گذرگاہ عام نہ ہو بلکہ خاص اسی محلہ کے لوگ اس میں آتے جاتے ہوں ۱۲۔ جس کو ہمارے عرف میں سائبان کہتے ہیں ۱۲۔

اگر کسی مال کو صدمہ پہنچا اور تلف ہوا تو اُس کی ضمان اُس کے مال سے واجب ہوگی اور واضح ہو کہ اس مسئلہ کو اصل میں مطلقاً ذکر فرمایا ہے حالانکہ اس میں تفصیل ہے یعنی اگر اُس نے یہ افعال بدون امام المسلمین کی اجازت کے کئے ہوں تو اس طرح ضامن ہوگا اور اگر بااجازت کئے ہوں تو ضامن نہ ہوگا اور ہمارے مشائخؒ نے فرمایا کہ امام المسلمین کو ایسے فعل کی اجازت دینا جیسا جائز ہے کہ جب عام لوگوں کو اس سے ضرر نہ پہنچتا ہو مثلاً راستہ چوڑا ہو اور اگر عام کے حق میں ضرر ہو مثلاً راستہ تنگ ہو تو امام المسلمین کو ایسی اجازت دینا مباح نہیں ہے۔ پھر جو جواب کتاب میں مذکور ہے ایسی حالت میں ہے کہ جب اُس نے یہ افعال عام بڑے راستہ یا کوچہ نافذہ کے راستہ پر کئے ہوں اور اگر اس نے کوچہ غیر نافذہ میں ایسا کیا اور اُس سے کوئی آدمی مر گیا تو دیکھا جائے گا کہ جو کچھ اُس نے کیا ہے یہ منجملہ امور سکونت کے نہیں ہے تو بقدر اپنے حصہ کے ضامن نہ ہوگا اور باقی شریکوں کے حصہ کی قدر ضامن ہوگا اور اگر یہ منجملہ امور سکونت کے ہو تو قیاساً یہی حکم ہے لیکن استحساناً کچھ ضامن نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ منتہی میں ہے کہ ایک غلام تاجر نے جس پر قرضہ ہے یا نہیں ہے اپنے دار سے پانچ خانہ باہر راہ پر بنایا اور اُس سے کوئی آدمی تلف ہو گیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کی دیت غلام مذکور کی گردن پر ہوگی اور امام کے قول پر اگر اُس نے ایسا فعل باجازت مولیٰ کیا ہے تو ضمانت مولیٰ کی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر بدون اُس کی اجازت کے کیا ہے تو ضمان غلام کی گردن پر ہوگی اور اگر غلام مذکور نے اس دار کے اندر کوئی کنواں کھودا یا کوئی عمارت بنائی اور اُس سے کوئی آدمی تلف ہوا تو اُس پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر مولیٰ نے ایسا فعل بغیر اجازت غلام کے کیا تو امام ابو حنیفہؒ کے قول میں کچھ ضمان نہ ہوگی اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ وہ ضامن ہوگا یہ قیاس ہے مگر ہم قیاس کو چھوڑ کر استحساناً حکم دیتے ہیں کہ ضامن نہ ہوگا اسی طرح اگر راہن نے دار مرہونہ میں بغیر اجازت مرہن کے کوئی عمارت بنائی یا اس میں کنواں کھودا یا چوپایہ باندھا تو وہ بھی ضامن نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مالک مکان نے باہری جناح یا ظلہ بنانے کے واسطے مزدوروں و کاریگروں کو مقرر کیا پھر قبل اس کے کہ وہ لوگ بنا کر فارغ ہو جائیں بیچ ہی میں وہ گر پڑا اور کوئی آدمی اس سے مر گیا تو ضمان انہیں کاریگروں پر ہوگی مالک مکان پر نہ ہوگی پس اُن پر کفارہ و دیت واجب ہوگی اور اگر مقتول ان میں سے کسی کا مورث ہو تو وہ اُس کی میراث سے محروم ہوگا اور اگر اُن کے فارغ ہو جانے کے بعد گرا ہو تو قیاساً یہ مثل اول کے ہے لیکن استحساناً مالک مکان پر ضمان واجب ہوگی یہ کافی و مبسوط و سراج الوہاج و جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اور اگر کاریگروں میں سے کسی کے ہاتھ سے اینٹ یا لکڑی یا پتھر گرا جس سے کوئی آدمی مر گیا تو جس کے ہاتھ سے گرا ہے اُس کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اُس پر کفارہ واجب^(۱) ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے

اگر کسی شخص نے راہ پر پر نالہ نکالا اور وہ گرا اور کوئی آدمی قتل ہو گیا پس اگر پر نالہ کا اندر کا کنارہ جو دیوار میں لگا ہوا ہے۔ اُس سے آدمی مذکور تلف ہوا تو ضمان نہ ہوگی اور اگر آدمی مذکور کو باہر نکلا ہوا کنارہ لگا تو ضامن ہوگا اور اگر دونوں کنارے اُس کے لگے اور یہ معلوم ہو جائے تو آدمی ضمان واجب ہوگی اور نصف ہدر ہو جائے گی اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ کون سا کنارہ اُس کے لگا ہے تو استحساناً نصف ہدر ہوگا اور نصف کا ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر راہ کی طرف جناح نکالا پھر مکان فروخت کر دیا پھر جناح مذکور گرا اور اُس کے صدمہ سے کوئی آدمی قتل ہوا یا راہ میں کوئی لکڑی ڈالی پھر اُس کو فروخت کیا اور مشتری نے اس سے براءت کر لی کہ اگر کسی کے لگ جائے تو میں بری ہوں پھر مشتری نے اُس کو چھوڑ دیا یہاں تک کہ اس سے کوئی آدمی تلف ہو گیا تو بائع پر ضمان واجب ہوگی اور مشتری پر کچھ واجب نہ ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اگر راہ میں لکڑی ڈال دی اور کوئی شخص اُس میں پھنسا اور اُس کا گھٹنا پھوٹ گیا تو وہ ضامن

۱۔ مراد اس سے وہ نام ہے جس کو اُس کے مالک کی طرف سے تجارت کی اجازت ہو ۱۲ ۲۔ اُس کی توضیح اوپر گزری ۱۲

(۱) اور میراث سے محروم ہوگا ۱۲

ہوگا اور اگر جانے والا اُس لکڑی کے اوپر پاؤں رکھتا ہوا چلا اور گر کر مر گیا پس اگر وہ عدا نہیں پھسلا ہے تو لکڑی ڈالنے والا ضامن ہوگا اور فرمایا کہ یہ حکم اُس وقت ہے کہ جب وہ لکڑی اس لائق ہو کہ ایسی لکڑی پر لوگ چلا کرتے ہیں اور اگر چھوٹی لکڑی ہو جس پر نہیں چلتے ہیں تو وہ ضامن نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے راستہ جھاڑا تو اُس میں اُس پر کچھ ضمان نہ ہوگی اگر اس سے کوئی آدمی مر جائے لیکن اگر اُس نے سب جھاڑا ہوا کوڑا راہ میں ایک جگہ جمع کر دیا اور کوئی شخص اس میں پھنسا اور مرا تو جس نے جھاڑا ہے وہ ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر راہ میں پانی چھڑکا یا وضو کیا تو ضامن ہوگا اور اس مسئلہ میں کچھ تفصیل نہیں فرمائی اور مشائخؒ نے فرمایا کہ چھڑکنے والا بھی ضامن ہوگا کہ جب گزرنے والا ایسی جگہ ہو کر گزرا ہے جہاں اس نے پانی چھڑکا ہے حالانکہ اُس کو معلوم نہ تھا مثلاً رات تھی یا راہ گیر اندھا تھا پس ٹھوکر کھا کر مر گیا اور اگر راہ گیر کو وہاں پانی چھڑکنے و بہانے کا حال معلوم تھا تو یہ ضامن نہ ہوگا اسی طرح اگر عدا وہ پتھر یا لکڑی پر چلا اور ٹھوکر کھا کر پھسل کر گر کر مر گیا تو رکھنے والا ضامن نہ ہوگا اور ہمارے بعض مشائخؒ نے فرمایا کہ یہ حکم اُس وقت ہے کہ اُس نے تھوڑے راستے میں پانی ڈالا یا تھوڑے راستے میں پتھر یا لکڑی رکھی ہو اور اگر پورے راستے میں پانی چھڑک دیا یعنی چوڑاں راستہ کا بالکل تر ہو گیا یا لکڑی و پتھر سے راستہ بالکل گھیر دیا اور راہ گیر اُس پر سے گزرا اور پھسل گرا تو چھڑکنے والا اور رکھنے والا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر چوپایہ گزرا اور ہلاک ہوا تو ہر حال میں ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر دکان دار کی اجازت سے دکان کے آگے پانی چھڑکا اور کوئی منہ کے بل گرا تو قیاساً چھڑکنے والے پر ضمان واجب ہوگی اور استحساناً صاحب دکان پر واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے راہ میں پانی چھڑک دیا اور ایک شخص دو گدھے لایا تھا اُس میں سے ایک کو اپنے ہاتھ میں پکڑے تھا اور دوسرا اُس کے پیچھے تھا پھر پیچھے والا پھسلا اُس کا پاؤں ٹوٹ گیا پس اگر گدھے والا دونوں کو ہانکے لاتا ہو تو کوئی ضامن نہ ہوگا اور اگر دونوں کا ہانکنے والا نہ ہو تو چھڑکنے والا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ امام محمدؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے راہ میں پانی ڈال دیا اور وہ کسی گدھے میں بھر گیا اور جم کر برف ہو گیا پھر اس برف سے کوئی آدمی پھسل گرا تو فرمایا کہ جس نے پانی ڈالا ہے وہ ضامن ہوگا اسی طرح اگر برف مذکور پگھل گیا اور اس سے کوئی آدمی پھسل گرا یا کسی نے راہ میں برف ڈالا اور وہ پگھلا اور کوئی آدمی پھسل گرا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر راستہ غیر نافذ ہو تو اس راہ کے لوگوں میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ اس راہ میں لکڑی رکھے و اپنا چوپایہ باندھے اور وضو کرے اور اگر اس سے کوئی آدمی تلف ہو جائے تو وہ ضامن نہ ہوگا اور اگر اُس نے اُس راہ میں کوئی عمارت بنائی یا کنواں کھودا جس سے کوئی آدمی تلف ہوا تو وہ ضامن ہوگا اور ہر گھر والے کو اختیار ہے کہ اپنے فٹائے دار میں مٹی و لکڑی ڈالے و چوپایہ باندھے دکان بنانے و تنور بنائے بشرطیکہ سلامتی کے ساتھ ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر راہ میں پھینکے ہوئے برف سے کوئی آدمی یا جانور مر جائے تو امام محمدؒ نے آخر جنایات العیون میں ذکر فرمایا کہ اگر کوچہ غیر نافذ ہو تو پھینکنے والے پر ضمان نہ ہوگی اور اگر نافذ ہو تو جس نے پھینکا ہے وہ ضامن ہوگا اور فقیہ ابو اللیثؒ نے فرمایا کہ جو حکم امام محمدؒ نے ذکر فرمایا یہ قیاسی حکم ہے اور ہم استحساناً کہتے ہیں کہ ضمان واجب نہ ہوگی خواہ کوچہ نافذ ہو یا غیر نافذ ہو اور عیون میں ہے کہ اس میں شرط سلامت کی قید ہے اور ہمارے زمانہ کے بعض مشائخؒ نے فرمایا کہ اگر ان لوگوں نے یہ امر امام المسلمین کی اجازت سے کیا ہے یا کوچہ ایسا ہو کہ ان کو برف اٹھا ڈالنے میں حرج عظیم پیش آئے تاکہ یہ پہچانا جائے کہ دلالتہ ان کو برف ڈال رکھنے کی اجازت ہے تو حکم وہی ہوگا جو فقیہ ابو اللیثؒ نے ذکر کیا ہے ورنہ حکم وہ ہے جو امام محمدؒ نے بیان فرمایا ہے اور جو فقیہ ابو القاسم سے منقول ہے اسی کی تائید

یعنی ایسی گلی ہو جس میں ہر طرف سے لوگ آتے جاتے ہوں ۱۲

کرتا ہے یعنی فقیہ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شہر میں برف بہت ہوتی ہے کہ راہ میں بہت کچھڑ ہو جاتی ہے پس ہر ایک نے اپنے فناء دار میں یا قریب دار کے ایک ایک پتھر ڈال دیا پھر اُس میں کوئی آدمی پھنس کر ٹھوکر کھا کر گرا تو فرمایا کہ میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ وہ لوگ امام المسلمین کی اجازت سے پتھر ڈالیں اور اگر بدون اجازت امام کے ایسا کیا تو قیاس یہ ہے کہ اُس پر ضامن واجب ہوگی ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک پتھر میں ٹھوکر کھا کر دوسرے پتھر پر گر کر مر گیا تو پہلے پتھر کے ڈالنے والے پر ضامن ہوگی اور اگر پہلے پتھر کا ڈالنے والا نہ ہو تو دوسرے پتھر ڈالنے والے پر ضامن واجب ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے راہ میں کوئی ناجائز چیز ایجاد کی اور اُس سے کسی نے ٹھوکر کھائی اور دوسرے آدمی پر گرا اور وہ مر گیا تو جس نے ٹھوکر کھائی ہے وہ ضامن نہ ہوگا بلکہ جس نے وہ چیز ایجاد کی ہے وہ ضامن ہوگا اور اگر کسی شخص نے پتھر و لکڑی وغیرہ راہ میں پڑی ہوئی کو اپنی جگہ سے ہٹا کر ایک طرف کر دیا پھر اس سے کوئی آدمی ہلاک ہوا تو جس نے اپنی جگہ سے ہٹایا ہے وہ ضامن ہوگا اور شخص اول ضامن سے نکل جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص نے راہ میں تلوار ڈالی اور کسی شخص نے اُس سے ٹھوکر کھائی اور مر گیا اور تلوار ٹوٹ گئی تو تلوار کا مالک اُس کی دیت کا ضامن ہوگا اور ٹھوکر کھانے والا اُس کی تلوار کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر ٹھوکر کھانے والا تلوار پر گرا اور تلوار ٹوٹ گئی اور وہ شخص مر گیا تو تلوار کا مالک اس کی دیت کا ضامن ہوگا اور مقتول تلوار ٹوٹنے کا ضامن نہ ہوگا یہ خزائن المفتین میں ہے۔ اگر کسی شخص نے راہ میں درندہ کھڑا کیا تو جو کچھ وہ تلف کرے اُس کا ضامن ہوگا بشرطیکہ وہ بندھا ہوا ہو اور بندھے ہوئے ہونے کی حالت میں اس نے صدمہ پہنچایا ہو۔ اور اگر کھل گیا اور کھل جانے کے بعد اُس نے اپنی جگہ سے ہٹ کر صدمہ پہنچایا تو باندھنے والا ضامن نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر ہوام مثل سانپ و بچھو وغیرہ میں سے کسی کو کسی شخص پر ڈالا اور اُس نے اس شخص کو کاٹ کھایا تو ڈالنے والا ضامن ہوگا اسی طرح اگر دم کبے کتے کو کسی شخص پر لگا رہا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر راہ میں انگار آگ کا ڈال دیا اور اُس سے کچھ جل گیا تو ڈالنے والا ضامن ہوگا اور اگر ہوا اُس کو اڑا کر اپنی جگہ سے دوسری جگہ لے گئی اور کوئی چیز اُس نے جلائی تو وہ ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب پورا انگارہ اپنی جگہ سے ہوا اڑا لے گئی ہو اور اگر اُس کے شرارے لے گئی اور کچھ جل گیا تو بھی ضامن واجب ہوگی اور امام شمس الائمہ سرخسی فرماتے تھے کہ اگر دن ایسا ہو کہ اُس دن ہوا تیز چلتی ہو تو ڈالنے والا بہر حال ضامن ہوگا اگرچہ پورے انگارے کو ہوا اڑا لے جائے اور شمس الائمہ حلوئی بغیر تفصیل کے ضامن واجب ہونا نہیں فرماتے تھے یہ ذخیرہ میں ہے۔ لوہار نے اپنی دکان میں اگر بھٹی سے سوختہ لوہا نکال کر قلاب پر رکھ کر ہتھوڑے سے مارنا شروع کیا اور اُس کے شرارے عام راستہ کی طرف اڑے اور کسی شخص کو جلایا یا اُس کی آنکھ پھوڑی تو اُس کی ضمان لوہار کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اگر کسی شخص کا کپڑا جلایا تو اُس کی قیمت لوہار کے مال سے واجب ہوگی اور اگر لوہار نے اس کو ہتھوڑے سے نہ مارا بلکہ ہوا سے اُس کے شرارے اڑے اور نقصان مذکور اُس سے واقع ہوا تو وہ ہر دو گنا ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔

مانع گیس یا پٹرولیم وغیرہ کی مانند کوئی چیز لے کر دوسرے "دار" میں جانا ☆

اگر لوہار نے اپنی دکان میں کنارے دکان کے راہ کی طرف جہاں سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آگ کا اشتعال راہ میں پہنچے گا اور آگ نے کچھ جلایا تو وہ ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک شخص آگ لے کر اپنے ملک یا غیر ملک میں جاتا تھا اور اس میں سے ایک شرارہ ایک شخص کے کپڑے پر گرا اور کپڑا جل گیا تو نوادر میں مذکور ہے کہ وہ ضامن ہوگا اور اگر کوئی چنگاری اڑا لے

۱۔ مترجم کہتا ہے کہ جو کچھ امام شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا وہ صحیح اور اس قول سے اُن روایات میں موافقت ہو جاتی ہے جو ذرا بعد وغیرہ میں مذکور ہیں اور اگر قول نہ لیا جائے تو اس میں دو روایتیں ہوں گی اور صحیح نہ ہوگا ۱۲ منہ

گئی اور کسی شخص کے کپڑے پر جا پڑی تو وہ ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور بعض علماء نے فرمایا کہ اگر آگ لے کر ایسی جگہ سے گذرا جہاں اُس کو گذرنے کا استحقاق حاصل ہے اور اُس میں سے کوئی شرارہ کسی شخص کی ملک میں گرایا ہوا ہے تو وہ ضامن نہ ہوگا اور اگر اس شخص کو اس جگہ سے گذرنے کا استحقاق نہ ہو اور کوئی چنگاری اس کے ہاتھ سے گری تو ضامن ہوگا اور اُس کو ہوا لے گئی تو ضامن نہ ہوگا اور یہ اظہر ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ اگر ایک شخص بیع وغیرہ کے واسطے راہ پر بیٹھا اور کسی شخص نے اُس سے ٹھوکر کھائی پس اگر باجائز سلطان بیٹھا تو وہ ضامن نہ ہوگا ورنہ ضامن ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ ایک شخص ایک سوتے^(۱) ہوئے کے پاس سے گذرا اور اُس کے پاؤں سے ٹھوکر کھائی کہ اُس کی پنڈلی ٹوٹ گئی اور اُس پر گرا کہ اُس کی آنکھ کافی ہو گئی اور گرنے والا مر گیا تو گرنے والے پر سوتے ہوئے کے پاؤں کا ارش واجب ہوگا کیونکہ اُس کے فعل سے تلف ہوا ہے اور سونے والے پر اُس کے دیت واجب ہوگی اور اگر دونوں مر گئے تو سونے والے پر گرنے والے کی دیت اور گرنے والے پر سونے والے کی نصف دیت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ بقالی میں ہے کہ اگر راہ میں سوتے ہوئے سے ایک شخص نے جو جاتا تھا ٹھوکر کھائی پس اُس کی انگلی اور سوتے ہوئے کی انگلی ٹوٹی پھر دونوں مر گئے تو دونوں میں سے ہر ایک کی مددگار برادری پر جو صدمہ اُس کی ذات سے دوسرے کو پہنچا ہے اُس کی ضمان واجب ہوگی اور اگر دونوں میں سے ایک مر گیا تو زندہ کی مددگار برادری پر اُس کی دیت واجب ہوگی اور اگر اُس نے ٹھوکر کھائی اور منہ کے بل سوتے ہوئے کے منہ پر گرا اور اُس کا سر سوتے ہوئے کے سر پر گرا اور دونوں زخمی ہوئے اور دونوں کی انگلی ٹوٹی تو سوتا ہوا اُس کی انگلی و زخم سر کا ضامن ہوگا اور گرنے والا اُس کی انگلی کا ضامن ہوگا زخم سر کا ضامن نہ ہوگا اور اگر دونوں مر گئے تو سونے والے کی مددگار برادری پر گرنے والے کی دیت واجب ہوگی اور گرنے والے کی مددگار برادری پر سونے والے کی نصف دیت واجب ہوگی یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اگر ایک شخص راہ میں جاتا تھا کہ ناگاہ مرد ہو کر گرا اور کسی شخص نے اُس کے ساتھ کوئی جنایت نہیں کی اور اس کے گرنے سے ایک شخص کچل کر مر گیا تو کوئی ضامن نہ ہوگا نہ میت مذکور اور نہ اُس کی مددگار برادری یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص راہ میں چلا جاتا تھا کہ ناگاہ اس کو بیماری نے پکڑا کہ وہ بے ہوش ہو کر گرایا ضعف طاری ہوا کہ وہ چل نہ سکا اور گرا اور ایک آدمی پر گرا کہ وہ کچل کر مر گیا یا شخص مذکور زندہ زمین پر گر کے مر گیا پھر کسی آدمی نے اُس سے ٹھوکر کھائی اور مر گیا تو اُس شخص کی مددگار برادری پر ضمان واجب ہوگی پس جس صورت میں کہ وہ کسی آدمی پر گرا ہے اور وہ مر گیا تو اس شخص پر کفارہ بھی واجب ہوگا اور اگر یہ شخص جس پر گرا ہے اُس کا مورث ہو تو اُس کی میراث سے بھی محروم ہوگا اور اگر جس صورت میں کہ زمین پر گرا ہے اور دوسرے نے ٹھوکر کھا کر جان دی اُس پر کفارہ نہ ہوگا اور نہ میراث سے محروم ہوگا اور یہ امام محمد و امام ابو یوسف کا قول ہے یہ محیط میں ہے۔

ایک غلام راہ میں بیٹھایا سویا اور برابر سوتا یا بیٹھا رہا یہاں تک کہ آزاد ہو گیا پھر ایک شخص نے اُس سے ٹھوکر کھائی اور گر کر مر گیا تو اُس کی دیت غلام کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اُس کی مددگار برادری اس کے مولیٰ کی مددگار برادری ہے۔ اور اگر اُس غلام کا پاؤں ٹوٹ گیا ہے کہ وہ اپنی جگہ سے جنبش نہیں کر سکتا ہے پھر اُس کے مولیٰ نے اُس کو آزاد کر دیا پھر کسی شخص نے اُس سے ٹھوکر کھائی تو اُس کے مولیٰ پر اُس کی قیمت واجب ہوگی اسی طرح اگر غلام نے راہ میں ایک چوپایہ کھڑا کیا پھر اُس کے مولیٰ نے اُس کو آزاد کر دیا پھر ایک شخص نے اُس سے ٹھوکر کھائی اور مر گیا تو اُس کا مولیٰ اُس کی قیمت کا ضامن ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کے غلام کے ہاتھ پاؤں باندھ کر راہ میں ڈال دیا پھر عمرو نے اُس کو آزاد کر دیا پھر ایک شخص اُس سے ٹھوکر کھا کر گرا اور مر گیا تو اُس کی

کیونکہ اس کی ولاء اُس کے آزاد کرنے والے کو حاصل ہوتی ہے اور جب اُس کے ساتھ لاحق ہے تو اُس کے مولیٰ کی مددگار برادری اُس کی بھی مددگار

برادری ٹھہری ۱۲ (۱) یعنی راہ میں سے ۱۲

دیت زید پر واجب ہوگی اور اگر غلام مذکور باوجود دست و پابستہ ہونے کے چلے جانے کی طاقت رکھتا ہو پھر عمرو نے اُس کو آزاد کر دیا اور وہ چلا نہ گیا یہاں تک کہ اُس سے کسی نے ٹھوکر کھائی تو جنایت کا ارش اُس کے مولیٰ یعنی عمرو پر واجب ہوگا اور اگر زید نے اُس غلام کو راہ میں بٹھلایا ہو مگر اُس کو باندھا اور ہاتھ پاؤں سے جکڑا نہیں ہے پھر عمرو نے اُس کو آزاد کر دیا پھر وہ اپنی جگہ سے چلا نہ گیا یہاں تک کہ ایک شخص اُس سے ٹھوکر کھا کر مر گیا تو اُس کی جنایت کا ارش اُس کے مولیٰ پر واجب ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص بوجھ لئے ہوئے راستہ میں چلا جاتا تھا پھر اُس کا بوجھ کسی شخص پر گر پڑا اور وہ مر گیا تو بوجھ والا ضامن ہوگا اور اگر گرے ہوئے بوجھ سے کسی نے ٹھوکر کھائی اور مر گیا تو اُس کا بھی ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص راہ میں چلا جاتا تھا اور وہ اپنے بدن پر ایسی چیز پہنے تھا جس کو لوگ پہنتے ہیں پس اُس سے کوئی شخص مر گیا یا وہ کسی آدمی پر گری یا راہ میں گری اور کوئی شخص اُس سے ٹھوکر کھا کر مر گیا تو ان سب صورتوں میں سے کسی صورت میں اُس پر ضمان نہ ہوگی اور اگر ایسی چیز نہ ہو جس کو لوگ پہنتے ہیں تو بمنزلہ ایسے شخص کے ہوگا جو بوجھ اٹھائے ہوئے ہے اور جو شخص اُس سے تلف ہو اُس کا ضامن ہوگا اسی طرح اگر کوئی شخص کسی چوپایہ کا سائق (۱) یا قائد (۲) ہو یا سوار ہو پھر اس پر سے اُس کے بعض آلات مثل لگام وزین وغیرہ کے کسی آدمی پر گرے اور وہ مر گیا یا وہ چوپایہ راہ میں گر گیا یا اُس کا بعض اسباب راہ میں گر گیا اور اُس سے کسی شخص نے ٹھوکر کھائی تو سائق و قائد و سوار اُس کا ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص مثلاً زید نے راہ میں اپنا گھڑا رکھا اور دوسرے شخص مثلاً عمرو نے بھی اسی راہ میں اپنا گھڑا رکھا پس زید کا گھڑا ڈھنکا اور عمرو کے گھڑے سے لگا اور عمرو کا گھڑا ٹوٹ گیا تو زید جس کا گھڑا لٹکا ہوا ہے ضامن نہ ہوگا اور اگر زید کا گھڑا ٹوٹا ہو تو عمرو جس کا گھڑا رکھا ہے ضامن ہوگا اسی طرح اگر راہ میں زید نے اپنا گھوڑا کھڑا کیا اور عمرو نے بھی اپنا گھوڑا کھڑا کیا پھر ایک کا گھوڑا ابد کا اور دوسرے سے صدمہ کھایا تو جس کا گھوڑا ابد کا ہے وہ ضامن نہ ہوگا اور اگر بد کا ہوا گھوڑا دوسرے سے صدمہ کھا کر مر گیا تو دوسرا ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ زید نے راہ میں اپنا خالی گھڑا یا تیل سے بھرا ہوا رکھا اور عمرو نے بھی اسی راہ میں اپنا گھڑا رکھا پھر ایک کا گھڑا ڈھنکا اور اُس نے دوسرے سے ٹکر کھائی اور دونوں ٹوٹ گئے تو فرمایا کہ جس کا گھڑا نہیں ڈھنکا ہے وہ دوسرے کے گھڑے کا اور اُس کے تیل کے مثل تیل کا ضامن ہوگا اور جس کا گھڑا ڈھنکا ہے وہ کچھ ضامن نہ ہوگا اور اگر دونوں ڈھنکے ہوں تو دونوں میں سے کوئی ضامن نہ ہوگا اور اگر ایک گھڑا جھکا اور بدون اس کے اپنی جگہ سے ہٹ جائے دوسرے گھڑے سے ٹکر کھائی اور دونوں ٹوٹے یا جھکنے والا ٹوٹا برقرار رہا ہو تو ٹوٹا تو ہر ایک پر جس قدر اُس کے گھڑے سے نقصان ہوا ہے اُس کا ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے بڑے حوض سے ایک گھڑا بھر کر کنارے پر رکھا اور دوسرا شخص آیا اُس نے بھی اپنا گھڑا بھر کر کنارے پر رکھا پھر دوسرا گھڑا ڈھنکا اور پہلے گھڑے سے ٹکر کھائی اور دونوں ٹوٹ گئے تو دوسرے گھڑے کا مالک پہلے گھڑے کے مالک کے گھڑے کی قیمت کا ضامن ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کے گھڑے کا ضامن ہوگا یہ خزانہ المفتیین میں ہے۔

بعض نے فرمایا کہ جس کا گھڑا رکھا رہا ہے اُس پر ہر حال میں ضمان واجب ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے کوئی چیز راہ میں رکھ دی پھر اُس سے کوئی چوپایہ بدک گیا اور اُس نے کسی آدمی کو مار ڈالا تو رکھنے والے پر ضمان واجب نہ ہوگی بشرطیکہ اُس نے وہ چیز اُس چوپائے سے ملائی نہ ہو۔ اسی طرح اگر جھکی ہوئی دیوار کے مالک سے پیشتر اُس کی بابت مطالبہ کیا گیا ہو پھر وہ دیوار زمین میں گری اور اُس سے کوئی چوپایہ بدک گیا اور اُس نے کسی آدمی کو مار ڈالا تو مالک دیوار ضامن نہ ہوگا مالک دیوار یا راہ میں کوئی چیز رکھنے والے

۱۔ مترجم کہتا ہے کہ اس صورت میں پانی کی قیمت کا ضامن نہ ہوگا اگرچہ اس طور سے پانی بھر لینے میں ملک ثابت ہو جاتی ہے پس فقط گھڑے ہی کا ضامن ہوگا ۱۲ منہ (۱) چھپے سے ہانکنے والا ۱۲ (۲) آگے سے کھینچنے والا ۱۲

لا جہی ضامن ہوگا کہ جب اُس کی دیوار سے یار کھنے والے کی چیز سے کسی چیز کو صدمہ پہنچا ہو پس وہ تلف ہوگئی ہو یہ محیط میں ہے امام نے کتاب الاصل میں فرمایا اگر اہل مسجد نے اپنی مسجد میں بارش کے پانی کے واسطے ایک کنواں کھودا یا اُس میں قندیلیں لٹکائیں یا اس میں مٹکے رکھے کہ جس میں پانی بھرا جاتا تھا اُس میں بڑی چٹائی ڈالی یا اُس میں دروازہ لگایا یا اُس میں بوریا بچھایا یا اُس میں مائبان بنایا پس اگر اُن سے کوئی شخص تلف ہو جائے تو اہل مسجد پر ضمان نہ ہوگی اور اگر سوائے اہل محلہ کے کسی دوسرے شخص نے یہ بزیں ایجاد کیں اور اُس سے کوئی شخص مر گیا پس اگر اُس نے اہل محلہ کی اجازت سے ان کو بنایا ہے تو ضمان نہ ہوگا اور اگر اُس نے ان اجازت اہل محلہ کے اُن کو بنایا ہے پس اگر کوئی عمارت یا کنواں بنایا اور اُس سے کوئی تلف ہوا تو بالا جماع ضامن ہوگا اور اگر اُس نے پانی پینے کے واسطے مٹکا رکھا یا چٹائی یا بورے بچھائے یا قندیلیں لٹکائیں حالانکہ اہل محلہ سے اجازت نہ لی پھر چٹائی سے کوئی شخص مر کر گرا اور مر گیا یا قندیل گری اور اُس نے کسی آدمی کا کپڑا جلایا یا خراب کر دیا تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ وہ ضامن ہوگا اور امام یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ضامن نہ ہوگا۔ شمس الائمہ حلوائی فرماتے تھے کہ ہمارے اکثر مشائخؒ نے اس مسئلہ میں صاحبین کا اہل اختیار کیا ہے اور اس پر فتویٰ ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر اہل مسجد میں سے کوئی شخص مسجد میں بیٹھا اور اُس سے کوئی آدمی ٹھوکر کھا کر مر گیا پس اگر نماز میں نہ ہو تو ضامن ہوگا اور اگر نماز میں ہو تو ضامن نہ ہوگا اور یہ حکم امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ حال میں ضامن نہ ہوگا کذا فی الکافی اور صدر الاسلام نے فرمایا کہ صاحبین کا قول اظہر ہے کذا فی التبین۔ اور اگر عبادت کے واسطے بیٹھا مثلاً نماز کا انتظار کرتا تھا یا پڑھانے کے واسطے یافتہ سکھانے کے واسطے بیٹھا یا اعتکاف کے واسطے بیٹھا یا بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتا ہے قرآن پڑھتا تھا پھر کوئی آدمی اُس سے ٹھوکر کھا کر مر گیا تو کتاب میں اس کی کوئی روایت نہیں ہے۔ اور مشائخؒ متاخرین نے اس اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ امام اعظمؒ کے نزدیک ضامن ہوگا اور شیخ ابوبکر رازی اسی طرف گئے ہیں اور بعض نے فرمایا کہ ضامن نہ ہوگا اور شیخ ابو عبد اللہ جرجانی کا یہی مذہب ہے یہ محیط میں ہے۔

شخص نے راہ میں کنواں کھودا اور ایک شخص نے آ کر عمداً اپنے تئیں اُس کنوئیں میں ڈال دیا تو کھودنے والا

ضامن نہ ہوگا ☆

شمس الائمہ نے ذکر کیا کہ صحیح مذہب امام اعظمؒ کا یہ ہے کہ جو شخص نماز کے انتظار میں بیٹھا ہے وہ ضامن نہ ہوگا اور خلاف اصل میں ہے جس کی خصوصیت مسجد کے ساتھ نہیں ہے جیسے قرأت قرآن و درس فقہ و حدیث وغیرہ اور فقیہ ابو جعفر نے کشف میں ذکر کیا کہ میں نے شیخ ابوبکر سے سنا کہ فرماتے تھے کہ اگر قرأت قرآن یا اعتکاف کی غرض سے بیٹھا ہو تو بالا جماع ضامن نہ ہوگا اور فخر الاسلام و صدر الشہید نے ذکر کیا کہ اگر حدیث کے واسطے بیٹھا تو بالا جماع ضامن ہوگا یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر مسجد میں آگ لگے اور اُس نے کسی آدمی کو روند ڈالا یا سو یا اور کروٹ لے کر آدمی پر گرا اور اُس کو ہلاک کیا تو اُس کے ضامن ہونے میں اختلاف نہیں ہے یہ شرح مبسوط میں ہے۔ امام محمدؒ نے جامع صغیر میں فرمایا ایک شخص نے بلا اجازت امام المسلمین کے ایک نہر اندھا پھر اُس پر عمداً ایک شخص گزرا اور وہ پل گرا اور وہ شخص مر گیا تو اُس پر ضمان واجب نہ ہوگی یہ مسئلہ اس مقام پر یوں مذکور فرمایا اور جانتا چاہئے کہ یہ مسئلہ دو طرح پر ہے کہ اگر نہر اُس کی ملک ہو تو اُس پر ضمان واجب ہوگی اور اگر اُس کی ملک نہ ہو پس اگر وہ عام قوم کی نہر ہو تو اُس پر ضمان نہ ہوگی بشرطیکہ گزرنے والا اُس پر عمداً گزرا ہو اور اگر وہ عمداً اُس پر نہ گزرا ہو تو بنانے والا ضامن نہ ہوگا اور بقیاس پانی^(۱) چھڑکنے کے مسئلہ کے چاہئے کہ اگر گزرنے والے نے کوئی راہ گزرنے کی نہ پائی ہو یا بغیر نہر کے کوئی

۱۔ اکثر جمہان برائے غایض من وان جلس للحدیث ۱۲ (۱) یعنی راہ میں پانی چھڑکا ۱۲

جگہ نہ پائی ہو تو بنانے والا ضامن ہوگا اگرچہ وہ عداہل پر سے گذرا ہو اور اگر وہ جماعت مسلمانوں کے واسطے نہر عام ہو اور ہل بنانے والے نے بدون اجازت امام کے ہل باندھا تو اُس کا جواب ویسا ہی ہے جیسا کہ قوم خاص کی نہر پر پڑایا چھوٹا ہل بنانے کا حکم ہے ایسا ہی ظاہر الروایۃ میں مذکور ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے راہ میں کنواں کھودا اور ایک شخص نے آکر عداہل اپنے تئیں اُس کنویں میں ڈال دیا تو کھودنے والا ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص نے عام راستہ پر اپنے فتائے مملوک سے علیحدہ کنواں کھودا اور اُس میں کوئی آدمی گر کر مر گیا تو بالا جماع کھودنے والے کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اُس پر کفارہ واجب نہ ہوگا اور ہمارے نزدیک وہ میراث سے محروم نہ ہوگا اور اگر اُس نے فتائے دار میں کھودا پس اگر فدا دوسرے کی ملک میں ہو تو وہ ضامن ہوگا اور اگر فدا اُس کی ملک ہو یا اُس کو وہاں کھودنے کا قدیمی حق حاصل ہو تو ضامن نہ ہوگا اور اگر اُس کی ملک نہ ہو بلکہ جماعت مسلمانوں کی ملک ہو یا مشترک ہو مثلاً کوچہ غیر نافذہ میں واقع ہو تو وہ ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے راہ میں کنواں کھودا پھر ایک شخص آیا اور اُس میں گر پڑا اور مر گیا خواہ بھوک کی وجہ سے یا پیاس کی وجہ سے یا کسی رنج و غم کی وجہ سے تو امام اعظمؒ کے نزدیک کھودنے والے پر ضمان واجب نہ ہوگی یہ ظہیر یہ میں ہے۔ ایک شخص نے جنگل میں ایسی جگہ جہاں گذر گاہ نہیں ہے اور نہ کسی کی آمد و رفت کا راستہ ہے بدون اجازت امام کے کنواں کھودا پھر اُس میں کوئی آدمی گر پڑا تو کھودنے والا ضامن نہ ہوگا اسی طرح اگر جنگل میں کوئی شخص بیٹھا خیمہ گاڑا اور کوئی آدمی اُس سے ٹھوکر کھا کر گر کر مر گیا تو بیٹھنے والا اور خیمہ گاڑنے والا ضامن نہ ہوگا اور اگر ایسا فعل راستہ میں کیا ہو تو ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے راہ میں کنواں کھودا پھر دوسرے شخص نے اُس کے اسفل میں کھودا پھر اُس میں ایک شخص گر پڑا تو پہلا کھودنے والا ضامن ہوگا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہ قیاس ہے اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہ محیط سرخس میں ہے۔ اور اگر دوسرے نے آکر اس کا منہ چوڑا کر دیا پھر اُس میں کوئی آدمی گر کر مر گیا تو ضمان دونوں پر نصفاً نصف واجب ہوگی ایسا ہی کتاب میں مذکور ہے اور جواب میں اطلاق ہے اور فقیہ ابو جعفر سے منقول ہے کہ وہ اس مسئلہ کے جواب میں تفصیل فرماتے تھے اور کہتے کہ دوسرے نے اس قدر چوڑا کیا کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ گرنے والے کا قدم دونوں کے کھوداؤ پر پڑا تو دونوں پر نصفاً نصف ضمان واجب ہوگی اور اگر دوسرے نے بہت کم چوڑا کیا کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ گرنے والے کا قدم دوسرے ہی کے کھوداؤ سے ملاتی نہیں ہو بلکہ پہلے کھوداؤ سے ملاتی ہو تو صرف پہلا شخص ضامن ہوگا دوسرا ضامن نہ ہوگا اور اگر دوسرے نے اس قدر چوڑا کیا کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ گرنے والے کا قدم پہلے شخص کے کھوداؤ سے ملاتی نہیں ہو بلکہ دوسرے کے کھوداؤ سے ملاتی ہو تو دوسرا ہی ضامن ہوگا اور اگر دوسرے نے اس قدر چوڑا کیا کہ ہو سکتا ہے کہ گرنے والے کا قدم دونوں کے کھوداؤ پر پڑے اور ہو سکتا ہے کہ فقط ایک کے کھوداؤ پر پڑے تو ایسی صورت میں دونوں پر نصفاً نصف ضمان واجب ہوگی اور شیخ امام زائد احمد طوادسی سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ اگر اُس نے اس قدر چوڑا کیا کہ اُس کے کھوداؤ کی چوڑائی میں قدم نہیں سما سکتا ہے پس ایک شیخ نے آکر بیچ کنویں میں اپنا قدم رکھا اور گرا پڑا تو ضمان فقط اول پر واجب ہوگی اور اگر کنارہ کنویں کے قدم رکھا تو ضمان دونوں پر نصفاً نصف ہوگی اور اگر اُس نے اس قدر چوڑا کیا کہ اُس کے کھوداؤ کے چوڑائی میں قدم سما سکتا ہے پس اگر گرنے والے نے بیچ کنویں میں قدم رکھا تو اول پر ضمان واجب ہوگی اور اگر کنارہ کے کنارے قدم رکھا تو فقط دوسرے پر ضمان واجب ہوگی اور اگر قدم رکھنے کا حال معلوم نہ ہو تو دونوں پر نصفاً نصف ضمان واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر راہ میں کنواں کھودا پھر اُس کو پاٹ دیا پس اگر اُس کو مٹی یا گچ وغیرہ ایسی چیز سے جو اجزائے زمین سے ہے پاٹا ہے پھر دوسرے نے آکر اُس کو خالی کر دیا پھر اُس میں کوئی آدمی گر گیا اور مر گیا تو دوسرا شخص ضامن ہوگا اور اگر ایسی چیز

۱۔ اس کی توضیح اپنے مقام پر گزری مگر توضیح کی ضرورت نہیں وہاں دیکھنا چاہیے ۱۲

سے جو اجزائے زمین سے نہیں ہے مثل اناج وغیرہ کے پانا ہو تو شخص اول ضامن ہوگا اسی طرح اگر راہ میں کنواں کسود کر اُس کا منہ ڈھانک دیا پھر دوسرے نے آ کر اُس کا ڈھکن کھول دیا پھر اُس میں کوئی شخص گر گیا تو شخص اول ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر ایک شخص راہ میں رکھے ہوئے پتھر سے لڑکھڑا کر پھر کنوئیں میں گر پڑا تو پتھر رکھنے والا ضامن ہوگا کنواں کھودنے والا ضامن نہ ہوگا اور اگر پتھر کو کسی نے نہ رکھا ہو تو کنواں کھودنے والا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے کنوئیں میں پتھر یا دھاردار لوہا وغیرہ رکھ دیا پھر اُس میں ایک شخص گر پڑا اور پتھر و دھاردار چیز کی وجہ سے وہ قتل ہو گیا تو کھودنے والا ضامن ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے شارع عام پر کنواں کھودا اور وہاں کسی شخص نے پانی بہایا پھر ایک شخص آیا اور وہ پانی میں پھسل کر کنوئیں میں گر کر مر گیا تو ضمان اُس پر واجب ہوگی جس نے پانی بہایا ہے اور اگر یہ پانی آسمانی پانی ہو تو کنواں کھودنے والا ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک کنواں ایک شخص کی ملک میں ہو یا عام راستہ پر ہو اُس شخص نے ایک شخص کو اُس کنوئیں میں دھکیل دیا تو دھکیلنے والا ضامن ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک شخص راہ کے کنوئیں میں گر گیا اور مر گیا پھر کھودنے والے نے کہا کہ گرنے والا اس میں عداً گر پڑا ہے اور مجھ پر ضمان واجب نہیں ہے۔ اور گرنے والے کے وارثوں نے کہا کہ اس نے اپنے تئیں خود کنوئیں میں نہیں ڈالا ہے بلکہ بدون قصد و ارادہ کے گر پڑا ہے اور تجھ پر ضمان واجب ہے تو امام ابو یوسف فرماتے تھے کہ گرنے والے کے وارثوں کا قول قبول ہوگا اور کھودنے والا ضامن ہوگا اس پر قیاس ہے پھر اس سے رجوع کیا اور فرمایا کھودنے والے کا قول قبول ہوگا اور اس پر ضمان واجب نہ ہوگی اور یہ استحساناً ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر شارع عام پر ایک کنواں کھودا اور اس میں ایک شخص گر پڑا اور مرا نہیں بلکہ بچ گیا اور اُس میں سے نکلنا چاہا پھر جب درمیان کنوئیں تک چڑھا آیا تھا کہ ناگاہ وہاں سے گر پڑا اور مر گیا تو ضمان واجب نہ ہوگی اور اگر گرنے والا کنوئیں کی تہ میں چلا گیا اور اس میں ایک پتھر سے صدمہ کھا کر مر گیا پس اگر وہ پتھر جس جگہ زمین میں تھا اُسی جگہ جما ہوا تھا کنواں کھودنے والے نے اُس کو ہٹایا نہ تھا تو ضمان واجب نہ ہوگی اور اگر کنواں کھودنے والے نے اُس کو اپنی جگہ سے اُکھاڑ کر کنوئیں کے اندر کسی طرف کو جما دیا تھا تو کھودنے والے پر ضمان واجب ہوگی ایسا ہی منقہی میں مذکور ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر راہ کے کنوئیں میں ایک آدمی گر پڑا پھر ایک شخص نے کہا کہ یہ کنواں میں ہے کھودا ہے تو اُس کے اقرار کی تصدیق اُس کی ذات پر کی جائے گی اس کی مددگار برادری پر تصدیق نہ کی جائے گی اور گرانے والے کی دیت اس اقرار کنندہ کے مال سے تین سال میں دلائی جائے گی یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کی ملک میں ایک کنواں کھودا اور اُس میں ایک آدمی گر گیا پس مالک نے اقرار کیا کہ میں نے کھودنے والے کو کھودنے کا حکم دیا تھا اور گرنے والے کے ولی نے اس سے انکار کیا تو قیاساً مالک زمین کے اقرار کی تصدیق نہ کی جائے گی اور استحساناً تصدیق کی جائے گی یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اگر کسی شخص نے عام راستہ یا عام بازار میں باجاست سلطان کنواں کھودایا اپنا چوپا یہ کھڑا کیا یا عمارت بنائی تو ضامن^(۱) نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے ایک شخص نے اپنی ملک میں کنواں کھودا پھر اُس میں ایک آدمی گرا اور کنوئیں میں ایک آدمی موجود تھا یا اُس میں چوپا یہ گرا اور گرنے والے کے صدمہ سے جو آدمی اس میں تھا وہ مر گیا تو گرنے والا اُس شخص کے خون کا جو اس میں تھا ضامن ہوگا اور اگر یہ کنواں راہ میں ہو تو گرنے والے کو اور جس پر گرا ہے اُس کو جو کچھ نصیبت پہنچے اُن دونوں کا ضامن کنواں کھودنے والا ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کے دار میں بدون اُس کی اجازت کے اناج کے واسطے ایک کھتا کھودا اور اس

وہ عام راستہ جو سب کے گزرنے کے واسطے ہو مثلاً سڑک و گلیاں یا اس کے مثل ڈھرہ ۱۲ (۱) اگر اس سے کوئی تلف ہو جائے ۱۲

میں ایک گدھا گر کر مر گیا تو کھودنے والا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر راہ میں ایک کنواں کھودا اور اس میں ایک شخص گرا اور اُس کا ہاتھ اُکھڑ گیا پھر اس میں سے نکلا پھر اُس کو دو آدمیوں نے شیعہ^(۱) سے زخمی کیا پھر وہ ان سب زخموں سے مریض ہو کر مر گیا تو ان سب پر اُس کی دیت تین^(۲) تہائی ہو کر واجب ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر تین آدمی ایک کنویں میں گرے اور باہم ایک دوسرے سے چپٹے تھے یعنی ایک کے بعد دوسرا اُس کو پکڑے تھا پس اگر یہ لوگ گرنے سے مر گئے اور بعض بعض پر نہیں گرا تو پہلے کی دیت کنواں کھودنے والے پر اور دوسرے کی اول پر اور تیسرے کی دوسرے پر واجب ہوگی اور اگر گرنے سے مرے مگر بعض بعض پر گرا ہے اور یہ بات معلوم ہوگئی مثلاً یہ لوگ زندہ نکالے گئے اور انہوں نے اپنے حال سے خبر دی پھر سب مر گئے تو اول شخص کا مرنا سات وجہ سے خالی نہیں ہو سکتا ہے اول یہ کہ اپنے گرنے ہی سے مر گیا اور کوئی بات نہیں ہے تو اُس کی دیت کنواں کھودنے والے پر ہوگی دوم یہ کہ دوسرے آدمی کے اُس پر گرنے سے وہ مر گیا تو اُس کا خون ہدر ہوگا سوم اگر تیسرے شخص کے اُس پر گرنے سے مرا ہے تو اُس کی دیت دوسرے پر ہوگی چہارم اگر دوسرے و تیسرے کے اُس پر گرنے سے مرا ہے تو نصف خون ہدر ہوگا اور نصف کی دیت دوسرے پر واجب ہوگی پنجم اگر اپنے گرنے اور دوسرے کے اُس پر گرنے سے مرا ہے تو اُس کا نصف خون ہدر ہوگا اور نصف کی دیت کھودنے والے پر واجب ہوگی ششم اگر اپنے گرنے اور تیسرے کے گرنے سے مرا ہے تو اُس کی نصف دیت کھودنے والے پر اور نصف دیت دوسرے پر واجب ہوگی۔ ہفتم اگر اپنے گرنے اور دوسرے و تیسرے شخص کے اُس پر گرنے سے مرا ہے تو اُس میں سے ایک تہائی خون ہدر ہوگا اور تہائی دیت کھودنے والے پر اور تہائی دیت دوسرے شخص پر واجب ہوگی۔ اور دوسرے شخص کا کرنا تین حال سے خالی نہیں اگر اپنے گرنے سے مرا ہے تو اُس کی دیت شخص اول پر ہوگی اور اگر تیسرے کے اُس پر گرنے سے مرا ہے تو اُس کا خون ہدر ہوگا اور اگر اپنے گرنے اور تیسرے کے اُس پر گرنے سے مرا ہے تو اُس کا نصف خون ہدر ہوگا اور نصف کی دیت شخص اول پر واجب ہوگی اور تیسرے شخص کے مرنے میں فقط ایک صورت ہے یعنی اپنے گرنے سے مر گیا ہے پس اُس کی دیت دوسرے شخص پر واجب ہوگی۔ اور اگر ان لوگوں کی موت کا حال دریافت نہ ہوا تو قیاس یہ ہے کہ اول کی دیت کھودنے والے کی مددگار برادری پر اور دوسرے کی اول کی مددگار برادری پر اور تیسرے کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور یہ امام محمد کا قول ہے اور استحساناً یہ حکم ہے کہ اول کی تہائی دیت ہدر ہوگی اور تہائی کھودنے والے پر اور تہائی دوسرے پر واجب ہوگی اور دوسرے شخص کی دیت میں سے آدھی ہدر ہوگی اور آدھی اول پر واجب ہوگی اور تیسرے کی دیت دوسرے پر واجب ہوگی اور امام محمد نے یہ بیان نہ فرمایا کہ یہ استحسان کس کا قول ہے۔ اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ امام اعظم و امام ابو یوسف کا قول ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک مزدور مقرر کیا کہ میرے واسطے کنواں کھودے پس مزدور نے کنواں کھودا اور اُس میں ایک آدمی گر کر مر گیا پس اگر اُس نے مسلمانوں کے عام راستہ میں جس کو ہر شخص جانتا ہے کنواں کھودا ہے تو مزدور پر ضمان واجب ہوگی خواہ مستاجر نے اس سے آس کو آگاہ کر دیا ہو یا نہ کیا ہو اور اسی طرح اگر مزدور نے مسلمانوں کے غیر مشہور راستہ میں کنواں کھودا مگر مستاجر نے اُس کو آگاہ کر دیا تھا کہ یہ راستہ عام مسلمانوں کا راستہ ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مستاجر نے مزدور کو اس سے آگاہ نہ کیا ہو تو ضمان مستاجر پر واجب ہوگی اور یہ بخلاف ایسی صورت کے ہے کہ ایک شخص کو مزدور کیا کہ یہ بکری ذبح کر دے اور اُس نے ذبح کر دی پھر معلوم ہوا کہ یہ بکری مستاجر کے سوائے دوسرے شخص کی ہے تو اس صورت میں مزدور ضامن ہوگا خواہ مستاجر نے اُس کو آگاہ کیا ہو کہ یہ بکری غیر شخص کی ہے یا آگاہ نہ کیا ہو لیکن در صورتیکہ آگاہ نہ کیا ہو تو مزدور کو جو کچھ تاوان دینا پڑا ہے اُس کو مستاجر سے واپس لے گا۔ اور اگر مزدور نے فنا دار میں کنواں کھودا پس اگر فنائے مذکور غیر شخص کی

۱۔ وہ شخص جس نے مزدور کو کام کے واسطے مقرر کیا ہو ۱۲ (۱) یعنی زنا یا چہرہ وغیرہ ۱۳ (۲) یعنی ہر ایک پر ایک تہائی واجب ہو ۱۴

ہو اور مزدور اس بات کو جانتا ہو یا مستاجر نے اُس کو اس بات سے آگاہ کر دیا ہو تو مزدور پر ضمان واجب ہوگی اور اگر مزدور کو یہ بات معلوم نہ ہوئی کہ یہ فنائے مذکور مستاجر کے سوائے دوسرے شخص کی ہے اور نہ مستاجر نے اُس کو آگاہ کیا تو مستاجر پر ضمان واجب ہوگی اور اگر فنائے مذکور مستاجر کی ہو پس اگر اُس نے اجیر^۱ سے کہا کہ مجھے کھودنے کا قدیمی حق حاصل ہے تو مستاجر پر ضمان واجب ہوگی اور اگر اُس نے کہا کہ مجھے کھودنے کا قدیمی حق حاصل نہیں ہے مگر یہ میرے دار کی فناء ہے۔ تو استحساناً مستاجر پر ضمان واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک شخص نے چار مزدور اپنے واسطے کنواں کھودنے کے لیے مقرر کئے اور اُن کے کھودنے میں وہ کنواں اُن پر گر پڑا اور ایک مر گیا تو باقی تین میں سے ہر ایک پر اُس کی چوتھائی دیت واجب ہوگی اور چوتھائی ہدر ہوگی اور اسی طرح اگر باقی تین آدمی مزدور نہ ہوں بلکہ مقتول کے مددگار ہوں تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کھودنے والا ایک ہی شخص ہو اور اُس کے کھودنے میں کنواں دہل گیا اور وہ دب کر مر گیا تو اُس کا خون ہدر ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو حکم کیا کہ راہ میں کنواں کھودے پس اگر اُس کے فنائے میں ہو تو کسی شخص کے تلف ہونے میں اُس کی دیت مولیٰ کی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر اس کے فنائے میں نہ ہو تو ضمان غلام کی گردن پر ہوگی خواہ غلام کو یہ بات معلوم ہو یا معلوم نہ ہو یہ تاتار خانہ نقلاعن التجرید میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنی ملک میں ایک نہر کھودی اور اس میں کوئی آدمی یا چوپایہ تلف ہوا تو وہ ضامن نہ ہوگا اور اگر غیر ملک میں نہر کھودی تو مثل کنواں کھودنے کے ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص نے غیر ملک میں ایک نہر کھودی اور اُس سے پانی پھوٹ نکلا اور کوئی زمین یا گاؤں غرق ہو گیا تو ضامن ہوگا اور اگر اپنی ملک میں کھودی ہو تو ضامن^(۱) نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنی زمین کو پانی دیا اور پانی پھوٹ نکلا اور اُس کی زمین سے باہر جا کر اُس نے کسی مال کو یا زراعت یا باغ انگور کو خراب کر دیا تو وہ شخص ضامن نہ ہوگا اسی طرح اگر اپنی زمین کی گھاس جلائی یا کٹے ہوئے پو لے یا اجمہ کے نرکل جلائے پھر آگ اُس کی زمین سے نکل کر غیر کی زمین کی طرف متعدی ہوئی اور کچھ جلا دیا تو ضامن نہ ہوگا اور بعض مشائخ^۲ نے فرمایا کہ یہ اُس وقت ہے کہ جب اُس نے ایسے روز جلائی کہ جب ذرا ہوا ٹھہری ہوئی تھی اور اگر ہوا کے روز جلائی کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہوا اس آگ کو دوسرے پڑوسی کی زمین میں اڑالے جائے گی استحساناً ضامن ہوگا جیسے ایک شخص نے اپنے پرنا لہ میں پانی بہایا اور پرنا لہ کے نیچے غیر شخص کا مال رکھا ہے وہ خراب ہو گیا تو ضامن ہوگا اور اگر ایک شخص نے اپنے دار یا تنور میں آگ جلائی تو جو کچھ اس سے جل جائے وہ ضامن نہ ہوگا اسی طرح اگر اپنے دار میں نہریا کنواں کھودا اور اُس سے پڑوسی کی زمین نمناک ہو گئی تو ضامن نہ ہوگا اور حکم قضاء میں اُس کو یہ حکم نہ دیا جائے گا کہ اُس کو اس جگہ سے تحویل کرے مگر فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ اُس پر واجب ہے کہ جب دوسرے کو ضرر پہنچتا ہے تو اس فعل سے باز رہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور مشائخ^۳ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ پانی پھوٹ کر اتنا پانی نکلا کہ جس کو عرف و عادت کے موافق اُس کے ملک کی زمین برداشت کر سکتی ہے اور اگر اُس کی ملک برداشت نہ کر سکتی ہو تو وہ ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک شخص نے اپنی ملک میں پانی جاری کیا اور اُس کے پانی جاری کرنے سے یہ پانی غیر کی زمین کی طرف پھوٹ نکلا اور کچھ چیز خراب کر دی تو قیاساً وہ ضامن نہ ہوگا اور بعض مشائخ^۴ نے فرمایا کہ اگر اپنی ملک میں پانی بہایا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ پانی غیر کی زمین کی طرف پھوٹ نکلے گا تو وہ ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی زمین سینچی اور پانی اُس کے پڑوسی

۱۔ جھاڑی جھنکھازی جیسے ہمارے دیار میں دستور ہے کہ پتاور کو کاٹ کر اُس کی بقیہ جڑوں میں آگ لگا دیتے ہیں کیونکہ اس طریقہ سے اس کی پیدائش زیادہ ہوتی ہے پس اس قسم سے جس چیز میں یہ عمل جاری ہو اُس کو یہ حکم شامل ہے ۱۲۔ ۲۔ اجرت پر کام کرنے والا یعنی مزدور ۱۳۔ (۱) الا اذا تعمد ذلك ۱۴

کی زمین میں پھوٹ گیا پس اگر اُس نے اپنی زمین میں اس طرح پانی جاری کیا کہ اس کی زمین میں ٹھہرتا نہیں بلکہ پڑوسی کی زمین میں جا کر ٹھہرتا ہے تو ضامن ہوگا اور اگر اُس کی زمین میں ٹھہر کر پھر پھوٹ کر پڑوسی کی زمین میں گیا پس اگر پڑوسی نے پیشتر اس سے بندش اور مضبوطی کر لینے کے واسطے کہہ دیا تھا مگر اُس نے نہ کیا تو ضامن ہوگا اور اگر پیشتر اس سے نہ کہا ہو تو ضامن نہ ہوگا اور اگر اس کی زمین اونچی اور پڑوسی کی زمین نیچی ہو کہ جس سے یہ بات معلوم ہو کہ اپنی زمین سینچے گا تو پڑوسی کی زمین میں پانی جائے گا تو وہ ضامن ہوگا اور اُس کو حکم دیا جائے گا کہ بندان باندھے یہ خزانہ مفتین میں ہے۔ اور اگر اُس کی زمین سے کوئی چھید یا چوہے کا بل ہو پس اگر اُس کو یہ بات معلوم ہو اور اُس نے بند نہ کیا یہاں تک کہ پڑوسی کی زمین میں پانی گیا اور خراب کیا تو ضامن ہوگا اور اگر نہ جانتا ہو تو ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی زمین نہر عام سے سینچی اور اس عام سے اور چند نہریں چند قوموں کی نکلی ہیں جن کے دہانہ کھلے ہوئے ہیں ان دہانوں سے چھوٹی نہروں میں پانی بھرا اور اقوام مذکورہ کی زمینیں خراب ہو گئیں تو یہ شخص ضامن ہوگا یہ خزانہ مفتین میں ہے ایک شخص مملوک نے راہ میں کنواں کھودا پھر اُس میں ایک آدمی مر گیا اور اُس کے مولیٰ نے غلام مذکور کا فد یہ دے دیا پھر اُس میں دوسرا آدمی گر پڑا تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ مولیٰ کو اختیار ہے چاہے پورے غلام دے دے یا اُس کو فد یہ دے دے یہ ظہیر یہ میں ہے اور اگر غلام نے مسلمانوں کے راستہ میں ایک کنواں کھودا اور اس میں ایک شخص گر پڑا اور مولیٰ نے کہا کہ میں نے اُس کو اُس کے کھودنے کا حکم دیا تھا تو مولیٰ کی مددگار برادری اُس کی دیت کی ضامن نہ ہوگی اور مولیٰ کے قول کی برادری کے حق میں تصدیق نہ ہوگی لیکن اگر گواہ قائم کرے تو تصدیق ہوگی پس بدون گواہوں کے مقتول کی دیت اُس کے مال میں ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ منقہی میں ہے کہ ایک غلام نے شارع عام پر کنواں کھودا پھر اُس میں ایک شخص گر پڑا اور مقتول کے ولی نے اُس کو معاف کر دیا پھر اُس میں دوسرا شخص گر کر مر گیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک مولیٰ کو اختیار دیا جائے گا چاہے پورے غلام کو دے دے یا اُس کا فد یہ دے اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ نے فرمایا کہ مولیٰ اُس کا نصف دے گا گویا دونوں آدمی ایک باریگی اس میں گرے پھر ایک کے ولی نے معاف کیا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر غلام نے بلا اجازت اپنے مولیٰ کے راہ میں کنواں کھودا پھر مولیٰ نے اُس کو آزاد کر دیا پھر اُس کو معلوم ہوا کہ غلام نے کنواں کھودا ہے پھر اُس میں ایک آدمی گر کر مر گیا تو مولیٰ پر ولی مقتول کے واسطے غلام کی قیمت واجب ہوگی پھر اگر اس میں دوسرا آدمی گرا تو دونوں مقتولوں کے ولی اس قیمت میں شریک ہو جائیں گے اور اگر اس کنویں میں وہی غلام گر پڑا تو اس کے وارث بھی اس قیمت میں شریک ہوں گے اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ غلام کا خون ہدر ہوگا اور اصل اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ غلام نے راہ میں کنواں کھودا پھر مولیٰ نے اُس کو آزاد کیا پھر وہی غلام اس کنویں میں گر کر مر گیا تو امام محمدؒ کے نزدیک اُس کا خون ہدر ہوگا اور ظاہر الروایۃ کے موافق اُس کے وارثوں کے واسطے مولیٰ پر اُس کی قیمت واجب ہوگی یہ مبسوط میں ہے اور اگر مولیٰ نے پہلے اُس غلام کو آزاد کر دیا پھر اُس غلام نے راہ میں کنواں کھودا اور خود اُس میں گر کر مر گیا تو بلا خلاف مولیٰ پر کچھ واجب نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر اُس کنویں میں کوئی آدمی گر جانے کے بعد مولیٰ نے اُس غلام کو آزاد کیا پس اگر مولیٰ اُس کنویں میں آدمی گرنے سے خبردار نہ ہوا تو اُس پر غلام کی قیمت واجب ہوگی اور اگر آدمی گر جانے کا حال جانتا ہو تو مولیٰ پر اُس کی دیت واجب ہوگی پھر اگر اُس میں دوسرا آدمی گر کر مر گیا تو وہ پہلے مقتول کے وارث سے دیت بٹوالے گا پس امام اعظمؒ کے نزدیک پہلا بقدر دیت کے اور دوسرا بقدر قیمت غلام کے اس دیت میں شریک ہوں گے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ مولیٰ پر دوسرے کے واسطے نصف قیمت واجب ہوگی اور وہ پہلے کا دیت میں شریک نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر غلام نے راہ میں بلا اجازت مولیٰ کے کنواں کھودا پھر کبلی کو خطا سے قتل کیا اور

مثلاً قیمت غلام ایک ہزار اور دیت دس ہزار ہو تو اول کو دس حصے اور دوم کو ایک حصہ ملے گا ۱۲ منہ

مولیٰ نے اُس کو ولی مقتول کو دے دیا پھر کنویں میں کوئی آدمی گر کر مر گیا تو ولی مقتول کو اختیار ہوگا چاہے نصف غلام دے دے اور چاہے اُس کے فدیہ میں دیت دے دے یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر گرنے والے کے ولی نے عفو کیا تو کچھ غلام مولیٰ کی طرف واپس نہ ہوگا اور اس مسئلہ میں گرنے والے کے والی اور مولائے غلام کے درمیان کچھ خصومت نہ ہوگی بلکہ خصومت اُس کے ساتھ ہوگی جس کے قبضہ میں بالفعل وہ غلام ہے یہ محیط میں ہے اور اگر پہلے اُس کنویں میں کوئی آدمی گر کر مر گیا اور مولیٰ نے اُس کے ولی کو غلام مذکور دے دیا پھر غلام نے خطا سے کسی کو قتل کیا اور ولی ساقط نے بھی غلام وارث مقتول کو دیا پھر کنویں میں دوسرا آدمی گر کر مر گیا تو ولی مقتول کو اختیار ہوگا چاہے تہائی غلام گرنے والے کے وارث کو دے دے یا اس کے فدیہ میں دیت دے دے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر غلام نے باجارت مولیٰ کنواں کھودا پس اگر ملک مولیٰ میں کھودا ہو تو گرنے والے کی ضمانت مولیٰ کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اگر غیر ملک مولیٰ میں ہو تو غلام کی گردن پر ضمان ہوگی خواہ غلام اس کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو حاوی میں ہے اور اگر کنویں میں کوئی آدمی گر گیا اور مر گیا پھر اُس میں دوسرا آدمی گر گیا کہ اُس کی آنکھ جاتی رہی اور غلام جس نے کنواں کھودا ہے بعینہ موجود ہے تو مولیٰ اُس کو دونوں کو دے دے گا کہ دونوں کے درمیان تین^(۱) تہائی بقدر ہر ایک کے حق کے تقسیم ہوگا اور اگر اُس کا فدیہ دینا چاہے تو پندرہ ہزار درم اُس کا فدیہ دے کہ دس ہزار درم ولی مقتول کو اور پانچ ہزار آنکھ والے کو ملیں گے اور اگر دونوں کا حال جاننے سے پہلے اُس نے غلام کو آزاد کر دیا تو اُس کی قیمت دونوں کو دے گا جو تین تہائی دونوں میں تقسیم ہوگی اور اگر قتل کرنا جانتا ہو اور آنکھ پھوٹنے کو نہ جانتا ہو تو اُس پر ولی مقتول کے واسطے دس ہزار درم اور آنکھ والے کے واسطے تہائی قیمت واجب ہوگی۔ اور اگر اس نے غلام کو قبل اس کے کہ کنویں میں کوئی گرے فروخت کیا پھر اس میں کوئی گر گیا اور مر گیا تو بائع پر اُس کی قیمت واجب ہوگی اسی طرح اگر غلام نے خود اپنے تئیں اُس میں ڈال دیا تو ظاہر الروایۃ کے موافق بائع پر اُس کی قیمت مشتری کو دینی واجب ہوگی اور بروایت امام محمدؒ کے اُس کا خون ہدر ہوگا جیسا ہم نے آزاد کر دینے کی صورت میں بیان کیا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر کسی مدبر نے راہ میں کنواں کھودا پھر اُس کو مولیٰ نے آزاد کیا یا مولیٰ مر گیا پس مدبر آزاد ہو گیا پھر مدبر نے اپنے تئیں اس کنویں میں ڈال دیا اور مر گیا تو اُس کے وارثوں کے واسطے مولیٰ کے ترکہ میں سے اُس کی قیمت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ مدبر نے ایک کنواں کھودا اُس میں اُس کا مولیٰ گر گیا یا ایسا شخص^(۲) اگر جس کا مولیٰ وارث ہوگا تو اُس کا خون ہدر ہوگا اور اگر اُس میں مولیٰ کا مکاتب گرا تو قیمت کا ضامن ہوگا پس مولیٰ اسی مدبر کے کھودنے کے روز کی قیمت اور مکاتب کے گرنے کے روز کی قیمت دونوں میں سے کم مقدار کا مواخذہ کیا جائے گا یہ محیط سرخس میں ہے۔ اور اگر مدبر یا ام الولد نے راہ میں کنواں کھودا اور اس کی قیمت ہزار درم ہے پھر اُس میں ایک آدمی گر کر مر گیا تو مولیٰ پر اُس کی قیمت واجب ہوگی پھر اگر اُس میں ایک بعد دوسرے کے گر گیا اور جتنے گرے سب مر گئے اور مملوک کی قیمت اس درمیان میں متغیر ہو کر ناقص یا زائد ہو گئی تو مولیٰ پر ایک وہی اُس کی قیمت واجب ہوگی جو کھودنے کے روز تھی یعنی ہزار درم اور کچھ واجب نہ ہوگا کہ وہی ان سب میں برابر تقسیم ہوگی اسی طرح اگر اُس میں کوئی آدمی گرنے سے پہلے مدبر مر گیا یا مولیٰ نے اُس کو آزاد یا مکاتب کیا یا کسی آدمی کے گر کر مرنے کے بعد مولیٰ نے اُس میں سے کوئی فعل کیا تو بھی مولیٰ پر اُس کی قیمت واجب ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ کی وہ صورت جس میں قیمت وارثان آزاد و مستاجر کے درمیان مشترک ہو☆

نوادرا بن سماعہ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک مکاتب نے راہ میں کنواں کھودا پھر ایک شخص قتل کیا اور اُس پر

مدبر وہ مملوک جس کو اُس کے مالک نے کہا کہ تو میرے مرنے کے بعد یا اتنے دنوں کے بعد آزاد ہے ۱۲ منہ

(۱) اول کو دو و ایک دوم کو ۱۲ (۲) یعنی جو شخص کنویں میں گر کر مر گیا ہو ۱۲

مکاتب کی قیمت دینے کی ڈگری کی گئی پھر کنویں میں ایک آدمی گر کر مر گیا تو فرمایا کہ گرنے والے کا ولی مکاتب کی قیمت میں اس شریک ہو جائے جس نے قیمت لی ہے اور فرمایا کہ مدبر کا بھی یہی حکم ہے اور فرمایا کہ جب گرے ہوئے کا ولی آیا اور اس نے اس شخص سے جس نے مدبر کی قیمت اس کے مولیٰ سے لی ہے قیمت کی بابت مواخذہ کیا تو اس کے اور جس نے قیمت لی ہے۔ دونوں درمیان خصومت نہ ہوگی اور میں اس کے گواہ قیمت لینے والے پر قبول نہ کروں گا بلکہ مولائے مدبر پر اس کے گواہ قبول کروں پھر جب مولیٰ پر پیش کئے گواہوں کی تعدیل ہو جائے تو البتہ جس نے قیمت لی ہے اس سے نصف قیمت واپس لے گا یہ محیط میں سے ایک مدبر نے کنواں کھودا اور اس میں کوئی آدمی گر کر مر گیا اور مولیٰ نے بحکم قاضی اس کی قیمت ہزار درم دے دی پھر مولیٰ مذکور نے قیمت لی ہے مر گیا اور ایک ہزار درم ترکہ چھوڑا اور اس پر دو شخصوں کے دو ہزار درم قرضہ میں ہر ایک کے ہزار درم قرضہ ہیں پھر کنویں میں دوسرا شخص گر گیا اور مر گیا تو ہزار درم جن کو پہلے ولی جنایت نے چھوڑا ہے اس کے قرض خواہوں اور دوسرے ولی جنایت کے درمیان پانچ حصے ہو کر تقسیم ہوں گے یعنی قرض خواہوں کو چار حصے اور اس کو ایک حصہ ملے گا پس اگر بحکم قضا انہوں نے اس طرح حصہ تقسیم کر لیا پھر اور ایک آدمی کنویں میں گر کر مر گیا تو دوسرے ولی جنایت سے اس کا وارث آدھا مال جو اس کے پاس جرمانہ کا وص کیا ہوا ہے لے لے گا اور دونوں مل کر دونوں قرض خواہوں کا دامن پکڑ کر ان سے جو کچھ انہوں نے لیا ہے اس میں سے ہزار درم چوتھائی تک جس قدر ان دونوں کا حصہ ملا کر کم ہے وہ بھی لے لیں گے۔ اور اگر اخیر جنایت کا ولی پہلے ولی جنایت سے نہ ملا بلکہ قرض خواہ سے ملاقات ہوئی تو جو کچھ اس نے میت کے مال سے لیا ہے اس میں سے چوتھائی لے لے گا پھر جب یہ قرض خواہ دوسرے قرض خواہ سے ملے تو دونوں اپنے پاس کا مال جمع کر کے نصف نصف تقسیم کر لیں گے اور دونوں ولی جنایت جب باہم ملاتی ہوں تو اپنے پاس کا مال جمع کر کے باہم آدھا آدھا تقسیم کر لیں گے اور اگر اس کے بعد یہ سب باہم مجتمع ہوئے تو جو کچھ ان کے پاس ہے سب آدھوں پر تقسیم ہوگا جس میں سے دونوں ولی جنایت کو چوتھائی اور قرض خواہوں کو تین چوتھائی دیا جائے گا یہ محیط سرخی میں ہے۔ اور مولیٰ نے پانچ سو درم بلا حکم قاضی ولی اول کو دے دے پھر اس نے جو کچھ لیا ہے وہ مولیٰ کو ہبہ کر دیا تو دوسرے کے ولی کو اختیار چاہے مولیٰ سے نصف تاوان لے یا مولیٰ سے چوتھائی اور ولی اول سے چوتھائی تاوان لے اور اگر مولیٰ نے ولی اول کو بحکم قاضی دے دے تو ولی ثانی کو دو طرح کا اختیار نہ ہوگا بلکہ مولیٰ سے چوتھائی اور ولی اول سے چوتھائی لے لے گا یہ کافی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے غلام مجبور اور ایک آزاد کو مزدور مقرر کیا کہ دونوں اس کے واسطے کنواں کھودیں پھر کنواں دونوں پر گر پڑا اور دونوں مر گئے تو مستاجر غلام کی قیمت اس کے مولیٰ کے واسطے واجب ہوگی پھر یہ قیمت وارثان آزاد کو ملے گی بشرطیکہ نصف دیت سے کم ہو پھر مولیٰ اگر مستاجر سے واپس لے گا پھر مستاجر چونکہ ادائے ضمان سے غلام کا مالک ہوا اور آزاد شخص اس کے نصف پر جنایت کرنے والا ہو گیا آزاد کی مددگار برادری پر غلام کی نصف قیمت مستاجر کے لیے واجب ہوگی اور اگر غلام مازون ہوتا تو مستاجر پر کچھ واجب نہ ہوگا آزاد کی مددگار برادری پر غلام کی نصف قیمت ہوگی پھر یہ وارثان آزاد کو ملے گی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر ایک غلام مجبور و ایک آزاد ایک مکاتب کو اپنے واسطے کنواں کھودنے کے لیے مزدور مقرر کیا پھر کنواں ان سب پر گر پڑا اور مر گئے تو مستاجر پر آزاد و مکاتب ضمان واجب نہ ہوگی اور غلام کی قیمت اس کے مولیٰ کو دے گا پھر جب مولیٰ کی قیمت دے دی تو مولیٰ اس کو وارثان آزاد و مکاتب دے دے گا پس وارثان آزاد اس میں بقدر تہائی دیت کے اور وارثان مکاتب بقدر قیمت کے شریک کئے جائیں گے پھر مولیٰ غلام مستاجر سے دوبارہ عام کی قیمت لے لے گا اور وہ اسی کو سپرد کی جائے گی۔ اور مستاجر کو اختیار ہوگا کہ آزاد کی مددگار برادری

۱۔ تو اس پر یعنی مکاتب پر اپنی قیمت ۱۲

غلام کی تہائی قیمت واپس لے اور وارثان مکاتب بھی آزاد سے مکاتب کی تہائی قیمت واپس لیں گے پھر مکاتب کے ترکہ سے بقدر اُس کی قیمت کے لے جائے گی اور وہ وارثان آزاد و مستاجر کے درمیان مشترک ہوگی اُس میں وارثان آزاد بقدر تہائی دیت کے اور مستاجر بقدر تہائی قیمت غلام کے شریک ہوں گے یہ حاوی میں ہے۔

یہی تاتار خانہ میں تجرید سے منقول ہے اور اگر آزاد و مکاتب مدبر و غلام کو مزدور مقرر کیا کہ میرے واسطے کنواں کھودیں پھر چاروں کے کھودنے میں وہ کنواں چاروں پر گر پڑا اور سب مر گئے اور مدبر و غلام کو کام کی اجازت نہ تھی تو ہم کہتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک اپنے فعل اور اپنے ساتھیوں کے فعل سے تلف ہوا ہے پس اُس کی ذات کا چوتھائی حصہ ہدر ہوگا اور اُس کے ساتھیوں کی جنایت اُس کی تین چوتھائی حصہ میں معتبر ہوگی پھر مستاجر پر غلام و مدبر کی قیمت اُس کے مولیٰ کو دینی واجب ہوگی پھر وارثان آزاد کے واسطے آزاد کی چوتھائی دیت ان میں سے ہر آدمی کی گردن پر واجب ہوگی اور ولی مکاتب کے واسطے مکاتب کی چوتھائی قیمت ان میں سے ہر شخص کی گردن پر واجب ہوگی۔ پس ان دونوں قیمتوں میں وارثان آزاد اور وارثان مکاتب بقدر نصف قیمت مکاتب کے شریک کئے جائیں گے پھر اسی حساب سے باہم تقسیم کر لیں گے پھر دونوں کے مولیٰ اُس کو مستاجر سے واپس لیں گے پھر مستاجر کے واسطے آزاد کی مددگار برادری پر ان دونوں میں سے ہر ایک کی چوتھائی قیمت واجب ہوگی اور نیز اُس کے واسطے مکاتب کی گردن پر ان دونوں میں سے ہر ایک کی چوتھائی قیمت واجب ہوگی حالانکہ مکاتب کے واسطے بھی ان دونوں سے ہر ایک کی گردن پر اُس کی چوتھائی قیمت جس کو یہ ہر ایک نے چھوڑ رکھا ہے واجب ہوئی پس بعض بعض کا بدلہ ہو جائے گا اور آپس میں جس کا جو کچھ زیادہ وہ لے گا اور مکاتب کی چوتھائی قیمت آزاد کی مددگار برادری پر ہوگی پھر یہ قیمت وارثان آزاد لے لیں گے بدین اعتبار کے مکاتب نے چوتھائی آزاد پر جنایت کی لیکن اگر اس قدر قیمت بہ نسبت چوتھائی دیت کے زائد بقدر چوتھائی دیت کے لے کر باقی کو مولائے مکاتب کو واپس دیں گے مگر یہ حکم ایسے شخص کے قول پر درست ہوگا جو کہتا ہے کہ جنایت میں مملوک کی قیمت جہاں تک پہنچے معتبر ہوئی ہے اور دونوں میں سے ہر غلام کی قیمت کی چوتھائی دوسرے غلام کی قیمت میں واجب ہے لیکن چونکہ یہ مستاجر کے ذمے ہے اس واسطے اس کا اعتبار کرنا مفید نہیں ہے پس اگر دونوں غلام کام کے واسطے ماذون ہوں تو مستاجر پر ضمان واجب نہ ہوگی اور ہر ایک کی چوتھائی قیمت دوسرے کی گردن پر ہوگی اور دونوں میں سے ہر ایک کی چوتھائی قیمت آزاد کی مددگار برادری پر ہوگی اسی طرح مکاتب کی چوتھائی قیمت بھی آزاد کی عاقلہ پر ہوگی اور آزاد کی تین چوتھائی دیت ان میں سے ہر ایک پر ایک چوتھائی ہوگی پھر جب آزاد کی مددگار برادری نے ہر ایک کی چوتھائی قیمت دے دی اور ہر ایک نے اس کو لے لیا تو ہم کہتے ہیں کہ مولائے مدبر سے پوری قیمت لی جائے گی جب کہ یہ قیمت جو اُس کو چاہئے اُس کے برابر یا کم ہو پھر یہ قیمت باقیوں میں اس طرح تقسیم ہوگی کہ وارثان آزاد بقدر چوتھائی دیت کے اور مولائے غلام بقدر اُس کی چوتھائی قیمت کے اور مولائے مکاتب بقدر چوتھائی قیمت مکاتب کے شریک کئے جائیں گے اور اگر مکاتب نے بقدر ادائے کتابت کے چھوڑا ہو تو اُس کے ترکہ سے تمام قیمت لے لی جائے گی بشرطیکہ یہ قیمت جس قدر اُس پر واجب ہے اُس سے کم ہو پھر اس میں وارثان آزاد بقدر چوتھائی دیت کے اور مولائے غلام بقدر چوتھائی قیمت کے اور مولائے مدبر بقدر چوتھائی قیمت کے شریک کئے جائیں گے پھر مولائے غلام سب سے جو کچھ اُس نے لیا ہے لے لیا جائے گا اور اُس میں وارثان آزاد بقدر چوتھائی دیت کے اور مولائے مدبر بقدر چوتھائی قیمت مدبر کے اور مولائے مکاتب بقدر چوتھائی قیمت کا مکاتب کے شریک کئے جائیں گے یہ مبسوط میں ہے۔

۱۔ ہر ایک کی توضیح اپنے اپنے مقام پر دیکھنا چاہئے ۱۲

بارہوی باب ☆

بہائم کی جنایت اور بہائم پر جنایت کرنے کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ چوپایہ کی جنایت میں حال سے خالی نہیں یا تو مالک چوپایہ کی ملک میں ہوگی یا غیر مالک کے ملک میں ہوگی یا مسلمانوں کی راہ میں ہوگی پس اگر اُس کی جنایت اُس کے مالک کی ملک میں واقع ہوئی اور مالک اُس کے ساتھ تھا تو اُس کا مالک ضامن نہ ہوگا خواہ چوپایہ جنایت کے وقت کھڑا ہو یا چلتا ہو خواہ اُس نے اپنے ہاتھ یا پاؤں سے روند ڈالا ہو یا ہاتھ پاؤں سے مار دیا ہو یا دم مار دی ہو یا دانت سے کاٹ کھایا ہو۔ اور اگر اُس کا مالک اُس کے ساتھ ہو پس اگر اُس کا قائد یا سائق ہو تو بھی ان سب صورتوں میں ضامن نہ ہوگا اور اگر سوار ہو اور چوپایہ رواں ہوں پس اگر ہاتھ یا پاؤں سے روند ڈالا تو ضامن ہوگا اور اگر اُس کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اُس پر کفارہ لازم ہوگا اور وہ میراث سے محروم^(۱) ہوگا اور اگر کاٹ کھایا یا ہاتھ پاؤں یا دم سے مار دیا تو ضامن واجب نہ ہوگی اور اگر غیر مالک چوپایہ کی ملک میں ہو پس اگر بدون مالک کے داخل کرنے کے دوسرے کی ملک میں داخل ہو گیا ہو مثلاً چھوٹ بھاگا ہو تو اُس کے مالک پر ضمان واجب نہ ہوگی اور اگر اُس کے مالک کے داخل کرنے پر داخل ہو تو مالک سب صورتوں میں ضامن ہوگا خواہ چوپایہ کھڑا ہو یا رواں ہو خواہ اُس کا مالک اُس کے ساتھ اُس کا سائق یا قائد یا سوار ہو خواہ اُس کے ساتھ نہ ہو یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر اُس کے مالک کی اجازت سے ہو تو وہ ایسا ہے جیسے اُس کی ملک میں ہو یہ تبیین^۲ میں ہے اور اگر اُس کی جنایت مسلمانوں کے راستہ میں ہو پس اگر چوپایہ راستہ میں کھڑا ہو اور اُس کے مالک نے کھڑا کیا ہو تو سب صورتوں میں جو کچھ اُس کے فعل سے تلف ہو اُس کا مالک تلف شدہ کا ضامن ہوگا اور اگر چوپایہ رواں ہو اور اُس کا مالک اُس کے ساتھ نہ ہو پس اگر اُس کے مالک کے رواں کر دینے سے رواں ہو گیا ہو تو جب تک اُس رخ رواں رہے دائیں بائیں نہ گھوم جائے تب تک اُس کا مالک جس نے اُس کو رواں کیا ہے ضامن رہے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر دائیں بائیں مڑ گیا پس اگر اُس کا راستہ سوائے اس کے دوسرا نہ ہو تو رواں کرنے والا ضامن ہوگا اور اگر اُس کے چلنے کا دوسرا راستہ بھی ہو تو رواں کرنے والا ضامن نہ ہوگا اور اگر چوپایہ ٹھہر گیا پھر روانہ ہو تو ہانکنے والا ضمان سے بری ہو گیا اور اگر کسی پھیرنے والے نے اُس کو لوٹا یا پس اگر وہ نہ پھرا اور اپنی سیدھ پر چلا گیا تو رواں کرنے والا ضامن ہوگا اور اگر پھر ٹھہر کر روانہ ہو تو کوئی ضامن نہ ہوگا اور اگر پھر انگریز ٹھہرا اور اسی سیدھ پر روانہ ہو تو پھیرنے والا ضامن ہوگا اور اُس نے کچھ تلف کیا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر چوپایہ بدون اپنے مالک کے رواں کئے ہوئے چلا جاتا ہے مثلاً وہ مالک کے ہاتھ سے چھوٹ بھاگا ہے تو سب صورتوں میں اُس کے مال پر ضمان واجب نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اگر چوپایہ نے روندایا ہاتھ یا پاؤں یا سر سے صدمہ پہنچایا یا کاٹ کھایا یا ہاتھ پاؤں مارے تو اُس کا سوار ضامن ہوگا اسی طرح اگر کسی چیز سے ٹکرایا تو بھی ضامن ہوگا یہ ہدایہ میں ہے اور اگر لات ماری یا دم ماری تو اُس کے نقصان کا ضامن نہ ہوگا اور اگر قائد ہو تو اُس کا بھی وہی حکم ہے جو سوار کا حکم ہے اور سائق یعنی پیچھے سے ہانکنے والے کا حکم لات مارنے کی صورت میں کیا ہے سو اس میں مشائخ^۳ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ ضامن ہوگا اور یہ مذہب شیخ ابوالحسن قدوری و مشائخ^۴ عراق میں سے ایک جماعت کا ہے اور بعض نے فرمایا کہ ضامن نہ ہوگا اور اس طرف ہمارے مشائخ^۵ نے میل کیا ہے کذا فی الذخیرہ اور صحیح یہ ہے کہ ہانکنے والا اُس کے لات مارنے سے ضامن نہ ہوگا یہ کافی میں ہے۔

۱۔ بہائم جمع بہیمہ بمعنی چوپایہ جیسے بھینس وغیرہ ۱۲ ۲۔ قائد آگے سے کھینچنے والا اور سائق پیچھے سے ہانکنے والا ۱۳ منہ ۳۔ جیسا کہ اس سے اوپر کی صورت میں مذکور ہوا ۱۴ منہ (۱) اگر مقتول کا وارث ہو ۱۵

نکیل پکڑ کر لے جانے والا یا پیچھے سے ہانکنے والے پر کفارہ کے واجب ہونے کی صورتیں ☆

روند ڈالنے کی صورت میں سوار پر کفارہ واجب ہوگا سائق وقائد پر واجب نہ ہوگا اسی طرح روند ڈالنے کی صورت میں سوار کے حق میں میراث سے محروم ہونا اور وصیت سے محروم ہونا لازم ہوتا ہے سائق وقائد کے حق میں ایسا نہیں ہے یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر چوپایہ کے ساتھ ایک شخص پر سوار ہو اور ایک سائق ہو تو بعض نے فرمایا کہ چوپایہ جو کچھ روند ڈالے سائق اُس کا ضامن نہ ہوگا بلکہ سوار ضامن ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ دونوں پر تاوان لازم ہوگا یہ نہایت ہی ہے۔ منقہی میں ہے کہ ایک شخص پر ایک چوپایہ سواری پر سوار ہو اور اُس کے پیچھے ایک شخص ردیف ہے اور چوپایہ کے پیچھے سائق ہے اور آگے قائد ہے پھر چوپایہ مذکور نے ایک آدمی کو روند ڈالا تو اُس کی دیت ان لوگوں (۱) پر چار چوتھائی ہو کر واجب ہوگی اور سوار و ردیف پر کفارہ بھی واجب ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر چوپایہ نے چلتے ہوئے راہ میں لید یا پیشاب کیا اور اس سے کوئی شخص پھسل کر یا اور کسی طرح تلف ہو گیا تو ضامن نہ ہوگا اسی طرح اگر چوپایہ کو اس ضرورت کے واسطے کھڑا کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اسی طرح اگر خود چوپایہ لید کرنے یا پیشاب کرنے کے واسطے کھڑا ہو گیا یا اُس کا لعاب بہا اور اس کے ذریعہ سے کوئی آدمی تلف ہوا تو بھی ضامن نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر چوپایہ کو کسی اور غرض سے کھڑا کیا پھر کوئی آدمی اُس کی لید یا پیشاب سے تلف ہوا تو ضامن ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔

اگر اُس نے اپنے ہاتھ یا پاؤں سے کنکریاں یا فرے کی گھٹلیاں ٹاپ کر اڑائیں یا غبار یا سنگریزے اڑائے اور کسی کی آنکھ موڑی یا اس کے کپڑے خراب کئے تو ضامن نہ ہوگا اور اگر بڑا پتھر ہو تو ضامن ہوگا اور سوار و ردیف کو سائق وقائد اس حکم میں یکساں ہے یہ کافی میں ہے۔ اگر ایک شخص اپنے جانور سواری پر سوار ہو کر راہ میں چلا جاتا تھا پھر اُس نے ایک پتھر سے جس کو ایک شخص نے راہ میں رکھا ہے یا ایک دکان سے جس کو کسی نے راہ میں بنایا ہے ٹھوکر کھائی یا پانی سے جس کو کسی نے راہ میں ڈالا ہے پھسل کر کسی آدمی پر گرا روہ مر گیا تو ضامن اُس شخص پر واجب ہوگی جس نے ان چیزوں کو راہ میں پیدا کیا ہے اور مشائخؒ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ اگر اس چیز کو جو راہ میں پیدا کی گئی ہے نہ جانتا ہو اور اگر جانتا ہو پھر قصد اُس جانور کو اسی جگہ چلایا تو ضامن اُسی پر ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ قدوری میں ہے کہ اگر کسی شخص نے مسلمانوں کی بڑی مسجد یا کسی مسجد کے دروازہ پر اپنا گھوڑا کھڑا کیا اور اُس نے کسی آدمی کو لات لگی تو وہ ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اور اگر امام نے دروازہ مسجد کے پاس جانور ان سواری کے کھڑے ہونے کے واسطے کوئی جگہ مقرر کر دی ہو تو وہاں کھڑے ہونے سے جو حادثہ جانوروں سے پیش آئے اُس کی ضمان نہ ہوگی یہ تبیین میں ہے لیکن جب یہ جانور سواری کو آگے سے چلایا یا پیچھے ہٹا نکایا اُس مقام میں سوار چلا گیا تو نقصان کا ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے

اگر چوپاؤں کے بازار میں اپنا چوپایہ کھڑا کیا اور اُس نے لات ماری تو اُس کے مالک پر ضمان واجب نہ ہوگی اور جو کشتی سے پر بندھی ہو اس کا بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔

منقہی میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر سلطان کے دروازے پر اپنا گھوڑا کھڑا کیا حالانکہ اُس کے دروازہ پر سواری کے کھڑے کئے جاتے ہیں تو فرمایا کہ جو صدمہ اُس سے پہنچے اُس کا ضامن ہوگا یہ حاوی میں ہے۔

اگر جنگل میں اپنا چوپایہ کھڑا کر دیا تو ضامن نہ ہوگا الا اُس صورت میں کہ پگ ڈنڈی پر کھڑا کر دیا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں کہ ایک شخص نے اپنا چوپایہ کسی زمین میں جو اُس کے اور غیر کے درمیان مشترک ہے کھڑا کیا پھر اُس نے اپنے پاؤں یا ہاتھ سے

کی توضیح گذر چکی ۱۲ ع سوار کے پیچھے ایک ہی جانور پر دوسرا جو سوار ہو اس کو ردیف کہتے ہیں ۱۲ (۱) یعنی ہر ایک پر ایک چوتھائی ۱۲

کوئی صدمہ پہنچایا تو قیاس یہ ہے کہ وہ نصف کا ضامن ہوگا اور استحساناً کچھ ضامن نہ ہوگا اور ہمارے بعض مشائخ^۱ نے فرمایا کہ یہ اس وقت ہے کہ ایسے مقام پر کھڑا کیا جہاں چوپایہ کھڑے کئے جاتے ہیں اور اگر کسی ایسی جگہ کھڑا کیا جہاں چوپایہ نہیں کھڑے جاتے ہیں تو قیاساً استحساناً فعل چوپایہ سے جو کچھ تلف ہو اُس کا ضمان ہوگا یہ خیرہ میں ہے۔ اگر کسی نے اپنا چوپایہ مسلمانوں کی راہ میں کھڑا کیا اور اُس کو نہ باندھا پھر وہ اس جگہ سے چلا گیا اور کوئی چیز تلف کی تو مالک ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کوراستہ میں باندھ کر کھڑا کیا اور وہ کھوئے میں بندھا ہوا گھوما اور کسی چیز کو تلف کیا پس اگر رسی کھل جانے کے بعد اپنی جگہ سے ہٹ کر اُس نے تلف کی تو اُس کے مالک پر ضمان نہ ہوگی اور اگر رسی اپنے حال پر رہی اور اُس نے کچھ تلف کیا تو اُس کی خیانت کا ضامن ہے اگرچہ جہاں کھڑا کیا تھا وہاں سے جنبش کر جائے یہ محیط میں ہے اور اگر گھوڑے نے سرکشی کے اثرنا شروع کیا اور مالک نے اُس کو مار لگام کھینچی پس اس نے لات یا دم سے کسی کو مارا تو مالک ضامن نہ ہوگا اسی طرح اگر مالک اُس کی پیٹھ سے گر پڑا اور گھوڑا اپنی سیدھ چلا گیا اور اُس نے کسی آدمی کو مار ڈالا تو مالک پر کچھ واجب نہ ہوگا یہ حاوی میں ہے۔ اگر ایک گدھا کرایہ کیا اور راہ میں چند لوگ بیٹھے تھے وہاں کھڑا کر کے ان لوگوں کو سلام کیا پھر اس کے مالک نے اُس کو انگلی سے ٹھیلایا مارا یا ہانکا اور اُس نے کسی کو لات ماری دونوں ضامن ہوں گے اور وہ مثل ہانکنے کا حکم کرنے والے کے ہوگا یہ خزانہ المفتیین میں ہے۔ اگر جانور چلا جاتا ہو اور اُس پر ایک آدمی سوار ہو پس اُس کو کسی شخص نے انگلی سے ٹھیلایا اور چوپایہ نے سوار کو گرا دیا تو انگلی چوٹنے والے پر کچھ واجب نہ ہوگا بشرطیکہ اُس نے مالک کی اجازت سے یہ فعل کیا ہو اور اگر اُس کی بلا اجازت ایسا کیا تو اُس پر پوری دیت واجب ہوگی اور اگر چوپایہ نے ٹھیلنے والے کو مارا اُس کا خون ہدر ہوگا اور اگر کسی دوسرے شخص کو دم یا لات سے یا اور کسی طرح صدمہ پہنچایا پس اگر بدون اجازت سوار کے ہو تو ٹھیلنے کا ضامن ہوگا اور اگر اُس کی اجازت سے ہو تو دونوں پر ضمان واجب ہوگی سوائے دم سے مارنے یا لات مارنے کے کہ یہ دونوں ہدر ہیں یہ خلاصہ و محیط و فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ لیکن اگر سوار اپنے غیر ملک میں کھڑا ہوا اور ایک شخص کو حکم دیا کہ اُس کو انگلی سے ٹھیلے چوپایہ نے اس کے ٹھیلنے سے کسی شخص کو لات ماری تو دونوں پر ضمان واجب ہوگی اور اگر سوار کی اجازت نہ ہو تو پوری ضمان ٹھیلنے والے پر واجب ہوگی اور اس پر کفارہ واجب نہ ہوگا کذا فی الخلاصہ اور یہ حکم اس وقت ہے کہ چوپایہ کے بغیر انگلی سے ٹھیلنے کے لات ماری اور اگر فی الفور نہ ماری ہو تو اُس پر ضمان واجب نہ ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر کوئی شخص گھوڑے کو آگے سے پکڑے ہوئے لئے جاتا ہو اور کسی شخص نے اس کے بدن پر انگلی سے چونکا اور وہ بدک کر قائد کے ہاتھ سے چھوٹ بھاگا اور فی الفور کسی کو تلف کیا تو انگلی چوٹنے والے پر ضمان واجب ہوگی اسی طرح اگر چوپایہ مذکور کا کوئی سائق ہو اور کسی شخص نے اُس کو انگلی سے چپیدیا تو بھی یہی حکم ہے یہ میں ہے۔ ایک چوپایہ کا ایک سائق و ایک قائد ہے اور ان دونوں میں سے کسی کے بغیر اجازت ایک شخص نے اُس کو انگلی سے ٹھیلایا اس نے کسی کو لات ماری تو چپیدہ نے والے پر خاصہ ضمان واجب ہوگی اور اگر انگلی سے ٹھیلنا ان دونوں میں سے کسی کی اجازت سے ہو تو کسی پر ضمان واجب نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان ہے اور اگر انگلی سے چوٹنے والا کوئی غلام ہو تو چوپایہ کی جنایت غلام کی گردن پر ہے اور اگر لڑکا ہو تو وہ مثل مرد کے ہے یہ حاوی میں ہے۔ اگر ایک شخص کا چوپایہ رواں ہو اور وہ اس پر سوار ہو پھر اُس نے کسی غلام کو حکم دیا کہ اس کو چونک دے اور چوپایہ نے چوٹنے سے کسی شخص کو لات ماری تو ان دونوں میں سے کسی پر ضمان واجب نہ ہوگی اور اگر چوپایہ کے ساتھ ہی کسی آدمی کو روند ڈالا تو اُس کی ضمان ان دونوں پر نصفاً نصف واجب ہوگی پس نصف سوار کی مددگار برادری پر اور نصف چوپایہ کی مددگار برادری پر۔

۱۔ مترجم کہتا ہے کہ جب یہ قید معتبر ہوگی تو اس سے یہ مفاد ہوگا کہ تو اگر کسی نے ایسے مقام پر جانور کھڑا کیا جس جگہ چوپایہ کھڑے کئے جاتے ہیں تو ضامن نہ ہوگا اگرچہ وہ مقام چوپایہ کھڑا کرنے والے اور غیر کے درمیان مشترک ہو۔ ۲۔ جانور کو آگے سے کھینچنے والے کو قائد کہتے ہیں ۱۲۔

غلام کی گردن پر کہ جس کے عوض وہ غلام دیا جائے گا یا اُس کا مولیٰ اُس کا فدیہ دے گا پھر مولائے غلام اس سوار سے غلام کی قیمت لے گا بشرطیکہ اُس کی قیمت نصف دیت سے کم ہو بشرطیکہ یہ غلام جس کو چوکنے کا حکم دیا ہے غلام مجبور ہو اور اگر یہ غلام مازون ہو تو اُس کا مولیٰ جو کچھ اُس کو تاوان دینا پڑا ہے وہ حکم دہندہ سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر سوار نے چوپایہ کے پیچھے سے ہانکنے یا آگے سے لے چلنے کا حکم دیا تو مثل چوکنے کے حکم دینے کے اس کا بھی جواب ہے اور اگر سوار غلام ہو اور اُس نے دوسرے غلام کو حکم دیا کہ چوپایہ کو پیچھے سے ہانک دے اور چوپایہ نے کسی شخص کو روند ڈالا پس اگر دونوں مازون ہوں تو ضمان ان دونوں کی گردن پر آدھی آدھی ہوگی کہ جس کے عوض یہ دونوں غلام دے دیے جائیں گے یا ان کے مولیٰ ان کا فدیہ دیں گے اور غلام مامور کا مولیٰ غلام حکم دہندہ سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر غلام مامور مجبور ہو اور حکم دہندہ مازون ہو تو بھی ضمان ان دونوں کی گردن پر ہوگی اور جب مولائے مامور نے وہ غلام دے دیا یا اُس کا فدیہ نصف دیت دے دی تو غلام حکم دہندہ سے اپنے غلام کی قیمت واپس لے گا اور اگر دونوں مجبور ہوں تو بھی ضمان ان دونوں کی گردن پر ہوگی اور جب غلام مامور کے مولیٰ نے اُس کو دیا یا نصف دیت اُس کا فدیہ دیا تو فی الحال غلام حکم دہندہ سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے پھر جب وہ آزاد ہو جائے تو اُس سے اپنے غلام کی قیمت واپس لے سکتا ہے اور اگر حکم دہندہ مجبور اور مامور مازون ہو تو بھی ضمان ان دونوں کی گردن پر ہوگی اور جب غلام مامور کے مولیٰ نے اپنا نصف غلام دیا یا اُس کا فدیہ دیا تو غلام حکم دہندہ سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے۔ نہ فی الحال اور نہ بعد اُس کے آزاد ہو جانے کے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر چوپایہ سواری راہ میں ایسی چیز کے پاس گذر جو راہ میں کھڑی کی گئی تھی پس اس چیز کی نہیں اُس کے بدن میں لگی یعنی یہ چیز چھپی پس اس نے لات ماری اور کوئی آدمی مر گیا تو جس نے اس چیز کو کھڑا کیا ہے اُس پر ضمان واجب ہوگی یہ حاوی میں ہے۔

مشقی میں ہے کہ ایک شخص اپنے گھوڑے پر سوار راہ میں کھڑا ہے پس اس نے ایک شخص کو حکم دیا کہ اس جانور کو چونک دے اس نے چونکا پس اُس نے ایک آدمی کو ہلاک کیا اور حکم دہندہ کو گرا دیا تو مرد اجنبی کی دیت اُس چوکنے والے اور حکم کرنے والے دونوں پر واجب ہوگی اور جس نے حکم کیا تھا اُس کا خون ہدر ہوگا اور اگر وہ گھوڑا بعد حکم کے اپنی جگہ سے روانہ ہو گیا ہو پھر مامور نے چونکا دیا تو الفور اُس نے لات ماری تو ضمان چوکنے والے پر ہوگی حکم دہندہ سوار پر نہ ہوگی اور اگر روانہ نہ ہوا مگر چوکنے والے اور ایک اجنبی ولات مار کر دونوں کو مار ڈالا تو اجنبی کی دیت چوکنے والے پر اور سوار پر ہوگی اور اگر مارنے اُس کو راہ میں کھڑا نہ کیا لیکن گھوڑے نے حرونی کی اور ٹھہر گیا پس اُس نے یا غیر نے اُس کو چونکا تا کہ چلے اور اُس نے کسی کو لات ماری تو دونوں میں سے کسی پر ضمان واجب نہ ہوگی۔ ایک شخص نے راہ میں اپنا گھوڑا کھڑا کر دیا تھا اُس پر دوسرا شخص سوار کیا پس اُس نے لات مار کر کسی کو تلف کیا تو اُس کی دیت گھوڑے کے مالک اور سوار دونوں پر نصفاً نصف ہوگی اور اگر ایک شخص نے سرے کا چوپایہ راہ میں کھڑا کر کے باندھ دیا اور خود غائب ہو گیا پھر مالک نے ایک شخص کو حکم دیا کہ اس کے چونک دے پس اُس کے نکلنے سے اُس نے لات ماری خواہ کسی غیر کو یا حکم دہندہ کو اُس کی دیت چوکنے والے پر ہوگی اور اگر حکم دہندہ نے اُس کو راہ میں کھڑا ہو پھر ایک شخص کو اُس کے چوکنے کا حکم کیا اور چوپایہ نے کسی کو قتل کیا تو اُس کی دیت چوکنے والے اور حکم دہندہ دونوں پر نصفاً نصف ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر چوپایہ ایک پتھر سے جس کو کسی نے راہ میں رکھا ہے بدک گیا تو پتھر رکھنے والا بمنزلہ چوکنے والے کے ہے یہ سراسر حسی میں ہے۔ ایک شخص نے اپنا گدھا چھوڑا اور وہ ایک شخص کے کھیت میں گیا اور اُس کی کھیتی خراب کر دی پس اگر چھوڑنے والے نے اُس کو چھوڑا اور اُس کو کھیتی کی طرف ہانکا ہو مثلاً اس کے پیچھے ہو تو ضامن ہوگا اور اگر پیچھے نہ ہو لیکن وہ گدھا اپنی سیدھ پر چلا

مجبور جس کو اجازت تصرفات مع غیرہ کی نہ ہو ۱۲

گیا اور دائیں یا بائیں مڑا اور فوراً چلا گیا اور اس نے کوئی کھیت پا کر اُس کو خراب کیا تو بھی ضامن نہ ہوگا اور اگر دائیں بائیں سمت گیا پھر کھیتی کو پا کر خراب کیا پس اگر یہی ایک ہی راہ نہ ہو تو ضامن نہ ہوگا اور اگر ایک ہی راہ ہو تو ضامن ہوگا اور اگر مالک نے اس کو چھوڑا اور وہ ایک ساعت ٹھہر گیا پھر کھیت میں گیا اور خراب کیا تو چھوڑنے والا ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر ایک شخص نے بہائم میں سے کسی بہیمہ کو چھوڑ دیا اور اُس کا ہانکنے والا ہے.....☆

شیخ امام ابو بکر محمد بن الفضل بخاریؒ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے گاؤں میں سے اپنی گائے اپنی زمین کی طرف چھوڑی اور اُس نے دوسرے کے کھیت میں گھس کر اُس کا کھیت کھایا پس اگر سوائے اس راہ کے اُس کا دوسرا راستہ ہو تو ضامن نہ ہوگا اور اگر راستہ یہی ایک ہو تو ضامن ہوگا۔ اور اگر چوپایہ سواری اپنے تھان سے نکلا اور اُس نے کسی شخص کا کھیت خراب کیا یا چراگاہ میں چھوڑا اور اُس نے وہاں سے کھیت اجازت و ضمان واجب نہ ہوگی اسی طرح کتے اور بلیوں کا حکم ہے کہ اگر انہوں نے لوگوں کے مالوں میں سے کچھ خراب کیا تو مالک پر ضمان واجب نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے بہائم میں سے کسی بہیمہ کو چھوڑ دیا اور اُس کا ہانکنے والا ہے اور فی الفور اس نے کسی مال یا آدمی کو صدمہ پہنچایا تو ضامن ہوگا اور اگر پرند کو چھوڑا اور اس کو ہانکا اور فی الفور اس نے کسی کو صدمہ پہنچایا تو ضامن نہ ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ ایک شخص نے اپنا کتا ایک بکری پر چھوڑا پس اگر وہ ٹھہر گیا پھر اُس نے جا کر بکری کو مار ڈالا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر فوراً چھوڑتے ہی جا کر بکری کو مار ڈالا تو جامع صغیر میں مذکور ہے کہ ضامن نہ ہوگا اور اگر وہ سائق نہ ہو یعنی اُس کے پیچھے نہ ہو اور ایسا ہی قدوری نے ذکر کیا ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ وہ ضامن ہوگا اور مشائخ نے امام ابو یوسفؒ کا قول اختیار کیا ہے اور فقیہ ابو اللیثؒ نے شرح جامع صغیر میں ذکر کیا کہ ایک شخص نے اپنا کتا چھوڑا اور فی الفور اُس نے کسی آدمی کو قتل کیا یا اُس کے کپڑے پھاڑ ڈالے تو چھوڑنے والا ضامن ہوگا اور نا طقی نے ذکر کیا کہ ایک شخص نے اپنے کتے کو ایک شخص پر لٹکا اور اُس نے اُس کو کاٹا یا اس کے کپڑے پھاڑے تو امام ابو حنیفہؒ کے قول میں ضامن نہ ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ضامن ہوگا اور فتویٰ کے واسطے امام ابو یوسفؒ کا قول مختار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کسی شخص کا کتا کبھا ہو کہ جو اُس طرف گذرتا ہے اُس کو کاٹ کھاتا ہے تو اہل شہر کو اس کے قتل کر ڈالنے کا اختیار ہے اور اگر اُس نے آدمی کو تلف کیا پس اگر اس سے پہلے اُس کے مالک کو اس سے اطلاع دی گئی اور مطالبہ کیا گیا تھا تو وہ ضامن ہوگا ضامن نہ ہوگا جیسا کہ جھکی ہوئی دیوار کا حکم ہے یہ تمیین میں ہے اور اگر شکار پر اپنا کتا چھوڑا اور اُس نے کسی آدمی کو پکڑ کر صدمہ پہنچایا اور مالک اُس کے پیچھے اُس کا سائق نہ تھا تو روایت ظاہرہ کے موافق ضامن نہ ہوگا اور روایات ظاہرہ ہی پر اعتماد ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنا مست اونٹ دوسرے کے دار میں داخل کیا اور دار میں اس کا اونٹ ہے پس مست اونٹ اُس کے اونٹ پر چڑھ بیٹھا اور اُس کو مار ڈالا تو مشائخؒ نے اس میں اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ مست اونٹ کے مالک پر ضمان نہ ہوگی اور بعض نے فرمایا کہ اگر مست اونٹ کے مالک نے اُس کو مالک مکان کی اجازت سے دار میں داخل کیا ہے تو ضمان نہ ہوگی اور اگر بدون اجازت داخل کیا ہے تو ضامن ہوگا اور اسی کو فقیہ ابو اللیثؒ نے اختیار کیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ محیط میں ہے۔ اور راہ میں جو قطار کا قائد ہو یعنی آگے سے ماتھ پکڑے ہوئے لئے جاتا ہو وہ اول قطار و اخیر قطار سب کا ضامن ہے اگر چہ قطار بہت بڑی ہو کہ قائد سے اُس کے آخر تک کا ضبط ممکن نہ ہو۔ اور اگر اُس کے ساتھ سائق ہو پیچھے سے ہانکتا ہو تو دونوں پر ضمان واجب ہوگی اور اگر دوسائق ہوں تو دونوں پر ضمان واجب ہوگی اور اگر تیسرا درمیان قطار میں ہو تو سب تین تہائی کے ضامن ہوں گے اور اس قول سے یہ مراد ہے کہ دوسرا شخص قطار کے کسی جانب ہانکتا چلتا تھا پس بعض کا ہانکنا مثل کل کے ہانکنے کے ہوگا بدینی وجہ کہ اتصال ہے اس وجہ سے ضمان دونوں پر نصفاً نصف ہوگی اور اگر اُس نے درمیان قطار میں ہو کر اونٹ کی ٹکیل پکڑ لی تو جس

قد راوٹ اُس کے پیچھے ہیں اُن سے جو صدمہ پہنچے گا اُس کا خاص یہی ضامن ہوگا اور جو اُس کے آگے کے اونٹوں سے صدمہ پہنچے گا وہ دونوں پر نصفانصف ہوگا اور اگر کبھی درمیان میں ہو جاتا ہو اور کبھی آگے اور کبھی پیچھے تو وہ سائق ہوگا اور ضمان دونوں پر نصفانصف رہے گی یہ خزائنہ المختار میں ہے۔

اگر وہ شخص جو درمیان قطار میں ہے۔ اونٹ کی ٹکیل پکڑے ہوئے اپنے پیچھے کے اونٹوں کو کھینچنے لے جاتا ہو اور سامنے کے اونٹوں کو نہ ہانکتا ہو پس جو نقصان اس کے پیچھے کے اونٹوں سے ہو اُس کی ضمان قائد اول پر نہ ہوگی اور جو اُس کے آگے والے اونٹوں سے ہو اُس کی ضمان اس پر نہ ہوگی بلکہ قائد اول پر ہوگی اس وجہ سے یہ اگلے اونٹوں کا سائق نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر درمیان قطار میں ایک شخص ایک اونٹ پر سوار ہو اور ان اونٹوں میں سے کسی کا سائق نہ ہو یعنی پیچھے سے نہ ہانکتا ہو تو سامنے والے اونٹوں سے جو نقصان پہنچے اُس کا یہ ضامن نہ ہوگا لیکن جس پر یہ سوار ہے اُس سے یا اس کے پیچھے والے اونٹوں سے جو نقصان پہنچے اُس کی ضمان میں یہ بھی باقی قائد و سائق کا شریک ہوگا اور بعض متاخرین نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب پچھلے اونٹوں کی مہار اس کے ہاتھ میں ہو کہ یہ ان کا قائد ہو۔ اور اگر اپنے اونٹ پر سوتا یا بیٹھا ہو ایسا کوئی فعل نہ کرتا ہو جس سے پچھلے اونٹوں کا قائد ہو تو اُس پر پچھلے والوں کی ضمان بھی کچھ نہ ہوگی اور وہ پچھلے اونٹوں کے حق میں ایسا ہے جیسے ایک اونٹ پر اسباب لدا ہوا ہے یہ مبسوط سے نہایت میں منقول ہے۔ منغنی میں فرمایا کہ اگر ایک شخص ایک قطار کا قائد ہو اور قطار کے پیچھے سائق ہو اور آگے ایک شخص ایک اونٹ پر سوار ہو پھر سوار کے اونٹ نے کسی آدمی کو تلف کر دیا تو دیت ان سب پر تین تہائی ہوگی اسی طرح اگر سوار کے پچھلے اونٹوں میں کسی اونٹ نے ایسا کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر سوار کے اگلے اونٹوں میں سے کسی نے ایسا کیا تو اُس کی ضمان قائد و سائق پر نصفانصف ہوگی اور سوار پر کچھ نہ ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر ایک شخص ایک قطار کا قائد ہو اور ایک شخص نے اپنا اونٹ بھی اس قطار میں باندھ دیا اور قائد کو کور کو معلوم نہ ہوا پھر اس باندھے ہوئے اونٹ نے یہ جنایت کی کہ ایک آدمی کو مار ڈالا تو اُس کی دیت قائد کی مددگار برادری پر ہوگی پھر قائد کی مددگار برادری مال دیت کو باندھنے والے کی مددگار برادری سے واپس لے گی اور اگر قائد کو اُس کا باندھنا معلوم ہو تو اُس کی مددگار برادری مال دیت کو باندھنے والے کی مددگار برادری سے واپس نہیں لے سکتی ہے۔ اور اگر اونٹ کی قطار کھڑی ہو اور اس حالت میں ایک شخص نے اپنا اونٹ قطار میں باندھ دیا پھر قائد اپنی قطار کو لے چلا پھر اس اونٹ کے کسی آدمی کو تلف کیا تو قائد کی مددگار برادری ضامن ہوگی اور باندھنے والے کی مددگار برادری سے واپس نہیں لے سکتی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کوئی چوپایہ چھوٹ بھاگا اور اُس نے کسی آدمی یا مال کو تلف کیا خواہ دن ہو یا رات ہو تو اُس کے مالک پر ضمان نہ ہوگی یہ ہدایہ میں ہے۔ نوازل میں ہے کہ اگر کھیتی کے مالک نے چوپایہ کے مالک سے کہا کہ تیرا چوپایہ میری کھیتی میں ہے پس چوپایہ کے مالک نے اُس کو نکالا اور نکالنے کی حالت میں اُس نے کھیتی کو برباد کیا پس اگر کھیتی کے مالک نے اُس سے یہ نہ کہا ہو کہ اپنے چوپایہ کو نکال لے تو چوپایہ کا مالک ضامن ہوگا اور اگر نکال لینے کا حکم دیا ہو تو ضامن نہ ہوگا اور اسی کو فقیہ ابواللیثؒ نے اختیار کیا ہے اور فقیہ ابونصر نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں وہ ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک نے اپنی کھیتی میں رات کے وقت دو تیل گھسے ہوئے دیکھے اور اور گمان کیا کہ یہ میرے گاؤں والوں کے ہیں پس اگر دونوں کسی دوسرے گاؤں والوں کے ہوں اور اُس نے چاہا کہ دونوں کو مربوط میں داخل کرے پھر ایک تیل مربوط میں داخل ہو گیا اور دوسرا فرار ہو گیا اور اُس نے پیچھا کیا مگر نہ پایا اور تیل کا مالک آیا اور اُس نے اس سے ضمان لینی چاہی تو امام ابو بکر محمد بن الفضلؒ نے

مترجم کہتا ہے کہ ظاہر کلام امام محمد متحمل ایسے تکلف کا نہیں باوجودیکہ اس میں سخافت ظاہر ہے اور اولیٰ یہی ہے کہ بغیر کسی تکلف کے وہ کلام ایک وجہ پر رکھا جائے ۱۲ ح ۲ وہ شخص جو جانور کو آگے کی طرف سے کھینچتا ہو ۱۲

فرمایا کہ اگر پکڑنے کے وقت اُس کی نیت یہ ہو کہ اُس کے مالک کو نہ دے تو ضامن ہوگا اور اگر یہ نیت ہو کہ پکڑ لے تاکہ اُس کے مالک کو واپس کر دے لیکن اُس کو گواہ کر لینے کا موقع نہ ملا اور نہ کسی گواہ کو پایا تو ضامن نہ ہوگا کذا فی فتاویٰ قاضی خان پھر شیخؒ سے دریافت کیا گیا کہ اگر یہ امر دن میں واقع ہو تو فرمایا کہ اگر نیل دوسرے گاؤں والوں کا ہو تو اُس کا حکم لفظہٗ کا حکم ہوگا کہ اگر اُس نے باوجود قدرت کے اس امر پر گواہ نہ کئے کہ میں اس واسطے اس کو پکڑ کر مرابط میں باندھتا ہوں کہ اُس کے مالک کو واپس کر دوں تو ضامن ہوگا اور اگر اُس نے گواہ نہ پائے تو یہ امر اُس کے واسطے عذر ہوگا اور اگر نیل اس کے گاؤں کا ہو اور اُس نے اپنی کھیتی سے نکال دیا اور اس سے زیادہ کچھ نہ کیا تو ضامن نہ ہوگا اگر چہ ضائع ہو جائے اور اگر اپنی کھیتی سے باہر نکالنے کے بعد اُس کو ہانکا تو ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنی کھیتی میں کوئی چوپایہ پا کر اُس کو کھیتی سے باہر نکال دیا پھر بھیڑیے نے اُس کو کھالیا تو مشائخؒ نے اس میں اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ ضامن ہوگا اور بعض نے کہا کہ اگر کھیتی سے باہر نکال کر پھر اُس کو نہ ہانکا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر نکالنے کے بعد اُس کو ہانکا تو ضامن ہوگا اور امام ابو بکر محمد بن الفضل اور شیخ علی سعدی اسی پر فتویٰ دیتے تھے اور فقیہ ابو نصر الدبوسی فرماتے تھے کہ اگر اُس کو کھیتی سے نکالنے کے بعد ایسی جگہ تک جہاں سے اپنی کھیتی میں دوبارہ آجانے سے مامون ہو جائے ہانک دیا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر اس سے زیادہ ہانکا تو ضامن ہوگا اور فتویٰ اسی پر ہے جس کو امام فضلی نے اختیار کیا ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر اس کو اس واسطے ہانکا کہ اُس کے مالک کو واپس کر دے اور وہ راہ میں مر گیا یا اُس کا پاؤں ٹوٹ گیا تو ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ چرواہے نے اگر اپنی چراگاہ میں اجنبی گائے دیکھی اور اُس کو اتنی دور تک ہانک دیا کہ اُس کی چراگاہ سے نکل جائے تو اُس پر ضمان نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔ ایک کاشتکار نے خاص یا مشترک چرواہے سے بکریاں مانگیں بدین معنی کہ میری زمین میں رات کو رکھا کرے جیسے کہ عادت جاری ہے پس چرواہے مذکور نے منظور کیا اور رات کو بکریاں اُس کی زمین میں رکھیں اور سو گیا پس بکریاں اُس کے پڑوسی کی کھیتی میں چلی گئیں تو کسی پر ضمان واجب نہ ہوگی یہ قیدیہ میں ہے۔ اگر اپنی کھیتی یا باغ انکور میں دوسرے کا چوپایہ پایا اور اُس نے کچھ خراب کر دیا تھا پس مالک باغ یا کھیتی نے اُس کو قید کر لیا اور وہ مر گیا تو مالک باغ یا کھیتی اُس کی قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص کے دار میں بدون اُس کی اجازت کے اپنا چوپایہ داخل کر دیا پھر مالک دار نے اُس کو نکال دیا اور وہ تلف ہو گیا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر کسی شخص کی کوٹھری میں بدون اُس کی اجازت کے اپنا کپڑا رکھا اور کوٹھری کے مالک نے اُس کو پھینک دیا حالانکہ یہ امر کپڑے کے مالک کی غیبت میں کیا تو کپڑے کی قیمت کا ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص لکڑی لدا ہوا گدھا ہانکتا تھا اور کہتا تھا (کوست! کوست!) اور اُس کے آگے ایک شخص تھا جس نے اس کا کلام نہیں سنا پس اُس کے کپڑے میں صدمہ پہنچا کہ وہ پھٹ گئے تو سائق ضامن ہوگا اسی طرح اگر اُس نے اُس کا آواز دینا سنا مگر اُس کو اس قدر فرصت نہ ملی کہ کنارے ہو جائے تو بھی یہی حکم ہے اور اس حکم میں خواہ بہرا ہو یا نہ ہو کچھ فرق نہیں ہے اور اگر اس کو کنارے ہو جانے کی فرصت ملی ہو مگر سننے کے بعد وہ کنارے نہ ہوا تو سائق ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

جانور کے ہاتھ پیر کاٹے جانور میں حلال و حرام کا امتیاز ہوگا یا نہیں؟

فتاویٰ فضلی میں ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کے چوپایہ کا ہاتھ یا پاؤں کاٹ ڈالا پس اگر وہ جانور ایسا ہو کہ اُس کا گوشت نہ کھایا جاتا ہو تو جنایت کنندہ پر اُس کی قیمت واجب ہوگی اور مالک کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اُس چوپایہ کو رکھ لے اور جنایت کنندہ سے نقصان لے لے اور اگر وہ جانور ایسا ہو کہ اُس کا گوشت کھایا جاتا ہو جیسے بکری و گائے داؤنٹ وغیرہ تو بھی ظاہر الروایۃ کے موافق

۱۔ جس کو ہمارے عرف میں پڑا یا بولتے ہیں ۱۲ ح یعنی مانند بنو بنو وغیرہ کے جو معروف ہو ۱۳ ح ہانکنے والا ۱۴ ح

یہی حکم ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر کسی نے پنجرے کا دروازہ کھول دیا اور چڑیا اڑ گئی یا اصطبل کا دروازہ کھول دیا اور سواری کا جانور نکل گیا اور گرم ہو گیا تو کھولنے والا ضامن نہ ہوگا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ضامن ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور مشقی میں لکھا ہے کہ جس کی پیٹھ پر بوجھ لا دیا جاتا ہے اُس کی آنکھ کے نقصان میں اُس کی چوتھائی قیمت واجب ہوتی ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ برذون اور اونٹ و گدھے و خچر کی آنکھ کے واسطے چوتھائی قیمت واجب ہوتی ہے اور نیز گائے حرار و جد و جزار کے بھی آنکھ کے واسطے چوتھائی قیمت واجب ہوتی ہے۔ اور نیز فصیل و جش سہمی آنکھ کے واسطے بھی یہی حکم ہے اور بکری و بار برداری کے جانوروں و چڑیا و کتے و بلی کی ایک آنکھ کے واسطے اس قدر واجب ہوگا جس قدر اُس کی قیمت میں کمی آجائے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ جمع بہائم میں جو نقصان واجب ہوتا ہے وہی واجب ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ذہر ہوا باب ☆

مملوکوں کی جنایت کے بیان میں

اس میں چند تفصیلات ہیں

فصل اول ☆

ریقۃ کی جنایت کے بیان میں

جس سے مولیٰ فدیہ دینے کا اختیار کرنے والا ہو جاتا ہے۔ امام محمدؒ نے اصل میں فرمایا کہ اگر غلام نے کسی آدمی پر ایسی جنایت کی جو موجب مال ہے تو اُس کے مولیٰ کو اختیار ہوگا چاہے اس جنایت کے عوض اُس غلام کو دے دے اور چاہے غلام کا فدیہ یعنی ارش دے دے اور بہر حال جو کچھ اختیار کرے وہ فی الحال لیا جائے گا اُس کی میعاد مقرر نہ ہوگی اور جب تک وہ شخص جس پر جرم واقع ہوا ہے اچھا نہ ہو جائے تب تک ڈگری نہ کی جائے گی اور سوائے قتل نفس کے اس سے کم جرم میں غلام کا عہد اُجرم و خطا دونوں یکساں ہیں کہ دونوں سے مال واجب ہوتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مولیٰ نے ہنوز کچھ اختیار نہ کیا تھا کہ وہ غلام جس سے جنایت واقع ہوئی تھی مر گیا تو جس پر جنایت واقع ہوئی تھی اُس کا حق باطل ہو جائے گا یہ کافی میں ہے اور اگر وہ نہیں مرا لیکن اُس کے مولیٰ نے اُس کو قتل کر ڈالا تو مولیٰ ارش کا اختیار کرنے والا ہو جائے گا اور اگر اُس کو مولیٰ نے قتل نہیں کیا بلکہ اُس کو کسی اجنبی نے قتل کر دیا پس اگر عہد اُجرم کیا تو حق جنایت اول باطل ہو جائے گا اور مولیٰ کو اس سے قصاص لینے کا اختیار ہے اور اگر خطا سے قتل کیا ہو تو مولیٰ اُس سے قیمت لے کر وہی قیمت وارثان مقتول کو دے دے گا اور اُس کو اختیار نہ رہے گا حتیٰ کہ اگر اس قیمت کو صرف کر ڈالے تو اُس سے وہ ارش کا اختیار کرنے والا نہ ہو جائے گا یہ شرح طحاوی میں ہے اور اگر مولیٰ نے فدیہ دینا اختیار کیا پھر وہ غلام مر گیا تو غلام مذکور کے مرنے سے اُس کا مولیٰ بری نہ ہوگا یہ کافی میں ہے اور اگر غلام نے خطا سے جرم کیا اور مولیٰ نے فدیہ دینا اختیار کیا حالانکہ اُس کے پاس اس قدر نہیں ہے جس سے فدیہ ادا کرے تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ فدیہ کا اختیار کرنا بحالہ باقی رہے گا اور وارثان جنایت کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ جو کچھ اُس نے اختیار کیا ہے اُس کو توڑ دیں اور اپنا استحقاق غلام کی گردن پر عادیہ کر دیں مگر ہاں ان کو یہ اختیار ہے کہ مولیٰ سے اپنے

۱۔ ایک قسم کا گھوڑا ہے ۲۔ گائے بھینس و اونٹ کے بچہ کو کہتے ہیں ۳۔ گدھے کے بچہ کو کہتے ہیں ۴۔ اس باندی، غلام کو کہتے

ہیں جس میں محض رقیۃ جو بخلاف مکاتب و مدبر و ام ولد کے ۱۲

قرضہ کا مطالبہ کریں یہاں تک کہ مولیٰ اُس غلام کو فروخت کر کے اُن کا قرضہ یعنی دیت اُس کے ثمن سے ادا کرے اور جو کچھ باقی رہ جائے وہ اُس پر قرضہ رہے گی اور اگر مولیٰ نے غلام کو خود فروخت نہ کیا تو قاضی اُس کی طرف سے فروخت نہ کرے گا بلکہ اُس کو قید کرے گا یہاں تک کہ وہ خود فروخت کرے یا دوسرے شخص کو اُس کے فروخت کرنے کا حکم دے۔ اور بنا بر قول امام ابو یوسف و امام محمد کے اگر مولیٰ نے فدیہ ادا کر دیا تو اُس کا اختیار کرنا پورا ہو جائے گا اور اپنے حال پر رہا اور اگر فدیہ دینے سے عاجز ہوا تو وارثان عنایت کو اختیار ہوگا چاہیں مولیٰ کا اختیار توڑ دیں تاکہ ان کا حق غلام کی گردن پر عود کرے یا مولیٰ نے جو اختیار کیا ہے اُس کو نہ توڑیں بلکہ قاضی سے درخواست کریں کہ بدون رضامندی مولیٰ کے غلام کو اُس کی طرف سے فروخت کر دے اور اُس کے ثمن سے ہمارا حق ادا کر دے پھر جو باقی رہ جائے گا وہ مولیٰ پر قرضہ رہے گا یہ محیط میں ہے۔

غلام محض نے اگر ایک مرتبہ مولیٰ کے فدیہ دے دینے کے بعد پھر جنایت کی تو مولیٰ کو اُس کے دینے یا اُس کے فدیہ دینے میں اختیار دیا جائے گا جیسا کہ جنایت اول میں اسی طرح فدیہ دینے کے بعد جب کبھی جنایت کرے گا تب ہی مولیٰ کو اختیار دیا جائے گا کہ چاہے اس کو دے دے یا اس کا فدیہ دے دے اور اگر پہلی جنایت کی بابت مولیٰ نے ہنوز کچھ اختیار نہ کیا تھا کہ غلام مذکور نے پھر جنایت کی یا دونوں جنایتیں ایک ہی ساتھ کیں یا چند جنایتیں ایک بارگی کیں تو اُس کے مولیٰ سے کہا جائے گا کہ چاہے اس غلام کو سب جنایتوں کے بدلے دے دے یا ہر جنایت کا ارش اس کا فدیہ دے پھر اگر اُس نے غلام کو سب اہل جنایت کو دے دیا تو وہ لوگ اُس کو اپنے مقدار حصوں کے موافق باہم تقسیم کر لیں گے اور ہر ایک کا حق اُسی قدر ہوگا جتنا اُس کی جنایت کا ارش ہے یہ تمین میں ہے۔ پس اگر غلام نے ایک کو قتل کیا ہو اور دوسرے کی آنکھ پھوڑ دی ہو تو دونوں اُس کی قیمت کو تین تہائی تقسیم کر لیں گے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اسی طرح اگر تین آدمیوں کو تین زخم شجاج یعنی تین زخم سر و چہرہ سے زخمی کیا اور تینوں مختلف ہیں تو یہ سب باہم اُس کی قیمت کو بقدر اپنی اپنی جنایت کے تقسیم کر لیں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر غلام نے کوئی جنایت کی اور مولیٰ کو اُس کے دینے یا اُس کا فدیہ دینے کا اختیار دیا گیا پس اُس نے آدھا غلام دینا اور آدھے کا فدیہ دینا اختیار کیا تو اُس میں چند صورتیں ہیں ایک یہ کہ ولی جنایت ایک شخص ہو مثلاً ایک شخص کو اُس نے قتل کیا اور اُس کا ایک بیٹا ہے یا غلام نے ایک شخص کا خطا سے ہاتھ کاٹ ڈالا اور اس صورت میں اگر مولیٰ نے نصف غلام کا فدیہ دینا اختیار کیا تو پورے کا فدیہ دینے کا اختیار کرنے والا ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر نصف غلام دینا اختیار کیا تو کل غلام دینے کا اختیار کرنے والا ہو جائے گا اور یہ حکم باتفاق الروایات ہے دوم یہ کہ مقتول دو شخص ہوں مثلاً غلام نے دو شخصوں کو خطا سے قتل کیا اور ہر ایک کا ایک بیٹا ہے پس مولیٰ نے ایک غلام کو دینا یا فدیہ دینا اختیار کیا تو دوسرے کے حق میں اُس کو اختیار رہے گا اور یہ بھی باتفاق الروایات ہے سوم یہ کہ مقتول ایک ہو اور اُس کے دو ولی ہوں پس مولیٰ نے ایک کو فدیہ دینا اختیار کیا تو دوسرے کے لیے بھی عامہ روایات کے موافق فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائے گا اور کتاب الدور کی دو روایتوں میں سے ایک کے موافق فدیہ کا اختیار کرنے والا نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر غلام نے چند جنایتیں کیں پھر اُس کو کسی غاصب نے غصب کر لیا پھر اُس نے غاصب کے پاس چند جنایتیں کیں پھر اُس کے پاس مر گیا تو اُس کی قیمت اولیاء جنایت کے درمیان مثل اُس کے رقبہ کے تقسیم ہوگی اور مولیٰ کو اختیار نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر باندی نے خطا سے جنایت کی پھر ایک بچہ جنی اور بچہ نے اُس کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو مولیٰ کو اختیار ہوگا چاہے اہل جنایت کو باندی مذکور مع اُس کی نصف قیمت کے دے دے اور چاہے اُس کو مع اس کے بچہ کے دے دے اور چاہے دونوں کو رکھ لے اور ارش جنایت دے دے خواہ ارش جنایت اس کی نصف قیمت سے کم ہو یا برابر ہو یہ مبسوط میں ہے ایک باندی نے ایک شخص کا

۱۔ وہ اشخاص جن کو ولایت حاصل ہوتی ہے مثلاً باپ بیٹا بھائی وغیرہ ۱۲

ہاتھ کاٹ ڈالا پھر ایک بچہ جنی اور بچہ نے اپنی ماں کو قتل کر دیا تو مولیٰ کو اختیار ہوگا چاہے بچہ کو دے دے اور چاہے اُس کا ذریعہ دے اور فد یہ ہاتھ کی دیت اور باندی کی قیمت دونوں میں سے کم مقدار ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر غلام نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا پھر مولیٰ کی ایک باندی نے اس غلام کو خطا سے قتل کیا تو مولیٰ سے کہا جائے گا کہ باندی کو دے دے یا غلام کی قیمت اس کا فد یہ دے دے اور اگر غلام نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور باندی نے ایک شخص کو قتل کیا اور یہ دونوں ایک ہی شخص کے ہیں پھر غلام نے باندی کو خطا سے قتل کیا تو مولیٰ کو اختیار ہوگا چاہے غلام دے دے یا اُس کا فد یہ دے دے پس اگر اُس نے دینا اختیار کیا تو اُس میں وارثان آزاد بقدر دیت آزاد کے اور اولیاء جنایت باندی بقدر قیمت باندی کے شریک کئے جائیں گے پس غلام دونوں میں اسی حساب سے تقسیم کیا جائے گا اور اگر اُس نے فد یہ دینا اختیار کیا تو دونوں اولیاء جنایت کو اس طرح فد یہ دے گا کہ آزاد کے وارثوں کو آزاد کی دیت اور وارثان باندی کو اس کی قیمت دے گا اور اگر باندی نے کسی کو خطا سے قتل کیا پھر ایک لڑکی جنی اور لڑکی نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا پھر لڑکی نے اپنی ماں کو قتل کیا پھر مولیٰ نے اُس لڑکی کا دینا اختیار کیا تو باندی کے مقتول کے وارث اس میں بقدر قیمت باندی کے اور لڑکی کے مقتول کے وارث بقدر دیت کے اس میں شریک ہوں گے اور اگر مولیٰ نے لڑکی کا فد یہ دینا چاہا تو اُس کے مقتول کی دیت اُس کے وارثوں کو دے گا اور اُس کی ماں کے مقتول کے وارثوں کو ماں کی قیمت دے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر لڑکی نے ماں کی آنکھ پھوڑ دی اور اُس کو قتل نہیں کیا تو اُس میں چار صورتیں ہیں یا تو مولیٰ نے دونوں کا دینا اختیار کیا یا دونوں کا فد یہ دینا اختیار کیا یا لڑکی کا فد یہ اور ماں کا دینا اختیار کیا پس اگر دونوں کا دینا اختیار کیا تو ماں کو اُس کے مقتول کے وارثوں کو دے گا اور لڑکی کو مقتول باندی اور مقتول دختر دونوں کے وارثوں کو دے گا پھر مقتول دختر کے وارث اُس میں بقدر دیت کے اور مقتول مادر کے وارث بقدر نصف قیمت باندی کے شریک کئے جائیں گے اور اگر دونوں کا فد یہ دینا اختیار کیا تو ہر فریق کو پوری دیت دے گا اور لڑکی نے جو جنایت اپنی مال پر کی ہے وہ ساقط ہو جائے گی اور اگر ماں کا دینا اور لڑکی کا فد یہ دینا اختیار کیا تو ماں کو اُس کے قتل کے وارثوں کو مع اُس کی نصف قیمت کے دے گا اور لڑکی کے قتل کے وارثوں کو پوری دیت دے گا۔ اور اگر لڑکی کا دینا اور اس کی ماں کا فد یہ دینا اختیار کیا تو لڑکی کو اُس کے مقتول کے وارثوں کو دے دے اور اُس کی ماں کے مقتول کے وارثوں کو فد یہ دیت دے دے یہ حاوی میں ہے اور اگر لڑکی نے اپنی ماں کی جب آنکھ پھوڑی ہے اُس کے بعد ماں نے بھی لڑکی کی آنکھ پھوڑی ہو اور مولیٰ نے دونوں کو دینا اختیار کیا تو وہ لڑکی کو دے دے گا تو اُس میں اُس کے مقتول کے وارث بقدر دیت کے اور اُس کی ماں کے مقتول کے وارث بقدر نصف قیمت ماں کے شریک کئے جائیں گے اور یہ مقدار جو ماں کو لڑکی میں سے اُس کی آنکھ کا ارش ملی ہے ماں کے ساتھ ملائی جائے گی اور ماں مع اس قدر ارش کے اپنے مقتول کے ولی کو دی جائے گی مگر اس میں سے جس قدر اُس کو لڑکی میں سے آنکھ کا ارش ملا ہے وہ فقط اُس کے مقتول کے وارثوں کا ہوگا پھر خالی باندی مذکور میں اُس کے مقتول کے وارث باقی دیت کے حساب سے اور لڑکی کے مقتول کے وارث بقدر نصف قیمت لڑکی کے شریک کئے جائیں گے پس اس حساب سے ان میں تقسیم ہوگی اور اگر مولیٰ نے دونوں کو رکھ کر دونوں کا فد یہ دینا اختیار کیا تو ہر دو فریق وارثوں کو پوری پوری دیت دے گا یہ مبسوط میں ہے اور اگر غلام مجرم کو کسی شخص کے غلام نے قتل کیا تو دوسرے غلام کا مولیٰ اُس کے دینے یا فد یہ دینے میں مختار کیا جائے گا پس اگر اُس نے مقتول کی قیمت فد یہ دینی اختیار کی تو قیمت وارثان جنایت اولیٰ کے درمیان بقدر اُن کے حقوق کے تقسیم ہوگی اور مولیٰ کو اختیار نہ ہوگا کہ چاہے یہ قیمت دے یا ارش دے اور اگر دوسرے کے مولیٰ نے اُسی کو دینا اختیار کیا اور غلام مقتول کے مولیٰ کو دیا

وہ شخص جو قتل کیا گیا ۱۲

تو مولیٰ مقتول کو اختیار ہوگا چاہے لئے ہوئے غلام کو دے دے یا اس کا فدیہ دے دے یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر آزاد مرد کے قاتل غلام کو کسی غلام نے قتل کیا اور وہ دے دیا گیا پھر جدید مولیٰ نے اس کو آزاد کیا یا فروخت کیا تو آزاد مقتول کی دیت دینا اختیار کرنے والا ہو جائے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر باندی پر کسی نے جنایت کی اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ باندی کی جنایت کرنے سے پہلے باندی پر جنایت ہوئی ہے یا اس کے بعد؟

اگر باندی نے کسی پر جنایت کی پھر اس باندی پر کسی نے جنایت کی اور مولیٰ نے اس جنایت کا ارش لے لیا تو باندی کو مع ارش کے دے دے (اگر دینا اختیار کرے) اور اگر باندی کی جنایت کرنے سے پہلے اس پر کسی نے جنایت کی ہو تو مولیٰ اس ارش کو باندی کے ساتھ نہ دے گا اور اگر باندی کے جنایت کرنے کے بعد ارش واجب ہوا ہو پھر مولیٰ نے باندی کا فدیہ دینا اختیار کیا تو اس کو روا ہے کہ اس ارش کی مدد سے اس کا فدیہ دے اور اگر اس نے فدیہ دینا اختیار نہ کیا یہاں تک کہ اس نے ارش کو تلف کر ڈالا یا جس نے اس پر جنایت کی تھی اسی کو ہبہ کیا تو کچھ فدیہ کا اختیار کرنے والا نہ ہو جائے گا بلکہ اس کو اختیار ہوگا کہ باندی کو دے دے لیکن اس پر واجب ہوگا کہ جو کچھ اس نے تلف کیا ہے اس کے مثل باندی کے ساتھ ملا کر دے دے اور اگر باندی پر جنایت کرنے والا کوئی غلام ہو اور وہ غلام دے دیا گیا تو مولیٰ پر واجب ہوگا کہ چاہے دونوں کو دے دے یا دونوں کو رکھ لے اور فدیہ میں پوری دیت دے دے اور اگر مولیٰ نے دیئے ہوئے غلام کو آزاد کر دیا تو یہ فعل اس کی طرف سے دیت کا اختیار کرنا ہے پس باندی رکھ لے اور واجب ہے کہ دیت دے دے اسی طرح اگر اس نے باندی کو آزاد کیا تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر اپنے غلام مدفوع کو آزاد کیا اور اس کو باندی کے جنایت کرنے سے آگاہی نہ تھی پھر اس نے باندی کو دینا اختیار کیا تو باندی کے ساتھ غلام کی قیمت ملا کر دے دے۔ اور اگر اس غلام نے باندی کی آنکھ پھوڑ دی اور باندی نے اس کی آنکھ پھوڑ دی پس غلام دیا گیا اور باندی لے گئی تو یہ غلام بجائے باندی کے ہو جائے گا چاہے مولیٰ اس کو دے دے یا اس کا فدیہ دیت دے دے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر باندی پر کسی نے جنایت کی اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ باندی کی جنایت کرنے سے پہلے باندی پر جنایت ہوئی ہے یا اس کے بعد ہوئی ہے پس اگر باہم (۱) دونوں نے اتفاق کیا کہ باندی کے جنایت کرنے سے پہلے اس پر جنایت ہوئی ہے تو جس پر دونوں نے اتفاق کیا ہے اسی کے موافق حکم دیا جائے گا اور اگر دونوں نے اتفاق کر کے کہا کہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ باندی پر جو جنایت واقع ہوئی ہے اس کی خود جنایت کرنے سے پہلے ہوئی یا بعد ہوئی ہے تو در صورتیکہ مولیٰ اس کو دینا اختیار کرے ارش کیا لیا جائے گا تو مشائخؒ نے فرمایا کہ کتاب الوکالۃ کے بعض نسخوں میں لکھا ہے کہ ارش مذکور اس کے مولیٰ اور صاحب جنایت کے درمیان نصف نصف ہوگا۔ اور اگر دونوں نے اختلاف کیا پس جس پر جنایت ہوئی ہے اس نے کہا کہ مجھ پر جنایت کرنے کے بعد باندی کا ارش واجب ہوا ہے اور جب تو نے باندی کا دینا اختیار کیا تو یہ ارش بھی مجھے ملے گا اور مولیٰ نے کہا کہ نہیں بلکہ باندی کی جنایت کرنے سے پہلے ارش واجب ہوا ہے اور در صورتیکہ میں نے باندی دینا اختیار کیا ہے یہ ارش مجھے ملے گا تو مذکور ہے کہ قسم سے مولیٰ کا قول قبول ہوگا اور ارش اسی کو ملے گا الا اس صورت میں کہ جس پر جنایت واقع ہے وہ گواہ قائم کرے کہ جنایت کے بعد ارش واجب ہوا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر غلام نے خطا سے کسی کو قتل کیا پھر ایک شخص نے غلام کی آنکھ پھوڑ دی پھر غلام نے خطا سے دوسرے کو قتل کیا پھر مولیٰ نے اس کا دینا اختیار کیا تو اس کی آنکھ کا ارش جو اس نے وصول کیا ہے وہ وارثان اول کو دے گا پھر غلام مذکور دونوں فریق وارثوں میں مشترک ہوگا جس میں وارثان اول بقدر دیت لے سوائے مقدار ارش کے

۱۔ یعنی باندی کا مولیٰ اور وارثان جنایت باندی ۱۲

شریک کئے جائیں گے اور وارثان ثانی بقدر دیت کے شریک کئے جائیں گے حتیٰ کہ اگر اس کی قیمت ہزار درم ہو اور آنکھ کا ارش پانچ سو درم ہو تو غلام دونوں میں انتالیس حصوں پر تقسیم ہوگا۔ اسی طرح اگر وہ شخص جس نے غلام کی آنکھ پھوڑ دی تھی غلام ہو اور اس جرم میں دیا گیا تو وارثان اول اس غلام مدفوع^۱ کے حقدار ہوں گے پھر غلام مجرم میں دوسرے مقتول کے وارثوں کے ساتھ بقدر دیت کے شریک کئے جائیں گے لیکن ان کی مقدار دیت میں سے اس قدر حصہ جس قدر غلام مدفوع کی قیمت ہے کم کر دیا جائے گا یہ مبسوط میں ہے اور اگر غلام مجرم نے کچھ کمایا یا مجرمہ باندی کے بچہ ہوا اور مولیٰ نے اس کا دینا اختیار کیا تو کمائی یا بچہ کو نہ دے گا یہ حاوی میں ہے۔ فرمایا کہ اگر غلام نے جنایت کی پھر اس میں آسانی آفت سے عیب پیدا ہو گیا تو مولیٰ کو اختیار دیا جائے گا کہ اس کو دے دے یا اس کا فدیہ دے اور اس عیب کی وجہ سے اس پر کچھ واجب نہ ہوگا اسی طرح اگر اس کو مولیٰ نے کسی کام کے واسطے بھیجایا کچھ خدمت لی اور وہ مر گیا یا نقصان آ گیا تو جو کچھ اس وجہ سے اس کو لاحق ہوا اس کا مولیٰ ضامن نہ ہوگا اور اگر اس کے جنایت کرنے کے بعد مولیٰ نے اس کو تجارت کی اجازت دی پھر اس کی گردن کو قرضہ نے گھیر لیا تو مولیٰ اس کی قیمت کا اہل جنایت کے واسطے ضامن ہوگا اور ارش کا ضامن نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

امام محمد نے جامع صغیر میں فرمایا کہ ایک غلام کو تجارت کی اجازت دی گئی پھر اس پر ہزار درم قرضہ ہو گیا پھر اس نے خطا سے کوئی جنایت کی پھر مولیٰ نے اس کو آزاد کر دیا پس اگر مولیٰ آگاہ ہو تو اصحاب جنایت کے واسطے اس پر ارش واجب ہوگا اور قرض خواہوں کے واسطے غلام کی قیمت واجب ہوگی اور قرضہ و جنایت دونوں سے آگاہ نہ ہو تو اس پر دو قیمتیں واجب ہوں گی ایک قیمت اولیاء جنایت کے واسطے اور ایک قیمت قرض خواہوں کے واسطے پھر واضح ہو کہ اصحاب جنایت کو قیمت جیسی دے گا کہ جب ارش سے قیمت کم ہو اور اگر ارش کم ہو تو ارش دے کر چھوٹ جائے گا بخلاف اس کے اگر مولیٰ نے اس کو آزاد نہ کیا تو غلام مذکور کو اولیاء جنایت کو دے دے گا پھر ان کو اختیار دیا جائے گا چاہیں قرض خواہوں کو غلام دے دیں یا قرضہ ادا کر دیں یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کسی اجنبی نے خطا سے ایسے غلام کو قتل کیا تو فقط ایک قیمت مالک کو دے گا پھر یہ قیمت مولیٰ قرض خواہوں کو دے دے گا یہ کافی میں ہے۔ غلام ماذون نے اگر جنایت کی تو مولیٰ کو اس کے دینے اور اس کے فدیہ دینے میں اختیار دیا جائے گا پس اگر اس کو جنایت میں دے دیا تو وہ قرض خواہوں کے واسطے فروخت کیا جائے گا پھر اگر اس کا ثمن بعد قرضہ دینے کے بچ رہا تو وہ اصحاب جنایت کو ملے گا یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اگر قرضہ سے اس کا ثمن کم پڑا تو قرض خواہوں کو مولیٰ یا کسی سے لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی یہاں تک کہ غلام خود آزاد کیا جائے تب اس کے دامن گیر ہو کر باقی قرضہ وصول کریں گے اور مشائخ^۲ نے فرمایا ہے کہ اگر مولیٰ نے غلام مذکور بدون حکم قاضی اولیاء جنایت کو دے دیا تو قرض خواہوں کے واسطے قیاساً اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور استحساناً کچھ ضامن نہ ہوگا اور اگر مولیٰ نے قرض خواہوں کو غلام دے دیا کہ باہم بانٹ لیں پس اگر جنایت سے آگاہ ہو تو مختار جنایت ہو جائے گا اور اس پر ارش جنایت لازم ہوگا اور اگر آگاہ نہ ہو تو اس پر قیمت غلام لازم ہوگی۔ اور اگر قاضی نے اس کو قرضہ کے واسطے بوجہ گواہ قائم ہونے کے فروخت کر دیا اور اس کو جنایت کا مال معلوم نہ تھا پھر ولی جنایت حاضر ہوا اور ثمن میں قرضہ دے کر کچھ نہیں بچتا ہے تو ولی جنایت کا حق ساقط ہو گیا یہ حاوی میں ہے۔ غلام مرہون نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور مرہون کی قیمت قرضہ کے برابر ہے تو مرہون کو اختیار ہوگا کہ اس کا فدیہ دے دے اور یہ اختیار نہ ہوگا کہ مجرم غلام کو دے دے اور اگر اس نے فدیہ دینے سے انکار کیا تو راہن کو اختیار ہوگا کہ جنایت میں اس غلام کو دے دے اور اگر اس نے آزاد کر دیا تو فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائے گا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایسے غلام کو جس نے جنایت کی ہے مولیٰ

غلام مدفوع یعنی جو جرم کے معاوضہ میں دیا گیا ۱۲ قیمت مال مبیعہ کو کہتے ہیں ۱۳

نے فروخت کیا یا آزاد یا مدبر یا مکاتب کر دیا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اُس نے جنایت کی ہے تو وہ فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو گیا اور اگر جنایت سے آگاہ نہ ہو تو مختار فدیہ نہ ہوگا اور اُس کی قیمت و مقدار ارش دونوں میں سے کم مقدار^(۱) کا ضامن ہوگا کذا فی محیط السرخسی اور ہبہ کرنے اور باندیکا ام^(۲) الولد بنانے میں بھی یہی حکم ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر باندی نے جنایت کی اور مولیٰ نے کہا کہ میں نے اس کو جنایت کرنے سے پہلے آزاد کو دیا تھا یا مدبر کر دیا تھا یا میری ام ولد تھی تو اولیاء جنایت کے حق میں اس کی تصدیق نہ ہوگی اور وہ فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائے گا بشرطیکہ جنایت سے آگاہ ہونے کے بعد اُس نے یہ بات کہی ہو اور اگر جنایت سے آگاہ ہونے سے پہلے ایسا کیا تو اُس پر قیمت واجب ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر اُس کو بیع کے واسطے پیش کیا یا اجارہ پر دیا یا رہن کیا تو فدیہ کا اختیار کرنے والا نہ ہو جائے گا اور اگر بطور بیع فاسد کے فروخت کیا تو بھی مختار فدیہ نہ ہو جائے گا تا وقتیکہ سپرد نہ کرے اور اگر بطور کتابت فاسدہ کے مکاتب کیا تو فقط عقد کتابت سے فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائے گا یہ کافی میں ہے۔

اگر جنایت سے آگاہ ہونے کے بعد اُس کو قطعی بیع کر کے فروخت کیا پھر مشتری نے بسبب عیب کے بحکم قاضی اُس کو واپس کیا تو بائع فدیہ دیت کا اختیار کرنے والا ہو گیا اسی طرح اگر فروخت کیا اور بیع میں مشتری کا خیال ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر خیال بائع کے واسطے ہو اور اُس نے بیع تو زدی حالانکہ وہ حال جنایت سے آگاہ نہیں ہے تو فدیہ کا اختیار کرنے والا نہ ہوگا اور اُس سے کہا جائے گا کہ اس غلام کو دے دے یا اس کا فدیہ دے دے اور اگر اُس کو بیع قطعی کے ساتھ فروخت کیا حالانکہ اُس کو جنایت کے حال سے آگاہی نہیں ہے اور ہنوز جنایت کے مقدمہ میں اُس کے ساتھ خصومت نہیں کی گئی تھی کہ وہ غلام بسبب عیب کے بحکم قاضی یا بخیار رویت یا بخیار شرط اُس کو واپس دیا گیا تو اس سے کہا جائے گا کہ چاہے اس غلام کو دے دے یا اس کا فدیہ دے دے اور اُس پر ارش لازم نہ ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔

املاء میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر غلام نے اُس کے قبضہ میں جنایت کی اور وہ بیع ہے پس اُس کے ذمہ فدیہ کا اختیار کرنا نہیں ہے یہ ابام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کا قول ہے اور مشتری سے کہا جائے گا کہ اس کو دے دے یا اس کا فدیہ دے دے یہ محیط میں ہے۔

اگر غلام نے دو جنایتیں کیں پھر ایک کا حال معلوم ہوا اور دوسری جنایت کا حال نہ معلوم ہوا پھر مولیٰ نے اُس کو فروخت کیا یا آزاد کیا یا اس کے مثل کوئی تصرف کیا تو جس جنایت کا حال معلوم ہو چکا ہے اُس کے حق میں فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائے گا اور جس کا حال نہیں معلوم ہوا ہے اُس کے واسطے غلام کی قیمت میں سے بقدر اُس کے حصہ کے مولیٰ کے ذمہ لازم ہوگا اس واسطے کہ مولیٰ اپنے تصرف سے اُس کا حق تلف کرنے والا ہو گیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر مجرم کوئی باندی ہو اور مولیٰ نے اُس سے وطی کی تو فدیہ کا اختیار کرنے والا نہ ہوگا اُس صورت میں کہ اُس کے حمل رہ گیا یا وہ باکرہ تھی یہ خزانہ المفتیین میں ہے۔ اور اصل میں مذکور ہے کہ اگر مولیٰ نے اُس کا نکاح کر دیا تو یہ اختیار فدیہ نہیں ہے یہ حاوی میں ہے۔ منقہی میں ہے کہ اگر مولیٰ نے غلام مجرم کو باوجود جنایت سے آگاہی کے یا بدون آگاہی جنایت کے اُس شخص کو جس پر اُس نے جنایت کی ہے ہبہ کر دیا تو پھر مولیٰ پر کچھ واجب نہ رہے گا اور اگر اُس کے ہاتھ فروخت کیا پس اگر جنایت سے آگاہ ہونے کے باوجود فروخت کیا تو مولیٰ پر اُس کی دیت واجب ہوگی اور اگر بغیر آگاہی کے فروخت کیا تو غلام کی قیمت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اُس کو مکاتب کر دیا حالانکہ جنایت سے آگاہ ہے پھر وہ

۱۔ یعنی جس بیع کا اقالہ و فسخ نہ ہو سکے بلکہ وہ لازمی ہو ۱۲ (۱) یعنی اس سے وطی کی کہ اس کے پیٹ ہے اور بچہ جنی ۱۲

(۲) یعنی اگر مجرمہ باندی کو ام ولد بنایا تو اس نے فدیہ اختیار کیا اگر اُس کی جنایت سے آگاہ ہوگا ۱۳

عاجز ہو گیا پس اگر عاجز ہونے سے پہلے مقدمہ جنایت میں خصومت کی گئی ہے اور قاضی نے دیت کا حکم دے دیا ہے پھر وہ عاجز ہو گیا تو حکم قضا دور نہ ہوگا یعنی دیت واجب ہوگی اور اگر مقدمہ جنایت کی نالش ہونے سے پہلے وہ عاجز ہو گیا تو مولیٰ کو اختیار ہوگا چاہے فد یہ دے دے یا غلام کو دے دے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اور اگر دو غلاموں نے ایک شخص کو قتل کیا پھر مولیٰ نے دونوں میں سے ایک کو آزاد کر دیا تو پوری دیت کا اختیار کرنے والا نہ ہو جائے گا بلکہ نصف دیت کا اختیار کرنے والا ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک غلام نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا پھر مولیٰ نے اُس کو فروخت کیا حالانکہ وہ جنایت سے آگاہ نہیں ہے پھر اُس کو خرید لیا پھر فروخت کیا در حالیکہ اُس کی جنایت سے آگاہ ہو گیا تھا تو پہلی بیع کی وجہ سے اُس پر قیمت واجب ہوگی اور یہ نہ ہوگا کہ دوسری بیع سے موافق اُس پر دیت واجب ہو اور اگر بیع اول کے بعد اُس کو بسبب عیب کے بحکم قاضی واپس دیا گیا ہو پھر اُس نے جنایت سے آگاہ ہو کر اُس کو فروخت کیا تو اُس نے فد یہ اختیار کیا اور اُس پر دیت واجب ہوگی اسی طرح اگر اُس کو مکاتب کیا اور وہ جنایت سے آگاہ نہ تھا پھر عاجز ہو گیا پھر مولیٰ نے اُس کو باوجود جنایت سے آگاہ ہونے کے فروخت کیا تو اُس پر دیت واجب ہوگی اسی طرح اگر اُس کو جنایت سے بے علمی کی حالت میں ہبہ کیا اور موہوب لہ نے قبضہ کر لیا پھر اپنے ہبہ سے رجوع کیا پھر اُس کو فروخت کیا حالانکہ جنایت سے آگاہ ہو گیا تھا تو بھی دیت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر زید کے قبضہ میں ایک غلام نے جنایت کی اور ولی جنایت نے کہا کہ یہ تیرا غلام ہے اور زید نے کہا کہ یہ میرے پاس عمرو کی ودیعت ہے یا عاریت ہے یا بطور اجارہ کے ہے یا رہن ہے پس اگر زید نے اس امر کے گواہ قائم کئے تو اس مقدمہ میں تاخیر کی جائے گی یہاں تک کہ عمرو حاضر ہو اور اگر زید نے گواہ قائم نہ کئے تو اُس سے کہا جائے گا کہ اس کو دے دے یا اس کا فد یہ دے دے پس اگر اُس نے فد یہ دیا پھر عمرو حاضر ہوا تو مفت اپنا غلام لے لے گا اور اگر اُس نے دے دیا ہو تو عمرو کو اختیار ہوگا چاہے اسی کو برقرار رکھے اور چاہے غلام کو لے کر اُس کا ارش دے دے پس اگر اُس نے زید کے دے دینے کو برقرار رکھا تو گویا اُس نے ابتدا سے خود دینا اختیار کیا ہے اور اگر ارش دینا اختیار کیا تو غلام کو لے سکتا ہے اور اگر عمرو نے آکر اپنا غلام ہونے سے انکار کیا تو زید نے اُس کی بابت جو کچھ کیا ہے وہ جائز ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر زید نے یہ اقرار کیا کہ یہ غلام دوسرے شخص کا ہے تو اس میں دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ پہلے جنایت کا اقرار کیا پھر غیر کے ملک ہونے کا اقرار کیا دوم یہ کہ پہلے غیر کے ملک ہونے کا پھر جنایت کا اقرار کیا اور ہر قسم میں ضرور ہے کہ یا تو یہ بات معروف ہوگی کہ یہ غلام فلاں مقررہ کا ہے یا مجہول ہوگی پس اگر جنایت کا اقرار کیا پھر غیر کے ملک ہونے کا اقرار کیا اور غیر کے ملک اس غلام میں معروف ہے پس اگر مقررہ نے ملک اور جنایت میں دونوں میں اُس کے قول کی تصدیق کی تو مقررہ سے کہا جائے گا کہ یہ غلام دے دے یا اس کا فد یہ دے دے اور اگر دونوں باتوں میں سے اُس نے تکذیب کی تو اقرار کرنے والا فد یہ کا اختیار کرنے والا نہ ہو جائے گا اور اگر ملک میں اُس کی تصدیق کی اور جنایت میں تکذیب کی تو اقرار کرنے والا فد یہ کا اختیار کرنے والا ہو جائے گا۔ اور اگر پہلے غیر کے ملک ہونے کا پھر جنایت کا اقرار کیا پس اگر مقررہ نے جس کی ملک اس غلام میں معروف ہے۔ دونوں باتوں میں اُس کے قول کی تصدیق کی تو خصم اس مقدمہ میں وہی مقررہ ہوگا اور اگر دونوں باتوں میں مقررہ کی تکذیب کی تو مقررہ ہی خصم ہوگا اور اگر اقرار ملک کی تصدیق اور جنایت کی تکذیب کی تو جانیت ہد رہو گی اسی طرح اگر غلام مجہول ہو یہ معلوم نہ ہو کہ وہ مقررہ کا ہے یا غیر کا ہے پس مقررہ نے جنایت کا پھر غیر کے ملک ہونے کا اقرار کیا یا غیر کے ملک ہونے کا پھر جنایت کا اقرار کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ زید کے قبضہ میں ایک غلام ہے یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ زید کا ہے یا غیر کا ہے اور زید نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ یہ میرا غلام ہے اور نیز غلام کی طرف سے بھی کوئی اقرار نہیں سنا گیا کہ میں قابض

۱۔ وہ شخص جس کے واسطے اقرار کرنے والے نے اقرار کیا ہے ۱۲

یعنی زید کی ملک ہوں لیکن وہ اپنے غلام ہونے کا اقرار کرتا ہے پھر اس غلام نے جنایت کی اور یہ امر گواہوں سے یازید کے اقرار سے ثابت ہو گیا پھر زید نے اقرار کیا کہ یہ غلام عمرو کا ہے اور عمرو نے اس کے قول کی تصدیق کی مگر جنایت سے تکذیب کی پس اگر جنایت گواہوں سے ثابت ہو گئی ہو تو عمرو سے کہا جائے گا کہ اس کو دے دے یا اس کا فدیہ دے دے اور اگر جنایت کا ثبوت باقرار زید ہو تو عمرو اپنا غلام لے لے گا اور جنایت باطل ہوگی اور زید پر جنایت کی بابت کچھ واجب نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر غلام نے کوئی جنایت کی اور مولیٰ نے کہا کہ میں نے جنایت سے پہلے اس کو فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہے اور فلاں شخص نے اس کے قول کی تصدیق کی تو مشتری سے کہا جائے گا کہ اس کو دے دے یا اس کا فدیہ دے دے اور اگر فلاں شخص نے اس کی تکذیب کی تو مولیٰ سے کہا جائے گا کہ اس کو دے دے یا اس کا فدیہ دے دے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مولیٰ نے اس شخص کو جس پر غلام نے جنایت کی ہے حکم دیا کہ میرے اس غلام کو آزاد کر دے اس نے آزاد کر دیا تو مولیٰ فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو گیا بشرطیکہ جنایت سے آگاہ ہو یہ کافی میں ہے۔ نو اور ابن سماعہ میں ہے کہ اگر مولیٰ نے ولی جنایت کی اجازت سے غلام مجرم کو آزاد کیا تو یہ فدیہ کا اختیار کرنا ہے اور اس پر دیت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مولیٰ نے غلام مجرم کو قتل کیا خواہ عمد یا خطا حالانکہ اس کو غلام کی جنایت کرنے کا حال نہیں معلوم ہے تو اس پر غلام کی قیمت فی الحال اپنے مال سے دینی واجب ہوگی یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر اس غلام مجرم کو مارا کہ جس سے چوٹ کا اثر اس میں آیا اور اس میں نقصان پیدا ہو گیا حالانکہ وہ جنایت سے آگاہ ہے تو اس نے فدیہ دینا اختیار کیا اور اگر آگاہ نہ ہو تو اس پر ارش جنایت اور اس کی قیمت سے جو مقدار کم ہو وہ واجب ہوگی لیکن اگر ولی جنایت اس کے ناقص لینے پر راضی ہو جائے تو ہو سکتا ہے اور مولیٰ پر ضمان نہ ہوگی اور اگر مولیٰ نے اس کی آنکھ میں مارا جس سے اس کی آنکھ سپید ہو گئی حالانکہ وہ جنایت سے آگاہ ہے پھر مقدمہ جنایت کی نالش سے پہلے اس کی آنکھ کی سپیدی جاتی رہی تو اس کو غلام دینے یا اس کا فدیہ دینے کا اختیار ہوگا اور اگر آنکھ سپید ہونے کی حالت میں نالش ہو گئی اور قاضی نے مولیٰ پر دیت کا حکم دے دیا پھر سپیدی جاتی رہی تو حکم قاضی رد نہ ہوگا یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اگر ایک باندی نے عمد ایک شخص کو قتل کر ڈالا اور اس کے دو ولی ہیں پھر مولیٰ نے دونوں میں سے ایک کے ساتھ باندی مذکور کے بچہ پر صلح کی تو دوسرے کے حق میں دیت کا اختیار کرنے والا ہو گیا پس اس کو نصف دیت دے گا اور کتاب الدرر میں لکھا ہے کہ فدیہ کا اختیار کرنے والا نہ ہوگا۔ اور اگر دونوں میں سے ایک تہائی باندی پر صلح کی تو باقی میں اس کو خیار ملے گا چاہے باندی دے دی یا اس کا فدیہ دے دے اور جامع دوار میں ہے کہ اس کو خیار نہ ہوگا یہ محیط سرخی میں ہے۔ املاء میں لکھا ہے کہ ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہے اس نے کوئی جنایت کی پھر دونوں مولائوں میں سے ایک نے دوسرے پر گواہی دی کہ اس نے اس کو آزاد کر دیا ہے تو اس کی گواہی دوسرے پر جائز نہ ہوگی اور جب اس نے ایسی گواہی دی تو وہ مانع ہو اپس اس پر نصف دیت لازم ہوگی اور دوسرے پر نصف قیمت واجب ہوگی۔ اور اگر نیز املاء میں ہے کہ ایک غلام خریدایا میراث پایا پھر اس نے جنایت کی اور مولیٰ نے اس کی جنایت کے بعد زعم کیا کہ جس نے میرے ہاتھ بیچا تھا اس نے بیع سے پہلے اس کو آزاد کر دیا ہے یا یہ زعم کیا کہ اس کے (۱) باپ نے اس کو آزاد کر دیا ہے تو وہ اس اقرار سے مانع و فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائے گا یہ محیط میں ہے۔ اگر غلام نے جنایت کی مگر قتل نفس سے کم ہے پھر مولیٰ نے مجروح کے اچھے ہونے سے پہلے اس غلام کو جنایت سے آگاہ ہو کر آزاد کر دیا پھر وہ جراح پھوٹ گئی حتیٰ کہ مجروح مر گیا تو مختار فدیہ ہوا اور اس پر دیت واجب ہوگی اور اگر غلام نے کسی کو مجروح کیا اور مولیٰ نے بحکم قاضی اس کا ارش دے دیا پھر زخم پھوٹ گیا حتیٰ کہ مجروح ہو گیا تو استحساناً مولیٰ کو از سر نو خیار حاصل ہوگا اور یہ امام ابو یوسف کا پہلا قول اولیٰ ہی قول امام محمد کا ہے

۱۔ یعنی اختیار ہوگا دونوں باتوں میں سے ایک کے قبول کرنے کا ۱۲ ۲۔ ختمہ و زخم رسیدہ ۱۲ (۱) مشتری کے باپ نے

پھر امام ابو یوسفؒ نے استحسان سے رجوع کیا اور قیاس کو اختیار کیا اور امام محمدؒ نے استحسان ہی کو لیا ہے لیکن امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے در صورتیکہ بغیر حکم قاضی ارش دیا اور در صورتیکہ بحکم قاضی ارش دیا ہے دونوں صورتوں میں فرق کیا ہے چنانچہ فرمایا کہ اگر اُس نے بحکم قاضی ارش دیا پھر مجروح مرگیا تو اُس کو از سر نو خیار ہوگا بخلاف اس کے اگر بغیر حکم قاضی دیا ہے تو اُس کی طرف سے بخوشی دیت کا اختیار کرنا ہے یہ مبسوط میں ہے اگر زید نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو عمرو کو قتل کرے یا تیر مارے یا شجہ سے زخمی کرے تو آزاد ہے پس اُس نے اس میں سے کوئی فعل کیا تو مولیٰ اُس کے فدیہ کا اختیار کرنے والا ہے اور اگر غلام کی جنایت ایسی ہو جس سے قصاص لازم آتا ہے مثلاً اُس سے کہا کہ اگر تو عمرو کو تلوار سے مار ڈالے تو تو آزاد ہے تو مولیٰ پر نہ قیمت اور نہ دیت کچھ واجب نہ ہوگی یہ کافی میں ہے۔ ایک غلام نے جنایت کی اور مولیٰ کے بیٹے نے زعم کیا کہ وہ آزاد ہے پھر مولیٰ مرگیا اور یہ بیٹا اُس کا وارث ہوا تو اُس کے اقرار پر یہ غلام آزاد ہوگا اور اس بیٹے وارث پر دیت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔

مشتہر کہ باندی کے ہاں ولادت ہوئی اور اس نے بچہ کی جنایت کی ☆

ایک حاملہ باندی نے جنایت کی اور جو کچھ اس کے پیٹ میں ہے مولیٰ نے اس کو آزاد کیا حالانکہ وہ جنایت سے آگاہ ہے تو فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو گیا اگرچہ صاحب جنایت اُس کے وضع حمل سے پہلے آیا یا (۱) پیچھے آیا ہو اور اگر جنایت سے آگاہ نہ ہو اور صاحب جنایت اُس کے وضع حمل سے پہلے حاضر ہو تو اُس کو اختیار ہوگا چاہے مولیٰ سے اُس کی قیمت بر تقدیر (۲) حاملہ ہونے کے لے لے اور چاہے تو حاملہ مذکورہ کو جنایت میں (۳) لے لے پس وہ حاملہ اُس کی ہوگی اور بچہ آزاد ہوگا اور اگر بچہ پیدا ہونے کے بعد آیا تو مولیٰ کو اختیار ہوگا چاہے باندی کو دے دے یا اس کا فدیہ دے دے اور ولی جنایت کو بچہ کے لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی یہ ظہیر یہ میں ہے۔ نوادر ابی سلیمان میں ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے جو کچھ اُس کی باندی کے پیٹ میں ہے آزاد کر دیا پھر اُس نے کوئی جنایت کی اور مولیٰ نے باندی کو جنایت میں دے دیا تو جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک باندی فروخت کی اور وہ مشتری کے پاس چھ مہینے سے کم میں بچہ جنی پھر بچہ نے کوئی جنایت کی پھر بائع نے اُس کے نسب کا دعویٰ کیا حالانکہ وہ جنایت سے آگاہ ہے تو اُس پر اولیاء جنایت کے واسطے دیت واجب ہوگی اور اسی پر فتویٰ ہے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ ایک باندی دو شخصوں میں مشترک ہے اُس کے بچہ پیدا ہوا اور اُس بچہ نے جنایت کی پھر دونوں شخصوں میں سے ایک نے اُس کے نسب کا دعویٰ کیا حالانکہ وہ جنایت سے واقف ہے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اُس پر دیت واجب ہوگی اور اگر واقف نہ ہو تو اُس پر قیمت واجب ہوگی یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اور اگر مولیٰ نے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے پھر دونوں میں سے ایک نے کسی کو خطا سے قتل کیا پھر مولیٰ نے اسی جنایت کرنے والے کو آزادی کے واسطے معین کیا تو فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو گیا اور اگر دوسرے کو معین کیا تو اُس کو اختیار ہوگا چاہے جنایت کرنے والے کو دے دے یا اُس کا فدیہ دے دے یہ کافی میں ہے اور اگر مولیٰ کے مبہم آزاد کرنے کے بعد دونوں میں سے ہر ایک نے جنایت کی پھر مولیٰ نے بیان میں ایک کو معین کیا تو اس پر قیمت و مقدار دیت دونوں میں سے جو کم ہو وہ لازم ہوگی اور دوسرا اُس کی ملک ہے سو اس کی نسبت کہا جائے گا کہ اُس کو دے دے یا اُس کا فدیہ دے دے اور ایسی صورت میں بیان سے یعنی کسی کو آزاد کیا ہے معین کرے فدیہ کا اختیار کرنے والا نہ ہو جائے گا اسی طرح اگر ایک نے قتل نفس کیا اور دوسرے نے اس سے کم فقط ہاتھ کاٹ ڈالا تو بھی حکم تلف نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ اور اگر اپنی صحت میں اپنے دو غلاموں سے جن میں سے ہر ایک کی قیمت ہزار درم ہے کہا

(۱) یعنی مجلس قاضی میں نالش کے واسطے ۱۲ (۲) کیونکہ حق اس کے حاملہ ہونے کے حالت میں سوا ہے ۱۲ (۳) یعنی حاملہ باندی کی کیا

ت ہے جو تجویز ہو وہ لے لے ۱۲

کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے پھر دونوں میں سے ایک نے خطا سے کسی کو قتل کیا پھر بیان و تعین سے پہلے مولیٰ مر گیا تو ہر ایک کا نصف آزاد ہوگا اور نصف قیمت کے واسطے ہر ایک سعی کرے گا اور ولی جنایت کے واسطے مال مولیٰ میں سے جنایت کنندہ کی قیمت واجب ہوگی بشرطیکہ اُس کی قیمت ارش سے کم ہو اور اُس کا اعتبار مولیٰ کو پورے مال سے ہوگا اور مولیٰ فدیہ کا اختیار کرنے والا نہ ہو جائے گا اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے ایک آدمی کو خطا سے قتل کیا اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو ہر ایک غلام اپنی نصف قیمت کے واسطے سعی کرے گا اور ہر مقتول کے ولی کے واسطے مال مولیٰ میں سے اپنے مجرم کی قیمت واجب ہوگی اور مولیٰ فدیہ کا اختیار کرنے والا نہ ہو جائے گا۔ اور اگر دونوں میں سے ایک نے خطا سے کسی کو قتل کیا پھر مولیٰ نے اپنی صحت میں جنایت سے آگاہ ہو کر کہا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے پھر بیان کرنے سے پہلے مولیٰ مر گیا تو ہر ایک کا نصف آزاد ہوگا اور اپنی نصف قیمت کے واسطے ہر ایک سعایت کرے گا اور جنایت کنندہ کے بارہ میں مولیٰ فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائے گا پس بقدر اُس کی قیمت کے مولیٰ کے تمام مال سے لے جائے گی اور قیمت سے زیادہ پوری دیت تک جس قدر باقی رہے وہ تہائی مال سے معتبر ہوگی۔ اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے جنایت کی اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو جس طرح ہم نے بیان کیا ہے ہر ایک سعایت کرے گا اور مولیٰ دونوں کے حق میں فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو لیکن مولیٰ کے مال میں دیت واحد واجب ہوگی پس پوری قیمت ایک غلام کی مولیٰ کے پورے سے واجب ہوگی اور قیمت سے زائد پوری دیت تک تہائی مال سے اعتبار کی جائے گی پھر جس قدر پورے مال سے اور جس قدر تہائی مال سے واجب ہوا یہ سب دونوں جنایتوں کے وارثوں کو نصفاً نصف ملے گا اس واسطے کہ کوئی ولی جنایت بہ نسبت دوسرے کے ترجیح نہیں رکھتا ہے یہ محیط میں ہے۔

زید کے دو غلام بنام سالم و غانم ہیں پس مولیٰ کی صحت میں سالم نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور مولیٰ نے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے پھر غلام نے صحت مولیٰ میں قبل مولیٰ کے بیان و تعین کرنے کے دوسرے کو خطا سے قتل کیا پھر مولیٰ مر گیا تو ہر ایک کا نصف آزاد ہوگا اور ہر ایک اپنی نصف قیمت کے واسطے سعایت کرے گا پھر مولیٰ پر سالم کے مقتول کی دیت لازم آئے گی لیکن بقدر قیمت سالم کے مولیٰ کے تمام مال سے واجب ہوگی اور باقی یعنی قیمت سے زائد پوری دیت تک جس قدر رہے وہ تہائی مال سے واجب ہوگا اور مولیٰ پر غانم کے مقتول کی دیت لازم نہ ہوگی بلکہ غانم کی قیمت واجب ہوگی اور یہ اُس کے پورے مال سے دلائی جائے گی۔ اور اگر مولیٰ نے نہیں مرا بلکہ مولیٰ نے بیان کیا کہ سالم مراد ہے یعنی سالم کو میں نے آزاد کیا ہے تو مقتول سالم کی دیت کا اختیار کرنے والا ہو گیا اور اگر غانم کا حقیق بیان کیا تو اُس پر غانم کی قیمت لازم آئے گی یہ محیط میں ہے۔ ایک غلام نے کوئی جنایت کی پھر مولیٰ نے اپنے مرض میں اُس کے آزاد کرنے کی وصیت کی حالانکہ وہ اُس کی جنایت کو جانتا تھا پھر اُس کے مرنے کے بعد وارث یا وصی نے اُس کو آزاد کر دیا تو اُس پر دیت واجب ہوگی جس میں سے بقدر قیمت غلام کے مولیٰ کے تمام مال سے دی جائے گی اور قیمت سے جس قدر زائد ہو وہ تہائی مال سے دلائی جائے گی اور اگر اُس کو جنایت کا حال معلوم نہ ہو تو اُس کی قیمت میت کے مال سے دلائی جائے گی یہ امام ابو یوسف کا دوسرا قول ہے اور یہی قول امام زکریا کا ہے ایسا ہی فقیہ ابواللیث نے عیون میں ذکر کیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر جنایت کرنے سے پہلے مولیٰ نے اُس کے آزاد کر دینے کی وصیت کی پھر مولیٰ کے مرنے کے بعد اُس نے جنایت کی پھر وصی نے اُس کو آزاد کر دیا حالانکہ وہ جنایت سے واقف تھا تو وصی اس جنایت کا ضامن ہوگا اور اگر نہ جانتا ہو تو وصی غلام کی قیمت کا ضامن ہوگا اور وارثوں سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے غلام کے آزاد کرنے کی وصیت کی پھر غلام

۱۔ یعنی مشقت کر کے اس قدر مال حاصل کرے کہ اُس کی نصف قیمت برابر ہو جائے پس اُس کو ادا کر کے آزاد ہوگا ۱۲

۲۔ سعایت اور عی ہی معنی ہیں یعنی مشقت کر کے مال حاصل کرنا ۱۲

نے ایسی جنایت کی جس کا ارش ایک درم ہے پھر میت کی موت کے بعد وارثوں نے کہا کہ ہم اُس کا فدیہ نہ دیں گے تو ان کو یہ اختیار ہے اور جب انہوں نے فدیہ نہ دیا تو جنایت میں وہ غلام دیا جائے گا اور وصیت باطل ہو جائے گی الا اُس صورت میں باطل نہ ہوگی کہ جب غلام خود اس ارش کو ایسے مال سے جو اُس نے کمایا نہیں ہے ادا کر دے مثلاً کسی شخص سے کہے کہ تو میری طرف سے ایک درم ادا کر دے اور اس نے ادا کیا تو صحیح ہے اور یہ درم اُس غلام کی گردن پر قرضہ ہو جائے گا کہ بعد آزادی کے اُس سے اس درم کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے یہ خزانہ مفتین میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میرا غلام آزاد کر دے پھر غلام نے کوئی جنایت کی پھر وکیل نے باوجود جنایت کے حال سے واقف ہونے کے آزاد کر دیا تو مولیٰ اس غلام کی قیمت کا ضامن ہوگا اگرچہ وہ جنایت سے آگاہ نہ ہو یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرے اس غلام کو مکاتب کر دے پھر غلام نے ایک شخص کو خطا سے قتل کر ڈالا پھر وکیل نے اُس کو مکاتب کر دیا خواہ وہ غلام کی جنایت کرنے سے آگاہ تھا یا نہ تھا تو مولیٰ پر اُس کی قیمت واجب ہوگی نہ دیت یہ محیط سرخی میں ہے۔ اگر غلام نے کوئی جنایت کی اور ولی جنایت نے مولائے غلام کو آگاہ کر دیا پھر مولیٰ نے اُس کو آزاد کیا اور کہا کہ میں نے اُس کی خبر کی تصدیق نہیں کی تھی تو مولیٰ اس کے فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائے گا اسی طرح اگر ولی جنایت کے اچھی نے مولیٰ کو اس سے آگاہ کیا ہو خواہ فاسق ہو یا عادل ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مولیٰ کو کسی اجنبی نے اس کی خبر دی ہو پس اگر مولیٰ نے اس اجنبی کی خبر کی تصدیق کر کے پھر اُس کو آزاد کر دیا تو بھی وہ فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائے گا اور اگر اُس کی تکذیب کی یا نہ تصدیق کی اور نہ تکذیب کی یہاں تک کہ غلام کو آزاد کیا پس اگر خبر دینے والا عادل ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر فاسق ہو تو امام اعظمؒ کے قول پر فدیہ کا اختیار کرنے والا نہ ہو جائے گا لیکن اُس پر غلام کی قیمت واجب ہوگی کیونکہ اُس نے غلام کو گویا تلف کر دیا ہے اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک وہ فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائے گا۔ اور اگر اُس کو دو فاسقوں نے خبر دی تو دو روایتوں میں سے ایک روایت کے موافق اس میں بھی یہی حکم ہے اور دوسری روایت کے موافق وہ فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائے گا یہ شرح مبسوط میں ہے۔ اور اگر مولیٰ کو خود اُس کے غلام نے اپنی جنایت کرنے کی خبر دی پھر مولیٰ نے اُس کو آزاد کر دیا اور کہا کہ میں نے اُس کے قول کی تصدیق نہیں کی تھی تو امام اعظمؒ کے نزدیک ضامن نہ ہوگا جب تک اُس کو مرد آزاد عادل خبر نہ دے اور صاحبینؒ کے نزدیک دیت کا ضامن ہوگا اگرچہ مخبر فاسق یا غلام یا کافر ہو یہ محیط سرخی میں ہے۔ ابن سماعہ نے رقیاف میں ذکر کیا کہ میں نے امام محمد بن الحسنؒ کو لکھا کہ ایک غلام نے ایک شخص کو قتل کیا اور مقتول کے دو ولی ہیں کہ اس میں سے ایک غائب ہے پھر حاضر نے نالش کی تو کیونکر حاکم کو چاہئے کہ مولائے غلام کو اختیار دے تو امام محمدؒ نے جواب میں لکھا کہ جو وارث حاضر ہو وہی خصم ہوگا اور مولیٰ جو کچھ اختیار کرے وہ اُس پر پورے کے واسطے واجب ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر غلام نے کسی کو خطا سے قتل کیا اور مقتول کے دو ولی ہیں پھر مولیٰ نے بحکم قاضی غلام مجرم دونوں میں سے ایک کو دے دیا پھر غلام مذکور نے اُس کے پاس دوسرے آدمی کو قتل کیا پھر پہلے جنایت کا شریک اور دوسرے مقتول کا ولی دونوں حاضر ہوئے تو پہلے مدفوع^(۱) الیہ سے کہا جائے گا کہ تو نصف غلام اپنے حصہ کا اس دوسرے مقتول کے ولی کو دے دے یا نصف دیت فدیہ دے پس اگر اُس نے نصف غلام دے دیا تو نصف دیت سے بری ہو گیا اور نصف^(۲) ثانی مولیٰ کو واپس دے گا پھر مولیٰ سے کہا جائے گا کہ اس کو دے دے یا اس کا فدیہ دس ہزار درم دے کہ پانچ ہزار درم دوسرے مقتول کے ولی کو اور پانچ ہزار درم ولی اول کو جس نے کچھ نہیں لیا

۱ یعنی اُس کی آزادی کو مال معین کی ادائی پر معلق کر دے کہ اس قدر مال ادا کر دے تو تو آزاد ہے ۱۲ (۱) یعنی جس کو غلام دیا گیا تھا ۱۲

(۲) یعنی نصف پورے غلام کا ۱۲

ہے دے دے پس اگر اُس نے غلام دے دیا تو ہر ایک دونوں میں سے اس میں شریک کیا جائے گا اور یہ ولی جس کے قبضہ میں دوسری جنایت واقع ہوئی ہے اُس کی چوتھائی قیمت مولیٰ کو دے گا اور مولیٰ اس کو اوسط کو دے دے گا اور جب تک مولیٰ اس چوتھائی قیمت کو اول سے نہ وصول پائے گا تب تک اوسط کے واسطے کچھ ضامن نہ ہوگا اور اگر مولیٰ نے دونوں میں سے ایک ولی جنایت کو وہ غلام مجرم بغیر حکم قاضی دے دیا تو اوسط کو اختیار ہوگا چاہے مولیٰ سے اس چوتھائی قیمت کی ضمان لے بدین وجہ کہ اُس نے بدون حکم قاضی اُس کے شریک کو دیا ہے اور چاہے اپنی شریک سے ضمان لے پس اگر اُس نے مولیٰ سے ضمان لی تو مولیٰ اُس کو اول مدفوع الیہ سے واپس لے گا۔ اور اگر غلام نے دو شخصوں کو خطا سے قتل کیا پھر مولیٰ نے ایک کے ولی کو وہ غلام بدون حکم قاضی دے دیا پھر غلام نے اُس کے پاس ایک شخص کو خطا سے قتل کیا پھر سب جمع ہوئے اور سب نے دینا اختیار کیا تو پہلے مدفوع الیہ سے کہا جائے گا کہ نصف غلام دوسرے کو دے دے اور باقی نصف مولیٰ کو واپس دے گا پھر مولیٰ اُس کو اوسط و آخر کو دے دے گا کہ اوسط اس میں بحساب دس ہزار درم کے اور آخر بحساب پانچ ہزار درم کے شریک کئے جائیں گے پس یہ نصف ان دونوں میں تہائی ہوگا جس میں سے دو تہائی اوسط کا اور ایک تہائی آخر کا ہوگا پھر مولیٰ غلام کی قیمت کا چھٹا حصہ اوسط کو دے گا اور یہ وہ ہے جو اس نصف میں سے ولی جنایت اخیرہ کو دیا گیا ہے اور اس کو اول جس کے پاس غلام تھا واپس لے گا اور اوسط کو اختیار ہے چاہے وہ چھٹا حصہ تاوان لے جو اُس کے قبضہ میں تھا ایسا ہی ہمارے عراقی مشائخ فرماتے ہیں اور میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ اس کو اس امر کا اختیار اس صورت میں نہیں ہے اور نہ صورت اول میں ہے۔ اور اگر مولیٰ نے بحکم قاضی غلام مجرم دیا ہو تو بھی ایسا ہی حکم ہے لیکن مولیٰ اس صورت میں اوسط کے واسطے کچھ ضامن نہ ہوگا مگر مدفوع الیہ اول سے چھٹا حصہ قیمت لے کر اوسط کو دے دے گا اور بنا بر قول مشائخ عراقیین کے خود اوسط اس چھٹے حصہ قیمت کو مدفوع الیہ اول سے واپس لے گا اور اگر غلام نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور دوسرے کی آنکھ پھوڑی پھر مولیٰ نے اُس کو اس شخص کو جس کی آنکھ پھوڑی ہے دے دیا اور غلام نے اُس کے پاس دوسرے کو قتل کیا پھر سب جمع ہوئے اور سب نے غلام کو دینا اختیار کیا تو آنکھ کا حق دار اُس کا تہائی دوسرے آخر کو دے دے گا اور دو تہائی مولیٰ کو واپس دے گا پھر مولیٰ اُس کو دونوں مقتولوں کے وارثوں کو دے دے گا کہ اس میں اول کا ولی بحساب دس ہزار درم کے اور آخر کا ولی بحساب دو تہائی دیت کے شریک کیا جائے گا پس اس قدر غلام دونوں میں پانچ حصے ہو کر تقسیم ہوگا جس میں سے تین حصے اول والے کو اور دو حصے اخیر والے کو ملیں گے پھر اول کے واسطے مولیٰ اُس غلام کی دو تہائی قیمت کے سولہ جزو دو تہائی جزو میں چھ جزو دو تہائی جزو کا ضامن ہوگا اور اس کا حاصل یہ ہے کہ اُس کی دو تہائی قیمت سے دو پانچویں حصے کا ضامن ہوگا یہ اُس کا بدل ہے جو اخیر مقتول کی وارث کو اس دو تہائی میں سے دیا گیا ہے اور پھر اُس کو مولیٰ اُس شخص سے جس کی آنکھ پھوڑی گئی ہے واپس لے گا یہ شرح مبسوط میں ہے اور اگر غلام پر قتل کے گواہ قائم ہوئے اور مولیٰ نے اس پر دوسرے شخص کے قتل کا اقرار کیا تو مولیٰ اُس کو دونوں کو نصفاً نصف دے گا پھر اول کی واسطے اُس کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر اس نے تیسرے کے قتل کا اقرار غلام کی نسبت کیا تو سب کو تین تہائی دے دے گا پھر اول کے واسطے اُس کی دو تہائی قیمت کا اور دوسرے کے واسطے چھٹا حصہ قیمت کا ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتیین میں ہے اور اگر زید کا غلام ہو اور عمرو نے اقرار کیا کہ اُس کے مولیٰ نے اُس کو آزاد کیا ہے پھر خطا سے اس غلام نے عمرو کے کسی مورث کو قتل کیا تو اس کو کچھ نہ ملے گا یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر غلام نے کوئی جنایت کی اور ولی جنایت نے اقرار کیا کہ یہ غلام آزاد ہے تو مسئلہ میں تین صورتیں ہیں یا تو ولی جنایت نے یہ اقرار کیا کہ وہ غلام اصلی آزاد ہے یا اقرار کیا کہ وہ آزاد ہے اقرار کیا کہ مولیٰ نے اس کو آزاد کر دیا ہے پس اگر اقرار کیا کہ وہ اصلی آزاد ہے تو ولی جنایت کی ضمان کسی پر نہ ہوگی نہ غلام پر

۱۔ مدفوع الیہ وہ شخص جس کو غلام وغیرہ دیا گیا تھا ۱۲

اور نہ مولیٰ پر اسی طرح اگر اقرار کیا کہ وہ آزاد ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اقرار کیا کہ مولیٰ نے اُس کو آزاد کر دیا ہے پس اگر یہ اقرار کیا کہ اُس نے جنایت سے پہلے اُس کو آزاد کر دیا ہے تو اُس کا وہی حکم ہے جو اصلی آزاد ہونے کے اقرار کا ہے۔ اور اگر یہ اقرار کیا کہ اُس نے جنایت کے بعد اُس کو آزاد کر دیا ہے تو غلام کے براءت کا اقرار کیا اور مولیٰ پر فدیہ کا دعویٰ کیا اگر یہ اقرار کیا کہ مولیٰ نے جنایت سے آگاہ ہو کر آزاد کیا ہے یا مولیٰ پر ضمان قیمت کا دعویٰ کیا اگر بدون آگاہی کے آزاد کرنے کا اقرار کیا ہے مگر مولیٰ نے جو کچھ اس پر ضمان قیمت یا فدیہ کا دعویٰ کرتا ہے اُس سے انکار کیا تو قسم سے مولیٰ کا قول قبول ہوگا اور ولی جنایت پر گواہ (۱) لانے واجب ہیں۔ یہ سب اُس صورت میں ہے کہ غلام دینے سے پہلے ولی جنایت نے ایسا اقرار کیا اور اگر مولیٰ نے اُس کو غلام دے دیا پھر اُس نے اقرار کیا کہ یہ اصلی آزاد ہے یا یہ آزاد ہے تو مولیٰ و غلام کسی پر اُس کی کوئی راہ نہیں ہے لیکن غلام آزاد ہو جائے گا اور غلام کی ولاء کسی کی نہ ہوگی اور اگر اقرار کیا کہ اُس نے جنایت سے پہلے اُس کو آزاد کیا ہے تو اس کی آزادی کا حکم دیا جائے گا اور اُس کی ولاء موقوف رہے گی یہ محیط میں ہے۔

غلام جنایت کا اقرار کرنا جائز نہیں ہے خواہ ماذون ہو یا مجبور ہو اور بعد حلق کے اپنے اس اقرار پر ماخوذ نہ ہوگا یہ حاوی میں ہے۔ اگر غلام نے آزاد ہو جانے کے بعد اقرار کیا کہ میں نے اپنی رقیّت کی حالت میں عداوت یا خطا جنایت کی تھی تو اُس پر کچھ واجب نہ ہوگا لیکن عداوت قتل کرنے کے اقرار میں قصاص ہو سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک غلام نے خطا سے ایک شخص کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور وہ اچھا ہو گیا پھر مولیٰ نے اُس کو بسبب جنایت کے دے دیا پھر وہ زخم پھوٹ نکلا اور مجروح اس سے مر گیا اور وہ غلام موجود ہے تو وہ مجروح میت کے وارثوں کا ہوگا اور اگر مولیٰ نے اُس کو ہاتھ کی پوری دیت پانچ ہزار درم فدیہ دے کر اختیار کیا ہو پھر غلام مذکور کو آزاد کر دیا پھر مجروح کا زخم پھوٹا اور وہ مر گیا تو فرمایا کہ وہ غلام کی قیمت دے دے گا اگر چہ سودرم ہوں اور فدیہ کے پانچ ہزار درم واپس لے گا یہ محیط میں ہے۔ ایک غلام آزاد کیا گیا پس اُس نے ایک شخص سے کہا کہ میں نے خطا سے تیرے بھائی کو جس حالت میں میں غلام تھا قتل کیا تھا اور اُس شخص نے کہا کہ تو نے اُس کو اپنے آزاد ہونے کی حالت میں قتل کیا ہے تو بالا جماع غلام کا قول قبول ہوگا اسی طرح اگر اُس نے بعد آزادی کے اپنے مولیٰ سے کہا کہ میں نے رقیّت کی حالت میں تیرا مال لے لیا ہے یا تیرا ہاتھ کاٹ ڈالا ہے اور مولیٰ نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے بعد آزادی کے ایسا کیا ہے تو بالا جماع غلام کا قول قبول ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے باندی کو آزاد کیا پھر اس سے کہا کہ میں نے تیرا ہاتھ کاٹا ہے درحالیکہ تو میری باندی تھی اور باندی نے کہا کہ تو نے میرے آزاد ہونے کی حالت میں میرا ہاتھ کاٹا ہے تو باندی کا قول قبول ہوگا اسی طرح جو چیز اُس سے لے لی ہو اُس کے بارے میں بھی ایسے اختلاف کی صورت میں یہی حکم ہے سوائے جماع کے یا کمائی کے کہ اس میں استحسانا مولیٰ کا قول قبول ہوگا یہ امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ کچھ ضامن نہ ہوگا الا ایسی چیز کا جو مال عین ہو کہ اس میں یہ حکم دیا جائے گا کہ باندی کو واپس کر دے یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر ایک غلام خرید اور اُس پر قبضہ کر لیا پھر ایک شخص نے کہا کہ میں نے تیرے خریدنے سے پہلے اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا ہے اور مشتری نے کہا کہ تو نے میرے خریدنے کے بعد اس کا ہاتھ کاٹا ہے تو مشتری کا قول قبول ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اگر غلام نے کسی شخص کا ہاتھ عداوت کاٹ ڈالا اور اس جرم میں خواہ بحکم قاضی یا بدون حکم قاضی اس کو دے دیا گیا پھر اس نے اس کو آزاد کر دیا پھر وہ ہاتھ کے زخم کی وجہ سے مر گیا تو یہ غلام جنایت کے مصالحہ میں قرار دیا جائے گا اور اگر اُس نے آزاد نہ کیا ہو تو مولیٰ کو واپس دے گا پھر وارثان مقتول سے کہا جائے گا کہ ہو اس کو قتل کر دیا اس کو عفو کر دو یہ خزانہ المفتیین میں ہے۔ اگر غلام نے کسی کو قتل کیا اور اُس کے دو وارث ہیں پس دونوں میں سے

(۱) یعنی بعد آزاد ہونے کے (۱) یعنی ثبوت دعویٰ کے واسطے شرعا ۱۲

ایک نے اس کو عفو کر دیا تو مولیٰ سے کہا جائیگا کہ جس نے معاف نہیں کیا ہے اس کو نصف غلام دے دے یا نصف دیت فدیہ دے اور عفو کرنے والے کا کچھ استحقاق نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک غلام نے دو آدمیوں کو قتل کیا اور ہر ایک مقتول کی دو دہائی ہیں پھر ہر ایک کے دو وارثوں میں سے ایک نے معاف کیا تو باقی دونوں کو مولیٰ نصف غلام دے گا یا دس ہزار درم فدیہ دے گا اور اگر غلام نے ایک کو عدا اور دوسرے کو خطا سے قتل کیا ہو اور عدا مقتول کے دونوں وارثوں میں سے ایک نے عفو کیا پس اگر مولیٰ اس کا فدیہ دینا چاہے تو پندرہ ہزار درم فدیہ دے گا جس میں سے دس ہزار درم وارثان مقتول بخلا کو اور پانچ ہزار درم دوسرے وارث مقتول بحد کو دے گا۔ اور اگر اس نے غلام دیا تو تین تہائی دونوں کو دے گا یعنی دو تہائی وارثان مقتول بخلا کو اور ایک تہائی وارث مقتول بحد کو جس نے معاف نہیں کیا ہے یہ امام اعظمؒ کے نزدیک بطریق عول کے ہے کہ دونوں وارث خطا اس میں پوری دیت کے حساب سے اور وارث عدا اس میں نصف دیت کے حساب سے شریک ہوں گے اور صاحبینؒ کے نزدیک بطریق منازعت کے چار حصے ہوں گے جس میں سے تین چوتھائی ہر دو وارثان خطا کو اور ایک چوتھائی ایک وارث عدا کو ملے گا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر غلام نے دو شخصوں کو خطا سے قتل کیا پھر دونوں مقتولوں میں سے ایک کے ولی نے اس کو معاف کر دیا تو آدھا غلام دوسرے کو دے دے گا یا دیت سے اس کا فدیہ دے گا اور اگر دونوں میں سے ایک نے اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا ہو تو در صورتیکہ مولیٰ نے اس کو دونوں کو دے دیا ہو۔ ہاتھ کاٹنے والا اس میں نو ہزار پانچ سو درم کے حساب سے شریک کیا جائے گا کیونکہ اس نے ہاتھ کاٹ کر پانچ سو درم بھر پائے ہیں اور دوسرا بحساب دس ہزار درم کے اس میں شریک کیا جائے گا یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔

اگر اس نے ایک شخص کو قتل کیا اور دوسرے کی آنکھ پھوڑ دی پس یا یہ جرم عدا ہوگا یا خطا سے ہوگا پس اگر عدا ہو تو مولیٰ سے کہا جائے گا کہ تیراجی چاہے یہ غلام اس کو جس کی آنکھ پھوڑی گئی ہے دے دے یا اس کا فدیہ دے دے پس اگر اس نے فدیہ دینا اختیار کیا تو آنکھ کی جنایت کا فدیہ پانچ ہزار درم دے گا اور غلام مذکور اس جنایت سے پاک ہو جائے گا پھر ولی مقتول اس کو قصاص میں قتل کرے گا اور اگر اس نے دینا اختیار کیا تو وارثان قتل آکر اس کو قصاص میں قتل کریں گے پھر جس کی آنکھ پھوڑی ہے وہ مولیٰ سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر قتل بخلا ہو تو مولیٰ کو دونوں کے حق میں اختیار دیا جائے گا کہ چاہے اس کو دونوں کو دے دے یا اس کا فدیہ دے دے پس اگر اس نے فدیہ دینا اختیار کیا تو پندرہ ہزار درم فدیہ دے دے جن میں سے دس ہزار درم وارث مقتول کے اور پانچ ہزار درم اس کے جس کی آنکھ پھوڑی ہے اور اگر اس نے دینا اختیار کیا تو غلام مذکور دونوں میں تین تہائی ہوگا جس میں سے دو تہائی وارث مقتول کی اور ایک تہائی آنکھ پھوڑی ہوئی کی ہوگی یہ محیط میں ہے۔ ایک مملوک نے دوسرے مملوک کو خطا سے قتل کر ڈالا پھر اپنے مولیٰ کے بھائی کو خطا سے قتل کیا اور بھائی کا وارث سوائے اس کے مولیٰ کے کوئی نہیں ہے تو نصف قاتل مقتول مملوک کے مولیٰ کو دیا جائے گا یا مولائے قاتل اس کا فدیہ دے گا اور باقی آدھا اپنے مولیٰ کا ہوگا۔ اور اگر اس نے اپنے مولیٰ کے بھائی کو پہلے قتل کیا تو پورا قاتل مملوک مقتول کے مولیٰ کو دیا جائے گا یا مولائے قاتل اس کا فدیہ دے گا اور اگر اس نے اپنے مولیٰ کے بھائی کو پہلے قتل کیا اور بھائی کے ایک لڑکی ہے تو تین چوتھائی قاتل مملوک مقتول کے مولیٰ کو دیا جائے گا اور چوتھائی اس لڑکی کو دیا جائے گا اور اگر اس نے دونوں کو ایک ہی ضرب سے قتل کیا ہو اور بیٹی نہ ہو تو قاتل دونوں میں نصف نصف ہوگا یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہے اس نے دونوں کے قریب یعنی مورث کو عدا قتل کیا پھر دونوں میں سے ایک نے اس کو عفو کر دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کا پورا خون معاف ہو جائے گا اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ عفو کرنے والا اس کا آدھا دوسرے کو دے گا یا چوتھائی دیت فدیہ دے گا اور بعض نسخوں میں امام محمدؒ کا قول امام اعظمؒ کے ساتھ مذکور ہے اور اشہریہ ہے کہ امام محمدؒ کا قول مثل قول امام ابو یوسفؒ کے ہے۔ اور اگر

ایک غلام نے اپنے مولیٰ کو عداً قتل کیا اور اُس کے دو بیٹے ہیں پھر ایک نے اُس کو غصہ کر دیا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک پورا خون باطل ہو جائے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پہلے مسئلہ کے موافق یہاں بھی حکم ہے یہ کافی میں ہے۔ منقہی میں ہے کہ ایک غلام نیا ایک شخص کو عداً قتل کیا پھر مولیٰ نے اُس کو آزا کر دیا پھر ہر دو وارثان مقتول میں سے ایک نے اس کو معاف کر دیا تو غلام مذکور اپنے نصف قیمت کے واسطے جس نے معاف نہیں کیا اُس کے لیے سعایت کرے گا اور مولیٰ پر کچھ واجب نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی نے اپنے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر اُس کو کسی نے غصب کر لیا اور وہ غاصب کے پاس اسی زخم قطع سے مر گیا تو غاصب پر اُس کی قیمت ہاتھ کٹے ہوئے کے حساب سے واجب ہوگی اور اگر مولیٰ نے غاصب کے پاس اُس کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور وہ اس زخم سے غاصب کے پاس مر گیا تو غاصب پر کچھ واجب نہ ہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔

جامع کبیر میں ہے کہ ایک شخص نے اپنے غلام کو موضع زخم سر یا چہرہ سے زخمی کیا پھر ایک شخص کے پاس ہزار درم قرضہ کے عوض رہن کیا اور اس غلام زخمی کی قیمت باوجود اس زخم کے ہزار درم ہے پھر وہ غلام مرتہن کے پاس اسی زخم سے مر گیا تو جس قدر قرضہ کے عوض رہن ہے اُسی کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائے گا اور اگر رہن کرنے کے بعد مولیٰ نے اُس پر جنایت کی ہو تو مرتہن واپس کرنے والا ہو جائے گا حتیٰ کہ اگر وہ اس زخم سے مر جائے تو قرضہ میں سے کچھ ساقط نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر اجنبی نے اُس کے ساتھ کوئی جنایت کی تو راہن سے پہلے جنایت کرنے اور رہن کے بعد جنایت کرنے میں ان دونوں صورتوں میں ابطال رہن کے حق میں فرق ہو گا جیسا کہ مذکور ہوا ہے۔ اور نیز جامع کبیر میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے غلام کو موضع لہ شجہ سے زخمی کیا اور وہ غلام بیمار پڑا پھر اُس کو غاصب نے غصب کر لیا اور وہ اس جنایت سے غاصب کے پاس مر گیا تو مولائے غلام کو اختیار ہوگا چاہے جنایت کنندہ سے غلام تندرست کی قیمت تین سال میں وصول کرے یعنی اس کی مددگار برادری ضامن ہوگی پھر اس کی مددگار برادری غاصب سے اُس غلام کی قیمت روز غصب کے تھی وصول کر لے گی اور اگر چاہے تو غاصب سے غلام مذکور کی روز غصب کی قیمت فی الحال اُس کے مال سے لے لے اور جنایت کنندہ سے موضع زخم کا ارش اور جو نقصان اُس سے غاصب کے غصب کرنے کے روز تک پیدا ہوا ہے تاوان لے اور یہ سب جنایت کرنے والے کے مال میں سے دلایا جائے گا اور اگر غاصب نے ادائے ضمان کے بعد چاہا کہ جنایت کرنے والے یا اُس کی مددگار برادری سے ضمان لے تو اُس کو یہ اختیار نہ ہوگا اور اگر اُس کو غاصب نے غصب نہ کیا بلکہ مولیٰ نے اُس کو بعد جنایت کے کسی شخص کے ہاتھ اس شرط سے کہ بائع کو تین روز تک اختیار حاصل ہے فروخت کر دیا اور وہ مشتری کے پاس مر گیا تو اُس کا حکم ویسا ہی ہے جیسا ہم نے غاصب کی صورت میں بیان کیا ہے اور اگر مولیٰ نے اس غلام کو بطور بیع فاسد کے اُس کے ہاتھ فروخت کیا اور وہ اسی جنایت سے مشتری کے پاس مر گیا تو مولیٰ جنایت کرنے والے سے موضع کا ارش اور جو کچھ اس جراحت سے مشتری کے لئے کرنے کے روز تک نقصان پیدا ہوا ہے تاوان لے گا اور یہ مال تاوان جنایت کرنے والے کے مال میں فی الحال واجب ہوگا اور مشتری پر اُس کے قبضہ کرنے کے روز کی قیمت فی الحال اُس کے مال میں واجب ہوگی اور اگر مولیٰ نے اُس کو فروخت نہ کیا لیکن اپنے قرضہ کے عوض جو اُس پر آتا ہے اور وہ قیمت غلام کے برابر رہن کیا اور وہ مرتہن کے پاس اس جنایت سے مر گیا تو وہ بعوض قرضہ میت قرار دیا جائے گا اور مرتہن کو جنایت کنندہ سے مواخذہ کرنے کی کوئی راہ نہیں ہے اور راہن ارش جنایت کو جنایت کرنے والے سے لے لے گا اور جس قدر نقصان تا وقت قبضہ مرتہن اُس میں آیا ہے وہ بھی لے لے گا اور جنایت کرنے والے سے تاوان قیمت باطل ہو گا اور اگر غلام کی قیمت قرضہ سے زائد ہو مثلاً قیمت غلام دو ہزار درم اور قرضہ ایک ہزار درم ہے اور وہ مرتہن کے پاس مر گیا تو حکم وہی ہے۔

یعنی وہ زخم سر جس سے ہڈی کھل گئی ۱۲

جو ہم نے قرضہ کے برابر قیمت ہونے کی صورت میں بیان کیا ہے کہ مرتہن کو جنایت کرنے والے سے تاوان لینے کا اختیار نہ ہوگا اور مولائے غلام اُس جنایت کرنے والے سے موضع کا نصف ارش اور نصف اس نقصان کا جو وقت رہن تک ہوا ہے لے لے گا اور یہ سب جنایت کرنے والے کے مال سے ہوگا اور نیز مولائے غلام اُس جنایت کرنے والے سے غلام کے مرنے کے روز (۱) کی نصف قیمت اور نصف ارش موضع اور نصف نقصان جنایت لے لے گا اور یہ مال اس کی مددگار برادری پر ہوگا اور جامع صغیر میں فرمایا کہ ایک شخص نے اقرار کیا کہ میں نے زید کے غلام کا ہاتھ خطا سے کاٹا ہے اور اُس کی مددگار برادری نے اس سے انکار کیا یعنی تکذیب کی پھر ایک شخص نے اُس کو غصب کیا اور اقرار کیا کہ میں نے اُس کے مولیٰ سے غصب کر لیا ہے اور وہ غاصب کے پاس مر گیا تو مولیٰ کو اختیار ہوگا چاہے جنایت کرنے والے سے اُس کی قیمت اُس کے مال سے تین سال میں وصول کر لے اور جنایت کرنے والا غاصب سے اُس غلام کے ہاتھ کٹے ہوئے کے حساب سے جو قیمت ہونی الحال اُس کے مال سے لے لے گا اور چاہے مالک غاصب کے مال سے فی الحال اُس کی قیمت ہاتھ کٹے ہوئے کے حساب سے لے لے اور جنایت کرنے والے سے اُس کے ہاتھ کا ارش یعنی اُس کی نصف قیمت اُس کے مال سے لے لے اور جنایت کرنے والا نصف غلام کا ضامن نہ ہوگا۔ اور یہ چاہئے ہے کہ جنایت کرنے والا وقت غصب تک کے نقصان کا بھی ضامن ہو لیکن اس کو کتاب میں ذکر نہیں فرمایا ہے پس یا تو ذکر نہیں فرمایا یا مسئلہ کی صورت اس طور پر واقع ہوئی کہ فوراً قطع کرنے کے بعد ہی غصب واقع ہوا ہے۔ اور اگر عہد قطع کیا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو ہم کہتے ہیں کہ مولیٰ کو اختیار ہے چاہے قاتل سے قصاص لے پھر غاصب سے مواخذہ کرنے کی کوئی راہ نہ ہوگی نہ مولیٰ کو نہ وارثان جنایت کنندہ کو اور چاہے ابتدا سے اس غلام کے ہاتھ کٹے ہوئے کی قیمت غاصب سے تاوان لے پھر ہاتھ کاٹنے والے سے مولیٰ قصاص نہیں لے سکتا ہے لیکن جنایت کنندہ پر ہاتھ کا ارش اُس کے مال سے واجب ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک غلام غصب کیا اور اُس نے غاصب کے پاس کسی کو قتل کیا ☆

اگر ایک شخص نے ایک غلام غصب کیا اور اُس نے غاصب کے پاس جنایت کی پھر غاصب نے اُس کو واپس دے دیا پھر اُس نے دوسری جنایت کی تو مولیٰ اُس کو دونوں فریق جنایت کو دے دے گا پھر غاصب سے اُس کی نصف قیمت لے کر اول کو دے دے گا پھر یہ قیمت غاصب سے واپس لے گا اور یہ امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ غاصب سے نصف قیمت لے لے گا کہ وہ اُسی کو دی جائے گی یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر ایک غلام غصب کیا اور اُس نے غاصب کے پاس کسی کو قتل کیا پھر غلام مر گیا تو غاصب پر اُس کی قیمت واجب ہوگی پھر مولیٰ یہ قیمت ولی جنایت کو دے دے گا پھر دوبارہ غاصب سے اُس کی قیمت واپس لے گا اور اگر غلام نہ مرا ہو لیکن اُس کی آنکھ جاتی رہی پھر غاصب نے مولیٰ کو کانا واپس کر دیا پھر اُس نے مولیٰ کے پاس دوسرے شخص کو قتل کیا پھر سب جمع ہوئے پھر مولیٰ نے اُس کو دونوں جنایتوں میں دے دیا تو وہ غاصب سے اُس کی نصف قیمت لے گا بدین اعتبار کہ اُس کی ایک آنکھ جاتی رہی ہے پس یہ نصف قیمت وارث اول کو دے گا اور جب اُس کو یہ نصف قیمت ملی تو وہ غلام مدفوع میں دیت میں سے اس قدر کم کر کے باقی کے حساب سے شریک کیا جائے گا اس واسطے کہ جس قدر اُس نے قیمت لی ہے وہ اُسی کی رہے گی پس اُس کے قدر حصہ کا شریک نہ کیا جائے گا بلکہ باقی حق کے واسطے شریک کیا جائے گا اور دوسرے مقتول کا وارث پوری دیت کے واسطے شریک کیا جائے گا پھر مولیٰ نصف قیمت جو اس سے لے لے گئی ہے۔ غاصب سے واپس لے گا اور نیز وارث مقتول اول کو جو کچھ غلام کانے میں سے حصہ رسد ملا ہے وہ بھی مولیٰ غاصب سے لے لے گا اور جو کچھ دوسرے مقتول کے وارث کو ملا ہے وہ

۱۔ وہ مال جو بعض کسی زخم پہنچانے کے مجرم پر لازم ہوتا ہے ۱۲۔ (۱) جو مرنے کے روز اُس کی قیمت ہے اُس کی نصف قیمت ۱۲ منہ

واپس نہیں لے سکتا ہے پھر وارثانِ اول مولیٰ سے جو اُس نے لیا ہے غلام کی پوری قیمت تک جس قدر رہا ہے لے لیں گے اور چاہئے کہ یہ حکم خاص امام اعظم و امام ابو یوسف کا قول ہو پھر مولیٰ غاصب سے اُس کے مثل جو اُس سے لے لیا گیا ہے واپس لے لے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام غصب کر لیا پھر اُس کے پاس غلام نے کسی کو خطا سے قتل کیا پھر مولیٰ و وارثانِ مقتول مجتمع ہوئے تو وہ غلام اُس کے مولیٰ کو واپس دیا جائے گا پھر مولیٰ سے کہا جائے گا کہ اُس کو دے یا اس کا فدیہ دے پس اگر اُس نے دیا یا اُس کا فدیہ دیا تو غاصب سے غلام کی قیمت وارثانِ دونوں میں سے کم مقدار واپس لے گا اور اگر غاصب کے پاس اُس میں زیادت متعلقہ پیدا ہو گئی اور مولیٰ نے دنیا اختیار کیا تو مع زیادتی دے دے گا خواہ یہ زیادتی قبل جنایت کے پیدا ہوئی ہو اُس کے بعد پیدا ہوئی ہو پھر غاصب سے اس زیادات کی قیمت واپس نہیں لے سکتا ہے اگرچہ وہ زیادت کسی ایسی سبب سے ہو جو غلام نے غاصب کے پاس کیا ہے استحقاق میں سے لے لی گئی ہو۔ اور اگر غاصب کے پاس غلام کا نا ہو گیا اور اُس کے پاس اُس نے کوئی جنایت کی ہے پس اگر بعد جنایت کے کا نا ہوا ہو اور مولیٰ نے دنیا اختیار کیا تو ولی جنایت کو کا نا دے دے گا پھر غاصب سے اُس کی تندرست صحیح سالم کی قیمت واپس لے گا اور جب اُس نے تندرست کی قیمت لے لی تو ولی جنایت مولیٰ سے اُس کی نصف قیمت واپس لے لے گا پھر مولیٰ نے یہ نصف قیمت دوبارہ غاصب سے لے لے گا تا کہ اُس کے پاس غلام کی پوری قیمت پہنچ جائے اور اگر جنایت سے پہلے کا نا ہو گیا اور مولیٰ نے دنیا اختیار کیا تو کا نا غلام دے دے گا پھر غاصب سے اُس کی صحیح سالم کی قیمت لے لے گا اور یہ سب قیمت مولیٰ کو مسلم ملے گی اور ولی جنایت اس میں سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک شخص نے دوسرے کا غلام غصب کیا اور اُس نے خطا سے اپنے مولیٰ کو یا اپنے مولیٰ کے غلام کو قتل کیا حالانکہ غلام مقتول کی قیمت قاتل سے زائد ہے یا اپنے مولیٰ کا مال تلف کر دیا تو غاصب غلام منسوب کی قیمت اُس کے مولیٰ کو دے دے گا اور یہ امام اعظم کے نزدیک ہے اور اگر غلام منسوب نے غاصب پر یا اُس کے مال پر جنایت کی تو امام اعظم کے نزدیک ہدر ہے اور صاحبین کے نزدیک معتبر ہے کہ مالک غلام سے کہا جائے گا کہ تو یہ غلام غاصب کو اگر وہ زندہ ہے یا اُس کے وارثوں کو دے دے یا اُس کی دیت فدیہ دے اگر غاصب کو قتل کیا ہو یا اُس کے مال کی قیمت دے اگر مال تلف کیا ہو یہ حاوی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک غلام و ایک باندی کسی شخص سے غصب کر لی اور ہر ایک نے اس میں سے غاصب کے پاس کسی کو قتل کیا پھر غلام مذکور نے باندی مذکور کو قتل کیا پھر غاصب نے وہ غلام مولیٰ کو واپس کر دیا اور مولیٰ نے اُس کا فدیہ دے دینا اختیار کیا تو اس میں وارثانِ مقتول غلام بقدر دیت کے اور وارثانِ مقتول باندی بقدر قیمت باندی کے شریک کئے جائیں گے پھر مولیٰ غاصب سے غلام کی قیمت اور باندی کی قیمت لے لے گا پھر مقتول غلام کے وارث اُس کی قیمت میں اس قدر لے لیں گے کہ جو کچھ اُن کے پاس اُس کے ساتھ ملا کر غلام کی پوری قیمت ہو جائے اور جس قدر انہوں نے اپنا حق پورا کرنے کے واسطے مولیٰ سے غلام کی قیمت میں سے لے لیا ہے اس قدر مولیٰ غاصب سے واپس لے گا اور نیز وارثانِ مقتول باندی بھی باندی کی قیمت سے اپنا حق بقدر اُس کی قیمت کے پورا کر لیں گے اور اس قدر کو بھی مولیٰ غاصب سے واپس لے گا اور اگر مولیٰ نے فدیہ دینا اختیار کیا تو غلام کے مقتول کی دیت دے دے گا اور مقتول باندی کے وارث کو باندی کی قیمت دے دے گا پھر غاصب سے غلام و باندی کی قیمت واپس لے گا اور جو حکم اس مسئلہ میں مذکور ہے اس کی تاویل یہ ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ غاصب تنگ دست یا غائب ہو اور اگر حاضر ہو اور مولیٰ اُس سے باندی کی قیمت لے سکتا ہو تو مسئلہ کی

یعنی غلام کے ساتھ اُس کی قیمت بھی دے دے گا اور یہ مراد نہیں ہے کہ فقط منسوب ہی کی قیمت دے دے گا ۱۲

یعنی رائیگاں و مفت ہے اُس کا عوض نہ دیا جائے گا ۱۲

تخریج دوسرے طور پر ہے جیسا کہ اس کے بعد ذکر فرمایا ہے اور یہ مسئلہ ابو حفصؒ کے نسخہ میں ہے اور ابو سلیمان کے نسخہ میں مسئلہ طویلہ مذکور ہے اور حکم میں تفصیل ہے چنانچہ فرمایا کہ اگر ایک شخص نے ایک غلام و باندی جس میں سے ہر ایک کی قیمت ہزار درم ہی غصب کی اور ہر ایک نے غاصب کے پاس ایک ایک شخص کو قتل کیا پھر غلام نے باندی کو قتل کیا پھر غاصب نے غلام کو واپس کر دیا تو غاصب اُس غلام کے ساتھ باندی کی قیمت بھی واپس دے گا پھر مولیٰ یہ قیمت مقتول باندی کے وارث کو دے دے گا پھر غاصب سے دوبارہ یہ قیمت واپس لے گا اور یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر اُس نے فدیہ دینا اختیار کیا تو دیت مقتول غلام اُس کے وارث کو دے دے گا اور غلام کی قیمت غاصب سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر اُس نے دینا اختیار کیا تو غلام کو اُس کے مقتول کے وارث اور غاصب کو دے گا جس میں سے گیارہ حصوں میں سے دس حصے وارث مقتول غلام کو اور ایک حصہ غاصب کا ہوگا پھر غاصب سے غلام کی قیمت اُس کا مولیٰ لے لے گا جس میں سے گیارہ حصوں میں سے ایک حصہ وارث مقتول غلام کو دے دے گا پھر غاصب سے یہ حصہ بھی واپس لے گا اور اگر غاصب تنگ دست ہو اور اُس سے باندی کی قیمت لینی ممکن نہ ہو سکے اور مولیٰ نے دینا اختیار کیا پس اگر مقتول باندی کے وارث نے کہا کہ میں غلام میں بقدر قیمت باندی کے شرکت نہیں کروں گا بلکہ انتظار کروں گا پھر جب باندی کی قیمت وصول ہو جائے گی تو اُس کو لے لوں گا تو اُس کو یہ اختیار ہوگا۔

مسئلہ مذکورہ کی بابت امام اعظم ابو حنیفہؒ کا قول ☆

بقیاس قول امام ابو حنیفہؒ کے پورا غلام مقتول غلام کے وارث کو دے دے گا اور بعد دے دینے کی غاصب سے غلام کی قیمت اور باندی کی قیمت لے لے گا پھر باندی کی قیمت اس کے مقتول کے وارث کو دے دے گا پھر غاصب سے بھی قیمت دوبارہ لے لے گا پس اُس کے قبضہ میں دو قیمتیں آئیں گی اور بقیاس قول امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے غلام میں سے گیارہ حصوں میں سے دس حصے اُس کے مقتول کے وارث کو دے گا اور ایک حصہ اپنے پاس رکھے گا یہاں تک کہ جب باندی کی قیمت وصول ہو تو مولیٰ اُس کو لے کر اُس کے مقتول کے وارث کو دے دے گا پھر اس قیمت کو غاصب سے واپس لے گا پھر مولیٰ سے کہا جائے گا کہ یہ جزو غاصب کو دے دے یا باندی کی قیمت اس کا فدیہ دے پس اگر یہ جزو دے دیا تو اُس سے غلام کی قیمت لے لے گا پھر اس قیمت میں سے گیارہ جڑوں سے ایک جزو وارث مقتول غلام کو بعض اس جزو غلام کے جو وارث مذکور کو نہیں دیا گیا ہے دے دے گا اور پھر اس جزو قیمت کو غاصب سے واپس لے گا اور اگر اُس کا فدیہ دیا تو باندی کی قیمت اُس کا فدیہ دے لیکن غلام کی قیمت اس صورت میں بھی غاصب سے لے لے گا لیکن چونکہ دونوں قیمتیں برابر ہیں اس واسطے ایک دوسرے کا قصاص ہو جائے گی اور وارث مقتول غلام کو بجائے اس جزو کے اُس کی قیمت کا گیارہواں حصہ دے دے گا پھر اُس کی قیمت غاصب سے واپس لے گا اور اگر مقتول باندی کے وارث نے کہا کہ میں بقدر قیمت باندی کے غلام میں شریک ہو جاؤں گا تو غلام مذکور دونوں کو دیا جائے گا جس میں سے وارث مقتول غلام بقدر دیت کے اور وارث مقتول باندی بقدر قیمت باندی کے حصہ دار ہوگا پس دونوں میں گیارہ حصوں پر تقسیم ہوگا جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے پھر جب غاصب پر قابو پایا یا وہ خوشحال ہو گیا تو مولیٰ کو غلام اور باندی سے قیمت ادا کرے گا پھر غلام کی قیمت میں سے گیارہواں حصہ وارث مقتول غلام کو بجائے اُس حصہ غلام کے جو اُس کو نہیں ملا ہے دے دے گا اور پھر غاصب سے اس قدر حصہ واپس لے گا اور مقتول باندی کے وارث کو سوائے اُس کے جو کچھ اُس کو اس میں سے مل چکا ہے باندی کی قیمت میں سے کچھ نہ ملے گا اور اس سے پہلے ایک چھوٹے مسئلہ میں بیان فرمایا ہے کہ باندی کی قیمت میں سے اُس کے مقتول کے وارث کو اس قدر دے دیا جائے گا کہ جو کچھ اُس کو ملا کر باندی

کی پوری قیمت ہو جائے پس اس حکم میں دو روایتیں ہیں اور اگر مولیٰ نے فدیہ دینا اختیار کیا تو غلام کے دس ہزار درم فدیہ اور باندی کی قیمت دے گا پھر غاصب سے غلام کی قیمت لے گا اور باندی کی دو قیمتیں لے لے گا جس میں سے ایک قیمت بجائے اُس قیمت کے ہو گی جو اُس نے باندی کے مقتول کے وارث کو دی ہے اور دوسری قیمت بوجہ غصب کے ہو گی جو مولیٰ کو بجائے باندی کے مسلم ملے گی اور یہ امام اعظم کا قول ہے۔

بقیاس قول صاحبین کے جب غاصب نے غلام کی قیمت اور دونوں قیمتیں باندی کی ادا کر دیں تو ایسا ہو گیا کہ گویا باندی اُس کی ہو گئی بسبب اس کے کہ اُس پر ضمان مقرر ہوئی ہے پس مولیٰ سے کہا جائے گا کہ غلام کے گیارہ جزوں میں سے ایک جزو غاصب کو ملا ہے یا اُس کا فدیہ دے اور فدیہ باندی کی قیمت ہے اور جو کچھ اُس نے کیا بہر حال غاصب سے کچھ واپس نہ لے گا۔ بدینی وجہ کہ جو ہر ایک کو دوسرے سے پانا ہے اُس میں مقاصد واقعہ ہوگا جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا ہے یہ مبسوط میں ہے۔

غصب کئے گئے غلام کو فریق ثالث کے قتل کا حکم دیا اور اُس نے عمل بھی کر ڈالا تو ایسی حالتوں میں قصاص کی کچھ

صورتوں کا بیان ☆

اگر ایک غلام غصب کیا پھر اُس کو حکم کیا کہ اس شخص کو قتل کر دے اُس نے قتل کر دیا پھر غاصب نے اُس کے مولیٰ کو واپس کر دیا پھر اُس کے پاس غلام نے خطا سے دوسرے آدمی کو قتل کر یا پھر مقتول اول کے ولی نے خون معاف کیا تو مولیٰ پر واجب ہوگا کہ نصف غلام ولی مقتول دیگر کو دے دے یا دیت اُس کا فدیہ دے اور غاصب سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر غصو سے پہلے دونوں فریق وارثوں کو دے دے یا دیت اُس کا فدیہ دے اور غاصب سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر غصو سے پہلے دونوں فریق وارثوں کو دے دیا پھر ولی اول نے اُس کو عفو کیا تو مولیٰ غاصب سے نصف قیمت واپس لے گا پھر ولی اول کو اس نصف قیمت کے لینے کا کوئی راہ نہ ہوگی اس واسطے کہ اُس نے عفو کر دیا پس یہ قیمت مولیٰ کو مسلم رہے گی اور دوبارہ غاصب سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ حاوی ہے۔

اگر زید نے عمرو کا غلام غصب کیا اور عمرو نے زید کے پاس اپنی ایک باندی ودیعت رکھی پھر غلام نے زید کے پاس کسی کو قتل کیا پھر غلام کو باندی نے قتل کیا تو غاصب پر اُس کے پاس غلام کے مرجانے سے غلام کی قیمت واجب ہوگی پھر جب مولیٰ کا اُس کو بول کر لے تو یہ قیمت وارثان مقتول کو دے دے گا پھر غاصب دوبارہ اُس کی قیمت مولائے غلام کو دے دے گا تا کہ بجائے غلام کے اُس کے پاس مسلم رہے پھر مولا سے کہا جائے گا کہ اپنی ودیعت کی باندی غاصب کو دے دے یا غلام کی قیمت اُس کا فدیہ دے دے۔ اور اگر اس مسئلہ میں غلام نے باندی کو قتل کیا ہو باوجودیکہ آزاد کو قتل کیا ہے اور مولیٰ نے غلام دینا اختیار کیا تو یہ غلام مقتول کی قیمت اور باندی کی قیمت پر تقسیم کیا جائے گا یہ امام اعظم کا قول ہے پس وارثان مقتول اس میں سے جس قدر مقابلہ دیت کے پڑے وہ لے لے گا اور جس قدر باندی کی قیمت کے پڑے وہ مولیٰ لے لے گا پھر غاصب مولائے کنیز کو باندی کی پوری قیمت دے دے گا اور نیز مولیٰ اس سے اُسکے مثل جو وارثان مقتول نے غلام میں سے لیا ہے غلام کی قیمت میں سے لے لے گا اور امام ابو یوسف و احمد کے قول پر غلام میں مولیٰ اپنی باندی کی قیمت کے قدر بالکل شریک نہ کیا جائیگا بلکہ پورا غلام وارثان مقتول کو دیدے گیا اور اُس قیمت غاصب سے واپس لے گا اور اگر ایک باندی غصب کی اُس نے غاصب کے پاس سے کسی کو قتل کیا پھر ایک بچہ جنی اور بچہ نے

یعنی پردہ شدہ بجائے غلام ملک مولیٰ میں رہے ۱۲

اس کو قتل کیا تو غاصب پر واجب ہوگا کہ بچہ اور باندی کی قیمت مولیٰ کو واپس کر دے پھر مولیٰ سے کہا جائے گا کہ یہ قیمت وارثان مقتول کو دے دے پھر غاصب سے اسی قدر واپس لے لے کہ وہ تیری ہوگی پھر اُس سے کہا جائے گا کہ یہ بچہ غاصب کو دے دے یا باندی کی قیمت اُس کا فد یہ دے یہ مبسوط میں ہے۔ غلام مرہون نے اگر رہن پر جنایت کی یا رہن کے مملوک یا مال پر جنایت کی تو آیا اُس کی جنایت معتبر ہوگی سو مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ کتاب الرہن میں مذکور ہے اور یہ حکم مذکور ہے کہ جنایت ہدر ہوگی اور اس میں کوئی اختلاف مذکور نہیں ہے لیکن مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ ہدر ہونے کا جو حکم کتاب الرہن میں مذکور ہے امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کا قول ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک اُس کی جنایت راہن پر بقدر قرضہ کے معتبر ہوگی اس واسطے کہ وہ بقدر قرضہ کے مضمون ہے حاصل آنکہ مرثیہ کا قرضہ ساقط ہو جائے گا اور اگر اُس نے مرثیہ پر جنایت کی تو امام اعظمؒ کے نزدیک یہ جنایت بقدر قرضہ کے معتبر نہ ہوگی اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ نے فرمایا کہ معتبر ہوگی یہ محیط میں ہے۔

☆ فصل دوم

ام الولد و مدبر کی جنایت کے بیان میں

اگر مدبر یا ام ولد نے جنایت کی تو مولیٰ اُس کی قیمت ^(۱) وارث جنایت سے کم مقدار کا ضامن ہوگا اور یہ ام ولد میں اُس کی تہائی قیمت ہے اور مدبر کی صورت میں دو تہائی ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ دو آدمیوں کے مشترک مدبر نے جنایت کی تو دونوں مولیٰ میں سے ہر ایک پر اُس کی قیمت کا اس قدر حصہ واجب ہوگا جتنی اس میں سے ہر ایک کی ملک ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے اُس کو مدبر کیا اور اُس نے جنایت کی تو امام اعظمؒ کے نزدیک دونوں پر اُس کی قیمت واجب ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک مدبر کرنے والا ضامن دے کر اپنے شریک کے حصہ کا مالک ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور مدبر کی جنایت اس کے مولیٰ کے مال میں فی الحال واجب ہوگی اُس کی ^(۲) مددگار برادری پر نہ ہوگی اور یہی حکم ام ولد کا ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر مدبر کی قیمت کثیر ہو تو مولیٰ پر دس ہزار درم سے دس کم کے سوائے زیادہ واجب نہ ہوگی اور مدبر کی جنایت جان تلف کرنے کی ہو یا اس سے کم ہو یکساں حکم ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر ایک زمانہ کے بعد ولی جنایت اور مولیٰ نے باہم اُس کی قیمت میں اختلاف کیا اور ولی جنایت نے کہا کہ جس دن اُس نے جنایت کی ہے اُس کی قیمت ہزار درم تھی اور مولیٰ نے کہا کہ پانچ سو درم تھی تو قسم سے مولیٰ کا قول قبول ہوگا اور امام ابو یوسفؒ نے بھی اسی قول کی طرف رجوع کیا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر بذریعہ جنایت کرنے کے فوراً بلا فصل مر گیا تو مولیٰ کے ذمہ سے قیمت ساقط نہ ہوگی اسی طرح اگر وہ اندھا ہو جائے تو بھی مولیٰ پر پوری قیمت واجب ہوگی یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر اُس کے مرنے کے بعد دونوں نے اس کی قیمت میں اختلاف کیا تو مولیٰ کا قول قبول ہوگا اور ولی جنایت پر واجب ہوگا کہ جو اُس نے دعویٰ کیا ہے اُس کو گواہوں سے ثابت کرے یہ مبسوط میں ہے۔ اور ام ولد کی قیمت کا ایک ہی مرتبہ ضامن ہوگا چنانچہ اگر اُن سے ایک مرتبہ جنایت ہو پھر اُس کے بعد جنایت کی تو دوسری جنایت کا وارث پہلے کے ساتھ شریک ہو جائے گا خواہ دوسری جنایت قبل اُس کے کہ اول کے واسطے قیمت کی ڈگری ہو پائی گئی ہو یا اس کے بعد پائی گئی ہو یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر مدبر نے چند جنایتیں کیں تو اُس کی قیمت سب جنایات کے وارثوں کے درمیان مشترک ہوگی خواہ باہم جنایات کے درمیان تھوڑی تھوڑی مدت ہو یا مدت دراز ہو اگر

۱۔ ام ولد وہ باندی جس کو مولیٰ نے اپنے تصرف میں رکھا اور وہ اس سے بچہ جنی اور مدبر وہ مملوک جس کو اُس کے مولیٰ نے یولیٰ کہا کہ تو میرے مرتے ہی یا مدت کے بعد آزاد ہے ۱۲ (۱) یعنی ہر ایک کی قیمت ۱۲ (۲) اس واسطے کہ حق اُس کے نزدیک تحزی نہیں ہوتا ہے ۱۲

مدبر نے ایک کو خطا سے قتل کیا اور دوسرے کی آنکھ پھوڑ دی تو مولیٰ پر دونوں جنایت والوں کے واسطے اُس کی قیمت واحدہ واجب ہوگی جو تین تہائی تقسیم ہوگی یعنی دو تہائی مقتول کے وارث کو اور ایک تہائی آنکھ والے کو ملے گی اور اگر مدبر مذکور کو کچھ مال بہہ کیا گیا یا اُس نے کچھ مال کمایا تو صاحبان جنایت کو اس میں سے کچھ نہ ملے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر زید نے دو آدمیوں کو قتل کیا ایک کو عمدہ اور دوسرے کو خطا تو مولیٰ پر واجب ہوگا کہ اُس کی قیمت مقتول بخطا کے وارث کو دے دے پس اگر مقتول عمدہ کے دو وارثوں میں سے ایک نے اُس کو غنوکیا تو قیمت مذکور بقول امام ابو یوسف و امام محمد کے ہر دو فریق میں چار حصے ہو کر تقسیم ہوگی اور بقول امام اعظم کے تین حصہ ہو کر تقسیم ہوگی یہ حاوی میں ہے۔ اور ہر صاحب جنایت کے واسطے مدبر کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو اُس کی قیمت جنایت کرنے کے روز تھی اور مدبر کئے جانے کے روز کی قیمت کا اعتبار نہ ہوگا پس اگر اُس نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور روز قتل کے اُس کی قیمت ہزار درم تھی پھر اُس کی قیمت بڑھ گئی اور ڈیڑھ ہزار درم ہو گئی پھر اُس نے دوسرے شخص کو خطا سے قتل کیا تو دوسرے جنایت کا وارث مولیٰ سے پانچ سو درم لے لے گا یعنی جس قدر پہلی قیمت کی بہ نسبت زیادتی ہو گئی ہے پھر باقی یعنی ہزار درم دونوں جنایتوں کے وارثوں میں انتالیس حصے ہو کر تقسیم ہوگی پس ہر پانچ سو درم کا ایک حصہ قرار دیا جائے گا پس جنایت اول کے وارث کو بیس حصے اور دوسرے جنایت کے وارث کو انیس حصے چاہئے ہیں پس اسی حساب سے ہزار درم باہم تقسیم کر لیں گے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر مدبر نے ایک شخص کو قتل کیا در حالیکہ مدبر کی قیمت ہزار درم تھی پھر ایک شخص نے مدبر کی آنکھ پھوڑ دی پس اُس نے پانچ سو درم تاوان دیئے پھر مدبر مذکور نے دوسرے شخص کو قتل کیا تو آنکھ کا ارش خاص مولیٰ کا ہوگا وارثان جنایت کا اُس میں کچھ نہ ہوگا اور مولیٰ پر اُس کی قیمت کے ہزار درم جو مقتول اول کے قتل کرنے کے روز تھی واجب ہوں گے اُس میں سے پانچ سو درم خاص کر مقتول اول کے وارث کو ملیں گے اور باقی پانچ سو درم میں دونوں شریک ہوں گے جس میں دوسرا پانچ سو درم کم پوری دیت کے حساب سے شریک کیا جائے گا اور اگر آنکھ پھوڑنے والا غلام ہو اور وہ جنایت میں دیا گیا تو وہ بھی مولیٰ کا ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر مدبر نے کسی کو خطا سے قتل کیا در حالیکہ اُس کی قیمت ہزار درم تھی پھر اس کی قیمت بڑھ کر دو ہزار درم ہو گئی پھر اُس نے دوسرے کو خطا سے قتل کیا یا پھر اُس کی قیمت گھٹ کر پانچ سو درم رہ گئی پھر اُس نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا تو مولیٰ پر دو ہزار درم کی ڈگری کی جائے گی پس دوسرے مقتول کا وارث اس میں سے ہزار درم لے لے گا اور باقی ہزار درم میں سے پانچ سو درم میں حق اول و دوم جمع ہوا اور حق اول دس ہزار کا اور حق دوم نو ہزار کا ہے پس پانچ سو درم دونوں میں تین حصوں پر تقسیم ہوں گے جس میں سے دس حصے اول کو اور نو حصے دوم کو ملیں گے اور باقی پانچ سو درم میں سب تینوں کا حق جمع ہوا پس وہ سب میں بقدر ہر ایک کے حق کے تقسیم ہوں گے پس تیسرا اُس میں بحساب دس ہزار درم اور دوسرا بھی بقدر دس ہزار کے سوائے اُس قدر کے جس کو دوم مرتبہ لے چکا ہے اور اول بقدر دس ہزار کے سوائے اس قدر کے جس کو ایک مرتبہ لے چکا ہے شریک کیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔ اگر مولیٰ نے اُس کی قیمت ولی جنایت کو دے دی اور اس میں کچھ عیب نہیں پیدا ہوا ہے پھر اُس نے دوسرے شخص کو خطا سے قتل کیا پس اگر یہ قیمت اول کو بحکم قاضی دی ہے تو دوسرے کو مولیٰ سے لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی لیکن اول کا دامنگیر ہو کر اُس سے نصف قیمت لے لے گا اور اگر اول کی قیمت بغیر حکم قاضی دی ہے تو بھی امام ابو یوسف و امام محمد کے قول پر یہی حکم ہے اور امام اعظم کے نزدیک دوسرے کو خیار ہوگا چاہے اول سے نصف قیمت لے لے اور چاہے مولیٰ سے لے اور اگر اُس نے مولیٰ سے نصف قیمت لے لی تو مولیٰ اس کو اول سے واپس کرے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اسی طرح اگر مولیٰ کی بلا اجازت مدبر نے عام مسلمانوں کی راہ میں کنواں کھودا اور اس میں کوئی آدمی گر گیا اور مر گیا پھر مولیٰ

اس کی توضیح بارہا مکرر کر رہی ہے

نے اُس کی قیمت ولی جنایت کو بغیر حکم قاضی دے دی پھر اُس میں دوسرا آدمی گر گیا پس آیا دوسرے کے وارث کو مولیٰ کے دامنگیر ہونے کا اختیار ہے یا نہیں ہے سو اس مسئلہ میں بھی ایسا ہی اختلاف ہے جو مذکور ہوا اور اس بات پر اجماع ہے کہ اگر کنواں کھودنے والا غلام محض ہو اور مولیٰ نے وہ غلام وارث مقتول کو دے دیا پھر اس میں دوسرا گر گیا اور مر گیا تو دوسرا مولیٰ سے کچھ نہیں لے سکتا ہے خواہ مولیٰ نے غلام مذکور اول کو بحکم قاضی دیا ہو یا بغیر حکم قاضی دیا ہو اور اُس پر بھی اجماع ہے کہ اگر مولیٰ نے مقتول اول کے وارث کو مدبر کی قیمت نہ دی یہاں تک کہ دوسرا آدمی کنویں میں گر کر مر گیا پھر مولیٰ نے اُس کی قیمت بغیر حکم قاضی کے اول کو دے دی تو مقتول دوم کے وارث کو اختیار ہوگا کہ مولیٰ کا دامن گیر ہو کر اُس سے مدبر کی نصف قیمت لے لے پھر مولیٰ اُس کو وارث اول سے واپس لے گا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مدبر نے راہ میں پتھر رکھ دیا یا پانی بہا دیا یا جانور اس طرح ہانکا کہ کوئی تلف ہوا تو یہ بمنزلہ کنواں کھودنے کے ہے یہ محیط سرخسی میں ہے مدبر نے اگر خطا سے جنایت کی اور اُس کی قیمت بلا حکم قاضی دی گئی پھر وہ مکاتب کر دیا گیا پھر اُس نے جنایت کی اور قیمت دینے کا حکم دیا گیا اور پھر نہ دے گئی پس اُس نے دوسری جنایت کی پھر مکاتب سودرم چھوڑ کر مر گیا تو سودرم دوسرے مقتول کے وارث کو ملیں گے اور تیسرے کو اختیار ہوگا چاہے اول کے ساتھ شریک ہو جائے یا مولیٰ کا دامنگیر ہو یہ کافی میں ہے۔

ایک غلام تاجر کا جس پر قرضہ ہے اپنے مولیٰ کو خطا سے قتل کیا ☆

اگر مدبر نے کسی کو خطا سے قتل کیا اور اُس کی قیمت اس وقت ہزار درم ہے پس بحکم قاضی مولیٰ نے قیمت (۱) اُس کو دے دی پھر اُس کی قیمت پانچ سودرم رہ گئی پھر اُس نے دوسرے کو قتل کیا تو ہزار درم جو اول نے وصول کئے ہیں اُس میں سے پانچ سودرم خاص اول کے ہوں گے اور پانچ سودرم باقی میں دونوں شریک ہوں گے پس اول پانچ سودرم کم دس ہزار کے حساب سے اور دوسرے مقتول کا ولی پورے دس ہزار کے حساب سے شریک کیا جائے گا پس یہ دراہم دونوں میں انتالیس حصوں پر ہر پانچ سودرم کا ایک حصہ قرار دے کر تقسیم ہوں گے پس انیس حصہ اول کو اور بیس حصے دوم کو ملیں گے یہ مبسوط میں ہے اصل میں فرمایا کہ اگر مدبر نے اپنے مولیٰ کو خطا سے قتل کیا تو اُس کی جنایت ہدر ہوگی اور اُس پر واجب ہوگا کہ اپنی قیمت کے واسطے سعایت کرے بسبب رد و وصیت کے اور اگر مدبر نے اپنے مولیٰ کو عمدہ قتل کیا تو اُس پر اپنی قیمت کے واسطے سعایت کرنا واجب ہوگا اور قصاص واجب ہوگا اور جب سعایت و قصاص دونوں واجب ہوئے تو وارثوں کو اختیار ہوگا چاہیں اُس کی قیمت کے واسطے اُس سے سعایت کرنا یا پھر اُس کو قتل کریں یا فی الحال اُس کو قتل کر دیں اور اپنا حق سعایت باطل کر دیں۔ اور اگر مولیٰ کے دو بیٹے ہوں کہ اُن کے سوائے اُس کا کوئی وارث نہ ہو پس ایک نے اُس کو عفو کیا تو مدبر پر واجب ہوگا کہ اپنی پوری قیمت اور اپنی نصف قیمت کے واسطے سعایت کرے پس پوری قیمت میں بوجہ رد و وصیت کے سعایت کرے گا کہ وہ دونوں میں برابر تقسیم ہوگی اور نصف قیمت خاص اُس وارث کے واسطے جس نے عفو نہیں کیا ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک غلام تاجر نے جس پر قرضہ ہے اپنے مولیٰ کو خطا سے قتل کیا تو اُس پر اپنی قیمت کے واسطے جو قرض خواہوں کو ملے گی سعی کرنی واجب ہے پھر اگر اس قیمت کے بعد بھی قرضہ رہ جائے تو بحالہ باقی رہے گا۔ اسی طرح اگر غلام ماذون نے جس پر قرضہ ہے اپنے مولیٰ کو مجروح کیا کہ وہ چار پائی پر پڑ گیا اور برابر بیمار پڑا یا یہاں تک کہ مر گیا حالانکہ اُس نے بیماری میں اس غلام کو آزاد کر دیا ہے اور اس غلام کے سوائے اُس کا کچھ مال نہیں ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اُس نے ایسی حالت میں آزاد کیا کہ جب چلتا پھرتا تھا پس اگر کچھ مال چھوڑا ہو تو قرض خواہوں کو اختیار ہوگا چاہیں مولیٰ کے ترکہ سے اُس کی قیمت وصول کریں اور باقی قرضہ کو غلام سے لیں یا پھر قرضہ غلام سے وصول کریں اور غلام پر وارثان مولیٰ کے واسطے سعایت واجب نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے اور اگر اُس کو مولیٰ نے

۱۔ غلام محض یعنی مدبر و یا مکاتب دیا معقوب بعض نہ ہو ۱۲ (۱) یعنی ولی جنایت کو ۱۲

اپنے مرض میں آزاد کیا اور اس کے سوائے اس کا کچھ مال نہیں ہے پھر اُس نے اپنے مولیٰ کو خطا سے قتل کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک دو قیمتوں کے واسطے سعایت کرے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک ایک قیمت کے واسطے سعایت کرے گا اور مولیٰ کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی۔ اسی طرح اگر مولیٰ کا مال ہو اور یہ غلام اُس کی تہائی سے نکل سکتا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر مدبر نے اپنے مولیٰ کو عہد اُقتل کیا اور اُس کے دو ولی ہیں ایک مدبر کا بیٹا ہے تو مدبر پر دو قیمتوں کے واسطے سعایت کرنی واجب ہوگی ایک قیمت بسبب رو وصیت کے اور دوسری بسبب جنایت کے یہ مبسوط میں ہے۔

مدبرہ باندی نے جو حاملہ ہے اپنے مولیٰ کو خطا سے قتل کیا پھر مولیٰ کی موت کے بعد اُس کے بچہ پیدا ہوا تو بچہ کچھ سعایت نہ کرے گا اور اگر اُس نے مولیٰ کو مجروح کیا پھر بچہ جنی پھر مولیٰ اُس زخم سے مر گیا تو مدبرہ اپنی قیمت کے واسطے سعایت کرے گی اور بچہ مولیٰ کے تہائی مال سے آزاد ہو گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر مدبر دو آدمیوں میں مشترک ہو اور اس نے ایک مولیٰ کو قتل کیا اور ایک اجنبی کو خطا سے قتل کیا تو مولیٰ سے پہلے اجنبی کے خون کا تصفیہ کیا جائے گا پس زندہ مولیٰ پر اُس کی نصف قیمت واجب ہوگی اور مولائے مقتول کے مال سے نصف قیمت واجب ہوگی پھر اس پوری قیمت میں سے مولائے مقتول کے وارث کو چوتھائی حصہ ملے گا اور اجنبی کے وارث کو تین چوتھائی۔ اس وجہ سے کہ مولائے مقتول نے جو کچھ تاوان دیا ہے اس میں اُس کا کچھ حق نہیں ہے کیونکہ خطا سے مدبر کی جنایت اپنے مولیٰ پر ہر ہوتی ہے پس نصف قیمت وارث اجنبی کو مسلم رہے گی پھر دوسرے نصف میں وارث مقتول وارث اجنبی کے ساتھ شریک ہو گا پس پانچ ہزار کے حساب سے یہ اور پانچ ہزار کے حساب سے وہ اس نصف قیمت میں شریک ہوں گے پس دونوں میں نصف نصف ہوگی پھر مدبر پر واجب ہو گا کہ اپنی پوری قیمت کے واسطے سعایت کرے جس میں سے نصف وارثان مولائے مقتول کو اور نصف مولائے زندہ کو ملے گی اور اگر اس نے مولیٰ کو عہد اُقتل کیا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو مولائے مقتول کے مال سے اور مولائے زندہ سے اُس کی پوری قیمت وارث مقتول اجنبی کو دلائی جائے گی پھر مدبر اپنی قیمت کے واسطے سعایت کرے گا کہ وہ دونوں مولائوں میں نصف نصف ہوگی اور غلام مذکور قصاص میں قتل کیا جائے گا اور اگر مقتول عہد کے دو وارثوں میں سے ایک نے عفو کیا تو جس نے عفو نہیں کیا ہے اُس کے واسطے نصف قیمت کی سعایت کرے گا اور قصاص ساقط ہو گا۔ اور اگر مدبر نے کسی کو عہد اُقتل کیا اور اُس کے دو ولی ہیں پس دونوں میں سے ایک نے عفو کیا پھر ہر دو مولیٰ میں سے ایک کو خطا سے قتل کیا تو زندہ مولیٰ پر اُس کی نصف قیمت واجب ہوگی پس اس نصف کے دو حصہ ہو کر ایک حصہ وارث مولای مقتول کو اور ایک حصہ میں سے آدھا وارث مولائے مقتول کو اور آدھا وارثان عہد کے اُس وارث کو جس نے عفو نہیں کیا ہے ملے گا اور مال قتل سے چوتھائی قیمت مدبر اُس وارث عہد کو دلائی جائے گی جس نے عفو نہیں کیا ہے پھر مدبر اپنی پوری قیمت کے واسطے سعایت کرے گا جو مولائے زندہ اور وارثان مولائے مقتول کی درمیان مشترک ہوگی اور اگر مدبر نے اپنے دونوں مولائوں کو خطا سے قتل کیا تو رو وصیت کی وجہ سے اپنی پوری قیمت کے واسطے دونوں کے وارثوں کے لیے سعایت کرے گا اور ہر دو فریق وارث میں سے ایک کا دوسرے پر کچھ نہ ہو گا ایک شخص مر گیا اور اُس نے ایک مدبر چھوڑا اور سوائے اس کے اس کا کچھ مال نہیں ہے پھر مدبر نے کوئی جنایت کی تو اُس پر واجب ہو گا کہ جنایت اور اپنی قیمت دونوں میں سے کم مقدار کے واسطے سعایت کرے اور امام اعظمؒ کے نزدیک مدبر اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے سعایت کرے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک یہ مدبر گویا آزاد و قرض دار ہے پس جرمانہ اُس کی مددگار برادری پر ہو گا اور اگر میت کا کچھ مال ہو جس میں سے تہائی مال سے یہ غلام برآمد ہوتا تو بالاتفاق جرمانہ مددگار برادری پر ہو گا اسی طرح اگر اپنے مرض میں کسی غلام کو آزاد کیا تو ایسی

مرض سے وہ مرض معتبر ہو گا جس سے اُس کو صحت نہ ہوئی بلکہ اسی مرض میں مبتلا رہا یہاں تک کہ موت آگئی ۱۲

صورت میں مدبر اور ایسے غلام دونوں کا حکم یکساں ہیں لیکن مولیٰ پر جنایت کرنے میں دونوں کے حکم میں فرق ہے تو مدبر خطا سے اپنے مولیٰ پر جنایت کرنے سے سعایت نہ کرے گا اور دوسرا امام اعظمؒ کے نزدیک مکاتب ہے کہ جس نے اپنے مولیٰ پر جنایت کی ہے اور مکاتب اپنے مولیٰ پر خطا سے جنایت کرنے سے سعایت کرتا ہے پس اگر سعایت کرنے سے پہلے مرگیا اور مال چھوڑا اور وہ تہائی مال سے برآمد نہ ہوا تو اس کے مال میں سے اس کی قیمت اور ارش جنایت سے کم مقدار دلانے جانے کا حکم ہوگا اور اگر اس نے کوئی بچہ چھوڑا ہو تو وہ اس سب کے واسطے یعنی قرضہ و جنایت و حق وارثان سب کے واسطے سعایت کرے گا اور اگر اس نے حصہ وارثان کے واسطے سعایت کی اور ہنوز حصہ جنایت کے واسطے سعایت نہ کی تھی کہ مرگیا اور ایک بچہ چھوڑا تو اس کے بچہ پر کچھ واجب نہ ہوگا۔ اور اگر اپنے غلام کے آزاد کرنے کی وصیت کی اور مرگیا پھر غلام نے جنایت کی تو وارثان کو اختیار ہے چاہیں بعوض جنایت کے دے دیں پس حق باطل ہو جائے گا اور چاہے بطور احسان (۱) کے اس کا فدیہ دے دیں پھر اس کو آزاد کر دیں خواہ تہائی مال میت سے نکلتا ہو یا نہیں پس اگر تہائی مال سے نہ نکلتا ہو تو اپنی قیمت کی دو تہائی کے واسطے وارثوں کے لیے سعایت کرے گا اور اگر اس کو جنایت میں دینے یا اس کا فدیہ دینے سے پہلے وارثوں نے اس کو میت کی طرف سے آزاد کر دیا تو اس کا امام محمدؒ نے ذکر نہیں کیا ہے اور فقیہ ابو جعفرؒ نے فرمایا کہ جب انہوں نے جنایت کا حال معلوم کیا تو دے فدیہ اختیار کرنے والے ہو گئے اور اگر نہ جانتے تھے تو ارش جنایت اور اس کی قیمت سے کم مقدار کے ضامن ہوں گے یہ محیط سرخسی میں ہے ایک مدبرہ کے ایک بچہ پیدا ہوا اور ہر ایک کی قیمت تین سو درم ہے پھر مدبرہ نے ایسی جنایت کی جس نے اس کی گردن (۲) کو گھیر لیا اور اس کا مولیٰ مرگیا اور سوائے ان دونوں کے کچھ مال نہ چھوڑا تو دونوں صاحب جنایت اور وارثوں کے واسطے دو تہائی قیمت یعنی دو سو درم کی سعایت کریں گے اور ایک تہائی (۳) یعنی سو درم انہیں کو مسلمہ رہیں گے یہ کافی میں ہے۔

اگر مدبر نے کسی کو خطا سے قتل کیا اور مال تلف کر دیا تو مولیٰ پر وارثان مقتول کی واسطے اس کی قیمت واجب ہوگی اور مدبر پر واجب ہوگا کہ جو مال اس نے تلف کیا ہے وہ سعایت کر کے ادا کرے اور کوئی فریق حقدار دوسرے کے ساتھ جو اس نے لیا ہے شریک ہوگا اور اگر ان میں سے کسی مقدمہ کی بابت حکم ہونے سے پہلے مولیٰ مرگیا اور سوائے اس مدبر کے اس کا کچھ مال نہیں ہے تو مدبر اپنی قیمت کے واسطے سعایت کرے گا اور اصحاب جنایت اس قیمت کے مستحق نہ ہوں گے بلکہ قرض خواہوں کو جن کا مال تلف کیا ہے اس مال کے لینے کی ترجیح ہوگی اور اگر مال قرضہ بہ نسبت قیمت کے زائد ہو تو وہ زیادتی کے واسطے بھی سعایت کرے گا اور اگر قیمت کی بہ نسبت قرضہ کم ہو تو قرضہ سے جس قدر زائد ہے وہ وارثان جنایت کو ملے گا اور اس سے زیادہ وارثان جنایت کا اس پر کچھ حق نہ ہوگا اسی طرح اگر مولیٰ پر قاضی نے وارثان جنایت کے واسطے اس کی قیمت کی ڈگری کی اور مدبر پر مال کے واسطے سعایت کرنے کا حکم ہو اور ہنوز مولیٰ زندہ ہے تو بھی حکم یہی ہے اور ام ولد اصحاب جنایت کے واسطے کچھ سعایت نہ کرے گی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مدبر نے دو آدمیوں کا مال تلف کیا اور ایک کے نام مدبر پر سعایت قیمت کا حکم دیا (۴) گیا تو دوسرا حق دار بھی اس میں شریک ہو جائے گا اور اگر سعایت کرنے سے پہلے مدبر مرگیا تو باطل ہو گیا اور اگر اس کو مال ہیہ کیا گیا تو بہ نسبت مولیٰ کے اس کے قرض خواہ اس کے حقدار (۵) ہوں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر مدبر نے ہزار درم کسی کا مال تلف کر دیا پھر اس کو مولیٰ نے آزاد کر دیا تو صاحب قرض کے واسطے کچھ ضامن نہ ہوگا اور اگر مولیٰ نے اس کو آزاد نہ کیا بلکہ مدبر کو کسی شخص نے قتل کر ڈالا اور اس کی قیمت تاوان ادا کر دی

۱۔ یعنی نام مذکور کو آزاد کرے ۱۲ (۱) یعنی بعد آزادی کے غلام مذکور سے واپس نہیں لے سکتے ہیں ۱۲ (۲) یعنی اس کا ارش نہیں معلوم ہے (۳) یعنی تہائی میت ۱۲ (۴) اور زیادہ ہو تو اس کے اوپر زیادہ کے واسطے بھی حکم ہوگا ۱۲ (۵) یعنی ان کو مباح ہوگی ۱۲

حالانکہ مدبر نے بھی اپنی زندگی میں جنایت کی تھی پھر مولیٰ مرگیا اور اُس کا مال سوائے اس قیمت کے نہیں ہے۔ تو قرض خواہ کو بہ نسبت صاحب جنایت کے قیمت پانے میں ترجیح ہے یہ شرح مبسوط میں ہے۔ اور اگر مدبر کو کسی نے غصب کر لیا اور اُس نے غاصب کے پاس جنایت کی تو مولیٰ اُس کی قیمت اور ارش دونوں میں سے کم مقدار کا ضامن ہوگا اور اُس کو غاصب سے واپس لے گا یہ محیط سرخی میں ہے۔ اور اگر کسی مدبر کو غصب کیا اور اس کے پاس مدبر نے ایک شخص کو عہد اُقتل کرنے کا اقرار کیا اور کہا کہ یہ قتل مولیٰ کے پاس ہوا ہے تو مولیٰ کے پاس یہ قتل ہونا یا غاصب کے پاس ہونا دونوں طرح کا اقرار یکساں ہے اور جب مولیٰ کے پاس واپس دیئے جانے کے بعد وہ قصاص میں قتل کیا جائے تو غاصب پر اُس کی قیمت واجب ہوگی اور اگر دو ولی عہد میں سے ایک نے عفو کیا تو دوسرے کو کچھ نہ ملے گا اور اگر اُس نے غاصب کے پاس چوری کا اقرار کیا یا اسلام سے مرتد ہو گیا پھر مولیٰ کو واپس دینے کے بعد وہ ردت پر قتل کیا گیا تو غاصب پر اُس کی قیمت واجب ہوگی یا اگر ہاتھ کاٹا گیا تو غاصب نصف قیمت واجب ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک مدبر کو غصب کیا اور اُس نے غاصب کے پاس جنایت کی پھر اُس نے مولیٰ کو واپس دیا پھر دوبارہ غصب کیا پھر اُس نے غاصب کے پاس دوسری جنایت کی تو مولیٰ پر اُس کی قیمت واجب ہوگی جو دونوں اصحاب جنایت کے درمیان نصفانصف ہوگی پھر غاصب سے اُس کی قیمت لے کر نصف قیمت اول کو دے دے گا پھر اُس کو دوبارہ غاصب سے واپس لے گا اور وہ مولیٰ کو مسلم رہے گی کذافی شرح الجامع الصغیر للصدر المحسام رحمہ اللہ تعالیٰ۔ اگر ایک شخص نے ایک مدبر غصب کیا اُس نے غاصب کے پاس جنایت کی پھر مولیٰ کو واپس دیا پھر اُس نے مولیٰ کے پاس دوسری جنایت کی تو مولیٰ پر اُس کی قیمت دونوں فریق جنایت کے واسطے نصفانصف واجب ہوگی پھر مولیٰ اس کی قیمت کو ادا کرنے کے بعد نصف قیمت غاصب سے لے کر ولی اول کو دے دے گا پھر اُس کو دوبارہ غاصب سے واپس لے گا یہ امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ نصف قیمت غاصب سے لے لے گا اور وہ مولیٰ کو مسلم رہے گی اور اگر اُس نے پہلے مولیٰ کے پاس جنایت کی ہو پھر غاصب کے پاس جنایت کی تو مولیٰ اُس کی قیمت ہر دو فریق وارثان جنایت کے درمیان نصفانصف دے دے گا پھر غاصب سے نصف قیمت واپس لے کر ولی اول کو دے دے گا پھر بالاتفاق اُس کو غاصب سے واپس نہ لے گا یہ کافی میں ہے۔

اگر مدبر یا غلام غصب کیا اور اُس نے غاصب کے پاس مال تلف کیا ☆

اگر مدبر نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا پھر اُس کو ایک شخص نے غصب کر لیا اور غاصب کے پاس اُس نے کسی شخص کو عہد اُقتل کیا پھر اُس نے مولیٰ کو واپس کیا تو وہ غلام قصاص میں قتل کیا جائے گا اور مولیٰ پر واجب ہوگا کہ جو جنایت خطا سے اُس نے مولیٰ کے پاس کی تھی اُس کے عوض اُس کی قیمت مقتول کے وارث کو دے پھر غاصب سے اُس کی قیمت واپس لے گا اور اگر دو وارثان عہد میں سے ایک نے خون معاف کیا تو ایک وارث عہد وارث خطا کے درمیان اُس کی قیمت چار حصے ہو کر تقسیم ہوگی یہ امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کا قول ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک تین تہائی تقسیم ہوگی پھر جس قدر وارث عہد نے اُس سے لیا ہے اُس کو غاصب سے لے کر وارث خطا کو دے دے گا۔ اور اگر اُس نے پہلے غاصب کے پاس عہد اُقتل کیا پھر غاصب نے مولیٰ کو واپس دیا اور مولیٰ کے پاس اُس نے خطا سے ایک آدمی قتل کیا بعد ازاں مدبر دو وارث عہد میں سے ایک وارث کو اُس کو خون معاف کر چکا ہے تو مولیٰ پر دو فریق کے مستحق وارثوں کے درمیان اُس کی قیمت اُسی حساب سے واجب ہوگی جیسے ہم نے بیان کی ہے پھر غاصب سے اُس قدر قیمت جو وارث عہد نے جس نے معاف نہیں کیا ہے وصول کی ہے مولیٰ لے کر اُسی وارث کو جس نے معاف نہیں کیا ہے آدھی قیمت غلام پوری کر دے گا پھر جس قدر میں نصف قیمت پوری کر دی ہے اُس کے مثل غاصب سے دوبارہ واپس لے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مدبر نے غاصب کے پاس

یعنی جس قدر مال اُس نے ازراہ تاوان دیا ہے اس قدر غاصب سے واپس لے گا ۱۲

کسی کو قتل کیا اور مولیٰ نے اُس کی قیمت تاوان دے دی اور اُس کو غاصب سے لے لیا پھر اُس کو دوسرے غاصب نے غصب کیا اور اُس کے پاس بھی اُس نے کسی کو قتل کیا تو اُس کو وارث بھی اُسی قیمت میں جس کو پہلے نے وصول کیا ہے شریک ہو جائے گا پھر مولیٰ دوسرے غاصب سے نصف قیمت لے کر ولی مقتول اول کو دے دے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر مدبر نے غاصب کے پاس کسی شخص کو خطا سے قتل کیا اور مال تباہ کر دیا پھر اس کو کسی آدمی نے خطا سے قتل کیا تو قاتل کی مددگار برادری پر واجب ہوگا کہ اس کی قیمت اس شخص کو جس کا مال تباہ کیا ہے دے دے اور مولیٰ پر واجب ہوگا کہ بسبب جنایت کے اُس کی قیمت وارث جنایت کو دے دے پھر اس کو سب کو غاصب سے واپس لے گا اور اگر مدبر یا غلام غصب کیا اور اُس نے غاصب کے پاس مال تلف کیا پھر اُس نے مولیٰ کو واپس کیا اور وہ مر گیا تو جس کا مال تلف کیا ہے اُس کو کچھ نہ ملے گا اس واسطے کہ اُس کے حق کا محل فوت (۱) ہو گیا ہے اور محل حق کمائی ہوتی ہے یا رقبہ کی مالیت اور مولیٰ کا بھی غاصب پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر واپس دینے سے پہلے وہ غاصب کے پاس مر گیا تو غاصب پر اُس کی قیمت واجب ہوگی پھر جب مولیٰ اُس کو وصول کر لے تو قرض خواہوں کو دے دے گا پھر اُس کے مثل مولیٰ دوبارہ غاصب سے واپس لے گا اور اگر وہ مولیٰ کے پاس خطا سے قتل کیا گیا تو قاتل کی مددگار برادری پر قرض خواہوں کے واسطے اُس کی قیمت واجب ہوگی جس کو مولیٰ وصول کر کے قرض خواہوں کو دے دے گا پھر اس قیمت کو غاصب سے واپس لے گا اور اگر مدبر نے مولیٰ کے پاس مال تلف کر دیا پھر اُس کو غاصب نے غصب کر لیا اور اُس کے پاس مدبر نے راہ میں کنواں کھودا پھر اُس نے مولیٰ کو واپس کر دیا پھر اُس کو کسی شخص نے خطا سے قتل کیا اور اُس کی قیمت مولیٰ کو تاوان دے دی اور اس قیمت کو قرض خواہوں نے لے لیا پھر کنویں میں ایک چوپایہ گر کر مر گیا تو اُس کا مالک صاحب قرض کے ساتھ جس نے وصول کی ہے قیمت میں حصہ رسد شریک ہو جائے گا پھر مولیٰ اس کو غاصب سے واپس لے کر اُس کو صاحب قرضہ کو دے دے گا پھر اگر دوسرا آدمی کنویں میں گر کر مر گیا تو مولیٰ پر مدبر کی قیمت واجب ہوگی اور اُس کو غاصب سے واپس لے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مدبر نے غاصب کو یا اُس کے مملوک کو یا ایسے شخص کو جس کا غاصب وارث ہو سکتا ہے قتل کیا تو خون ہدر ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر مدبر کے دو مولاؤں میں سے ایک نے اس کو غصب کر لیا اور اُس کے پاس مدبر نے کسی کو خطا سے قتل کیا پھر اُس کو واپس کر دیا پھر اُس نے کسی شخص کو عدا کیا اور مقتول کے دو وارث ہیں اُن میں سے ایک نے خون معاف کیا تو دونوں پر اُس کی پوری قیمت واجب ہوگی جس میں سے تین چوتھائی وارث مقتول خطا کو اور ایک چوتھائی اُس وارث عدا کو جس نے خون معاف نہیں کیا ہے ملے گی پھر جس مولیٰ نے غصب نہیں کیا ہے۔ وہ غصب کرنے والے سے تین چوتھائی قیمت مدبر کا نصف لے لے گا یعنی جس قدر اُس نے وارث مقتول خطا کو تاوان دیا ہے لے لے گا پھر اس میں سے وارث خطا کو آٹھواں حصہ غلام کی قیمت کا دے دے گا اور پھر مولا نے غاصب سے اس کو واپس لے گا یہ شرح مبسوط میں ہے۔ اور ذمی کا مدبر غلام ان سب احکام میں مثل مدبر غلام مسلمان کے ہے اور ذمی کے غلام مدبر کی جنایت اُس کے مولیٰ پر ہوگی لیکن مولیٰ کے مسلمان ہونے کی وجہ سے مدبر ذمی مذکور پر سعایت کا حکم دیا جائے گا حتیٰ کہ اُس کا حکم مثل حکم مکاتب کے ہوگا اسی طرح حربی مستامن کے مدبر کا بھی یہی حکم ہے۔ لیکن اگر حربی مذکور نے اُس کو دارالاسلام میں مدبر کیا پھر وہ دارالحرب میں واپس گیا اور وہاں مسلمانوں نے ملک فتح کر کے اُس کو قید کیا تو مدبر آزاد ہو جائے گا اور وہ فتنے مسلمان ہوگا اور مدبر نے جو جنایت اُس کی قید ہو جانے کے بعد کی ہے اُس کا وہ ضامن نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر ام ولد نے عدا اپنے

۱۔ مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک غاصب کی جدولی کا لفظ صحیح ہے ۱۲ ۲۔ رایگان و مفت ہے یعنی قصاص و دیت کچھ واجب نہ ہوگا ۱۳

(۱) یعنی نام یاد بر ۱۲

مولیٰ کو قتل کیا پس اگر مولیٰ کا اُس سے کوئی بچہ نہ ہو تو ام ولد مذکورہ پر قصاص واجب ہوگا اور اُس پر سعایت واجب نہ ہوگی بسبب اس کے کہ وہ آزاد ہوگئی ہے اور اگر مولیٰ کی اُس سے اولاد ہو تو اُس پر قصاص واجب نہ ہوگا پھر وہ اپنی پوری قیمت کے واسطے سعایت کرے گی یہ محیط میں ہے اور اگر مولیٰ کو اس کے ام ولد نے عداوت قتل کیا اور وہ مولیٰ سے حاملہ ہے اور اُس کا کوئی بچہ نہیں ہے تو اُس پر قصاص واجب نہ ہوگا پس اگر ام ولد پیٹ کے بچہ کو زندہ جی تو تمام وارثوں کے واسطے ام ولد مذکورہ پر اُس کی قیمت واجب ہوگی اور اگر مردہ بچہ جی تو اُس پر قصاص واجب ہوگا اور اگر کسی شخص نے اُس کے پیٹ میں صدمہ پہنچایا کہ وہ بچہ مردہ ساقط ہوا تو مارنے والے پر غرہ واجب ہوگا اور ام ولد کو اس غرہ میں سے میراث ملے گی اور وہ لوگ اُس کی میراث سے محروم نہ ہوں گے اس واسطے کہ انہوں نے اس کو حق پر قتل کیا^(۱) ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر ام ولد نے اپنے مولیٰ کو اور ایک اجنبی کو عداوت قتل کیا اور مولیٰ سے اُس کے کوئی اولاد نہیں ہے پھر مولیٰ کے دو وارثوں میں سے ایک نے اور اجنبی کے دو وارثوں میں سے ایک نے اُس ام ولد کو ساتھ ہی خون معاف کیا تو ام ولد پر اُس کی نصف قیمت ہر دو وارثان باقی کے واسطے واجب ہوگی اور یہ قیمت اسی کے مال سے واجب ہوگی مولیٰ پر واجب نہ ہوگی اور اگر دونوں معاف کرنے والوں نے آگے پیچھے معاف کیا تو بالاتفاق اپنی تین چوتھائی قیمت کے واسطے سعایت کرے گی پھر امام اعظمؒ کے نزدیک یہ تین چوتھائی قیمت بطریق عول و مضاربت کے تقسیم ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک برسبیل منازعت کے تقسیم ہوگی اور واضح ہو کہ برسبیل منازعت کے اس مسئلہ کی تخریج اس طرح پر ہے کہ دو ولی مولیٰ میں سے ایک ولی کے واسطے جو نصف قیمت واجب ہے اس میں سے چوتھائی قیمت پر دو ولی اجنبی میں سے ایک ولی کے تعلق سے فارغ ہے پس وہ ولی مولیٰ کو بلا منازعت دے دی جائے گی اور چوتھائی^(۲) قیمت جو نصف واجب سے زائد ہے وہ مستحق ولی اجنبی کو بلا منازعت دے دی جائے گی اور باقی رہی ایک چوتھائی قیمت اس میں دونوں منازعت یکساں ہیں پس دونوں میں نصفانصف تقسیم ہوگی پس ہر دو مستحق میں سے ہر ایک کا حصہ قیمت کا تین^(۳) آٹھواں حصہ ہو اور بطریق عول و مضاربت کے اس کی تخریج اس طرح ہے کہ نصف قیمت جو اول کے واسطے واجب ہوئی اُس میں دو حق مجتمع ہوئے ایک حق مولیٰ اُس کے پورے کے حساب سے اور حق دیگر اُس کے نصف کے حساب سے پس اس میں ہر ایک بمقدار اپنے حق کے شریک کیا جائے گا پس اُس کے تین حصے ہو کر دو حصہ اول کو اور ایک حصہ دوسرے کو ملے گا اور پھر وہ چوتھائی قیمت کا مستحق ہوا ہے اور یہ چھٹا حصہ اور چھٹے کا نصف ہے پھر اس کو پہلے حصہ کی طرف ملانے سے اُس کے واسطے دو تہائی قیمت^(۴) اور بارہواں حصہ قیمت ہو گیا اور اگر ام ولد نے اپنے مولیٰ کو قتل کیا اور مولیٰ کا اُس سے کوئی بچہ ہے اور ایک اجنبی کو بھی قتل کیا اور اُس کے دو وارث ہیں پس ایک نے اُس کو عفو کیا تو ام ولد مذکور اپنی قیمت کے واسطے سعایت کرے گی جس میں سے دو تہائی وارثان مولیٰ کو ملے گی اور ایک تہائی اجنبی کے وارث کو جس نے عفو نہیں کیا ہے ملے گی یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک تین چوتھائی وارثان مولیٰ کو ملے گی اور اجنبی کے وارث کے عفو کرنے سے پہلے وارثان مولیٰ نے قیمت بحکم قاضی لے لی تو وارثان اجنبی کو اُس میں شرکت کرنے کا اختیار ہے اور ام ولد مذکورہ کے دامنگیر نہ ہوں گے اس واسطے کہ جو کچھ اُس پر واجب تھا اُس نے ادا کر دیا اور اسی طرح اگر

۱۔ قال المترجم قیمت سے مراد وہ مقدار ہے جو واجب ہے یعنی تین چوتھائی میں سے دو تہائی اور بارہواں حصہ کل قیمت کا مراد ہے پس بیان میں ایک نوع اخلاق ہے کمالا سخی اور مفصل یہ ہے کہ فرض کرو کہ (۱۲) کل قیمت ہے اُس میں اُس میں تین چوتھائی یعنی (۹) کل واجب ہے پس نصف قیمت (۹) ہیں دونوں وارثان مستحق کی منازعت ہے اور بنا بر بیان کتاب کے اول کو دو تہائی اور دوم کو ایک دیا جائے گا کہ اول کے (۴) اور دوم کے (۲) دے مگر بنا بر بیان کتاب کے وہ چوتھائی قیمت کا بھی مستحق ہے یعنی (۲) کا پس اس قدر اُس کے حصہ میں ملایا گیا تو (۴) اور (۳) ملا کر (۷) ہوئے پس یہ دو تہائی قیمت اور نصف مسدس ہے یعنی واجبہ قیمت (۹) کی دو تہائی (۶) ہے اور باقی رہا ایک سو کل قیمت کا چھٹا حصہ (۲) ہے اُس کا نصف ایک ہے یعنی کل قیمت کا بارہواں حصہ ہے ہذا الخ مترجم ۱۲ (۱) ناحق نہیں قتل کیا ہے ۱۲ (۲) یعنی کل قیمت کی چوتھائی یعنی نصف کی آدھی ۱۲ (۳) اور مجموعہ میں چوتھائی ہو اور یہی واجب تھی ۱۲

بغیر حکم قاضی لے لی ہو تو بھی صاحبین کے نزدیک یہی حکم ہے مگر امام اعظم کے نزدیک اُن کو اختیار ہوگا اور اگر اجنبی کے وارث کے عفو کرنے کے بعد انہوں نے لے لی ہو تو صحیح یہ ہے کہ وارث اجنبی کو اختیار^(۱) ہوگا چاہے وارثان مولیٰ نے بحکم قاضی لے لی ہو یا بدون حکم قاضی وصول کر لی ہو یہ امام اعظم کے نزدیک ہے اور صاحبین نے بحکم قاضی لینے کی صورت اور بغیر حکم قاضی لینے کی صورت دونوں صورتوں میں فرق کیا ہے یہ محیط سرحسی میں ہے۔ اگر مدبر و مکاتب و ام ولد و غلام سب نے متفق ہو کر ایک شخص کو قتل کیا پس ہر ایک نے چوتھائی جان تلف کی ہے پس مولائے غلام سے کہا جائے گا کہ اس کو دے دیا یا چوتھائی دیت اس کا فدیہ دے اور مکاتب اپنی قیمت اور چوتھائی دیت دونوں میں سے کم مقدار کے واسطے سعی کرے گا اور مولائے مدبر و ام ولد پر ہر ایک کی قیمت اور چوتھائی دیت میں سے کم مقدار کے واسطے سعی کرے گا اور مولائے مدبر و ام والد پر ہر ایک کی قیمت چوتھائی دیت میں سے کم مقدار واجب ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔

☆ فصل سوم

مکاتب کی جنایت و جنایت کا اقرار کرنے کے بیان میں

مکاتب نے اگر ایسی جنایت کی جس سے مال واجب ہوتا ہے تو وجوب مال مکاتب ہی پر ہوگا اُس کے مولیٰ پر نہ ہوگا یہ بالا جماع ہے ہمارے علماء میں اس میں اختلاف نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر مکاتب نے خطا سے جنایت کی تو اُس پر واجب ہے کہ اپنی قیمت جو جنایت کے روز تھی اور مقدار ارش جنایت میں سے جو کم مقدار ہوا داکرے یہ شرح مبسوط میں ہے۔ اگر مکاتب نے جس کی قیمت دس ہزار درم یا زیادہ ہے کسی شخص کو قتل کیا تو دس درم کم دس ہزار درم کے واسطے سعایت کرے گا یہ محیط سرحسی میں ہے۔ اور اگر وارث جنایت اور مکاتب نے مکاتب کے روز جنایت کی قیمت میں اختلاف کیا تو مکاتب کا قول قبول ہوگا یہ حاوی میں ہے۔ اسی طرح اگر مکاتب کی آنکھ پھوڑی گئی پس مکاتب نے کہا کہ میری آنکھ پھوڑی جانے کے بعد میں نے جنایت کی ہے تو قول اُسی کا قبول ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

☆ اگر حاکم نے جنایت کے عوض مال کا حکم دیا تو مکاتب کے ذمہ بطور قرضہ ہو جائے گا

مکاتب کے نفس جنایت کرنے سے امام اعظم و امام محمد و دوم قول امام ابو یوسف کے موافق یہی واجب ہوتا ہے کہ وہ دے دیے جائے اور اس واجب کی تحویل مال کی جانب تین باتوں میں سے ایک بات کے پائے جانے سے ہوتی ہے یا تو قاضی نے مال کا حکم دیا ہو یا مال پر صلح ہو گئی ہو یا بسبب عتق کے یا وفائے کتاب کے لائق مال چھوڑ کر مکاتب کے مرنے سے اس کے دیئے جانے سے یا اس کے ہو جانے پس اگر مکاتب نے جنایت کی اور عاجز ہو کر پھر رقیق ہو گیا پس اگر قاضی کے مال کا حکم دینے سے یا مال پر باہمی صلح ہونے سے پہلے وہ عاجز ہو گیا ہو تو مولیٰ سے کہا جائے گا کہ اس کو دے دے یا اس کا فدیہ دے دے و اگر بعد قاضی کے مال کا حکم دینے یا باہمی صلح کرنے کے وہ عاجز ہو تو امام اعظم و امام محمد و دوم قول امام ابو یوسف کے موافق وہ اس مال کے واسطے فروخت کیا جائے گا اور خود دیا نہ جائے گا یہ محیط میں ہے اور اگر حاکم نے جنایت کے عوض مال کا حکم دیا تو مکاتب کے ذمہ بطور قرضہ ہو جائے گا اور اُس کی

۱۔ یس یعنی نامیدی ۱۲ ۲۔ یعنی جس قدر مال اس کے ذمہ بدل کتاب قرار پایا تھا اُس کے ادا کرنے سے عاجز ہو کر مملوک ہو گیا ۱۲

(۱) چاہی مولیٰ کے وارثوں کے ساتھ شریک ہو جائیں یا ام ولد سے وصول کر لیں پھر ام ولد ان کا حصہ جو اُس نے ادا کر دیا ہے وارثان مولیٰ سے واجب ہے

گردن پر سے ساقط ہو جائے گا اور قبل ایسے حکم کے اُس کی (۱) گردن پر ہوگا یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر مکاتب نے چند جنایتیں کیں پھر اس کے مالک نے اُس کو آزاد کر دیا تو مکاتب پر اُس کی قیمت وارث جنایت سے کم مقدار اُس کے ذمہ قرضہ ہو جائے گی۔ اور اگر اُس پر اس مال کا حکم دیا گیا اور اُس نے بعض کا حق ادا کیا تو جو اُسے کیا ہے وہ جائز ہوگا اور دوسرے والیان جنایت اُس کے اس مال میں شریک نہ ہوں گے اور اگر اُس پر جنایت کی ڈگری نہ ہوئی یہاں تک کہ وہ عاجز ہو گیا پھر مولیٰ نے اُس کو آزاد کر دیا پس اگر جنایت سے آگاہ ہو کر آزاد کیا تو وہ فدیہ اختیار کرنے والا ہوا اور اگر آگاہ نہ تھا تو اُس نے اُس کے رقبہ کو تلف کیا اس واسطے اُس کی قیمت کا ضامن ہو گا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مکاتب نے ایک شخص کو قتل کیا اور ہنوز اُس پر کچھ ڈگری نہ کی گئی یہاں تک کہ وہ عاجز ہو گیا اور اُس پر قرضہ ہے اور مولیٰ نے اُس کو جنایت میں دے دیا تو قرض خواہ اُس کو قرضہ میں فروخت کر سکتا ہے اور اگر مولیٰ نے اُس کا فدیہ دے دیا تو قرضہ میں فروخت کیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر مکاتب نے خطا سے دوسری جنایت کی پس اگر قاضی نے دوسری جنایت کرنے سے پہلے اُس پر اُس کی قیمت وارث جنایت میں سے کم مقدار کا حکم دیا ہو تو اُس پر دوسرے مقتول کے وارث کے واسطے بھی اُسی قدر واجب ہوگا جس قدر پہلے کے واسطے واجب ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اسی طرح جو جنایت پہلی جنایت کے واسطے حکم ہو جانے کے بعد اُس سے صادر ہو اُس کا بھی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر قاضی نے اُس پر جنایت اول کی واسطے حکم نہ دیا ہو یہاں تک کہ اُس نے دوسری جنایت کی تو اُس پر واجب ہوگا کہ دونوں کے واسطے اپنی قیمت اور ہر دو جنایت کے ارش سے کم مقدار کے واسطے سعایت کرے اور یہ قیمت دونوں میں مشترک ہوگی اور یہ امام ابو حنیفہ و امام محمد و دوم قول ام ابو یوسف کا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

ہر جنایت میں مکاتب کے روز جنایت کی قیمت کی طرف لحاظ کیا جائے گا اور بعد جنایت کے اگر اُس کی قیمت زیادہ ہو جائے تو اُس کا لحاظ و اعتبار نہ ہوگا اور اگر مکاتب نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور راہ میں ایک کنواں کھودا اور راہ میں کئی مرنا جائز پیدا کر دیا پھر کنویں میں ایک آدمی گر کر مر گیا پھر قاضی نے اُس پر کنویں میں گرنے (۲) والے اور مقتول کے واسطے اس کی قیمت کی ڈگری کی اور دونوں کے واسطے اُس نے سعایت کی پھر جو اُس نے راہ میں پیدا کر دیا ہے اُس سے کوئی آدمی تلف ہوا تو وہ بھی پہلے والوں کے ساتھ اس قیمت میں شریک ہو جائے گا اور اسی طرح اگر کنویں میں دوسرا آدمی گر کر مر گیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اُس نے دوسرا کنواں کھودا اور اس میں کوئی آدمی گر کر مر گیا تو قاضی اُس پر دوسری قیمت کی ڈگری کرے گا اور اگر پہلے کنویں میں کوئی گھوڑا گر کر مر گیا تو اُس پر اُس کی قیمت واجب ہوگی وہ اُس کے ذمہ قرضہ رہے گی کہ اُس کے واسطے وہ سعایت کرے گا چاہے جس قدر ہو اور اصحاب جنایات اس کے ساتھ شریک نہیں ہو سکتے ہیں یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مکاتب نے کسی کو خطا سے قتل کیا اور اس وقت اُس کی قیمت ہزار درم تھی اور ہنوز اُس پر کچھ حکم نہ دیا گیا تھا کہ اُس نے دوسرے کو خطا سے قتل کیا اور اُس وقت اُس کی قیمت دو ہزار درم تھی پھر قاضی کے سامنے مقدمہ پیش ہوا تو وہ مکاتب پر حکم کرے گا کہ دو ہزار درم کے واسطے سعایت کرے جس میں سے ایک ہزار درم جو قیمت میں بڑھ گئے ہیں خاصۃً مقتول ثانی کے وارث کے ہوں گے اور ایک ہزار درم جنایت اولیٰ کے وقت کی قیمت میں اول و ثانی دونوں کے ولی بقدر اپنے حق کے شریک ہوں گے اور ولی مقتول ثانی کا حق نو ہزار درم ہوگا اس واسطے کہ ایک ہزار درم اس کو مل چکے ہیں اور ولی اول کا حق پورا اس ہزار درم کا ہوگا پس ہزار درم کے انیس حصے کئے جائیں گے جس میں سے دس حصے اول کو اور نو حصے دوم کو ملیں گے پس سعایت سے جو کچھ حاصل ہوگا نصف خاصۃً دوسرے کا ہوگا اور باقی ایک نصف میں انیس حصے ہو کر اول و دوم بقدر اپنے اپنے حق کے لے لیں گے یہ محیط میں ہے۔ مکاتب نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اُس وقت اُس کی قیمت دو ہزار درم تھی پھر کانا ہو گیا پھر

یعنی مشقت کر کے اس قدر مال جو اُس پر واجب تھا حاصل کر دیا ۱۲ (۱) یعنی مکاتب اس میں دیا جائے گا ۱۲ (۲) یعنی دونوں کے وارثوں کے واسطے ۱۲

اُس نے دوسرے کو خطا سے قتل کیا اُس وقت اُس کی قیمت ہزار درم تھی تو اُس پر دو ہزار درم کی ڈگری ہوگی جن میں سے ایک ہزار درم خاصۃً اول کے ہوں گے اور باقی ہزار درم دونوں میں اپنے اپنے حق کے موافق مشترک ہوں گے اور اول کا حق بحساب نو ہزار درم کے اور دوسرے کا بحساب دس ہزار درم کے ہوگا پس ہزار درم دونوں میں انیس حصے ہو کر تقسیم ہوں گے جس میں سے دس حصے دوسرے کے اور نو حصے اول کے ہوں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ مکاتب نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا پھر دوسرے کو خطا سے قتل کیا پھر پر اُس ایک جنایت کے مقدمہ میں حکم دیا گیا پھر اُس نے تیسرے کو خطا سے قتل کیا تو جس کے نام ڈگری ہوئی ہی اُس کے واسطے نصف قیمت جس کی ڈگری ہوئی ہے ہوگی پھر تیسرے کے واسطے غلام کی نصف قیمت کی ڈگری ہوگی وہ خاصۃً اس کی ہوگی پھر جس کے نام کچھ ڈگری نہیں ہوئی ہے اس کے نام نصف قیمت کی ڈگری اس طرح ہوگی کہ وہ اُس کے اور تیسرے کے درمیان تین تہائی ہو کہ جس میں سے دو تہائی دوسرے کو اور ایک تہائی تیسرے کو ملے گی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مکاتب نے دو آدمیوں کو خطا سے قتل کیا پس ایک کے واسطے نصف قیمت کی ڈگری کی گئی اور دوسرا غائب ہے۔ پھر مکاتب نے تیسرے کو خطا سے قتل کیا پھر عاجز ہو کر رقیق کر دیا گیا تو مولیٰ کو اختیار دیا جائے گا چاہے اُس کو دے دے یا اُس کا فدیہ دے دے پس اگر اس نے دینا اختیار کیا تو مذکور ہے کہ نصف ولی مقتول ثالث کو دے دے گا پھر یہ نصف بعوض اُس نصف قیمت کے جس کی ڈگری ولی مقتول اول کے نام ہوئی فروخت کیا جائے گا اور دوسرا آدھا قتل ثالث اور ثانی کے وارثوں کے درمیان بقدر اُن دونوں کے حقوق کے تقسیم ہوگا اور دوسرے کا حق بحساب دس ہزار کے ہے اور تیسرے کا بحساب پانچ ہزار کے ہے۔ پس دوسرا نصف ان دونوں میں تہائی ہوگا کہ نصف کا دو تہائی دوسرے کے وارث کو اور ایک تہائی تیسرے کے وارث کو ملے گا اور اگر اُس نے فدیہ دینا اختیار کیا تو دوسرے کو دس ہزار درم اور تیسرے کو بھی دس ہزار درم فدیہ دے گا اور غلام مذکور دوم وسوم کے حق سے پاک ہو جائے گا اور اول کے واسطے غلام کی نصف قیمت غلام پر قرضہ رہے گی پس مولیٰ سے کہا جائے گا کہ یا تو اس کا قرضہ ادا کر دے یا غلام تیری طرف سے فروخت کیا جائے گا پھر جب مولیٰ نے قرضہ ادا نہ کیا حتیٰ کہ بیع کرنا واجب ہوا تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ پورا غلام اُس کے قرضہ میں فروخت کیا جائے گا نہ آدھا بخلاف اس کے اگر دوسرے کے واسطے نصف قیمت کا حکم دیا گیا اور مولیٰ نے باقی دونوں کو فدیہ دے دیا کہ اس صورت میں اگر مولیٰ نے قرضہ غلام ادا نہ کیا حتیٰ کہ قرضہ کے عوض غلام کا فروخت کرنا لازم آیا تو نصف غلام فروخت کیا جائے گا پورا نہیں فروخت کیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر مکاتب نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور اُس کے دو وارث ہیں پس اُس پر قاضی نے ایک کے واسطے نصف قیمت کی ڈگری کر دی اور دوسرے کے واسطے کچھ حکم نہ کیا پھر اُس نے دوسرے کو قتل کیا اور دوسرے نے آ کر قاضی سے نالش کی اور مکاتب ہنوز مکاتب ہے تو اس کے واسطے تین چوتھائی قیمت کی ڈگری کر لے گا پھر اگر مکاتب عاجز ہو گیا اور درمیانی شخص آیا تو مولیٰ اس کو چوتھائی غلام دے دے گا اور نصف دیت اس کا فدیہ دے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مکاتب نے جنایت کی پھر مر گیا پس اگر اُس پر جنایت کا حکم ہونے سے پہلے عاجز ہو کر مرا ہے اور سودرم چھوڑے ہیں حالانکہ کتابت کا مال اس سے زیادہ ہے تو جنایت باطل ہوگی اور سودرم جو اُس نے چھوڑے ہیں وہ مولیٰ کو ملیں گے اور اگر اُس پر جنایت کا حکم ہو جانے کے بعد مرا ہے تو جس قدر اُس نے چھوڑا ہے اُس میں سے جنایت کا حق ادا کیا جائے گا۔ اور اگر اُس پر جنایت کا حکم ہو جانے کے بعد مال اس سے پہلے وہ اس قدر مال چھوڑا ہے جس سے کتابت ادا ہو جائے تو جنایت باطل نہ ہوگی بلکہ پہلے اس مال سے جنایت پھر کتابت ادا کی جائے گی پھر اگر کچھ مال باقی رہا تو وارثان مکاتب کو ملے گا۔ یہ حکم اس وقت ہے کہ مکاتب پر سوائے جنایت کے اور قرضہ نہ ہو اور اگر سوائے جنایت کے اُس پر اور قرضہ

۱۔ یعنی اس قدر مال ادا کرنے سے جو اُس پر واجب الادا تھا ۱۲

ہو اور اُس نے اس قدر چھوڑا ہے کہ جس سے قرض و جنایت و کتابت ادا ہو سکتی ہے پس اگر اُس پر جنایت کا حکم ہو جانے کے بعد مرا ہے تو ولی جنایت قرض خواہوں کی راہ پر ان کا شریک ہوگا اور قرضے جنایت پر مقدم نہ ہوں گے پس پہلے سب قرضے مع جنایت ادا کئے جائیں گے پھر اگر کچھ باقی رہا تو وارثان مکاتب کا ہوگا اور اگر قاضی نے اُس پر جنایت کا حکم نہ کیا ہو یہاں تک کہ وہ مر گیا تو جنایت پر قرضے مقدم ہوں گے اور یہ سب اس وقت ہے کہ جب مکاتب نے اس قدر چھوڑا ہو کہ جس سے قرض و جنایت و کتابت سب ادا ہو سکتے ہیں اور اگر کتابت ادا نہ ہو سکے بلکہ فقط قرضے اور جنایت ادا ہو سکتی ہے پس اگر مکاتب کی موت سے پہلے قاضی نے اُس پر جنایت کا حکم دے دیا ہو تو جنایت باطل نہ ہوگی اور اس کی کمائی سے قرضے و جنایت سب ادا کئے جائیں گے اور اگر قاضی نے اُس پر قبل موت کے جنایت کا حکم نہ دیا ہو تو باطل ہو جائے گی اور اُس کی کمائی سے قرضہ ادا کئے جائیں گے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مکاتب مر گیا اور اُس نے ایسی اولاد چھوڑی جو کتابت کی حالت میں اُس کی باندی سے پیدا ہوئی ہے اور اُس پر قرضہ ہے اور جنایت ہے خواہ جنایت کا حکم قاضی نے دے دیا ہے یا نہیں دیا ہے تو اس کا فرزند قرضہ و جنایت و کتابت سب کے واسطے سعایت کرے گا اور ان میں سے کسی کے اولاد ادا کرنے کی بابت اُس پر جبر نہ کیا جائے گا اور اگر اُس پر جنایت کا حکم ہو جانے کے بعد اُس کا فرزند عاجز ہو گیا اور رقیق کر دیا گیا تو فروخت کیا جائے گا اور اُس کا ثمن قرض خواہوں و اولیاء جنایت کے درمیان حصہ رسد تقسیم ہوگا اگر جنایت کا حکم ہونے سے پہلے عاجز ہو گیا تو جنایت باطل ہو جائے گی پھر قرضہ کے واسطے فروخت کیا جائے گا اور اگر مکاتب کی موت کے وقت اُس کی ام ولد زندہ ہو اور مکاتب پر قرضہ نہ ہو اور اُس پر جنایت کا حکم ہو گیا ہے یا نہیں ہوا ہے تو ماں و بچہ دونوں پر مکاتب کی قیمت و ارش جنایت مع بدل کتابت میں سے جو کم مقدار ہو اُس کے واسطے سعایت واجب ہوگی اور اگر دونوں پر اس کا حکم دیا گیا ہو یا نہ دیا گیا ہو حتیٰ کہ ان میں سے کسی نے خطا سے کسی کو قتل کیا تو اس جنایت کرنے والی پر وارث مقتول کے واسطے اُس کی قیمت کا حکم ہوگا سوائے اُس مال کے جو دونوں پر جنایت مکاتب کے ولی کا واجب ہے پھر اس کے بعد اگر دونوں عاجز ہو گئے تو ہر ایک اپنی جنایت کے واسطے خاصۃً فروخت کیا جائے گا پھر اگر اُس کے ثمن میں سے اُس کی جنایت کے ولی کو دے کر کچھ باقی رہا تو مکاتب کی جنایت کے ولی کو ملے گا یہ مبسوط میں ہے۔

ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہے پھر ایک نے اُس کو بدون اجازت دوسرے شریک کے مکاتب کر دیا ☆

ایک مکاتبہ نے جنایت کی پھر اس کے بچہ پیدا ہوا پھر وہ عاجز ہو گئی اور ہنوز اُس پر جنایت کا حکم نہیں کیا گیا ہے تو وہ اکیلی دے دی جائے گی اور اگر مکاتبہ پر ڈگری کی گئی ہو پھر اُس کے بچہ پیدا ہوا ہو تو وہ فروخت کی جائے گی پس اگر اُس کے ثمن میں جنایت کا پورا پڑا تو خیر ورنہ اُس کا بچہ بھی فروخت کیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر مکاتبہ مر گئی اور اُس نے سودرم اور ایک بیٹا جس کو وہ حالت کتابت میں جینی ہے چھوڑا اور مکاتبہ پر قرضہ ہے اور اُس نے خطا سے کسی کو قتل کیا ہے خواہ جنایت کا حکم اُس پر ہو چکا ہے یا نہیں ہوا ہے تو اُس کے بیٹے پر حکم دیا جائے گا کہ جنایت اور کتابت کے واسطے سعایت کرے پھر یہ سودرم اہل جنایت و اہل قرضہ کے درمیان حصہ رسد تقسیم ہوں گے اور اگر بیٹے نے کچھ قرضہ لیا اور کوئی جنایت کی اور اُس پر اس کا مع اُس کے جو اُس کی ماں کی جنایت و قرضہ کا حکم دیا گیا ہے حکم کیا گیا تو اس پر واجب ہوگا کہ اس سب کے واسطے سعایت کرے پھر اگر وہ عاجز ہو گیا تو خاصۃً اپنے قرضہ و جنایت کے واسطے فروخت کیا جائے گا پھر اگر اُس کے ثمن سے کچھ بچ رہا تو اُس کی ماں کے قرضہ و جنایت میں حصہ رسد دیا جائے گا اور اگر اُس پر اُس کے جنایت کا حکم ہونے سے پہلے وہ عاجز ہو گیا تو اُس کا مولیٰ اس جنایت کے عوض اُس کو دے دے گا یا اس کا فدیہ دے دے گا اور اگر اُس کو دے دیا تو فقط اُس کے قرض خواہ پیچھا کر کے اُس کو فروخت کر دیں گے اور اُس کی ماں کے قرض

یعنی ادائے بدل کتابت سے ۱۲

خواہ و اہل جنایت اُس کا پیچھا نہیں کر سکتے ہیں پھر اُس کے ثمن میں سے کچھ باقی رہا تو اُس کی ماں کے قرض خواہ و اہل جنایت کو اُس کے لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی اور اگر مولیٰ نے اُس کے فدیہ دے دیا تو وہ جنایت سے پاک ہو گیا پس اپنے قرضہ کے واسطے فروخت کیا جائے گا پھر اگر اُس کے ثمن میں سے کچھ باقی رہا تو اُس کی ماں کے قرضہ و جنایت میں دیا جائے گا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک مکاتب نے تین آدمیوں کو خطا سے قتل کیا پھر ایک کے وارث نے اُس کو اپنا حصہ بہہ کیا پھر وہ عاجز ہوا تو تہائی غلام مولیٰ کو دیا جائے گا اور دو تہائی غلام کو چاہے مولیٰ دے دے یا اُس کا فدیہ دے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر مکاتب نے ایک شخص کو عہد اُقتل کیا اور اُس کے دو وارث ہیں پس ایک نے اُس کو معاف کر دیا تو دوسرے کے واسطے نصف قیمت کے لئے سعایت کرے گا یہ مبسوط میں ہی۔ ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہے پھر ایک نے اُس کو بدون اجازت دوسرے شریک کے مکاتب کر دیا پھر اُس نے جنایت کی تو اپنے نصف کے واسطے سعایت کرے گا اور شریک اُس کے نصف اور نصف ارش سے کم مقدار کا ضامن ہوگا اگر اُس نے کتابت ادا نہ کی ہو یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر غلام دو شخصوں میں مشترک ہو پھر ایک نے اپنا حصہ بدون اجازت دوسرے کے مکاتب کر دیا پھر اُس نے جنایت کی پھر ادا کر کے آزاد ہو گیا تو مکاتب پر اُس کی نصف قیمت و نصف ارش میں سے کم مقدار کا حکم دیا جائے گا اور جس شریک نے اُس کو مکاتب نہیں کیا ہے وہ مکاتب کی کمائی سے جو اُس نے مکاتب کرنے والے شریک کو دی ہے نصف لے لے گا پھر مکاتب کرنے والا اس قدر مکاتب سے واپس لے گا پھر جس نے مکاتب نہیں کیا ہے اُس کو اختیار ہے آزاد کر دے اور چاہے غلام سے سعایت کر ادا کرے۔ چاہے شریک سے ضمان لے (۱) اور ان صورتوں میں سے جو اُس نے اختیار کی اور قبضہ کیا تو وہ مکاتب کی نصف قیمت اور نصف ارش جنایت میں سے کم مقدار کا ضامن ہوگا۔ اسی طرح اگر اُس نے شریک کی اجازت سے مکاتب کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے لیکن اگر صورت میں شریک مکاتب کنندہ پر ضمان نہیں ہو سکتی ہے یہ امام اعظم کا قول ہے۔ اور اگر مکاتب نے قبل اُس کے آزاد ہو جانے کے جنایت کی خصومت کی گئی اور اُس پر نصف ارش جنایت کا حکم دیا گیا پھر وہ کتابت سے عاجز ہوا تو جس قدر مال کی اُس پر ڈگری ہوئی ہے اُس کے واسطے اُس کا نصف فروخت کیا جائے گا اور وہ نصف اُس کا حصہ ہے جس نے مکاتب کیا ہے اور جس نے مکاتب نہیں کیا ہے اُس سے کہا جائے گا کہ اتنا حصہ جرمانہ جنایت میں دے دے یا نصف ارش اُس کا فدیہ دے یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر ہر دو شریکوں میں سے ایک نے بقدر اپنے حصہ کے مکاتب کیا پھر مکاتب نے ایک غلام خرید ا پھر غلام نے کوئی جنایت کی پھر مکاتب نے مال کتابت ادا کر دیا اور آزاد ہو گیا تو مکاتب خرید کرنے والے اور جس نے مکاتب نہیں ہے دونوں کو اختیار دیا جائے گا چاہیں اُس کو دے دیں اور چاہیں اُس کے فدیہ میں دیت دیں اور اگر یہ غلام مجرم مکاتب کا بیٹا ہو یا اُس کی باندی سے اُس کے پاس پیدا ہوا ہو تو مجرم مذکور واجب ہوگا کہ اپنی نصف قیمت اور نصف ارش جنایت میں سے کم مقدار کے واسطے سعایت کرے اور جس شریک نے مکاتب نہیں کیا ہے اُس پر جب تک آزاد نہ کرے یا سعایت کرا کے وصول نہ کر لے تب تک کچھ واجب نہ ہوگا ہاں بعد اُس کے اُس پر واجب ہوگا کہ اس کی نصف قیمت اور نصف ارش جنایت میں سے کم مقدار کی ضمان دے اور اگر اس بیٹے نے اپنے باپ پر جنایت کی ہو اور پھر باپ ادا کر کے آزاد ہو گیا تو بیٹے پر نصف قیمت واجب ہوگی پس اس کے واسطے جس نے مکاتب نہیں کیا ہے سعایت کرے گا اور مکاتب کرنے والے پر اس کی ضمان نہ ہوگی بخلاف ماں کے کہ مکاتب کرنے والا اُس کی نصف قیمت کا جس نے مکاتب نہیں کیا ہے اس کے واسطے ضامن ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مشترک باندی کو بدون اجازت اپنے شریک کے مکاتب کیا پھر اُس کے بچہ پیدا

پھر دوسرے نے اپنا حصہ ولد مکاتب کیا پھر فرزند نے ماں پر یا ماں نے اُس پر جنایت کی یعنی قتل کیا تو ہر ایک پر دونوں میں سے مقتول کی تین چوتھائی قیمت امام اعظمؒ کے نزدیک واجب ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر دو شخصوں کے درمیان ایک باندی مشترک ہو اُس میں سے ایک نے اپنا حصہ مکاتب کر دیا پھر اُس کے بچہ پیدا ہوا پھر اُس میں ایسی کوئی بات پیدا ہوگئی جس سے قیمت بڑھ جاتی ہے یا کسی عیب سے اُس میں نقصان ہو کر پھر زیادتی ہوگئی پھر وہ آزاد ہوگئی پھر شریک نے مکاتب کرنے والے سے ضمان لینا اختیار کیا تو جس روز آزاد ہوئی ہے اُس کی اس روز کی نصف قیمت تاوان لے گا اور شریک مذکور کو جس نے مکاتب نہیں کیا ہے یہ اختیار ہوگا کہ بچہ سے اُس کی نصف قیمت کے واسطے سعایت کرائے اور اگر ایک نے اُس باندی میں سے اپنا حصہ مکاتب کر دیا پھر اُس کے بچہ پیدا ہوا پھر دوسرے نے بچہ میں سے اپنا حصہ مکاتب کر دیا پھر بچہ نے اپنی ماں پر یا ماں نے بچہ پر ایسی جنایت کی جو قتل نفس سے کم ہے پھر دونوں مال کتابت ادا کر کے آزاد ہو گئے اور دونوں مولیٰ خوشحال ہیں تو جس شریک نے بچہ کو مکاتب کیا ہے اُس کو اختیار ہوگا کہ جس نے ماں کو مکاتب کیا ہے اُس سے ماں کی نصف قیمت ضمان لے اور چاہے اُس سے سعایت کرائے اور چاہے اُس کو آزاد کر دے اور جس نے ماں کو مکاتب کیا ہے اُس کو بچہ کے مکاتب کرنے والے سے بچہ کی بابت ضمان لینے کا کچھ استحقاق نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ زید و عمرو میں ایک غلام مشترک ہے اُس نے دونوں میں سے ایک کی آنکھ پھوڑ دی مثلاً زید کی آنکھ پھوڑ دی پھر زید نے اُس میں سے اپنا حصہ مکاتب کیا پھر غلام نے زید کو زخمی کیا کہ جس سے زید مر گیا تو مکاتب مذکور اپنی نصف قیمت و چوتھائی دیت میں سے کم مقدار کے واسطے سعایت کرے گا اور عمرو جس نے مکاتب نہیں کیا ہے وہ غلام کی نصف قیمت و ارثان مقتول یعنی زید کو تاوان دے گا لیکن اگر غلام مذکور مال کتابت ادا کر کے آزاد ہو گیا ہو تو عمرو پر یہ نصف قیمت اُس وقت تک دینی واجب نہ ہوگی جب تک وہ اپنے حصہ کا مال بطور تاوان کے یا غلام کی سعایت سے حاصل نہ کرے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہو اور اُس نے دونوں میں سے ایک کی آنکھ پھوڑ دی یا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر دوسرے نے اپنا آدھا حصہ اپنے شریک کے ہاتھ فروخت کیا حالانکہ وہ اس جنایت سے آگاہ ہے پھر غلام نے اُس پر جنایت کی پھر جس نے اپنا آدھا حصہ فروخت کیا ہے اُس نے یہ حصہ خرید لیا پھر جس پر جنایت کی ہے اُس نے اپنا آدھا حصہ مکاتب کر دیا پھر غلام نے اُس پر کوئی جنایت کی پھر غلام ادا کر کے آزاد ہو گیا پھر مکاتب کرنے والا مولیٰ اُس کی سب جنایتوں سے مر گیا تو مکاتب پر اپنی نصف قیمت اور چوتھائی دیت سے کم مقدار واجب ہوگی اور جس نے مکاتب نہیں کیا ہے اُس پر اپنے شریک کی دیت کا چھٹا حصہ اور چھٹے کا چوتھائی حصہ واجب ہوگا اور غلام کی نصف قیمت اور چھٹے حصہ دیت و چھٹے کی چوتھائی حصہ دیت میں سے جو کم مقدار ہو واجب ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ زید و عمرو کے درمیان ایک غلام مشترک ہے اُس نے عمرو پر جنایت کی پھر عمرو نے جنایت سے آگاہ ہونے کے باوجود اُس کو مکاتب کر دیا پھر غلام نے اُس پر دوبارہ جنایت کی پھر زید نے اُس کو مکاتب کا پھر غلام نے عمرو پر جنایت کی پھر وہ ان سب جنایتوں سے مر گیا تو ہم کہتے ہیں کہ غلام کے دو حصے ہیں اور ہر نصف حصہ نے نصف نفس کو حقیقتہً تین جنایتوں سے اور حکماً دو جنایتوں سے تلف کیا پس عمرو کے حصے نے نصف نفس کو ایک جنایت سے قبل کتابت کے تلف کیا اور وہ ہر حصہ ہے اور دو جنایتوں سے بعد کتابت کے تلف کیا اور دونوں کا جرمانہ ایک ہے یعنی مکاتب پر اپنی نصف قیمت اور چوتھائی دیت سے کم مقدار واجب ہے اور زید کا نصف حصہ کہ جس نے بھی قبل کتابت کے آدھے نفس کو دو جنایتوں سے تلف کیا اور ان کا حکم یہ ہے کہ ان کا جرمانہ مولیٰ پر واجب ہے پس زید کے ذمہ

یعنی مفلس و مسکین نہیں ہیں بلکہ دونوں مالدار تو انگریزوں ۱۲

یعنی اُس کا معاوضہ کچھ نہیں ہے نہ قصاص اور نہ دیت ۱۲

غلام مذکور کی نصف قیمت و چوتھائی دیت میں کم مقدار واجب ہوگی اور بعد کتابت کے جو اُس نے ایک جنایت کی ہے وہ مثل اول کے مکاتب کی گردن پر ہوگی۔ اور اگر غلام مذکور نے کسی اجنبی پر جنایت کی پھر زید یا عمرو میں سے کسی نے اُس کو مکاتب کیا حالانکہ وہ جنایت سے واقف ہے پھر اُس نے اجنبی پر جنایت کی پھر دوسرے شریک نے اُس کو مکاتب کیا حالانکہ وہ جنایت سے واقف ہے پھر غلام نے اجنبی پر جنایت کی اور وہ ان سب جنایتوں سے مرگیا پس شریک اول کے نصف حصہ میں نصف اجنبی کو تین جنایتوں سے تلف کیا اور یہ تین جنایتیں حکماً دو جنایتیں ہیں پس پہلی جنایت کے واسطے شریک اول بسبب مکاتب کرنے کے چوتھائی دیت کا اختیار کرنے والا ہو گیا اور باقی جنایت کی جزا مکاتب کی گردن پر ہے یعنی چوتھائی دیت اور نصف قیمت سے کم مقدار کا ضامن ہوگا اور دوسرے شریک کے نصف حصہ نے کتابت سے پہلے دو جنایتیں کیں کہ جن کا حکم ایک ہے یعنی ایک جنایت کے حکم میں ہے پس حکم یہ ہے کہ ان کا جرمانہ مولیٰ پر واجب ہے کہ چوتھائی دیت اور نصف قیمت غلام میں سے کم مقدار کا ضامن ہوگا اور رہی تیسری جنایت سو وہ مکاتب کی گردن پر ہے کہ اُس کے جرمانہ میں اپنی نصف قیمت اور چوتھائی دیت میں سے کم مقدار کا ضامن ہوگا۔ اور اگر ہر دو مولیٰ کتابت کے وقت غلام کی جنایت سے واقف نہ ہوئے ہوں تو دونوں اُس کی قیمت اور نصف دیت میں سے کم مقدار کے ضامن ہوں گے اور مکاتب بھی اپنی قیمت اور نصف دیت میں سے کم مقدار کا ضامن ہوگا یہ کافی میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی نصف باندی کو مکاتب کیا پھر اُس کے ایک بچہ پیدا ہوا پھر بچہ نے کوئی جنایت کی تو وہ اپنی نصف جنایت کے واسطے سعایت کرے گا اور نصف جنایت باقی مولیٰ کے ذمہ ہوگی اس واسطے کہ اس کا دے دینا^(۱) بدینی وجہ معذور ہے کہ عقد کتابت اس جنایت سے پہلے واقع ہو گیا ہے پس اُس پر نصف قیمت واجب ہوگی پھر اگر مولیٰ نے ماں کو بعد بچہ کی جنایت کرنے کے آزاد کر دیا تو آدھا بچہ آزاد ہو جائے گا اور اپنی نصف قیمت کے واسطے مولیٰ کے لئے سعایت کرے گا اور نصف جنایت اُس بچہ پر ہوگی اور نیز اگر مولیٰ نے بچہ کو آزاد کر دیا تو بھی حکم جنایت ایسا ہی ہے لیکن اس صورت میں بچہ پر سعایت لازم نہ ہوگی اور اگر دونوں میں سے کوئی آزاد نہ کیا گیا اور نہ دونوں نے کسی اجنبی پر جنایت کی بلکہ ایک نے دوسرے پر جنایت کی تو ہر ایک پر اجنبی جنایت کی وجہ سے اپنی قیمت اور نصف جنایت دونوں سے کم مقدار واجب ہوگی کہ باعتبار آنکہ کتابت نصف میں ہے اور نصف اس کا مولیٰ پر ہوگا بدینی وجہ کہ نصف حصہ اُس کی ملک ہے اور اُس نے کتابت سابقہ سے اس کو تلف^(۲) کر دیا ہے اور نیز اس کا نصف مولیٰ کے واسطے جنایت کرنے والے پر ہوگا اس واسطے کہ جس پر اُس نے جنایت کی ہے اُس میں سے آدھا مولیٰ کی ملک ہے وہ مکاتب نہیں ہے پس بعض بعض کا قصاص ہو جائے گا اور اگر باندی مذکورہ نے جنایت کی اور قبل اس کے کہ اس پر اس جنایت کی بابت حکم دیا جائے گا وہ مرگئی اور کوئی چیز نہ چھوڑی تو اُس کا بچہ بمنزلہ اُس کے ہوگا اور جنایت اور مکاتب کے واسطے سعایت کرے گا اور مولیٰ پر نصف جنایت واجب ہوگی خواہ اُس پر جنایت کا حکم دیا گیا ہو یا نہ دیا گیا ہو پھر اگر اس کے بعد بچہ نے بھی جنایت کی پھر عاجز ہو^(۳) ہو گیا حالانکہ اُس پر ماں کی جنایت کی ڈگری ہو چکی ہے تو جس قدر ماں کی جنایت کی بابت اُس پر ڈگری ہو چکی ہے وہ اس کے نصف پر قرضہ ہوگا لیکن مولیٰ کو اختیار ہوگا کہ اُس کی جنایت کے بدلے میں اُس کو دے دے پس مولیٰ کو اختیار ہوا چاہے اُس کی جنایت میں اُسی کو دے دے یا اُس کا فدیہ دے دے پس اگر فدیہ دیا تو اُس کا نصف حصہ اُس کی ماں کے قرضہ میں فروخت کیا جائے گا اور اگر اُسی کو دیا تو اس قرضہ میں اُس کا نصف فروخت نہ کیا جائے گا یہ شرح مبسوط میں ہے۔ اور اگر مکاتب نے کسی جنایت کے عدا یا خطا اُس سے صادر ہونے کا اقرار کیا تو اُس کے ذمہ لازم ہوگی اور اگر خطا سے جنایت صادر ہوئی اور اُس پر اُس جنایت کی ڈگری ہو گئی پھر وہ عاجز ہو گیا تو یہ جنایت امام اعظم کے نزدیک ہدر ہوگی اس بنا پر کہ اگر

(۱) یعنی جنایت میں دے دینا ۱۲۔ ۲ یعنی محل نہیں رکھا ہے ۱۲۔ ۳ ادائے کتابت سے ۱۲۔

مکاتب نے ایسی جنایت کا جو موجب مال ہے اقرار کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک بعد عاجز ہونے کے وہ اس جنایت کی بابت ماخوذ نہ ہوگا خواہ اُس پر اس جنایت کا مال قرضہ ہو گیا ہو یا نہ ہوا ہو اور صاحبینؒ کے نزدیک اُس کے واسطے ماخوذ ہوگا اور فروخت کیا جائے گا جب کہ ڈگری ہونے سے اُس کے ذمہ قرضہ ہو گیا ہو اور اگر وہ آزاد کر دیا جائے تو ماخوذ ہوگا خواہ اُس پر اس مال جنایت کی ڈگری ہو گئی ہو یا نہ ہوئی ہو یہ محیط میں ہے۔ اور اگر وہ عاجز نہ ہوا بلکہ کتابت کا مال ادا کر کے آزاد ہو گیا تو یہ مال اُس پر قرضہ ہو جائے گا یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر مکاتب نے کسی کو عداً قتل کیا پھر اپنے نفس سے کسی قدر مال پر صلح کر لی تو جائز ہے اور مال اُس پر لازم ہوگا جب تک کہ عاجز نہ ہو جائے اور اگر ادائے مال سے پہلے عاجز ہو گیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک یہ مال اُس کے ذمہ سے باطل ہو جائے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک لازم رہے گا کہ اُس کے واسطے فروخت کیا جائے گا یہ مبسوط میں ہے اور اگر مکاتب نے اپنے بچہ پر کچھ اقرار کیا تو اُس کے ذمہ لازم نہ ہوگا خواہ بچہ آزاد ہو جائے یا عاجز ہو جائے اور اگر وہ بچہ مر گیا اور ادائے مکاتب کے لائق مال چھوڑا تو اُس کے مال میں قیمت اور ارش دونوں میں سے کم مقدار کی ڈگری کی جائے گی اور اگر بچہ نے اپنی ماں پر جنایت کا اقرار کیا تو ثابت نہ ہوگا پھر اگر ماں مر گئی تو اُس کے ذمہ قیمت اور ارش سے کم مقدار اور کتابت لازم ہوگی پھر اگر اس کے بعد عاجز ہو گیا تو اُس کے ذمہ کچھ لازم نہ ہوگا اور اگر اُس نے مقر لہ کو ادا کر دیا پھر عاجز ہو گیا تو مقر لہ سے وہ مال واپس نہ لیا جائے گا اور اگر ماں نے اپنے بچہ پر جنایت کا اقرار کیا پھر بچہ خطا سے قتل ہوا اور اس کی قیمت لے لی گئی تو قیمت میں سے وہ مقدار کہ جس کا ماں نے اقرار کیا ہے لے لی جائے گی اسی طرح اگر ماں نے اپنے بیٹے پر قرضہ کا اقرار کیا اور بیٹے کے قبضہ میں مال ہے اور اُس پر قرضہ نہیں ہے تو ماں کا اقرار اُس کے بیٹے کے مال میں سے جائز ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایسا زخمی کرنا جس سے سر پھٹ جائے ☆

اگر مکاتب کے بیٹے نے کسی کو خطا سے قتل کیا پھر مکاتب نے اپنے اس بیٹے کو قتل کیا اور وہ غلام ہے اور ایک شخص اجنبی کو خطا سے قتل کیا تو مکاتب پر اُس کی قیمت واجب ہوگی جس میں اجنبی کے وارث بقدر دیت اور بیٹے کے وارث بقدر بیٹے کی قیمت کے حصہ رسد شریک کئے جائیں گے یہ مبسوط میں ہے۔ خطا سے مولیٰ کا مکاتب پر جنایت کرنا یا مکاتب کا مولیٰ پر جنایت کرنا بمنزلہ جنایت اجنبی کے ہے اور عداً قتل کرنے میں اگر مولیٰ نے کیا ہو تو اُس پر قصاص واجب نہ ہوگا بلکہ مکاتب کی قیمت واجب ہوگی اور اگر مکاتب نے عداً مولیٰ کو قتل کیا تو اُس سے قصاص لیا جائے گا اور اگر مولیٰ نے مکاتب کے مملوک یا مال پر یا مکاتب نے مولیٰ کے مملوک یا مال پر جنایت کی تو دونوں میں سے ہر ایک پر وہی حکم ہوگا جو اجنبی پر ہوتا ہے یہ حاوی میں ہے۔ اور جو شخص مکاتب کی کتابت پر مکاتب ہوگا تو وہ جنایت کے حکم میں بمنزلہ مکاتب کے ہی کہ اسی طرح اُس پر سعایت لازم آئے گی اسی طرح اگر اُس کی ام ولد جو اُس سے جنی ہے اُس کا بھی یہی حکم ہے۔ یہ مبسوط میں ہے اور مکاتب کے غلام کی جنایت مثل آزاد کے غلام کی جنایت کے ہے لیکن اگر مکاتب نے اُس کا فد یہ دینا چاہا حالانکہ فد یہ بہ نسبت اُس کی قیمت کی نسبت ارش جنایت کے حد سے زائد ہے تو امام اعظمؒ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکاتب کا ایسا تصرف صحیح ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک صحیح نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر مکاتب مر گیا اور اُس پر قرضہ ہے اور اُس نے ایک غلام ماذون التجارة چھوڑا اور اُس پر بھی دوسرا قرضہ ہے تو یہ غلام خاص اپنے قرضہ کے واسطے فروخت کیا جائے گا پھر اگر اس کے ثمن میں سے کچھ بچ رہا تو وہ مکاتب کے قرضہ میں دیا جائے گا اور اگر اس غلام پر قرضہ نہ ہو مگر اُس نے کوئی جنایت کی ہو جس کا جرمانہ واجب ہو اور مکاتب کا سوائے اس کے کچھ مال نہ ہو تو

۱۔ یعنی حالت مکاتب سے بوجہ عاجزی کے پھر غلامی میں آجائے ۱۲ ۲۔ یعنی اولاد ہوئی ہے ۱۳

مولیٰ کو اختیار دیا جائے گا چاہے مولیٰ اور اُس کے تمام قرض خواہ اُس کو خوشی سے وارث جنایت کو دے دیں پھر اُس میں قرض خواہوں کا کچھ استحقاق نہ رہے گا جب کہ ان کی رضا مندی سے اُس کو دے دیا ہے اور اگر یہ لوگ چاہیں اُس کا فدیہ دے دیں یعنی وارث مقتول کو دیت دے دیں تو پھر وہ غلام ان کے قرضہ میں فروخت کیا جائے گا اور اگر اس غلام پر بھی قرضہ ہو تو مولیٰ کو اختیار دیا جائے گا چاہے اس غلام کو دے دے پھر جو قرضہ اُس پر ہے وہ اُس کے پیچھے ہوگا کہ وارث جنایت کے پاس سے قرض خواہ اُس کو فروخت کرا کر اپنا قرضہ لے لے گا اور قرض خواہان مکاتب کو کچھ نہ ملے گا اور اگر چاہے تو اُس کا فدیہ دے دے پھر وہ غلام اپنے خاص قرضہ کے واسطے فروخت کیا جائے گا پھر اگر کچھ باقی رہا تو وہ مکاتب کے قرضہ میں دیا جائے گا یہ مبسوط میں ہے ایک غلام نے ایک آزاد کو شجرہً لموضیٰ سے زخمی کیا پھر اس کے مولیٰ نے اُس کو مدبر کر دیا پھر غلام مذکور نے دوسرے موضیٰ زخم سے زخمی کیا پھر مولیٰ نے اُس کو مکاتب کر دیا پھر اُس کو شجرہً سے زخمی کیا پھر وہ ادا کر کے آزاد ہو گیا پھر اُس نے اُس زخمی کو اور شجرہً سے زخمی کیا اور ایک اجنبی نے بھی شجرہً سے اُس کو زخمی کیا پس وہ زخمی مر گیا اور مولیٰ ان سب جنایتوں سے واقف تھا تو اجنبی کی مددگار برادری پر نصف دیت واجب ہوگی اور باقی نصف کو غلام نے چار جنایتوں سے تلف کیا ہے اور ان جنایتوں کے احکام مختلف ہیں اور جنایات میں اعتبار احکام کا ہے پس اول جنایت کا حکم یہ ہے کہ مولیٰ اُس کو دے دے یا فدیہ دے اور دوم کا حکم یہ ہے کہ مولیٰ پر قیمت واجب ہے اور سوم کا حکم یہ ہے کہ مکاتب پر قیمت واجب ہے اور چہارم کا حکم یہ ہے کہ مددگار برادری پر قیمت (۱) واجب ہے پس اس نصف کے چار حصے ہوئے پس کل کے آٹھ حصے ہوئے جن میں سے چار کو اجنبی نے تلف کیا اور چار کو غلام نے تلف کیا پس غلام کے چار حصوں میں سے اول کی بابت بسبب اس کے کہ مولیٰ نے جنایت سے واقف ہو کر اُس کو مدبر کیا ہے مولیٰ دیت کا اختیار کرنے والا ہو گیا پس دیت کا آٹھواں حصہ مولیٰ پر لازم آیا اور حصہ دوم میں چونکہ جنایت سے پہلے ایسا فعل واقع ہوا جس سے غلام کا دینا ممتنع ہو گیا ہے اس واسطے مولیٰ کے حق میں یہ ثابت نہ ہوا کہ وہ دیت کا اختیار کرنے والا ہو گیا ہے پس مولیٰ پر قیمت غلام کا آٹھواں حصہ واجب ہوا لیکن اگر دیت کا آٹھواں حصہ اس سے کم ہوگا تو وہی واجب ہوگا اور سوم مکاتب سے صادر ہوئی ہے اس واسطے اسی پر اُس کی قیمت اور آٹھواں حصہ دیت دونوں میں سے کم مقدار واجب ہوگی اور چہارم اس وقت واقع ہوئی کہ جب مکاتب آزاد ہو گیا ہے پس ذیت اُس کی مددگار برادری پر ہوگی۔ اور اگر غلام مذکور مدبر نہ کیا گیا ہو اور باقی مسئلہ بحال رہے تو نصف دیت اجنبی کی مددگار برادری پر ہوگی اور باقی نصف غلام کی تین جنایتوں سے تلف ہوا پس اس نصف کے تین حصے ہوئے پس کل کے چھ حصے ہوئے جس میں سے تین حصے اجنبی کے فعل سے تلف ہوئے اور تین بسبب جنایت غلام کے تلف ہوئے پس اول حصے کی بابت مولیٰ پر چھٹا حصہ دیت کا واجب ہوگا اور دوم کی بابت مکاتب پر چھٹے حصے کی دیت اور چھٹا حصہ قیمت میں سے کم مقدار واجب ہوگی اور سوم کی بابت اُس کی مددگار برادری پر چھٹا حصہ دیت واجب ہوگا یہ کافی میں ہے۔

جمود قوال حصہ ☆

ممالیک غیر پر جنایت کرنے کے بیان میں

اگر ایک شخص نے ایک غلام کو خطا سے قتل کیا تو اُس پر اُس کی قیمت واجب ہوگی پس اگر اُس کی قیمت دس ہزار درم یا زیادہ ہو تو قاتل پر دس کم دس ہزار درم دینے کا حکم کیا جائے گا اور یہ مال قاتل کی مددگار برادری پر تین سال میں دینا واجب ہوگا اور یہ امام ۱۔ خواہ قاتل کیا کہ دیت ہو یا اس سے کم جرم کدارش ہو ۱۲ منہ ۲ یعنی وہ زخم سر جس سے ہڈی کھل گئی ۱۲ (۱) یعنی مکاتب کی مددگار برادری پر ۱۲

ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ کا قول ہے اور اگر بجائے غلام کے باندی ہو اور اُس کی قیمت بہ نسبت دیت کے زائد ہو تو قاتل پر پانچ درم کم پانچ ہزار درم واجب ہوں گے اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ دس درم کم پانچ ہزار درم واجب ہوں گے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر نہیں ہزار درم قیمت کا غلام غصب کیا اور وہ غاصب کے پاس مر گیا تو اُس کی قیمت واجب ہوگی چاہے جس قدر ہو جائے یہ بالا جماع ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر غلام ماذون کو خطا سے قتل کیا تو مالک کو فقط ایک قیمت تاوان دے گا پھر اگر وہ ماذون قرض دار ہو تو مولیٰ یہ قیمت اُس کے قرض خواہوں کو دے دے گا یہ کافی میں ہے۔ نو اور بن ساعدہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو غلام پر بدون مولیٰ کی اجازت کے ایک گون لادی اور دوسرے شخص نے بھی اسی طرح دو گونیں لادیں پھر وہ غلام اس سب بارگراں سے مر گیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک ایک گون والے پر تہائی قیمت اور دو گون والے پر دو تہائی قیمت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور ممالیک پر جس نے خطا سے سوائے قتل نفس کے جو جنایت کی اُس کی ضامن مددگار برادری نہیں ہوتی ہے اگر چہ جنایت کرنے والا مرد آزاد ہو اور جب جنایت قتل نفس تک پہنچ جائے تو مددگار برادری تین سال میں دیت کی ضامن ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اطراف^(۱) غلام پر جو جنایت ہو اُس کی نسبت امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ آزاد کے جس عضو میں دیت واجب ہوتی ہے غلام کے اُس عضو میں قیمت واجب ہوگی اور آزاد کے جس عضو میں نصف دیت واجب ہوتی ہے غلام کے اس عضو میں نصف قیمت واجب ہوگی لیکن اگر غلام کی قیمت دس ہزار یا زیادہ ہو تو امام کے نزدیک دس ہزار میں سے دس درم یا پانچ درم کم کئے جائیں^(۲) گے اور صاحبینؒ کے نزدیک غلام صحیح سالم کی قیمت اندازہ کی جائے اور جنایت سے عیب دار ناقص کی قیمت اندازہ کی جائے جس قدر دونوں قیمتوں میں فرق ہو وہ واجب ہوگا اور یہی امام ابو یوسفؒ نے امام اعظمؒ سے بھی روایت کی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب اُس عضو کے زائل ہونے سے منفعت مقصودہ زائل ہو جائے جیسے آنکھ و ہاتھ وغیرہ اور اگر ایسا عضو ہو جس سے زینت و جمال مقصود ہوتا ہے جیسے گوش و ابرو وغیرہ تو امام اعظمؒ کے پہلے قول کے موافق یہی حکم ہے اور دوسرے قول کے موافق یہ نہ ہوگا بلکہ مجرم قدر نقصان قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور غلام کے ہاتھ کے واسطے نصف قیمت غلام واجب ہوگی مگر پانچ درم کم پانچ ہزار سے زائد نہ کی جائے گی کذا فی الہدایۃ۔

قال المترجم ☆

اور ایک مقام پر ہدایہ میں لکھا ہے کہ دس درم کم اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اس واسطے کفایہ میں فرمایا کہ یہ خلاف ظاہر الروایۃ ہے اور مبسوط میں لکھا ہے کہ صحیح حکم کے موافق اُس کی نصف قیمت واجب ہوگی چاہے جس قدر ہو اور یہی نہایت و کافی میں ہے۔ اور جس جنایت کی بابت آزاد کے حق میں کوئی ارش مقرر نہیں ہے اُس میں غلام میں نقصان قیمت واجب ہوگا یہ سراجیہ میں ہے۔ اور ہشام کہتے ہیں کہ میں نے امام محمدؒ سے دریافت کیا گیا کہ اگر مملوک کی پلکیں کسی آدمی نے نوچ ڈالیں تو امام محمدؒ نے مجھے خبر دی کہ امام اعظمؒ فرماتے تھے کہ مملوک کی پلکوں و بھوؤں اور کانوں کے واسطے بقدر نقصان کے واجب ہوگا اور یہی میرا قول ہے اور یہی امام ابو یوسفؒ کا قول ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ داڑھی کے حق میں امام ابو حنیفہؒ کا کوئی قول مجھے یاد نہیں ہے لیکن سر کے بالوں کا یاد ہے کہ اُس کو مولیٰ کو اختیار ہے چاہے غلام کو دے دے اور مجرم سے اُس کی قیمت لے لے اور چاہے نہ دے اور مجرم سے نقصان قیمت لے لے اور اصل میں لکھا ہے کہ غلام کے بالوں و داڑھی کے حق میں حکومت عدل واجب ہے اور شاید یہ امام اعظمؒ کا دوسرا قول ہے جیسا کہ قدوری نے ذکر کیا ہے اور حسن نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی کہ غلام کے کان و ناک و داڑھی کی بابت اگر وہ نہ جئے تو نقصان قیمت ہے جیسا کہ امام محمدؒ نے

۱۔ جس کو اُس کے آقائے تجارت وغیرہ تصرفات کی اجازت دی ہو ۲۔ یعنی شخص عادل جس قدر تجویز کر دے اسی قدر واجب ہوگا ۱۲

(۱) ہاتھ پاؤں وغیرہ ۱۲ (۲) بنا بر دور روایت کے ۱۲

بیان کیا ہے بنا بر ذکر شیخ ابوالحسن قدوری کے اور مختلفات میں امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ سے ان صورتوں میں نقصان قیمت کا حکم مذکور ہے اور یہی قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے اور مجرد میں لکھا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کسی شخص کے غلام کے گھونگھروالے بال موٹ ڈالے اور بجائے اُن کے سپید بال جسے تو اُس پر نقصان لازم ہوگا اور اس صورت میں نقصان پہنچانے کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ مسجد سے عام غلام گھونگھروالے بال کی قیمت اندازہ کی جائے اور غلام بے گھونگھروالے مال کی قیمت اندازہ کی جائے بلکہ یہ طریقہ ہے کہ غلام کو مع سیاہ بالوں کے اندازہ کی جائے اور غلام کو مع سپید بالوں کے اندازہ کیا جائے پس جو فرق ہے اُسی قدر نقصان کا ضامن ہوگا یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اور اگر غلام کی دونوں آنکھیں پھوڑ دیں تو مولیٰ کو اختیار ہے چاہے مجرم کو دے کر اُس کی قیمت لے لے اور چاہے رکھ لے اور اُس کو کچھ نقصان نہ ملے گا یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ چاہے رکھ لے اور نقصان لے لے اور چاہے غلام دے کر پوری قیمت لے لے یہ ہدایہ میں ہے۔ امام اعظمؒ نے فرمایا کہ ایک شخص نے غلام کی آنکھ پھوڑ دی پس وہ مر گیا مگر اُس آنکھ کے صدمہ سے نہیں مرا تو آنکھ پھوڑنے والے پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر نہیں مرا بلکہ اُس کو کسی آدمی نے قتل کر دیا تو آنکھ پھوڑنے والے پر بھی نقصان قیمت لازم آئے گا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں نقصان قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر زید نے غلام کی دونوں آنکھیں پھوڑ دیں اور عمرو نے اُس کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو زید پر بقدر نقصان قیمت کے لازم ہوگا اور عمرو پر ہر دو آنکھ پھوڑنے ہوئے کی قیمت آدھی واجب ہوگی اور امام ابو یوسفؒ نے روایت کی یہ بنا بر قول امام اعظمؒ کے استحسان ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ فتاویٰ میں اہل سمرقند میں ہے کہ دو آدمیوں نے ساتھ ہی ایک غلام کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے ایک نے دایاں ہاتھ اور دوسرے نے بایاں کاٹا تو دونوں میں سے ہر ایک پر اُس کی نصف قیمت اس حساب سے واجب ہوگی کہ غلام ایسی حالت میں ہے کہ اُس کا ہاتھ کاٹا جائے گا پس ایسا غلام جس قیمت میں خریدا جائے اُس کا نصف واجب ہوگا اور یہ مسئلہ دوسرے مسئلہ میں جحت ہے اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک غلام کی طرف تیر مارا اور ہنوز تیر نہ پہنچا تھا کہ اُس کو ایک شخص نے قتل کیا تو قاتل پر غلام کی قیمت اس حساب سے واجب ہوگی کہ ایسا غلام جس کی طرف تیر لگایا گیا ہے اور ہنوز نہیں پہنچا ہے کیا قیمت ہے پس جو قیمت اندازہ کی جائے وہی واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ ایک غلام کا ہاتھ کٹا ہوا ہے پس زید نے اُسی طرح کا پاؤں جس طرف کا ہاتھ کٹا ہوا ہے کاٹ ڈالا تو ہاتھ کٹے ہوئے غلام کی قیمت میں زید کے فعل سے جو نقصان آیا اُس کا ضامن ہوگا اور اگر دوسری طرف کا پاؤں کاٹ ڈالا تو ہاتھ کٹے ہوئے غلام کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور علیٰ ہذا اگر بائع نے غلام بیع کا ہاتھ کاٹا تو نصف ثمن ساقط ہوگا اور اگر غلام ہاتھ کٹا ہوا ہو اور اُس نے دوسرا کاٹ ڈالا تو نقصان کا اعتبار کیا جائے گا اور بقدر نقصان کے مشتری کے ذمہ سے ثمن ساقط ہوگا حتیٰ کہ اگر تہائی قیمت کا نقصان ہو تو تہائی ثمن ساقط ہوگا اسی طرح اگر بجائے ہاتھ کاٹنے کے آنکھ پھوڑنا ہو تو بھی یہی حکم ہوگا یہ ترمذی میں ہے۔ اور اگر غلام ہاتھ کٹا ہو اور ایک آدمی نے اُس کا دوسرا ہاتھ کاٹ ڈالا تو اُس پر ہاتھ کٹے ہوئے کی قیمت میں جو نقصان آ گیا ہے وہ واجب ہوگا یہ ظہیر یہ میں ہے۔ منشی میں امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ زید نے ایک شخص کے غلام کا بایاں ہاتھ کاٹ ڈالا اور عمرو نے اُس کا دایاں ہاتھ کاٹ ڈالا اور وہ ان دونوں زخموں سے مر گیا تو اول پر نصف قیمت اور دوسرے پر بقدر نقصان کے واجب ہوگا اور جس قدر باقی رہی یعنی پوری قیمت میں سے جو کچھ باقی رہ گیا وہ دونوں پر آدھا آدھا واجب ہوگا اور یہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے ایک غلام کا ہاتھ کاٹا جس کی قیمت ہزار درم ہے پھر کاٹنے کے بعد ہنوز اچھا نہ ہوا تھا کہ اُس کی قیمت ہزار

درم ہوگئی جیسے کاٹنے سے پہلے تھی پھر عمرو نے دوسری جانب کا اُس کا پاؤں کاٹ ڈالا پھر وہ ان دونوں زخموں سے مرگیا تو زید چھ سو پچیس درم کا ضامن ہوگا اور عمر و سات سو پچاس درم کا ضامن ہوگا اور اگر ہاتھ کٹا ہو اور دو ہزار درم کا ہو گیا تو زید پر چھ سو پچیس درم اور عمرو پر ایک ہزار پانچ سو درم واجب ہوں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ انوار بن رشید میں ہے کہ زید نے عمرو کے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر سال بھر تک کچھ جھگڑا نہ ہوا پھر زید و عمرو نے اختلاف کیا زید نے کہا کہ جس روز میں نے اُس کا ہاتھ کاٹا ہے اُس دن اُس کی قیمت ہزار درم تھی پس مجھ پر پانچ سو درم واجب ہیں اور عمرو نے کہا کہ دو ہزار درم تھی اور جس دن جھگڑا ہوا ہے اُس دن غلام کی قیمت ہزار درم تھی اور اگر ہاتھ درست ہوتا تو دو ہزار درم ہوتی تو زید کا قول قبول ہوگا پھر اگر زید نے تاوان دیا ہو یا نہ دیا ہو حتیٰ کہ اُس کا ہاتھ پھوٹ نکلا اور وہ زخم مذکور سے مرگیا تو زید کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی پس ہاتھ کا ارش وہی ہوگا جو زید کہتا ہے اور تلف نفس میں دونوں میں سے کسی کے قول کی تصدیق نہ ہوگی پس جس روز جان تلف ہوئی ہے اُس کی اُس دن کی قیمت کا زید ضامن ہوگا پس مددگار برادری پر ایک ہزار پانچ سو درم واجب ہوں گے جس میں سے پانچ سو درم ہاتھ کا ارش ہے یہ محیط میں ہے۔ اور غلام کے زخم موضع میں اُس کی قیمت کے دسویں حصے کا آدھا واجب ہوگا لیکن اگر آزاد کے زخم موضع کے ارش سے یہ مال زائد ہوتا ہو تو زیادہ نہ دیا جائے گا بلکہ آدھا درم اُس سے کم کر دیا جائے گا یہ مضمرات میں ہے۔

نوار بن سماعہ میں امام محمد سے روایت ہے کہ اگر زید نے عمرو کے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا یا اس کے غلام کو شجہ سے زخم کیا پھر عمرو نے اُس کو فروخت کر دیا پھر بسبب عیب کے بحکم قاضی اُس کو واپس دیا گیا یا عمرو نے اُس کو ایک شخص کو ہبہ کر دیا پھر بحکم قاضی یا بدون حکم قاضی اپنے ہبہ کو واپس لے لیا پھر وہ غلام زخم مذکور سے مرگیا تو عمرو اُس کی پوری قیمت زید سے لے لے گا۔ نوار بشر میں امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر باندی کا ہاتھ خطا سے کاٹا گیا اور مولیٰ نے اُس کو فروخت کر دیا بدین شرط کہ بائع کو خیار ہے یا مشتری کو خیار ہے پھر بسبب خیار کے بیع توڑ دی گئی اور باندی بائع کو واپس ملی اور زخم مذکور سے بائع کے پاس مرگئی تو کاٹنے والے پر اُس کی پوری قیمت واجب ہوگی اور اگر عمدہ ہاتھ کاٹ ڈالا ہو تو استحساناً قصاص ساقط کروں گا یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ تم میں سے ایک آزاد ہے پھر دونوں زخم شجہ سے زخمی کئے گئے پھر زید نے اپنے بیان سے ظاہر کیا کہ فلاں غلام کا حقیق میری مراد ہے تو دونوں کا ارش مولیٰ کو ملے گا اور شجہ کے حق میں دونوں مملوک اعتبار کئے جائیں گے اور اگر ایک ہی وقت میں ایک ساتھ دونوں کو ایک شخص نے قتل کیا تو قاتل پر آزادی دیت اور غلام کی قیمت واجب ہوگی پس یہ سب مولیٰ اور آزاد شدہ کے وارثوں کے درمیان نصفاً نصف ہوگی اور اگر دونوں کی قیمت مختلف ہو تو قاتل پر ہر ایک کی نصف قیمت اور آزادی پوری دیت ہوگی اور وہ بھی پہلی صورت کے موافق تقسیم ہوگی اور اگر اُس نے دونوں کو آگے پیچھے قتل کیا تو قاتل پر پہلے کی قیمت اس کے مولیٰ کے واسطے اور دوسرے (۱) کے دیت اُس کے وارثوں کے واسطے واجب ہوگی اور اگر ہر ایک کو ایک شخص نے ساتھ ہی قتل کیا تو دونوں مملوکوں کی قیمت واجب ہوگی اور یہ سب مولیٰ اور غلام کے وارثوں کے درمیان نصفاً نصف ہوگی پس مولیٰ ہر ایک کی قیمت کا آدھا لے لے گا اور آدھا وارثوں کے واسطے چھوڑ دے گا اور اگر دونوں کو آگے پیچھے قتل کیا ہو تو قاتل اول پر اُس کی قیمت اُس کے مولیٰ کے واسطے واجب ہوگی اور قاتل ثانی پر اُس کی دیت اُس کے وارثوں کے واسطے واجب ہوگی اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ دونوں میں سے پہلے کون قتل کیا گیا تو ہر ایک قاتل پر اُس کے مقتول کی قیمت واجب ہوگی اور ہر ایک قیمت میں سے مولیٰ کو نصف ملے گا یہ تبیین میں ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام کی دونوں آنکھیں پھوڑ دیں اور دوسرے شخص نے اُس کا ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالا اور دونوں نے ایک ساتھ اپنا اپنا فعل کیا پھر وہ غلام اچھا ہو گیا تو

۱۔ جو زخم سر میں پہنچا اُس کو بولتے ہیں ۱۲ (۱) کیونکہ دوسرا آزادی کے لیے معین ہو گیا تھا ۱۲

دونوں پر اُس کی قیمت تین تہائی واجب ہوگی اور دونوں اُس غلام کو لے لیں گے اور وہ دونوں میں اسی مقدار کے حساب سے مشترک ہوگا اسی طرح جو جراحت دو آدمیوں سے ایک ساتھ واقع ہو کہ ایک آدمی اس عضو کو مجروح کرے اور دوسرا آدمی دوسرے عضو کو مجروح کرے کہ یہ سب زخم اُس کی سب قیمت کو گھر لیں تو مولیٰ اُس غلام مجروح کو دونوں خطا کاروں کو دے دے گا اور دونوں میں سے ہر ایک بقدر اپنی خطا کے اُس کے ارش کا ضامن ہوگا اور غلام اسی حساب سے اُن میں مشترک ہوگا اور اگر غلام ان دونوں جراحتوں سے مرگیا اور جراحت خطا سے واقع ہوئی تھی تو ہر ایک پر اپنی اپنی جراحت کا ارش علیحدہ علیحدہ غلام تندرست کی قیمت میں واجب ہوگا اور جس قدر قیمت ارش جراحت کا حساب کر کے باقی رہ جائے وہ دونوں پر نصف نصف ہوگی اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ ایک جراحت دوسرے سے پہلے واقع ہوئی ہے تو اول زخمی کرنے والے پر غلام تندرست کی قیمت میں سے بقدر ارش جراحت کے واجب ہوگی اور دوم پر غلام مجروح بزخم اول کی قیمت میں سے بقدر اُس کے ارش جراحت کے واجب ہوگی اور جو کچھ قیمت باقی رہ گئی وہ دونوں پر نصف نصف ہوگی۔ اور اگر دونوں زخموں سے اچھا ہو گیا اور جراحت دوم ایسی ہے کہ غلام کی تمام قیمت کو گھیرے ہوئے ہے یعنی اُس کا ارش اس قدر ہے کہ غلام کی تمام قیمت ہے اور اول جراحت تمام قیمت کو محیط نہیں ہے تو شخص اول پر اُس کی جراحت کا ارش واجب ہوگا اور دوم پر غلام مجروح بجرح اول کی قیمت واجب ہے اور مولیٰ یہ غلام اُس کو دے دے گا اور اگر جراحت اول اُس کی قیمت کو محیط ہو تو دوسرے شخص پر اپنی جراحت کا ارش واجب ہوگا اور اول پر اپنی جراحت کا ارش واجب ہوگا اس واسطے غلام مذکور اُس کو نہیں دے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر آزاد نے کسی مدبر پر جنایت کی تو اُس کا حکم مثل محض مملوک پر جنایت کرنے کے ہے حتیٰ کہ اگر اس کو کسی آزاد نے قتل کیا تو اُس کی مددگار برادری پر قیمت واجب ہوگی اور اگر اُس کا ہاتھ کاٹا تو اُس کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا لیکن دونوں میں ایک بات میں فرق ہے وہ یہ ہے کہ آزاد نے اگر مدبر کے دونوں ہاتھ یا دونوں پاؤں کاٹ ڈالے یا آنکھیں پھوڑ دیں تو بقدر نقصان کے ضامن ہوگا اور اگر قتل یعنی محض مملوک کے ساتھ ایسا کیا تو پوری دیت واجب ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے مدبر کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور اُس کی قیمت ہزار درم ہے اور وہ اچھا ہو گیا پھر اُس کی قیمت بڑھ گئی یہاں تک کہ دو ہزار درم ہو گئی پھر دوسرے شخص نے آنکھ پھوڑ دی پھر اُس کا زخم اچھا ہو گیا تھا پھوٹ گیا اور مدبر مذکور ان دونوں زخموں سے مرگیا حالانکہ مدبر دو آدمیوں میں مشترک ہے پھر دونوں میں سے ایک نے ہاتھ کی جنایت کو عفو کر دیا اور جو نتیجہ اُس سے پیدا ہوا اُس کو بھی عفو کیا اور دوسرے نے آنکھ کے زخم سے اور جو اُس سے نتیجہ پیدا ہوا ہے معاف کر دیا تو جس نے ہاتھ کے زخم سے عفو کیا ہے اُس کے واسطے آنکھ پھوڑنے والے پر سات سو پچاس درم اُس کی مددگار برادری پر واجب ہوں گے بشرطیکہ یہ زخم خطا سے ہو اور اگر عداوت ہو تو زخمی کرنے والے کے مال سے واجب ہوں گے اور جس نے آنکھ کا زخم عفو کیا ہے اُس کے واسطے ہاتھ کاٹنے والے پر تین سو بارہ درم و آدھا درم اُس کے مال سے واجب ہوں گے اگر زخم عداوت ہو اور اگر خطا سے ہو تو اُس کی مددگار برادری پر واجب ہوں گے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے غلام کو زخم شجہ سے زخمی کیا پھر اُس کے مالک نے اُس کو مدبر کیا پھر زخمی کرنے والے نے اُس کو دوبارہ دوسرے زخم شجہ سے زخمی کیا پھر مالک نے اُس کو مکاتب کر دیا پھر اُس نے تیسرے زخم سے اُس کو زخمی کیا پھر مکاتب مال کتابت ادا کر کے آزاد ہو گیا پھر زخمی کرنے والے نے اُس کو چوتھے زخم شجہ سے زخمی کیا پھر وہ سب زخموں سے مرگیا تو پہلے شجہ کے واسطے اُس کے تندرست کی قیمت کے بیسویں حصہ کا ضامن ہوگا اور دوسری جنایت کرنے تک اس اول شجہ کے نقصان کا بھی ضامن ہوگا اور دوسرے شجہ کے واسطے زخمی شجہ و اولہ تک مدبر کی قیمت کے

۱۔ وہ جرمانہ جو بعض کسی زخم یا قطع عضو کے لازم ہو ۱۲ ۲۔ زخم و گھاؤ کو کہتے ہیں ۱۲ ۳۔ یعنی ایسا مدبر جس کے ایک زخم شجہ ہے ۱۲

بیسویں حصہ کا ضامن ہوگا اور اُس کے نقصان کا بھی تا وقت مکاتب کئے جائیں گے ضامن ہوگا اور تیسرے شجر کے واسطے مد بر مکاتب زخمی شجین کی قیمت کے بیسویں حصہ اور وقت آزادی تک نقصان کا ضامن ہوگا اور تہائی قیمت ابتدائے موت تک کا ضامن ہوگا اور چوتھے شجر کے عوض تہائی دیت کا ضامن ہوگا اور بعد آزادی کے جو زخم شجر ہے اُس کے ارش اور نقصان کا ضامن نہ ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور اصل میں یہ ہے کہ جنایت کے بعد اگر مد بر کیا جائے تو مد بر کرنا زخم جنایت کے سیرایت کرنے سے جو نقصان پیدا ہو اُس کو مد بر نہیں کرتا ہے بلکہ اس سیرایت سے جو نقصان پیدا ہو اس کا ضامن جنایت کرنے والا ہوتا ہے اور جنایت کے بعد اگر عتق یا کتابت واقع ہو تو یہ سیرایت کو باطل کرتی ہے حتیٰ کہ جنایت کرنے والے پر سیرایت زخم کی ضمان واجب نہیں ہوتی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

بشر ہو (۶) باب ☆

قسامۃ کے بیان میں

یہ قسمیں ہیں کہ اُن اہل محلہ سے لی جاتی ہیں جن میں مقتول پایا جائے کذا فی الکافی اور اس کا سبب قتل پایا جانا محلہ میں یا جو محلہ کے معنی میں ہے جیسے دارودہ موضع متصل شہر جہاں سے آواز سنائی دے یہ نہا یہ میں ہے۔ اگر ایک قوم کے محلہ میں ایک قتل پایا گیا اور ولی قتل نے اہل محلہ پر دعویٰ کیا کہ انہیں سب نے اُس کو خطا سے یا عمدہ قتل کیا ہے اور اہل محلہ نے انکار کیا تو ان میں سے پچاس آدمیوں سے قسم لے گا ہر واحد قسم کھائے گا کہ واللہ میں نے اُس کو قتل نہیں کیا ہے اور نہ میں اُس کے قاتل کو جانتا ہوں اور اس طرح قسم نہ لی جائے گی کہ واللہ ہم نے قتل نہیں کیا ہے پس اگر اہل محلہ پچاس سے زائد ہوں تو ولی مقتول کو اختیار ہے کہ ان میں سے پچاس آدمی جن کو چاہے چھانٹ لے چھانٹنے کو اختیار اُسی کا ہوگا اور اگر کم ہوں تو اختیار ہوگا کہ بعض سے مکرر قسم لے کہ قسمیں پچاس ہو جائیں پس اگر ان لوگوں نے قسم کھائی تو دیت کے ضامن ہوں گے اور اگر انکار کیا تو قید کئے جائیں گے یہاں تک کہ وہ قسم کھائیں اور مدعی سے یہ قسم نہ لی جائے گی کہ میرے مورث کو انہیں اہل محلہ نے قتل کیا ہے خواہ ظاہر حال مدعی کے واسطے شاہد ہو کہ اُس کے مورث اور اہل محلہ کے درمیان عداوت ظاہر ہو یا شاید نہ ہو کہ اُس کے وارث و اہل محلہ کے درمیان عداوت ظاہر نہ ہو پھر مال دیت اہل محلہ کی مددگار برادری پر تین سال میں واجب ہوگا اور اگر مدعی نے بعض اہل محلہ غیر معین پر دعویٰ کیا کہ بعض لوگوں نے ان میں سے قتل کیا ہے تو بھی یہی حکم ہے کہ قسامت اور دیت اہل محلہ پر واجب ہوگی اور اگر اُس نے اہل محلہ میں سے بعض معین پر دعویٰ کیا تو بھی استحساناً یہی حکم ہے۔ اور اگر اُس نے غیر اہل محلہ میں سے ایک شخص پر قتل کرنے کا دعویٰ کیا تو اہل محلہ پر قسامت و دیت کچھ واجب نہ ہوگی پھر مدعی سے کہا جائے گا کہ تیرے پاس تیرے دعویٰ کے گواہ ہیں پس اگر اُس نے کہا کہ تو اہل محلہ پر قسامت و دیت کچھ واجب نہ ہوگی پھر مدعی سے کہا جائے گا کہ تیرے پاس تیرے دعویٰ کے گواہ ہیں پس اگر اُس نے کہا کہ ہاں تو گواہ قائم کرے گا اور گواہوں سے اُس کا دعویٰ ثابت ہو جائے گا اور اگر گواہ نہ ہوں تو مدعا علیہ سے ایک قسم لی جائے گی اور پچاس قسمیں نہ لی جائیں گے۔ اور وارثان مقتول کو اختیار ہوگا کہ جن میں مقتول پایا گیا ہے وہاں محلہ سے یا شہر سے یا قرابت وارثان سے پرہیزگار لوگ قسم کے واسطے معین کر لے اور قرابت (۱)

داروں میں سے پرہیزگاروں کو چن لینا یہ استحسان ہے پس اگر محلہ میں پچاس آدمی پرہیزگار نہ پائے جائیں اور وارث مقتول نے چاہا کہ جس قدر پائے گئے ہیں انہیں سے مکرر قسم لے یہاں تک کہ پچاس قسمیں پوری ہو جائیں آیا اُس کو یہ اختیار ہے یا قرابت داروں میں سے فاسق لوگ ملا کر پچاس آدمی پورے کرے گا سو اس صورت کو امام محمدؒ نے کتاب میں ذکر نہیں فرمایا ہے اور غیر روایت

۱۔ شجین حشہ شجر کا ہے اور شجر بمعنی زخم سر پس شجین کے معنی دوزخ جو سر میں پہنچیں ۱۲۔ (۱) جہاں سے پایا گیا ہو ۱۳۔

الاصول میں مروی ہے کہ ولی مقتول کو یہ اختیار نہیں ہے لیکن باقی اہل محلہ میں سے چھانٹ کر پچاس پورے کر لے یہ محیط میں ہے۔ اور اُس کو اختیار ہے چاہے اُن میں سے نو جوان و فاسقوں کو اختیار کرے اور چاہے بڈھوں اور پرہیزگاروں کو چھانٹ لے کذا فی الکافی اور یہ اختیار وارث مقتول کو ہے امام کو نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور قسامت میں لڑکا اور مجنون داخل نہیں ہوتا ہے اور اندھا و محدود و القذف و کافر داخل ہو سکتا ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور قسامت میں عورتیں اور مملوک مثل مکاتب وغیرہ کے داخل نہیں ہوتے ہیں اور معتق البعض امام اعظمؒ کے نزدیک مثل مکاتب کے ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور مقتول وہ ہے جس میں قتل کا اثر موجود ہو اور میت وہ ہے جس میں قتل کا اثر نہ ہو یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر کوئی میت پائی گئی کہ جس میں قتل کا کوئی اثر نہیں ہے تو قسامت و دیت کچھ واجب نہ ہوگی اور اثر یہ ہے کہ جراحت ہو یا چوٹ کا نشان ہو یا گلا گھولے جانے کا نشان ہو یا آنکھ یا کان سے خون نکلا ہو یہ خزائن المفتین میں ہے۔ اور اگر منہ سے خون بہا ہو پس اگر پیٹ سے آیا ہو تو وہ قتل ہوگا اور اگر سر کی طرف سے آیا ہو تو قتل نہیں ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر اس کے وریا ذکر سے خون بہا ہو تو وہ مقتول نہیں ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اور اگر کسی محلہ میں مقتول کا بدن یا نصف بدن سے زائد یا نصف بدن مع سر کے پایا گیا تو اہل محلہ پر قسامت و دیت واجب ہوگی اور اگر طول میں آدھا چرا ہو یا نصف سے کم مع سر کے یا اُس کا ہاتھ یا سر پایا گیا تو اس میں اہل محلہ پر کچھ نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر محلہ میں جنین یا ساقط شدہ بچہ جس میں ضرب کا کچھ اثر نہیں ہے پایا گیا تو اہل محلہ پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر اُس میں چوٹ کا اثر ہو حالانکہ اُس کی خلقت (۱) پوری ہو تو اہل محلہ پر قسامت و دیت واجب ہوگی اور اگر خلقت ناقص ہو تو اُن پر کچھ واجب نہ ہوگا یہ کافی میں ہے۔

اجاز جگہ سے لاش پائی تو قریب و جوار کی آبادیوں میں قصاص کی بابت تحقیق ☆

اگر غلام یا مکاتب یا مدبر یا ام ولد یا ایسا مملوک ہو اپنی تھوڑی قیمت کے واسطے سعایت کر رہا ہے کسی محلہ میں مقتول پایا گیا تو ان پر قسامت واجب ہوگی اور اہل محلہ کی مددگار برادری پر تین سال میں مقتول کی قیمت ادا کرنی واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر بہائم یا سواری کے چوپاؤں میں سے کوئی مقتول پایا گیا تو اُس میں کچھ نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور کرایہ وغیرہ پر رہنے والے مالکوں کے ساتھ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک قسامت میں داخل نہ ہوں گے یہ تمیین میں ہے۔ اور یہ قسامت اُن لوگوں پر واجب ہوگی جن کو وہ زمین اول فتح کے وقت عطا ہوئی ہے اگر ان میں سے کوئی باقی رہا ہو اور جنہوں نے اُن سے خریدی ہے اُن پر واجب نہ ہوگی یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا قول ہی ہے اور اگر ان میں سے کوئی باقی نہ رہا ہو چنانچہ سب نے فروخت کر دی تو یہ قسامت اُس کے خریدنے والے مالکوں پر واجب ہوگی اور جو لوگ وہاں کرایہ وغیرہ پر رہتے ہیں اُن پر واجب نہ ہوگی یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا قول ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر ایک محلہ میں جو اجاز و خراب ہو گیا ہے ایک شخص مقتول پایا گیا اور اُس محلہ میں کوئی نہیں ہے اور اس محلہ سے قریب ایک محلہ آباد ہے اُس میں بہت لوگ ہیں تو آباد محلہ کے لوگوں پر دیت و قسامت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر چند لوگ تلوار باندھے ہوئے باہم ملاتی ہوئے پھر جب وہ لوگ جدا ہو گئے تو ایک مقتول وہاں پایا گیا تو اُس کی قسامت وغیرہ اہل محلہ پر ہوگی لیکن اگر وارثان مقتول نے ان لوگوں پر جو تلوار باندھے تھے یا ان میں سے کسی خاص آدمی پر اُس کے قتل کا دعویٰ کیا پس اگر اُن کے پاس گواہ ہوں تو گواہوں سے ثابت کرے اور اہل محلہ پر کچھ واجب نہ ہوگا اور جب تک گواہ قائم نہ کریں تب تک ان لوگوں پر بھی کچھ واجب نہ ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اگر کسی شخص کے دار میں ایک مقتول پایا گیا تو دیت اُس کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور قسامت

۱۔ وہ شخص جس نے کسی پاکدامن کو تہمت زنا کی لگائی اور اس کو ثابت نہ کرے گا جس کی وجہ سے خود اسی پر حد ماری گئی ۱۲ ۲۔ یعنی مالکان مکانات و اراضی

محلہ ۱۲ (۱) یعنی تمام اعضاء موجود ہوں ۱۲

اُس پر اور اُس کی قوم پر واجب ہوگی اور اگر وہ لوگ حاضر ہوں اور اگر دے لوگ نہ ہوں بلکہ غائب ہوں تو قسامت اُسی شخص پر جو مالک دار ہے واجب ہوگی کہ مکرر اس سے قسمیں لی جائیں گی یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر مشتریوں میں سے کسی کے دار میں مقتول پایا گیا تو اُسی پر قسامت اور اُس کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی جیسے کہ محلہ میں ایسے لوگ ہوں جن کو اول فتح میں وہ زمین عطا ہوئی ہے اور اُن میں سے کسی کے دار میں کوئی مقتول پایا گیا تو قسامت سے مالک دار پر ہوگی اور دیت اسی کی مددگار برادری پر ہوگی اور باقی ایسے لوگ جن کو اول فتح میں یہ ملک ملی ہے اس قسامت سے بری ہوں گے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ولی مقتول نے محلہ میں سے کسی خاص شخص پر قتل کا دعویٰ کیا پھر محلہ کے دو آدمیوں نے مدعا علیہ پر دعویٰ مدعی کی گواہی دی تو بالا جماع اُن کی گواہی مقبول نہ ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر ایک محلہ میں ایک شخص مقتول پایا گیا اور وارث مقتول نے غیر اہل محلہ میں سے کسی شخص پر دعویٰ کیا اور اس محلہ کے لوگوں کے سوائے دوسرے دو گواہوں نے دعویٰ مدعی کی گواہی دی تو اُن کی گواہی مقبول ہوگی اور اہل محلہ قسامت اور دیت سے بری ہو جائیں گے اور اگر اس محلہ کے دو آدمیوں نے جن میں مقتول پایا گیا ہے دعویٰ مدعی کی گواہی دی تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اُن کی گواہی مقبول نہ ہوگی لیکن اہل محلہ قسامت و دیت سے بری ہو جائیں گے اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ نے فرمایا کہ مدعا علیہ پر قاتل ہونے کا حکم ہونے (۱) کے واسطے دونوں کی گواہی قبول ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔

پھر امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر ولی مقتول نے اُن میں سے جن سے قسم لینا ہے دو گواہ اختیار کئے تو دونوں سے فقط یہ قسم لے گا کہ ہم نے اُس کو قتل نہیں کیا ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ دونوں اس طرح قسم کھائیں کہ ہم نے اُس کو قتل نہیں کیا اور نہ ہم نے اُس کا کوئی قاتل سوائے فلاں شخص کے جانا ہے یہ کافی میں ہے۔ نوادر میں مذکور ہے کہ اگر کسی محلہ میں ایک شخص مقتول پایا گیا اور اہل محلہ نے زعم کیا کہ ہم میں سے ایک شخص نے اُس کو قتل کیا ہے اور ولی مقتول نے اُن میں سے کسی خاص شخص پر دعویٰ نہیں کیا تو قسامت و دیت سب اہل محلہ پر واجب ہوگی پھر امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک قسم کی کیفیت یوں ہوگی کہ اس طرح قسم لی جائے گی کہ واللہ ہم نے نہیں قتل کیا اور نہ اُس کا کوئی قاتل سوائے فلاں شخص کے ہم نے جانا ہے۔ اور یہی احوط ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر محلہ میں کوئی مقتول پایا گیا اور اہل محلہ نے دعویٰ کیا کہ فلاں شخص نے سوائے ہمارے اس کو قتل کیا ہے اور اس امر پر سوائے اپنے محلہ کے غیر لوگوں کو گواہ کر کے پیش کیا تو اُن کی گواہی جائز ہوگی اور اہل محلہ قسامت و دیت سے بری ہو گئے خواہ ولی مقتول نے یہ دعویٰ کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ ذخیرہ میں ہے۔ نوادر ہشام میں ہے کہ میں نے امام محمدؒ سے سنا کہ فرماتے تھے کہ اگر ایک محلہ میں ایک مقتول پایا گیا اور اولیائے مقتول نے ان لوگوں پر دعویٰ کیا اور اہل محلہ نے گواہ پیش کئے کہ فلاں شخص نے جو اُن کے محلہ کا نہیں ہے اس کو قتل کیا ہے یا یہ شخص مجروح اس محلہ میں آیا اور گر کر مر گیا تو فرمایا کہ اہل محلہ دیت سے بری ہو جائیں گے اور اگر اولیائے مقتول نے کسی خاص شخص پر قتل کا دعویٰ کیا اور اُس پر گواہ قائم کئے اور مدعا علیہ نے گواہ دیئے کہ فلاں شخص (۲) نے اس کو قتل کیا ہے۔ تو فرمایا کہ میں اس گواہی کو قبول نہ کروں گا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص ایک قبلہ میں مجروح (۳) کیا گیا اور وہاں سے اپنے لوگوں میں اُٹھایا گیا پھر اس زخم سے مر گیا پس اگر چار پائی پر بیٹھا رہا یہاں تک کہ مر گیا تو قسامت و دیت اُس قبیلہ پر واجب ہوگی اور اگر صاحب فراش نہ رہا تو اس میں قسامت و دیت کچھ نہ ہوگی اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں قسامت و دیت نہیں ہے اور علی ہذا اگر ایک شخص کی پشت پر مجروح پایا گیا کہ وہ اُس کو اُس کے گھر کی طرف اُٹھائے لئے جاتا تھا پھر وہ ایک دور روز کے بعد مر گیا پس اگر وہ چار پائی پر بیٹھا رہا

۱۔ اس واسطے کہ وہ لوگ اپنے اوپر سے قسامت و دیت دفع کرنا چاہتے ہیں ۱۲ (۱) یعنی مدعا علیہ نے قتل کیا ہے ۱۲

(۲) یعنی ایک دوسرے شخص کو ہتلا یا ۱۲ (۳) نہیں معلوم کس نے مجروح کیا ہے ۱۲

یہاں تک کہ مرگیا تو اُس کا جرم اُس پر ہوگا جو اُس کو پیٹھ پر لادے ہوئے تھا جیسا کہ اگر اُس کی پیٹھ پر مر جانے کی صورت میں حکم ہے اور اگر وہ چلتا پھرتا تھا تو لادنے والے پر کچھ نہ ہوگا اور اس میں بھی امام ابو یوسف کا خلاف ہے یہ کافی میں ہے۔ اگر کسی محلہ یا قبیلہ میں مجروح کیا گیا اور وہاں سے مجروح اٹھایا گیا اور اسی زخم سے دوسرے محلہ میں آ کر مر گیا تو قسامت و دیت اُسی محلہ والوں پر ہوگی جس میں مجروح کیا گیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ جامع میں فرمایا کہ محلہ یا مسجد تین قبیلوں نے اول فتح میں پایا ہے ایک قبیلہ بکر بن وائل اور دے بیس آدمی میں دو بنو قیس اور دے تیس آدمی ہیں اور سوم بنو تمیم اور دے پچاس آدمی ہیں پھر اس محلہ یا مسجد میں کوئی مقتول پایا گیا تو اُس کی دیت تینوں قبیلوں پر تین تہائی واجب ہوگی یعنی ہر قبیلہ پر ایک تہائی واجب ہوگی اسی طرح اگر ایک قبیلہ میں صرف ایک ہی شخص ہو تو بھی تہائی دیت اُس کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اگر یہ شخص ہر دو قبائل میں سے نہ ہو بلکہ غیروں میں سے ہو لیکن ان دونوں قبیلوں میں سے ایک کا حلیف ہو تو دیت ان دونوں قبیلوں پر نصف نصف ہوگی اور حلیف قبیلہ پر کچھ نہ ہوگا اور نیز جامع میں فرمایا کہ ایک محلہ کو اول فتح میں تین قبیلوں نے عطیہ پایا اور اُس میں انہوں نے ایک مسجد بنائی پھر ایک شخص نے جو ان تین قبیلوں کے سوائے غیر قبیلہ کا ہے ان تین قبیلوں میں سے ایک قبیلہ کے سب گھر خرید لئے یہاں تک کہ اس قبیلہ بائع میں سے کوئی نہ رہا پھر اس محلہ یا مسجد میں کوئی مقتول پایا گیا تو دیت تین تہائی ہوگی جس میں سے ایک تہائی مشتری کی مددگار برادری پر اور دو تہائی باقی دونوں قبیلوں پر ہوگی اور اگر قبیلہ بائع کے مکانات خریدنے والا ہر دو قبیلہ باقیہ میں سے کوئی شخص ہو تو دیت ہر دو قبیلہ باقیہ پر نصف نصف ہوگی اور اگر ان تینوں قبیلوں کے سوائے غیر قبیلہ میں سے ایک شخص نے دو قبیلوں کے تمام گھر خرید لئے اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو دیت میں سے نصف مشتری کی مددگار برادری پر ہوگی اور نصف باقی ایک قبیلہ کی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر مشتری نے جو ان تینوں قبیلوں میں سے نہیں ہیں تینوں قبیلوں کے مکانات سب خرید لئے پھر اُس نے ایک قبیلہ کے سب مکانات اقوام متفرقہ کے ہاتھ فروخت کئے تو مقتول کی دیت مشتری اول پر ہوگی جب تک ان مکانوں میں سے اُس کی کچھ جگہ باقی رہے اور اگر سب گھر خریدنے والے نے ایک قبیلہ کے گھر انہیں لوگوں کے ہاتھ فروخت کئے جن کے سابق میں یہ گھر تھے یا اُن کے ساتھ بیع و اقالہ کر لیا یا بغیر حکم قاضی کے بسبب عیب کے اُن کو واپس کر دیئے پھر محلہ یا مسجد میں کوئی مقتول پایا گیا تو اُس کی دیت مشتری کی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر اُس نے بسبب عیب کے بحکم قاضی واپس کئے ہوں تو مشتری کی مددگار برادری پر نصف دیت اور جن لوگوں کو گھر واپس کئے ہیں اُن کی مددگار برادری پر نصف دیت ہوگی یہ محیط میں ہے۔

اگر بازار یا جماعت کی مسجد میں کوئی مقتول پایا گیا تو اُس کی دیت بیت المال پر ہوگی بشرطیکہ یہ بازار عام ہو یا سلطانی ہو اور اگر کسی قوم خاص کی مملوک ہو تو قسامت و دیت انہیں پر واجب ہوگی اور واضح ہو کہ مسجد سے جامع مسجد مراد ہے یا ایسی مسجد جماعت جو بازار میں عام مسلمانوں کی ہو اور اگر مسجد محلہ میں پایا جائے تو دیت و قسامت اہل محلہ پر ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر شارع اعظم یعنی بڑے عام راستہ پر کوئی مقتول پایا گیا تو اُس میں قسامت کسی پر نہیں ہے اور اُس کی بیت المال پر ہوگی یہ کافی میں ہے۔ اور اگر مسجد الحرام میں بدون اس کے کہ لوگوں کا مسجد میں اثر دحام ہو یا عرفہ میں یا غیر عرفہ میں کوئی مقتول پایا گیا تو بغیر قسامت کے اُس کی دیت بیت المال پر ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر زمین یا دار وقف میں جو چند معلوم لوگوں پر وقف ہے کوئی مقتول پایا گیا تو قسامت و دیت انہیں معلوم لوگوں پر واجب ہوگی اور اگر یہ زمین یا دار اخراجات مسجد کے واسطے وقف ہو تو ایسا ہے جیسے مسجد میں مقتول پایا گیا کہ اہل محلہ پر قسامت و دیت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر مسجد کے وقف میں کوئی مقتول پایا گیا تو دیت بہت المال پر ہوگی یہ محیط

۱۔ قوم یا وہ شخص جو کسی شخص خاص یا قوم خاص کے ساتھ ایک دوسرے کی مدد پر ہم عہد و پیمان ہو ۲۔ ظاہر مسجد سے عام مسجد مراد ہے واللہ اعلم ۱۲

میں ہے۔ اور اگر گاؤں میں ایک مقتول پایا گیا اور اصل وہ گاؤں اقوام متفرقہ کی ملک ہے اُس میں مسلمان و کافر دونوں مذہب کے مالک ہیں تو گاؤں والوں پر قسامت ہوگی مسلمان و کافر سب برابر ہیں پھر اُن پر دیت واجب ہوگی سو جس قدر مسلمانوں کے حصہ میں پڑے وہ ان کی مددگار برادری پر ہوگی اور جس قدر ذمیوں کے حصہ میں پڑے پس اگر اہل ذمہ کی مددگار برادری ہو تو اُس پر ورنہ ذمیوں کے ذاتی مالوں سے وصول کی جائے گی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مسلمانوں کے محلہ میں کوئی مقتول پایا گیا اور اُن کے یہاں کوئی ذمی اُترا ہوا تھا تو ذمی مذکور سے قسم نہ لی جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر دو گاؤں یا دو کوچوں کے بیچ میں کوئی مقتول پایا گیا تو مقتول سے جو قریہ و کوچہ زیادہ قریب ہو اُسی کے لوگوں پر قسامت و دیت واجب ہوگی اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جہاں مقتول پایا گیا ہے وہاں دونوں گاؤں یا دونوں کوچوں کی آواز پہنچتی ہو اور اگر نہ پہنچتی ہو تو کسی گاؤں والے پر کچھ واجب نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ منقہ میں ہے کہ اگر دو گاؤں کے بیچ میں مقتول پایا گیا کہ دونوں کی زمین اور دونوں کا راستہ ایک قوم کی ملک ہے کہ اپنی زمین و راستہ فروخت کرتے ہیں تو دیت عدد رُوس پر تقسیم ہوگی اور فرمایا کہ یہ امام محمد کا قول ہے اور نیز منقہ میں ہے کہ اگر ایک گاؤں کی زمین میں ایک مقتول پایا گیا حالانکہ وہ دوسرے گاؤں کی آبادی کے گھر سے قریب تر ہے پس اگر وہ زمین جس میں قتل پایا گیا ہے مملوک ہو تو مالک ماخوذ ہوگا اور اگر مملوک نہ ہو تو جو گاؤں مقتول سے بہت قریب ہو اُس سے مواخذہ ہوگا اور نیز منقہ میں ہے کہ امام محمد سے دریافت کیا گیا کہ ایک مقتول دو گاؤں کے بیچ میں پایا گیا پس آیا اُس کا مواخذہ اُس گاؤں والوں سے ہوگا جس کی آبادی مکانات سے زیادہ قریب ہے یا زمین سے قریب والوں سے مواخذہ ہوگا تو فرمایا کہ اگر اراضی اُن کی ملک نہ ہو بلکہ صحرا کے مثل اُس گاؤں کی طرف منسوب ہو تو جس کی آبادی سے قریب تر ہے اُس سے مواخذہ کیا جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر دو گاؤں کے بیچ میں کوئی مقتول پایا گیا اور وہ دونوں گاؤں کے ٹھیک بیچ میں ہے کہ دونوں طرف فاصلہ برابر ہے اور گاؤں میں ہزار آدمی ہیں اور دوسرے میں اُس سے کم ہیں تو بالاتفاق اُس کی دیت دونوں گاؤں پر نصفاً نصف ہوگی اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ ایک مقتول تین دار کے ٹھیک بیچ میں کہ سب سے اُس کا فاصلہ برابر ہے پایا گیا اور ایک دار تہمی کا اور دو دار ہمدانیوں کے ہیں تو دیت دونوں پر نصفاً نصف ہوگی پس قریب کا اعتبار نہ کیا یا بلکہ قبیلہ کا اعتبار کیا یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے دار میں مقتول پایا گیا اور اس دار میں اُس کے خادم و غلام لوگ و آزاد لوگ ہیں تو قسامت و دیت فقط

مالک دار پر واجب ہوگی ☆

اگر ایک شخص نے ایک دار خرید اور ہنوز قبضہ نہیں ہوا ہے کہ اُس میں مقتول پایا گیا اور بیچ میں کسی کے واسطے اختیار نہیں ہے تو بیع کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اگر بیچ میں اختیار ہو تو قبض کی مددگار برادری پر ہوگی اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اگر بیچ میں اختیار نہ ہو تو مشتری کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اگر اختیار ہو تو انجام کار وہ دار جس کا ہو جائے گا اُسی کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی یہ کافی میں ہے۔ اور اگر ایک شخص کے قبضہ میں دار ہو اور اُس میں ایک مقتول پایا گیا تو مددگار برادری اس وقت تک دیت کی ضامن نہ ہوگی کہ جب تک گواہ یہ گواہی نہ دیں کہ یہ دار اس کی ملک ہے اور جب گواہوں سے یہ بات ثابت ہو جائے تو ضامن ہوگی یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ ایک شخص نے دار میں مقتول پایا گیا اور اس دار میں اُس کے خادم غلام لوگ و آزاد لوگ ہیں تو قسامت و دیت فقط مالک دار پر واجب ہوگی اُن لوگوں پر کچھ نہ ہوگا یہ اسمیجانی سے تاتار خانہ میں منقول

یعنی جتنے لوگ مالک ہیں اُن کی تعداد پر ۱۲

قتل بردن قتل بمعنی مفعول لےنے مقتول جس کے معنی مارا ہوا ۱۲

ہے اور اگر ملک مشترک میں مقتول پایا گیا تو مالکوں پر قسامت و اُن کی مددگار برادری پر بحساب رؤس مالکوں کے دیت واجب ہوگی یعنی جو تعداد مالکوں کی ہے دیت کے اُسی قدر برابر حصے ہوں گے بعد اوجہ واجب نہ ہوگی چنانچہ اگر ایک شخص کا حصہ تہائی دار ہو اور دوسرے کا دو تہائی ہو تو دیت ہر ایک کی مددگار برادری پر آدھی آدھی واجب ہوگی اسی طرح اگر چند اقوام کے درمیان ایک نہر مشترک ہو اور اُس میں کوئی مقتول پایا جائے تو اُس میں بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ میں ہے جامع میں فرمایا کہ ایک دار گیارہ آدمیوں میں مشترک ہے جن میں سے دس ہزار آدمی قبیلہ بکر بن وائل کے ہیں اور ایک آدمی بنو قیس میں سے ہے پس اس میں ایک شخص مقتول پایا گیا تو اُس کی دیت کے گیارہ جزو ہوں گے اس میں سے دس جزو بنی بکر بن وائل کی مددگار برادری پر ہوں گے اور ایک جزو بنو قیس کی مددگار برادری پر ہوگا اسی طرح اگر ایک بنی بکر کا ہو اور دو بنی قیس کے ہوں اور داران سب میں تین تہائی ہو تو دیت تین تہائی ہو کر اُن کی مددگار برادری پر واجب ہوگی یہ امام محمد کا قول ہے جس کو امام محمد نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے اور امام ابو یوسف سے اُس کے برخلاف روایت کیا ہے چنانچہ فرمایا کہ ایک دار ایک تہائی اور دو ہمدانیوں میں مشترک ہے اُس میں ایک مقتول پایا گیا تو نصف دیت تہائی پر اور نصف دیت دونوں ہمدانیوں پر واجب ہوگی اور فرمایا کہ یہ حکم عدو قبائل پر ہے جس قدر قبائل ہوں دیت کے اُسی قدر حصے مساوی کئے جائیں گے اور بمنزلہ دو گاؤں کے بیچ میں جہاں سے دونوں گاؤں کا فاصلہ برابر ہے ایک مقتول پایا گیا تو ہر گاؤں والوں پر نصف دیت واجب ہوگی اور گاؤں والوں کی تعداد پر لحاظ نہ کیا جائے گا اور ایسا ہی اگر ایک دار ایک تہائی اور چار ہمدانیوں میں مشترک ہو اور اُس میں کوئی مقتول پایا گیا تو امام ابو یوسف کا قول ہے کہ دیت دونوں پر نصف نصف ہوگی اور امام محمد نے فرمایا کہ دیت کے پانچ حصے ہوں گے یہ محیط میں ہے۔

مشقی میں ہے کہ امام محمد نے امام ابو یوسف سے روایت کی کہ ایک دار میں دو آدمی تھے کہ اُن کے سوائے تیسرا نہ تھا پھر ان میں سے ایک مقتول پایا گیا تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ دوسرا اُس کی دیت کا ضامن ہوگا اور امام محمد نے فرمایا کہ میں اُس کو دیت کا ضامن نہ کروں گا اس واسطے کہ شاید مقتول نے اپنے آپ کو خود قتل کر ڈالا ہو یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک دار تین نفر میں مشترک ہے اس میں ایک مقتول پایا گیا تو دیت ان سب کی مددگار برادری پر تین تہائی ہوگی اور قسامت بھی ان سب کے گروہ پر ہوگی پس ہر ایک کے گروہ مددگار برادری کے سولہ سولہ آدمی ہوئے اور رہے پچاس کی کسر میں دو آدمی سولی مقتول کو اختیار ہے چاہے جس کی مددگار برادری میں سے چھانٹ لے اور یہ اُس کو اختیار نہیں ہے کہ سب پچاس کسی ایک نفر کی مددگار برادری سے چھانٹ لے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص اپنے دار میں مقتول پایا گیا تو امام اعظم کے نزدیک اُس کی مددگار برادری پر اُس کی دیت اُس کے وارثوں کے واسطے واجب ہوگی اور صاحبین نے فرمایا کہ مددگار برادری پر کچھ واجب نہ ہوگا اور بنا بر قول امام اعظم کے قسامت واجب ہونے میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے یہ اختیار کیا ہے کہ ایسی صورت میں قسامت نہ ہوگی یہ کافی میں ہے اور اگر مکاتب اپنے دار میں مقتول پایا گیا تو یہ بالاجماع ہر ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر مکاتب اپنے مولیٰ کے دار میں مقتول پایا گیا تو اُس کی قیامت اُس کے مولیٰ پر تین سال میں ادا کرنی واجب ہوگی اس میں سے اُس کی کتابت کا مال ادا کیا جائے گا اور اُس کی آزادی کا حکم دیا جائے گا اور جو کچھ باقی رہے گا وہ اُس کے وارثوں کو اُس کی میراث ملے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر مکاتب کے دار میں کوئی مقتول پایا گیا تو اُس پر واجب ہوگا کہ اُس کی دیت اور اپنی قیمت دونوں میں سے کم مقدار کے واسطے سعایت کر کے تین سال میں ادا کرے اور اُس کو اُس کی مددگار برادری نہ اٹھائے گی یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اور آیا مکاتب پر قسامت واجب ہوگی سو یہ کتاب میں مذکور نہیں ہے اور کچھ شک نہیں ہے کہ بنا بر قول امام اعظم و امام محمد کے قسامت واجب ہوگی اور بنا بر قول امام ابو یوسف کے مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض

نے فرمایا کہ ان کے دوسرے قول پر قسامت واجب نہ ہوگی اور بعض نے فرمایا کہ واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر مکاتب کے دار میں اُس کا مولیٰ مقتول پایا گیا تو مکاتب پر واجب ہوگا کہ اپنی قیمت اور مولیٰ کی دیت دونوں میں سے کم مقدار کے واسطے سعایت کرے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر غلام اپنے مولیٰ کے دار میں مقتول پایا گیا تو اس میں کچھ واجب نہ ہوگا اور مشائخؒ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب غلام پر قرضہ نہ ہو اور اگر غلام پر قرضہ ہو تو مولیٰ اُس کی قیمت اور مقدار قرضہ میں سے کم مقدار کا ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اسی طرح اگر غلام نے کسی پر کوئی جنایت کی پھر اپنے مولیٰ کے دار میں مقتول پایا گیا تو بھی یہی حکم ہے کہ مولیٰ بطریق مذکور ضامن ہوگا یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اگر غلام ماذون التجارة کے دار میں کوئی مقتول پایا گیا تو شیخ الاسلام نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے کہ اگر اُس پر قرضہ نہ ہو تو قسامت اُس کے مولیٰ پر اور دیت مولیٰ کی مددگار برادری پر واجب ہوگی یہ حکم قیاساً و استحساناً ہے اور اگر اُس پر قرضہ ہو تو بھی صاحبینؒ کے نزدیک یہی حکم ہے اور استحساناً امام اعظمؒ کے نزدیک بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر غلام ماذون کے دار میں اُس کا مولیٰ مقتول پایا گیا تو قسامت دیت مولیٰ کی مددگار برادری پر واجب ہوگی خواہ غلام پر قرضہ ہو یا نہ ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر دارراہن یا مرہن میں غلام مرہون مقتول پایا گیا تو اُس کی قیمت مالک دار پر واجب ہوگی نہ مددگار برادری پر یہ خزانہ المفتیین میں ہے۔ اگر کوئی شخص ایسے قرابت دار کے گھر میں مقتول پایا گیا جس کی گواہی مقتول کے حق میں مقبول نہیں ہو سکتی ہے یا عورت اپنے شوہر کے دار میں مقتول پائی گئی تو اس میں قسامت و دیت لازم ہے اور میراث سے محروم نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر شہر میں ایک عورت کے مکان میں کوئی شخص مقتول پایا گیا حالانکہ اس گھر میں اُس کے قرابت داروں میں سے کوئی نہیں ہے تو عورت مذکور سے مکرر پچاس قسمیں لی جائیں گی پھر جو قبیلہ اس کی قرابت میں سے سب سے قریب ہو اُس پر مقتول کی دیت واجب ہوگی اور یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور یہی قول امام محمدؒ کا اور اول قول امام ابو یوسفؒ کا ہے یہ شرح مبسوط میں ہے۔

اگر اُس کے عشرہ میں سے یعنی خویش دیگانوں میں سے وہاں حاضر ہوں تو قسامت میں اُس کے ساتھ شریک کئے جائیں گے یہ کفایہ میں ہے۔ اور اگر عورت کے گاؤں میں کوئی مقتول پایا گیا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک اُس عورت پر قسامت واجب ہوگی مکرر اُس سے قسمیں لی جائیں گی اور اُس کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اُس کی مددگار برادری وہ قبیلہ ہوگا جو نسب میں سب سے زیادہ اُس کا قریب ہو اور ہمارے متاخرین اصحاب نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں دیت اٹھانے میں مددگار برادری کے ساتھ یہ عورت بھی شریک ہوگی یہ کافی میں ہے۔ اور اگر نابالغ کے دار میں کوئی شخص مقتول پایا گیا تو بالا جماع یہ حکم ہے کہ اُس پر قسامت واجب نہ ہوگی بلکہ قسامت و دیت اُس کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور مجنون کے دار میں بھی بالا جماع یہی حکم ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر یتیموں کے دار یا قریہ میں کوئی مقتول پایا گیا پس اگر ان میں کوئی بالغ ہو تو اُس پر قسامت واجب ہوگی اور دیت ان سب کی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر بالغ نہ ہو تو قسامت و دیت ان سب کی مددگار برادری پر ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ذمی کے دار میں کوئی مقتول پایا گیا تو اُس پر قسامت واجب ہوگی کہ اُس سے مکرر پچاس قسمیں لی جائیں گی پھر جب اُس نے قسم کھالی پس اگر اُس کی مددگار برادری ہو کہ باہم ایسے معاملات میں مددگاری کرتے ہوں دیت اُس کی مددگار برادری پر ہوگی ورنہ اُس کے مال سے واجب ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک شخص اپنے بیٹی و بیٹا کے دار میں جو دونوں میں نصفاً نصف مشترک ہے مقتول پایا گیا پھر ہر ایک نے دوسرے پر اُس کے قتل کا دعویٰ کیا تو پسر کے واسطے تہائی دیت دختر کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور دختر کی مددگار برادری پسر کی مددگار برادری ہوگی اور دختر کے واسطے اپنے بھائی کی مددگار برادری پر چھٹا حصہ دیت واجب ہوگا اور اگر پسر نے اپنی بہن کے شوہر

۱۔ یعنی ارش جنایت اور قیمت میں سے کم مقدار کا ۱۲ ۲۔ دربار خون قسم لینا ۱۲

پر باپ کے قتل کا دعویٰ کیا تو پسر کے واسطے کچھ واجب نہ ہوگا یہ خزانہ المفتین میں ہے۔ مجموع النوازل میں ہے کہ اگر ایک شخص اپنے پسر کے گھر میں مقتول پایا گیا حالانکہ اُس نے اپنے مجروح ہونے کی حالت میں موت سے پہلے یہ کہا کہ مجھے فلاں شخص نے قتل کیا ہے تو اُس نے پسر کی مددگار برادری کو دیت سے بری کر دیا لیکن اس سے جو اُس کے پسر پر لازم آیا ہے وہ باطل نہ ہوگا اگر اہل عطا میں سے ہے تو پانچ درم یا اس سے کم اور نیز مجموع النوازل میں ہے کہ اگر مہمان اپنے دار کے گھر میں مقتول پایا گیا تو اُس کا مواخذہ مالک مکان سے ہوگا یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر وہ علیحدہ کوٹھری میں اُترا ہوا ہو تو دیت و قسامت کچھ نہ ہوگی اور اگر مخلط ہو تو مالک مکان پر دیت و قسامت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر اپنے وارث کے مکان میں مقتول پایا گیا اور اُس کے سوائے اُس کا کوئی وارث نہیں تو اس وارث کے واسطے مددگار برادری دیت نہ بھرے گی یہ خزانہ المفتین میں ہے۔ اگر ایک شخص ایک نہر میں جس میں پانی بہتا ہے مقتول پایا گیا پس اگر نہر عظیم جیسے فرات وغیرہ پس اگر پانی اُس مقتول کو بہائے لاتا ہو اور اس دریا کا اُس دار الحرب سے ہو تو مقتول کا خون ہدر ہوگا خواہ وہ بیچ دھار میں بہتا ہو یا کنارے بہتا ہو اور اگر دریا کا نکاس دارالاسلام سے ہو تو دیت بیت المال سے واجب ہوگی اور اگر مقتول مذکور بہتانہ ہو بلکہ کسی کنارے لگا ہوا ہو تو اُس کی دیت وہاں سے جو گاؤں سب سے زیادہ نزدیک ہو اُس پر واجب ہوگی اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جو گاؤں سب سے زیادہ قریب ہو وہاں کی آواز یہاں تک پہنچتی ہو اور اگر آواز نہ پہنچتی ہو تو ان پر بھی کچھ واجب نہ ہوگا بلکہ فقط بیت المال پر اُس کی دیت واجب ہوگی اور اگر نہر صغیر اقوام معروف کی ہو تو اصحاب نہر پر قسامت اور ان کی مددگار برادریوں پر اس کی دیت واجب ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور نہر صغیر و کبیر میں یہ فرق ہے کہ جس نہر سے استحقاق شفعہ ثابت ہوتا ہے وہ صغیر ہے جس سے استحقاق شفعہ ثابت نہ ہو وہ کبیر ہے جیسے فرات وغیرہ جیسا کہ کتاب الشفعہ میں معلوم ہو چکا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کشتی میں کوئی مقتول پایا گیا تو کشتی کے سوار لوگ و ملاح لوگ جو اُس میں ہیں سب پر قسامت واجب ہوگی۔ اور یہ لفظ ار باب کشتی کو بھی شامل ہے حتیٰ کہ جوار باب اُس میں موجود ہیں سب پر قسامت واجب ہوگی اور سکان پر اور جو اُس کو کھینچتے ہیں اُن پر واجب ہوگی اور اُس میں مالک وغیر مالک سب یکساں ہیں اور اگر دون کا بھی یہی حکم ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر ایک سواری کے چوپایہ پر ایک شخص مقتول پایا گیا اور جانور مذکور کے ساتھ سائق یا قائد یا راکب ہے تو مقتول کی دیت اُسی کی مددگار برادری پر ہوگی اہل محلہ پر نہ ہوگی اور اگر سائق و قائد و راکب سب اس جانور کے ساتھ ہوں تو سبھی پر دیت واجب ہوگی اور یہ شرط نہیں ہے کہ یہ لوگ جانور مذکور کے مالک ہوں بخلاف دار کے کہ دار میں یہ شرط ہے۔ اور اگر جانور سواری کے ساتھ کوئی نہ ہو صرف اُس پر مقتول پایا گیا تو جس محلہ میں چوپایہ پر وہ مقتول پایا گیا ہے اُس محلہ والوں پر دیت و قسامت واجب ہوگی یہ تبیین میں ہے۔ اگر ایک سواری کا جانور مقتول کو لادے ہوئے دو گاؤں کے بیچ میں ہو کر گذر تو جو گاؤں وہاں سے بہت قریب ہو اُس پر دیت و قسامت واجب ہوگی اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ جب اس سب سے قریب والے گاؤں والوں کو آواز یہاں کی پہنچتی ہو اور اگر اتنا فاصلہ ہو کر یہاں کی آواز وہاں والوں کو نہ سنائی دیتی ہو تو اُن پر کچھ واجب نہ ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اگر بیابان میں کوئی مقتول پایا گیا پس اگر وہ زمین کسی کی مالک ہو تو مالک پر قسامت و دیت اُس کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اگر کسی کی ملک نہ ہو پس اگر کسی آبادی تک وہاں کی آواز سنائی دیتی ہو تو اُنہیں پر قسامت واجب ہوگی اور اگر وہاں کی آواز کہیں نہ سنائی دیتی ہو پس اگر اُس جنگل سے مسلمانوں کو جلانے کی لکڑیاں یا ہری یا سوکھی گھاس کی منفعت ہو تو دیت بیت المال سے واجب ہوگی اور اگر اُس سے مسلمانوں کی منفعت بھی

۱۔ کیونکہ احتمال ہے کہ حریوں نے اُس کو مار کر دریا میں ڈال دیا ہو ۱۲

اگر لشکر کسی شخص کی زمین مملوکہ میں ہو تو اُسی پر قسامت و دیت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر اہل لشکر اپنے کافروں دشمنوں سے ملائی ہوئے ہوں پھر جب جدا ہوئے تو ایک مسلمان مقتول پایا گیا تو مقتول کے واسطے قسامت و دیت کچھ واجب نہ ہوگی اگرچہ یہ معلوم نہ ہو کہ اُس کو کسی نے قتل کیا ہے اسی طرح اگر دونوں گروہ مسلمان ہوں لیکن ایک گروہ باغی ہو اور دوسرا عادل ہو اور اہل عدل میں سے ایک شخص اُن کے جدا ہونے کے بعد مقتول نظر آیا اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ اُس کو کس نے قتل کیا ہے تو اُس کے واسطے دیت و قسامت واجب نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر قید خانہ میں مقتول نظر آیا تو دیت بیت المال پر واجب ہوگی اور بنا بر قول امام ابو یوسفؒ کے دیت و قسامت قید خانہ والوں پر واجب ہوگی یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر خالی گھر میں قفل لگا ہوا ہو پھر اُس میں کوئی مقتول پایا گیا تو قسامت و دیت مالک مکان کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور یہ امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ سب کا قول ہے کذا فی المحیط۔

معاقل کے بیان میں

Marfat.com

ایسے ہوں گے کہ اگر ایک پر کچھ مصیبت پڑے تو سب اُس کی مددگاری و کفایت کار میں شریک ہو جاتے ہوں تو وہ لوگ عاقلہ ہوں گے ورنہ اگر اُس کے مددگار اہل دیوان اور خویشاں دیگانگاہ اور اہل محلہ و اہل بازار ہوں تو اہل دیوان کو ترجیح ہوگی پس اگر اہل دیوان نہ ہوں تو خویشاں دیگانگاہ اولیٰ ہیں پھر اس کے بعد اہل محلہ و اہل بازار مددگار قرار دیئے جائیں گے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر بعض مددگار بعض نہ ہوں تو اُس کے عاقلہ و خویش و یگانہ ہوں گے جو اُس کے باپ کی طرف کے رشتہ دار ہیں کذا فی المحیط اور دیت ان لوگوں پر تین سال میں پھیلائی جائے گی کہ ہر واحد سے ہر سال میں سوائے ایک درم کے یا ایک درم و تہائی درم کے نہ جائے گا اور پوری دیت میں سے تین سال میں ہر واحد پر تین درم یا چار درم سے زیادہ ^(۱) نہ کیا جائے گا اور اگر پورے قبیلہ میں پھیلانے سے یہ پڑتا نہ پڑتا ہو یعنی اس قدر گنجائش نہ ہو تو اس قبیلہ کے ساتھ اُس کے کسی قبائل میں سے جو سب سے قریب ہو وہ ملا جائے گا پھر بھی اگر پورا نہ پڑے تو دوسرا جو باقی سب سے قریب ہے وہ ملا یا جائے گا اسی طرح عصبات کی ترتیب سے قریب بقریب ملائے جائیں گے کہ پہلے بھائی پر اُن کی اولاد پھر چچا پھر اُن کی اولاد ملائے چلے جائیں گے اور رہے آباء و انباء یعنی باپ دادا و پرداد و غیرہ و بیٹا و پوتا و پردادا و غیرہ سو بعض نے فرمایا کہ یہ لوگ داخل کئے جائیں گے اور بعض نے فرمایا کہ نہیں داخل کئے جائیں گے یہ کافی میں ہے۔ خاوند اپنی بیوی کا عاقلہ نہیں ہوتا اسی طرح بیوی بھی خاوند کی عاقلہ نہیں ہوتی ہے اور بیٹا اپنی ماں کا عاقلہ نہیں ہوتا ہے۔ الا اسی صورت میں ہوتا ہے کہ جب اُس کی ماں کا شوہر یعنی اس کا باپ اُس کی ماں کے باپ کی طرف سے نسبت رشتہ داروں میں سے ہو یہ محیط میں ہے۔

پھر قاتل بھی ایک عاقلہ میں سے ہوتا ہے کہ جو ہر ایک پر عاقلہ میں سے لازم آتا ہے وہی اُس پر بھی لازم آئے گا ^(۲) ہمارے نزدیک ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور عورتوں و ذریات میں سے جس کے نام عطیہ و دیوان میں لکھا ہو اُس پر عقل لازم نہیں ہے علیٰ ہذا اگر قاتل کوئی لڑکا نابالغ یا عورت ہو تو ان دونوں پر دیت میں سے کچھ واجب نہ ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور مجنون و غلاموں باندیوں سے کچھ نہ لیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر عاقلہ قلیل ہوں یہاں تک کہ ہر ایک کے حصہ میں تین سال میں چار درم سے زیادہ آتے ہوں تو دوسرے دیوان میں سے جو اقرب ہوں وہ ملائے جائیں گے اور اس شہر کے دیوان میں سے جو اقرب ہوں وہ نسبت ابعدا کے اولیٰ ہیں یہ محیط سرحدی میں ہے۔ اور قال کے دیوان سے اقرب وہ دیوان ہوگا جو قائد اس دیوان کا ہو۔ اُس دیوان کے قائد کے ہاتھ سے جس میں قاتل کا نام درج ہے۔ پھر اگر اس شہر کے اقرب دیوان کو قاتل کے دیوان سے ملانے سے کافی نہ ہو تو اس شہر کے ابعدا دیوان کو دیوان قاتل و اقرب کے ساتھ ملا دیں گے اور دیوان ابعدا وہ ہے جس کا قائد اُس قائد کے ہاتھ سے نہ ہو جس میں قاتل کا نام درج ہے بلکہ اُس کا قائد والی ملک کے ہاتھ سے ہو پھر اگر ابعدا دیوان کے ملانے سے بھی کافی نہ ہو تو اُس کے خویش باپ کی طرف سے ہیں ملائے جائیں گے اور اگر اس شہر کے دیوانوں میں سے ایک دیوان اقرب بدیوان قاتل ہو لیکن یہ لوگ اجنبی ہوں اور ایک دیوان ابعدا دیوان قاتل ہو لیکن وہ لوگ اُس کے خویش ہیں اور باپ کی جانب سے خویش ہیں تو دیوان قاتل کے ساتھ اقرب دیوان کے لوگ ملائے جائیں گے اگر چہ وہ لوگ اجنبی ہوں یہ محیط میں ہے۔ اور اگر دو دیوان ازراہ قرب کے برابر ہوں اور ایک دیوان قاتل کے باپ کی جانب سے خویش ہیں اور دوسرے ماں کی جانب سے خویش ہیں تو اُس کے ساتھ اُس کے خویشوں

۱۔ مثلاً اول بیٹا پھر پوتا پھر پردادا اگر چہ کتنے ہی نیچے درجہ کا ہو پھر اگر ان میں سے کوئی نہ ہو تو باپ اور پھر اگر وہ بھی نہ ہو تو دادا اسی طرح پردادا اگر چہ کتنے

اور درجہ میں ہو بعد دیگر عصبات بترتیب قرابت ۱۲ (۱) یعنی تین سال ہیں تین درہم دے دے یا چار درہم ہو جائیں ۱۲

(۲) یعنی تین یا چار درم تین یا تین سال ہیں ۱۲

دیوان ملایا جائے گا اور نسب کی راہ سے ترجیح کا اعتبار ہوگا اور ترجیح پہلے تو قربت دیوان کی راہ سے معتبر ہوگی اور جب اس قرب میں برابر ہوں تو نسب کی راہ سے ترجیح معتبر ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور شیخ ابو جعفر سے منقول ہے کہ اگر قاتل ایسا شخص ہو جس کا نام دیوان میں درج ہے اور اُس کے اقرباء کے بھی دیوان ہوں تو اُس کی مددگار دیت ادا کرنے میں اُس کے اُن خویشوں پر ہوگی جو اُس کے دیوان میں ہیں پس اگر یہ کافی نہ ہوں تو اُس کے سب اقرباؤں پر ہوگی خواہ اُس کے دیوان میں سے ہوں یا غیر دیوان میں سے ہوں۔ اور اگر قاتل کا نام دیوان میں درج نہ ہو لیکن اُس کے اقرباء کا نام دیوان میں درج ہو تو اُس کی دیت ادا کرنے کی مددگاری اُس کے اُن اقرباء دیوانیان پر ہوگی جن کا رشتہ قاتل سے بہت قریب ہے پس اگر کافی نہ ہوں تو اُس کے سب اقرباء پر ہوگی اور اگر قاتل کا نام دیوان میں درج نہ ہو لیکن اُس کے بعض اقارب کا نام دیوان شہر میں درج ہو اور بعض کا نام درج نہ ہو اور وہ لوگ دیہات میں رہتے ہوں تو دیکھا جائے گا کہ اگر قاتل بھی دیہ میں رہتا ہو تو اُس کی مددگاری ان اقاربوں پر ہوگی جو دیہات میں رہتے ہیں اور اگر یہ لوگ کافی نہ ہوں تو اُس کی مددگاری میں اُس کے خویشاں دیہاتی بھی و شہری جن کا نام دیوان میں درج ہے شامل کئے جائیں گے پھر اگر کچھ مال زائد رہے تو خاص قاتل کے مال سے دیا جائے گا اور اگر قاتل شہر میں رہتا ہو تو اُس کی مددگاری میں وہ لوگ لئے جائیں گے جو شہر میں ہیں کہ ان کا نام دیوان میں درج ہے پھر اگر کفایت نہ کرے تو باقی خاص اُس کے مال سے دی جائے گی اور اُس کے ان قرابت داروں پر جو دیہات میں رہتے ہیں کہ ان کا نام دیوان میں درج نہیں ہے کچھ دیت کا حصہ واجب نہ ہوگا۔ اور اگر اُس کا اُس کے قرابت داروں کا دیوان نہ ہو تو دیکھا جائے گا کہ اگر وہ اہل حرفہ سے مدد لیتا ہے تو اُس کی مددگاری اہل حرفہ پر واجب ہوگی اور جو کچھ زائد ہے وہ خاص اُس کے مال سے دلائی جائے گی اور اگر اہل محلہ سے مددگاری لیتا ہے تو اُس کے جرم کی دیت کی مددگاری اہل محلہ پر ہوگی اور باقی اپنے مال سے دے گا اور اگر اہل شہر سے مدد لیتا ہے تو اُس کی مددگار اہل شہر پر ہوگی یہ محیط میں ہے۔

جن لوگوں کا نام دیوان میں درج نہیں ہے جیسے شہر سے باہر دیہاتی لوگ وغیرہ تو ان کی باہمی مددگاری باعتبار نسب کے ہوگی اگرچہ اُن کے رہنے کے ٹھکانے اور دور و در اور دیہات مختلف ہوں یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر دیہاتی آدمی شہر میں اُترے اور اُس کا گھر شہر میں نہیں ہے تو اہل مصر جن کو دیوان سے عطیہ ملتا ہے وہ اُس کی مددگاری میں دیت ادا نہ کریں گے جیسے کہ شہری لوگوں میں سے اگر کوئی شخص دیہات میں گیا ہو تو دیہاتی لوگ اُس کی مددگاری ادا نہ دیتے ہیں نہ کریں گے یہ کافی میں ہے۔ اور جس شخص کے قرابت دار نہ ہوں اور نہ اُس کا نام دیوان میں درج ہو تو امام ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ اُس کی دیت اُس کے مال سے دی جائے گی اور اسی کو عصام نے اختیار کیا ہے ظاہر الروایۃ کے موافق بیت المال پر واجب ہوگی اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اُس کو صدر الشہید حسام الدین نے ذکر کیا ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اور کتاب الولاء میں ذکر فرمایا کہ بیت المال ایسے شخص کی طرف سے دیت نہیں ادا کرتا ہے جس کے خویش موجود ہوں یا وارث ہو خواہ وارث مذکور مستحق میراث ہو مثلاً آزاد مسلمان ہو یا نہ ہو مثلاً کافر یا غلام ہو حتیٰ کہ فرمایا اگر حرابی مستامن نے ایک مسلمان غلام خرید لیا پھر اُس کو آزاد کر دیا پھر مستامن مذکور دار الحرب کو لوٹ گیا پھر وہاں مسلمانوں کے ہاتھ قید ہو کر دارالاسلام میں لایا گیا پھر غلام آزاد کردہ شدہ مر گیا تو اُس کی میراث بیت المال میں رہے گی اس واسطے کہ اُس کا آزاد کرنے والا رقیق ہے اور اگر اس غلام آزاد شدہ نے جنایت کی تو ادا نہ دیت میں اُس کی مددگاری اُسی پر ہوگی بیت المال پر نہ ہوگی کذا فی محیط۔ اور یہی صحیح ہے یہ نہایت میں ہے۔ اور شمس الائمہ حلوانی نے ذکر کیا کہ متاخرین نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ سوائے عرب کے باقی ملک عجم کے

۱ یعنی وہ لوگ مقدم ہوں گے ۲ وہ کافر دار الحرب کا رہنے والا جو دارالاسلام میں امان لے کر داخل ہوا ۱۲

واسطے عاقلہ نہیں ہے اور یہی قول فقیہ ابو بکر بلخی اور ابو جعفر ہندوانی کا ہے اس واسطے کہ عجم نے اپنے انساب کی حفاظت نہیں رکھی ہے اور نہ باہم ایک دوسرے کے مددگار ہوتے ہیں اور نہ اس کے واسطے دیوان ہے اور دیت کا بار دوسرے غیر پر ڈالنا عرب کے حق میں برخلاف قیاس ثابت ہوا ہے کہ انہوں نے اپنے نسبوں کو ضائع نہیں کیا ہے اور باہم ایک دوسرے کے مددگار ہوتے ہیں پس عجم لوگ اُن کے ساتھ نہیں ملائے جائیں گے اور بعض نے فرمایا کہ عجم کے واسطے بھی عاقلہ ہے وقت باہمی مدد کی ضرورت کے اور کسی کے ساتھ لڑائی کرنے کے شریک ہوتے ہیں جیسے مرد کے موزہ دوز اور ٹھیکرے اور بخارا کے دریہ و کلاباد کے بڑھئی پس اگر ان میں سے کسی نے خطا سے قتل کیا اور دیت واجب ہوئی تو اُس کے اہل محلہ و دیہاتی عزیز اُس کے عاقلہ ہوں گے اور یہی حال طالب علموں کا ہے اور اسی کو شمس الائمہ حلوانی نے اور بہت سے مشائخ نے اختیار کیا ہے اور امام ظہیر الدین مرغینانی فقیہ ابو جعفر کا قول اختیار کرتے تھے اس واسطے کہ باہمی مددگاری برادرانہ کا اعتبار ہے اور موزہ دوز و طالب علموں وغیرہ کا جمع ہو جانا کچھ اس واسطے نہیں ہے پس ان پر یہ واجب نہ ہوگا کہ غیر کا بار اپنے ذمہ برداشت کریں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شہر کے لوگ دوسرے شہر کے لوگوں کی دیت ادا کرنے میں مددگاری نہ کریں گے جب کہ ہر اہل شہر کے واسطے علیحدہ دیوان ہو اور اگر ان میں باہمی مددگاری باعتبار نزدیکی سکونت کے ہو تو دوسرے شہر کے بہ نسبت اہل شہر زیادہ قریب ہیں کذا فی الہدایہ اور اگر اس کے دو بھائی ایک ماں و باپ سے ہوں اور ایک کا دیوان کوفہ میں اور دوسرے کا بصرہ میں ہے تو ایک بھائی دوسرے کا عاقلہ نہ ہوگا بلکہ اُس کے عاقلہ اُس کے وارثوں کے لوگ ہوں گے یہ مبسوط میں ہے۔ اور ہر شہر والے کے عاقلہ اُس کے اہل سواد و دیہاتی ہوں گے اور جس کا گھر بصرہ میں ہو اور اُس کا نام کوفہ کے دیوان میں درج ہو تو اہل کوفہ اُس کے عاقلہ ہوں گے یہ کافی میں ہے اور اگر ایک شخص نے خطا سے قتل کیا اور اُس کا مرافعہ برسوں قاضی کے سامنے نہ ہوا پھر قاضی کے سامنے مقدمہ پیش ہوا تو قاضی قاتل کی مددگار برادری پر تین سال میں دیت ادا کرنے کا حکم دے گا کہ جس روز سے قضیہ فیصل ہو اُس دن سے تین سال میں ادا کی جائے پس اگر اُس کے عاقلہ اُس کے اہل دیوان ہوں تو اُن کے عطیات میں مال دیت دینے کا حکم جاری کرے گا اور ایک تہائی ان کے اول عطاء میں قرار دے گا کہ جو اول عطاء بعد اس حکم کے ہو اُس میں سے ایک تہائی دیت وہ لوگ ادا کریں اگر چہ قتل اور اُس کا قضیہ فیصل ہونے میں اور ان کے عطیات ملنے میں فقط ایک مہینہ یا اُس سے بھی کم ہو۔ اور دوسری تہائی کے واسطے حکم دے گا کہ جب دوسرا عطیہ وصول ہو خواہ سال گذر جانے اور دیر ہو جانے کے بعد وصول ہو یا سال سے پہلے وصول ہو جائے اور اسی طرح تیسری تہائی کے واسطے بھی یوں ہی حکم کرے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر بعد فیصلہ مقدمہ قتل کے قاتل کے اہل دیوان کو اُن کا عطیہ تین سال کا پیشگی ایک بارگی عطا کیا گیا تو پوری دیت اس سب عطیہ میں سے فی الحال وصول کر لی جائے گی۔ اور اگر عاقلہ کا عطیہ جو حکم دیت جاری ہونے سے پہلے کا تھا بعد فیصلہ مقدمہ کے عطا ہو تو اُس میں سے کچھ دیت نہ لی جائے گی بلکہ بعد حکم دیت کے جو عطا یا واجب ہوں جب وہ وصول ہوں تو اُس میں سے دیت لی جائے گی اور اگر ہر شش ماہی میں عطیہ ملتا ہے تو اُس میں چھٹا حصہ دیت واجب ہوگا اور اگر ہر چہار ماہ کے بعد ملتا ہے تو اُس میں نواں حصہ دیت واجب ہوگا یہ محیط سرخی میں ہے۔ اور اگر قاتل کے عاقلہ مددگار برادری اہل رزق ہوں جن کو روزینہ ماہوری ملتا ہے تو اُن کے روزینہ میں سے دیت ادا کرنے کا حکم دیا جائے گا پس اگر دیت ادا کرنے کا حکم ہونے سے پہلے مہینوں کا روزینہ وصول ہوا تو اُس میں سے کچھ نہ لیا جائے گا اور اگر حکم دیت ہونے کے بعد مہینوں کا روزینہ وصول ہوا تو اُس میں سے بقدر حصہ کے دیت لی جائے گی پس دیکھا جائے گا کہ اگر اُن کو ماہوری روزینہ ماہ بجا وصول ہوتا ہے تو ہر مہینہ کے روزینہ میں سے

چھتیسواں حصہ لیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر قاضی کے حکم دینے کے ایک یا دو روز کے بعد روزینہ وصول ہوا تو اس مہینہ کے روزینہ کے بقدر ایک ماہ کے حصہ کی دیت لی جائے گی اور اگر اُس کی مددگار برادری کے واسطے ماہوری روزینہ اور سالانہ عطیہ مقرر ہو تو اُن کے عطیات میں سے دیت دینا لازم کیا جائے گا روزینہ میں سے دینا لازم نہ کیا جائے گا یہ کافی میں ہے۔ اور رزق و عطا، میں فرق یہ ہی کہ رزق وہ ہے جو لوگوں کے واسطے بقدر حاجت و کفایت کے کہ اُس کو روزانہ مہینہ میں کافی ہو بیت المال سے مقرر کیا جاتا ہے اور عطیہ وہ ہے کہ سالانہ مقرر کیا جاتا ہے بلحاظ تنگی و تکلیف درباب قرضہ کے نہ بلحاظ حاجت و کفایت کے یہ محیط سرخی میں ہے۔ اور اگر قاتل اہل کوفہ میں سے ہو اور وہاں اُس کا عطیہ تھا مگر اُس پر دیت کی ڈگری نہ ہوئی یہاں تک کہ اُس کا دیوان بصرہ میں بدل گیا تو اہل بصرہ میں سے اُس کے عاقلہ پر دیت ادا کرنے کی مددگاری واجب ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔

اگر اُس کے عاقلہ کوفہ پر تین سال میں دیت ادا کرنے کا حکم ہو گیا اور اُس سے تہائی دیت لی گئی ہو یا نہ لی گئی ہو پھر اُس کا نام بدل کر اہل بصرہ کے دیوان میں داخل کیا گیا تو دیت ادا کرنے کی مددگاری اہل کوفہ پر رہے گی اور اہل بصرہ کی طرف تحویل نہ کی جائے گی لیکن بصرہ کے قاتل کے عطیہ سے اُس کا حصہ دیت لے لیا جائے گا یہ محیط میں ہے اور اگر اُس کا مسکن کوفہ میں ہو اور اُس کا کچھ عطیہ نہ ہو اور اُس نے خطا سے کسی کو قتل کیا اور ہنوز اُس پر قاضی کا حکم نہیں ہوا تھا کہ اس نے کوفہ چھوڑ کر بصرہ میں وطن اختیار کیا تو اُس کے عاقلہ بصرہ پر دیت کا حکم دیا جائے گا اور اگر اُس کے عاقلہ کوفہ پر دیت کا حکم ہو گیا ہو پھر اُس نے کوفہ چھوڑ کر بصرہ میں وطن اختیار کیا تو عاقلہ کوفہ سے دیت منتقل نہ ہوگی اسی طرح اگر دیہاتی نے قتل کیا اور حکم دیت ہونے سے پہلے وہ شہر میں رہنے لگا اور اُس کا نام دیوان میں درج ہو گیا تو اہل دیوان اُس کے عاقلہ ہو کر دیت میں مددگار ہوں گے اور اگر اُس کے دیہاتی عاقلہ پر دیت کا حکم ہو جانے کے بعد وہ شہر میں آ کر دیوان میں درج ہوا تو عاقلہ دیہات سے دیت منتقل نہ ہوگی یہ کافی میں ہے اگر بدوی نے کسی شہر ہی کو خطا سے قتل کر ڈالا تو اُس کے خویش و برادری میں سے وہیں سوانٹ جو اُس پر واجب ہوئے ہیں جمع کئے جائیں گے اور اُس کے شناسا لوگ اس کو جمع کریں گے پھر ولی مقتول کو حکم دیا جائے گا کہ انہیں کے مقامات سکونت میں جا کر اُن سے یہ مقدار دیت وصول کر لے یہ محیط میں ہے اور اگر کسی بدوی نے کوئی جنایت کی اور ہنوز اُس کی بابت حکم نہیں ہوا تھا کہ امام المسلمین نے اُس کو اُس کی قوم کو بادیہ سے منتقل کرا کے شہر میں بسایا اور اُن کا عطیہ دینا مقرر کئے پھر مقدمہ جنایت قاضی کے پاس پیش ہوا تو قاضی اُن پر دیت میں دینا ردینے کا حکم دے گا اونٹوں کا حکم نہ دے گا یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اور اگر اُن پر سوانٹ کا حکم ہو گیا پھر امام المسلمین نے اُس کو اور اُس کی قوم کو منتقل کرا کے اُن کا عطیہ دینا مقرر کئے تو اُن سے اونٹوں یا اُن کی قیمت کا مواخذہ کیا جائے گا اور اگر سوائے عطیہ کے اُس کا کچھ مال نہ ہو تو اونٹوں کی قیمت اُن کے عطیات سے لے لی جائے گی خواہ قیمت کم ہو یا زیادہ ہو یہ شرح مبسوط میں ہے۔ اور اگر کوفہ کے اہل عطا میں سے ایک شخص نے جنایت کی اور اُس کی مددگار برادری پر جنایت کی دیت کا حکم ہو گیا پھر اُس کی قوم میں ایک قوم دیہاتی یا شہری جن کا عطیہ مقرر نہیں ہے مل گئی تو اُس کی قوم کے ساتھ یہ لوگ بھی مددگاری میں داخل کئے جائیں گے اور جس قدر ادا کیا ہے اور جس قدر باقی ہے سب میں شامل کئے جائیں گے اور اس معاملہ سے پہلے اگر کوئی دیت انہوں نے ادا کی ہو تو اُس میں یہ لوگ جو شامل ہیں شامل نہ کئے جائیں گے یہ ظہیر یہ میں ہے اور اگر کسی نے قتل بظلم کا اقرار کیا اور قاضی کے پاس مرافعہ لے کر آیا گیا الا بعد چند سال کے تو قاضی اُس کے مال سے روز حکم سے تین سال میں دیت ادا کرنے کا حکم دے گا اور اگر قاتل و وارث مقتول دونوں نے باتفاق بیان کیا کہ فلاں شہر کے قاضی نے گواہوں کی گواہی پر اس کے کوفہ کی مددگار برادری پر دیت کا حکم دیا تھا اور مددگار برادری نے

۱۔ مدعی کا قاضی کے رو برو دعویٰ پیش کرنا وغیرہ ۱۲

ان دونوں کے قول کی تکذیب کی تو مددگار برادری پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اُس کے آل میں سے اُن کا کچھ نہ ہوگا الا اُس صورت میں کہ اس کا عطیہ اُن کے ساتھ ہو تو اُس پر بقدر اس کے حصہ کے لازم ہوگا یہ کافی میں ہے اور معاقل میں ذکر فرمایا کہ ایسے قتل کے گواہ جس سے مددگار برادری پر دیت واجب ہوتی ہے مددگار برادری کی غیبت میں مقبول نہ ہوں گے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ ایک شخص نے قاضی کے سامنے اقرار کیا کہ اُس نے فلاں شخص کو خطا سے قتل کیا ہے پھر وارث مقتول نے گواہ قائم کئے کہ مدعا علیہ نے اُس کو قتل کیا ہے تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور مددگار برادری پر دیت کا حکم دیا جائے گا اور مدعا علیہ کا اقرار قتل ایسی گواہی کے قبول کئے جانے سے مانع نہیں ہے اس واسطے کہ گواہی سے وہ بات ثابت ہوتی ہے جو باقرار مدعا علیہ ثابت نہ تھی اور اس کے نظائر بہت ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

دیت میں باپ کی مددگار برادری پر دیت کن صورتوں میں واجب ہوگی؟

اگر ولی مقتول نے بعد اقرار مدعا علیہ کے بیان کیا کہ میں کوئی گواہ نہیں جانتا ہوں پس میرے واسطے دیت کا حکم قاتل کے مال سے جاری کر دے پس قاضی نے مال مقرر سے دیت دینے کا حکم دے دیا پھر وارث مقتول نے گواہ پائے اور چاہا کہ دیت کو عاقلہ پر منتقل کر دے تو اُس کو یہ اختیار نہ ہوگا۔ اور اگر ولی نے کہا کہ ابھی حاکم دیت کا مال قاتل پر حکم نہ دے شاید مجھے گواہ دستیاب ہو جائیں پس قاضی نے حکم میں تاخیر کی پھر وارث مذکور نے گواہ پائے تو قاضی ان کی گواہی پر مددگار برادری پر دیت کا حکم دے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اور مملوک آزاد شدہ کا عاقلہ اُس کے مولیٰ کی مددگار برادری ہے اور مولیٰ نے الموالات کی مددگار برادری اُس کا مولیٰ اور مولیٰ کا قبیلہ ہے یہ کافی میں ہے اور اگر ایک عورت آزاد ہو اور وہ بنی تمیم کی موالات ہو اور اُس کا خاوند اہل ہمدان میں سے ایک شخص کا غلام ہو پھر اُس کے ایک لڑکا پیدا ہوا تو اُس لڑکے کے عاقلہ اُس کے ماں کے عاقلہ ہیں اور اگر لڑکے نے کوئی جنایت کی اور ہنوز قاضی نے اُس کی دیت کا حکم نہیں دیا ہے کہ اُس کا باپ بھی آزاد کیا گیا تو قاضی اُس کی ولاء اُس کے باپ کے مولیٰ کی طرف منتقل کر دے گا پھر جو جنایت اُس نے کی ہے اُس کی دیت کا حکم اُس کی ماں کی مددگار برادری پر جاری کرے گا اُس کی ماں کی مددگار برادری سے اُس کو منتقل نہ کرے گا۔ اسی طرح اگر باپ کے آزاد ہونے سے پہلے اُس نے کنواں کھودا اور باپ کے آزاد ہونے کے بعد اُس میں کوئی شخص گر کر مر گیا تو دیت کا حکم ہونے کے وقت اس کی مدعا علیہ اُس کی ماں کی مددگار برادری ہوگی بشرطیکہ جنایت (۱) کرنے والا بالغ ہو اور اگر نابالغ ہو تو اُس کا باپ (۲) ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے موالات پیدا کی پھر کسی شخص کو خطا سے قتل کیا۔ پھر دیت ادا کرنے سے پہلے اُس کے موالات کو چھوڑ کر دوسرے شخص سے موالات پیدا کی تو دوسرا اُس کا عاقلہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک حربی مسلمان ہو گیا اور اُس نے دارالاسلام میں ایک مسلمان سے موالات کر لی پھر اُس نے کوئی جنایت کی تو جس سے موالات پیدا کی ہے اُس کی مددگار برادری اس کے دیت کے واسطے عاقلہ ہوگی پھر بعد مددگاری ادائے دیت کے اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ جس سے موالات کی اُس کے موالات کو چھوڑ دے اور اگر ان لوگوں نے اُس کی طرف سے مددگاری کر کے دیت ادا کی یا ہنوز قاضی نے ادائے دیت کا حکم نہیں کیا ہے کہ دارالحرب سے اس کا باپ قید کر کے دارالسلام میں لایا گیا اور اُس کو ایک شخص نے خرید کر کے آزاد کر دیا تو وہ اپنے بیٹے کی ولاء اپنی جانب کھینچ لے جائے گا پھر جس سے موالات پیدا کی تھی اُس کی مددگار برادری اس کے

۱۔ مولیٰ الموالات وہ شخص اجنبی جس کو کسی اجنبی نے کہا کہ تو میرا مولیٰ ہے پس اگر میں مردوں تو تو میرا وارث ہے اور اگر مجھ سے کوئی ایسا جرم ہو جائے جس سے مال لازم آئے تو اُس کو میری طرف سے تو ادا کرے اور وہ شخص اُس کو قتل کرے (۱) کنواں کھودنے والا (۲) یعنی باپ کی مددگار برادری پر دیت ہوگا ۱۲

باپ کے آزاد کرنے والوں کی مددگار برادری سے کچھ واپس لے سکتے ہیں۔ اسی طرح اگر اپنے باپ کے قید کئے جانے سے پہلے کنواں کھودا پھر اُس کے باپ کے آزاد کئے جانے سے بعد اُس کے کنویں میں کوئی آدمی گر کر مر گیا تو اُس کی دیت اُس شخص کی مددگار برادری پر ہوگی اس نے اُس سے مولات کی تھی اُس کے باپ کی مددگار برادری پر نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ ایک ذمی مسلمان ہو گیا اور اُس نے کسی سے مولات نہ کیا یہاں تک کہ خطا سے کسی کو قتل کیا اور ہنوز اُس پر کوئی حکم نہ دیا گیا تھا کہ اُس نے بنی تمیم میں سے ایک شخص سے مولات کی پھر دوسری جنایت کی تو دونوں جنایتوں کا حکم بیت المال پر ہوگا اور اُس کی مولات باطل ہوگی یہ ظہیر یہ میں ہے۔

اگر کنواں کھودا پھر کسی شخص سے مولات پیدا کی پھر کنواں میں ایک آدمی گر کر مر گیا تو اُس کی دیت اُس کے مال سے واجب ہوگی اور بیت المال اُس کی طرف سے دیت ادا نہ کرے گا بخلاف اس کے اگر اُس نے تیر پھینکا یا پتھر پھینکا اور پہنچنے سے پہلے اُس نے ایک شخص سے مولات کر لی پھر تیر یا پتھر پہنچا اور اُس نے ایک شخص کو قتل کیا تو بیت المال پر اُس کی طرف سے دیت ادا کرنی واجب ہوگی یہ محیط سرخی میں ہے۔ اگر ایک مسلمان عورت نے جو مولیٰ بنی تمیم کی ہے کوئی جنایت کی یا کنواں کھودا اور ہنوز جنایت کی بابت حکم نہیں ہوا تھا کہ عورت مذکور مرتد ہو کر دار الحرب میں چلی گئی پھر وہاں سے مسلمان لشکر کے جہاد میں اُس کو قید کیا پھر ہمدان کے ایک شخص نے اُس کو آزاد کر دیا پھر کنویں میں ایک آدمی گر کر مر گیا تو اُس کی دیت کا حکم بنی تمیم پر ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک بدوی نے راہ میں کنواں کھودا پھر امام نے بدویوں کو شہر میں بلا لیا اور شجر میں متفرق ہو کر صاحب عطیات ہو گئے پھر اس کنویں میں ایک شخص گر کر مر گیا تو دیت اُس کی اس روز کی مددگار برادری پر ہوگی جس دن وہ گرا ہے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اور اگر اُس نے کنواں کھودا اور وہ صاحب عطیہ تھا پھر امام نے اُس کا عطیہ باطل کر دیا اور اُس کو اُس کے نسبی رشتہ داروں کی طرف واپس کر دیا کہ انہوں نے زمانہ دار از تک اُس کے ساتھ مددگاری کی پھر کنویں میں گر کر ایک آدمی مر گیا جس روز مال واجب ہوا ہے اُس روز کی اُس کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔

ملاعنہ کے بیٹے کی مددگار برادری اُس کی ماں کی مددگار برادری ہوگی پس اگر ماں کی مددگار برادری نے اُس کی طرف سے دیت ادا کی ہو پھر باپ نے اپنی تکذیب کی اور دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو ماں کی مددگار برادری نے جس قدر مال ادا کیا ہے وہ باپ کی مددگار برادری سے واپس لیں گے اور تین سال میں جس روز سے قاضی باپ کی مددگار برادری پر حکم کرے کہ اس کی ماں کی مددگار برادری کو واپس دیویں واپس لیں گے اسی طرح اگر مکاتب ادا کے کتابت کے لائق مال چھوڑ کر مر گیا اور اُس کا بیٹا آزاد ہے اور ہنوز مکاتب کی کتاب ادا نہ کی گئی تھی کہ اُس کے بیٹے نے جنایت کی اور بیٹا ایک آزاد عورت مولانا بنی تمیم کے پیٹ سے ہے اور مکاتب ایک شخص ہمدان کا مکاتب ہے پس ماں کی قوم نے اُس کی طرف سے دیت ادا کی پھر اُس کے باپ کی کتاب ادا کی گئی تو ماں کی مددگار برادری اس مال دیت کو باپ کی مددگار برادری سے واپس لے گی۔ اسی طرح اگر ایک شخص نے ایک نابالغ کو حکم دیا کہ اس شخص کو قتل کر دے اُس نے قتل کر دیا پس لڑکے کی مددگار برادری نے دیت ادا کی تو حکم دہندہ کی مددگار برادری سے واپس لے گی بشرطیکہ حکم دینا گواہوں سے ثابت ہو اور اگر حکم دینا اُس کے اقرار سے ثابت ہو تو مددگار برادری کے لوگ اس مال کو حکم دہندہ کے مال سے تین سال میں واپس لیں گے یعنی جس روز سے قاضی اُس پر حکم دے کہ واپس دے یا اُس کی مددگار برادری پر واپس دینے کا حکم

یعنی جو دیت اُس کے جرم کی ادا کریں ۱۲ منہ

یعنی اس کو اپنا مولیٰ المولات بنایا ۱۲

در صورت ہو کہ در صورت اُس کے اقرار کے بدون گواہوں کے مددگار برادری ضامن نہ ہوگی پس مراد یہ ہے کہ در صورت ثبوت گواہوں کے بھی جس روز قاضی واپس کرنے کا حکم دے اُس روز سے تین سال میں واپس لیں گے ۱۲ منہ

دے یہ کافی میں ہے اور اگر ابتدائے مقدمہ میں یہ سب مجتمع ہوئے ہوں تو قاضی وارثان مقتول کے واسطے لڑکے کی مددگار برادری پر اور لڑکے کی مددگار برادری کے واسطے حکم دہندہ کی مددگار برادری پر حکم دے گا پس جب وارث مقتول لڑکے کی مددگار برادری سے کچھ لے گا اسی قدر لڑکے کی مددگار برادری حکم دہندہ کی مددگار برادری سے واپس لے گی اور اگر ملاعنہ کے بیٹے نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور قاضی نے ماں کی مددگار برادری پر دیت کا حکم دیا اور انہوں نے تہائی دیت ادا کر دی پھر باپ نے اُس لڑکے کے نسب کا دعویٰ کیا پس سب حاضر ہوئے تو ماں کی مددگار برادری کے واسطے باپ کی مددگار برادری پر تہائی دیت کا جو انہوں نے ادا کیا ہے دینے کا حکم دے گا اور آئندہ سال میں پہلے ابتدا انہیں سے کی جائے گی کہ وارثان جنایت سے پہلے ان کو تہائی دیت جو انہوں نے ادا کی ہے ادا کر دی جائے گی پھر ماں کی مددگار برادری کے ذمہ سے باقی دیت باطل ہو جائے گی پھر باقی دو تہائی دیت دو سال میں بعد پہلے سال کے باپ کی مددگار برادری پر ادا کرنی واجب ہوگی اور وارثان جنایت نے جس قدر ماں کی مددگار برادری سے لیا ہے وہ واپس لیا جائے گا پھر پہلے سال میں ماں کی مددگار برادری کو ادا کر دینے کے بعد وارثان جنایت کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ باپ کی مددگار برادری سے کچھ وصول کریں اور مکاتب کے بیٹے کا بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے اور مسلمان کسی کافر کی طرف سے یا کافر کسی مسلمان کی طرف سے دیت ادا کرنے میں مددگار نہ ہوگا اور کفار باہم ایک دوسرے کی مددگار برادری ادا دیت میں ہوں گے اگر انہوں نے تعاقل اور ادا دے دیت کی مددگاری کا طریقہ اختیار کیا ہے اگرچہ اُن کی ملتیں مختلف ہوں یہ محیط میں ہے۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ اُس وقت ہے کہ باہم اُن میں عداوت ظاہر نہ ہو اور اگر عداوت ظاہر ہو جیسے یہود و نصاریٰ تو چاہئے کہ بعض کا بعض عاقلہ نہ ہوئے اور ایسا ہی امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر وے لوگ باہم دیت ادا کرنے کی مددگاری کا طریقہ نہ اختیار کرتے ہوں تو جنایت کرنے والے کے مال سے دیت واجب ہوگی اور اگر ان میں تعاقل کا طریقہ ہو لیکن جنایت کرنے والے کی کوئی مددگار برادری نہ ہو تو جنایت کرنے والے مال سے دیت واجب ہوگی اور بیت المال سے واجب نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔

☆ فصل

اگر خطا سے قتل کرنے والے کی کوئی مددگار برادری نہ ہو تو دیت اُس کے مال سے واجب ہوگی اور محض قتل عمد میں جب دیت واجب ہوئے تو قاتل کے مال سے واجب ہوگی خواہ قتل نفس ہو یا اس سے کم جرم ہو اور خطا کی صورت میں خواہ قتل نفس ہو یا اس سے کم ہو دونوں حالتوں میں عاقلہ پر واجب ہوگی اور شبہ عمد میں قتل نفس میں مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور نفس سے کم میں جنایت کرنے والے پر واجب ہوگی اگرچہ جرمانہ بقدر پوری دیت کے ہو جائے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر دیت کے بیسویں حصہ سے کم ہو تو عاقلہ اُس کو ادا نہ کرے گی اور بیسواں حصہ یا اس سے زیادہ کے عاقلہ متحمل ہوں گے یہ کافی میں ہے۔ اور جس قتل عمد میں شبہ واقع ہو جائے اُس میں جو کچھ واجب ہو یا جنایت سے صلح کرنے میں مال واجب ہو یا اپنی ذات پر خطا سے قتل کرنے کے اقرار کرنے سے واجب ہو یا ارش موضعہ سے کم واجب ہو یا غلام کی جنایت سے واجب ہو تو وہ عاقلہ پر واجب نہ ہوگا بلکہ جنایت کرنے والے کے مال میں واجب ہوگا اور غلام کی جنایت کا مال مولیٰ پر واجب ہوگا یہ محیط سرحسی میں ہے۔ اور مولیٰ کی مددگار برادری پر اُس کے غلام یا مدبر یا ام ولد کی جنایت کی دیت وغیرہ میں سے کچھ واجب نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور جنایت کرنے والے کے خود ہی اقرار سے جو لازم آئے اُس کے عاقلہ متحمل نہ ہوں گے الا اُس صورت میں کہ اس کے اقرار کی تصدیق کریں یہ ہدایہ میں ہے۔ اور حکومت عدل و قتل ہے جو ایسے آلہ سے واقع ہو جو قتل کے واسطے موضوع نہیں ہے ۱۲

سے جو واجب ہو پس اگر ارش موضعہ سے کم یا برابر ہو تو مددگار برادری اُس کی متحمل نہ ہوگی اور اگر اس سے زیادہ ہو تو ہمارے اصحاب سے کوئی روایت نہیں ہے اور متاخرین نے اُس میں اختلاف کیا ہے اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ مددگار برادری اُس کو اٹھائے گی اور جوڑ بند کے ارش بلا خلاف نہ اٹھائے گی یہ محیط میں ہے۔ اور جو دیت بنفس قتل واجب ہوئی قتل خطا میں یا شبہ عمد میں یا عمد میں جس میں شبہ واقع ہو گیا ہے تو جس پر واجب ہوئی اُس پر تین سال میں ادا کرنی واجب ہوگی کہ ہر سال میں ایک تہائی واجب ہوگی اسی طرح جس نے خطا سے قتل کرنے کا اقرار کیا اُس کے مال سے دیت تین سال میں واجب ہوگی اور اگر جنایت سے مال پر صلح کر لی تو وہ مال جنایت کرنے والے کے مال سے فی الحال واجب ہوگا الا اُس صورت میں کہ معیاد شرط کرنی تو موافق شرط کے میعاد پر واجب ہوگا اور امام قدوری نے فرمایا کہ جو جزو دیت مددگار برادری پر یا مال جنایت کنندہ میں سے واجب ہو اوہ جزو تین سال میں ادا کرنا واجب ہوگا چنانچہ اگر دس آدمیوں نے خطا سے ایک آدمی کو قتل کیا تو ہر ایک کی مددگار برادری پر دیت کا دسواں حصہ تین سال میں واجب ہوگا اسی طرح اگر انہوں نے عمد اُقتل کیا لیکن ان دس میں سے ایک آدمی مقتول کا باپ ہے تو بھی ہر واحد کے مال سے دسواں حصہ دیت تین سال میں واجب ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر فعل مجرمانہ کی وجہ سے تہائی دیت نفس واجب ہو یا اس سے کم واجب ہو تو ایک سال میں ادا کرنی واجب ہوگی اور تہائی سے زائد دو تہائی تک جس قدر ہو وہ دوسرے سال میں اور دو تہائی سے زائد جس قدر پوری دیت تک ہو وہ تیسرے سال میں واجب ہوگی کذا فی الہدایہ۔

سفر ہول باب ☆

متفرقات کے بیان میں

نوادر ہشام میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص قتل کیا گیا اور دوسرے شخص نے آ کر دعویٰ کیا کہ یہ میرا غلام تھا اور گواہ قائم کئے اور گواہوں نے گواہی دی کہ یہ شخص مقتول اس مدعی کا غلام تھا پھر مدعی نے اُس کو آزاد کر دیا اور وہ روز قتل کے آزاد تھا پس اگر مقتول کے وارث ہوں تو قتل عمد کی صورت میں اُس کے وارثوں کے واسطے قصاص کا حکم دیا جائے گا اور قتل خطا کی صورت میں دیت کا حکم ہوگا اور اگر اُس کا کوئی وارث نہ ہو تو مولیٰ کو عمد و خطا دونوں صورتوں میں اُس کی قیمت ملے گی یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص عمدًا مجروح کیا گیا پھر مجروح نے اپنے اوپر گواہ کر دیئے کہ مجھے فلاں شخص نے مجروح نہیں کیا ہے پھر مجروح اس زخم سے مر گیا پس آیا ایسا اشہاد صحیح ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اس میں دو صورتیں ہیں یا تو فلاں شخص کا مجروح کرنا لوگوں اور قاضی کو معلوم ہے یا نہیں معلوم ہے پس اگر معلوم ہو تو اس طرح گواہ کر لینا صحیح نہیں ہے اور اگر فلاں کا مجروح کرنا قاضی اور لوگوں کے نزدیک معلوم و معروف نہ ہو تو ایسا اشہاد صحیح ہوگا پھر اگر بعد اُس کے وارث نے فلاں شخص کے مقابلہ میں اُس کے مجروح کرنے کے گواہ قائم کئے تو مقبول نہ ہوں گے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص مجروح کیا گیا اور اُس نے کہا کہ مجھے زید نے قتل کیا ہے پھر مر گیا پھر اُس کے وارث نے زید کے سوائے دوسرے شخص پر قتل کو لانے کے گواہ قائم کئے کہ اس نے قتل کیا ہے تو ایسے گواہ قبول نہ ہوں گے ایک شخص مجروح کیا گیا پس کہا کہ مجھے فلاں شخص نے مجروح کیا ہے۔ پھر مر گیا پھر اُس کے بیٹے نے گواہ قائم کئے کہ مقتول کے اس دوسرے بیٹے نے اُس کو خطا سے مجروح کیا ہے تو گواہ مقبول ہوں گے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اور اگر دو سوار باہم ٹکرا گئے اور ہر ایک کے صدمہ سے دوسرا مر گیا پس اگر خطا

۱۔ مثلاً تہائی دیت سے ایک ہزار درہم زائد ہیں تو تہائی دیت سال اول میں اور باقی سال دوم میں ہے ۱۲۔ گواہ کر لینا یعنی اس قسم کی گواہی قائم کر لینا جیسا کہ مذکور ہو ۱۳۔

سے واقع ہوا پس اگر دونوں آزاد ہوں تو ان میں سے ہر ایک کی مددگار برادری پر دوسرے کی دیت واجب ہوگی اور یہ استحسان ہے اور اگر دونوں غلام ہوں تو ہر ایک کے مولیٰ کے واسطے دوسرے کے مولیٰ پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر ایک آزاد اور دوسرا غلام ہو تو مقتول آزاد کی مددگار برادری پر غلام کی قیمت واجب ہوگی پس اُس کو وارثان آزاد لے لیں گے اور آزاد مقتول کی دیت جس قدر اس قیمت کی بہ نسبت زائد باقی رہے وہ باطل ہو جائے گی۔ اور اگر یہ فعل عمدہ واقع ہوا پس اگر دونوں آزاد ہوں تو ہر ایک کی مددگار برادری پر نصف دیت واجب ہوگی اور اگر دونوں غلام ہوں تو جنایت ہدر ہو جائے گی اور اگر ایک آزاد اور دوسرا غلام ہو تو آزاد کی مددگار برادری پر غلام کی نصف قیمت واجب ہوگی اور آزاد کی نصف دیت غلام کے رقبہ گردن پر واجب ہوگی پھر چونکہ غلام مر گیا اس واسطے یہ حق جاتا رہا مگر اپنے نصف کا بدل چھوڑ گیا ہے یعنی نصف قیمت جو آزاد کی مددگار برادری پر واجب ہے پس آزاد کا وارث آزاد کی مددگار برادری سے آزاد کی نصف دیت میں سے بقدر نصف قیمت غلام کے لے لے گا اور باقی اُس کا حق باطل ہو جائے گا اسی طرح اگر دونوں پیدل ہوں اور ٹکرا کر صدمہ کھا کر مر گئے تو بھی ایسے ہی تفصیل سے حکم ہے یہ محیط میں ہے۔

ایک آزاد کے پاس تلوار ہے اور ایک غلام کے پاس عصا ہے اور دونوں ملانی ہوئے ☆

ایک سوار چلا جاتا ہے اُس کے پیچھے سے ایک سوار آیا اور اُس سے ٹکرایا اور ٹکرانے والا صدمہ کھا کر مر گیا تو جو سوار چلا جا رہا ہے اُس پر کچھ ضمان واجب نہ ہوگی اور اگر سوار جو چلا جاتا تھا اس صدمہ سے مر گیا جو شخص پیچھے سے آیا اور ٹکرایا ہے اُس پر ضمان واجب ہوگی اور یہی حکم دو کشتیوں میں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک سوار کھڑا ہے اور دوسرا رواں ہے اور دونوں ٹکرانے یا ایک شخص پیدل جاتا ہے اور دوسرا کھڑا ہے اور دونوں ٹکرانے تو سوار رواں پر پیدل جاتے ہوئے پر کفارہ واجب ہوگا اور سوار یا پیادہ جو کھڑا ہے اُس پر کفارہ نہ ہوگا اور باہم وارث ہوں گے اگر استحقاق میراث ہو یہ محیط سرخی میں ہے۔ اور اگر دو کشتیاں ٹکرائیں پس اگر سوار یا ملاح کے فعل سے ہو تو وہی ضامن ہوگا اور نفوس کا ضامن نہ ہوگا اور مال کا ملاح ضامن ہوگا یہ خزائنہ المفتین میں ہے۔ اور اگر دو شخص ایک رسی کو کھینچتے تھے پس رسی ٹوٹی اور دونوں گر کر مر گئے تو فرمایا کہ اگر ہر ایک چت گرا ہے تو ہر ایک کا خون ہدر ہوگا اور اگر دونوں منہ کے بل گر کر مرے ہیں تو ہر ایک کی مددگار برادری پر دوسرے کی دیت واجب ہوگی اور اگر ایک چت گرا اور دوسرا منہ کے بل گرا ہے تو چت کرنے والے کا خون ہدر ہوگا اور منہ کے بل کرنے والے کی دیت چت کرنے والے کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اگر کسی اجنبی نے آ کر رسی کو کاٹ دیا یہاں تک کہ دونوں گر کر مر گئے تو اجنبی کی مددگار برادری پر دونوں میں سے ہر ایک کی دیت واجب ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ ابن سماعہ نے امام محمد سے روایت کی ہے کہ ایک آزاد کے پاس تلوار ہے اور ایک غلام کے پاس عصا ہے دونوں ملانی ہوئے اور ہر ایک نے دوسرے کو مارا یہاں تک کہ دونوں مارے گئے اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ پہلے چوٹ کس نے ماری ہے تو وارثان آزاد پر مولائے غلام پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر غلام کے ہاتھ میں تلوار آزاد کے ہاتھ میں عصا ہو تو آزاد کی مددگار برادری پر غلام کی نصف قیمت واجب ہوگی اور وارثان آزاد کے واسطے مولائے غلام پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر دونوں کے ہاتھ میں لاشی ہو اور ہر ایک نے دوسرے کو لاشی مار کر موضیہ زخم شجہ پہنچایا پھر دونوں مر گئے اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ کس نے پہلے چوٹ لگائی ہے تو آزاد کی مددگار برادری غلام صحیح سالم کی نصف قیمت اُس کے مولیٰ کو دے دے گی پھر مولیٰ سے کہا جائے گا کہ اس قیمت میں سے ارش شجہ وارثان آزاد کو دے دے اور یہ استحسان ہے یہ محیط میں ہے۔ زید نے عمرو کا ہاتھ پکڑا پس عمرو نے اپنا ہاتھ کھینچا اور اس کا ہاتھ اکھڑ گیا پس اگر زید نے اُس کا ہاتھ مصافحہ کے واسطے پکڑا تھا تو زید پر ہاتھ کا کچھ ارش واجب نہ ہوگا اور اگر زید نے اُس کا ہاتھ دبایا اور

یعنی اس کا عوض کچھ نہ ہوگا بلکہ وہ رایگان و مفت ترادری جائے گی ۱۲

اُس نے اذیت پا کر ہاتھ کھینچا اور اُس کو یہ صدمہ پہنچا تو زید اُس کے ہاتھ کے ارش کا ضامن ہو گا یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کا ہاتھ پکڑا اور عمرو نے اپنا ہاتھ کھینچا اور جھٹکے سے گر کر مر گیا تو میں دیکھوں گا کہ اگر زید نے مصافحہ کے واسطے پکڑا ہو تو اُس پر کچھ واجب نہ ہو گا اور اگر پکڑ کر دبایا تھا کہ عمرو نے اذیت پا کر ہاتھ کھینچا تو زید اُس کی دیت کا ضامن ہو گا اور اگر اس صورت میں زید کا ہاتھ ٹوٹ جائے تو عمرو ضامن نہ ہو گا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر زید نے عمرو کو پکڑا یہاں تک کہ بکرنے اُس کو قتل کر ڈالا تو جو قاتل ہے وہ قصاص میں قتل کیا جائے گا اور زید برابر قید رکھا جائے گا اور اُس کو عذاب دیا جائے گا یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کو پکڑ لیا یہاں تک کہ بکرنے آ کر اُس کے درم لے لئے تو ہمارے نزدیک درموں کا ضامن بکر ہو گا اور زید ضامن نہ ہو گا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص دوسرے کے کپڑے پر بیٹھ گیا اور جان بوجھ کر نہیں بیٹھا ہے پھر کپڑے والا اٹھا اور کپڑا دبا ہوا بیٹھنے والے کے نیچے دبنے سے پھٹ گیا تو وہ آدھے کپڑے کا ضامن ہو گا یہ خزائنہ المفتین میں ہے۔

زید عمرو کے پاس گیا اور اُس نے زید کو ایک مسند پر بیٹھنے کی اجازت دی پس زید اُس پر بیٹھ گیا اور اُس کو پہلو میں ایک تیل بھری شیشی رکھی تھی زید کو معلوم نہ تھا پس وہ ٹوٹ گئی اور حیل بہہ گیا تو زید اُس تیل کا اور جس قدر مسند پھٹی اور خراب ہوئی ہے اُس کا ضامن ہو گا اور اگر قارورہ کسی چادر کے نیچے ڈھنکا ہوا ہو اور عمرو نے زید کو اس چادر پر بیٹھنے کی اجازت دی تو زید پر ضمان نہ ہو گی اور اگر زید کو ایک چھت پر بیٹھنے کی اجازت دی اور وہ چھت زید کو لے کر گری اور عمرو کا کوئی مملوک دب گیا تو زید ضامن ہو گا اور فقیہ ابو الیث نے فرمایا کہ ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ مثل چادر کی صورت کے مسند پر بیٹھنے میں بھی ضمان واجب نہ ہو گی اور کہا کہ یہی اقرب الی القیاس ہے اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہ ذخیرہ میں ہے۔

اجازت قدوری میں لکھا ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک قوم کو اپنے گھر میں بلایا پس وہ لوگ اُس کے فرش بچھے ہوئے پر چلے یا اس کی مسند پر بیٹھے اور وہ پھٹ گئی تو ضامن نہ ہوں گے اور اگر انہوں نے کوئی برتن یا ایسا کپڑا جو بچھایا نہیں جاتا ہے روند کر پھاڑ ڈالا یا رڈالا تو ضامن ہوں گے اور اگر اُس کا کوئی برتن ہاتھوں ہاتھ ایک دوسرے کو اٹھا دیا اور وہ ٹوٹ گیا تو ضامن نہ ہوں گے اور اگر کوئی شخص تلوار باندھے ہو اور تلوار سے بچھونا پھٹ گیا تو وہ ضامن نہ ہو گا یہ محیط میں ہے۔ متفرقات میں فقیہ ابو جعفر نے لکھا ہے کہ ایک آدمی سرے کے یہاں مہمان گیا اور میزبان نے اُس کو مسند پر بیٹھنے کی اجازت دی اور بچھونے کے نیچے میزبان کا ایک لڑکا چھوٹا تھا کہ وہ مہمان کے بیٹھنے سے دب کر مر گیا تو مہمان بیٹھنے والے پر اُس کی دیت واجب ہو گی اور اگر بچھونے کے نیچے مالک مکان کا کوئی مملوک بالغ ہو تو ضامن نہ ہو گا اسی طرح اگر بچھونے کے نیچے غیر شخص کا شیشہ کا برتن وہ تو اس میں بھی مثل مالک کے لڑکے کے حکم ہے یہ خبرہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک سوتے ہوئی آدمی کی فصد کھول دی پس خون یہاں تک بہا کہ وہ مر گیا تو اُس پر قصاص واجب ہو گا غیہ میں ہے۔ منقہ میں ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میں نے فلاں شخص کو قتل کیا ہے اور یہ بیان نہ کیا کہ عدا یا خطا کس طرح قتل کیا ہے تو فرمایا کہ میں استحساناً یہ حکم دیتا ہوں کہ اُس کی دیت اقرار کرنے والے کے مال میں سے واجب ہو گی یہ ذخیرہ میں ہے۔

فتاویٰ میں خلف سے روایت ہے کہ میں نے اسد بن عمرو سے پوچھا کہ ایک شخص نے دوسرے کو اپنے ہاتھ یا پاؤں سے مارا تو وہ مر گیا تو فرمایا کہ یہ شبہ عمدہ ہے اور حسن بن زیاد نے بھی یوں ہی فرمایا ہے جب کہ اُس نے مارنے میں اسرار و سختی کی ہو اور وہ مر گیا

قارورہ شیشی کو کہتے ہیں جس میں روغن وغیرہ رکھتے ہیں ۱۲ مترجم کہتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ لڑکا مملوک اور مال صاحب دار کا نہیں ہے حتیٰ کہ جائے جب کہ وہ اُس کی اجازت سے تلف ہوا ہے تو اُس کا مال اُس کی اجازت سے تلف ہوا بلکہ وہ اپنے احکام میں مستقل ہے جیسا کہ شیشہ کی صورت ہے اور اس تقریر سے ظاہر ہوا کہ مملوک کی صورت میں ضمان نہیں ہے ۱۲

تو یہی حکم ہے اور اگر اُس کو زجر کے طور پر مارا کہ ایسی مار سے مرجانے کا خوف نہیں ہوتا ہے اور باوجود اس کے وہ مر گیا تو یہ خطا ہے اور فقہ ابو اللیث الکبیر نے فرمایا کہ میرے نزدیک اسد کا قول پسندیدہ ہے یہ محیط میں ہے۔ منقہی میں امام محمد سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو تلوار مارنے کا قصد کیا اور دوسرے نے تلوار پکڑ لی پس اُس نے تلوار دوسرے کے ہاتھ سے کھینچی پس تلوار سے اُس کی انگلیاں کاٹ گئی تو فرمایا کہ اگر جوڑوں پر سے نہ کٹی ہوں تو تلوار گھسیٹنے والے پر دیت واجب (۱) ہوگی اور اگر جوڑوں پر سے کٹ گئی ہوں تو اُس پر قصاص واجب ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ زید نے عمرو کا غلام عہد اُقتل کیا پس عمرو نے کہا کہ میں نے اپنے غلام سے تجھے بری کیا اتو زید اُس کی قیمت سے بری نہ ہوگا بلکہ زید پر اُس کی قیمت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے اگر زید نے اپنے دانت میں کسی قسم کے درد پیدا ہو جانے کی وجہ سے عمرو کو اُس کے اُکھاڑنے کا حکم دیا اور عمرو کو معین طور پر بتلا دیا کہ یہ دانت اُکھاڑے اور عمرو نے اس کے سوائے دوسرے دانت اُکھاڑا پھر دونوں نے اختلاف کیا تو زید کا قول قبول ہوگا مگر قسم کے ساتھ پس جب زید قسم کھا جائے کہ میں نے اُکھاڑے ہوئے دانت کے اُکھاڑنے کا نہیں بلکہ دوسرے دانت کے اُکھاڑنے کا حکم دیا تھا تو عمرو کے مال سے اُس کی دیت واجب ہوگی اس واسطے کہ عمرو نے عہد ایسا کیا ہے مگر قصاص اس وجہ سے ساقط ہوا کہ شبہ پیدا ہو گیا ہے یہ قیہ میں ہے۔ اگر کسی نے اپنے مکاتب پر جنایت کی تو جنایت کرنے والے کے مال پر دیت واجب ہوگی خواہ جنایت تلف نفس ہو یا اس سے کم ہو اور اگر غیر کے مکاتب پر جنایت کی پس اگر تلف نفس ہو تو جنایت کرنے والے کی مددگار برادری ہوگی اور اگر تلف نفس سے کم ہو تو جنایت کرنے والے کے مال پر واجب ہوگی جیسا کہ قن یعنی محض ملوک کی صورت میں ہے یہ محیط میں ہے۔

دو آدمیوں نے ایک شخص کا دانت خطا سے اُکھاڑ ڈالا تو دیت دونوں کے مال پر واجب ہوگی اس واسطے کہ جس قدر ہر ایک پر واجب ہوتا ہے وہ ارشاد موضعہ سے کم ہے یہ قیہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کے مکاتب پر کوئی جنایت کی پھر مکاتب مال کتابت ادا کر کے آزاد ہو گیا تو زخم مذکور اگر سرایت کر کے مکاتب کو ہلاک کر لے تو سرایت بدر نہ ہوگی مگر جنایت کرنے والے پر مکاتب کی قیمت واجب نہ ہوگی نہ دیت اگر چہ وہ آزاد ہو کر مرا ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے گھر میں آگ جلائی پھر اُس سے پڑوسی کا گھر جل گیا پس اگر اس طرح جلائی جیسے جلائی جاتی ہے تو ضامن نہ ہوگا۔ ایسا ہی شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ مطلقاً ضامن نہ ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

فتاویٰ اہل سرقد میں لکھا ہے کہ اگر اپنے تنور میں اس قدر لکڑیاں ڈال دیں کہ تنور ان کو برداشت نہیں کر سکتا ہے پس اُس کا خود گھر جل گیا اور آگ نے متعدی ہو کر غیروں کے گھر جلائے تو ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے پسر کو حکم دیا کہ میری زمین میں آگ جلائے اُس نے ایسا ہی کیا اور آگ اُس کے پڑوسی کی زمین کی طرف متعدی ہوئی اور کسی چیز کو جلا کر تلف کیا تو باپ ضامن ہوگا اس واسطے کہ حکم صحیح ہوا پس لڑکے کا فعل باپ کی طرف منتقل ہوا پس ایسا ہو گیا کہ گویا باپ نے خود ایسا کیا ہے یہ قیہ میں ہے۔

منقہی میں فرمایا کہ زید مدعی کے واسطے دو گواہوں نے عمرو پر یہ گواہی دی کہ عمرو نے اس مدعی کا فلاں بیٹا قتل کیا ہے اور دوسرے گواہوں نے بھی زید کے واسطے عمرو پر یہ گواہی دی کہ اس نے زید کا فلاں بیٹا ایک دوسرے بیٹے کا نام لیا سوائے اس کے جس

یعنی عمرو اس کلام سے قیمت سے بھی بری کرنے والا نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ قصاص سے بریت ہے ۱۲ منہ ۲ جرمانہ و عوض ایسے زخم کے جس سے ہڈی ٹل جاتی ہے ۱۲ (۱) یعنی انگلیوں کا ارشاد ۱۲

کی بابت پہلے گواہوں نے گواہی دی ہے قتل کیا ہے پس پہلے گواہوں کی عدالت ثابت ہوئی اور دوسرے گواہوں کی ثابت نہ ہوئی پس عمرو اس مدعی یعنی زید کو دیا گیا کہ اس کو قصاص میں قتل کرے پس زید نے کہا کہ میں تجھ کو اپنے اُس بیٹے کے عوض قتل کرتا ہوں جس کے قتل کے گواہوں کی عدالت ثابت نہیں ہوئی اور جس کے گواہوں کی عدالت ثابت ہوئی ہے اُس کے عوض قتل نہیں کرتا ہوں پھر اُس کو قتل کیا تو اُس پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر کہا کہ تو نے میرے اُس بیٹے کو نہیں قتل کیا ہے جس کے مقدمہ کے گواہوں کی عدالت ثابت ہوئی ہے کہ بلکہ تو نے میرے دوسرے بیٹے کو قتل کیا ہے پھر اُس کو نقصان میں قتل کر ڈالا تو استحساناً اُس پر دیت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور کنز الروس میں ہے کہ اگر کسی شخص نے گھر کے دروازہ سے جھانکا پس مالک مکان نے اُس کی آنکھ پھوڑ دی تو ضامن نہ ہوگا بشرطیکہ اُس کا دفع کرنا بدون آنکھ پھوڑنے کے ممکن نہ ہو اور اگر بدون اس کے ممکن ہو تو ضامن ہوگا اور اگر اُس اجنبی نے اپنا سر اندر کیا اور مالک مکان نے کچھ پھینک مارا اور اُس کی آنکھ پھوٹ گئی تو بالا جماع ضامن نہ ہوگا یہ قیہ میں ہے۔ اور منشی میں بروایت حسن بن مالک از امام ابو یوسفؒ از امام ابو حنیفہؒ مذکور ہے کہ ایک شخص کی اولاد دو بیٹے ہیں ان میں سے ایک نے ایک شخص پر دعویٰ کیا کہ اس نے میرے باپ کو فلاں سنہ میں بقر عید کے روز مکہ میں قتل کیا ہے اور دوسرے نے اسی شخص پر یا دوسرے شخص پر دعویٰ کیا کہ میں نے میرے باپ کو اسی روز جو اؤل مدعی نے دعویٰ کیا ہے کہ کوفہ میں قتل کیا ہے اور دونوں نے اپنے اپنے گواہ قائم کئے تو ہر ایک کے واسطے نصف دیت کا حکم ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر چار آدمیوں نے ایک شخص کو گھونے مارے اور اُن کے مارنے سے اُس شخص کا دانت گر گیا اور دوسرا دانت ٹوٹ گیا پس اگر یہ معلوم ہوا کہ آخر چوٹ مارنے والا کون ہے تو اُسی پر دیت واجب ہوگی ورنہ ان پر کچھ واجب نہ ہوگا یہ قیہ میں ہے۔

اگر ایک کپڑا اہل دے کر اس سے ایک شخص کے سر میں مارا اور موضع زخم پہنچایا تو قصاص واجب ہوگا ☆

منشی میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ زید کی باندی نے عمرو کے پسر کو عہد اُقتل کیا پس زید نے وہ باندی عمرو کو دے دی پس عمرو نے اس سے وطی کی اور اُس سے بچہ پیدا ہوا پس زید نے کہا کہ میں نے تجھ کو وہ باندی اس واسطے دی تھی کہ تو اُس کو قتل کر دے اور عمرو نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے مجھ سے اس باندی پر خون سے صلح کر لی ہے تو عمرو اُس باندی کو مع اُس کے عقر کے واپس کر دے گا اور بے غلام ہوگا اور عمرو کو اُس باندی کی طرف کوئی راہ^(۱) نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔

سبب میں قصاص ہونا اور مسبب میں نہ ہونا ☆

اگر ایک کپڑا اہل دے کر اس سے ایک شخص کے سر میں مارا اور موضع زخم پہنچایا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر اس سے وہ مر گیا قصاص واجب نہ ہوگا اور یہ اُس صورت کی مثال ہے کہ سبب میں قصاص ہے اور مسبب میں نہیں ہے۔ اور اُس کے برعکس یعنی جس کے سبب میں قصاص نہیں ہے اور مسبب میں قصاص ہے اُس کی مثال یہ ہے کہ دھار دار چیز سے شکستہ کر دیا تو قصاص واجب نہ ہوگا اور اگر اس سے وہ مر گیا تو قصاص واجب ہوگا اور جس میں سبب و مسبب دونوں میں قصاص واجب ہوتا ہے اُس کی مثال یہ ہے کہ دھار دار چیز سے کسی کو موضع زخم پہنچایا تو قصاص واجب^(۲) ہوگا اور اگر وہ اس زخم سے مر گیا تو بھی قصاص واجب ہوگا اور اس کے برعکس سبب و مسبب دونوں میں قصاص واجب نہیں ہوتا ہے اس کی مثال یہ ہے کہ بڑی لکڑی سے کسی کو زخم پہنچایا تو قصاص نہیں ہے اور

وہ مال جو بعض وطی شہرہ کے واجب الادا ہوتا ہے ۱۲

یعنی نہ قتل کر سکتا ہے اور نہ لے سکتا ہے ۱۲ (۲) یعنی موضع زخم پہنچایا جائے گا ۱۲

اگر وہ اس سے مر گیا تو بھی قصاص نہیں ہے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے ایک نابالغ عاقل نے دوسرے کی بکریوں پر کتا لکار دیا کہ وہ بکریاں متنفر ہو کر بھاگ گئیں اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ کہاں گئیں تو وہ ضامن نہ ہوگا یہ قدیہ میں ہے۔ دو شخصوں نے ایک درخت کھینچا پس وہ ان دونوں پر گر پڑا اور دونوں مر گئے تو ہر ایک کی مددگار برادری پر دوسرے کی نصف دیت واجب ہوگی اور اگر ایک ہی مرے تو دوسرے کی مددگار برادری پر اس کی نصف دیت واجب ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص کا چوپایہ دوسرے کی کھیتی میں گھس گیا کہ اس کو تباہ کرتا ہے پس اگر یہ شخص اس کو نکالنے جاتا ہے تو اس سے بھی کھیتی خراب ہوتی ہے لیکن بہ نسبت چوپایہ مذکور کے خراب کرنے کے کم خراب ہوتی ہے تو اس پر واجب ہے کہ گھس کر اس کو نکال دے اور جو کچھ نقصان ہوا اس کا ضامن ہوگا اور اگر غیر چوپایہ ہو تو اس پر نکالنا واجب نہ ہوگا لیکن اگر نکال دیا اور وہ چوپایہ تلف ہو گیا ہو تو ضامن نہ ہوگا۔ ایک شخص نے اپنے گدھے کو دیکھا کہ دوسرے کے گیسوں کھاتا ہے پس اس کو منع نہ کیا یہاں تک کہ اس نے کھالے تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ ضامن ہوگا یہ قدیہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے غلام کو بدون اجازت اس کے مالک کے اپنے کام کے واسطے بھیج دیا پھر غلام نے لڑکوں کو کھیلتے دیکھا پس ان کے پاس چلا گیا اور ایک کو ٹھری کی چھت پر چڑھا اور وہاں سے گر پڑا تو بھیجنے والے پر ضمان واجب کی اس واسطے کہ وہ غلام کو اپنے کام میں لگانے کی وجہ سے غاصب ہو گیا یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کے اثین میں صدمہ ضرب پہنچایا پس ایک خسیہ یا دونوں پھول گئے تو اس میں حکومت عدل واجب ہے یہ قدیہ میں ہے۔ جامع اصغر میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کا مربوط غصب کر کے اس میں اپنے چوپایہ باندھے پس ان کو مالک مربوط نے نکال دیا تو ضامن ہوگا اور عیو میں لکھا ہے کہ امام ابوحنفیہؒ نے فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے کے گدھے یا خچر کو اس کا ہاتھ کاٹ کر یا ذبح کر کے تلف کر دیا تو مالک اختیار ہے چاہے یہ ناقص جانور اس کو دے کر اس سے تاوان لے یا اس کو اپنے پاس رکھے اور کچھ تاوان نہیں لے سکتا ہے اور اسی فتویٰ ہے یہ فصول عماد یہ میں ہے۔

اضافہ جدیدہ

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کتاب الجنایات کی نسبت چند صفحات میں اُن چیزوں کا اضافہ کر دیا جائے جو اگرچہ اس میں بکھری ہوئی ہیں لیکن اگر اُن کو یکجا کر دیا جائے تو کافی مفید مطلب ہو سکتی ہیں۔

☆ خلاصۃ الکتاب

گزشتہ صفحات میں جنایات کے احکام مذکور ہیں۔ احکام جنایت نفوس کی حفاظت کے لئے ہیں اور مال حفاظت جان کا ذریعہ ہے اس لئے وسیلہ کو مقدم کیا گیا ہے جنایات جنایت کی جمع ہے جو دراصل مصدر ہے اور اسم مفعول کے معنی میں مستعمل ہے لغت میں جنایت کہتے ہیں ہر برا کام کرنے کو اور شرعاً جنایت اس فعل حرام کو کہتے ہیں جس کا اثر جان یا مال پر پڑے (یعنی کتاب الجنایات میں جنایت سے مراد یہی ہے) اور نہ جنایات حج آدمی کے نفس سے متعلق نہیں ہیں اس کے باوجود بھی ان کو جنایات کہا جاتا ہے۔ مجمع الانہر ص: ۵۸۸ ج ۵ پر وجہ مناسبت پر تفصیلی گفتگو ہے۔

☆ قتل عمد کی بابت تفصیل مزید

قتل عمد میں کفارہ کے متعلق

- (۱) قتل عمد میں کفارہ واجب ہے یا نہیں؟ تو امام شافعیؒ کے نزدیک کفارہ واجب ہے اور ہمارے نزدیک واجب نہیں ہے امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ جب قتل خطا میں کفارہ واجب ہے تو قتل عمد میں بدرجہ اولیٰ کفارہ واجب ہونا چاہئے۔
 - (۲) ہماری دلیل (۱) قتل عمد گناہ کبیرہ ہے اور بہت سخت ہے اور کفارہ میں عبارت کے معنی ہیں تو وہ کفارہ جو عبادت ہے اس کا سبب ایسا کبیرہ گناہ کیسے بنے گا کفارہ اپنی رائے سے واجب نہیں ہوتا بلکہ شریعت کے متعین کرنے سے واجب ہوتا ہے اور شریعت نے کفارہ کو اس گناہ کو دور کرنے کے لئے متعین کیا ہے جو قتل خطا میں ہے اور یہ گناہ ہلکا ہے تو اپنی قیاسی تک بندیوں سے کفارہ کو اس گناہ کو دور کرنے کے لئے متعین نہیں کیا جاسکتا جو قتل عمد میں ہے اور یہ گناہ بہت بھاری ہے۔
- قتل عمد کا حکم یہ ہے کہ قاتل کو میراث نہیں ملے گی کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ قاتل کو میراث نہیں ملے گی یعنی قتل مانع ارث ہے۔

قتل خطا کی تعریف اور اقسام و احکام

قتل خطا کا موجب کفارہ اور دیت ہے اور دیت عاقلہ پر ہوگی اور اس کی ادائیگی تین سال میں ہوگی جس کی دلیل فتاویٰ عالمگیری میں قبل ازیں گذر چکی۔

اور خطا کی دو قسمیں ہیں ایک ارادہ کی خطا اور دوسرے فعل کی خطا اول کی مثال جیسے مار رہا تھا ہرن کو مگر وہ آدمی نکلیا مار رہا تھا حربی کو وہ مسلمان نکلیا یہ ارادہ کی خطا ہے۔

ثانی کی مثال جیسے کسی نشانہ پر تیر مارا مگر وہاں نہیں لگا بلکہ کسی آدمی کو لگ گیا یہ فعل کی خطا ہے بہر حال حکم دونوں کا ایک ہے کہ کفارہ اور دیت واجب ہے۔

عورت کے بدلہ مرد کو قصاص میں قتل کیا جائے گا

جب مساوات کا مدار اسلام اور دارالاسلام پر رکھا ہے تو جب یہ مدار پایا جائے وہیں قصاص لیا جائے گا خواہ مرد نے عورت کو قتل کیا ہو یا اس کے برعکس اور خواہ بالغ نے بچہ کو قتل کیا ہے اور خواہ تندرست آدمی نے اندھے اور اپاہج کو قتل کیا ہو اور خواہ سالم الاعضاء نے ناقص الاعضاء کو قتل کیا ہو اور خواہ سالم الدماغ نے مجنون کو قتل کیا ہو کیونکہ نصوص میں عموم ہے اور اگر عصمت کے علاوہ دیگر چیزوں میں مساوات کا اعتبار کیا جائے تو پھر تو قصاص کا دروازہ ہی بند ہو جائے گا اور جب قصاص نہیں لیا جائے گا تو پھر آپس میں جنگ و جدال اور قتل کا دروازہ کھلے گا اور آپس میں ایک دوسرے کو ہلاک کرے گا۔ (اشرف الہدایہ)

حرفِ اعترار

اس کے ماسوا بھی ہمیں کئی چیزیں تحریر کرنے کی تحریک ہے لیکن خوفِ طوالت آڑے آ رہا ہے اور ویسے بھی مقصد فقط یہ ہے کہ مذکورہ بالا مسائل کی نسبت تفہیم آسان ہو جائے ورنہ ہمیں احساس ہے کہ ابھی کافی مواد قابل تشریح ہے۔

کتاب الوصایا

اس میں دس ابواب ہیں

باب اول ☆

وصیت کی تفسیر و شروط و حکم کے بیان میں جس کے واسطے وصیت جائز ہے اور جس کے واسطے ناجائز ہے اور جو امر وصیت سے رجوع کرنا نہیں ہوتا ہے اُس کے بیان میں

قال المترجم ☆

الا یصاء وصیت کرنا وصیت معروف ہے موصی بہ جس چیز کی وصیت کی ہے۔ موصی وصیت کرنے والا اور جس کے حق میں وصیت کی ہو اُس کو موصی کہتے ہیں اور موصی وہ ہوتا ہے جو میت کے قائم مقام اُس کا خلیفہ ہو۔ قال فی الکتاب شرع میں ایصاء ایسی تملیک کو کہتے ہیں جو مرنے کے بعد کی طرف مضاف ہو اور مراد اس سے تملیک بطریق تبرع ہے یعنی بطور احسان کر مرنے کے بعد مالک کر دینا اور جس چیز کا مالک کرتا ہے خواہ وہ عین ہو یا منفعت ہو کذا فی التہمین اور رکن اس کا یہ قول ہے کہ اوصیت بکذا الفلان و اوصیت لی فلانی غنی یوں کہنا کہ میں نے اس چیز کو فلاں شخص کے واسطے وصیت کی یا فلاں شخص کے لیے اس چیز کی وصیت کی یہ محیط سرخی میں ہے۔ اور وصیت (۱) مستحب ایسی صورت میں ہے کہ جب اس پر اللہ تعالیٰ کا کوئی حق واجب نہ ہو اور اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی حق واجب ہو جیسے زکوٰۃ و روزے رمضان کے (۲) اور حج و نماز فریضہ جن کو اُس نے ترک کیا ہے تو ایسی حالت میں وصیت واجب ہوگی یہ تبہین میں ہے۔ اور وصیت میں موصی نہ کا صریحاً یا دلالتاً قبول کرنا شرط ہے اور دلالتاً قبول کرنے کی یہ صورت ہے کہ موصی نہ صریحاً قبول کر لے یا رد کرنے سے پہلے مر جائے تو اُس کا مرنا وصیت کا قبول کرنا ہے پس اُس کے وارث اس وصیت سے میراث پائیں گے یہ وجہ کروری میں ہے۔ واضح ہو کہ قبول ہو کہ قبول وصیت موصی کے مرنے کے بعد ہی ہوتا ہے پس اگر موصی کی زندگی میں اُس نے وصیت قبول کی یا رد کی تو یہ باطل ہے اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے حتیٰ کہ موصی کے مرنے کے بعد اُس کو قبول کر لینے کا اختیار ہوگا یہ سراجیہ میں ہے۔ بفعل قبول کرنا جیسے وصیت نافذ کرنا وارثوں کے واسطے کوئی چیز خریدنا یا ادائے قرضہ کرنا مثل بقول قبول کرنے کے ہے یہ محیط سرخی میں ہے اور شرط وصیت یہ ہے کہ موصی تملیک یعنی مالک کر دینے کی اہلیت رکھتا ہو اور موصی نہ تملک یعنی مالک ہو جانے کی اہلیت رکھتا ہو اور بعد موصی کے موصی بہ ایسا مال ہو جس کو قابل تملیک ہے۔ اور حکم وصیت یہ ہے کہ موصی نہ موصی بہ کا مثل ہیہ کے بملک جدید مالک ہو جاتا ہے یہ کفاری میں ہے۔ اور یہ مستحب ہے کہ آدمی اپنے مال سے اگر وصیت کرے تو تہائی سے کم کی وصیت کرے خواہ اُس کے وارث غنی

مترجم کہتا ہے کہ یہ بنا بر تغلیب و کثرت کے ہے ۱۲ ۲ مترجم کہتا ہے کہ وصیت مستحب میں اگر ایسی شے کے ساتھ وصیت نہ کی جو محفوظ رہے تو وہ مجھ کو محبوب تر ہے لیکن وصیت یعنی کسی کو قرض ٹھہرانا ہر حال میں مستحب ہے ۱۲ ۳ مترجم کہتا ہے کہ یہ قید رفع تو ہم کے واسطے زیادہ کی ہے ظاہر عبارت سے پیدا ہوتا ہے یعنی وصیت تہائی مال سے کم کے ساتھ مستحب ہے حالانکہ ایسا نہیں ہو سکتا ہے من نے بیان کئے وہی معنی مراد ہیں ۱۲

(۱) پس دینے کی وصیت کرے ۱۲ (۲) کفارہ دینے کی وصیت کرے ۱۲

ہوں یا فقیر ہوں یہ ہدایہ میں ہے اور جس کے پاس مال قلیل ہو تو افضل یہ ہے کہ وہ بالکل وصیت نہ کرے بشرطیکہ اس کے وارث موجود ہوں اور جس کے پاس مال کثیر ہو تو افضل یہ ہے کہ در صورتیکہ وصیت میں کوئی معصیت نہ ہوے تاہم تہائی مال سے تجاوز^(۱) نہ کرے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے اور موصی بہ قبول کرنے سے مالک ہو جاتا ہے پس اگر موصی مرنے کے بعد موصی لہ نے وصیت^(۲) قبول کی تو موصی بہ میں اُس کی ملک ثابت ہو جائے گی خواہ اُس پر قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر موصی لہ نے وصیت رد کر دی تو ہمارے نزدیک اُس کے رد کرنے سے وصیت رد ہو جائے گی یہ کافی میں ہے۔ پھر واضح ہو کہ اجنبی کے واسطے وصیت بدون اجازت وارثوں کے صحیح ہو جاتی ہے کذا فی التہمین لیکن تہائی سے جس قدر زائد کی وصیت کی ہے وہ جائز نہ ہوگی الا اُس صورت میں کہ وارث اُس کی موت کے بعد اجازت دے دیں اور وہ بالغ ہوں اور اُس کی زندگی میں وارثوں کی اجازت دینے کا کچھ اعتبار نہیں ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر اپنے پورے مال کی وصیت کر دی اور اُس کا کوئی وارث نہیں ہے تو وصیت نافذ ہو جائے گی اور بیت المال کے اجازت دینے کی کچھ حاجت نہ ہوگی یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ اور ہمارے نزدیک وارث کے واسطے وصیت نہیں جائز ہے الا در صورتیکہ وارث اجازت دے دیں اور اگر اُس نے وارث واجبی دونوں کے واسطے ایک چیز کی وصیت کی تو اجنبی کے حصہ میں صحیح ہوگی اور وارث کے حصہ میں دوسرے وارثوں کی اجازت پر موقوف رہے گی پس اگر انہوں نے اجازت دے دی تو جائز ہو جائے گی اور اگر اجازت نہ دی تو باطل ہو جائے گی اور موصی کی زندگی میں وارثوں کی اجازت دینے کا کچھ اعتبار نہیں ہے حتیٰ کہ بعد موت موصی کے اُن کو اپنی اجازت سے رجوع کر لینے کا اختیار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

موصی لہ کے وارث یا غیر وارث ہو جانے کا اعتبار موصی کی موت کے وقت ہے نہ وقت وصیت کے حتیٰ کہ اگر اپنے بھائی کے واسطے وصیت کی اور وقت وصیت کے وہ وارث تھا پھر موصی کے ایک لڑکا پیدا ہوا تو بھائی کے واسطے جو وصیت کی ہے وہ صحیح ہوگی اور اگر بھائی کے واسطے وصیت کی در حالیکہ موصی کا فقط ایک لڑکا موجود ہے پھر موصی کی موت سے پہلے وہ لڑکا مر گیا تو بھائی کے حق میں جو وصیت ہے وہ باطل ہو جائے گی یہ تبیین میں ہے۔ ہر گاہ وارث کی اجازت سے وصیت جائز ہوئی ہے تو جس کے حق میں اجازت پائی گئی ہے وہ موصی بہ کا ہمارے نزدیک موصی کی طرف سے مالک ہو جائے گا حتیٰ کہ ملکیت بغیر قبضہ تمام ہو جائے گی اور موصی بہ میں شیوع ہونا صحت اجازت سے مانع نہیں ہے اور پھر وارث کے یہ اختیار نہ رہے گا کہ اجازت سے رجوع کر لے یہ کافی میں ہے اور اگر اجازت دینے والا مریض ہو حالانکہ وہ بالغ ہے پس اگر اس مرض سے اچھا ہو گیا تو اجازت صحیح ہو جائے گی اور اگر اس مرض سے مر گیا تو اس مریض کا اجازت دینا بمنزلہ ابتدائے وصیت کے ہوگا حتیٰ کہ اگر موصی لہ اس کا وارث ہو تو اجازت جائز نہ ہوگی الا اُس صورت میں کہ مریض کے وارث اجازت دے دیں اور اگر موصی لہ وارث نہ ہو بلکہ مریض کا اجنبی ہو تو جائز^(۳) ہو جائے گی مگر مریض کے چوتھائی مال سے معتبر ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر بعض نے اجازت دی اور بعض نے اجازت نہ دی تو بقدر حصہ اجازت دینے والے کے جائز ہوگی اور اجازت نہ دینے والے کے حصہ میں باطل ہوگی یہ کافی میں ہے۔ اور جس صورت میں اجازت کی ضرورت ہوتی ہے تو اجازت جہی جائز ہوگی جب اجازت دہندہ اس کی اہلیت رکھتا ہو جیسے اُس نے بالغ و عاقل و تندرست ہونے کی حالت میں اجازت دی یہ خزانۃ المفتیین میں ہے اور اگر اپنے وارث کے مکاتب یا وارث کے غلام کے واسطے وصیت کی تو باطل ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور

۱۔ یعنی جس قدر مال کی مریض نے اجازت دے دی ہے دیکھا جائے گا کہ وہ مریض کا تہائی مال ہے تو جائز ہے اور اگر زائد میں جائز نہ ہوگی ۱۲

۲۔ کیونکہ یہ وصیت گویا وارث ہی کے واسطے وصیت ہے ۱۲ (۱) اقول لو اوصی از یمن الثلاث لغینی لعدم النفاق فلیتامل ۱۲

(۲) اگرچہ تہائی سے زائد نہ ہوگی الا با اجازت وارثان الا اس کا خود وصیت نہ کرنا بھی افضل ہے ۱۲ (۳) یعنی وصیت جو با اجازت جائز ہے ۱۲

قاتل کے واسطے خواہ عہد اُقل کیا ہو یا خطا سے جب کہ خود مباشر قتل ہو تو وصیت نہیں جائز ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ خواہ اس کے مجروح کرنے سے پہلے وصیت کی ہو یا اُس کے بعد اور اگر وارثوں نے قاتل کے حق میں جو وصیت ہے اُس کی اجازت دے دی تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہو جائے گی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر قاتل لڑکا یا مجنون ہو تو اُس کے حق میں وصیت جائز ہوگی اگر وارث اجازت نہ دیں اور اگر اپنے قاتل کے واسطے وصیت کی اور اُس کا سوائے قاتل کے کوئی وارث نہیں ہے تو امام ابوحنیفہؒ و امام محمدؒ کے نزدیک وصیت جائز ہے اور اگر قاتل کے مکاتب یا مدبر یا ام ولد کے واسطے وصیت کی تو بدون وارثوں کی اجازت کے جائز نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

عورت کا کسی مرد کو زخمی کرنے کے معاً بعد نکاح کرنا صورت مذکورہ میں قصاص کا مسئلہ ☆

اگر عورت نے کسی مرد کو دھاردار یا بغیر دھاردار چیز سے زخمی کیا پھر مرد نے اُس کے حق میں کچھ وصیت کی پھر اُس سے نکاح (۱) کر لیا تو عورت مذکور کو نہ میراث ملے گی اور نہ وصیت بلکہ اُس کو فقط مہر مقررہ کی مقدار سے بقدر مہر المثل کے ملے گا اور جو کچھ اس سے زیادہ ہو جو بمعنی وصیت کے رہا وہ بسبب قتل کرنے کے باطل ہو جائے گا۔ اگر ایک شخص کے قتل میں دس آدمی شریک ہوئے اُن میں سے ایک آدمی اُس کا غلام ہے اور اُس نے بعد جنایت کے بعض کے واسطے وصیت کی اور اپنے غلام کو آزاد کر دیا تو وصیت باطل ہوگی لیکن عتق بعد نافذ ہونے کے اُس کا دور کرنا ممکن نہیں ہے پس اُس کا رد کرنا اس طرح ہوگا کہ غلام مذکور پر اُس کی قیمت کے واسطے سعایت واجب کر دی جائے گی اور قتل عہد میں قاتل کو عفو کرنا جائز ہے اور اگر قاتل بخطأ ہو اور اُس نے عفو کیا تو یہ فعل اُس کے عاقلہ کے واسطے اُس کی طرف سے وصیت ہوگی پس تہائی مال میں جائز ہوگی اور اگر اپنے غلام کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی تو وصیت صحیح ہوگی پھر اگر غلام نے اُس کو قتل کیا تو وصیت باطل ہو جائے گی لیکن غلام آزاد ہو کر اپنی قیمت کے واسطے سعایت کرے گا اور علیٰ ہذا مدبر نے بھی اگر اپنے مولیٰ کو عہد اُیا خطا قتل کیا تو وصیت رد ہو جانے کی وجہ سے اُس پر واجب ہوگا کہ اپنی قیمت کے واسطے سعایت کرے اور قتل عہد میں اُس پر قصاص واجب ہوگا۔ اور اگر کسی شخص کے واسطے وصیت کی پھر گواہ قائم ہونے کے یہ قاتل ہے اور بعض وارثوں نے اُن کی تصدیق کی اور بعض نے تکذیب کی تو جنہوں نے گواہوں کی تکذیب کی ہے اُن کے حصہ دیت سے مدعا علیہ بری وہ جائے گا اور اُن کے حصہ میں اُس کی وصیت تہائی سے جائز ہوگی اور جنہوں نے گواہوں کی تصدیق کی ہے اُن کا حصہ دیت مدعا علیہ پر لازم ہوگا اور تہائی سے اُن کے حصہ سے اُن کی وصیت باطل ہو جائے گی اور اگر زید نے عمرو و بکر دو آدمیوں کے واسطے وصیت کی اور زید کے خالد و شعیب دو وارثوں میں سے ہر ایک نے ایک ایک موصیٰ لہما پر گواہ قائم کئے کہ اس نے ہمارے مورث کو خطا سے قتل کیا ہے تو عمرو و بکر ہر ایک پر پانچ پانچ ہزار درم دیت کے اپنے مدعی کے واسطے واجب ہوں گے اور ہر مدعا علیہ کا حق وصیت اپنے مدعی کے حصہ میں جس نے اُس پر قتل کے گواہ قائم کئے ہیں کچھ نہ ہوگا اور دوسرے کے حصہ میں سے حساب سے ہوگا۔ اگر زید نے عمرو و بکر دونوں میں سے ہر ایک کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی اور خالد کے واسطے ایک غلام کی وصیت کی پھر عمرو و بکر سے جن میں سے ہر ایک کے واسطے تہائی مال کی وصیت ہے خالد پر یہ گواہی دی کہ اس نے زید کو قتل کیا ہے تو دونوں کی گواہی باطل ہے۔ اسی طرح اگر دونوں نے کسی وارث یا اجنبی پر یہ گواہی دی کہ اس نے خطا سے قتل کیا ہے تو بھی باطل ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنے مرض میں ایک غلام صغیر کو آزاد کیا اور اس کے سوائے اُس کا کچھ مال نہیں ہے پھر اس نابالغ نے اپنے مولیٰ کو عہد اُقل کیا تو اُس پر واجب ہوگا کہ اپنی دو قیمتوں کے واسطے سعایت کرے جس میں سے ایک تہائی بطور وصیت رفع کی جائے گی اور باقی کے واسطے سعایت کریں اور اگر بالغ ہو اور اُس نے مولیٰ

۱۔ موصیٰ لہ ایک شخص اور موصیٰ لہما دو شخص جس کے واسطے موصیٰ نے وصیت کی ۱۲ (۱) پھر وہ مرد اس زخم سے مر گیا ۱۲

کو خطا سے قتل کیا تو وارثوں کے واسطے اپنی دو قیمت کے لیے سعایت کرے گا اور اُس کو وصیت میں کچھ نہ ملے گا اور یہ سب امام اعظم کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک وصیت کی وجہ سے اُس پر سعایت لازم آئے گی اور دیت اُس کی مددگار برادری پر ہوگی یہ مبسوط میں ہے اور اگر اپنے وارث کے بیٹے کے واسطے وصیت کی تو جائز ہے اسی طرح اگر اپنے مکاتب یا مدبر کے واسطے وصیت کی تو بھی سب استحساناً جائز ہے اور اپنے قاتل کے باپ کے واسطے وصیت جائز ہے اگر چہ آبائی رشتہ کتنا ہی اونچا^(۱) ہو اسی طرح اپنے قاتل کے بیٹے کے واسطے وصیت کی تو بھی جائز ہے اگر چہ فرزند کی رشتہ کتنا ہی نیچا ہو جیسے پوتا پر پوتا وغیرہ اور نیز اُن کے مکاتب و مدبر و غلاموں کے واسطے بھی وصیت جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کسی شخص کے غلام کے واسطے یوں وصیت کی کہ ہر مہینہ اس کو دس درم نفقہ دیا جائے تو امام اعظم و امام محمد و ابو یوسف نے فرمایا کہ یہ وصیت غلام کے واسطے ہوگی کہ جہاں وہ جائے گا اس کے ساتھ جائے گا خواہ فروخت کر دیا جائے یا آزاد کر دیا جائے اور اگر اس پر اس کے مولیٰ نے صلح کر لی اور غلام نے اجازت دے دی تو جائز ہے اور اگر غلام آزاد کیا گیا پھر اُس نے اجازت دی تو اجازت باطل ہے اور اگر ایک شخص کے گھوڑے کے واسطے یہ وصیت کی کہ اُس کو ماہواری دس ہزار نفقہ دیا جائے تو یہ مالک اسپ کے واسطے وصیت ہوگی پس اگر وہ مر گیا یا مالک نے اُس کو فروخت کر دیا تو وصیت باطل ہو جائے گی یہ ظہیر یہ میں ہے۔ مسلم نے اگر ذمی کے واسطے وصیت کی یا اس کے برعکس تو جائز ہے یہ کافی میں ہے۔ اگر ذمی نے کسی حربی غیر متامن کے واسطے وصیت کی تو صحیح نہیں ہے یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر مسلمان نے کسی حربی کے واسطے جو دار الحرب میں ہے وصیت کی تو باطل ہے اگر چہ وارث لوگ اجازت دے دیں پھر اگر وہ حربی موصی لہ اپنے دار الحرب سے امان لے کر دارالاسلام میں وصیت کا مال لینے کے واسطے آیا تو اُس کو اس میں سے کچھ نہ ملے گا اگر چہ وارث لوگ اجازت دے دیں یہ سب اس وقت ہے کہ موصی دارالاسلام میں ہو اور موصی لہ حربی دار الحرب میں ہو اور اگر موصی بھی دار الحرب میں ہو تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور اگر حربی دارالاسلام میں امان لے کر آیا ہو اور اُس کے واسطے وصیت کی تو مذکور ہے کہ تہائی مال کی وصیت بدون اجازت وارثوں کے جائز ہوگی اور تہائی سے زائد میں اجازت وارثان کی ضرورت ہے اور اسی طرح اگر اُس کو کچھ ہبہ کیا یا نفل^(۲) صدقات میں سے اُس کو صدقہ دیا تو ظاہر الروایۃ کے موافق یہی حکم ہے یہ تارخانہ میں ہے۔

اگر مسلمان نے مرتد کے واسطے وصیت کی تو نہیں جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر ایسے شخص نے وصیت کی جس پر اس قدر قرضہ ہے جو اُس کے تمام مال کو گھیرے ہوئے ہے تو وصیت جائز نہ ہوگی الا اُس صورت میں کہ قرض خواہ لوگ اپنا قرضہ معاف کر دیں کذا فی الہدایہ۔ اور وصیت فقط ایسے ہی شخص کی طرف سے صحیح ہوتی ہے جس کی طرف سے تبرع و احسان صحیح ہوتا ہے پس مجنون یا مکاتب یا ماذون کی وصیت صحیح نہیں ہے اسی طرح اگر مجنون نے وصیت کی پھر بعد افاقہ کے مر گیا تو صحیح نہیں ہے کیونکہ حالت مباشرہ وصیت میں وہ اہلیت نہیں رکھتا تھا یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اور مکاتب کی وصیت صحیح نہیں ہے اگر چہ ادائے کتابت کے واسطے کافی مال چھوڑا ہو یہ ہدایہ میں ہے۔ مکاتب کی وصیت تین قسم کی ہوتی ہے ایک قسم بالا جماع باطل ہے وہ ایسی وصیت ہے کہ اپنے اعیان مال میں سے کسی مال عین کی وصیت کرے اور ایک قسم بالا جماع جائز ہے وہ یہ کہ وصیت کی اضافت ایسے مال کی طرف کرے جس کا وہ بعد آزادی کے مالک ہو مثلاً یوں کہے کہ جب میں آزاد ہو جاؤں تو فلاں شخص کے لیے میرے تہائی مال کی وصیت ہے پس اگر قبل موت کے بدل کتابت ادا کر کے یا اور طور پر آزاد ہو گیا پھر مر گیا تو موصی لہ کہ تہائی مال ملے گا اور ایک قسم مختلف فیہ ہے وہ یہ ہے کہ مثلاً مکاتب نے کہا کہ میں نے اپنے تہائی مال کی فلاں شخص کے واسطے وصیت کی پھر وہ آزاد ہو گیا تو امام اعظم کے نزدیک وصیت

(۱) دارپرداد ۱۲۱

یعنی یہی حکم ہے اور یہ سب ظاہر الروایۃ کے موافق ہے ۱۲ منہ

۱ لا یخفی انہ لو مات الطلب البقیۃ ایضاً ۱۲

(۲) فرض نہ ہو جیسے زکوٰۃ ۱۲

باطل ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہے یہ تمبین میں ہے اور لڑکے کی وصیت اگر وہ مراہق نہ ہو یعنی فریب بلوغ نہ ہو تو ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے اور نیز اگر مراہق ہو تو بھی ناجائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ خواہ لڑکا مازون التجارة ہو یا مجبور ہو کذا فی البدائع خواہ وہ بعد بالغ ہونے کے مراہق یا قتل بالغ ہونے کے مرگیا ہو کذا فی الکافی۔ اور اسی طرح اگر اُس نے کہا کہ اگر میں بالغ مر جاؤں تو میرا تہائی مال فلاں شخص کے واسطے وصیت ہے تو نہیں صحیح ہے اس واسطے کہ وہ اہلیت نہیں رکھتا ہے پس تبخیر و تعلیق کچھ ممکن نہیں ہے اور غلام و مکاتب نے اگر وصیت کی اضافت اپنے آزاد ہو جانے کے بعد کی طرف کی تو صحیح ہو جائے گی یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور جس نے بطور ہزل کے یا بسبب اکراہ کے یا خطا سے وصیت کی اُس کی وصیت صحیح نہ ہوگی یہ بدائع میں ہے۔ آزاد عاقل کی وصیت خواہ مرد ہو یا عورت ہو جائز ہے اور نابالغ مجبور کی وصیت جو بالغ ہو کر بے راہ لڑکا یا سائیں جائز ہے اور استحساناً جائز ہے اور ابن السبیل کی وصیت جو اپنے مال سے دور ہے جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر نابالغ یا مکاتب نے وصیت کی پھر وہ بالغ آزاد ہو یا آزاد کیا گیا پھر اُس نے اجازت دی تو از سر نو وصیت ہو کر صحیح ہو جائے گی اور حمل کے واسطے وصیت جائز ہے اور نیز حمل کی وصیت کسی کے واسطے کر دینا کہ یہ باندی بچہ جنے تو فلاں کے واسطے وصیت ہے تو جائز ہے بشرطیکہ وقت وصیت سے چھ مہینہ سے کم میں بچہ جنے اور اگر کسی نے دوسرے کے واسطے باندی کی سوائے اُس کے حمل کی وصیت اور استثناء دونوں صحیح ہیں یہ کافی میں ہے۔ اور اگر ایک عورت کے پیٹ میں جو ہے اُس کے واسطے وصیت کی پھر ایک مہینہ وصیت کے بعد اور موصی کی موت کے بعد وہ عورت مردہ بچہ جنی تو اُس کے واسطے کچھ وصیت نہ ہوگی اور اگر زندہ بچہ جنی پھر وہ مر گیا تو تہائی سے وصیت جائز ہوگی اور یہ مال اس بچہ کے وارثوں کے درمیان میراث تقسیم نہ ہوگا اور اگر دو بچہ جنی ایک زندہ اور دوسرا مردہ تو مال وصیت زندہ کے واسطے ہوگا اور اگر دونوں زندہ جنی پھر ایک مر گیا تو مال وصیت دونوں کے واسطے نصفاً نصف ہوگا اور جو مر گیا ہے اُس کا حصہ اُس کے وارثوں کے واسطے میراث ہوگا جیسا کہ میراث میں ہے اور اگر اس طرح وصیت کی کہ اگر فلاں عورت کے پیٹ میں لڑکی ہو تو اُس کے واسطے ہزار درہم کی وصیت ہے اور اگر لڑکا ہو تو دو ہزار درہم کی وصیت ہے پھر وہ عورت وقت وصیت سے ایک دن کم چھ مہینے میں ایک لڑکی جنی اور اس سے دو باتیں روز بعد ایک لڑکا جنی تو مال وصیت تہائی میں سے دونوں کو ملے گا اور اس صورت میں اور دوسری صورت جو مذکور ہوتی ہے دونوں میں فرق ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر کسی عورت سے کہا کہ جو کچھ تیرے پیٹ میں ہے اگر وہ لڑکا ہو تو اُس کے لیے دو ہزار درہم کی وصیت ہے اور اگر لڑکی ہو تو اس کے لیے ہزار درہم کی وصیت تھی پھر اس عورت نے ایک ہی پیٹ سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی جنی اور موصی کے وقت موت سے چھ مہینہ کم میں جنی تو دونوں بچوں میں سے کسی کے واسطے وصیت میں سے کچھ نہ ملے گا۔ پھر مسئلہ اولیٰ میں اگر عورت مذکور چھ مہینے سے کم میں دو لڑکے اور دو لڑکیاں جنی تو وارثان موصی کو اختیار ہوگا کہ دونوں لڑکوں اور دونوں لڑکیوں میں سے جس ایک لڑکے اور ایک لڑکی کو چاہیں مال وصیت دے دیں یہ محیط میں ہے۔ موصی کا اپنے وصیت سے رجوع کرنا صحیح ہے پھر رجوع کبھی صریحاً ثابت ہوتا ہے اور کبھی دلالت ثابت ہوتا ہے پس اول کی یہ مثال ہے کہ مثلاً موصی کہے کہ میں نے رجوع کیا یا اُس کے مثل کوئی لفظ کہے اور دوم اس طرح ہے کہ کوئی ایسا فعل کر لے جو رجوع کرنے پر دلالت کرتا ہے پھر جو فعل ایسا ہے کہ اگر انسان اُس کو دوسرے کی ملک کے ساتھ کرے تو مالک سے مالک کا حق منقطع ہو جائے پس جب ایسا فعل موصی کرے گا تو یہ رجوع کرنا ہوگا اور نیز جو فعل موصی بہ میں زیادتی کا موجب ہو اور بدون اس زیادت کے تسلیم ممکن نہیں ہے پس جب

۱۔ یعنی اس نے باوجود بالغ ہونے کے وصیت کی مگر چونکہ درستی معاملات میں وہ نالائق ہے اس واسطے وصیت جائز نہیں ہے وقال المتزجم کان بذاعلیٰ توہما واللہ اعلم ۱۲ ۲۔ تسلیم پر درکنا جسے ہمارے عرف میں سونپا بولتے ہیں ۱۲

ایسا فعل موصی کرے گا تو یہ رجوع پر دلالت کرے گا اور رجوع ثابت ہوگا اسی طرح جو فعل موجب زوال ملک موصی ہو وہ رجوع ہے اور جب یہ بات ثابت ہوگئی تو ہم کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کے واسطے ایک کپڑے کی وصیت کی پھر اُس کو قطع کر کے سلایا یا روئی کی وصیت کی اور اُس کو کاٹا یا سوت کی وصیت کی اور اُس کو بنایا لو ہے کی وصیت کی پھر اُس کا کوئی ظرف بنوایا تو یہ رجوع ہے۔ اور اگر ستویں وصیت کی پھر اُن کو مسکہ میں ملا دیا یا احاطہ کی وصیت کی اور پھر اُس میں عمارت بنوائی یا روئی کی وصیت کی پھر اُس کو بھرا لیا یا استر کی وصیت پھر قبا میں اُس کا استر لگایا یا ابرہ کی وصیت کی پھر اُس کا ابرہ لگایا تو وصیت باطل ہو جائے گی یہ کافی میں ہے۔ وصیت چار صورتوں پر ہے ایک صورت میں قول و فعل دونوں سے فسخ ہو سکتی ہے اور ایک صورت میں قول سے فسخ ہو سکتی ہے یہ فعل سے اور ایک صورت میں فعل سے فسخ نہ ہو سکتی ہے نہ قول سے اور ایک صورت میں دونوں سے فسخ نہیں ہو سکتی ہے پس اول کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کے واسطے مال عین کی وصیت کی پس قول سے اُس کا فسخ یہ ہے کہ کہے میں نے وصیت فسخ کر دی یا میں نے رجوع کر لیا اور فعل سے اُس کا فسخ یوں ہے کہ اس کو فروخت کر دے یا آزاد کر دے یا ایسے سبب سے اُس کو اپنی ملک سے نکال دے جو فسخ نہیں ہو سکتا ہے چنانچہ مطلقاً بر کر دے اور دوم کی صورت یہ ہے کہ اپنے تہائی یا چوتھائی مال کی وصیت کرے پس اگر اس سے بقول رجوع کرے تو صحیح ہے اور اگر اس کو اپنی ملک سے خارج کر دیا تو وصیت باطل نہ ہوگی بلکہ دوسرے ٹکٹ سے نافذ ہو جائے گی اور سوم کی صورت یہ ہے کہ غلام کو مدبر کرے مگر بتقید^(۱) پس اگر بقول رجوع کرے تو صحیح نہیں ہے اور اگر بفعل رجوع کرے مثلاً اُس کو فروخت کر دے تو صحیح ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر چاندی کے پتر کی کسی کے واسطے وصیت کی پھر اُس کو ڈھال کر کنگن یا انگٹھی یا اس کے مانند کوئی چیز بنوائی تو وصیت سے رجوع ہے اور یہ حکم امام ابو یوسف و امام محمد کے قول پر ظاہر ہے اور بنا بر قول امام اعظم کے واجب ہے کہ رجوع نہ ہو اور یہی صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔

مال عین کی وصیت کا بیان ☆

اگر مال عین کی وصیت کی پھر اُس کو فروخت کر دیا پھر اُس کو خریدایا یا بائع کو ہبہ کی گئی پھر اس کی وصیت سے رجوع کر لیا تو وصیت باطل ہو جائے گی اور جس بکری کے دینے کی وصیت کی تھی اگر ذبح کیا تو رجوع ہے اور جس کپڑے کی وصیت کر دی ہے اگر اُس کو دھلایا تو رجوع نہیں ہے اور اگر کسی نے وصیت سے انکار کیا تو یہ رجوع نہیں ہے یہ جامع کبیر میں مذکور ہے۔ اور مبسوط میں لکھا ہے کہ رجوع ہے اور بعض نے فرمایا کہ جو حکم جامع کبیر میں لکھا ہے وہ ایسی صورت پر محمول ہے کہ جب موصی لہ کی غیبت میں اُس نے انکار کیا ہو اور ایسا انکار سب روایتوں کے موافق رجوع نہیں ہے اور جو مبسوط میں ہے وہ ایسی صورت پر محمول ہے کہ جب موصی لہ کے حضور میں اُس نے انکار کیا اور اُس کے سامنے انکار کرنا وصیت سے رجوع کرنا ہے اور بعض نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں۔ اور بعض نے فرمایا کہ جو حکم جامع میں مذکور ہے وہ امام محمد کا قول ہے اور جو مبسوط میں لکھا ہے وہ امام ابو یوسف کا قول ہے اور یہی قول اصح ہے اور اگر کہا کہ ہر چیز جس کی وصیت فلاں شخص کے واسطے ہے وہ حرام یا ربوا ہے تو یہ قول رجوع نہ ہوگا بخلاف اس کے اگر کہا کہ وہ باطل ہے تو رجوع ہو سکتا ہے یہ کافی میں ہے۔ اگر ایک شخص کے واسطے کچھ وصیت کی پس اُس سے کہا گیا تو اچھا ہو جائے گا وصیت میں تاخیر کر دے پس اُس نے کہا کہ میں نے وصیت کی تاخیر کر دی تو یہ رجوع نہیں ہے اور اگر کہا گیا کہ یہ وصیت کو ترک کر دے پس اُس نے کہا کہ میں نے ترک کر دی تو یہ رجوع ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر کہا کہ جس غلام دے دینے کی میں نے وصیت کی تھی وہ

۱۔ قول تاخیر کر دے ہمارے عرف میں اس کے معنی یہ ہیں کہ فی الحال وصیت مت کر اور جب جس نے یہی کیا تو رجوع ہوگا پس اس اہم میں اشکال ہے لیکن اگر لفظ کو اس کے ظاہر پر محمول کیا جائے تو البتہ تاخیر سے رجوع نہ ہوگا (۱) یعنی علی الاطلاق کرے بلکہ کسی قید کے ساتھ مدبر کرے ۱۲

فلاں کے واسطے ہے تو یہ رجوع ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ وہ میرے وارث کے واسطے ہے تو یہ رجوع ہے پہلی وصیت سے اور دوبارہ (۱) وارث کے واسطے وصیت ہے پس دیگر وارثوں کو اختیار ہوگا چاہیں اُس کی اجازت دیں یا رد کر دیں اور اگر دوسری وصیت کے وقت دوسرا شخص جس کے واسطے دوسری وصیت کی ہے مر گیا تو پہلی وصیت اپنے حال پر باقی رہے گی اور اگر دوسری وصیت کے وقت دوسرا موصی لہ زندہ ہو مگر موصی کی موت سے پہلے مر گیا تو غلام مذکور وارثوں کا ہوگا اس وجہ سے کہ دونوں وصیتیں باطل ہو گئی ہیں یہ کافی میں ہے۔ اور اگر کسی کے واسطے اپنے غلام کی وصیت کی پھر اُس کو رہن کیا تو یہ رجوع ہے اور اگر اُس کو اجارہ پر دیا یا باندی تھی کہ اُس سے وٹلی کر لی تو یہ رجوع نہیں ہے اور اگر لوہا ہو کہ اُس کے دینے کی وصیت کی پھر اُس کی تلوار یا زرہ بنالی تو یہ رجوع ہے اور اگر اپنا غلام دینے کی کسی کے واسطے وصیت کی پھر اس کو مکاتب یا مدبر کر دیا یا کسی وجہ سے اُس کو اپنی ملک سے نکال دیا تو یہ وصیت سے رجوع ہے حتیٰ کہ اگر وہ غلام پھر اس کی ملک میں عود کرے تو وہ وصیت کی چیز نہ رہے گی یہ خزانۃ المفتیین میں ہے اور اگر کہا کہ جس غلام کی میں نے فلاں شخص کے واسطے وصیت کی تھی اور بھی اُس کی وصیت فلاں دوسرے شخص کے واسطے کی تو وہ غلام دونوں میں نصفانصف ہوگا اسی طرح اگر کہا کہ اور بھی اُس کی نصف کی وصیت فلاں دوسرے کے واسطے کر دی تو بھی وہ غلام دونوں میں مشترک ہوگا اور اگر تہائی غلام کی وصیت زید کے واسطے کر دی پھر کہا کہ وہ تہائی غلام کی جس کی وصیت میں نے زید کے واسطے کی ہے اُس تہائی کی نصف وصیت عمرو کے واسطے کر دی یا کہا کہ اُس کے آدھے کی وصیت عمرو کے واسطے کر دی تو یہ قول تہائی میں سے نصف سے جو زید کے واسطے وصیت تھا رجوع نہیں ہے بلکہ تہائی غلام دونوں میں مشترک ہوگا اور اگر کہا کہ وہ تہائی جس کی وصیت زید کے واسطے میں نے کر دی تھی اور بھی اُس کی نصف کی وصیت عمرو کے واسطے کر دی تو زید کو اس تہائی کا تہائی ملے گا۔ اور اگر زید کے واسطے ایک چیز کی وصیت کی پھر کہا کہ جو کچھ میں نے زید کے واسطے وصیت کی تھی اُس کی نصف کی وصیت عمرو کے واسطے کر دی تو وہ غلام دونوں میں مشترک ہو جائے گا پس آدھے غلام سے رجوع ثابت ہوگا اور اگر ایک شخص کے واسطے ایک باندی کی وصیت کر دی پھر اُس باندی کو ام ولد بنایا تو یہ وصیت سے رجوع ہے اسی طرح اگر گیسوں کی وصیت کی پھر اُن کو پسا پایا آٹے کی وصیت کی پھر اُس کی روٹیاں پکوائیں تو یہ رجوع ہے اور اگر ایک شخص سے کہا گیا کہ تو نے اپنے فلاں غلام کی فلاں شخص کے واسطے وصیت کی ہے پس اُس نے کہا کہ نہیں بلکہ اُس شخص کے واسطے میں نے اپنی فلاں باندی کی وصیت کی ہے تو یہ غلام کی وصیت سے رجوع ہے اور اگر اپنے دار کی فلاں شخص کے واسطے وصیت کی پھر اُس پر گچ کرائی اس کو منہدم کیا تو یہ رجوع نہیں ہے اور اگر اس نے کہگل کرائی یا تو رجوع ہے بشرطیکہ دار کبیر ہو اور اگر زمین کی وصیت کی پھر اس میں رطبہ بویا تو یہ رجوع نہیں ہے اور اگر درخت انگور جمائے یا اور درخت لگائے تو یہ رجوع ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر اُس کے درخت خرما میں جو کفری لگے ہیں اُن کی وصیت کی پھر موصی کے مرنے سے پہلے وہ بسر ہو گئیں یا بسر کی وصیت کی اور وہ رطب ہو گئیں اور ہنوز موصی نہیں مرا ہے یا تازہ انگوروں کی وصیت کی اور وہ موصی کی موت سے پہلے زیب ہو گئی یا ستیل کی وصیت کی اور وہ گیسوں ہو گئے یعنی بالیوں میں سے گیسوں پختہ ہو کر نکال لئے گئے یا چاندی کی وصیت کی اور وہ انگوٹھی ہو گئی یا انڈے کی وصیت کی اور وہ بچہ ہو گیا یعنی انڈے سے بچہ نکل آیا اور یہ سب موصی کی موت سے پہلے ہو گیا تو وصیت باطل ہو جائے گی اس واسطے کہ

۱ اور اگر ولی سے ام ولد بنالیا تو وصیت ٹوٹ گئی ۱۲ منہ ۲ الحاصل ایسی صورت جس سے نفس مال میں تغیر ہو یا اُس کی صفت بدل جائے تو اس میں حکم رجوع دیا جائے گا ۱۲ ۳ وہ چیزیں جو زیادہ دنوں تک زمین میں نہیں لگی رہتی ہیں بلکہ تھوڑی مدت کے بعد ختم ہو جاتی ہیں از قسم ساگ و ترکاری وغیرہ ۱۲

(۱) سوائے موصی لہ کے دوسرے کو بیان کیا ۱۲

جس چیز کی وصیت کی تھی وہ متغیر ہو کر دوسری چیز ہو گئی ہے اور اگر موصی کے مرنے کے بعد وہ متغیر ہو گئی تو وصیت نافذ ہو جائے گی اور اگر بسر کی وصیت کی پھر اُس میں بعض رطب ہو گئے تو جس قدر رطب ہو گئے ہیں اُن کی وصیت باطل ہو جائے گی اور جو بسر میں ان میں باقی رہے گی اعتباراً للبعض بالکل کہ بعض قائم مقام کل کے ہوں گے اور اگر رطب کی وصیت پھر موصی کی موت سے پہلے وہ تریعی چھو ہارے ہو گئے یا بھڑی کے بچہ کی وصیت کی اور وہ کبش ہو گیا تو استحساناً وصیت باطل نہ ہوگی یہ کافی میں ہے اور اگر غیر کے مال سے ہزار درم کی کسی کے واسطے وصیت کی یا اس کے غلام اس کے کپڑے کی کسی کے واسطے وصیت کر دی پھر اس غیر شخص نے موصی کے مرنے سے پہلے یا اُس کے مرنے کے بعد اس کی اجازت دے دی تو غیر شخص کو اختیار ہوگا کہ جب تک اُس نے مال وصیت موصی کے نہیں دیا ہے تب تک اس سے رجوع کر لے اور جب اُس کو دے دیا تو جائز ہے اس واسطے کہ مال غیر سے وصیت کرنا بمنزلہ مال غیر ہبہ کرنے کے ہے گویا اُس نے غیر کا مال ہبہ کر دیا پس بدون تسلیم و قبضہ کے صحیح نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

دوسرا باب ☆

اُن الفاظ کے بیان میں جو وصیت ہوتے ہیں اور جو نہیں ہوتے اور جو وصیت جائز ہے اور جو نہیں جائز ہے

ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو میری موت کے بعد وکیل ہے تو وہ وصی ہوگا اور اگر کہا کہ تو میری حیات میں میرا وصی ہے تو وکیل ہوگا یہ ظہیر یہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیرے واسطے سودرم اجرت اس شرط پر ہے کہ تو میرا وصی ہو تو شر باطل ہے اور سودرم اُس کے واسطے وصیت جائز ہوں گے اور بنا بر قول مختار کے وہ شخص وصی ہوگا یہ خزانہ المفتیین میں ہے۔ ابن ساعد۔ امام محمد سے روایت کی ہے کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ میں نے فلاں شخص کے واسطے ہزار درم کی وصیت کی اور وصیت کی کہ فلاں شخص کے واسطے میرے مال میں ہزار درم ہیں تو پہلے ہزار درم وصیت ہیں اور دوسرے اقرار ہیں اور اصل میں ہے کہ اگر وصیت میں کہا کہ میرا تہائی دار واسطے فلاں شخص کے ہے پس میں اس کی اجازت دیتا ہوں تو وصیت ہے اور اگر کہا کہ چھٹا حصہ میرے دار میں واسطے فلاں شخص کے ہے تو یہ اقرار ہے یعنی فلاں کا اس قدر اس دار میں استحقاق ہے اور علی ہذا اگر کہا کہ فلاں شخص کے واسطے میرے مال سے ہزار درم ہیں تو یہ استحساناً وصیت ہے اگر وصیت کے تذکرہ میں کہا ہو اور اگر کہا کہ میرے مال میں تو یہ اقرار ہوگا اور اگر کہا کہ میرا یہ غلام واسطے فلاں کے ہے اور میرا یہ دار واسطے فلاں کے ہے اور یہ نہ کہا کہ وصیت ہے اور نہ وصیت کے تذکرہ میں ایسا کہ اور نہ یہ کہا کہ یہ میری موت سے بعد تو یہ قیاساً و استحساناً ہبہ ہے پس اگر فلاں مذکور نے اُس کی زندگی میں قبضہ کر لیا تو صحیح ہوگا اور اگر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ وہ مر گیا تو باطل ہے اور اگر وصیت کے تذکرہ میں ایسا کیا تو شیخ امام زاہد احمد طوادہ سی نے شرح وصایا الاصل میں ذکر کیا کہ قیاس یہ ہے کہ یہ وصیت ہو مگر استحساناً وصیت نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے سے اپنے مرض میں فارسی میں کہا کہ (تیمار دار فرزند ان مرا پس من) یعنی میرے مرنے کے بعد میرے فرزندوں کی تیمارداری کر تو اُس کو اپنے ترکہ کا وصی قرار دیا اسی طرح اگر کہا کہ اُن کا تعہد کر یا اُن کے کام کی خبر گیری کر یا جو اُن کے معنی میں بولے جاتے ہیں اور اگر مریض نے دوسرے سے کہا کہ (غم کار) (من و آن فرزند ان من بعد از وفات من بجوزم) یا

(۱) میر کام اور میرے فرزندوں کی ملک کے بعد میری غم خواری کر ۱۲

(فرزند ان (۱) امراضائع ممان) تو فرمایا کہ وصی ہو جائے گا یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اگر اپنے بھائی سے کہا کہ فلاں شخص کو اجارہ پر مقرر کرتی کہ میری وصیت نافذ ہو تو بھائی وصی ہو جائے گا اگر اس کو قبول کر لے یہ خزانہ المقتنین میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میں نے یہ وصیت کی کہ میری موت کے بعد میرا تہائی دار فلاں شخص کو ہبہ کیا جائے تو یہ وصیت ہے اور وصی کی زندگی میں اُس کا قبضہ کرنا شرط نہ ہوگا اور اگر کہا کہ میری تہائی واسطے فلاں کے ہے یا میری چوتھائی یا میرا چھٹا حصہ واسطے فلاں کے ہے پھر قبل اس کے کہ فلاں قبضہ کر لے وہ مر گیا تو قیاساً باطل ہے اور استحساناً یہ وصیت جائز ہوگی اور اس کی تاویل یہ ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ وصیت کے تذکرہ میں ایسا کلام کیا ہو اس کو امام محمدؒ نے امام ابو یوسفؒ کی روایت سے امام اعظمؒ سے روایت کیا ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک مریض نے دوسرے سے کہا کہ میرے قرضے ادا کر دے تو وہ وصی ہو جائے گا یہ خزانہ المقتنین میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے مرض یا اپنے صحت میں کہا کہ اگر میرے اوپر کوئی حادثہ حادث ہو تو فلاں کے واسطے اس قدر ہے تو یہ وصیت ہے اور حادثہ ہمارے نزدیک موت ہے اس طرح اگر کہا کہ میری تہائی سے فلاں کے واسطے ہزار درم ہیں تو یہ وصیت ہے اگرچہ اس میں موت کا ذکر نہیں کیا ہے اور اگر کہا کہ فلاں شخص کے واسطے ہزار درم میرے مال سے ہیں یا کہا میرے نصف مال سے یا کہا کہ میرے چوتھائی مال سے ہیں تو یہ باطل ہے الا اُس صورت میں کہ وصیت کے تذکرہ میں ایسا کلام ہو تو یہ وصیت ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ جو میرے باپ کی وصیت لکھی ہوئی پائی جائے اور میں نے اُس کو نافذ نہ کیا ہو تو اُس کو نافذ کر دینا یا اپنی ذات پر اپنے مرض میں ایسا اقرار کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ یہ وصیت ہے اگر وارثوں نے اُس کی تصدیق کی تو اُن کی تصدیق صحیح ہوگی اگر اُس کی تکذیب کی تو یہ تہائی مال سے قرار دی جائے گی یہ ظہیر یہ میں ہے۔

اگر ایک مریض نے کہا کہ تم لوگ ہزار میرے مال سے نکالو یا ہزار درم نکالو اور اس سیز یا دہ نہ کہا اور مر گیا تو فقیہ ابو بکر نے فرمایا کہ اگر یہ کلام تذکرہ وصیت میں کیا ہو تو جائز ہے اور وقراء کو دیئے جائیں گے اور اگر کسی مریض سے کہا گیا کہ کوئی چیز وصیت کر دے اُس نے کہا کہ میرا تہائی مال اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو فقیہ ابو بکر نے فرمایا کہ اگر یہ کلام سوال کے پیچھے لگا ہوا کہا تو اُس کا تہائی مال فقیروں پر صرف کیا جائے گا اور محمد بن سلمہ سے مروی ہے کہ انہوں نے جواب مطلقاً چھوڑا اُس کی تفصیل نہیں فرمائی اور کہا کہ اُس کا مال فقیروں میں صرف کیا جائے گا اور محمد بن مقاتل سے مروی ہے کہ ایک شخص نے وصیت کی کہ لوگوں کو ہزار درم دیئے جائیں تو فرمایا کہ یہ وصیت باطل ہے اور اگر کہا یہ تم لوگ ہزار در صدقہ کر دینا تو جائز ہے اور فقیروں کو صدقہ کئے جائیں گے ایک مریض نے فارسی میں کہا (صد درم از من بخشش کید) صد درم میری طرف سے بخشش کر دینا تو شیخ ابو بکر محمد بن الفضلؒ نے فرمایا کہ یہ باطل ہے اس واسطے کہ یہ فقیروں و تو انگروں سب کے واسطے ہوگی اور اگر کہا کہ (صد درم از من رواں کید) تو فرمایا کہ یہ وصیت جائز ہوگی اس واسطے کہ اس لفظ سے قربت مراد ہوتی ہے اور قاضی ابوالحسن علی بن الحسین السغدی نے فرمایا کہ قولہ (روان کید) ہماری زبان کا محاورہ نہیں ہے ہم اس کو نہیں ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں اپنے اس سفر میں مر جاؤں تو فلاں کے واسطے مجھ پر ہزار درم قرضہ ہیں تو یہ تہائی مال سے وصیت ہے یہ محیط سرخی میں ہے۔ اور اگر یہ وصیت کی کہ میں بعد موت کے فلاں مقام پر لے جایا جاؤں اور وہیں دفن کیا جاؤں اور وہاں ایک رباط (۲) میرے تہائی مال سے بنایا جائے پھر مر گیا اور اُس مقام پر اٹھا کر نہیں لے جایا

۱۔ مترجم کہتا ہے کہ اُس کا مرض ایسا قرینہ ہے جو اُس کی مراد یعنی وصی کرنے پر دلالت کرتا ہے فافہم ۱۲ ۲۔ قال المترجم : قوله ان حدث بی

الاحداث الفلان کذا اس قول میں عربی استعمال کے موافق حدث سے موت مراد ہے اور ہماری زبان میں ایسی مراد مضموم ہونے میں تامل ہے ۱۲

(۱) میری فرزندوں کو ضائع مت چھوڑ دے ۱۲ (۲) لنگر خانہ ۱۲

گیا تو ابوالقاسمؒ نے فرمایا کہ رباط کی وصیت جائز ہے اور اٹھالی جائے جانے کی وصیت باطل ہے اور اگر وصی اُس کو اس مقام پر اٹھوا کر لے گیا تو جو کچھ اُس کے اٹھوا کر لے جانے میں خرچ ہوا ہے وصی اُس کا خود ضامن ہوگا اگر اُس نے بدون اجازت وارثوں کے ایسا کیا اور اگر وارثوں کی اجازت سے ایسا کیا تو ضامن نہ ہوگا اور میت کے نیچے قبر میں مضربہ کے مانند کوئی چیز نہیں بچھائی جائے گی اور شیخ ابونصر نے فرمایا کہ اُس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ مثل کفن میں زیادتی کرنے کے ہے اور بعض مشائخ نے اس سے انکار فرمایا ہے یعنی ممنوع جانا ہے۔ اور اگر زینت کے واسطے اپنی قبر کی عمارت کی وصیت کی تو یہ باطل ہے اور اگر اپنی موت کے بعد ماتم کے واسطے کھانے پکانے کی وصیت کی کہ جو لوگ تعزیت کے واسطے آئیں اُن کو کھلایا جائے تو فقیہ ابو جعفرؒ نے فرمایا کہ یہ تہائی مال سے جائز ہے اور جو لوگ یہاں دیر تک قیام کریں یا دور سے آئیں اُن کو کھلانا حلال ہے اُس میں تو انگر و فقیر سب برابر ہیں اور جس شخص کا قیام دیر تک نہ ہو اور نہ وہ بہت دور سے آیا ہو تو اُس کو حلال نہیں ہے پس اگر کھانے میں سے بہت بچ جائے تو وصی ضامن ہوگا اور اگر تھوڑا بچے تو ضامن نہ ہوگا اور شیخ امام ابو بکر بلخی سے مروی ہے کہ ایک شخص نے وصیت کی کہ میری موت کے بعد تین روز تک لوگوں کے واسطے کھانا پکویا جائے تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ ایسی وصیت باطل ہے اور شیخ ابوالقاسم سے روایت ہے کہ اہل مصیبت کے یہاں کھانا لے جانا اور ان کے ساتھ کھانا کیا ہے فرمایا کہ ابتدائی حال میں کھانا لے جانا مکروہ نہیں ہے اس واسطے کہ اہل میت اُس کی تجہیز وغیرہ میں مشغول ہوتے ہیں۔

قال المترجم ☆

بلکہ یہ سنت ہے اور ہا تیسرے روز کھانا لے جانا سو یہ نہیں مستحب ہے اس واسطے کہ تیسرے روز رونے والی عورتیں جمع ہوتی ہیں پس اس روز کا اُن کا کھانا گناہ کرنے پر مدد دینا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور واقعات ناطقی میں ہے کہ اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ ہزار دینار کے کفن میں کفنایا جائے یا دس ہزار کے کفن میں کفنایا جائے تو یہ شخص درمیانی کفن سے کفنایا جائے گا جس میں نہ اسراف ہو اور نہ تقیر اور تصنیق ہو اور دوسرے مقام پر فرمایا کہ وہ شخص اپنی زندگی میں جیسے کپڑے پہن کر جمعہ کی نماز اور عیدین کی نماز اور شادی کی دعوت و لیمہ میں جاتا تھا اُن کو دیکھا جائے گا پس برابر درمیانی کفن دیا جائے گا یہ تارخانہ میں ہے۔ ایک عورت نے اپنے شوہر کو وصیت کی کہ شوہر اُس کو اُس مہر سے جو عورت کا اس پر آتا ہے کفن دے تو فرمایا کہ کن کے باب میں عورت کی امر و نہی سب باطل ہے یہ محیط سرخس میں ہے۔ ایک شخص نے وصیت کی کہ اپنے دار میں دفن کیا جائے تو اُس کی وصیت باطل ہے الا یہ کہ یہ وصیت کرے کہ میرا دار مسلمان کا مقبرہ بنایا جائے اور خلاصہ میں ہے کہ اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ اپنے بیت میں دفن کیا جائے تو صحیح نہیں ہے اور مسلمانوں کے مقبرہ میں دفن کیا جائے گا اور اگر یہ وصیت کی کہ مجھ پر فلاں شخص نماز پڑھے تو عیون میں لکھا ہے کہ یہ وصیت باطل ہے اور خلاصہ میں لکھا ہے کہ یہ نہیں صحیح ہے۔

قال المترجم ☆

مراد یہ ہے کہ اس کی تعمیل مثل وصیت کے لازم نہیں ہے ورنہ جس کو پرہیزگار جانے اُس سے نماز پڑھانے کو کہا جائے تو اولیٰ و انسب ہے نوادر ابن سماعہ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا تہائی مال مسلمان مردوں کے کفن میں یا مسلمان مردوں کی قبر کھودنے میں یا مسلمانوں کو پانی پلانے میں خرچ کیا جائے تو فرمایا کہ یہ باطل ہے اور اگر یہ وصیت کہ میرا تہائی مال فقیر مسلمانوں کے کفن دینے میں یا اُن کی قبریں کھودنے میں خرچ کیا جائے تو جائز ہے اور اگر وصیت کی کہ میرا دار مقبرہ کر

۱۔ عورتیں جو جمع ہوتی ہیں اور ظاہر مرد یہاں مطلق ہے خواہ مرد ہوں یا عورتیں ہوں ۱۲ منہ ۲۔ اسراف فضول خرچی و صرف بجا تقیر نقصان تصنیق ۱۲

دیا جائے پھر اُس کا وارث^(۱) مرا تو اس کا دفن کرنا اس مقبرہ میں جائز ہے۔ اور فتاویٰ فصلی میں ہے کہ اگر یہ وصیت کی کہ میرا دار کارواں سرائے کر دیا جائے کہ اس میں لوگ اتر کریں تو نہیں صحیح ہے اور اسی قول پر اعتماد ہے بخلاف اُس کے اگر یہ وصیت کر دی کہ سقاہ کر دیا جائے تو یہ صحیح ہے اور وارث اُس میں سے پانی نہیں پی سکتا ہے یہ تاتار خانہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی زندگی میں ٹاٹ خرید اٹھا پس وصیت کی کہ میں اس ٹاٹ میں کفنا دیا جاؤں اور میرے پاؤں میں بیڑیاں اور گردن میں طوق ڈالا جائے تو یہ غیر مشروع چیز کے ساتھ وصیت ہے پس باطل ہوگی اور اُس کو کفن مثل دیا جائے گا (یعنی جیسا وہ پہنتا تھا روز جمعہ و ایام خوشی میں پس اُس کا درمیانی دیا جائے گا جیسا ایسے لوگوں کو دیا جاتا ہے) اور جس طرح لوگ دفن کئے جاتے ہیں اسی طرح دفن کیا جائے گا۔ اگر یہ وصیت کی کہ اُس کی قبر پر کھگل کی جائے یا اُس پر قبہ بنایا جائے تو وصیت باطل ہے الا اُس صورت میں جائز ہو سکتی ہے کہ وہاں درندوں وغیرہ کے خوف سے کھگل لگانے کی ضرورت ہو اور شیخ ابوالقاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی دختر کو اپنے مرض میں پچاس درم دیئے اور کہا کہ میں مر جاؤں تو میری قبر پر عمارت بنوانا اور مجاورت کرنا اور پانچ درم تیرے واسطے ہیں اور باقی کے گھوڑوں خرید کر صدقہ کر دینا تو فرمایا کہ اسے کے واسطے پانچ درم نہیں جائز ہیں اور جس قبر کی عمارت کا حکم دیا ہے اُس کو دیکھا جائے گا اگر محافظت کے واسطے عمارت کی ضرورت ہو نہ بغرض زینت کے تو بقدر حفاظت کے بنوائی جائے اور باقی درم فقیروں کو دے دیئے جائیں گے اور اگر حاجت ضروری سے علاوہ عمارت کا حکم دیا ہے یعنی عمارت کی وہاں کوئی حاجت نہیں ہے تو وصیت باطل ہوگی اور اگر وصیت کی کہ کسی شخص کو میرے مال سے اس قدر دیا جائے تاکہ میری قبر پر قرآن پڑھے تو ایسی وصیت باطل ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اگر قاری یعنی پڑھنے والا کوئی معین ہو تو چاہئے کہ وصیت بطور صلہ کے جائز ہو نہ بطور اجرت کے اور بعض نے فرمایا کہ نہیں جائز ہے اگر چہ قاری معین ہو اور ایسا ہی شخص ابونصر نے فرمایا ہے شیخ ابوالقاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے وصیت کی کہ دس قبریں کھودی جائیں تو فرمایا کہ اگر مقبرہ معین کر دیا کہ اُس میں مردے دفن کئے جاتے ہیں تو وصیت جائز ہے اور اگر کھودنا بغرض انباء سبیل تہ فقیروں کے دفن کے ہے بدون اس کے کہ کوئی جگہ معین کرے تو وصیت باطل ہے اور واقعات امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر وصیت کی کہ سو قبریں کھودی جائیں تو میں استحساناً اس کے محلہ میں گرکھتا ہوں اور کبیر و صغیر پر ہوں گی اور ہمارے بعض مشائخ نے قبور کے مسئلہ میں یہ اختیار کیا ہے کہ اگر اُس نے مقبرہ معین نہ کیا تو نہیں جائز ہے اور اگر وصیت کی کہ اُس کی کتابیں دفن کر دی جائیں تو نہیں جائز ہے الا اُس صورت میں کہ اُن کتابوں میں ایسی بات لکھی ہو جس کو کوئی نہیں سمجھ سکتا ہے یا اس میں کوئی فساد کی بات ہو تو ان کو دفن کر دینا چاہئے یہ محیط میں ہے۔

اگر بیت المقدس کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کر دی تو جائز ہے اور بیت المقدس کی تعمیر اور اُس کے چراغ وغیرہ میں خرچ کئے جائیں گے اور مشائخؒ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ اس امر کی دلیل ہے کہ وقف مسجد سے اُس کی قندیل و چراغ میں خرچ کرنا اور نمایین میں قندیلوں کے واسطے لفظ شوروغن زیتون خریدنا جائز ہے اور اگر وصیت کی کہ میرا غلام مسجد کی خدمت کرے اور اس میں ان دے تو جائز ہے اور اُس کی کمائی وارث کی ہوگی اور اگر وصیت کی کہ میری طرف سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرایا جائے تو شخص کا خرچہ و جہاد دیا جائے گا جو اُس کو اپنی آمد و رفت میں خرچ کرے اور جب تک سرحد ملک کفار میں مقیم رہے تب تک خرچ

تولہ وارث کیونکہ حدیث میں ہے کہ وصیت وارث کے واسطے نہیں ہے ۱۲ ۲ یعنی عیدین کے روز یا لوگوں کی ملاقات و عروسی وغیرہ میں پہنتا تھا ۱۲ وہ لوگ جو مسافر و پردیسی ہوں ۱۲ ۳ ان قبروں کا مقام اس کا محلہ ہوگا اور چھوٹی بڑی سو قبریں کھودی جائیں گی ۱۲ ۴ مٹی کا تیل اور احتمال ہے کہ لٹوں کے طمع کا مصالحہ مراد ہو مانند قیر وغیرہ ۱۲ ۵ یعنی موصی کے جو وارث ہوں گے ان کو استحقاق اُس کے پانے کا ہوگا ۱۲ ۶ یعنی بعد موت موصی کے ۱۲

کرے اور اس میں سے اپنے اہل و عیال کے خرچ میں کچھ نہ لائے پھر اگر کچھ باقی رہ جائے تو وہ وارثوں کو واپس کر دے اور چاہئے کہ جہاد کرنے والے کے گھر کے واسطے نکلے یعنی اسی مقام سے خرچہ معتبر ہوگا اور یہ مثل حج کے لیے وصیت کرنے کے ہے اور اگر وہ شخص جوان کی طرف سے جہاد کرتا ہے تو انگر ہو تو بھی جائز ہے اور غیر وصی کو اختیار ہے کہ اُس کی طرف سے خود جہاد کرے اور نیز موصی کے پسر کو بھی اختیار ہے اور مسلمان کو جائز ہے کہ نصرانی فقیروں کے واسطے وصیت کرے اس واسطے کہ نصرانی فقیروں کے واسطے وصیت کرنا گناہ نہیں ہے بخلاف اُن کی بیعہ تعمیر کرانے کی وصیت کے کہ یہ معصیت ہے پس جو شخص اُس کی تعمیر میں مدد کرے گا وہ گنہگار ہوگا اور اگر وصیت کی کہ مسجد میں خرچ کیا جائے تو جائز ہے اور مسجد کی عمارت و چراغ میں خرچ کیا جائے گا اور اگر چراغ مسجد کی وصیت کی تو نہیں جائز ہے یہ امام ابو یوسف کا قول ہے اور اگر کہ ہے کہ اس میں چراغ جلایا یا کرے تو یہ جائز ہے اور اگر وصیت کی کہ میرا غلام فروخت کیا جائے اور کسی مشتری کو معین نہ کیا تو یہ جائز نہیں (۱) ہے الا یہ کہ کہے اور اُس کا ثمن صدقہ کر دیا اُس کو ادھار فروخت کر دیا مشتری کے ذمہ سے تہائی ثمن کم کر دو۔ اسی طرح اگر وصیت کی کہ میری باندی ایسے مشتری کے ہاتھ فروخت کرو جو اُس کو ام ولد بنائے یا اُس کو مدبر کر دے تو بھی جائز ہے۔ ایک شخص نے اپنی موت کے وقت ایک قوم سے جو اُس کے پاس حاضر تھی کہا کہ دیکھو کل وہ جو مجھے جائز ہے کہ میں اُس کی وصیت کروں اُس کو فقیروں کو دے دو تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ وصیت جائز ہے اور یہ تہائی مال پر ہوگی اور کہا کہ جو مجھے جائز ہے کہ میں اُس کی وصیت کروں تو بھی جائز ہے اور اس کا اختیار وارثوں کو ہوگا جو چیز فقیر کو دے دیں جائز ہو جائے گی خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو بخلاف اُس کے قول اوّل کے کہ (کل وہ مجھے جائز ہے کہ میں اُس کی وصیت کروں) کہ اس صورت میں پوری تہائی پر وصیت ہوگی۔ اور اگر اپنے غلام کی کسی شخص کے واسطے وصیت کر دی اور غلام پر قرضہ ہے پھر موصی مر گیا پھر غلام کے قرض خواہ نے کہا کہ میں وصیت کی اجازت نہیں دیتا ہوں تو اُس کو یہ اختیار نہ ہوگا ہاں اُس کا قرضہ غلام کی گردن پر ہے ایک زمین میں کھیتی ہے پس مالک زمین نے زمین کی بدون کھیتی کے وصیت کر دی تو یہ جائز ہے اور کھیتی اُس زمین میں اجر المثل پر چھوڑ دی جائے گی یہاں تک کہ کھیتی کاٹی جائے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

☆ مسئلہ مذکورہ میں مصاحف مجید کی وصیت کی بابت امام محمدؒ و امام اعظم ابو حنیفہ رحمہما اللہ میں وجہ اختلاف

امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے گھوڑے پر راہ خدا میں میری طرف سے جہاد کیا جائے تو وصیت صحیح ہے اور اُس کی طرف سے جہاد کیا جائے گا خواہ تو نگر جہاد کرے یا فقیر پھر جب غازی واپس آئے تو وارث کو وہ گھوڑا واپس دے پھر وارث لوگ برابر ہمیشہ اُس گھوڑے کو دیا کریں گے کہ اُس پر موصی کی طرف سے جہاد ہوا کرے گا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میرے گھوڑا اور میرے ہتھیار کی راہ میں ہیں یعنی صدقہ ہیں تو اس میں تملیک ہے۔ پس ایک مرد فقیر کو بطور تملیک (۲) دیئے جائیں۔ اگر طرح اگر کہا کہ میرا تہائی مال جہاد میں فی سبیل اللہ تعالیٰ ہے تو اُس کا بھی فقیروں کو مالک کر دینا چاہئے اور میرے نزدیک پسندیدہ ہے کہ وارث لوگ ایسے مرد کو دیں جو جہاد کرتا ہے۔ ایک شخص نے اپنا گھوڑا راہ جہاد میں کر دیا تو فرمایا کہ سبیل اللہ تعالیٰ کسی فقیر کو دے جائے اور سب فقیر اُس کا مالک ہو جائے تو جو چاہے کرے اور اگر اُس نے کہا کہ میں نے یہ گھوڑا اللہ تعالیٰ کی راہ میں مجبوس کر دیا فرمایا کہ رباط الیمیں باندھا جائے کہ اُس پر لوگ جہاد کیا کریں پھر اگر اس کی اجازت نہ رہے تو امام المسلمین اُس کو بقدر اُس کے مال کے کرایہ پر دیا کرے گا اور اگر کوئی اُس کو کرایہ پر نہ لے تو امام اُس کو فروخت کر کے اُس کا ثمن روک رکھے حتیٰ کہ جب مجاہدین کو رباط ملک اسلام کی سرحد پر جو کفرستان سے ملحق ہے باندھ سرائے کے مکان بناتے ہیں جس میں جہاد کرنے والے لوگ اترتے ہیں اور گھوڑے باندھ

۱۔ رباط ملک اسلام کی سرحد پر جو کفرستان سے ملحق ہے باندھ سرائے کے مکان بناتے ہیں جس میں جہاد کرنے والے لوگ اترتے ہیں اور گھوڑے باندھ
ہیں ۱۲ (۱) اس واسطے کہ لغو ہے ۱۲ (۲) مالک کو دیا جائے ۱۲

سواری کی ضرورت ہو تو امام اُس کے دشمن سے سواری کا گھوڑا خرید کر دے کہ اُس پر جہاد کیا جائے یہ محیط سرحدی میں ہے۔ اگر اُس نے مصاحف مجید کی وصیت کی کہ مسجد میں وقف کئے جائیں کہ لوگ اُن سے تلاوت کیا کریں تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ وصیت جائز ہے اور امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ وصیت باطل ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر وصیت کی کہ میری زمین مساکین کا مقبرہ بنائی جائے یا وصیت کی کہ یہ زمین مسافروں کے واسطے سرائے بنائی جائے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ باطل ہے اور اگر وصیت کی کہ میری یہ زمین پر مسجد بنائی جائے تو بلا خلاف جائز ہے اور اگر وصیت کی کہ میرا تہائی مال اللہ تعالیٰ کی راہ ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وصیت باطل ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ وصیت جائز ہے اور نیک کاموں میں خرچ کیا جائے گا اور فتویٰ امام محمدؒ کے قول پر ہے اور وہ فقہیروں پر خرچ کیا جائے گا اور اگر اپنے تہائی مال کی وصیت فی سبیل اللہ تعالیٰ کو تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ فی سبیل اللہ تعالیٰ جہاد ہے پھر امام ابو یوسفؒ سے کہا گیا کہ اور حج ہے تو فرمایا کہ فی سبیل اللہ تعالیٰ جہاد ہی ہے یعنی حج نہیں ہے جہاد ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر کسی حاجی بمنقطع کو دیا گیا تو جائز ہے مگر میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ جہاد میں دیا جائے اور فتویٰ امام ابو یوسفؒ کے قول پر ہے اور اگر اعمال غیر کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو فتاویٰ ابواللیثؒ میں مذکور ہے کہ جس میں تملیک نہ ہو وہ اعمال خیر میں سے ہے حتیٰ کہ مسجد کی عمارت و اُس کے چراغ میں صرف کرنا جائز ہے مسجد کی زینت میں خرچ نہ کیا جائے گا اور قید خانہ بنانے میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے اور قید خانہ قاضی وقید خانہ سلطان کی کوئی تفصیل نہیں فرمائی کذا فی المحیط۔ اور فتاویٰ خلاصہ میں ہے کہ اگر نیک کاموں میں اپنا تہائی مال صرف کرنے کی وصیت کی تو پل باندھنے یا مسجد بنانے میں یا طالب علموں کی کفالت میں خرچ کیا جائے یہ تاتار خانہ میں ہے۔

اگر رباط کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی حالانکہ رباط میں کچھ لوگ مقیم ہیں پس اگر وصیت کے وقت کوئی قرینہ ایسا موجود ہو جس سے ثابت ہو کہ اس وصیت (۱) سے اُس نے رباط کے مقیم لوگ مراد لئے تو انہیں پر خرچ کیا جائے گا اور رباط کی عمارت میں خرچ نہ کیا جائے گا اور فتاویٰ فصلی میں ہے کہ اگر وصیت کی کہ میرا تہائی مال گاؤں کی مصلحتوں میں خرچ کیا جائے تو یہ باطل ہے اور فتاویٰ ابواللیثؒ میں ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ میں نے سودرم کی واسطے فلاں مسجد یا فلاں پل کی وصیت کی تو امام محمدؒ نے صریح فرمایا کہ یہ جائز ہے پس اُس کی مرمت و اصلاح میں خرچ کئے جائیں گے اور اسی کو ابن مقاتل نے اختیار کیا ہے اور حسن بن زیاد نے کہا کہ اگر اُس نے مرمت یا اصلاح کو بیان نہ کیا تو وصیت باطل ہے اور یہی ہمارے اکثر اصحاب سے روایت (۲) ہے اور اس پر فتویٰ ہے۔ عیون میں امام محمدؒ سے مروی ہے کہ اگر کہا کہ میرا تہائی مال واسطے کعبہ معظمہ کے ہے تو جائز ہے اور مساکین مکہ معظمہ کو دیا جائے گا اور کہا کہ واسطے ثغور فلاں کے ہے تو قیاس یہ ہے کہ یہ باطل ہو اور استحساناً جائز ہے یہ محیط میں ہے۔

۱۔ حاجی منقطع وہ شخص جو بار اول حج گھر سے باز اور راعلہ چلا اور اثناء راہ میں ایسا واقعہ ہوا جس کے باعث سے اُس کے پاس خرچ نہ رہا ۱۲
 ۲۔ ظاہر رباط معین مراد ہے ورنہ امام اعظمؒ قول پر باطل ہونا چاہئے واللہ اعلم ۱۲
 ۳۔ ثغور وہ راہ جہاں سے کافروں کے دارالاسلام میں گھس آنے ذمہ
 کرنے کا احتمال ہو ۱۲ (۱) یعنی لفظ رباط سے ۱۲ (۲) والاصل قول ابی حنیفہؒ

نمبر ۱۸۱ ☆

تہائی مال یا اُس کے مانند کسی حصہ کی وصیت کرنے اور اپنے پسر یا دختر کے حصہ کے برابر مال کی وصیت کرنے اور اس سے کم یا زیادہ کی وصیت کرنے میں کہ بعد موت کے وارث لوگ اُس کی اجازت دیں یا نہ دیں بالبعض بعض اجازت دیں ان سب

کے احکام کے بیان میں

اگر زید کے واسطے اپنے چوتھائی مال کی اور عمرو کے واسطے نصف مال کی وصیت کی پس اگر وارثوں نے اُس کی اجازت دے دی تو نصف مال عمرو کو اور چوتھائی مال زید کو دیا جائے گا اور باقی تمام وارثوں میں موافق قرض خدائے تعالیٰ کے تقسیم ہوگا اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو تہائی مال سے دونوں کو سات حصے ہو کر اس طرح ملیں گے کہ عمرو کو چار حصے اور زید کو تین حصے دیئے جائیں گے یہ خزانہ المقتنین میں ہے۔ اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اُن میں تین حصے ہو کر تقسیم ہوں گے جن میں سے دو حصے عمرو کو اور ایک حصہ زید کو ملے گا اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سات حصے ہو کر اس وجہ سے تقسیم ہوگا کہ امام کا مذہب یہ ہے کہ عمرو جس کے واسطے نصف کی وصیت ہے وہ فقط تہائی کے حساب سے حصہ دار کیا جائے گا اور زید جس کے واسطے چوتھائی کی وصیت ہے وہ پوری چوتھائی کا حصہ دار کیا جائے گا پس حصص میں ایسے تعدد کی حاجت ہوئی جس کی تہائی و چوتھائی پوری نکلے اور وہ بارہ ہے جس کی تہائی چار ہے اور چوتھائی تین ہے پس زید و عمرو کی وصیت سات ہوئی اور یہ تہائی مال ہے اور دو تہائی مال چودہ ہے پس تمام مال اکیس ہے جس میں سے زیادہ عمرو کو سات حصے بایں طور کہ چار حصے عمرو کو اور تین حصے زید کو دیئے جائیں گے اور صاحبینؒ کے نزدیک تہائی کے تین حصے ہوں گے اس واسطے کہ عمرو نصف کا موصی لہ صاحبینؒ کے نزدیک پورے حصہ کا شریک کیا جائے گا اور زید چوتھائی کا پوری چوتھائی کا شریک کیا جائے گا اور چوتھائی آدھا نصف کا ہے پس ہر چوتھائی ایک سہم قرار دیا گیا پس نصف کے دو سہم ہوئے اور چوتھائی کا ایک سہم ہوا پس تین سہم ہوئے پس تہائی مال کے تین حصے کئے جائیں جس میں سے وہ دو حصہ عمرو کو اور ایک حصہ زید کو دیا جائے اور اصل امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ ہے کہ جس شخص کے واسطے تہائی سے زائد کی وصیت ہو وہ تہائی سے زائد کا شریک نہ کیا جائے گا الا تین وصیتوں میں وصیت بعق و مچاہدہ و دراہم مرسلہ اور وصیت بعق کی تفسیر یہ ہے کہ اگر دو غلاموں معین کے آزاد کرنے کی وصیت کی اور ایک کی قیمت ہزار درم اور دوسرے کی دو ہزار درم ہے اور سوائے ان دو غلاموں کے اُس کا کچھ مال نہیں ہے پس اگر وارثوں نے اجازت دے دی تو دونوں ساتھ ہی آزاد ہو جائیں گے اور اگر اجازت نہ دی تو دونوں تہائی مال سے آزاد ہوں گے اور اُس کا تہائی مال ایک ہزار درم ہیں پس ہزار درم دونوں بحساب اُن کی وصیت کے ہوں گے کہ ہزار درم کی دو تہائی اُس غلام کے واسطے جس کی قیمت دو ہزار درم ہے اور باقی کے واسطے وہ سعایت کرے گا اور ایک تہائی اس غلام کے واسطے جس کی قیمت ہزار درم ہے اور وہ باقی کے واسطے سعایت کرے گا اور یہی حکم مچاہدہ تین ہے کہ اگر اُس کے دو غلام ہوں ایک کی قیمت ایک ہزار ایک سو درم اور دوسرے کی قیمت چھ سو درم ہوں پس وصیت کی کہ ایک غلام زید کے ہاتھ سو درم کو اور دوسرا عمرو کے ہاتھ سو درم کو فروخت کیا جائے تو اس صورت میں ایک مشتری کے واسطے ہزار درم کی مچاہدہ اور دوسرے کے واسطے پانچ سو درم کی مچاہدہ حاصل ہوئی اور یہ سب وصیت

۱۔ وہ عدد جس سے بغیر کسر کے ہر کسی کا صحیح عدد برآمد ہو ۱۲

ہے اس واسطے کہ حالت مرض میں واقع ہوئی ہے پس اگر یہ تہائی مال سے برآمد ہو تو جائز ہوگی اور اگر تہائی مال سے برآمد نہ ہوئی اور نہ وارثوں نے اجازت دی تو دونوں کی محاباة بقدر تہائی کے جائز ہوگی اور یہ تہائی دونوں میں بقدر ہر ایک کی محاباة کے تقسیم ہوگی یعنی ایک شخص بقدر ہزار درم کے اور دوسرا بقدر پانچ سو درم کے شریک کیا جائے گا اور اسی طرح درہم مرسلہ میں ہے چنانچہ اگر ایک کے واسطے ہزار درم کی اور دوسرے کے لئے دو ہزار درم کی وصیت کی اور اُس کا تہائی مال ہزار درم ہے پس یہ تہائی دونوں میں تین تہائی ہو کر تقسیم ہوگی کہ ہر ایک دونوں میں سے اپنے پورے حصہ کی مقدار پر شریک کیا جائے گا اور موصی لہ ان صورتوں میں اپنی پوری وصیت کی مقدار پر اسی وجہ سے شریک کیا جاتا ہے کہ وصیت اپنے مخرج پر صحیح ہے بسبب اس کے کہ جائز ہے کہ موصی کا کوئی دوسرا مال ہو جس کی تہائی اس قدر ہو۔ اسی طرح اگر ایک کے واسطے نصف مال کی اور دوسرے کے واسطے تہائی مال کی یا پورے مال کی وصیت کی تو بھی یہی حکم ہے یہ شرح طحاوی میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ کی ایک صورت جس میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نصفانصف تقسیم ہوگی ☆

ایک کے واسطے تہائی مال کی اور دوسرے کے واسطے چھٹے حصہ کی وصیت کی تو اُس کا ایک تہائی مال دونوں میں تہائی تقسیم ہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال فلاں وفلاں کے واسطے ہے کہ ایک کے واسطے سو درم اور دوسرے کے واسطے پچاس درم ہیں اور اُس کا تہائی مال تین سو درم نکلا تو ہر ایک کے واسطے کہ اس قدر ہوگا جو بیان کر دیا ہے اور جو باقی رہا وہ دونوں میں نصفانصف ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ اُس کا پورا مال زید کو دیا جائے اور عمرو کو تہائی مال دینے کی وصیت کی پس اگر اُس کے وارث نہ ہوں یا وارثوں نے اجازت دے دی تو امام اعظم کے نزدیک اُس کا مال دونوں میں بطریق منازعت کے تقسیم ہوگا پس تہائی سے جس قدر زائد ہے یعنی دو تہائی وہ زید کو بلا منازعت دیا جائے گا اور باقی ایک تہائی میں دونوں کی منازعت برابر ہے پس دونوں میں نصفانصف تقسیم ہوگا اور امام ابو یوسف و امام محمد کے نزدیک بطریق عدل کی دونوں میں تقسیم ہوگا کہ ہر ایک اپنی پوری وصیت کی مقدار پر اُس میں شریک کیا جائے گا پس عمرو اپنی تہائی کی مقدار پر حساب ایک حصہ قرار دیا جائے گا اور زید اپنے پورے مقدار مال پر جس کے تین حصے قرار دیئے جائیں گے پس پورا مال دونوں میں چار حصے ہو کر تقسیم ہوگا یہ اُس وقت ہے کہ وارث لوگ اجازت دے دیں اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو تہائی مال سے وصیت جائز ہوگی پس تہائی مال دونوں میں امام اعظم کے نزدیک نصفانصف تقسیم ہوگا بدینی وجہ کہ جس شخص کے واسطے تہائی سے زائد کی وصیت ہے وہ صرف بقدر تہائی کے شریک کیا جائے گا (اور دوسرا تہائی کا موصی لہ ہے وہ پورے حق کے واسطے شریک کیا جائے گا پس دونوں مساوی ہوئے پس مال نصفانصف ہوا) اور صاحبین کے نزدیک ہر ایک اپنے پورے حق کی مقدار پر شریک کیا جائے گا اس وجہ سے تہائی کے چار حصے ہوں گے یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے زید کے واسطے تہائی مال کی اور عمرو کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی اور وارثوں نے اجازت نہ دی تو ایک تہائی دونوں میں برابر تقسیم ہوگی یہ کافی میں ہے۔ اگر کہا کہ میں نے اپنے تہائی مال کی زید و عمرو کے واسطے وصیت کی زید کے واسطے پچاس درم کی اور عمرو کے واسطے سو درم کی اور اس کا مال تین سو درم ہے تو تہائی زید و عمرو کے واسطے تین حصے ہو کر تقسیم ہوگی اور دوسرے کو کچھ نہ ملے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اس پر اجماع ہے کہ اگر وصیتوں میں سے کوئی وصیت ایک تہائی سے زائد نہ ہو مثلاً ایک کے واسطے تہائی کی وصیت اور دوسرے کے واسطے چوتھائی مال کی وصیت کی اور وارثوں نے اس سب کی اجازت نہ دی تو ایک تہائی میں ہر واحد اپنی پوری مقدار وصیت کے حساب سے شریک کیا جائے گا چاہے جس قدر ہو اور ایک تہائی اُن میں اسی حساب سے برابر تقسیم ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کے واسطے اس طرح وصیت کی کہ حظ از مال من۔ یا شی از مال من۔ یا نصیب از مال من۔ یا بعض از مال من دیا

جائے تو جب تک موصی زندہ ہے اس وقت تک بیان مقدار اُس کے بیان پر ہے اور جب وہ مر گیا تو وارثوں کے بیان پر ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ اور اگر کسی کے واسطے مبہم از مال خود وصیت کی یا بجز و از مال خود وصیت کی تو وارثوں سے کہا جائے گا کہ جس قدر تمہارا جی چاہے اس کو دے دو اور یہ جو ہم نے بیان کیا ہے اس کو مشائخ نے اختیار کیا ہے بنا بریں کہ ہمارے عرف میں سہم مثل جزو کے ہے اور اصل روایت اس کے برخلاف ہے چنانچہ یہ مبسوط میں مذکور ہے کہ اگر کسی کے واسطے اپنے مال سے ایک سہم کی وصیت کی تو اس کو وارثوں میں سے جس کا حصہ سب سے کم ہو اُس کے برابر دیا جائے گا لیکن اگر یہ مقدار ششم حصہ سے کم ہو تو اس صورت میں اُس کو چھٹا حصہ پورا دیا جائے گا لیکن موافق روایت اصل کی امام ابو حنیفہ نے چھٹے سے کم کو جائز رکھا ہے اور چھٹے حصے سے زائد کو جائز نہیں رکھا ہے اور موافق روایت جامع صغیر کے چھٹے حصے سے زائد کو جائز رکھا ہے اور چھٹے حصے سے کم کو جائز نہیں رکھا ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ موصی لہ کو وارثوں میں سے سب سے کم جس کا حصہ ہے اُس کے برابر دیا جائے گا لیکن اگر یہ مقدار ایک تہائی مال سے بڑھ جاتی ہو تو اُس کو فقط ایک تہائی دیا جائے گا یہ کافی میں ہے اور اگر ایک شخص کے واسطے اپنے مال سے ایک سہم کی وصیت کی پھر مر گیا اور اُس کا کوئی وارث نہیں ہے تو اُس کو نصف ملے گا اس واسطے کہ بیت المال بمنزلہ پسر کے ہے ایسا ہو گیا کہ گویا اُس کے دو بیٹے ہیں پس دونوں میں نصف نصف ہو گا یہ محیط سرخسی میں ہی۔

اگر وصیت میں استثناء کیا مثلاً وصیت کی کہ اُس کو میرے مال سے دی جائے تہائی الا قلیل یا تہائی الا چیزے یا تہائی الا یسر۔ یا اس طرح وصیت کی نہ رہا الف یا بعامة ہزہ الف یا بجل ہزہ الف۔ یا یعظم ہزہ الف اور یہ مقدار اُس کی تہائی مال ہے تو اُس کو اس میں سے نصف دیا جائے گا اور جس قدر نصف سے زائد ہے وہ وارثوں کو اختیار ہوگی جس قدر اُس کو چاہیں دے دیں اس واسطے کہ اُس میں اُس سے زیادہ بات نہیں ہے کہ مستثنیٰ مجہول ہے اور اُس کی جہالت مستثنیٰ منہ کے جہالت کی موجب ہے لیکن مجہول کی وصیت صحیح ہوتی ہے کذا فی المبسوط اور یہ جو ذکر فرمایا کہ نصف سے زائد وارثوں کو اختیار ہے جو چاہیں دے دیں اس اختیار سے یہ مراد ہے کہ چاہیں دیں یا نہ دیں یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کسی شخص کے واسطے وصیت کی کہ میرے پسر کے حصہ کے برابر دیا جائے تو اس میں کئی صورتیں نکلتی ہیں اگر اُس نے اس طرح وصیت کی کہ میرے پسر یا دختر کے حصہ کے مثل دیا جائے خواہ اس کا بیٹا ہو یا نہ ہو یا پسر یا دختر کا حصہ دیا جائے یا دختر کے حصہ کے مثل دیا جائے یا پسر کا حصہ دیا جائے اگر پسر ہوتا اگر کوئی دختر ہوتی یعنی بالفرض پس اگر پسر یا دختر کے حصہ کی وصیت کی اور اُس کا بیٹا یا بیٹی موجود ہے تو وصیت صحیح نہ ہوگی اور اگر پسر یا دختر کے حصہ کی وصیت کی اور اس کا بیٹا یا بیٹی نہیں ہے تو وصیت جائز ہوگی اور اپنے پسر یا دختر کے حصہ کے مثل دیا جائے گا پھر اُس کے مثل موصی لہ کو دیا جائے گا پس چیز کا اُس کا غیر ہوتا ہے عین نہیں ہوتا ہے پس ترکہ میں سے پہلے پسر کا حصہ جدا کیا جائے گا پھر اُس کے مثل موصی لہ کو دیا جائے گا پس اگر وہ تہائی سے زائد ہو تو وارثوں کے اجازت کی ضرورت ہوگی اور اگر تہائی یا اس سے کم ہو تو بلا اجازت جائز ہے کیونکہ مثل کسی حصہ کے مثل وصیت کی اور اُس کا ایک بیٹا ہے تو موصی لہ کے واسطے نصف مال ہوگا بشرطیکہ بیٹا اجازت دے دے اور اگر اُس نے اجازت نہ دی تو فقط تہائی ملے گا اور اگر اُس کے دو بیٹے ہوں تو مال ان سب میں تین تہائی ہوگا پھر بیٹوں کے اجازت کی حاجت نہ ہوگی اور اگر مثل حصہ دختر کے وصیت کی اور اُس کے ایک دختر ہے تو موصی لہ کے واسطے نصف مال ہوگا لیکن اگر دختر نے اجازت نہ دی تو فقط

۱۔ مثلاً عصبہ کو سب سے کم ملا اور سہم کم سے کم چھٹا حصہ مفروض ہے اس واسطے سہم کے لفظ سے چھٹا حصہ رکھا جائے گا ۱۲ منہ

۲۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ اُس کو نصف دینے کی علت ہے اور ممکن ہے کہ اس طور پر علت بیان کی جائے کہ جب سہام میں سے کتر نہیں پایا جاتا کیونکہ اُس کا کوئی وارث نہیں ہے پس نصف ہی اُس کا سہم ہے کہ اُس سے اوپر کوئی سہم نہیں ہے پس اُس کو یہی دیا جائے گا اور اس میں تطہیر ہے کیونکہ اس وقت میں کتر ہے یعنی ہے اور وہ سدس ہے اُس بنا پر جو اصول میں مقرر ہو چکا اور اسی وجہ سے اُس کو مطلق کیا جیسا کہ ہم نے بیان کیا ۱۲ ۳۔ یعنی اس ہزار کے بڑے حصہ کے ساتھ

اُس کو تہائی مال ملے گا اور اگر دو بیٹیاں ہوں اور مسئلہ یہی ہے تو موسیٰ لہ کو تہائی مال ملے گا اور اجازت کی کچھ ضرورت نہیں ہے اور اگر وصیت کی کہ پسر کا حصہ دیا جائے گا اگر پسر ہوتا تو اس کا حکم وہی ہے جو مثل حصہ پسر کے دینے کی وصیت میں مذکور ہوا ہے کہ اُس کو نصف مال دیا جائے گا بشرطیکہ وارث اجازت دے دیں اور اگر وصیت کی کہ اُس کو مثل نصیب الا بن دیا جائے اگر بیٹا ہوتا تو وصی لہ کو تہائی مال دیا جائے گا یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ایک شخص مر گیا اور اُس نے ماں و پسر چھوڑا اور ایک شخص کے واسطے نصیب دختر کی اگر ہوتی وصیت کی تو مال کے سترہ سہام کئے جائیں گے جس میں سے پانچ حصے موسیٰ لہ کو اور دس حصے پسر کو اور دو حصے ماں کو دیئے جائیں گے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر بالفرض وصیت نہ ہوتی تو ہم کہتے ہیں کہ اصل مسئلہ چھ سے ہوتا جس میں سے ایک سہم ماں کو اور پانچ سہم پسر کو ملتے اور چونکہ اس میں نصیب دختر یعنی نصف نصیب پسر یعنی ڈھائی بڑھائے جائیں گے پس کل ساڑھے آٹھ ہوئے اور چونکہ کسر آگئی ہے اس واسطے دو چند کر دیئے گئے جو سترہ ہوئے پس سہام ہر ایک کے بھی دو چند ہو گئے پس پہلے اس میں سے پانچ سہم موسیٰ لہ کو دیئے جائیں گے اس واسطے کہ اس کی وصیت تہائی سے کم ثابت ہوئی پس میراث سے وصیت مقدم ہو گئی اور باقی رہے بارہ سہام اُس میں سے دو ماں کو دیئے جائیں گے اور باقی رہی دس سہام وہ پسر کا حصہ ہے اور جانچ کرنے سے معلوم ہوا کہ ہم نے موسیٰ لہ کو حصہ دختر اگر ہوتی اسی قدر دیا ہے کہ وہ پسر کے حصہ سے نصف ہے پس تخریج ٹھیک ثابت ہوئی اور فرمایا کہ اگر اُس نے بی بی اور ایک بیٹا چھوڑا اور دوسرے پسر کے حصہ کی اگر ہوتا وصیت کردی اور وارثوں نے وصیت کی اجازت دے دی تو مسئلہ (۱۵) سے ہوگا جس میں سے سات سہام موسیٰ لہ کو اور ایک سہم بی بی کو اور سات سہام پسر کو دیئے جائیں گے اور صورت وہی ہے جو ہم نے بیان کردی ہے کہ اولاً ہم نے تخریج مسئلہ کی اس طرح کی کہ فرض کیا کہ وصیت نہیں ہے پس ہم کہتے ہیں کہ اگر وصیت نہ ہوتی تو مسئلہ آٹھ سے ہوتا جس میں سے ایک سہم بی بی کو اور سات سہم پسر کو ملتے اور چونکہ اُس نے دوسرے پسر کے حصہ کی اگر ہوتا وصیت کردی تو مسئلہ مفروضہ پر ایک پسر کا حصہ بڑھا دیا گیا یعنی سات ملائے گئے تو کل پندرہ ہو گئے اور اس مسئلہ میں وارثوں کا وصیت کی اجازت دینا شرط کیا گیا اس واسطے کہ وصیت ایک تہائی سے زائد ہوتی ہے اور ایسی صورت میں وارثوں کے اجازت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر اُس نے مثل نصیب دختر کے وصیت کی تو بھی جواب اسی طرح ہوگا جیسا ہم نے بیان کیا ہے اس واسطے کہ مثل شے اُس کا غیر ہوتا ہے پس یہ صورت اور جب نصیب پسر کی اگر ہوتا وصیت کی ہے دونوں یکساں ہیں اور اگر ایک شخص مر گیا اور اُس نے دختر و بھائی چھوڑا اور ایک شخص کے واسطے نصیب پسر کی اگر ہوتا وصیت کی اور دونوں وارثوں نے اس کی وصیت کی اجازت دے دی تو موسیٰ لہ کو تہائی مال ملے گا اور ایک تہائی مال دختر و بھائی کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوگا یہ اس وقت ہے کہ دونوں وارثوں نے اجازت دے دی اور اگر اجازت نہ دی تو موسیٰ لہ کو تہائی مال اور دو تہائی دختر و برادر کے درمیان نصف نصف ہوگا اور اگر مثل نصیب پسر کے اگر ہوتا وصیت کردی اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو موسیٰ لہ کو دو پانچویں حصہ مال ملے گا بشرطیکہ دونوں وارث اجازت دے دیں اور فرمایا کہ اگر ایک شخص مر گیا اور اُس نے بھائی و بہن چھوڑے اور ایک شخص کے واسطے نصیب پسر کی اگر ہوتا وصیت کردی اور دونوں نے اجازت دے دی تو موسیٰ لہ کو پورا مال ملے گا اور بھائی و بہن کو کچھ نہ ملے گا اور اگر مثل نصیب پسر کے اگر ہوتا وصیت کردی تو موسیٰ لہ کو نصف مال ملے گا بشرطیکہ دونوں اجازت دے دیں اور باقی نصف بھائی و بہن کے درمیان تین تہائی تقسیم ہوگا اور اگر دونوں نے اجازت دے دی تو تہائی مال ملے گا اور دو تہائی بھائی و بہن کے درمیان تین تہائی تقسیم^(۱) ہوگا۔ اور اگر دختر و بہن چھوڑی اور ایک شخص کے واسطے نصیب^(۲) دختر کی اگر ہوتی وصیت کردی تو موسیٰ لہ کو تہائی مال ملے گا خواہ دونوں وارث

۱۔ جس کے حق میں وصیت واقع ہوئی ہے ۱۲ (۱) یعنی ایک تہائی بہن کو اور دو تہائی بھائی کو ۱۲ (۲) یعنی دوسری دختر کی ۱۲

اجازت دے یا نہ دیں اور اگر مثل نصف دختر کے اگر ہوتی وصیت کردی تو موصی لہ کو چوتھائی مال ملے گا خواہ دونوں اجازت دیں یا نہ دیں۔
 فرمایا کہ اگر ایک شخص مر گیا اور اُس نے بیٹا و باپ چھوڑا اور ایک شخص کے واسطے مثل نصیب دختر کے اگر ہوتی یا مثل نصیب پسر کے اگر ہوتا
 وصیت کردی تو موصی لہ کو دو صورتیکہ دونوں اجازت دے دیں گیارہ حصوں میں سے پانچ حصے ملیں گے اور پسر کو پانچ حصے اور باپ کو ایک
 حصہ ملے گا اور اگر دونوں نے اجازت نہ دی تو موصی لہ کو تہائی مال ملے گا اور باقی باپ اور پسر کے درمیان چھ حصوں پر تقسیم ہوگا پس ایسے عدد
 کی ضرورت ہوگی جس کا تہائی نکلے اور اُس کی دو تہائی کا چھٹا حصہ نکلے اور کم سے کم ایسا عدد نو ہے پس مال کے نو حصے کر کے اُس میں سے تین
 یعنی ایک تہائی موصی لہ کو دی جائے گی اور باقی چھ میں سے ایک باپ کو اور پانچ بیٹے کو ملیں گے اور اگر ایک نے اجازت دی دوسرے نے
 اجازت نہ دی تو کتاب میں مذکور ہے کہ حال اجازت و حال عدم اجازت کی طرف لحاظ کیا جائے پس اجازت کی صورت میں مسئلہ گیارہ
 سے ہے جس میں سے موصی لہ کے پانچ سہم ہیں اور عدم اجازت کے واسطے مسئلہ نو سے ہے جس میں سے موصی لہ کے تین سہم ہیں پس
 اول مفروض کو دوم میں ضرب دیا جائے پس ننانوے ہوئے پس عدم اجازت کے وقت تین موصی لہ کی تہائی یعنی تینتیس سہم ہوئے اور باپ
 کے واسطے باقی کا چھٹا حصہ یعنی گیارہ ہوئے اور بیٹے کے واسطے باقی یعنی پچپن ہوئے اور اجازت کے وقت موصی لہ کو گیارہ میں سے پانچ
 مضروب نو میں یعنی پینتالیس ہوئے اور باپ کے واسطے ایک نو میں یعنی (نو) ہوئے اور بیٹے کے واسطے پینتالیس ہوئے ہر دو حالت میں
 موصی لہ کے حق میں بارہ کا فرق ہے جس میں سے (۲۰) سہم باپ کی طرف سے ہیں یعنی (۹) سے گیارہ تک اور (۱۰) بیٹے کے حصہ میں
 سے ہیں یعنی پینتالیس سے پچپن تک جب یہ معلوم ہو گیا تو ہم کہتے ہیں کہ اگر دونوں میں سے فقط ایک نے اجازت دی تو اس کی اجازت
 اُسی کے حق میں مؤثر ہوگی دوسرے کے حق میں مؤثر نہ ہوگی پس اگر فقط باپ نے اجازت دی تو اُس کے حصہ میں سے دو حصہ موصی لہ کے
 تہائی میں ملائے جائیں گے پس تینتیس اور دو پینتیس ہو جائیں گے اور اگر اجازت دینے والا فقط بیٹا ہو تو بیٹے کے حصہ میں سے دس سہم
 موصی لہ کے حصہ میں ملائے جائیں گے پس موصی لہ تینتالیس ہو جائیں گے اور فرمایا کہ اگر ایک شخص مر گیا اور اُس نے دو بیٹے چھوڑے اور
 زید کے واسطے اپنے تہائی مال کی اور عمرو کے واسطے مثل نصیب ایک بیٹے کے دونوں میں سے یا مثل نصیب تیسرے بیٹے کے اگر ہوتا وصیت
 کردی پس دونوں بیٹوں نے دونوں وصیتوں کی اجازت دے دی تو زید کو تہائی مال ملے گا اور باقی ہر دو پسر اور عمرو کے درمیان تین تہائی
 تقسیم ہوگا اور حساب نو سے ہوگا پس اس میں سے زید کو (۲) ملیں گے اور باقی چھ پر ہر دو پسر اور عمرو کے درمیان تین تہائی برابر حصہ پر ہے
 پس ہر پسر کو دو دو اور نیز عمرو کو (۲) ملیں گے۔ کہ وہ ایک پسر موجود کے حصہ کے برابر ہے اور اگر دونوں پسر نے اجازت نہ دی تو ایک تہائی
 مال ہر دونوں موصی لہما یعنی زید و عمرو کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوگا اور اگر دونوں بیٹوں نے عمرو کے وصیت کی اجازت دے دی اور زید
 کے وصیت کی اجازت نہ دی تو زید کو تہائی مال میں سے نصف ملے گا یعنی چھٹا حصہ جیسا کہ دونوں وصیتوں کی اجازت نہ ہونے کی صورت
 میں مذکور ہوا ہے اور عمرو کے واسطے باقی تہائی ہوگی اس واسطے کہ اُس کے حق میں اجازت صحیح ہو گئی ہے پس ہم کو ایسے عدد کی ضرورت ہوئی
 کہ اگر اُس میں سے اُس کا چھٹا حصہ نکال ڈالا جائے تو باقی پورے تین حصوں پر تقسیم ہو جائے اور کم سے کم ایسا عدد اٹھارہ ہے پس اُس
 میں سے زید کو چھٹا حصہ یعنی تین سہم دے دئے جائیں گے اور باقی پندرہ سہم تینوں میں یعنی ہر دو پسر و عمرو کے درمیان حصہ رسد تین تہائی
 تقسیم ہوں گے پس ہر ایک کے حصہ میں پانچ سہم آئیں گے اور اگر ہر دو پسر میں سے ایک نے فقط عمرو کے وصیت کی اجازت دے دی
 اور وصیت زید کی اجازت نہ دی اور دوسرے بیٹے نے دونوں وصیتوں کی اجازت نہ دی تو ہم کہتے ہیں کہ اگر دونوں بیٹے اجازت نہ دیتے تو عمرو کو

۱۔ خواہ دوم کو اول میں بہر حال حاصل واحد ہے ۱۲ ۲۔ اور بطریق دیگر (۹۹) سے بدین حساب کہ ۱۲ تین ۵۱ ہیں تو ننانوے میں سے ۵۴ ہوں گے
 اس واسطے کہ (۹۹) گیارہ سے ۹ گونہ ہے علی ہذا القیاس

اٹھارہ سہام میں سے تین سہام ملتے اور اگر دونوں اجازت دیتے تو اٹھارہ سہام میں سے عمرو کو پانچ سہام ملتے پس ان دونوں میں تفاوت دو سہام کا ہے پس ہر ایک بیٹے کے حصہ میں سے ایک ایک سہام ہے پس جب دونوں میں سے ایک نے اجازت دی ہے تو خاص اُسی کے حصہ میں اجازت صحیح رہی پس عمرو کے واسطے چار سہام ہو گئے اور زید کے واسطے تین سہام رہے اور جس بیٹے نے اجازت دی ہے اُس کے پانچ سہام رہے اور جس نے اجازت نہیں دی ہے اُس کے چھ سہام ہوں گے یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص کے پانچ پسر ہوں اور اُس نے عمرو کے واسطے مثل نصیب ایک کے ان پانچوں میں سے وصیت کی اور ماقی ایک تہائی میں سے ایک تہائی زید کے واسطے وصیت کر دی تو اس صورت میں مسئلہ کے سہام اکیاون ہوں گے اُس میں سے عمرو کو اٹھ سہام اور زید کو تین اور ہر ایک بیٹے کو آٹھ سہام ملیں گے اور مسئلہ کی تخریج بطور کتاب کے اس طرح ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ بیٹوں کی تعداد لی جائے یعنی پانچ سہم اور ایک سہم اور اس پر بڑھایا جائے اس واسطے کہ میت نے قتل نصیب واحد کے وصیت کی ہے اور قتل شے اس کا غیر ہوتا ہے پس چھ ہوئے پھر اس کو تین میں سے ضرب دیا جائے اس واسطے کہ اس نے ماقی ایک تہائی میں سے تہائی کی وصیت کی ہے پس اٹھارہ ہوئے پھر اس میں وہ حصہ جو زیادہ کیا گیا ہے نکال ڈالا جائے پس سترہ رہے پس یہ ایک ٹکٹ ہے اور دو ٹکٹ اس سے دو چند ہوں گے پس کل مال اس سے سہ چند یعنی اکیاون (۵۱) سہم ہے اور ہم نے سہم ٹرائڈ کو اس واسطے دے دیا تاکہ مقدار تہائی دو تہائی کی ظاہر ہو جائے اور دو تہائی میں وصیت نہیں ہے پس اُس میں حصہ زائد کا اختیار کرنا ممکن نہیں ہے اُسی واسطے ہم نے اُس کو طرح دے دیا پھر جب معلوم ہو گیا کہ تہائی مال سترہ سہام ہے تو اس میں سے حصہ پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ تو ایک حصہ لے اور وہ واحد ہے پھر اس کو تین میں ضرب دے پھر اُس کو تین میں ضرب دے پس نو ہوئے پھر اس میں سے ایک طرح دے دے جیسے تو نے ابتدا میں طرح دیا تھا پس آٹھ باقی رہے اور یہی حصہ ہے پس جب اس کو سترہ میں سے طرح دیا تو (۹) باقی رہے پس اس میں سے زید کے واسطے تہائی کی وصیت ہے پس تین اُس کے ہوئے اور چھ باقی رہے پس ان کو دو تہائی کے ساتھ ملا دیا اور دو تہائی چونتیس ہے پس سب چالیس ہوئے پس یہ پانچ پسر کے درمیان برابر تقسیم ہو کر ہر ایک کے حصہ میں آٹھ آٹھ سہام آئیں گے اور یہ مثل حصہ عمرو کے ہے پس تخریج پانچ پر ٹھیک اُتری اور اگر عمرو کے واسطے مثل نصیب واحد کے اُن پانچوں میں سے عمرو زید کے واسطے تہائی سے ماقی کے چوتھائی کی وصیت کی تو انہتر (۶۹) سہام کئے جائیں گے جس میں سے عمرو کے گیارہ سہام اور زید کے واسطے تین سہام اور ہر ایک پسر کے واسطے گیارہ سہام ہوں گے اور اس کا بیان بطریق کتاب کے یہ ہے کہ تو تعداد پسران کو لے لے کہ وہ پانچ ہیں اور اُس پر ایک سہم اور بڑھائے جو نصیب مثل کے وصیت کا ہے۔ پھر اس کو چار میں ضرب دے دے بوجہ اس کے کہ ماقی کی چوتھائی کی وصیت ہے پس چوبیس ہوئے پھر اس میں سے ایک طرح دے دے تو تینتیس باقی رہے یہ تہائی ہے اور دو تہائی اُس کا دو چند ہے پس کل مجموعہ انہتر ہوئے یہ پورا مال ہے اور تہائی تیس ہے اور نصیب یعنی حصہ ہر واحد پہچاننے کا طریقہ ہے کہ نصیب یعنی واحد کو لے اور اُس کو چار میں ضرب دے پھر تین میں ضرب دے پس بارہ ہوئے اُس میں سے ایک طرح دے دے پس گیارہ رہے یہی نصیب ہے پس جب تیس میں سے گیارہ نکال ڈالے تو بارہ باقی رہے اس میں سے چوتھائی کی زید کے واسطے وصیت ہے وہ تین ہوئے پس تین نکالنے کے بعد نو باقی رہے ان کو دو تہائی مال میں جو چھیا لیس ہے ملایا تو پچپن ہوئے جو پانچ بیٹوں میں مساوی مشترک ہے پس ہر واحد کے واسطے گیارہ ہوئے اور اگر اُس نے عمرو کے واسطے پانچ بیٹوں میں سے ایک کے نصیب کے مثل کی وصیت کی اور زید کے واسطے تہائی کے ماقی کی پانچویں حصہ کے وصیت کر دی تو ستاسی سہام کل مال کے ہوں گے جن میں سے عمرو کو چودہ اور زید کو تین اور ہر ایک بیٹے کو چودہ چودہ دیئے جائیں گے اور اس کی تخریج بطریق کتاب کے اس طرح ہے کہ تعداد پسران پر ایک زیادہ کر دے کیونکہ مثل نصیب کے وصیت ہے پس چھ

۱۔ موصی لہما کا اطلاق اُن دو شخصوں پر ہوتا ہے جس کی واسطے وصیت کی گئی جیسے موصی لہ واحد کے واسطے ہے ۱۲

۲۔ یعنی ایک تہائی سے بعد دینے وصیت عمرو کے جو باقی رہے اُس کی تہائی کی زید کے واسطے وصیت کر دی ۱۲ منہ ۳۔ سہام جمع سہم بمعنی حصہ ۱۲

ہوئے اُس کو پانچ میں ضرب دے کیونکہ ماہی کے پانچویں حصہ کی وصیت ہے پس تین ہوئے پھر زائد کردہ کو طرح دے دے پس انیس باقی رہے یہ ایک تہائی ہے اور دو تہائی اُس کا دو چند یعنی اٹھاون ہوئے پس تمام مال ستاسی ہوا اور نصیب پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ تو نصیب مفروض لے لے اور وہ ایک ہے اور اُس کو پانچ میں ضرب کر پھر تین میں ضرب دے پس (پندرہ) ہوں گے اُس میں سے ایک طرح دے دے تو جو چودہ باقی رہیں گے یہی نصیب ہے پس جب اُس کو انیس ایک تہائی سے خارج کیا تو (پندرہ) باقی رہے اور زید کے واسطے اس ماہی کے پنجم کی وصیت ہے پس پنجم تین ہے پھر باقی رہے بارہ اس کو دو تہائی مال یعنی اٹھاون میں جمع کیا تو ستر ہوئے اور یہ پانچ بیٹوں میں مشترک ہے ہر ایک کے چودہ چودہ سہام ہوئے جس قدر عمر و کا حصہ ہے اور اگر عمرو کے واسطے مثل نصیب لے کے ازینہا سوائے تہائی ماہی^۱ از حصہ سوم کی وصیت کی تو مسئلہ میں کل مال کے ستاون حصہ ہوں گے جس میں نصیب ہر ایک کا دس ہوگا اور تثناء تین ہوگا اور ہر بیٹے کو دس دس ملیں گے اور اس کی تخریج بطریق بیان کتاب کے اس طرح ہے کہ بیٹوں کی تعداد پانچ لے کر اُس پر ایک یعنی جو عمرو کے واسطے ایک نصیب کی وصیت ہے وہ زیادہ کیا جائے پھر یہ تین سے ضرب دیا جائے پس اٹھارہ ہوئے پھر اس میں ایک سہم زیادہ کیا جائے جیسا اول میں زیادہ کیا گیا ہے پس انیس ہوئے پس یہ تہائی مال ہے اور دو تہائی اڑتیس ہے پس مجموعہ کل مال ستاون ہے اور نصیب پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ نصیب مفروض کو لے کر تین میں ضرب کیا جائے اور نصیب مفروض واحد ہے پس تین ہوئے پھر تین میں ضرب کیا جائے تو نو ہو پھر اس میں ایک زیادہ کہا جائے جیسا اصل میں کیا گیا ہے تو دس ہو پس یہی نصیب کامل ہے اور جب اس کو انیس سے دور کیا تو نو باقی رہے پھر نصیب کامل یعنی دس میں سے ماہی نو کی تہائی مستثنیٰ ہو کر اس نو میں ملے تو بارہ ہوئے پھر یہ دو تہائی مال اڑتیس میں ملائے گئے تو کل پچاس ہوئے جو پانچ بیٹوں پر تقسیم ہوئے اور ہر ایک کے حصہ میں دس دس مثل نصیب کامل کے پڑے اگر ایک شخص مر گیا اور اُس نے دو دختر اور ماں اور بیوی اور عصبہ چھوڑا اور عمرو کے واسطے مثل نصیب ایک بیٹی کے اور زید کے واسطے تہائی کے ماہی کی تہائی کی وصیت کی تو کل مال کے چھیا سٹھ سہام ہوں گے اور نصیب سولہ ہوگا اور ثلث ماہی دور ہوگا اور تخریج مسئلہ کی اسطور سے ہو گی کہ پہلا فریضہ بدون وصیت کے صحیح کیا جائے تو ہم کہتے ہیں کہ اصل مسئلہ چھ سے ہوگا جس میں سے دو بیٹوں کو دو تہائی چار ملیں گے اور ماں کو چھٹا حصہ ایک ملے گا اور باقی ایک رہا اُس میں سے بیوی کو آٹھواں حصہ تین چوتھائی ملے گا اور ایک چوتھائی باقی عصبہ کو ملے گا پس بیوی کے حصہ میں کسر آ جانے کی وجہ سے تقسیم چوبیس سے ہوگی لیکن چونکہ بیوی کا نصیب معلوم کرنے میں اس کی حاجت نہیں پڑے گی اس واسطے اصل مسئلہ چھ سے رکھا جائے گا اور اس پر ایک لڑکی کے حصہ کے برابر (۲) بڑھائے جائیں گے اس واسطے کہ عمرو کے واسطے وصیت ہے پس آٹھ ہوئے پھر اس کو تین میں ضرب دیا جائے پس چوبیس ہوئے پھر اس میں سے قدر زائد کردہ یعنی دو کم کر دیئے جائیں تو بائیس رہے اور یہی تہائی ہے پس (۱) دو تہائی چوالیس ہوئے پس کل مال کا مجموعہ چھیا سٹھ ہوا۔ اور نصیب کی پہچان اس طور سے ہوگی کہ نصیب یعنی دو کو لے کر تین میں ضرب کیا جائے پھر تین میں ضرب کیا جائے پس اٹھارہ ہوئے پھر اس میں سے دو طرح دیئے جائیں تو سولہ رہے یہی نصیب ہے اور جب اُس کو بائیس تہائی میں سے دور کیا تو چھ باقی رہے پس اس میں سے زید کے واسطے تہائی دور ہو اور چار باقی رہے اُن کو دو تہائی مال چوالیس میں ملایا اڑتالیس ہوئے جس میں سے دو دختر کی دو تہائی (۳۲) ہوئے کہ ہر ایک کے واسطے (۱۶) ہوئے جو مثل نصیب کے ہیں اور ماں کو چھٹا حصہ ہوئے اور بیوی کو آٹھواں حصہ چھ ہو اور باقی (۲) سہم عصبہ کے

۱۔ یعنی پانچ بیٹوں میں سے ایک بیٹے کے حصہ کے برابر عمرو کے واسطے وصیت کی مگر اُس میں سے تہائی سے ماہی کو تہائی کو استثناء کیا ۱۲

۲۔ ماہی از حصہ سوم اتول حصہ سوم کے ماہی سے یہ مراد ہے کہ تہائی میں نصیب واحد نکالنے کے بعد جو باقی رہے اُس باقی کو تہائی استثناء کرے ۱۲

۳۔ تاکہ ماہی تہائی کی نکل آئے ۱۲ (۱) یعنی کل جس قدر حصے خام مال کے لیے جائیں اُس کی تہائی (۲۲) ہوئی چاہئے ۱۲

واسطے ہوئے اور اگر عمرو کے واسطے مثل نصیب ایک دختر کے سوائے تہائی کے ماہی کی تہائی کی وصیت کی تو کل مال کے چھ سو چوبیس حصہ ہوں گے اور نصیب کی مقدار (۱۶۰) ہوگی اور باقی کی تہائی (۱۶) ہوگی پس امام محمدؒ نے اس مسئلہ میں حساب کو بہت طول دے دیا بدین غرض کہ بیوی کی میراث پوری پوری نکل آئے حالانکہ ہم کو معرفت وصیت میں اس کی حاجت نہیں ہے اور مسئلہ کی تخریج اس سے کم پر ہو سکتی ہے۔ بنا بر اُس قاعدے کے جو ہم نے بیان کیا ہے کہ فرض مسئلہ (۶) سے کیا جائے پھر عمرو کے واسطے مثل نصیب دختر کے وصیت ہے پس (۲) اس پر زیادہ کئے جائیں جو ایک دختر کا حصہ ہے پس (۸) ہوئے پھر اس کو تین میں ضرب کیا جائے پس (۲۴) ہوئے پھر اس پر (۲) بڑھائے جائیں جیسا مسائل استثناء میں اصل ہے پس (۲۶) ہوئے اور یہی تہائی مال ہے اور دو تہائی اس کا دو چند ہے یعنی (۵۲) ہے پس تمام مال (۷۸) ہو اور نصیب کی پہچان اس طور سے ہے کہ نصیب مفروض (۲) کو لے کر تین میں ضرب کیا جائے (۱۶) ہوں پھر (۳) میں ضرب کیا جائے (۱۸) ہوئے پھر اس پر (۲) بڑھائے جائیں (۲۰) ہوئے یہی نصیب کامل ہے پس جب اس کو تہائی (۲۶) سے دور کیا تو (۶) رہے اور بسبب استثناء کے باقی کی تہائی (۲) مستثنیٰ ہو کر اس میں مل گئی (۸) ہو گئے ان کو دو تہائی (۵۲) میں ملایا جائے تو (۶۰) ہوئے یہ وارثوں میں مشترک ہوں گے جس میں سے دونوں بیٹوں کو دو تہائی یعنی چالیس ملے ہر ایک کے واسطے بیس ہوئے جو کامل نصیب عمرو کے مثل ہے اور ماں کو چھٹا حصہ (۱۰) ملے اور بیوی کے واسطے آٹھواں حصہ ہے لیکن (۶۰) کا آٹھواں حصہ صحیح نہیں نکل سکتا ہے اسی واسطے امام محمدؒ نے اصل حساب (۷۸) کو (۸) میں ضرب دیا کہ (۶۲۴) ہو گئے اور اُس سے سب حصے پورے پورے نکالے گئے اور اگر عمرو کے واسطے مثل نصیب بیوی کے اور زید کے واسطے تہائی کی باقی میں سے تہائی کی وصیت کی ہو تو تمام مال کے (۲۳۴) حصہ ہوں گے اور نصیب (۲۴) ہوگا اور تہائی کی باقی کی تہائی (۱۸) ہوگی اور اس کی تخریج بنا بر طریقہ کتاب کے اس طور سے ہے کہ صورت مسئلہ (۲۴) فرض کیا جائے اس واسطے کہ اُس نے حصہ بیوی کے برابر کی وصیت کی ہے پس بیوی کا پورا حصہ معلوم کرنا ضرور ہے اس واسطے (۲۴) سے مسئلہ فرض کیا گیا پس دونوں دختر کی دو تہائی (۱۶) ہوئے اور ماں کا چھٹا حصہ (۴) ہوئے اور بیوی کا آٹھواں حصہ (۳) ہوئے اور باقی ایک سہم عصبہ کا ہے پھر اس پر بیوی کے حصہ کے کی برابر (۳) زیادہ کئے جائیں گے کیونکہ اُس کے حصہ کے برابر حصہ کی وصیت ہے پس (۲۷) ہوئے اس کو تین میں ضرب کیا جائے اس واسطے کی ماہی تہائی میں سے تہائی کی وصیت ہے تو (۸۱) ہوئے پھر جس قدر زیادہ کیا ہے دو طرح دیا جائے پس تین نکال ڈالے تو (۷۸) باقی رہے پس یہی تہائی مال ہے اور دو تہائی اس کا دو چند (۱۵۶) ہے پس تمام مال (۲۳۴) ہوئے اور نصیب معلوم کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ نصیب مفروض (۳) کو لے کر تین میں ضرب دیا جائے (۹) ہوئے پھر تین میں ضرب دیا جائے (۲۷) ہوئے پھر تین طرح دیئے جائیں تو (۲۴) رہے پس یہی نصیب ہے اور جب اس کو تہائی مال (۸) سے دور کر دیا تو (۵۴) رہے پھر زید کے واسطے اس میں سے تہائی (۱۸) ملیں گے پس (۳۶) باقی رہے وہ دو تہائی مال (۱۵۶) میں ملائے گئے تو (۱۹۶) ہوئے جس میں سے عورت کا آٹھواں حصہ (۲۴) ہوئے جو مثل نصیب عمرو کے ہے اور باقی کی تقسیم وارثوں کے درمیان جس طرح ہم نے بیان کر دی ہے معلوم ہے اور اگر ایک شخص کے پانچ پسر ہوں پس اُس نے ایک پسر کے واسطے وصیت کی کہ اس کے حصہ میں اس قدر بطور وصیت کے دیا جائے کہ اس کا حصہ مل کر چوتھائی مال ہو جائے اور تہائی میں سے باقی کے تہائی کی زید کے واسطے وصیت کر دی پھر وارثوں نے ایک پسر کے حق میں جو وصیت ہے اُس کی اجازت دے دی تو تمام مال کے بارہ حصے ہوں گے اور نصیب (۲) ہوگا اور چوتھائی پوری کرنی ایک سے ہوگی اور ماہی تہائی میں سے تہائی ایک ہوگا اور تخریج مسئلہ کی بطریق کتاب کے اس طرح کہ ہم کہتے ہیں کہ اگر وصیت نہ ہوتی تو مسئلہ (۵) سے ہوتا ہے کہ ہر ایک بیٹے کو ایک دیا جاتا پس جب اُس نے یہ وصیت کی کہ فلاں بیٹے کے حصہ کو پورا کر کے چوتھائی مال کر دیا جائے تو یہ

وصیت وارث کے حق میں ہے پس بدون اجازت باقی وارثوں کے جائز نہ ہوگی اور جب انہوں نے اجازت دے دی تو طریقہ یہ ہوگا کہ مفروض میں سے جو بیٹا موصی لہ ہے اُس کا حصہ طرح دیا جائے وہ ایک ہے تو چار رہے پھر اس کو تین میں ضرب دیا جائے کیونکہ زید کے واسطے تہائی باقی میں سے تہائی کی وصیت ہے پس (۱۲) ہوئے اس میں سے تہائی (۴) ہے اور چوتھائی (۳) ہے اور نصیب کے معلوم کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ نصیب مفروض (۱) لے کر (۳) میں ضرب کیا جائے پس (۲) ہوئے اس میں سے ایک طرح دیا جائے (۱۲) رہے یہی نصیب ہے جب پسر موصی لہ کے حصہ کو چوتھائی سے پورا کیا گیا تو اُس میں سے ایک ملایا گیا تاکہ (۲) میں (۱) مل کر (۳) ہوئے یہی چوتھائی ہے اور ایک واپس رہا تو ہم نے جان لیا کہ چوتھائی کی تکمیل ایک سے ہوئی پھر جب اس سہم کو جس سے تکمیل ہوئی ہے تہائی مال یعنی (۴) سے دور کیا تو (۳) رہے اُس کی تہائی (۱) ہے یہ زید کو دی جائے گی پس (دو) باقی رہے ان کو دو تہائی مال (۸) میں ملایا (۱۰) ہوئے جو پانچوں بیٹوں کے درمیان تقسیم ہوں گے ہر ایک کے واسطے (۲) ہوں گے جو نصیب کے برابر ہیں پھر جب پسر موصی لہ کے ان (۲) سہم میں وہ سہم ملایا گیا جو اُس کو بوصیت حاصل ہوا ہے تو تین ہو گئے پس یہی اُس کے حصہ میں مل کر تمام مال کی چوتھائی ہو گئی یہ مبسوط میں ہے اور اگر کسی شخص کے واسطے بمثل نصیب پسر خود الا نصیب پسر دیگر کی وصیت یا الا مثل نصیب پسر دیگر کی وصیت یا الا نصیب پسر دیگر کے اگر ہوتا یا مثل نصیب پسر دیگر کے اگر ہوتا وصیت کی اور ایک بیٹا چھوڑا تو موصی لہ کو تہائی مال ملے گا اور پسر کو دو تہائی ملے گا اس واسطے کہ ایک ہی بیٹا ہونے کی وجہ سے تمام مال ایک سہم قرار دیا جائے گا اور اس پر ایک سہم بوجہ وصیت کے زیادہ کیا جائے گا۔ پس دو سہم ہوئے پھر نصیب پسر دو سہم قرار دیا جائے گا۔ اس واسطے کہ ہم کو پسر دیگر کا نصیب دریافت کرنا ضروری ہے اور جب اُس کا نصیب (۲) سہم ہوا تو موصی لہ کا نصیب بھی (۲) ہوا اس واسطے کہ اُس کے مثل ہے پس ظاہر ہوا کہ نصیب پسر دیگر ایک سہم ہے اگر پسر دیگر ہوتا پس یہ سہم جو نصیب پسر دیگر قرار دیا گیا ہے طرح دیا جائے گا پس مال کے تین سہم ہیں جس میں سے موصی لہ کے دو سہم اور پسر کا ایک سہم رہا پھر بسبب استثناء کے موصی لہ کے نصیب (۲) میں سے ایک سہم نصیب پسر دیگر مستثنیٰ ہو گیا تو موصی لہ کے لیے ایک سہم باقی رہا اور تین سہم میں سے (۲) سہم پسر کے واسطے رہے اور اگر اس مسئلہ میں بمثل نصیب پسر خود الا نصیب پسر ثالث کی اگر ہوتا وصیت کی تو موصی لہ کو مال کا دو پانچواں حصہ ملے گا بشرطیکہ سب وارث اجازت دے دیں ورنہ اُس کو تہائی مال ملے گا اور بیان اس کا یہ ہے کہ ایک بیٹا ہونے کی وجہ سے تمام مال ایک سہم ہوا پسر وصیت کی وجہ سے ایک سہم زیادہ کیا گیا تو (۲) ہوئے پھر نصیب پسر (۳) کر دیا جائے گا کیونکہ نصیب پسر ثالث دریافت کرنے کی ضرورت ہے تو موصی لہ کا نصیب بھی (۳) ہو جائے گا کیونکہ اس کے مثل ہے پھر نصیب پسر میں سے ایک سہم طرح دیا گیا تو مال کے پانچ سہم رہے پھر نصیب موصی لہ (۳) میں سے ایک سہم مستثنیٰ ہو کر پسر کے نصیب میں آ جائے گا پس موصی لہ کے پاس دو سہم یعنی دو پانچواں حصہ مال اور پسر کے پاس تین سہم رہ جائیں گے اور اگر ایک شخص نے (۳) پسر چھوڑے اور عمرو کے واسطے بمثل نصیب ہمہ پسران خود الا نصیب پکی از پسران کی وصیت کی یا الا مثل نصیب پکی از پسران کی وصیت کی تو موصی لہ کو دو پانچواں حصہ مال اور تینوں بیٹوں کو تین سہم ملیں گے اس واسطے کہ تین بیٹے ہیں اور اُس پر (۳) بڑھائے جائیں گے اس واسطے کہ سب کے نصیب کے مثل کی وصیت کی ہے تو (۶) ہوئے جس میں سے ہر ایک پسر کے واسطے ایک سہم ہے اور موصی لہ کے واسطے (۳) سہام ہیں پھر اس میں سے ایک پسر کا نصیب طرح دیا گیا ہے وہ ایک سہم ہے پس مال کے مال کے پانچ سہام رہے جس میں سے موصی لہ کے (۳) اور بیٹوں کے (۲) ہیں پھر موصی لہ کے نصیب میں سے ایک سہم مستثنیٰ ہو کر بیٹوں کے نصیب میں آ ملا تو موصی لہ کے واسطے

۱۔ یعنی مقدار نصیب پسر خود میں سے استثناء کیا جائے طور کہ الا نصیب پسر دیگر یا الا مثل نصیب پسر دیگر اور دونوں استثناء اور موصوت وجود پسر دیگر میں بالانصیب پسر دیگر کے اگر ہوتا پانچ یہ دونوں بفرض وجود پسر دیگر ہیں ۱۲

(۲) رہے اور بیٹوں کے واسطے (۳) سہام رہے۔

قال المترجم ☆

اور اس میں بھی اجازت وارثان کی ضرورت ہے اور اگر اُس نے دو پسر چھوڑے اور عمرو کے واسطے بمثل نصیب یکے از پسران الانصیب پسر ثالث کی یا الا مثل نصیب پسر ثالث کے وصیت کی تو موصی لہ کو سات سہام میں سے ایک سہم ملے گا اور ہر پسر کو (۳) سہام ملیں گے اس واسطے کہ ہر دو پسر کا نصیب (۲) لیا جائے گا اور اُس پر ایک سہم وصیت کا بڑھایا گیا پس مال کے (۳) سہم ہوئی جس میں سے ایک سہم موصی لہ کا اور دو سہم ہر دو پسر کے پھر ہر دو پسر کے نصیب کو تین پر تقسیم کیا جائے گا تا کہ پسر ثالث کا حصہ ظاہر ہو اور چونکہ (۲) کی تقسیم (۳) پر مستقیم نہیں ہے اس واسطے اُس کو تین میں ضرب دیا گیا (۱) ہوئے اور موصی لہ کا نصیب جو واحد ہے وہ بھی اس میں ضرب دیا گیا تو سب (۹) ہوئے پھر اس میں سے نصیب پسر ثالث (۲) طرح دینے کی بعد سات باقی رہے جس میں سے موصی لہ کے (۳) اور وارثوں کے (۴) ہیں پھر موصی لہ کے نصیب میں سے نصیب پسر ثالث (۲) مستثنیٰ ہو کر ہر دو پسر کے نصیب میں آیا تو نصیب پسران (۶) ہو اور موصی لہ کے واسطے ایک سہم باقی رہا اور اگر اُس نے ایک پسر چھوڑا اور عمرو کے واسطے بمثل نصیب پسر خود الا مثل نصیب پسر (۱) خود کے وصیت کی تو وصیت صحیح ہے اور موصی لہ کو نصیب مال ملے گا اور یہ مثل نصیب پسر واحد ہے بشرطیکہ وارث اس کی اجازت دے دے اور اگر اُس نے اجازت نہ دی تو موصی لہ کو تہائی مال ملے گا اور اگر ایک بیٹا چھوڑا اور عمرو کے واسطے نصف مال کی الا مثل نصیب پسر خود کے وصیت کی تو وصیت باطل اور استثناء صحیح ہے اور اگر عمرو کے واسطے بمثل نصیب پسر خود الا نصف مال خود کے وصیت کی اور ایک بیٹا چھوڑا ہے تو وصیت و استثناء دونوں صحیح ہیں اور موصی لہ کو چوتھائی مال ملے گا اس واسطے کہ ایک لڑکا ہونے سے مال ایک سہم ہوگا اور اس کے مثل وصیت ہونے سے ایک اس پر زیادہ لیا جائے گا اور ہر سہم دو چند کیا جائے گا اس واسطے ہم کو نصف مال دریافت کرنے کی ضرورت ہے پس کل مال (۴) سہم ہو پس اس میں سے موصی لہ کو (۲) سہم دے دے اس واسطے کہ جب اُس نے موصی لہ کے حق میں نصف المال کا استثناء کیا تو ضرور ہے کہ اُس کا حصہ نصف مال سے زائد ہوگا پھر اس میں سے نصف مال مستثنیٰ ہو کر پسر کے ساتھ ملے گا تو موصی لہ کے واسطے ایک سہم یعنی چوتھائی مال باقی رہا اور پسر کے واسطے (۳) سہام ہو گئے اور اگر اُس نے چار پسر چھوڑے اور عمرو کے واسطے اپنے نصف مال الا نصف یکی از پسران کی وصیت کی تو موصی لہ کو تہائی مال یعنی چھ سہام میں سے دو سہام ملیں گے اور اگر اُس نے دو پسر چھوڑے اور عمرو کے واسطے بمثل نصیب یکی از پسران الا نصیب پسر ثالث کی وصیت کی اور زید کے واسطے تہائی سے وصیت اول نکالنے کے بعد باقی کے تہائی کی وصیت کی تو پندرہ میں سے عمرو کو (۲) سہم اور زید کو (۱) سہم اور ہر ایک پسر کو (۶) سہم ملیں گے اس واسطے کہ مخرج اول و پسر کی تعداد پر (۲) لے کر اُس پر عمرو کا ایک سہم بڑھایا جائے گا پس (۲) ہوئے پھر نصیب ہر دو پسر (۳) میں ضرب کیا جائے تا کہ نصیب پسر ثالث دریافت ہو پس (۶) ہوئے اور نصیب موصی لہ (۳) ہوا کہ وہ بھی ضرب ہوا ہے پھر نصیب ہر دو پسر سے نصیب پسر ثالث (۲) طرح دیا گیا تو (۴) رہے پھر نصیب عمرو (۳) سے بقدر (۲) نصیب پسر ثالث مستثنیٰ ہو کر نصیب ہر دو پسر میں مل گیا تو (۶) ہوئے ہر ایک پسر کے واسطے (۳) ہوئے اور کل مال سات سہام ہوئے پھر مفروض

۱۔ مترجم کہتا ہے کہ اگر یہ تسلیم کیا جائے تو نصف پر زیادتی درہم کے ساتھ صحیح کیونکہ جائز نہ ہوگی عادہ ازیں کہ اُس کو تین ربع مال دیا جائے گا اور اگر یہ مراد ہو کہ استثناء باعتبار حصص کے ہے تو بھی اسی کو حق میں اس کے مثل کی جانب رجوع کیا جائے گا مثلاً کل مال کے سولہ حصے کر کے اس کو اس میں سے نو حصہ دے دیئے جائیں یا اس میں سے کم کر دیا جائے بایں طور کہ مال کے تیس حصے کئے جائیں یا چونٹھ یا اس سے زائد اور ان میں سے ایک سہم کی زیادتی کے ساتھ دیا جائے پس مقام تامل ہے ۱۲ (۱) اور اس صورت میں اجازت وارثان کی ضرورت نہیں ہے ۱۳

اول (۷) دوچند کیا گیا (۴) ہوئے اور وصیت دوم کا ایک بڑھایا گیا تو (۱۵) ہوئے اور نصیب کامل (۳) تھا وہ بھی دوچند ہو کر (۶) ہو گیا اور اگر یہ مسئلہ بحال رہے مگر استثناء میں یوں ہو جائے الا نصیب پسر چہارم تو عمر کو (۲۱) سهام میں سے (۴) اور زید کو (۱) اور ہر ایک پسر کو (۸) ملیں گے اس واسطے کہ مفروض اول بعد اد پسران (۲) ہوگا پھر (۱) بسبب وصیت کے زیادہ کیا گیا پسر وصیت ہر دو پسر بغرض دریافت نصیب پسر چہارم کے (۴) میں ضرب دیا جائے پس (۸) ہوئے اور موسیٰ لہ کا نصیب بھی (۴) ہو گیا پھر ہم نے نصیب پسر ہر دو پسر میں سے نصیب پسر چہارم (۲) طرح دیا تاکہ نصیب سے استثناء ممکن ہو پس مال دس سهام ہوا اور نصیب چار ہے اور مستثنیٰ (۲) ہے اور جب دوسری وصیت نکالنی منظور ہوئی تو مفروض اول دوچند کیا گیا تو (۲۰) ہوئے پھر اُس پر (۱) زائد کیا گیا تو (۲۱) ہوئے یہی کل مال ہے اور نصیب (۴) بعد دوچند کرنے کے (۸) ہو گیا اور اگر اُس نے کہا کہ الا نصیب پسر پنجم اور باقی مسئلہ بحال رہے تو عمر کو (۲۷) سهام میں سے (۶) اور زید کو (۱) اور ہر پسر کو دس دس ملیں گے اس واسطے کہ نصیب ہر دو پسر (۲) پنج گونہ نہ کیا جائے گا پس (۱۰) ہوئے اور نصیب موسیٰ لہ کو ایک بھی پنج گونہ ہو کر پانچ ہو گیا اور نصیب ہر دو پسر میں سے نصیب پسر پنجم (۲) طرح دیا گیا تاکہ استرجاع از نصیب ممکن ہو تو (۱۵) میں سے (۲) طرح ہو کر (۱۳) باقی رہے جس میں نصیب (۵) ہے اور مستثنیٰ (۲) ہے پس جب دوسری وصیت ملائی گئی تو مفروضہ دوچند کر کے ایک ملایا گیا تو (۲۶) میں ایک ملانے سے (۲۷) ہو گئے اور بعد دوچند کرنے کے نصیب بھی دوچند ہو کر (۱۰) ہو گیا اور وصیت اول (۶) ہو گئی اور اسی قاعدہ پر اگر استثناء میں زیادتی ہوتی جائے مثلاً کہ الا نصیب پسر ششم یا الا نصیب پسر ہفتم یا ہشتم یا نہم یا دہم وغیرہ سب نکل آئیں گے اور اگر ایک بیٹا چھوڑا اور عمر کے واسطے بمثل نصیب پسر خود الا نصیب پسر دیگر کی والا حصہ سوم از ماقبی حصہ سوم یا حصہ چہارم از ماقبی حصہ سوم کی وصیت کی تو استثناء دوم باطل ہے اس واسطے کہ وصیت اول نکالنے کے بعد تہائی سے کچھ باقی نہ رہے گا پس ثلث ماقبی کا استثناء کیونکہ صحیح ہو سکتا ہے اور اسی طرح اگر بجائے استثناء دوم کے ماقبی از حصہ سوم میں سے چوتھائی وغیرہ کی وصیت ہو تو بھی دوسری وصیت باطل ہوگی اسی وجہ سے جو ہم نے بیان کر دی ہے اور اگر دو پسر چھوڑے اور عمر کے واسطے بمثل نصیب یکی از دو پسران الا نصیب پسر ثالث کی وصیت کی اور زید کے واسطے حصہ سوم میں سے وصیت اول نکالنے کے بعد ماقبی کی تہائی کی وصیت کی تو دونوں صحیح ہیں اسی طرح اگر نصیب نکالنے کے بعد کہا یہ استثناء میں پسر چہارم کہا تو بھی دونوں صحیح ہوں گے یہ متفرقات کافی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے کہا کہ میرا چھٹا حصہ مال واسطے فلاں شخص کے ہے پھر اسی مجلس میں یا دوسری مجلس میں کہا کہ اُس کے واسطے میرا تہائی مال ہے اور وارثوں نے اجازت دے دی تو اُس کو فقط تہائی مال ملے گا اس میں چھٹا حصہ آ جائے گا یہ ہدایہ میں ہے۔

موسیٰ لہ کو کس صورت میں تہائی ”پوری“ ملے گی؟

اگر ایک شخص نے دراہم میں سے تہائی کی یا غنم میں سے تہائی کی وصیت کی پھر اس مال کی دو تہائی تلف ہو گئی اور ایک تہائی باقی رہی اور یہ ایک تہائی باقی اُس کے ماقبی مال کی تہائی ہے تو موسیٰ لہ کو یہ تہائی پوری ملے گی اور اگر اُس نے تین رقیق (۱) میں سے تہائی کی وصیت کی پھر اُن میں سے دو مر گئے تو امام اعظمؒ کے نزدیک اُس کو باقی کی فقط تہائی ملے گی اور صاحبینؒ کے نزدیک اُس کو پورا باقی غلام مل جائے گا اور اگر اپنے کپڑوں میں سے تہائی کی وصیت کی پھر ان میں سے دو تہائی تلف ہو گئی اور تہائی باقی رہی حالانکہ ماقبی اُس کا تہائی مال ہی تو وہ ان کپڑوں باقی میں سے فقط تہائی کا مستحق ہوگا اور مشائخؒ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب کپڑے اجناس مختلفہ سے ہوں اور اگر سب کپڑے ایک جنس کے ہوں تو وہ بمنزلہ دراہم کے ہیں اور اسی طرح کبیل و موزہ بھی بمنزلہ دراہم کے

۱۔ یہ دوسرا استثناء ہے یعنی اس کلام میں موسیٰ کے حصہ سے دو دفعہ استثناء ہے اور ممکن ہے کہ کہا جائے کہ استثناء بالعطف واحد ہے والہ مال بھی واحد ہے لیکن

اس صورت میں باطل ہے ۱۲ (۱) محض مملوک خواہ غلام یا باندی ۱۲ منہ

ہیں اور دو مختلف امام اعظمؒ کے نزدیک مثل مختلف کپڑوں کے ہیں یہ کافی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے ہزار درم کی وصیت کی اور میت کا مال عین بھی اور دین بھی ہے۔ پس اگر ہزار درم اس کے مال عین کی تہائی ہو تو موسیٰ لہ کو ہزار درم دیئے جائیں گے اور اگر مال عین کی تہائی نہ ہو تو اُس کو بقدر تہائی مال عین کے دیئے جائیں گے پھر قرضہ میں سے جو کچھ وصول ہوتا جائے اُس میں سے تہائی لیتا جائے گا یہاں تک کہ ہزار درم پورے ہو جائیں یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے اپنے تہائی مال کی واسطے زید و بکر کے وصیت کی حالانکہ بکر مرچکا ہے اور موسیٰ یہ بات جانتا ہے یا نہیں جانتا ہے یا واسطے زید و بکر کے اگر زندہ ہو لیکن وہ مرچکا تھا یا واسطے زید کے اور اُس شخص کے جو اس بیت میں ہے حالانکہ بیت مذکور میں کوئی نہ تھا یا واسطے زید کے اور اُس شخص کے جو اُس کے عقب میں رہ جائے بیٹا و پوتا وغیرہ یا اُس کے واسطے اور واسطے فرزند بکر کے مگر بکر کا فرزند موسیٰ کی موت سے پہلے مر گیا یا واسطے زید کے اور زید کی فقیر اولاد کے یا جو اس کی اولاد فقیر ہو جائے پھر موسیٰ کی موت کے وقت یہ شرط جاتی رہی یعنی اُس کی اولاد کوئی فقیر نہ رہی تو ان صورتوں میں سب مال وصیت واسطے زید کے ہوگا اس واسطے کہ معدوم وصیت استحقاق کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے پس زید کا مزاحم ثابت نہ ہوا اور ایسا ہوا کہ گویا یہ کہا کہ واسطے زید و دیوار کے اور اسی طرح عقب کا بھی یہی حکم ہے اس واسطے کہ عقب وہ ہے جو اُس کی موت کے بعد رہ جائے پس فی الحال وہ معدوم ہوگا اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال درمیان زید و بکر کے وصیت ہے حالانکہ بکر میت ہے یا درمیان زید و بکر کے اگر میں مر گیا حالانکہ وہ زندہ موجود ہے یا درمیان زید و فقیر کے پھر موسیٰ مر گیا در حالیکہ فقیر مذکور مرچکا تھا یا زندہ تھا مگر غنی تھا یا کہا کہ درمیان زید و بکر کے اگر بکر اس بیت میں ہو حالانکہ اُس میں نہ تھا اور درمیان زید و فرزند بکر کے پھر بکر کا فرزند پیدا ہوا یا موجود تھا مگر موسیٰ کی وفات سے پہلے مر گیا پھر دوسرا پیدا ہوا یا کہا کہ درمیان زید و اولاد فلاں کے اگر اولاد فلاں فقیر ہو جائیں مگر دے فقیر نہ ہوئے یہاں تک کہ موسیٰ مر گیا یا کہا کہ درمیان زید و میرے وارث کے یا درمیان زید و دو پسر کے حالانکہ زید کا ایک ہی بیٹا ہے تو ان سب صورتوں میں زید کو تہائی کا نصف ملے گا اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال درمیان بنی زید و بنی بکر کے وصیت ہے حالانکہ ان میں سے ایک کے کوئی اولاد نہیں ہے تو پوری تہائی دوسرے کی اولاد کو ملے گی یہ کافی میں ہے۔ اور اگر واسطے زید و واسطے عمرو کے تہائی مال کی وصیت کی یا کہا کہ درمیان زید و عمرو کے وصیت ہے پھر موسیٰ مر گیا پھر ایک موسیٰ لہ مر گیا تو تہائی کا نصف زندہ موسیٰ لہ کو اور نصف دیگر موسیٰ لہ مردہ کے وارثوں کو ملے گا اسی طرح اگر موسیٰ کے مرنے کے بعد قبول وصیت سے پہلے ایک موسیٰ لہ مر گیا پھر زندہ کی قبول کی تو موسیٰ لہ کے دونوں مالک ہو جائیں گے اور اگر موسیٰ کے مرنے سے پہلے ایک موسیٰ لہ مر گیا تو اُس کا حصہ موسیٰ کی طرف واپس ہو جائے گا یہ محیط سرخی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال واسطے فلاں کے دو واسطے ہر اُس شخص کے جو اولاد عبد اللہ میں سے فقیر ہو جائے پھر موسیٰ مر گیا اور اولاد عبد اللہ سب تو انگریزی تو پوری تہائی فلاں شخص کو مل جائے گی اور اگر عبد اللہ کی بعض اولاد فقیر ہو گئی پھر موسیٰ مر گیا تو تہائی مال درمیان فلاں کے اور درمیان اُن لوگوں کے جو اولاد عبد اللہ میں سے فقیر ہوئے ہیں بہ تعداد اور رؤس تقسیم ہوگا اور اگر اولاد عبد اللہ جب سے پیدا ہوئے ہوں برابر فقیر چلے آئے یہاں تک کہ موسیٰ مر گیا تو ظاہر لفظ جو کتاب میں ذکر کیا گیا ہے اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اُن کو تہائی میں سے کچھ نہ ملے گا پوری تہائی فلاں کی ہوگی اور اگر اولاد عبد اللہ بیوی وصیت کے موجود تھی مگر اُس کے اولاد پیدا ہوئی اور وہ سب غنی ہوئے پھر موسیٰ کی موت سے پہلے فقیر ہو گئے تو تہائی مال وصیت فلاں اور ان کے درمیان سب کی تعداد پر تقسیم ہوگا اسی

۱۔ اور اگر سب باقی رہتے تو سب میں سے تہائی تہائی ملتی علی قول الاعظم بشرطیکہ مجموعہ تہائی مال سے زائد نہ ہوتا یا وارث اجازت دیتے ۱۲

۲۔ یعنی فلاں کے ساتھ جو لوگ اولاد عبد اللہ میں سے فقیر ہوئے ہیں شمار کئے جائیں مثلاً چار فقیر ہوئے اور ایک فلاں ہے پانچ آدمیوں پر وہ تہائی مال تقسیم ہوگا ۱۲

طرح اگر کہا کہ میرا تہائی مال واسطے فلاں و واسطے ولد عبد اللہ کے ہے پھر عبد اللہ کا ولد مر گیا اور دوسرا ولد اُس کے پیدا ہوا اور ہنوز موسیٰ نہیں مرا ہے تو تہائی مال درمیان فلاں درمیان ولد عبد اللہ کے تقسیم ہوگا اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال واسطے فلاں اور واسطے ان اولاد عبد اللہ کے ہے اگر یہ لوگ فقیر ہو جائیں مگر وہ لوگ فقیر نہ ہوئے یہاں تک کہ موسیٰ مر گیا تو سب کی تعداد پر تقسیم ہو کر جو فلاں حصہ کو پہنچے وہ اس کو ملے گا یہ محیط میں ہے۔ ایک عورت اپنا شوہر چھوڑ کر مر گئی اور اپنے نصف مال کی کسی اجنبی سے واسطے وصیت کی تو جائز ہے اور شوہر کو تہائی مال ملے گا اور موسیٰ کو نصف ملے گا اور چھٹا حصہ باقی واسطے بیت المال کے ہوگا اس واسطے کہ تہائی مال وصیت اجنبی کی واسطے میراث مقدم ہوگا پس باقی رہا دو تہائی اُس میں نصف شوہر کو ملے گا جو کل مال کا تہائی ہو اور باقی رہا تہائی مال سو اُس کا کوئی وارث مستحق نہیں ہے پس اُس میں سے باقی وصیت نافذ ہوگی اور باقی چھٹا حصہ ہے پس موسیٰ کو نصف پورا کر دینے کے بعد چھٹا حصہ باقی رہا جس میں نہ وصیت ہے اور نہ اُس کا کوئی وارث ہے پس بیت المال میں داخل ہوگا اسی طرح اگر مرد مر گیا اور اپنی بیوی چھوڑی اور اپنے پورے مال کی کسی اجنبی کے واسطے وصیت کی مگر بیوی نے اجازت نہ دی پس عورت کو چھٹا حصہ ملے گا اور پانچ چھٹے حصے اجنبی کو ملیں گے اس واسطے کہ تہائی مال تو وصیت میں بلا نزاع ہو جائے گا اور باقی دو تہائی میں شرکت رہی پس اس میں سے عورت کا چوتھائی حصہ ہے اور باقی پھر موسیٰ لہ کو ملے گا اس واسطے کہ بیت المال سے وصیت مقدم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اصل میں لکھا ہے کہ اگر ایک شخص نے تہائی مال کی اولاد زید کے واسطے وصیت کی حالانکہ روز وصیت کے زید کا کوئی لڑکا نہ تھا پھر موسیٰ کی موت سے پہلے اُس کے اولاد ہوئی پھر موسیٰ مر گیا تو تہائی مال اولاد زید کو ملے گا اور اگر روز وصیت کے زید کی اولاد موجود ہو مگر موسیٰ نے نہ اُن کا نام لیا کہ احمد و عمرو و بکرو وغیرہ اور نہ اُن کی طرف اشارہ کیا کہ ان لوگوں کے واسطے تو یہ وصیت اُس کی ان اولاد کے واسطے ہوگی جو موسیٰ کی موت کے روز موجود ہوں حتیٰ کہ اگر یہ اولاد موجود مر جائے اور دوسری اولاد پیدا ہو اور وہ موسیٰ کی وفات تک زندہ موجود رہے تو ان کو تہائی مال ملے گا اور اگر موسیٰ نے اُس کی اولاد نام بنام بیان کر دی ہو یا ان کی طرف اشارہ کر دیا ہو تو وہ وصیت خاصہ اُنہیں تک رہے گی حتیٰ کہ اگر وہ مر جائے تو وصیت باطل ہو جائے گی اور جب کہ اُن کا نام لے لیا یا اُن کی طرف اشارہ کر دیا تو موسیٰ لہ متعین ہوگا پس روز وصیت کے صحت ایجاب معتبر ہوگی یہ محیط میں ہے۔

اگر کہا کہ میرا تہائی مال واسطے عبد اللہ زید و عمرو کے ہے عمرو کے واسطے اُس میں سے سودرم ہیں پھر معلوم ہوا کہ تہائی کل سودرم ہیں تو یہ سب عمرو کو ملیں گے اور اگر تہائی مال ڈیڑھ سودرم ہوں تو اُس میں سے سودرم عمرو کو اور باقی پچاس زید و عبد اللہ کے درمیان نصفاً نصف ہوں گے یہ محیط سرخسی میں ہے اگر اپنے تہائی مال کی کسی شخص کے واسطے وصیت کی حالانکہ وقت وصیت کے اُس کا کچھ مال نہ تھا تو موسیٰ لہ کو اس مال سے تہائی ملے گی جس کا وقت موت کے مالک ہو خواہ اُس کو بعد وصیت کے کمایا ہو یا اُس سے پہلے مگر شرط یہ ہے کہ موسیٰ بہ مال عین یا نوع معین نہ ہو۔ اور اگر مال عین یا نوع معین کی اپنے سے مثل تہائی اپنی بکریوں کے وصیت کی پھر وہ قبل اُس کی موت کے تلف ہوئی تو وصیت باطل ہو جائے گی حتیٰ کہ اگر اس کے بعد اُس نے دوسری بکریاں یا دوسرا مال عین کمایا تو موسیٰ لہ کا حق اس سے متعلق نہ ہوگا اور اگر وصیت کے وقت بکریاں موجود نہ ہوں پھر ان کو حاصل کیا پھر مر گیا تو صحیح یہ ہے کہ وصیت صحیح ہوگی اور اگر کہا کہ میرے مال سے ایک بکری وصیت ^(۱) ہے حالانکہ اُس کے پاس بکریاں نہیں ہیں تو موسیٰ لہ کو ایک بکری کی قیمت دی جائے گی اور اگر ایک بکری کی وصیت کی اور اپنے مال کی طرف اضافت نہ کی یعنی یہ نہ کہا کہ میرے مال سے ایک بکری وصیت ہے حالانکہ اُس کے پاس بکریاں نہیں ہیں تو بعض نے فرمایا کہ وصیت صحیح ہے اور بعض نے فرمایا کہ صحیح ہے۔ اور اگر کہا کہ میرا لڑکا بکریوں میں سے ایک

(۱) یعنی فلاں کے واسطے ۱۲

بکری حالانکہ اُس کے پاس بکریاں نہیں ہیں تو وصیت باطل ہے ہذا القیاس انواع اُمال سے ہر نوع میں مثل اونٹ و گائے وغیرہ کے یہی حکم ہے یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے مال سے تہائی مال صدقہ کر دے پھر ایک شخص نے وصی سے یہ مال غصب کر کے تلف کر ڈالا پھر وصی نے چاہا کہ یہ مال اس پر صدقہ قرار دے دے اور غاصب اس کا مقرر ہے تو میں اس کو جائز قرار دوں گا یہ محیط سرخی میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے واسطے اپنے مال سے ایک بکری کی وصیت کی تو جو بکری روز وصیت اُس کے مال میں ہو اُس سے موسیٰ لہ کا حق متعلق نہ ہوگا بلکہ اس بکری سے متعلق ہوگا جو روز موت کے اُس کے مال میں موجود ہو پھر جبکہ وصیت صحیح ہوئی اور انصراف وصیت اس بکری کی طرف ہوا جو موت کے روز موسیٰ کے مال میں موجود ہو تو ہم کہتے ہیں کہ اگر موسیٰ اُس کے بعد مر گیا اور اُس نے مال چھوڑا پس اگر مال میں بکری ہو تو وارثوں کو اختیار ہوگا چاہیں موسیٰ لہ کو یہ بکری دے دیں یا بکری کی قیمت دے دیں پھر کتاب میں یہ مذکور نہیں ہے کہ بکری میں سے اعلیٰ یا ادنیٰ یا اوسط کیسی بکری کی قیمت دیں گے یا جس بکری کی قیمت چاہیں دے دیں تو حسن^(۱) بن زیاد نے ہمارے اصحاب سے روایت کیا ہے کہ وارثوں کو اختیار ہے چاہیں درمیانی بکری دیں یا درمیانی بکری کی قیمت دے دیں یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے گائے واسطے فلاں کے وصیت کی تو شیخ ابونصر نے فرمایا وارثوں کو قیمت دینے کا اختیار نہ ہوگا ☆

ایک شخص نے کہا کہ میرا برزون اشقر واسطے فلاں کے وصیت ہے تو یہ وصیت اُسی پر زون پر رہے گی جس کا وہ فی الحال مالک ہو نہ اُس پر جس کا وہ آئندہ مالک ہو اسی طرح اگر کہا کہ میرا اندھا غلام یا سندھی یا حبشی غلام واسطے فلاں کے وصیت ہے تو بھی جس کا اس وقت مالک ہے اُسی پر وصیت رہے گی نہ اُس پر جس کا آئندہ مالک ہو اور اگر کہا کہ میرا غلام واسطے فلاں کے اور میرا برزون واسطے فلاں کے ہے اور اُسکی نسبت کسی طرف نہ کی یعنی کوئی اُس کا وصف وغیرہ بیان نہ کیا تو وصیت میں جو برزون و غلام اس وقت موجود ہو وہ داخل ہوگا اور نیز وقت موت تک جس کا مالک ہو جائے وہ بھی داخل ہوگا۔ اگر ایک شخص نے کہا کہ یہ گائے واسطے فلاں کے وصیت ہے تو شیخ ابونصر نے فرمایا کہ وارثوں کو اُس کی قیمت دینے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر کہا کہ یہ گائے واسطے مساکین کے ہے تو وارثوں کو اُس کی قیمت صدقہ کر دینے کا اختیار ہوگا اور اسی کو فقیہ ابواللیث نے اختیار کیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنی تین ام ولد باندیوں اور قراء و مساکین کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی تو ام ولد باندیوں کو پانچ حصوں میں سے تین حصے اور ایک حصہ ۱۰ فقیروں کو اور ایک حصہ مسکینوں کو دیا جائے گا۔ اور یہ امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف کا قول ہے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر تہائی مال کے واسطے فلاں و واسطے مساکین کے وصیت کی تو نصف فلاں کو اور نصف مساکین کو دیا جائے گا یہ امام اعظم و امام ابو یوسف کے نزدیک ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے تہائی مال کی مسکینوں کے واسطے وصیت کی تو وصی کو اختیار ہے کہ پوری تہائی ایک مسکین کو دے دے یہ صاحبین کے نزدیک ہے اور امام اعظم کے نزدیک دو مسکینوں سے کم کو نہیں دے سکتا ہے اور اگر ایک شخص کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی پھر دوسرے شخص سے کہا کہ میں نے تجھے شریک کر دیا یا اُس کے ساتھ تجھے داخل کر دیا تو تہائی مال دونوں میں تقسیم ہوگا اور اگر ایک شخص کے واسطے سودرم کی اور دوسرے کے واسطے سودرم کی وصیت کی پھر تیسرے سے کہا کہ میں نے تجھ کو ان دونوں کے ساتھ شریک کر دیا تو اس کو ہر سیکڑے میں سے تہائی ملے گی اور اگر ایک شخص کے واسطے چار سودرم کی اور دوسرے کے واسطے دو سودرم کی وصیت کی پھر تیسرے سے کہا کہ میں نے تجھ کو ان دونوں کے ساتھ شریک کر دیا تو اُس کو نصف مال ہر ایک کا ملے گا۔ اگر ایک شخص نے

۱ مثلاً میری گایوں میں سے ایک گائے فلاں کو دی جائے یا اونٹوں میں سے ایک اونٹ حالانکہ اونٹ یا گائے اُس کے پاس نہیں ہے تو وصیت باطل ہے ۱۲ منہ ۲ مترجم کہتا ہے کہ اس حکم میں تاہل ہے ۱۲ (۱) اشارہ ہے کہ ایسی بکری کی قیمت بھی ضروری نہیں ہے بلکہ درمیانی کسی بکری کی قیمت ہو ۱۲

موت کے وقت وارثوں سے کہا کہ فلاں شخص کا مجھ پر قرضہ ہے پس وارثوں نے اُس کے قول کی تصدیق کی پھر وہ مر گیا تو تہائی مال تک اُس کے قول کی تصدیق کی جائے گی یعنی اگر قرض خواہ نے تہائی سے زیادہ کا دعویٰ کیا اور وارثان نے تکذیب کی تو تہائی مال تک پاسکتا ہے اور یہ استحسان ہے اور اگر باوجود اس کے اُس نے وصیتیں کی ہوں تو صاحبان وصیت کے واسطے تہائی مال نکال دیا جائے گا اور دو تہائی مال وارثوں کو ملے گا کذا فی الکافی۔ پھر جب صاحبان وصیت کو تہائی مال جدا کر کے دے دیا گیا تو اصحاب وصیت سے کہا جائے گا کہ تم لوگ اس قدر چاہو میت کی تصدیق کرو اور وارثوں سے کہا جائے گا کہ جس قدر چاہو تصدیق کرو پس اگر ہر فریق نے کسی قدر مال کی تصدیق کی تو ظاہر ہوگا کہ قرضہ تمام ترکہ کے ہر دو حصے میں شائع ہے پس صاحبان وصیت کی تہائی میں سے تہائی اقراری کی لے لی جائے گی اور وارثوں سے اُن کے اقرار کی مقدار کی دو تہائی سے لے لی جائے گی اور ہر فریق کا اقرار اُس کے مقدار حق میں نافذ ہوگا اور دونوں میں سے ہر فریق سے اُن کے علم پر قسم لی جائے گی اگر مقررہ (۲) نے اس سے زیادہ کا دعویٰ کیا یہ ہدایہ میں ہے اور اگر اجنبی و وارث دونوں کے واسطے وصیت کی تو نصف وصیت اجنبی کو ملے گی اور وارث کے حق کی وصیت باطل ہو جائے گی اور علیٰ ہذا اگر قاتل اور اجنبی کے واسطے وصیت کی تو قاتل کا حق نصف وصیت باطل ہوگی اور یہ حکم بخلاف اس صورت کے ہے کہ جب کسی مال عین یادین کا اجنبی و وارث دونوں کے واسطے اقرار کیا تو اس صورت میں اجنبی کے واسطے بھی اقرار صحیح نہ ہوگا یہ تبیین میں ہے اور امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ اقرار باطل ہونے کا حکم جو ذکر فرمایا ہے ایسی صورت میں کہ جب دونوں نے دونوں کے واسطے شرکت ہونے کی تصدیق کی اور اگر اجنبی نے شرکت وارث ہونے سے انکار کیا یا وارث نے شرکت اجنبی سے انکار کیا تو وارث کے حق میں اقرار باطل ہے اور فرمایا کہ اجنبی کے حصہ میں اقرار صحیح ہوگا یہ نہایہ میں ہے۔

اگر کسی کے حق میں چوپایہ سواری کا یا کپڑے کی وصیت ی تو وارثوں کو اختیار ہوگا کہ موصی لہ کو جو جانور سواری یا جو کپڑا چاہیں دے دیں یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایک شخص کے تین کپڑے اعلیٰ و اوسط و ادنیٰ ہوں پس اُس نے تین شخصوں میں سے ہر ایک شخص کے واسطے ایک ایک کپڑے کی وصیت کی پھر ایک کپڑا ضائع ہو گیا اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ کس کا کپڑا تلف ہوا ہے اور وارث لوگ انکار کرتے ہیں تو وصیت باطل ہو جائے گی اور وارثوں کے انکار کے یہ معنی ہیں کہ وارث ہر ایک موصی لہ معین سے یہ کہتا ہے کہ جو کپڑا تیرا حق تھا وہی ضائع ہو گیا ہے پس مستحق مجہول ہے اور اس کا مجہول ہونا صحت حکم قضاء و تحصیل مقصود سے مانع ہے پس وصیت باطل ہو جائے گی الا یہ کہ وارث لوگ دونوں باقی کپڑوں کو تسلیم کریں پس اگر انہوں نے تسلیم کیا تو مانع یعنی انکار زائل ہو گیا پس مستحق اعلیٰ کو اعلیٰ کپڑے کی دو تہائی ملے گی اور مستحق اوسط کو اعلیٰ میں ایک تہائی اور ادنیٰ میں سے ایک تہائی اور مستحق ادنیٰ کو ادنیٰ میں سے دو تہائی دی جائے گی یہ خزانیہ المختصین میں ہے۔ اگر ایک دار دو شخصوں میں مشترک ہو پھر دونوں میں سے ایک شریک نے اُس میں سے ایک بیت معین کی زید کے واسطے وصیت کر دی تو دار مذکور تقسیم کیا جائے گا پس اگر وہ بیت معین موصی کے حصے میں پڑا تو امام اعظم و امام ابو یوسف کے نزدیک پورا بیت موصی لہ کو دے دیا جائے گا اور امام محمد کے نزدیک اُس کا نصف دیا جائے گا اور اگر دوسرے شریک کے حصہ میں آیا تو موصی لہ کو امام اعظم و امام ابو یوسف کے نزدیک بیت مذکور کے گزروں کی پیمائش کے برابر موصی کے حصہ میں سے ناپ دیا جائے گا اور امام محمد نے فرمایا کہ نصف بیت کے گزروں کی پیمائش کے برابر ناپ دیا جائے گا۔ اور اگر زید نے غیر کے مال سے ہزار درم معین کی کسی شخص کے واسطے وصیت کر دی پھر موصی کی موت کے بعد مالک مال نے اجازت دے دی اور موصی لہ کو درہم مذکورہ دے

۱۔ یعنی شامل ہے ۱۲ ج جاری ہونے والا ۱۲ ج قولہ اعلیٰ مراد یہ کہ موجودہ میں سے اعلیٰ ہے نہ فی نقد ۱۲ م (۱) قرظی خواہ ۱۲

(۲) وصیت نہیں کی ۱۲

دیئے تو جائز ہے اور مالک اول کو بعد اجاز کے بھی دے دینے سے انکار کر جانے کا اختیار باقی ہے خلاف اس کے اگر موصی نے اپنے مال میں سے تہائی سے زائد کی وصیت کی یا قاتل یا وارث کے واسطے وصیت کی پھر وارثوں نے اجازت دے دی اس صورت میں وارثوں کو بعد اجازت دینے کے سپرد کرنے سے انکار کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ تبیین میں ہے۔

اگر وارث نے اقرار کیا کہ میرے باپ نے زید کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی ہے اور گواہوں نے گواہی دی کہ اس کے باپ نے عمرو کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی ہے تو گواہوں کی گواہی پر اعتبار کر کے عمرو کو دیا جائے گا اور جس کے واسطے وارث نے اقرار کیا ہے اُس کو کچھ نہ ملے گا فرمایا کہ اگر وارث نے اقرار کیا کہ میرے باپ نے تہائی مال کی زید کے واسطے وصیت کی ہے پھر اس کے بعد کہا کہ نہیں بلکہ عمرو کے واسطے تہائی کی وصیت کی ہے یا کہا کہ تہائی کی وصیت کی ہے واسطے زید کے نہیں بلکہ واسطے عمرو کے تو مال مذکور دونوں صورتوں میں اول کو ملے گا دوسرے کو کچھ نہ ملے گا فرمایا کہ اگر وارث نے باقرار متصل اقرار کیا کہ تہائی کی وصیت واسطے زید کے ہے اور اس کی وصیت واسطے عمرو کے کی ہے تو میں تہائی مال دونوں میں مشترک برابر کروں گا۔

فرمایا کہ اگر وارث نے اقرار کیا کہ میرے باپ نے تہائی کی وصیت واسطے زید کے کی ہے اور اس نے زید کو دے دیا پھر کہا کہ نہیں بلکہ واسطے عمرو کے کی ہے تو وہ عمرو کے واسطے ضامن ہوگا حتیٰ کہ اُس کے مثل عمرو کو دے گا اور اول یعنی زید کے حق میں اُس کے قول کی تصدیق نہ کی جائے گی اور اگر اُس نے اول کو بحکم قاضی دیا ہو تو دوسرے کے واسطے ضامن نہ ہوگا اور اگر وارث نے زید کے واسطے ہزار درم معین کی وصیت کا اقرار کیا اور یہ تہائی مال ہے پھر اس کے بعد عمرو کے واسطے تہائی مال کی وصیت ہونے کا اقرار کیا پھر مقدمہ قاضی کے سامنے پیش ہوا تو قاضی اس ہزار مذکور کی وصیت واسطے اول کے نافذ کرے گا اور دوسرے کا وارث پر کچھ نہ ہوگا۔ اور فرمایا کہ اگر دو وارثوں نے گواہی دی کہ میت نے واسطے زید کے تہائی کی وصیت کی ہے پھر زید کو دونوں نے اس قدر مال دیا پھر دونوں نے گواہی دی کہ میت نے اس مال کی فقط عمرو کے واسطے وصیت کی تھی اور دونوں نے کہا کہ ہمیں سے غلطی واقع ہوئی ہے تو زید کے حق میں دونوں کے قول کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ اور دونوں اس قدر مال کے مثل کے عمرو کے واسطے ضامن ہوں گے پس عمرو کو اس قدر مال دیں گے اور اگر دونوں نے زید کو کچھ دیا نہ ہو تو عمرو کے حق میں دونوں کی گواہی کو جائز رکھوں گا اور اول کے حق میں وصیت باطل کروں گا یعنی حکم دوں گا کہ اول کے حق میں وصیت باطل ہے۔

فرمایا کہ اگر وارث تین ہوں اور مال تین ہزار درم ہوں پھر ہر وارث نے ایک ہزار درم لئے پھر ان میں سے ایک نے اقرار کیا کہ ہمارے باپ نے تہائی مال کی زید کے واسطے وصیت کی تھی اور باقی دونوں نے اس سے انکار کیا تو اقرار کرنے والا استخسانا اپنے مقبوضہ کی تہائی زید کو دے دے گا اسی طرح اگر دو وارث ہوں اور مال دو ہزار درم ہو اور باقی مسئلہ بحال رہے تو بھی وارث مقر اپنے مقبوضہ میں استخسانا ایک تہائی زید کو دے گا اور اگر ترکہ ایک ہزار مال عین ہو اور ایک ہزار دونوں وارثوں میں سے ایک پر قرضہ ہو پھر جس پر قرضہ نہیں ہے اُس نے اقرار کیا کہ ہمارے باپ نے اس شخص زید کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی ہے تو زید اس ہزار درم^(۱) عین میں سے تہائی لے لے گا اور باقی دو تہائی اقرار کرنے والے کی ہوگی۔ فرمایا کہ اگر ایک شخص نے (۲) بیٹے اور (۲۰) درم چھوڑے پس دونوں نے آدھے آدھے بانٹ لئے پھر دونوں میں سے ایک وارث غائب ہو گیا اور حاضر پر ایک شخص نے گواہ قائم کئے کہ میرے حق میں تہائی کی وصیت ہے تو وہ حاضر مقبوضہ میں سے نصف لے لے گا اس واسطے کہ اُس نے گواہوں سے یہ بات ثابت کر دی

(۱) در صورتیکہ دوسرے قرض دار نے اندازہ کیا ہو ۱۲

کہ دونوں کا حق ترکہ میں برابر ہے پس اس مقام پر موافق حکم قیاس کے اختیار کیا ہے بخلاف مسئلہ اقرار کے واسطے (۱) کہ اس مقام پر مشہود لہ کی وصیت حاضر و غائب دونوں کے حق میں ثابت (۲) ہوتی ہے کہ جب غائب آئے گا تو ان دونوں کو اختیار ہوگا کہ غائب نے جو کچھ اپنے حق سے زائد لیا ہے اس سے واپس لیں پس وہ مع اپنے مقبوضہ کے کالمعدوم قرار نہ دیا جائے گا بخلاف مسئلہ اقرار کے وہاں اقرار فقط اُس کی ذات پر حجت ہے دوسرے پر نہیں ہے کذا فی المسبوط بتوضیح من المتخرج۔ موسیٰ بہ میں بعد موت موسیٰ کے قبل اس کے کہ موسیٰ لہ وصیت کو قبول کرے جو جو زیادتی پیدا ہو جائے جیسے بچہ یا کرایہ یا کمائی یا ارش تو وہ بھی موسیٰ بہ ہو جائے گی حتیٰ کہ اس کا اعتبار بھی تہائی سے ہوگا اور اگر موسیٰ لہ کے قبول کرنے کے بعد تقسیم سے پہلے حادث ہو تو اس کو امام محمدؒ نے ذکر نہیں کیا ہے اور فدوری نے ذکر فرمایا کہ وہ موسیٰ بہ نہ ہوگی کہ وہ موسیٰ لہ کو تمام مال سے اعتبار کر کے ملے گی گویا کہ بعد تقسیم کے حادث ہوئی ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ وہ بھی موسیٰ بہ ہو جائے گی حتیٰ کہ اعتبار کیا جائے گا کہ یہ تہائی مال ہوتا ہے یا زائد ہوتا ہے پس تہائی مال تک معتبر رہے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر ایک شخص نے زید کے واسطے ایک باندی کی وصیت کی اور وہ موسیٰ کی موت کے بعد تقسیم سے پہلے بچہ جنی اور دونوں تہائی مال ہوتے ہیں تو دونوں موسیٰ لہ کو ملیں گے اور اگر دونوں تہائی مال میں نہ آئے ہوں تو پہلے اُس کی وصیت باندی میں نافذ (۳) ہوگی۔ پھر بچہ میں نافذ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک دونوں میں (۴) برابر نافذ ہوگی اور اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس چھ سودرم ہیں اور ایک باندی تین سودرم کی ہے پس اُس نے ایک شخص کے واسطے باندی کی وصیت کی پھر مر گیا پھر تقسیم سے پہلے باندی ایک بچہ جنی جو تین سودرم قیمت کا ہے تو امام کے نزدیک موسیٰ لہ کو باندی اور دو تہائی بچہ ملے گا اور صاحبین کے نزدیک تہائی باندی اور دو تہائی بچہ کو ملے گا۔ اور یہ سب اُس وقت ہے کہ جب بٹوارہ سے پہلے اور موسیٰ لہ کے قبول (۵) کرنے سے پہلے وہ بچہ جنی اور اگر بعد قبول بچہ کو ملے گا۔ اور بعد تقسیم کے جنی تو بچہ بالا اتفاق موسیٰ لہ کا ہوگا اور اگر بعد قبول کے تقسیم سے پہلے جنی تو قدوری نے ذکر کیا کہ بچہ موسیٰ بہ (۶) نہ ہوگا۔ اور تہائی سے اُس کا برآمد ہونا اعتبار نہ کیا جائے گا اور پورے مال سے وصی لہ کا ہوگا یعنی اعتبار کیا جائے گا کہ پورے مال کا تہائی ہے جیسا کہ بعد تقسیم کے پیدا ہونے کا حکم ہے کہ وہ موسیٰ لہ کا ہوگا اور موسیٰ بہ ہو کر تہائی سے معتبر نہ ہوگا اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ موسیٰ بہ وہ جائے گا حتیٰ کہ اس کا تہائی سے برآمد ہونا اعتبار کیا جائے گا جیسا کہ قبل قبول کے پیدا ہونے میں حکم ہوا اور اگر موسیٰ کی موت سے پہلے بچہ جنی ہو تو بچہ وصیت میں داخل نہ ہوگا اور میت کے ملک کے احکام میں باقی رہے گا اس واسطے کہ قصد اوصراحۃ وہ وصیت میں داخل نہیں ہوا اور اگر موسیٰ بہ نے کچھ مال کمایا تو سب صورتوں میں مثل بچہ کے تفصیل دار اُس کا بھی حکم ہے یہ کافی میں ہے۔ ایک شخص کی باندی تین سودرم قیمت کی ہے اور سوائے اُس کے اُس کا کچھ مال نہیں ہے پس مالک نے زید کے واسطے اس کی وصیت کر دی پھر مر گیا پھر اُس کے وارث خالد نے بدون حاضری زید کے اُس کو بکر کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر بکر کے پاس وہ باندی تین سودرم قیمت کا بچہ جنی پھر زید آیا اور اُس نے بیع کی اجازت نہ دی تو مشتری کو دو تہائی باندی اور دو تہائی بچہ دیا جائے گا اور تہائی باندی اور

۱۔ قولہ اعتبار یعنی یہ اعتبار نہ ہوگا کہ میت کا حق اس کے تہائی مال میں رہا پس اسی سے دہنا چاہئے بلکہ سب مال سے اختیار ہوگا ۱۲

۲۔ قولہ تہائی بچہ مترجم کہتا ہے کہ ایسا ہی نسخہ موجودہ میں ہے اور میرا گمان غالب یہ ہے کہ یہ غلطی کاتب کی ہے اور صحیح دونوں مقام پر ثلث یعنی ایک تہائی بچہ

ملے گا ۱۲ منہ (۱) کہ اس میں استحسان کو اختیار کیا ہے ۱۲ (۲) اس واسطے کہ گواہی ہے ۱۲ (۳) یعنی باندی دے دی جائے گی ۱۲

(۴) پس جملہ تہائی پوری کی جائے گی ۱۲ (۵) یعنی وصیت قبول کرنے سے پہلے ۱۲ ۶۔ یعنی ضمن استحقاق موسیٰ بہ میں وہ دیا جائے گا ۱۲

نواں حصہ بچہ زید کو ملے گا اور دونوں حصہ بچہ کے وارثوں کو واپس ملیں گے اور اگر باندی کے بدن میں زیادتی لہو گئی یا اُس کی قیمت بڑھ کر چھ سو درم ہو گئی تو دو تہائی باندی مشترک کو مسلم دی جائے گی اور ایک تہائی وارثوں کو ملے گی اور اگر باندی میں نقصان آ گیا جس سے اُس کی قیمت سو درم رہ گئی تو موسیٰ لہ اُس میں سے تہائی لے لے گا اور وارثوں سے اس کی قیمت میں سے (۴۴) درم اور چار نویں حصے درم کے یعنی پوری تہائی کر کے لے لے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

☆ باب ۱۲

بیٹے کا اپنے مرض میں اپنے باپ کی وصیت کی اجازت دینے اور اپنے اوپر یا اپنے باپ پر قرضہ کا اقرار کرنے کے بیان میں اور جس کی تقدیم اُس کے ترکہ میں کی جائے گی اُس کے بیان میں

اگر ایک شخص ایک بیٹا اور تین ہزار درم چھوڑ کر مرا اور اُس نے زید کے واسطے ان درموں میں سے دو ہزار درم کی وصیت کر دی ہے پھر بیٹے نے اپنے مرض میں اس وصیت کی اجازت دی پھر مر گیا اور اُس کا اس کے سوائے کچھ مال نہیں ہے تو موسیٰ لہ کو ایک ہزار درم بلا اجازت (۱) ملیں گے اور دو ہزار درم کی تہائی بھی بلا اجازت ملے گی جو بیٹے کا مال (۲) ہے اور اگر بیٹے نے باوجود اجازت کے اقرار کیا کہ میرے باپ نے عمرو کے واسطے بھی تہائی مال کی وصیت کی ہے تو دو ہزار درم کی ایک تہائی امام اعظمؒ کے نزدیک زید و عمرو دونوں میں نصف نصف تقسیم ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک پانچ حصے ہو کر اس طرح تقسیم ہوگی کہ زید کو تین پانچویں حصے اور عمرو کو دو پانچویں حصے ملیں گے اور اگر بیٹے کی وصیت اپنے مرض میں خود کسی مملوک کا آزاد کرنا ہے تو باپ کی وصیت کی اجازت پر اس کے آزاد کرنے کی وصیت کو ترجیح ہوگی اسی طرح اگر اپنے اوپر یا اپنے باپ پر قرضہ کا اقرار کیا تو قرضہ مقدم ہوگا اس واسطے کہ وارث کا اجازت دینا بمنزلہ وصیت کے ہے اور مرض میں آزاد کرنا بھی وصیت ہے اور دو وصیتیں ہر گاہ مجتمع ہوں اور دونوں میں سے ایک عتق کی وصیت ہو تو عتق کی وصیت کو ترجیح ہوگی اور قرضہ بہ نسبت وصیت کے مقدم ہوتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر وارث نے اپنی صحت میں اپنے باپ کی وصیت کی اجازت دی ہو تو عتق اور اقرار قرضہ و وصیت مذکورہ سب سے مقدم ہوگی اسی طرح اگر اُس نے باپ کی وصیت کی اجازت اور باپ پر قرضہ کا اقرار دونوں اپنی صحت میں کیا تو پہلے وصیت ادا کی جائے گی پھر اگر کچھ باقی رہا تو قرض خواہوں کو ملے گا پس اگر ان کا قرضہ پورا ادا ہو گیا تو وارث کچھ ضامن نہ ہوگا اور اگر پورا ادا نہ ہوا تو جس قدر اُس نے اجازت میں ضائع کیا ہے اُس کے مثل ضامن ہوگا اور اگر زید نے وارث کے باپ پر قرضہ کا دعویٰ کیا اور موسیٰ لہ نے یہ دعویٰ کیا کہ اس وارث کے باپ نے اپنے باپ کی وصیت جو میرے حق میں ہے اس کی اجازت دے دی ہے پس وارث نے دونوں کی تصدیق کی اور ساتھ ہی تصدیق کی تو قرض خواہ کا قرضہ مقدم ہوگا پھر اگر موسیٰ لہ کے واسطے کچھ نہ بچا تو وارث اُس کے واسطے کچھ ضامن نہ ہوگا خواہ اُس نے حالت مرض میں دونوں کی تصدیق کی ہو یا حالت صحت میں اور فرمایا کہ اگر وارث نے اپنے باپ کی وصیت کی اجازت دے دی پھر اپنے اوپر قرضہ کا اقرار کیا تو قرضہ مقدم ہوگا پھر اس کے بعد اگر کچھ باقی رہا پس اگر وارث میت کے وارثوں نے اس اجازت کو تمام منظور نہ کیا تو

قولہ زیادتی جس سے اس کی قیمت بڑھی ۱۲ ۲ قولہ یا اس کی قیمت ظاہر حرف واؤ ہے لیکن نسخہ میں یہی ہے ۱۲ ۳ یعنی آزاد کرنا عام و دی کو ۱۲ منہ (۱) یعنی وارثوں کے اجازت کی ضرورت نہیں ہے ۱۲ (۲) یعنی دو ہزار درم جو بیٹے کا مال ہے اس کی تہائی بھی بلا اجازت ملے گی ۱۲

موصی لہ کو اس باقی میں سے فقط ایک تہائی ملے گی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مرض میں اُس نے وصیت پدر کی اجازت دی پھر اپنے باپ پر اود اپنے اوپر قرضہ کا اقرار کیا تو پہلے اُس کے باپ کا قرضہ دیا جائے گا پھر اُس پر قرضہ پھر وصیت جس کی اجازت دی ہے وہ نافذ کی جائے گی یہ محیط سرخی میں ہے۔ زید کا ایک غلام ہے اس غلام کے سوائے اُس کا کچھ مال نہیں ہے اُس نے اپنے مرض الموت میں اس کو آزاد کیا اور ایک وارث عمرو چھوڑ کر مر گیا اور باقی وارث کا بھی ایک غلام ہے جس کی قیمت غلام اول کی قیمت کے برابر ہے اور اس کے سوائے اُس کا کچھ مال نہیں ہے پھر عمرو نے اپنے مورث کی وصیت کی اجازت دے دی اور اپنے مرض الموت میں اپنا غلام آزاد کر دیا تو اس کے وارث کی بلا اجازت اول غلام میں سے تہائی آزاد ہو جائے گا بدون اس کے کہ اُس پر سعایت لازم آئے اور یہ ظاہر ہے کہ پھر دو تہائی غلام اول اور پورا غلام دوم دونوں غلاموں میں سے پانچ حصے ہو کر تقسیم ہوگا جس میں سے تین حصے غلام اول کو اور دو حصے غلام دوم کو ملیں گے ایک مریض کے دو ہزار درم ہیں اس کے سوائے اُس کا کچھ مال نہیں ہے پھر اُس کا موت کا وقت آیا اور اُس نے موت کے وقت درموں میں سے ایک ہزار درم کی زید کے لیے وصیت کر دی اور عمرو کے واسطے باقی ہزار درم کی وصیت کر دی پھر مر گیا پھر اُس کے بیٹے نے دونوں وصیتوں کیا گے پیچھے اجازت دے دی مگر اجازت حالت مرض میں دی اور سوائے اس میراث کے اُس کا کچھ مال نہیں ہے تو دو ہزار درم کی تہائی دونوں زید و عمرو کے درمیان میت اول کی وصیت پر تقسیم ہوگی ایک شخص کے پاس ہزار درم ملک ہیں اُس نے ان درموں کی زید کے واسطے وصیت کی پھر مر گیا اور عمرو اُس کا وارث ہوا اور عمرو کے پاس بھی ہزار درم ملک ہیں پس عمرو نے اپنے ذاتی درموں کی اور اور جس کا وارث ہوا ہے سب کی خالد کے واسطے وصیت کر دی پھر عمرو مر گیا اور اُس نے بکر وارث چھوڑا پھر بکر نے اپنے مرض الموت میں اپنے باپ دادا دونوں کے وصیتوں کی اجازت دے دی پھر مر گیا اور سوائے مال میراث کے اُس کا کچھ مال نہیں ہے تو پہلے موصی لہ کو اول ہزار درم میں سے تہائی بلا اجازت ملے گی پھر اول ہزار کی باقی دو تہائی دوسرے ہزار میں ملائی جائے گی پھر اس میں سے ایک تہائی دوسرے موصی لہ کو بلا اجازت ملے گی پھر تیسرے میت کی مال کی تہائی لے کر موصی لہ اول اور موصی لہ دوم کے درمیان بحساب ہر ایک کے حق کے جو اُس کا اجازت کے بعد باقی رہ گیا ہے تقسیم کی جائے گی یہ محیط میں ہے۔

☆ فصل

حالة الوصية کے اعتبار کے بیان میں

اگر ایک مرد مریض نے ایک عورت کے واسطے قرضہ کا اقرار کیا یا اُس کے واسطے وصیت کی یا اُس کو کچھ ہبہ کیا پھر اُس سے نکاح کر لیا پھر (۱) مر گیا تو ہمارے نزدیک اُس کا اقرار جائز ہوگا اور وصیت و ہبہ باطل ہوں گے اور اگر مریض نے اپنے کا قریار قیق (۲) کے واسطے وصیت کی یا اُس کو کچھ ہبہ کر کے سپرد کر دیا یا اُس کے واسطے قرضہ کا اقرار کیا پھر اُس کی موت سے پہلے بیٹا آزاد کر دیا گیا مسلمان ہو گیا تو یہ سب باطل ہو گیا۔ اسی طرح اگر بیٹا مکاتب ہو تو بھی یہی (۳) حکم ہے یہ کافی میں ہے۔ ایک مریض نے وصیت کی حالانکہ وہ ضعف کی وجہ سے بول نہیں سکتا ہے پس سر سے اشارہ کیا اور اُس کی حالت سے معلوم ہے کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ میرا اشارہ سمجھا جائے گا تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ اور یہ اس وقت ہے کہ جب وہ بولنے پر قادر ہونے سے پہلے مر جائے کیونکہ ایسی ہی صورت میں یہ ظاہر ہو جائے گا کہ اُس کے کلام کرنے سے یا اس (نا امید) ہو چکی تھی پس مثل گوگے کے ہوگا یہ خزانہ امفتین میں ہے اور جو شخص پاؤں سے لٹجایا ہاتھ سے لٹجایا اُس کا ہاتھ خشک ہو گیا ہو یا جاتا رہا ہو اور جو شخص مفلوج ہو یعنی فالج نے مارا ہو یا اُس کو سل کی بیماری ہو پس اس

(۱) یعنی مرض مذکور سے مر گیا ۱۲ (۲) مرک محض ۱۳ (۳) یعنی آزاد ہو گیا قبل موت موصی کے ۱۲

ایسے مریض کو زمانہ دراز گزارا اور حالت ایسی ہوئی کہ اُس کے موت کا خوف نہ رہا تو وہ مثل صحیح آدمی کے ہے حتیٰ کہ اگر اُس نے پورا مال ہبہ کر دیا تو صحیح ہے پھر اگر اس کے بعد وہ چار پائی سے لگ گیا تو یہ بمنزلہ مرض جدید پیدا ہو جانے کے ہے اور اگر ابتدائے حال میں جب اُس کو مرض پیدا ہوا ہے انہیں ایام میں مر گیا حالانکہ چار پائی سے لگ گیا تھا تو وہ ایسا مریض ہے جس کی ہلاکت کا خوف ہے اسی وجہ سے اُس کی دوا کی جاتی ہے پس وہ مریض مرض الموت کا مریض ہے کہ اُس کے ہبہ کا اعتبار تہائی مال سے ہوگا یہ کافی میں ہے۔ ایک شخص نے وصیت کی پھر مجنون ہو گیا پس اگر جنون منطبق ہو گیا تو یہ قاضی کی رائے پر ہے اگر اُس نے اجازت دے دی تو جائز ہوگی ورنہ باطل ہو جائے گی اور اگر کچھ مدت مقرر کرنے کی ضرورت پیش آئی تو فتویٰ اس بات پر ہے کہ تصرفات کے حق میں جنون مطابق کی میعاد ایک سال ہے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے اور اگر ایک شخص قید خانہ میں قصاص یا رجم کے واسطے قید ہو تو اُس کا حکم مثل مریض کے نہیں ہے اور جب قتل کے واسطے نکالا گیا تو اس حالت میں اُس کا حکم مثل مریض کے ہے اور اگر صف قتال میں ہو تو مثل صحیح کے ہے اور جب لڑائی کے واسطے نکالا تو اس حالت میں مثل مریض کے ہے اور اگر کشتی میں ہو تو حکم اُس کا مثل صحیح کے ہے اور جب موجیں شورش کریں اس حالت میں اُس کا حکم مثل مریض کے ہے۔ اور اگر دوبارہ قید خانہ میں لوٹایا گیا قتل نہ کیا گیا یا لڑائی کے بیچ میدان سے لوٹ کر صف میں آ گیا یا موجیں ٹھہر گئیں تو اُس کا حکم ایسے مریض کے مانند ہے جو مرض سے اچھا ہو گیا کہ اُس کے تمام تصرفات اُس کے پورے مال سے نافذ ہوں گے یہ شرح طحاوی میں ہے۔

اگر عورت کے (مرض الموت میں) دروزہ شروع ہوا تو جو فعل وہ اس حالت میں کرے اُس کے تہائی مال سے معتبر ہوگا ☆

مجدوم اور چوتھیا بخارا اور باری بیچ دے کر بخار والا اگر چار پائی سے لگ گیا تو اُس کا حکم مرض الموت کے مریض کے مانند ہے یہ یعنی شرح ہدایہ میں ہے۔ ایک شخص کو فالج نے مارا اُس کی زبان جاتی رہی یا کوئی مرض ایسا پیدا ہوا پس اس میں گویائی کی طاقت نہ رہی پھر اُس نے (وصیت میں) کسی شے کی طرف اشارہ کیا یا کسی چیز کی وصیت لکھ دی حالانکہ اس حالت پر اُس کا زمانہ داراز ہو گیا (اور اس سے مراد یہ ہے کہ ایک سال گزر گیا) تو یہ بمنزلہ گونگے کے ہے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ اگر عورت کے دروزہ شروع ہوا تو جو فعل وہ اس حالت میں کرے اُس کے تہائی مال سے معتبر ہوگا اور اگر وہ اس سے بیچ گئی تو اُس کا یہ فعل اُس کے پورے مال سے جائز ہوگا یہ شرح طحاوی میں ہے۔

بانیہو (۱) باب ☆

مرض الموت میں عتق و محاباة و ہبہ کے بیان میں

اپنا غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تو آزاد نہ ہوگا الا اُس صورت میں ہے کہ وارث لوگ اُس کو آزاد کر دیں اور اُس کو اختیار رہے گا کہ اس وصیت سے بقول یا بفعل رجوع کر لے جیسا کہ اور وصایا میں حکم ہے اس واسطے کہ یہ حکم باعتاق (۱) ہے تو جب تک آزاد کیا نہ جائے تب تک فقط حکم دینے سے وہ آزاد نہ ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنے مرض میں آزاد کیا یا بیچ

یعنی اس مرض سے ایسا خوف نہ رہا جیسا مرض الموت کے مریض سے غالباً علی الاقبال خوف ہوتا ہے کہ وہ چار پائی سے لگ جاتا ہے ۱۲
یعنی اگر کل مال ہبہ کیا تو تہائی مل سکتی ہے بلا اجازت اور باقی دو تہائی واپس کی جائے گی ۱۲ منہ ۱۲ اور یعنی شرح متون نے تصریح فرمائی ہے کہ مراد سال سے سال شمس مراد ہے ۱۲ اس زمانہ میں جب تک لڑائی شروع نہ ہو تب تک صف قتال میں مثل مریض کے ہونا چاہئے ۱۲ منہ (۱) آزاد کرنا ۱۲

محابات کی یا ہبہ کیا تو یہ سب جائز ہے اور اس کا اعتبار تہائی مال سے ہوگا اور صاحبان وصیت کے ساتھ شریک کیا جائے گا۔ اسی طرح مثل کفالت و ضمان کے جو مریض نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہو وہ بھی وصیت کے حکم میں ہے اور اگر مشتری کے ہاتھ محاباة سے فروخت کیا پھر آزاد کیا حالانکہ تہائی مال میں قدر محاباة عتق دونوں کی گنجائش نہیں ہے یعنی تہائی اس سے کم ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک محاباة اولیٰ ہوگی اور اگر آزاد کیا پھر محاباة کی تو بھی یہی حکم ہے اور صاحبین کے نزدیک دونوں مسئلوں میں عتق اولیٰ ہے اور امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر محاباة کی پھر آزاد کیا پھر محابات کی تو تہائی مال دونوں محابات میں بسبب دونوں کے برابر ہونے کی نصفاً نصف تقسیم کر دیا جائے گا پھر جو کچھ محابات اخیرہ کے حصہ میں آیا ہے وہ دونوں محابات اور عتق کے درمیان حصہ رسد تقسیم ہوگا اور اگر آزاد کیا پھر محابات کی پھر آزاد کیا تو تہائی مال درمیان محابات اور عتق اول کے تقسیم ہوگا پھر جو عتق کے حصہ میں آیا ہے وہ عتق اول اور عتق ثانی کے درمیان تقسیم ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ہر حال میں عتق اولیٰ ہے کذا فی الہدایہ اور محاباة کی صورت یہ ہے کہ مریض نے سودرم کی چیز پچاس درم میں فروخت کر دی یا پچاس درم کی چیز سودرم میں خریدی تو جس قدر مال صورت خرید میں زائد دیا ہے یا بیع میں کم لیا ہے وہ محابات ہے۔ یہ شرح مختار میں ہے۔

اگر وصیت کی کہ میرا غلام میری موت کے بعد آزاد کیا جائے یا کہا کہ تم لوگ اس کو آزاد کر دیا کہا کہ میری موت سے ایک روز بعد وہ آزاد ہے اور ایک شخص کے واسطے ہزار درم کی وصیت کی تو دونوں تہائی مال میں حصہ دار ہوں گے اور یہ ایسا عتق نہیں ہے جو تہائی مال سے اولاً شروع کیا جائے پھر اگر بچے تو موصی لہ وغیرہ کا ہو بلکہ اولاً جب شروع کیا جائے گا کہ جب اس نے یوں کہا کہ وہ غلام میری موت کے بعد آزاد ہے بطور مبہم (دونوک نہ کہا) کہا یا اس کو اپنے مرض میں قطعاً آزاد کر دیا یا کہا کہ اگر اس مرض میں مجھے موت آئے تو یہ آزاد ہے تو ایسے کے حق میں یہ حکم ہے کہ وصیت سے پہلے اس کے ساتھ ابتدا کی جائے گی اسی طرح اگر جو عتق بعد موت کے بلا قید وقت واقع ہو اس کی ابتدا وصیت سے پہلے ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔

اگر اپنی باندی کو اپنے مرض میں آزاد کیا بعد ازاد ہونے کے قبل موت مریض کے یا بعد موت مریض کے بچہ جتنی ☆ اگر کہا کہ وہ میری موت کے ایک روز یا ایک مہینہ بعد آزاد ہے پھر مدت گذر گئی تو امام محمدؒ سے ابن سماع کی روایت کے موافق یہ حکم ہے کہ بدون اعتاق و ارثان یا وصی کے وہ آزاد نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر اپنی باندی کو اپنے مرض میں آزاد (۱) کر دیا اور بعد آزاد ہونے کے قبل موت مریض کے یا بعد موت مریض کے بچہ جتنی تو اس کا بچہ وصیت میں داخل نہ ہوگا اور اگر اپنے ایک غلام کو مدبر کیا اور دوسرے سے کہا کہ مجھے اس مرض میں موت آ جائے تو تو آزاد ہے پھر اس مرض میں مر گیا تو دونوں تہائی مال حصہ دار ہوں گے اس واسطے کہ بعد موت کے استحقاق مساوی ہیں بدیں معنی کہ دونوں کے حق میں اس نے مرض الموت میں کہا ہے (پس دونوں موصی لہ ہوئے پس تہائی مال میں حصہ دار ہوں گے اور اگر اپنے غلام کے واسطے کسی قدر دراہم معلومہ کی یا کسی چیز کی وصیت کی تو جائز نہیں ہے اور فرمایا کہ اگر اس کے واسطے کسی قدر اس کے رقبہ کی وصیت (یعنی مثلاً تیرا چوتھائی تیرے واسطے وصیت ہے) تو اس قدر آزاد ہو جائے گا اور باقی کے واسطے سعایت کرے گا یہ امام اعظمؒ کا قول ہے یہ بمنزلہ ایسی صورت کے ہے کہ اپنی زندگی

۱۔ قال یعنی مثلاً محابات فروخت کیا کہ ہزار درم کا مال پانچ سودرم میں دیدیا تو جس قدر نفع ہے یعنی پانچ سودرم اس میں سے تہائی مال سے وصیت معتبر ہوگی اور باقی مشتری ادا کرے گا یعنی پانچ سودرم تو مشتری دے چکا ہے اور پانچ سودرم باقی میں قرض کرو دو سودرم منیت بائع کا تہائی مال ہے وہ مشتری کو بطور منیت دینے جائیں گے لیکن اگر اور بھی وصیتیں ہوں تو حصہ رسد مشتری اس دو سودرم میں شریک کیا جائے گا ۱۲ ۲۔ یعنی تہائی مال جس قدر غلام کے حصہ میں آئے وہ اس سے معاف ہو کر باقی قیمت کے لیے وارثوں کے واسطے سعایت کرے گا ۱۲ ۳۔ یہ سعایت مبسوط کے خلاف ہے ۱۲

(۱) اور آزادی بطور وصیت ہے ۱۲

میں اُس کو اس کے رقبہ میں سے کسی قدر ہبہ کر دیا اور اگر اُس کے واسطے پورے رقبہ کی وصیت کی تو تہائی مال سے آزاد ہوگا اسی طرح اگر اُس کو اُس کا رقبہ ہبہ کیا یا سر صدقہ کر دیا اور یہ اپنے مرض میں کیا تو بھی باقی سے آزاد ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر اپنے غلام کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو وصیت جائز ہے اور تہائی غلام بعد موت کے آزاد ہو جائے گا پھر دیکھا جائے گا اگر اُس کا مال درم یا دینار ہوں تو غلام کی دو تہائی قیمت اگر اسی قدر ہو جس قدر اُس کے باقی مال سے واجب ہوا ہے تو قصاص ہو جائے گا یعنی بدلا برابر ہو کر پورا غلام آزاد ہو جائے گا اور اگر مال میں اُس کا حق زائد ہو تو بقدر زائد اس کو دے دیا جائے گا اور اگر غلام کی دو تہائی قیمت میں زیادتی ہو تو بقدر زائد وارثوں کو دے دے گا اگر تر کہ عروض ہو تو بدلا برابر نہیں ہو سکتا ہے جب تک وارثوں و غلام میں باہمی رضامندی نہ ہو جائے اس واسطے کہ جنس مختلف ہے اور بعد رضامندی باہمی کے قصاص ہو جائے گا پس اگر رضامندی نہ ہوئی تو اُس پر لازم ہوگا کہ اپنی دو تہائی قیمت سعایت کر کے ادا کرے اور غلام کے واسطے اُس کے باقی مال سے تہائی ملے گی اور وارثوں کو اختیار ہوگا کہ باقی مالوں میں سے تہائی فروخت نہ کریں یہاں تک کہ اُن کو سعایت کا مال حاصل ہو اور یہ امام اعظم کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک پورا غلام مدبر ہو جائے گا اور جب مریض مر جائے تو پورا غلام آزاد ہو جائے گا اور حق باقی تمام وصیتوں سے مقدم رہے گا پس اگر تہائی مال اُس کی مقدار قیمت سے زائد ہو تو وارثوں پر واجب ہوگا کہ زیادتی اُس غلام کو دے دیں اور اگر اُس کی قیمت زائد ہو تو زیادتی کے واسطے اُس پر سعایت کرنی واجب ہوگی یہ بدائع میں ہے اور اگر اپنے غلام کی کسی شخص کے واسطے وصیت کی پھر اس غلام کو آزاد کرنے یا مدبر کرنے کی وصیت کی تو یہ وصیت اول سے رجوع ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر اپنے مرض میں اپنے ایک غلام سے اور ایک مدبر سے جن دونوں کی قیمت برابر ہے یہ کہا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے پھر بیان کرنے سے پہلے مر گیا تو تہائی مال دونوں میں تین حصے ہوگا جس میں سے ایک حصہ غلام کے واسطے اور دو حصہ مدبر کے واسطے ہوں گے اور اگر وصیت کی کہ میرے غلام سے اس قدر درم لے لئے جائیں پھر آزاد کر دیا^(۱) جائے تو جس قدر مریض نے اُس کے ذمہ سے گھٹائے ہیں وہ اُس کو تہائی مال سے بطور وصیت ملیں گے پس اگر وہ مقدار جو مریض نے غلام کے ذمہ سے گھٹائی ہے مریض کا تہائی مال ہو تو غلام پر سعایت واجب نہ ہوگی اور اگر تہائی سے زائد گھٹائے ہوں تو زیادتی کے واسطے سعایت کرے گا یہ محیط سرخی میں ہے اور اگر اُس نے کہا کہ ہر مملوک جو میری صحبت میں قدیم سے ہی اُس کو آزاد کر دو یعنی وصیت کی تو مملوک ایک سال سے اُس کے پاس ہو وہ آزاد کیا جائے گا اور یہی مختار ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے پسر کا غلام خرید کر کے میری طرف سے آزاد کیا جائے پھر مر گیا تو امام اعظم نے فرمایا کہ وصیت باطل ہے اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ وصیت صحیح ہے پس بقدر قیمت غلام کے دیگر خرید کر کے آزاد کر دیا جائے گا اور اگر وارث نے اُس کو موصی کی موت کے بعد کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کیا تو امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ وصیت باطل ہے اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ غلام مذکور کی قیمت دے کر خرید کر کے آزاد کیا جائے گا ایک شخص نے کہا کہ یہ میرا غلام آزاد ہے میں نے یہ وصیت کی تو فرمایا کہ یہاں آزاد کرنے کی وصیت ہے پس بعد موت مولیٰ کے آزاد کیا جائے گا۔ اور اگر وصیت کی کہ فلاں شخص کا غلام خریداجائے تو فرمایا کہ جس قدر اُس کی قیمت ہے اُس کے عوض خریداجائے گا اُس سے زیادہ درموں کو نہیں خریداجائے گا پھر اگر فلاں شخص نے جس کا غلام ہے اپنا غلام فروخت کرنے سے انکار کیا تو وصی اُس کا ثمن وارثوں کو واپس دے گا اور اگر اُس نے کہا کہ فلاں کا غلام خرید کر کے اُس کو آزاد کر دینا اور اُس کے مولیٰ نے اُس کے فروخت کرنے سے انکار کیا تو وصی اُس کا ثمن روک رکھے گا یہاں تک کہ غلام مذکور خریدنے سے مایوسی ہو جائے کہ وہ غلام مر جائے یا آزاد کر دیا جائے

یعنی خاص اس مقدار کے واسطے ورنہ جو درم اس سے لینا لازم کئے ہیں ان کے واسطے ماخوذ ہوگا ۱۲ منہ (۱) بمنزلہ برج مکانات کے ہے ۱۲

یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر اپنے غلام کی زید کے واسطے وصیت کی پھر وصیت کی کہ یہ غلام عمرو کے ہاتھ فروخت کیا جائے اور ثمن بتلا دیا مگر ثمن میں اس قدر کمی رکھی کہ یہ نسبت قیمت کے تہائی مال کا نقصان ہے اور مولیٰ کا سوائے اس غلام کے کچھ مال نہیں ہے تو عمرو کو اختیار ہوگا چاہے غلام کا پانچ چھٹا حصہ اُس کی دو تہائی قیمت کے عوض لے لے یا ترک کر دے اس واسطے کہ محابات کی وصیت بمنزلہ باقی وصیتوں کے ہوتی ہے اور اس مقام پر دونوں وصیتیں برابر ہیں کہ ایک وصیت تہائی مال کو حاوی ہے پس تہائی دونوں میں نصف نصف ہوگی کہ عمرو کو نصف تہائی یعنی چھٹا حصہ ملے گا اور زید کو بھی چھٹا حصہ اسی قدر ملے گا پس باقی غلام میں سے فقط پانچ چھٹے حصے عمرو کے ہاتھ دو تہائی قیمت میں فروخت کئے جائیں گے اور زید کے واسطے اُس کا چھٹا حصہ ہے وہ زید کو دیا جائے گا اور اگر عمرو نے اس کے خریدنے سے انکار کیا تو زید کو پوری تہائی غلام کی ملے گی یہ مبسوط میں ہے اور اگر فقط ایک غلام چھوڑا اور اُس کی قیمت ہزار درم ہے اور وصیت کی کہ زید کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا جائے پھر اُس غلام کی وصیت کر دی تو اس میں تین صورتیں ہیں یا تو عین غلام کی وصیت کی یا مال کی تہائی کی۔ پس اگر وصیت اول کے بعد یا اُس سے پہلے عین غلام کی وصیت کی اور وارثوں نے اجازت نہ دی یا اجازت دی مگر زید نے اجازت نہ دی تو دوسرے موصی لے کو چھٹا حصہ غلام کا ملے گا اور باقی پانچ چھٹے حصے زید کے ہاتھ بعوض ہزار درم کے پانچ چھٹے کے فروخت کیا جائے گا اور یہ وارثوں کو ملے گا اور بعض نے فرمایا یہ صاحبین کا قول ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک دوسرے موصی لے کو غلام کا بارہواں حصہ ملے گا اور زید کے ہاتھ گیارہ حصے اس کی قیمت کے عوض فروخت کئے جائیں گے اور وہ قیمت وارثوں کو ملے گی۔ اور اگر وارثوں نے اجازت دے دی اور زید بھی راضی ہو گیا تو پھر موصی لے اُس میں اپنی پوری وصیت کے حساب سے شریک کیا جائے گا پس وہ غلام دونوں موصی لے میں نصف نصف ہوگا کہ نصف غلام دوسرے موصی لے کو ملے گا اور باقی نصف زید کے ہاتھ فروخت کیا جائے گا اور اُس کا ثمن وارثوں میں تقسیم ہوگا اور وجہ دوم یہ ہے کہ اُس نے وصیت کی کہ غلام اُس کا زید کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا جائے اور عمرو کے واسطے اپنے پورے مال کی وصیت کی تو امام اعظمؒ کے نزدیک یہ مثل مسئلہ اول کے ہے مگر فرق یہ ہے کہ عمرو اس صورت میں وارثوں سے ہزار درم ثمن میں سے اُس کا چھٹا حصہ لے لے گا اور مسئلہ اول میں اُس کو ثمن میں سے کچھ نہیں مل سکتا ہے کیونکہ اس مسئلہ میں موصی نے اُس کے واسطے مال کی وصیت کی ہے اور ثمن بھی مال ہے جیسے رقبہ تو ثمن سے اُس کی وصیت کا نفاذ ممکن ہے اور مسئلہ اول میں عین کی وصیت کی ہے وہ رقبہ ہے اور ثمن سوائے عین کے دوسری چیز ہے پس ثمن سے اس کی وصیت کی تکمیل نہیں ہو سکتی ہے اور وجہ سوم یہ کہ زید کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کرنے کی اور عمرو کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو اس صورت میں امام محمدؒ کا قول مثل قول امام ابو حنیفہؒ کے ہے کہ عمرو اُس غلام کے بارہ حصوں میں سے ایک حصہ لے لے گا اور باقی گیارہ حصے غلام کے زید کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کئے جائیں گے لیکن اس صورت میں عمرو وارثوں سے ثمن میں سے لے کر اپنی تہائی پوری کر لے گا اس وجہ سے کہ اس کے واسطے تہائی مال کی وصیت ہے اور ثمن مال ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پورا غلام زید کے ہاتھ فروخت کیا جائے گا اور ثمن میں سے تہائی عمرو کو دی جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر وصیت کی کہ ان ہزار درموں سے میری طرف سے ایک غلام آزاد کیا جائے پھر ان میں سے ایک درم ضائع ہو گیا تو باقی سے امام اعظمؒ کے نزدیک غلام خرید کر کے آزاد نہ کیا جائے گا اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ باقی سے غلام خرید کر کے آزاد کیا جائے گا اور اگر وصیت کی کہ میرے تمام مال سے غلام خرید کر کے میری طرف سے آزاد کیا جائے مگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو امام اعظمؒ کے نزدیک وصیت باطل ہو جائے گی اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ تہائی مال سے غلام خرید کر کے آزاد کیا جائے گا اور اگر وصیت کی کہ میری

طرف سے ایک غلام ہزار درم کے عوض خرید کر کے آزاد کیا جائے مگر ہزار درم اُس کے تہائی مال سے زائد ہیں تو امام اعظمؒ کے نزدیک وصیت باطل ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ تہائی مال سے غلام خرید کر کے آزاد کیا جائے گا اور اگر وصیت کی کہ میری طرف سے ان سو درم سے حج کیا جائے پھر ان میں سے ایک درم تلف ہو تو جہاں سے باقی درموں سے پہنچ سکے وہاں سے حج کرایا جائے گا اور اگر کچھ تلف نہ ہو تو ان سے حج کیا جائے گا پھر اگر ان میں سے کچھ باقی رہا تو حاجی وارثوں کو واپس کر دے گا اگر وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے میری طرف سے حج کیا جائے پھر اُس سے کہا گیا کہ تیرا تہائی اس کام کے واسطے کافی نہ ہوگا پس اُس نے کہا کہ اس سے حاجی کی مدد کرو تو محتاج حاجیوں کی مددگاری کی جائے گی اور اگر اپنے غلام آزاد کئے جانے کی وصیت کی اور مر گیا پھر غلام نے کوئی جنایت کی جس کے جرم میں دے دیا گیا تو وصیت باطل ہو جائے گی اور اگر وارثوں نے اُس کا فدیہ دیا تو فدیہ مال وارثوں سے ہوگا اور غلام میں وصیت نافذ کریں گے اگر اپنے تہائی مال کی زید کے واسطے وصیت کی پھر مر گیا اور ایک غلام و مال و وارث چھوڑا پھر موصی لہ نے کہا کہ میت نے اُس کو اپنی صحت میں آزاد کیا ہے اور وارث نے کہا کہ اپنے مرض میں آزاد کیا ہے تو وارث کا قول قبول ہوگا اور موصی کو کچھ نہ ملے گا الا اس صورت میں کہ تہائی میں سے کچھ بچ جائے یا اس امر کے گواہ قائم ہوں کہ میت نے اس کو صحت میں آزاد کیا تھا اور اگر ایک شخص مر گیا اور ایک بیٹا اور غلام چھوڑا پس زید نے وارث پر دعویٰ کیا کہ تیرے باپ پر میرے ہزار درم قرضہ ہیں اور غلام نے دعویٰ کیا کہ تیرے باپ نے تجھے اپنی صحت میں آزاد کیا ہے پس وارث مذکور نے جواب دیا کہ تم دونوں سچے ہو تو غلام مذکور اپنی قیمت کے واسطے سعایت کرے گا اور یہ قیمت قرض خواہ کو دے دی^(۱) جائے گی۔ اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ کچھ بھی سعایت نہ کرے گا اور علی ہذا الخلاف اگر ایک شخص مر گیا اور ایک بیٹا اور ہزار درم چھوڑے پس زید نے دعویٰ کیا کہ تیرے باپ^(۲) پر میرے ہزار درم قرضہ ہیں اور عمرو نے دعویٰ کیا کہ یہ ہزار درم جو تیرے باپ نے چھوڑے ہیں میری ودیعت^۱ ہیں اور وارث نے کہا کہ تم دونوں سچے ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک ہزار درم متروکہ دونوں میں نصفانصف ہوں گے اور صاحبینؒ کے نزدیک ودیعت اولیٰ ہے یعنی فقط عمرو لے لے گا یہ کافی میں ہے۔ اگر دو بیٹے اور سو درم قیمت کا غلام چھوڑا حالانکہ اس کو اپنے مرض میں آزاد کر چکا ہے اور وارثوں نے اس کی اجازت دے دی تو وہ سعایت کرے گا یہ ہدایہ میں ہے۔

فرمایا کہ اگر ایک شخص نے اپنے مرض میں اپنا بیٹا ہزار درم کو خرید اور یہی اُس کی قیمت ہے اور سوائے اُس کے اُس کے پاس ہزار درم تھے تو اُس کا بیٹا خرید کردہ آزاد ہوگا اور اس پر سعایت واجب نہ ہوگی اور وارث ہوگا یہ امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ ہزار درم اپنی قیمت کے واسطے سعایت کرے گا مگر اُس کی میراث سے قصاص^(۳) ہو جائے گا اور اگر پانچ سو درم قیمت کا اپنا بیٹا ہزار درم میں خرید اور پانچ سو درم قیمت کا اپنا غلام آزاد کر دیا اور سوائے ان دونوں کے اُس کا کچھ مال نہیں ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک محابات مقدم ہوگی اس واسطے کہ اُس نے محابات کو پہلے کیا ہے اور ثلث مال اُس میں مستغرق ہو گیا پس دونوں غلاموں میں سے ہر ایک پر اپنی قیمت کے واسطے سعایت لازم ہوگی اور بیٹا کچھ وارث نہ ہوگا اس واسطے کہ اُس پر سعایت واجب ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک حق مقدم ہے لیکن بیٹا چونکہ وارث ہوا اس واسطے اُس کے لیے وصیت نہ ہوگی لیکن دوسرا غلام مفت آزاد ہو جائے گا اور بیٹا اپنی قیمت کے واسطے سعایت کرے گا اور بائع سے مطالبہ کیا جائے گا کہ جس قدر اُس کے ثمن میں قیمت سے زائد ہے اُس کو واپس کر

۱۔ جس کو ہمارے عرف میں امانت اور دھروہ کہتے ہیں ۱۲ ۲۔ حق آزادی و آزاد کرنا کسی غلام یا باندی کو ۱۳ (۱) یعنی بقدر قرضہ ۱۲

(۲) اور قرضہ کا مال وارث اپنے پاس سے دے دے ۱۲ (۳) یعنی جس قدر اُس کی میراث ملتی اُس کا بدلا ہو کر اتر جائے گا ۱۲

دے پس یہ مال موافق فرائض کے وارثوں میں میراث ہوگا اور اگر ہزار درم قیمت کا بیٹا ہزار درم میں خریدا اور ہزار درم کا دوسرا غلام آزاد کر دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک تہائی مال میں دونوں حصہ دار ہو جائیں گے اور حصہ سے زائد جس قدر قیمت پسر رہے اُس کے واسطے بیٹا سعایت کرے گا اور اُس کو میراث نہ ملے گی اور صاحبین کے نزدیک بیٹا وارث ہوگا مگر اُس کے واسطے وصیت نہ ہوگی پس اُس پر واجب نہ ہوگا کہ اپنی قیمت کے واسطے سعایت کرے اور میراث کے حصہ سے جو اس پر سعایت قیمت واجب ہے اُس کا بدلا ہو جائے گا فرمایا کہ اگر ایک شخص نے اپنی باندی کو آزاد کیا پھر اُس سے نکاح کر لیا حالانکہ وہ مریض تھا پھر اُس باندی کے ساتھ دخول کیا اور باندی کی قیمت ہزار درم تھی اور اُس کا مہر مثل سودرم ہے پس اگر اُس کی قیمت اور مہر المثل تہائی مال سے برآمد ہو سکتا ہے تو میں اُس کے واسطے میراث قرار دوں گا اور مہر دلاؤں گا اور نکاح جائز قرار دوں گا اور اگر اُس کی قیمت و مہر تہائی سے برآمد نہ ہو تو اُس کو اُس کا مہر المثل دیا جائے گا اور بعد مہر نکاح لے کے جو باقی ہے اُس کی تہائی دی جائے گی پھر باقی قیمت کے واسطے سعایت کرے گی اور اُس کو میراث نہ ملے گی اور یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور صاحبین رحمہما اللہ نے فرمایا کہ نکاح جائز ہے ہر حال میں اس واسطے کہ جس پر سعایت واجب ہے وہ صاحبین کے نزدیک ایسی حرہ ہوتی ہے جس پر قرضہ ہے پس اُس کو اُس کا مہر المثل ملے گا اور میراث ملے گی اور اُس پر واجب ہوگا کہ اپنی قیمت کے واسطے سعایت کرے اور اگر ہزار درم قیمت کی اپنی باندی آزاد کر دی پھر اس سے سودرم قرض لے لئے پھر اُس سے نکاح کیا اور اس کے ساتھ دخول نہ کیا یہاں تک کہ مر گیا اور سوائے اس کے دو ہزار درم چھوڑے تو صاحبین کے نزدیک یہ دونوں صورتیں یکساں ہیں اور نکاح جائز ہے اور وہ وارث ہوگی اور اُس کو مہر المثل ملے گا بسبب اُس کے کہ موت سے نکاح کی انتہا ہو گئی اور اُس کا قرضہ جو میت نے لیا ہے وہ ملے گا اس واسطے کہ اُس کا سبب معائنہ ہے اور اُس پر اپنی قیمت کے واسطے سعایت واجب ہوگی اور اُس کے واسطے وصیت نہ ہوگی اور امام اعظمؒ کے نزدیک نکاح باطل ہے اور وہ مال متروکہ میں سے اپنا قرضہ وصول کر لے گی پھر تہائی ماہی مال کی بطریق وصیت کے اُس کو ملے گی اور چونکہ اُس کی قیمت و مہر المثل تہائی مال سے زائد ہے اس واسطے نکاح باطل ہوا اور اگر اُس باندی کو آزاد کر دیا اور سوائے اس کے اس کا کچھ مال نہیں ہے پھر اُس سے نکاح کیا پھر اُس سے دو سودرم قرض لے لئے اور اُن کو اپنی ذات پر خرچ کر ڈالا اور یہ اپنے مرض میں کیا ہے پھر مر گیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک نکاح باطل ہے اور باندی مذکور کو میراث نہ ملے گی اور اگر اُس کے ساتھ دخول نہ کیا ہو تو اس کو مہر بھی نہ ملے گا اور قرضہ کے بعد ماہی کی تہائی کے واسطے اُس پر سعایت واجب ہوگی اور اگر اپنے مرض میں آزاد کیا پھر اس سے نکاح کیا اور سوائے اس کے اُس کا کچھ مال نہیں ہے پھر اس قدر مال کمایا کہ یہ باندی اور اس کا مہر اس کی تہائی سے برآمد ہوتا ہے تو نکاح جائز ہے اور اُس کو مہر و میراث ملے گی اور اُس پر سعایت واجب نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔

اگر ایک رقبہ کے آزاد کرنے کی وصیت کی اور تہائی مال سے اُس کو اس قدر مال دینے کی وصیت کی پس اگر باندی معینہ ہو تو اُس کے واسطے عقل محال دونوں جائز ہوں گے اور معینہ نہ ہو تو عقل جائز ہوگا اور وصیت مال جائز نہ ہوگی الا اُس صورت میں کہ میت نے یہ کہا ہو کہ میں نے یہ وصی کی رائے پر چھوڑ دیا اگر وہ چاہے تو باندی کو مال دے دے تو جائز ہے مثل اس قول کے کہ میرا مال جہاں تیرا جی چاہے صرف کر اور اگر یہ وصیت کی کہ اس قدر گہیوں یا درموں سے ایک غلام خرید کر کے میری طرف سے آزاد کیا جائے اور اُس کا ایک غلام ہے تو یہ جائز نہیں ہے کہ اُس کا وہ غلام جو اُس کے پاس ہے آزاد کیا جائے بخلاف اس کے اگر یہ وصیت کی کہ اس قدر درموں وغیرہ سے اس قدر گہیوں خریدے جائیں اور مسکینوں کو تقسیم کر دیئے جائیں حالانکہ اُس کے پاس گہیوں موجود ہیں تو جائز ہے کہ ان گہیوں سے جو اُس کے پاس موجود ہوں مسکینوں پر تقسیم کئے جائیں اور اگر کہا کہ میری طرف سے ایک غلام آزاد کرنا تو وصی

سے کہا جائے گا کہ میت کے پاس وقت موت کے جو غلام موجود تھا وہ آزاد کر دیا اور اگر اُس نے یہ غلام فروخت کیا ہو پھر اُس کو خرید کر کے آزاد کیا تو جائز ہے اور بعض نے فرمایا ہے جو غلام موت کے وقت اُس کی ملک میں ہو اُس کا آزاد کرنا جائز نہیں ہے اور اُس کے اس قول میں کہ میری طرف سے ایک غلام آزاد کرنا اور اس قول میں کہ میرے واسطے ایک غلام خرید کر کے اُس کو آزاد کرو کچھ فرق نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر وصیت کی کہ میرا غلام آزاد کیا جائے اور غلام نے اُس کے قبول سے انکار کیا تو وہ تہائی مال سے آزاد ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر تین غلام مساوی قیمت کے اور ایک بیٹا چھوڑ کر مر گیا پھر ایک غلام نے دعویٰ کیا کہ مریض نے اپنے مرض میں مجھے آزاد کر دیا ہے پھر پسر وارث سے قسم^(۱) لی گئے اور اُس نے قسم کھانے سے انکار کیا تو بلا سعایت اُس کے عتق کا حکم دیا جائے گا اور اگر دوسرے نے بھی ایسا ہی دعویٰ کیا اور وارث نے قسم سے انکار کیا تو وہ آزاد کیا جائے گا اور اپنی قیمت کے واسطے سعایت کرے گا اور اسی طرح تیسرے نے اگر ایسا کیا تو اُس کا بھی یہی حکم ہے اور اگر اول نے سوائے قاضی کے کسی کے سامنے جو دونوں نے قرار دیا تھا مقدمہ پیش کر کے عتق کا حکم حاصل کیا ہو تو دوسرا غلام در حالیکہ مسئلہ بحالہ ہے بلا سعایت آزاد ہو جائے گا اسی طرح اگر تیسرے نے دعویٰ عتق ایک حکم کے پاس کیا جس کو دونوں نے برضا مندی مقرر کیا ہے تو اُس میں بھی یہی حکم ہوگا اور اگر اول نے ایک حکم کے پاس جس کو دونوں نے برضا مندی مقرر کیا ہے مقدمہ اپنا پیش کیا اور حکم نے بسبب نکول مدعا علیہ کے اُس کی آزادی کا حکم دیا پھر دوسرا غلام وارث کو قاضی کے پاس لے گیا اور وارث نے قسم سے انکار کیا تو دوسرا بھی بلا سعایت آزاد ہو جائے گا پھر اگر تیسرا غلام بھی وارث کو قاضی کے پاس یا کسی حکم کے پاس جس کو دونوں نے برضا مندی مقرر کیا ہے اپنا ایسا ہی دعویٰ پیش کیا اور وارث نے قسم سے انکار کیا تو وہ بھی بلا سعایت آزاد ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ اگر دوسرے کا آزادی کا حکم قاضی کی طرف سے ہو تو تیسرا غلام اپنی پوری قیمت رقبہ کے واسطے سعایت کرے گا اور جو حکم اوپر مذکور ہوا ہے اس کی تاویل یہ ہے کہ حکم اس وقت ہے کہ جب ثانی غلام کے مرافعہ سے پہلے غلام ثالث نے مرافعہ کیا ہو یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک غلام کے آزاد کئے جانے کی وصیت کی اور دوسرے غلام کی فلاں شخص کے ہاتھ اس قدر ثمن پر فروخت کرنے کی وصیت کی حالانکہ بہ نسبت قیمت کے ثمن میں سے اس قدر کم کیا ہے کہ اُس کا تہائی مال ہوتا ہے تو یہ تہائی دونوں میں نصفانصف^(۲) ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔

اگر دو غلام چھوڑے اور دو وارث چھوڑے اور دونوں غلام اُس کے تہائی مال سے برآمد ہوتے ہیں اور وصیت کی ہے کہ ان دونوں میں سے ایک غلام زید کو دے دیا جائے تو دونوں وارثوں پر جبر کیا جائے گا کہ دونوں غلاموں میں سے کسی ایک پر وصیت ہونے کے واسطے اتفاق کریں اور اگر موصی لہ نے دونوں غلاموں کو آزاد کر دیا پھر وارثوں نے کسی ایک پر اتفاق کیا تو وہی آزاد ہو جائے گا اور اگر موصی لہ نے کسی معین کو آزاد کیا پھر وارثوں نے بھی اُسی پر اتفاق کیا تو وہ آزاد نہ ہوگا اور اگر میت نے ان دونوں میں سے ایک آزاد کئے جانے کی وصیت کی پھر دونوں وارثوں کے ساتھ یا آگے پیچھے ایک ایک کو اختیار کیا تو دونوں پر جبر کیا جائے گا کہ ایک ہی غلام پر اتفاق کریں اور اگر دونوں میں سے ایک نے دونوں غلاموں میں سے ایک کو میت کی طرف سے آزاد کیا پھر دوسرے کو تو دوسرا میت کی طرف سے ہوگا اور پہلا خود وارث کی طرف سے ہوگا پس اگر خوشحال ہو تو اپنے شریک کے حصہ کا ضامن ہوگا اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے ایک ساتھ کہا کہ میں نے یہ غلام میت کی طرف سے آزاد کیا تو دونوں پر جبر کیا جائے گا کہ دونوں ایک ہی غلام پر اتفاق کریں پس جب دونوں نے ایک پر اتفاق کیا تو دوسرا غلام اُسکے آزاد کرنے والے کی طرف سے ہو پس اپنے شریک کے حصہ کا

۱۔ مترجم کہتا ہے کہ اُس میں جو بعد یعنی مقصود سے دوری ہے وہ پوشیدہ نہیں ہے ۱۲ ۲۔ یا شریک اپنا حصہ آزاد کر لے یا غلام نصف قیمت کے واسطے سعایت کرے گا ۱۲ منہ (۱) یعنی علمی قسم کہ جانتا ہے کہ اُس نے آزاد کیا ہے ۱۲ (۲) یعنی غلام اول مشتری ۱۲

ضامن ہوگا بشرطیکہ خوشحال ہو اور اگر دونوں نے آزاد نہ کیا بلکہ دونوں نے ایک غلام پر اتفاق کیا کہ اس کو میت کی طرف سے آزاد کر دیں پھر دونوں نے رجوع کر کے دوسرے کو اس واسطے معین کیا تو دونوں کو رجوع کا اختیار نہ ہوگا اور اول ہی میت کی طرف سے آزاد کیا جائے گا پس اگر دونوں میں سے ایک وارث نے اول غلام جس کو دونوں نے معین کیا ہے آزاد کر دیا تو میت کی طرف سے اُس کا آزاد کرنا صحیح ہے اسی طرح دونوں کے باتفاق معین کرنے کے بعد اُس کو وصی نے آزاد کر دیا تو بھی صحیح ہے اور اگر اپنے غلام آزاد کرنے کی وصیت کی اور وہ اُس کے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہے تو وارث کی جانب سے قرابت ہونے کی وجہ سے وصی آزاد نہ ہوگا۔ اور نہ وصی کی جانب سے بسبب قرابت کے آزاد ہوگا اور دونوں میں سے جس نے اُس کو آزاد کیا میت کی طرف سے آزاد ہو جائیگا۔ اور اگر وصی نے اُس کے حق کی تعلیق شرط یا اضافت کے ساتھ یا وقت آئندہ کے ساتھ کی تو آزاد نہ ہوگا اور وارث کی طرف سے ایسی تعلیق میں آزاد ہو جائے گا جب کہ شرط پائی جائے اور یہ میت کی طرف سے آزادی ہوگی یہ محیط سرخصی میں ہے۔

اگر یہ وصیت کی کہ میرا غلام فروخت کیا جائے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا یا وصیت کی کہ غلام اپنی قیمت سے فروخت کیا جائے تو یہ باطل ہے کیونکہ اس وصیت میں کوئی معنی قرابت نہیں ہے تاکہ موسیٰ کے حق کے واسطے اُس کی تعفیف واجب ہو یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر اپنی بیٹی کا نکاح اپنے غلام کے ساتھ برضا مندی دختر کر دیا اور غلام مذکور کی وصیت کسی شخص کے واسطے کر دی اور وہ تہائی مال سے برآمد ہوتا ہے پھر مر گیا تو نکاح فاسد نہ ہوگا اور اگر غلام مذکور موسیٰ لہ کا قریبی رشتہ دار ہو تو جب تک موسیٰ لہ وصیت کو قبول نہ کرے یا وصیت سے پہلے مرنے جائے تب تک اُس کے پاس سے آزاد نہ ہو جائے گا اور اگر میت کے عصبہ کا قریب ہو پس اگر موسیٰ لہ نے وصیت کو رد کیا تو اُن کے پاس سے آزاد ہو جائے گا اس واسطے کہ اُن کی ملک میں داخل ہوا ہے۔ اور اگر غلام مذکور تہائی مال سے برآمد نہ ہوتا ہو تو نکاح فاسد ہو جائے گا اس واسطے کہ دختر مذکور کو اُس کے کسی قدر رقبہ کی ملک ہوئی ہے اور اگر غلام مذکور کے حق کی وصیت کی اور میت کا اس کے سوائے کچھ مال نہیں ہے تو نکاح فاسد نہ ہوگا اور جب وارثوں نے اُس کو آزاد کر دیا تو اُن کے حصہ کے واسطے اپنی قیمت میں سے سعایت کرے گا اور اگر آزاد کرنے سے پہلے وہ غلام مر گیا تو وصیت باطل ہوگئی کیونکہ محل حق فوت ہو گیا ہے اور اگر دختر نے اپنا مہر نہ لیا ہو تو اُس کو اختیار ہوگا کہ وصیت باطل کر دے اور غلام اُس کے مہر کے واسطے فروخت کیا جائے گا اور نکاح فاسد نہ ہوگا اور مہر دینے کے بعد ثمن غلام میں سے جو کچھ باقی رہے وہ میراث ہوگا اور اگر غلام پر دختر کا مہر بلکہ میت پر اُس کی قیمت کے برابر یا زیادہ قرضہ ہو تو قرضہ کے واسطے فروخت کیا جائے گا اور نکاح فاسد نہ ہوگا پھر اگر مشتری نے بسبب غیب کے بحکم قاضی واپس کر دیا تو حال جیسا تھا ویسا ہی ہو جائے گا اور اگر بغیر حکم قاضی واپس کیا اور کسی وجہ سے میت کا قرضہ ساقط ہو گیا تو وصیت غلام باطل ہو جائے گی اور نکاح فاسد ہو جائے گا اس واسطے کہ یہ بیع جدید (۱) ہوگی بحق ثالث اور اسی طرح اگر میت پر قرضہ نہ ہو بلکہ غلام نے کوئی جنایت کی جس میں وہ دے دیا گیا یا وارثوں نے اُس کا فدیہ دے دیا تو بھی نکاح فاسد نہ ہوگا یہ محیط سرخصی میں ہے اور اگر

یعنی اگر وہ غلام تہائی مال میت سے برآمد ہو تو خاصۃً میت کی ملک ہوگا پس اگر وہ وارث کا ذی رحم محرم ہو یا موسیٰ کا ذی رحم محرم ہو تو اُس کی جانب سے خواہ مخواہ آزاد نہ ہو جائے گا جیسا کہ ذی رحم ملک سے آزاد ہوتا ہے بقول علیہ السلام من ملک ذی رحم محرم یحق علیہ بدینی وجہ کہ لا یحق لابن آدم فیما لایملکہ اخرجه الطحاوی وغیرہاں اگر میت کی طرف سے وارث یا وصی جس نے آزاد کیا تو آزاد ہو جائے گا اور خروج از قیمت کی قید اس واسطے ہے کہ اگر وارث نے تسلیم نہ کیا تو اُس کا مالک ہو واپس آزاد ہو جائے گا اور اگر وصی ضامن ہو تو اُس کی ضمانت سے آزاد ہو جائے گا ۱۲ منہ

(۱) یعنی بغیر حکم قاضی واپس کرنا اقالہ ہے بائع و مشتری کے حق میں بیع جدید ثالث کے حق میں ۱۲

تہائی مال روک رکھا جائے گا یہاں تک کہ زید اس کے عوض فروخت کرے اور اگر غلام مذکور مر گیا تو اس میت کے نفاذ کا محل فوت ہو گیا پس امید نفاذ نہ رہی پس یہ تہائی وارث کو مال واپس دیا جائے گا یہ اُس وقت ہے کہ جس کے عوض خریدا جائے اُس کو تہائی بیان کر دیا ہو اور اگر ایک شخص کو وصیت کی کہ ان سودرموں معین سے ایک مملوک خرید کر کے تہائی سے میری طرف سے آزاد کر دے پس وصی نے ان دراہم کے عوض خرید کر کے میت کی طرف سے آزاد کر دیا پھر ایک مدعی نے ان سودرموں پر یا ان میں سے بعض پر اپنا استحقاق ثابت کیا یا میت کے مال پر اس قدر قرضہ ثابت ہوا جس کی تہائی سے سودرم زائد ہوتے ہیں تو وصی ان سودرم کا ضامن ہوگا پھر اگر میت کا کچھ مال عین یا دین ظاہر ہوا جو معلوم نہ تھا اور مملوک آزاد کردہ شدہ کا ثمن اس کا تہائی ہوتا ہے تو وصی ضمان سے بری ہو جائے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر وصیت کی کہ میرا غلام نسیم میرے واسطے فروخت کیا جائے اور اُس کے ثمن سے دوسرا غلام خرید کر کے میری طرف سے آزاد کیا جائے پس وصی نے اُس کو فروخت کر کے اُس کے ثمن سے دوسرا خرید کر کے آزاد کر دیا پھر مشتری نے غلام اول میں کوئی عیب پا کر وصی کو واپس دیا تو وصی اُس کے ثمن کا ضامن ہوگا پھر اگر اس کو دوبارہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا پس اگر مثل ثمن اول کے فروخت کیا تو عتق میت کے واسطے جائز ہوگا اور اگر کم یا زیادہ کے عوض فروخت کیا تو عتق وصی کی طرف سے ہوگا اور میت کی طرف سے اسی ثمن سے دوسرا غلام خرید کر کے آزاد کیا جائے گا اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ جب مشتری نے وصی کو بحکم قاضی واپس دیا ہو کہ اس صورت میں سب کے حق میں بیع فسخ ہوگی پس غلام مذکور میت کی قدیمی ملک میں عود کرے گا اور اگر رد یا ہی رضا مندی سے ہو تو ایسا نہیں ہے اس واسطے باہمی رضا مندی سے جو واپسی ہو وہ متعاقدین کے سوائے تیسرے کے حق میں بیع جدید ہوتی ہے پس ایسا ہوگا کہ کہ گویا وصی نے اُس کو نئی خرید پر اپنے واسطے خریدا ہے یہ محیط سرخی میں ہے۔

اگر غلام مذکور سبب عیب کے واپس نہ دیا گیا بلکہ استحقاق میں لے لیا گیا تو مشتری اپنا ثمن وصی سے واپس لے گا پھر وصی وارثوں کے حصہ میں سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے ایک آدمی خرید کر کے میری طرف سے آزاد کیا جائے اور اُس کا مال تین سودرم ہے پس وصی نے سودرم میں ایک غلام خرید کر کے آزاد کیا اور باقی دو سودرم وارثوں کو دے دیئے پھر وہ غلام استحقاق میں لے لیا گیا اور رقیق کر دیا اور وصی نے بائع سے سودرم لے لئے تاکہ اُن سے دوسرا غلام خرید کرے پس وہ سودرم تلف ہو گئے تو وصی وارثوں سے جو کچھ انہوں نے لیا ہے اُس کا تہائی لے لے گا تاکہ اُس سے دوسرا غلام خرید کرے یہ امام اعظم کا قول ہے اور پہلے اس سے جو مقاسمہ ہو گیا ہے وہ جب تک وصی کا مقصود حاصل نہ ہو تب تک باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک وصی نے وارثوں کے ساتھ جو حصہ بانٹ کر لیا ہے وہ جائز نہ رہے گا اور جو کچھ وارثوں کو پہنچا ہے اس میں سے وصی پھر کچھ نہیں لے سکتا ہے اور وصیت باطل ہو گئی اور اگر وصیت کی کہ میرے واسطے فلاں مملوک خرید کر کے میری طرف سے آزاد کیا جائے پس وصی نے اُس کو خرید ا پھر وہ مر گیا تو وصیت باطل ہو جائے گی اسی طرح آزاد ہونے سے پہلے اگر اس نے کوئی ایسی جنایت کی جس کے جرم میں دے دیا گیا تو بھی وصیت باطل ہو گئی اور اگر وارثوں نے اُس کا فدیہ دے دیا تو فدیہ دینے میں مصلوع ہوں گے اور وہ میت کی طرف سے آزاد کیا جائے گا اور اگر ایک باندی کے آزاد کرنے کی وصیت کی اور وہ اُس کے تہائی مال سے برآمد نہیں ہوتی ہے تو اُس کا حال بھی ایسا ہوگا۔ اور اگر باندی نسیم قبل آزاد کئے جانے کے بچہ جنی تو بچہ وارثوں کا مملوک ہوگا اور باندی^(۱) ہر دو حال میں وارثوں کی قرابت دار نہی ہو تو اس وجہ سے آزاد نہ ہو جائے گی بلکہ میت کی طرف سے آزاد کرنے سے آزاد ہوگی اور اگر بعض وارثوں نے اُس کو اپنی

یعنی جس صورت میں آدمی کے آزاد کرنے کی وصیت ہے اور جب وہ بچہ جنی تو خواہ مخواہ باندی ہوگی ۱۲ منہ

(۱) یہ سب اس صورت میں ہے کہ باندی کی میت کے تہائی مال سے برآمد ہوئی ہے ۱۲

طرف سے آزاد کیا تو اُس کی طرف سے آزاد نہ ہوگی بلکہ میت کی طرف سے آزاد ہو جائے گی اسی طرح اگر وارث نے کہا کہ تو آزاد ہے اگر تو دار میں داخل ہو یا وارث مذکور مر جائے تو وہ میت کی طرف سے آزاد ہو جائے گی اور اگر وارث نے اُس سے کہا کہ تو ہزار درم پر آزاد ہے اگر تو قبول کر لے پس اُس نے قبول کیا تو مفت آزاد ہو جائے گی اور اگر وصیت کی کہ میری طرف سے ایک رقبہ آزاد کیا جائے کسی حق واجب کی وجہ سے جیسے ظہار و کفارہ وغیرہ تو مثل تطوعات کے اُس کے تہائی مال سے آزاد کیا جائے گا اور حج و زکوٰۃ کا بھی یہی حکم ہے اور اگر اپنی ^(۱) طرف سے ایک آدمی آزاد کئے جانے کی وصیت کی اور وہ اُس کے لیے خریدا گیا یا اپنی مملوکہ ایک باندی آزاد کئے جانے کی وصیت کی اور وہ اُس کا تہائی مال ہے پھر اس رقیق پر کسی نے کوئی جنایت کی تو اُس کا ارش وارثوں کو ملے گا اور اگر وارثوں نے اُس کا نکاح کر دیا تو جائز نہیں ہے۔ اور اگر ایک شخص کو وصیت کی کہ میرا یہ غلام فروخت کر کے اُس کا ثمن مسکینوں کو صدقہ کر دے پس وصی نے اُس کو فروخت کر کے اُس کا ثمن وصول کیا اور وہ وصی کے پاس تلف ہو گیا پھر غلام مذکور مشتری کے پاس سے استحقاق میں لے لیا گیا تو فرمایا کہ امام ابو حنیفہ پہلے فرماتے تھے کہ وصی ثمن مشتری کا ضامن ہوگا اور کسی سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے پھر اس سے رجوع کیا اور فرمایا کہ وصی ثمن کا ضامن ہوگا اور اُس کو مال میت سے واپس لے گا اور یہی صاحبین کا قول ہے یہ مبسوط میں ہے۔

☆ فصل

اگر چند وصیتیں مجتمع ہو جائیں تو تہائی مال میں یا تو کل وصیتوں کی گنجائش ہوگی یا سب کی گنجائش نہ ہوگی پس اگر سب کی گنجائش ہو تو سب وصیتیں تہائی مال سے نافذ کی جائیں گی خواہ یہ وصیتیں اللہ تعالیٰ کے واسطے ہوں مثلاً وصیت نماز جیسے حج فرض، زکوٰۃ، روزہ، نماز، کفارہ، نذر، صدقہ، فطر و قربانی، حج تطوع، روزہ، نفل، بنائے مسجد، اعتقاق مملوک اور ذبح بدنہ وغیرہ یا بندوں کے واسطے ہوں جیسے زید و بکر و خالد وغیرہ کے واسطے اور اسی طرح اگر تہائی مال میں اس قدر گنجائش نہ ہو لیکن وارثوں نے اجازت دے دی کہ تمام مال سے نافذ کی جائیں اور اگر تہائی میں گنجائش نہ ہو اور وارثوں نے اجازت بھی نہ دی پس یا تو سب وصیتیں اللہ تعالیٰ کے واسطے ہوں گی یعنی وصایائے تقرب ہوں یا بعض اللہ تعالیٰ کے واسطے ہوں بعض بندوں کے واسطے ہوں گی۔ یا سب وصیتیں بندوں کے واسطے ہوں گی پس اگر سب وصیتیں اللہ تعالیٰ کے واسطے ہوں پس یا تو سب وصیتیں فرائض ہوں گی یا سب واجبات ہوں گی یا سب نوافل ہوں گی یا وصیتوں میں فرائض واجبات و نوافل میں سے سب قسم کی جمع ہوں گی پس اگر سب فرائض برابر ہوں تو پہلے وہ وصیت نافذ کی جائے گی جس کو موسیٰ نے مقدم لیا ہے یہ بدائع میں ہے۔

اولیٰ چیز وصیت میں ہمیشہ مقدم رہے گی ☆

اگر حج و زکوٰۃ کی وصیت کی تو حج مقدم ہوگا اگر چہ موسیٰ نے لفظاً اُس کو مؤخر کیا ہو اور کفارہ قتل و کفارہ قسم میں جس کو میت نے مقدم کیا ہے وہی مقدم کیا جائے گا اور کفارہ ^(۲) فطر اور کفارہ قتل بظاہر پہلے کفارہ قتل ادا کیا جائے گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور مشائخؒ نے فرمایا کہ حج و زکوٰۃ دونوں کفارات پر مقدم کی جائیں گی اور کفارات سب کے سب صدقہ فطر پر مقدم ہیں اور صدقہ فطر قربانی پر مقدم ہے اگر چہ ہمارے نزدیک قربانی بھی واجب ہے لیکن صدقہ فطر کے واجب ہونے پر اتفاق ہے اور قربانی کا واجب ہونا محل اجتہاد ہے پس جس پر اتفاق ہے اُس کی تقدیم بسبب اُس کے اقویٰ ہونے کے اولیٰ ہے اسی طرح صدقہ فطر ایسے روزہ کے کفارہ

(۱) یعنی ایسے حق کی وجہ سے جو اُس پر واجب ہے ۱۲ (۲) روزہ تو زکوٰۃ والا تھا ۱۲

سے جو رمضان میں نہیں رکھا ہے مقدم ہے اور مشائخؒ نے فرمایا کہ صدقہ فطر بہ نسبت نذر کے مقدم کیا جائے گا اور نذر بہ نسبت قربانی کے مقدم ہے اور قربانی بہ نسبت نوافل کے مقدم ہے اور یہ سب جو ہم نے ذکر کیا ہے اُس وقت ہے کہ جب وصیتوں میں کوئی اعتاق^۱ منجر نہ ہو اور اعتاق^۱ مرض الموت نہ ہو اور اعتاق معلق بموت یعنی مدبر نہ کیا ہو اور اگر ہوگا تو پہلے وہی مقدم کیا جائے گا۔ کیونکہ اعتاق منجر و اعتاق معلق بموت قابل فسخ نہیں ہوتا ہے پس بسبب اقوامی ہونے کے ایک شخص نے حج و قربت کے کاموں اور ایک مسجد معین کے سامان درستی کی وصیت کی اور اقوام معین کے واسطے اور بھی وصیتیں کیں اور تہائی مال میں ان تمام وصیتوں کے تنفیذ کی گنجائش نہیں ہے تو تہائی مال تمام وصیتوں میں تنفیذ کیا جائے گا پس جس قدر اقوام معین کے حصہ میں آیا اُس میں سے ہر ایک اپنا حصہ رسد لے لے گا اور جس قدر کارہائے ثواب کے پرتے میں پڑا اور اس میں سے سوائے حج کے کوئی قربت واجبہ نہیں ہے تو پہلے حج کی تقدیم کی جائے گی پس اگر سب مال حج میں تصرف ہو گیا تو باقی کارہائے ثواب کی وصیتیں باطل ہو جائیں گی اور اگر حج میں سے کچھ باقی رہا تو نوافل میں سے جس کو میت نے مقدم کیا ہے اُسی سے ابتدا کی جائے گی پھر اُس کے بعد جس کو میت نے مقدم بیان کیا ہو علیٰ ہذا القیاس اور اگر میت نے نوافل میں سے کسی کی تقدیم نہ کی ہو تو باقی سب پر حصہ رسد تقسیم کیا جائے گا یہ خزانہ ائمہ کرام میں ہے۔

آزاد کئے جانے کی وصیت میں اگر اعتاق کسی کفارہ کا واجب ہو تو اُس کا حکم مثل حکم کفادات کے ہے اور ہم اس کو بیان کر چکے ہیں اور اگر واجب نہ ہو تو اُس کا حکم مثل نفل وصیتوں کے ہے جیسے فقیروں پر صدقہ کر دینا اور مسجد بنانا اور نفل حج کرانا وغیرہ اور اگر وصیتوں میں سے بعض اللہ تعالیٰ ہوں اور بعض بندوں کے واسطے ہوں پس اگر اُس نے اقوام معین کے واسطے وصیت کی ہو تو وہ لوگ بقدر اپنی اپنی وصیتوں کے تہائی مال میں حصہ دار کئے جائیں گے پھر جس قدر بندوں کے حصہ میں پڑا وہ اُن میں یکساں رہے گا بعض کو بعض پر تقدیم نہ ہوگی اور جو اللہ تعالیٰ وصیتوں کے پرتے میں پڑا ہے وہ جمع کر کے پہلے اُس سے فرائض ادا کی جائیں گی پھر واجبات اور پھر نوافل اور اگر اللہ تعالیٰ وصیتوں کے ساتھ بندوں میں سے ایک شخص معین کے واسطے وصیت ہے تو قربت کی وصیتوں کے ساتھ وہ شخص بھی اپنی وصیت کی مقدار پر شریک کیا جائے گا اور ہر جہت قربت ایک علیحدہ شریک قرار دی جائے گی پس اگر اُس نے کہا کہ میرا تہائی مال حج و زکوٰۃ و کفارات و زید کے واسطے ہے تو تہائی مال چار حصوں پر تقسیم ہوگا جس میں سے ایک حصہ زید کو ملے گا اور ایک حصہ حج کے واسطے اور ایک حصہ زکوٰۃ کے واسطے ہے اور ایک حصہ کفارات کے واسطے ہوگا یہ بدائع میں ہے۔

اگر یہ وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے ہر سال سو درم سے حج کیا جائے تو ایک سال اُس کی طرف سے حج کر دیا جائے گا اسی طرح ثواب کی نظر سے کسی آدمی کا آزاد کرنا اور فقیروں کو صدقہ دینا بھی یہی حکم رکھتا ہے یہ محیط سرخی میں ہے اور اگر سب وصیتیں بندوں کے واسطے ہوں تو سب سے قوی مقدم ہوگی پھر اُس سے نیچے جو سب سے قوی ہو علیٰ ہذا القیاس اور یہ نہ ہوگا کہ جس کو میت نے مقدم کیا ہے وہی مقدم ہو حتیٰ کہ کہا گیا ہے کہ اگر وصایا میں عتق^۲ منجر ہو تو باقی وصیتوں پر مقدم ہوگا اور اگر سب وصیتیں قوت میں برابر ہوں تو صاحبان وصیت باہم حصہ رسد بانٹ لیں گے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ سب لوگ اپنے اپنے حق کے واسطے تہائی مال میں بقدر حقوق شریک ہو جائیں گے اور یہ نہ ہوگا کہ جس کی میت نے تقدیم کی ہے وہ مقدم کیا جائے اور اگر سب وصیتیں نوافل ہوں اور اُن میں سے کوئی معین نہ ہو مثلاً یوں وصیت کی کہ میری طرف سے نفل حج کیا جائے اور وصیت کی کہ میری طرف سے ایک آدمی آزاد کیا جائے یعنی نفل طور پر اور اُس کو معین کیا اور اسی طرح وصیت کی کہ میری طرف سے فقیروں کو صدقہ دیا جائے اور اُن کو معین نہ کیا تو ایسی صورت میں جس سے میت نے شروع کیا ہے اُسی سے شروع کیا جائے گا ظاہر الروایۃ میں امام محمدؒ نے اُس کو صریح بیان فرمایا ہے۔

اسی طرح از راہ ثواب ایک غیر معین مملوک آزاد کر دینا ایسی وصیت کی صحت اللہ تعالیٰ ہے اور واسطے بندے (۲) کے نہیں صحیح ہے یہ محیط میں ہے یہی ایک شخص نے وصیت کی کہ سودرم فقیروں کو دیئے جائیں اور سودرم اقرباؤں کو دیئے جائیں اور میری قضا نمازوں کے واسطے فقیروں کو کھانا دیا جائے پھر مر گیا اور اُس پر ایک مہینہ کی نمازیں قضا ہیں اور اُس کا تہائی مال ان سب وصیتوں کے واسطے کافی نہیں ہے تو شیخ ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ تہائی مال میں تین حصے کئے جائیں سودرم فقیروں کا حصہ اور سودرم اقرباء کا اور ہر نماز کے واسطے ایک سیر گیہوں کے حساب سے جس قدر گیہوں ہوں اُن کی قیمت کا ایک حصہ قرار دے کر تہائی مال ان سب پر حصہ رسد تقسیم کیا جائے گا پس جس قدر اقرباء کے حصہ میں پڑے وہ اُن کو دے دیا جائے گا اور جس قدر فقیروں و طعام کے حصہ میں آئے اُس میں طعام پہلے دیا جائے گا اور جب طعام پورا ہو جائے تو باقی فقیروں کو دیا جائے گا یعنی نقصان فقیروں کے حصہ میں رکھا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کسی نے حجۃ الاسلام کی وصیت کی تو اُس کی طرف سے اُس کے شہر سے ایک شخص کو سوار کر کے حج کرادیں گے پس اگر نفقہ وصیت یہاں سے پورا نہ پڑتا ہو تو جہاں پورا پڑے وہاں سے حج کرادیں گے اگر ایک شخص اپنے شہر سے حج کے واسطے نکلا اور راہ میں مر گیا اور وصیت کر گیا کہ میری طرف سے حج کرادیا جائے تو امام اعظمؒ کے نزدیک اُس کے شہر سے حج کرایا جائے گا اور یہی قول زفر کا ہے اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک جہاں تک پہنچ گیا ہے استحساناً وہاں سے حج کرایا جائے گا اسی طرح اگر غیر کی طرف سے حج کرنے والا راہ میں مر گیا تو بھی ایسا ہی اختلاف ہے یہ کافی میں ہے۔

جہنما باب ☆

اقارب، اہل بیت، پڑوسیوں، بنی فلاں اور یتیموں و موالی و شیعہ و اہل علم و حدیث وغیرہ کے حق میں وصیت کرنے کے بیان میں

امام ابو حنیفہؒ نے ایسی وصیت کے استحقاق میں چار شرطوں کا اعتبار کیا ہے ایک یہ کہ مستحق دو یا زیادہ ہوں دوم یہ کہ امام اقرب کا اعتبار کرتے ہیں چنانچہ اقرب کے ہوتے ہوئے بعد محبوب ہوگا جیسا کہ میراث میں ہوتا ہے سوم یہ کہ موصی کا ذی رحم محرم ہو حتیٰ کہ چچا کا بیٹا ایسی وصیت کا مستحق نہیں ہے اور چہارم یہ کہ ایسا نہ ہو کہ جو موصی کا وارث ہو سکے اور اس میں عورتیں و مرد سب یکساں ہیں کذا فی المحیط السرخسی اور نیز اس میں مسلمان و کافر مذکور و مونث و آزاد و غلام و صغیر و کبیر سب برابر ہیں اور صاحبینؒ کے نزدیک اُس کا ہر رشتہ دار برادری جو ماں باپ کی طرف سے اُس کی جانب منسوب ہے اس وصیت میں داخل ہوگا اور انتہا اس کی اُس دادایا نانا تک ہوگی جو اسلام میں اُس کا جد اعلیٰ ہے اور حق وصیت میں اقرب و بعد و واحد و جماعت و کافر و مسلمان سب برابر ہوں گے پھر آیا جد اعلیٰ کا مسلمان ہونا بھی شرط ہے تو بعض نے فرمایا کہ شرط ہے اور بعض نے فرمایا نہیں شرط ہے لیکن یہ شرط ہے کہ اُس نے اسلام کا زمانہ پایا ہو اور بعد اسلام کے معروف ہو حتیٰ کہ حلوی نے اگر اپنے اہل قرابت کے واسطے وصیت کی تو جس نے اسلام کی شرط لگائی ہے وہ مال وصیت فقط اولاد علی رضی اللہ عنہ کی طرف صرف کرے گا اور اولاد ابو طالب کی طرف صرف نہ کرے گا اور جس نے اسلام کی شرط نہیں لگائی ہے وہ اولاد ابو طالب کی طرف بھی صرف کرے گا اُس میں اولاد عقیل و جعفر داخل ہوں گے اور اولاد عبدالمطلب بالا جماع داخل نہ ہوں گے اس واسطے کہ عبدالمطلب نے زمانہ اسلام نہیں پایا ہے اور نیز وارث بھی بالا جماع داخل نہ ہوگا یہ شرح زیادات عتابی میں

۱۔ محجب حرمان کی صورت میں نکتہ حرمان اور نہ نکتہ نقصان ۱۲ ۲۔ مثلاً اُس کا پرانا و پردادا اسلام میں تھے تو اس وقت سے جس قدر اولاد و اولاد اولاد ہوتی ہیں سب داخل ہوں گی ۱۲ (۱) اگر وہ غلام معین کر دیا تو بندے کے واسطے بھی ہوگی ۱۲

ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک اگر قریب ایک ہو تو وہ نصف وصیت کا مستحق ہوگا یہ محیط سرخی میں ہے اور جب ایسی وصیت میں والد و ولد داخل نہ ہوئے پس آیا دادا و نانا و پوتا و نانی وغیرہ داخل ہوں گے تو زیادات میں مذکور ہے کہ داخل ہوں گے اور اُس میں کوئی اختلاف ذکر نہیں فرمایا اور حسن بن زیاد نے امام اعظمؒ سے روایت کی ہے کہ یہ داخل نہ ہوں گے اور ایسا ہی امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر ایک شخص نے دو چچا اور دو ماموں چھوڑے اور یہ لوگ اُس کے وارث نہیں ہیں مثلاً اُن کے ساتھ میت کا بیٹا بھی ہے تو مال وصیت ہر دو چچا کو ملے گا دونوں ماموں محروم رہیں گے یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک مال وصیت ہر دو چچا و ہر دو ماموں کے درمیان چار حصہ ہو کر تقسیم ہوگا اور اگر اُس کا ایک چچا ہو اور دو ماموں ہوں تو چچا کو تہائی کا نصف ملے گا اور باقی نصف ہر دو ماموں کے درمیان برابر تقسیم ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک پوری تہائی ان سب میں تین حصہ ہو کر برابر تقسیم ہوگی اور اگر اُس کا ایک چچا ہو اور سوائے اُس کے اُس کا کوئی ذی رحم نہ ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک تہائی کا نصف اُس کے چچا کو ملے گا اور نصف باقی وارثان موصی کو واپس دیا جائے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک نصف باقی اُس کے ذمے رحم غیر محرم کی طرف صرف کیا جائے گا یہ بدائع میں ہے اور اگر اُس نے ایک چچا و پھوپھی و ایک ماموں و خالہ چھوڑی تو مال وصیت چچا و پھوپھی کے درمیان برابر تقسیم ہوگا اس وجہ سے ہ دونوں کی قرابت یکساں ہیں یہ ہدایہ میں ہے اور اگر اُس نے اپنے ایک ذی قرابت یا ایک ذی رحم کے واسطے وصیت کی تو ایک ہی تمام مال کا مستحق ہوگا حتیٰ کہ اگر اُس نے چچا و ماموں چھوڑا تو چچا امام اعظمؒ کے نزدیک کل مال کا مستحق ہوگا یہ محیط سرخی میں ہے اور اگر وصیت واسطے قرابت کے ہو اور اہل قرابت اس قدر ہوں کہ شمار سے باہر ہوں تو مشائخؒ نے اس کے جواز میں اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ وصیت باطل ہے اور محمد بن سلمہؒ نے فرمایا کہ وصیت جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ تارخانہ میں ہے۔

اگر اہل بیت کے واسطے وصیت کی تو جو شخص اُس کے باپ کی طرف سے اُس کی طرف منسوب ہو داخل ہوگا اور اعلیٰ باپ وہ قرار دیا جائے گا جو زمانہ اسلام میں ہو پس اُس باپ تک جتنے لوگ خاص باپ کی طرف سے اُس کی جانب منسوب ہوں سب داخل ہوں گے حتیٰ کہ اگر موصی علوی ہو تو اُس کی ایسی وصیت میں کل اولاد علی رضی اللہ عنہ جو باپ کی طرف سے اُس کی جانب منسوب ہو داخل ہوگی اور اگر عباسی ہو تو کل اولاد عباس جو باپ کی طرف سے منسوب ہو داخل ہوں گے خواہ وہ مذکور ہوں یا مؤنث ہوں بشرطیکہ اُن کی نسبت باپ کی جانب سے ہو اور جس کی نسبت ماں کی جانب سے ہو ان میں سے کوئی داخل نہ ہوگا اسی طرح اگر اُس نے اپنے نسب یا اپنے حسب کے واسطے وصیت کی تو یہ وصیت بھی اُس کے اہل قرابت کے واسطے جو اسلام کے زمانہ میں انتہائی پدر کی طرف سے اُس کی جانب منسوب ہوں ہوگی حتیٰ کہ اگر اُس کے آباؤ اجداد اُس کے دین کے برخلاف غیر دین پر ہوں تو وہ بھی داخل ہوں گے اس واسطے کہ نسب وہ ہے کہ جو باپ کی طرف سے اُس کی جانب منسوب ہو نہ ماں کی طرف سے اور یہی حال حسب کا ہے چنانچہ اگر ہاشمی نے اپنی باندی سے نکاح کیا اور اُس سے اولاد ہوئی تو وہ اپنے باپ کی طرف منسوب ہوگی نہ ماں کی طرف و حسب اُس کے باپ کے اہل بیت ہیں نہ ماں کے پس ثابت ہوا کہ حسب و نسب باپ کے ساتھ مختص ہیں ان کا دخل نہیں ہے اسی طرح اگر جنس فلاں کے واسطے وصیت کی تو باپ کی اولاد مراد ہوگی اور اسی طرح جی فلاں سے بھی باپ کی اولاد مثل جنس کے مراد ہوگی اسی طرح آل فلاں کے واسطے وصیت کرنی تھی بمنزلہ اہل بیت فلاں کے ہے اور ایسی صورت میں اہل قرابت مادری میں سے کوئی داخل نہ ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر عورت نے اپنی جنس یا اہل بیت کے واسطے وصیت کی تو اُس کا ولد داخل نہ ہوگا اس واسطے کہ اُس کا ولد اپنے باپ کی طرف منسوب ہے۔ نہ ماں کی طرف الا اُس صورت میں داخل ہو سکتا ہے کہ جب اُس کا شوہر اُس کے اہل قرابت میں سے ہو یا شرح زیادات عتابی

میں ہے اور اگر اپنے تہائی مال کے واسطے اپنے اہل یا اہل فلاں کے وصیت کی تو یہ وصیت خاصۃً اُس کی زوجہ کے واسطے ہوگی اور کسی کے واسطے نہ ہوگی یہ قیاس ہے لیکن ہم نے استحساناً یہ حکم دیا ہے کہ اس وصیت میں وہ شخص داخل ہوگا جو اُس کے گھر میں رہتا ہے جس کا نفقہ اُس پر ہے اور اس کے ساتھ پرورش پاتا ہے لیکن اس وصیت میں اُس کے مملوک داخل نہ ہوں گے اور اگر دو شہروں یا دو بیتوں میں اُس کے اہل ہوں تو بسبب عموم لفظ کے سب داخل ہو جائیں گے یہ تاتار خانہ میں ہے اور اگر اُس نے اپنے متفرق تین بھائیوں کے واسطے وصیت کی اور اُس کا ایک بیٹا موجود ہے تو بھائیوں کے واسطے وصیت جائز ہوگی اور تین حصہ برابر ہو کر تقسیم ہوگی اس واسطے کہ وہ لوگ بیٹے کے ہوتے ہوئے وارث نہ ہوں گے اور اگر دختر ہو تو فقط باپ کی طرف یا فقط ماں کی طرف کے بھائی کے واسطے وصیت جائز ہوگی اور ماں و باپ دونوں کی طرف سے جو بھائی ہے اُس کے حق میں جائز نہ ہوگی اس واسطے کہ وہ دختر کے ساتھ بطور عصبہ وارث ہوگا اور اگر اُس کا بیٹا یا بیٹی نہ ہو تو پوری وصیت باپ کی طرف کے بھائی کے واسطے ہوگی اس واسطے کہ وہ وارث نہ ہوگا اور حقیقی و اخیاعی بھائی کے حق میں باطل ہو جائے گی اس واسطے کہ یہ دونوں اُس کے وارث ہوں گے اور اگر عورت مرگئی اور اُس نے ایک شوہر چھوڑا اور ایک اجنبی کے واسطے نصف مال کی وصیت کی تو اجنبی کے واسطے اُس کا نصف مال ہوگا اور تہائی مال شوہر کو ملے گا اور چھٹا حصہ بیت المال میں داخل ہوگا اس واسطے کہ اجنبی پہلے تہائی مال بلا منازعت لے لے گا پھر دو تہائی مال جو باقی رہا اُس میں سے آدھا شوہر لے لے گا اور باقی رہا تہائی مال سو اُس میں سے اجنبی کی تمام وصیت پوری کر دی جائے گی پس چھٹا حصہ دے دیا جائے گا اور باقی ایک چھٹا حصہ بلا مستحق و وارث رہ گیا وہ بیت المال میں داخل ہوگا اور اگر عورت نے مال و شوہر چھوڑا اور اپنے قاتل کے واسطے نصف مال کی وصیت کی تو شوہر اُس کا نصف مال لے لے گا اس واسطے کہ قاتل کے حق میں جو وصیت ہوئی ہے اُس سے میراث مقدم ہے پھر باقی نصف مال کو قاتل موصیٰ لے لے گا اور بیت المال میں کچھ داخل نہ کیا جائے گا اور اگر عورت نے اپنے شوہر کے واسطے نصف مال کی وصیت کی اور دوسری کوئی وصیت نہیں کی ہے تو شوہر اُس کا سب مال لے لے گا یعنی نصف مال بحکم میراث اور نصف مال بحکم وصیت لے لے گا اور اگر ایک شخص مر گیا اور اُس نے اپنی بیوی چھوڑی کہ اُس کے سوائے اُس کا کوئی وارث نہیں ہے اور ایک اجنبی کے واسطے اپنے پورے مال کی وصیت کی اور اپنی بیوی کے واسطے اپنے تمام مال کی وصیت کی تو اجنبی تہائی مال کو بلا منازعت لے لے گا اور بیوی کو باقی کی چوتھائی میراث ملے گی یعنی چھٹا حصہ کل مال کا پھر نصف مال باقی میں دو بوں برابر شریک ہوں گے اور اگر کوئی عورت مرگئی اور اپنے پورے مال کی اپنے شوہر کے واسطے وصیت کی اور سوائے شوہر کے اُس کا کوئی وارث نہیں ہے اور ایک اجنبی کے واسطے بھی اپنے پورے مال کی وصیت کی یا دونوں میں سے ایک کے واسطے نصف مال کی وصیت کی تو پہلے اجنبی تہائی مال بلا منازعت لے لے گا باقی دو تہائی میں سے نصف مال یعنی ایک تہائی شوہر کو ملے گا اس واسطے کہ اجنبی کے واسطے وصیت بقدر تہائی کے میراث سے مقدم ہوتی ہے پھر باقی ایک تہائی مال تین حصے کیا جائے گا جس میں سے ایک حصہ اجنبی کو اور دو حصہ شوہر کو دے دیے جائیں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے کہا کہ میں نے اپنے تہائی مال کے واسطے اپنے اہل قرابت کے وغیر اہل قرابت کے وصیت کی تو فرمایا کہ یہ سب اہل قرابت کو دیا جائے گا اس میں سے وارثوں کو کچھ واپس نہ دیا جائے گا گویا اُس نے یوں کہا کہ واسطے اپنے اہل قرابت کے دینی آدم کے وصیت کی اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر اپنے برادر کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی تو برادر میں وہ لوگ ہوں گے جو اُس کے برادران معروف ہیں اور اُس کی طرف منسوب ہیں اور اگر اپنے تہائی مال کی واسطے اپنے حشم کے وصیت کی تو حشم وہ لوگ

۱۔ یعنی ایک بھائی دوسرا باپ کی طرف سے علاقائی اور تیسرا فقط ماں کی طرف سے اخیانی ۱۲

۲۔ یعنی اُس میں کسی دوسرے کو جھگڑا کرنے کا موقع نہ ہوگا ۱۲

ہیں جن کی وہ شخص پرورش کرتا ہے اُس کے عیال میں ہیں اور اُن کو نفقہ دیتا ہے پس اس وصیت میں اُس کا ولد و والد و زوجہ اُس کی ام ولد باندیاں و مدبر و رقیق داخل نہ ہوں گے اور باقی اہل قرابت داخل ہوں گے۔ یہ خزانۃ المفتنین میں ہے اور اگر اپنی قوم و عترت کے واسطے وصیت کی تو نہیں جائز ہے الا اُس صورت میں کہ یوں کہے فقر و قرا و قرم یا فقراء عترت اور اس صورت میں بھی اُن کے مملوک داخل نہ ہوں گے اور اگر اپنے قدیمی لوگوں کے واسطے وصیت کی تو وہ لوگ ہوں گے جو تین سال سے اُس کے ساتھ ہیں کذا فی محیط السرخسی۔

قال المترجم ☆

خزانۃ المفتنین میں ایک سال پر فتویٰ ہے اور فرمایا کہ اگر بنی فلاں کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو اس میں دو صورتیں ہیں یا تو فلاں جس کا نام لیا ہے وہ ایک قبیلہ کا پدر اعلیٰ ہوگا جیسے بنی تمیم کا تمیم اور بنی اسد کا اسد ہے یا یہ فلاں شخص فقط پدر خاص ہوگا یعنی جماعت کثیر کا باپ نہ ہوگا اور واضح رہے کہ اس بات میں جو سب سے اول ہوتا ہے وہ شعب ہے شیخ شین معجمہ پھر قبیلہ ہے پھر عمارہ ہے پھر بطن ہے پھر فخذ ہے پھر نصب لہ ہے چنانچہ قریش کے واسطے مضر شعب ہے اور کنانہ قبیلہ ہے اور قریش عمارہ ہے اور قصی بطن ہے اور ہاشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پرداد فخذ ہے اور عباس فصیل ہیں ایسا ہی شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے اور ان سب کا بیان ہے اس طرح ہے کہ اگر اُس نے بنی کنانہ کے واسطے وصیت کی حالانکہ کنانہ ایک قبیلہ کا پدر ہے تو اس وصیت میں اولاد مضر داخل نہ ہوں گے اور اولاد کنانہ فصیلہ تک داخل ہو جائیں گے بشرطیکہ وہ شمار میں ہوں اور اگر بنی قریش کے واسطے جو پدر عمارہ ہے وصیت کی تو وصیت میں اولاد کنانہ و مضر داخل نہ ہوں گی اور اولاد قریش و قصی و اولاد ہاشم و عباس و اولاد عباس سب داخل ہو جائیں گی اور اگر اولاد قصی کے واسطے جو قریش میں سے ایک بطن ہے وصیت کی تو اولاد مضر و کنانہ و قریش سب داخل نہ ہوں گی اور جو ان سے نیچے ہیں وہ سب داخل ہوں گی اور اگر بنی ہاشم کے واسطے جو فخذ ہے وصیت کی تو جو ان سے اوپر ہیں وہ داخل نہ ہوں گی اور جو ان سے نیچے ہیں مع اولاد فصیلہ سب داخل ہوں گی اور اگر بنی فصیلہ کے واسطے وصیت کی تو وصیت میں اولاد عباس و اولاد ابوطالب و اولاد علی کرم اللہ وجہہ داخل ہوں گی اور جو ان سے اوپر ہیں وہ داخل نہ ہوں گی اور جب یہ سب معلوم ہو چکا تو ہم اُس مسئلہ کی طرف جو ہم نے اوپر ذکر کر کے چھوڑا ہے توجہ کرتے ہیں یعنی جب کہ ایک شخص نے بنی فلاں کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی اور فلاں ایک قبیلہ کا پدر ہے اور اُس کی اولاد مذکور و مؤنث سب ہیں تو بالا جماع اُس کا تہائی مال ذکر و مؤنث سب اولاد ہیں برابر تقسیم ہوگا بشرطیکہ سب شمار میں داخل ہوں اور اگر اولاد سب مؤنث ہوں تو یہ صورت کتاب میں مذکور نہیں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ چاہئے کہ تہائی مال ان سب عورتوں کے واسطے ہو اور اگر سب مذکور ہوں تو سب تہائی مال کے مستحق ہوں گے اور اگر فلاں شخص پدر خاص ہو اور اُس کے اولاد ہو اور سب اولاد مذکور ہوں تو مال وصیت ان سبھی کا ہوگا اور اگر اولاد سب مؤنث ہوں تو اُن کو کچھ نہ ملے گا اور اگر اُس کی اولاد میں مذکور و مؤنث دونوں ہوں تو اس میں اختلاف ہے۔ امام اعظم و امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ مال وصیت فقط اُس کی اولاد مذکور کو ملے گا مؤنث کو نہ ملے گا اور اگر فلاں مذکور کی اولاد صلیبی نہ ہوں بلکہ اُس کی اولاد کی اولاد ہوں پس اگر اُس کی دختر کی اولاد ہوں تو وہ اس وصیت میں داخل نہ ہوں گے۔ اور یہ حکم اس وقت ہے کہ اُس نے بنی فلاں کے واسطے وصیت کی ہو اور اگر ولد فلاں کے واسطے وصیت کی ہو اور فلاں مذکور کی فقط لڑکیاں ہیں تو وصیت میں داخل ہو جائیں گی اور اگر فلاں کے لڑکے اور لڑکیاں دونوں ہوں تو بالا جماع یہ سب مال وصیت کے مستحق ہوں گے اور مال وصیت ان سب کو برابر تقسیم کر دیا جائے گا مذکور کو مؤنث پر کچھ تفصیل نہ ہلگی اور فرمایا کہ اگر فلاں مذکور کی کوئی بیوی حاملہ ہو تو جو کچھ اُس کے پیٹ میں حمل ہے وہ بھی وصیت میں داخل ہو جائے گا اور اس وصیت میں اولاد کی اولاد شامل

نہ ہوگی اور یہ اس وقت ہے کہ فلاں مذکور پھر خاص ہو اور اگر پدر فخذ ہو تو اُس کے پشت کی اولاد ہوتے ہوئے بھی اُس کی اولاد کی اولاد شامل ہو جائے گی اور اگر فلاں مذکور کے فقط ایک ہی ولد ہو تو پورا مال وصیت اُسی کا ہوگا بخلاف اس کے اگر اولاد فلاں کے واسطے وصیت کی حالانکہ فلاں کا فقط ایک ولد ہے تو وہ نصف وصیت کا مستحق ہوگا اور اگر اولاد فلاں کے واسطے وصیت کی حالانکہ فلاں کی اولاد صلیبی موجود نہیں ہے تو اُس کے پسرون کی اولاد اس وصیت میں شامل ہوگی اور دختروں کی اولاد کے شامل ہونے میں دو روایتیں مختلف ہیں یہ محیط میں ہے اور اگر وارثان فلاں کے واسطے وصیت کی تو مال وصیت ان سب میں اس طرح تقسیم ہوگا کہ مذکور کو دو حصہ اور مؤنث کو ایک حصہ کے حساب سے دیا جائے گا یہ ہدایہ میں ہے اور اگر وارثان فلاں کے واسطے وصیت کی تو اس وصیت میں لڑکوں کی اولاد داخل ہوگی اور لڑکیوں کی اولاد شامل ہونے میں دو روایتیں ہیں اور بعض مشائخؒ نے فرمایا کہ یہ اختلاف روایت بھی لڑکیوں کی مذکور اولاد کے شامل ہونے میں ہے اور لڑکیوں کی مؤنث اولاد کے باب میں ایک روایت واحدہ ہے کہ لڑکیوں کی لڑکیاں شامل نہ ہوں گی یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر بنات فلاں کے واسطے وصیت کی حالانکہ فلاں کے لڑکے اور لڑکیاں دونوں ہیں تو وصیت خاصہ لڑکیوں کے واسطے ہوگی اور اگر فلاں کے لڑکے ہوں اور لڑکوں کی اولاد لڑکیاں ہوں تو وصیت خاصہ لڑکوں کی لڑکیوں کے واسطے ہوگی۔ اور اگر فلاں کی اولاد میں فقط لڑکیوں کی لڑکیاں ہوں تو وصیت میں شامل نہ ہوگی اور عامہ مشائخؒ کے نزدیک یہ حکم دو روایت مختلف میں سے ایک روایت کے موافق ہے اور بعض مشائخؒ کے نزدیک اس حکم میں ایک ہی روایت ہے یعنی اس پر اتفاق ہے کہ لڑکیوں کی لڑکیاں داخل نہ ہوں گی اور اگر موصی نے وصیت کے ساتھ کوئی ایسی بات بیان کی ہو جس سے معلوم ہو کہ اُس نے لڑکیوں کی لڑکیاں مراد لی ہیں مثلاً یوں کہا کہ فلاں شخص کے لڑکیاں ہیں اور اُن کی مائیں ہر گئی ہیں پس میں نے اُس کی لڑکیوں کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی تو باتفاق الروایات لڑکیوں کی لڑکیاں شامل ہو جائیں گی اس میں مشائخؒ کے درمیان کچھ اختلاف نہیں ہے۔ اگر آباء فلاں و فلاں کے واسطے وصیت کی حالانکہ اُن کے آباء و امہات موجود ہیں تو سب وصیت میں شامل ہوں گے اور اگر اُن کے آباء و امہات نہ ہوں بلکہ فقط اجداد و جدات ہوں تو وہ وصیت میں داخل نہ ہوں گے اور اگر اکابر ولد فلاں کے واسطے وصیت کی اور فلاں پدر فخذ ہے یا پلطن ہے یا قبیلہ ہے تو اس میں دو صورتیں ہیں یا بنی فلاں شمار میں داخل ہوں گے یا بے شمار ہوں گے پس اگر شمار میں داخل ہوں تو وصیت صحیح ہوگی خواہ وہ غنی ہوں یا فقیر ہوں اور اگر بے شمار ہوں پس اگر سب فقیر ہوں تو وصیت جائز ہوگی اور اگر غنی و فقیر دونوں ہوں اور ان میں سے جتنی غنی ہیں وہ بے شمار ہوں پہچان میں نہ آتے ہوں تو ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ وصیت باطل ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ میں نے اپنے تہائی مال کے واسطے بنی فلاں کے وصیت کی اور وہ پانچ ہیں۔ پھر ظاہر ہوا کہ وہ تین یا دو ہیں تو تہائی ان سب کو ملے گی اور اگر کہا کہ واسطے ہر دو پسر فلاں کے حالانکہ فقط فلاں کا ایک لڑکا ہے تو اُس کو تہائی میں سے نصف ملے گا اور اگر کہا کہ واسطے زید و عمرو و پسر فلاں کے پھر ظاہر ہوا کہ اُس کا فقط ایک لڑکا ہے تو اُس کو تہائی مال پورا ملے گا اور اگر کہا کہ میں نے تہائی مال کے واسطے بنی فلاں کے اور وہ تین ہیں وصیت کی پھر معلوم ہوا کہ وہ پانچ ہیں تو وصیت ان میں سے تین کے واسطے ہوگی اور ان میں سے تین کے چھانٹنے کا اختیار وارثان موصی کو ہوگا اور اگر ان کے ساتھ کسی اجنبی دیگر کے واسطے وصیت کی ہو تو چوتھائی اُس کو ملے گی۔ اور اگر کہا کہ میں نے واسطے

کیونکہ اصل وارث ذوی القروض و عصبہ ہوتے ہیں پس یہی صورت اقویٰ ہوگی ۱۲ ج آباء جمع اب بمعنی باپ و امہات جمع ام بمعنی مال اور اجداد جمع جہ بمعنی دادا و نانا و جدات جمع جدہ بمعنی دادی و نانی ۱۳

بنی فلاں کے تہائی مال کی وصیت کی اور وہ پانچ ہیں اور واسطے زید کے تہائی مال کی وصیت کی پھر معلوم ہوا کہ فلاں شخص کے فقط تین لڑکے ہیں تو زید ان سب کے ساتھ حصہ چہارم کا شریک ہوگا یہ محیط سرخی میں ہے۔ امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے زید کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی اور موسیٰ کو خبر دی گئی کہ اُس کا تہائی مال ہزار درم ہے یا اُس نے خود کہا کہ وہ یہ ہے پھر اُس کا تہائی مال اس سے زیادہ نکلا تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ زید کو اُس کے پورے مال سے تہائی ملے گی اور جو تعداد بیان کی گئی ہے وہ باطل ہے اور اُس کا غلطی کرنا مقدار وصیت میں نقصان نہ پیدا کرے گا کہ اُس نے حساب میں غلطی کی ہے اور یہ وصیت سے رجوع نہ ہوگا اور یہی امام ابو یوسفؒ کا قول ہے اور اگر کہا کہ میں نے اپنی تمام بکریوں کی وصیت کی اور وہ سو بکریاں ہیں پھر ظاہر ہوا کہ بکریاں زیادہ ہیں اور سب اُس کے مال سے برآمد ہوئی ہیں تو پوری بکریوں میں وصیت جائز ہوگی اور اگر کہا کہ میں نے زید کے واسطے اپنی بکریوں کی وصیت کی اور وہ یہ ہیں حالانکہ اُس کے پاس ان بکریوں کے سوائے اور بھی بکریاں ہیں تو قیاساً یہ بھی مثل اول کے ہے لیکن میں اس مقام پر قیاس کو ترک کرتا ہوں اور یہ حکم دیتا ہوں کہ موسیٰ لہ کو انہیں بیان کردہ بکریوں میں سے بقدر تہائی مال کے ملیں گی۔ اور اگر کہا کہ میں نے زید کے واسطے اپنے رقیقوں کی وصیت کی اور وہ تین ہیں پھر ظاہر ہوا کہ وہ پانچ ہیں تو پانچوں تہائی مال سے وصیت قرار دیے جائیں گے یہ بدائع میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے تہائی مال کے واسطے شیعہ و حبیبین آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جو فلاں شہر میں مقیم ہیں وصیت کی تو شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ اگر وہ لوگ بے شمار ہوں تو قیاساً وصیت باطل ہے لیکن استحساناً جائز ہے اور اُن میں سے جس قدر فقیر ہیں انہیں کے واسطے ہوگی یہ قیاس ہے اور فرمایا کہ شیعہ وہ لوگ ہیں جو آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف میلان رکھنے کے ساتھ معروف ہیں اور وہی اس نام سے موسوم ہیں نہ غیر اور یہی دہم موسیٰ میں واقع ہوگا ایک شخص نے اپنے پڑوسیوں پر تہائی مال کی وصیت کی تو بعض نے فرمایا کہ اگر وہ لوگ شمار میں داخل ہوں تو مال وصیت اُن میں سے فقیروں و تو انکروں سب پر تقسیم کیا جائے گا اسی طرح اگر اہل مسجد فلاں کے واسطے وصیت کی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر وصیت کی کہ میرا تہائی مال مجاوران مکہ کے واسطے نکالا جائے تو امام ابو نصیرؒ نے فرمایا کہ وصیت جائز ہے پس اگر وہ لوگ بے شمار ہوں تو اُن میں سے محتاجوں پر تقسیم کیا جائے گا اور اگر شمار میں ہوں تو سب افراد پر تقسیم ہوگا اور شمار کی تعریف امام ابو یوسفؒ سے اس طرح مروی ہے کہ اگر وہ لوگ بدون حساب و تحریر کے شمار نہ کئے جائیں تو بے شمار ہیں اور بشر نے فرمایا کہ اس کے واسطے وقت نہیں ہے اور بعض نے فرمایا کہ اگر شمار کرنے والا ان کے شمار سے فارغ نہ ہونے پائے کہ اُن میں کوئی بچہ پیدا ہو جائے یا کوئی مردہ مر جائے تو وہ بے شمار کہلائیں گے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر وہ سو سے زیادہ ہوں تو بے شمار ہیں اور بعض نے فرمایا کہ یہ قاضی کی رائے پر ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور آسان وہ قول ہے جو امام محمدؒ نے فرمایا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر یتیمان بنی فلاں کے واسطے وصیت کی اور یتیم بنی فلاں شمار میں داخل ہیں تو وصیت صحیح ہوگی اور مال وصیت سب کو دیا جائے گا جیسے کہ اگر یتیمیں این کوچہ یا یتیمیں ابن دار کے واسطے وصیت کرنے کی صورت میں ہے اور اس میں غنی و فقیر سب برابر ہیں اور اگر یتیمان بنی فلاں بے شمار ہوں تو بھی وصیت جائز ہے مگر ان میں سے محتاجوں کو مال وصیت دیا جائے گا اور اگر اپنے تہائی مال کے واسطے ارامل بنی فلاں کے وصیت کی اور ارامل بنی فلاں شمار میں ہیں یا بے شمار ہیں تو وصیت جائز ہے اور جب بہر حال وصیت جائز ہے پس اگر وہ شمار میں ہوں تو مال وصیت اُن سب افراد کو دیا جائے گا اور اگر بے شمار ہوں تو جہاں تک دسترس ہو اور معلوم ہو جائیں اُن کو تقسیم کیا جائے گا اور ادنیٰ مقدار امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک دو ہیں اور اگر واسطے اپنے پڑوسیوں یا فلاں کے پڑوسیوں کے وصیت کی حالانکہ پڑوسی داخل شمار نہیں ہیں تو وصیت باطل ہے

اسی طرح اگر واسطے فلاں مسجد والوں یا فلاں قید خانہ والوں کے وصیت کی تو بھی یہی حکم ہے یہ تاتار خانہ میں ہے اور اگر اپنی بیٹیوں کے شوہروں کے واسطے وصیت کی تو یہ شامل ہے کہ جب بیٹی اُس کی وقت موت کے زوجہ ہو اور نیز جو طلاق سے عدت میں ہو اور بائن کے شوہر کو شامل نہیں ہے اور یتیموں کے واسطے وصیت کرنے میں غنی و فقیر سب شامل ہیں بشرطیکہ داخل شمار ہوں ورنہ خاصۃً فقیر یتیموں کو تقسیم کیا جائے گا اور نیز اندھوں و لنگھوں اور قرضداروں اور مسافروں کے واسطے جو راہ میں محتاج ہو گیا ہے اور قیدیوں و غازیوں و اراٹل کے واسطے وصیت میں بھی اگر یہ لوگ داخل شمار ہوں تو غنی و فقیر سب کو شامل ہیں اور اگر بے شمار ہوں تو فقیروں کو تقسیم ہوگا قال اراٹل جمع ارملہ وہ عورت ہے کہ بائع ہو جانے کے بعد اُس سے مجامعت کی گئی ہو مگر اُس کا شوہر نہیں ہے۔ شباب وقتی پندرہ برس سے تیس یا چالیس برس تک ہے الا اس صورت پر نہ ہوگا کہ اس سے پہلے اُس پر بڑھا یا غالب ہو جائے اور کھل تیس سے یا چالیس سے (۶۰) برس تک الا صورت میں پہلے ہوگا کہ اس سے پہلے اُس پر بڑھا یا غالب ہو جائے اور شیخ پچاس برس سے ہوتا ہے غلام یعنی لڑکا پندرہ برس سے کم ہوتا ہے الا یہ کہ وہ اس سے پہلے مختلم ہو جائے تو بالغ ہو جائے گا اور عصب وہ ہوتا ہے جو اپنے باپ کی موت کے بعد باقی رہے اور نیز ورثہ بھی عقب ہیں یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر اپنے پڑوسیوں کے واسطے وصیت کی تو امام اعظم و امام زفر کے نزدیک بنا بر قیاس کے وہ لوگ ہیں جو موصی کے دار سے ملاصق ہوں اور استحسان کے موافق ہے اور یہی قول صاحبین کا ہے کہ وصیت امام اُن لوگوں کو شامل ہوگی جو موصی کے محلہ میں رہتے ہیں اور مسجد محلہ اُن کا محل اجتماع ہو خواہ وہ مالک ہو یا کرایہ پر رہتا ہو مذکر ہو یا مؤنث ہو مسلمان ہو یا ذمی ہو صغیر ہو یا کبیر ہو سب برابر ہیں مگر نساء مومن و باندیوں و مدبروں و ام ولدوں کو شامل نہیں ہے اور مکاتب اس وصیت میں داخل ہے ایسا ہی محیط و زیادات میں بلاذکر اختلاف مذکور ہے یہ کافی میں ہے۔

امام محمدؒ نے فرمایا کہ ایک شخص نے اپنے ایک پڑوسی کے واسطے سودرم کی وصیت کی پھر اپنے پڑوسیوں کے واسطے تمام مال کی وصیت کی تو دیکھا جائے گا کہ جس قدر اس خاص پڑوسی کے حصہ میں پڑوسیوں کی وصیت میں آتا ہے پس اگر سودرم سے کم ہو تو اُس کو سودرم دیئے جائیں گے زیادہ کچھ نہ دیا جائے گا یعنی کمتر اکثر کے ضمن میں داخل کیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر بنی فلاں کے اندھوں کے واسطے وصیت کی یا لنگھوں بنی فلاں کے واسطے وصیت کی پس اگر وہ لوگ داخل شمار ہوں تو وصیت مذکورہ اُن میں سے غنی و فقیر و مذکر و مؤنث سب کو شامل ہوگی اور اگر داخل شمار نہ ہوں تو شمار وصیت خاصۃً اُن میں سے فقیر و محتاجوں کے واسطے ہوگی اور اگر شاہان بنی فلاں یا ایامی بنی فلاں یا بیبات بنی فلاں یا ابکار بنی فلاں کے واسطے وصیت کی پس اگر یہ لوگ داخل شمار ہوں تو وصیت جائز ہوگی ورنہ نہیں اور اگر اپنے آزاد کئے ہوؤں کے وصیت کی تو وصیت باطل ہے الا اس صورت میں جائز ہوگی کہ جب اپنی حیات میں ان کو بیان کر دے اور آزاد کئے ہوؤں کی وصیت میں جن کو اپنی صحت میں اور جن کو مرض میں آزاد کیا ہے سب داخل ہوں گے اور اُس کے مدبر و امہات اولاد داخل نہ ہوگی اور اگر اپنے غلام سے کہا ہو کہ اگر میں تجھے نہ ماروں تو تو آزاد ہے پھر اُس کے مارنے سے پہلے خود مر گیا تو وہ بھی وصیت میں داخل ہوگا اور اگر موصی ایک شخص عرب کا ہو اور اس نے اپنے موالی کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی تو وصیت صحیح ہوگی اور اس میں اسفل مع اپنی اولاد کے داخل ہوگا اور موالی مولات و معتق^(۱) اس میں داخل نہ ہوں گے اور اگر اُس کے موالی اور اولاد موالی نہ ہوں تو تہائی مال مذکور اُس کے موالی الموالی کو ملے گی یہ کافی میں ہے اور اگر اُس کے موالی میں سے جن کو اُس نے آزاد کیا ہے یا ان کی اولاد میں سے دو یا زیادہ رہے ہوں اور اُس کے آزاد کئے ہوؤں کے آزاد کئے ہوئے ہوں تو مال وصیت

۱۔ مولى المولات وہ شخص معروف المنسب جس کو کسی مجہول المنسب نے اپنا مولى بنایا ہو یا پس طور کہ کہا اگر میں مردوں تو میری میراث تو لے اور اگر مجھ سے کوئی ایسی جنایت ہو جائے جس سے دیت لازم آئے تو اُس کو میری طرف سے توادا کرے اور وہ شخص قبول کرے (۱) یعنی آزاد کئے ہوئے کا آزاد کیا ہو (۲)

اول کے دونوں یا زیادہ کو ملے گا اور اگر موالی کے واسطے بلفظ جمع وصیت کی ہو حالانکہ اُس کے موالی یا اُس کی اولاد موالی میں سے کوئی نہ رہا ہو سوائے ایک کے تو اُس کو تہائی کا نصف ملے گا اور نصف دیگر وارثوں کو واپس کیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اس واسطے بنی فلاں کے مولاؤں کی وصیت کی اور فلاں پدر فخذ ہے اور موالی مذکور داخل شمار ہیں تو اُس میں آزاد کیا ہو اور آزاد کئے ہوئے کا آزاد کیا ہو اور جس کا عتق نہ مارنے پر معلق کیا ہے سب داخل ہوں گے اور مدبر و ام ولد داخل نہ ہوں گے یہ کافی میں ہے فتاویٰ فضلی میں ہے کہ اگر اپنے موالی کے واسطے وصیت کی اور اس موصی کی ایک باندی تھی اُس کو اُس نے آزاد کر دیا تھا اور وہ ایک بچہ جنی تھی تو بچہ بھی وصیت میں داخل ہوگا بشرطیکہ اس بچہ کا باپ سوائے موصی کے دوسرے کا آزاد کردہ شدہ نہ ہو اور اگر بچہ کا باپ سوائے موصی کے دوسرے شخص عربی کا آزاد کیا ہوا ہو تو بچہ بلا خلاف وصیت میں شامل نہ ہوگا اور اگر بچہ کا باپ سوائے عرب کے کسی قوم کا آزاد کیا ہوا ہو تو امام ابو حنیفہؒ محمدؐ کے نزدیک یہ بچہ مولا یاں مادر کا آزاد کردہ شدہ قرار دیا جائے گا اور اس میں امام ابو یوسفؒ نے اختلاف کیا ہے۔ اور اگر ایک شخص نے اپنے موالی کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی حالانکہ اُس کا کوئی موالی آزاد کیا ہوا نہیں ہے اور نہ اس کے آزاد کئے ہوئے کی اولاد ہے اور نہ اس کے آزاد کئے ہوئے کے آزاد کئے ہوئے ہیں بلکہ اس کے باپ یا بیٹے کے موالی (۱) ہیں تو ان کو وصیت میں سے کچھ نہ ملے گا اور اگر موصی کا کوئی موالی نہ ہو سوائے ایسے موالی کے جو اُس کے یا اُس کے باپ کے ہاتھ پر اسلام لائے ہوں تو تہائی مال وصیت انہیں کو ملے گا اور اگر ان کے ساتھ موصی کے آزاد کئے ہوں یا ان کی اولاد ہوں تو قیاساً یہ دونوں فریق یکساں ہونے چاہئے مگر استحساناً انہیں کو ملے گا موالی الموالات کو کچھ نہ ملے گا یہ تاتار خانہ میں ہے۔

اصہار (خسر) کے واسطے وصیت کرنا ☆

نوادر بشر میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی امہات اولاد کے واسطے وصیت کی اور اُس کے بعض امہات اولاد ایسے ہیں جو اُس کی زندگی میں آزاد ہو گئے ہیں اور بعض امہات اولاد ایسے ہیں جو اُس کی موت پر آزاد ہوئے ہیں تو وصیت خاصۃً انہیں امہات اولاد کے واسطے ہوگی جو اُس کے مرنے پر آزاد ہوئے ہیں اور اگر امہات اولاد وہی ہوں جو اُس کی زندگی میں آزاد ہو گئے ہیں تو مال وصیت اُن کو ملے گا اور اگر اُس نے اپنی امہات اولاد کے واسطے ہزار درم کی وصیت کی اور اپنی موالیات (۲) کے واسطے ہزار درم کی وصیت کی اور اُس کی امہات اولاد ایسی ہیں کہ اُس کی زندگی میں آزاد ہو گئی ہیں اور اس کے سوائے دوسری آزاد کی ہوئی باندیاں ہیں تو ہر فریق علیحدہ علیحدہ معتبر ہوں گے یہ محیط میں ہے اور اگر ایک شخص نے اپنے اصہار (۳) کے واسطے وصیت کی تو اُس کی بیوی کا جو شخص ذی رحم محرم ہو اس کے واسطے وصیت ہوگی اور نیز وصیت میں ہر وہ شخص داخل ہوگا جو اس کے باپ کی زوجہ یا ہر اُس کے ذی رحم محرم کی زوجہ کا ذی رحم محرم ہو اس واسطے کہ یہ سب اصہار ہیں اور وصیت میں وہی داخل ہوگا جو موصی کی موت کے روز اُس کا صہر ہو مثلاً اُس کی فوت کے وقت اُس کی بیوی منکوحہ ہو یا طلاق رجعی کی عدت میں ہو اس واسطے کہ حالت موت کا اعتبار ہے حتیٰ کہ اگر موصی مرا اور بیوی اس کے نکاح میں ہے یا طلاق رجعی کی عدت میں ہے تو صہر مستحق وصیت ہوگا اور اگر طلاق بائین یا تین طلاقیں کی عدت میں ہو تو صہر مستحق وصیت نہ ہوگا اور اگر اپنے اختان (۴) کے واسطے وصیت کی تو جو عورت موصی کی ذات رحم محرم ہو ہر ایک کے شوہر کو شامل ہے چنانچہ بیٹیوں و بہنوں و خالاؤں و پھوپھیوں کے شوہروں کو شامل ہے اور نیز ان کے ازواج میں سے ہر ذی رحم محرم کو شامل ہے ایسا ہی امام محمدؒ نے ذکر کیا ہے اس واسطے کہ ہر ختن کہلاتا ہے یہ کافی میں ہے اور ہمارے

۱۔ یعنی قرابت مصاہرت رکھتا ہے جس کو ہمارے عرف میں سرالی رشتہ بولتے ہیں ۱۲ (۱) آزاد کردہ شدگان ۱۲

(۲) باندیاں آزاد کردہ شدہ ۱۲ (۳) جمع صہر بمعنی خسر مراد ہے کہ جو کتاب میں مذکور ہے ۱۲ (۴) جمع ختن بمعنی داماد ۱۲

مشائخؒ نے فرمایا کہ یہ بنا بر عرف اہل کوفہ کے ہے اور باقی شہروں میں یہ عرف ہے کہ ختن اُس کو کہتے ہیں جو دختر یا ذی رحم محرم کا شوہر ہو اور ازواج میں سے ذی رحم محرم پر اطلاق نہیں کیا جاتا ہے اور حکم کا اعتبار عرف پر ہے۔ یہ محیط میں ہے اور موسیٰ کی عورتوں کی طرف سے ختن نہ ہوگا مراد یہ ہے کہ اگر موسیٰ کی بیوی کے دوسرے شوہر سے کوئی لڑکی ہو تو اُس کا شوہر موسیٰ کا ختن نہ ہوگا یہ تا تاریخانہ میں ہے۔

اگر اپنے تہائی مال کی فقراء بنی فلاں کے واسطے وصیت کی حالانکہ وہ لوگ داخل شمار نہیں ہے تو اُن کو موالی (۱) اور موالی (۲) اموالی اور موالی (۳) الموالات و خلفاء و عید (۴) سب شامل ہو جائیں گے پس جہاں تک ممکن ہوگا اور قابو پائے گا اُن سب پر برابر تقسیم کر دے گا۔ حلیف وہ ہے جس نے کسی قوم سے موالات کی اور کہا کہ میں مسلمان ہوتا ہوں اور اس پر قسم کھائی اور وہ لوگ اُس کے واسطے موالات پر قسم کھائیں۔ عید وہ ہے جو بلا قسم آن میں شمار ہو جائے اور اگر سب مال ان میں سے ایک ہی کو دے دیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ دو یا زیادہ کو دے گا اور اگر فلاں مذکور پدر خاص ہو پدر قبیلہ یا فخذ نہ ہو تو تہائی مال مذکور اُس کے پشت کے لڑکوں کو ملے گا اور موالی داخل نہ ہوگا اور نیز خلیف بھی وصیت میں داخل نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور مہیہ ابو جعفرؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اولاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے وصیت کی تو ذکر فرمایا کہ ابو نصیر بن یحییٰؒ فرماتے تھے کہ یہ وصیت امام حسن و امام حسین علیہما السلام کی اولاد کے واسطے ہوئی ان دونوں کے سوائے دوسرے کے واسطے نہ ہوگی اور رہے عمری سودا داخل وصیت ہوں گے یا نہیں پس فرمایا کہ دیکھا جائے کہ جو حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ہو اور ان دونوں سے متصل ہو وہ اس وصیت میں داخل ہوگا اور جو ان دونوں کی طرف منسوب نہ ہو اور نہ متصل ہو اس وصیت میں داخل نہ ہوگا اور اگر علویہ کے واسطے وصیت کی تو فقیہ ابو جعفرؒ سے منقول ہے کہ نہیں جائز ہے اس واسطے کہ وہ بے شمار ہیں اور اس میں ایسی کوئی دلالت نہیں ہے جو فقط فقر و حاجت پر واقع ہو یعنی فقراء علویہ محتاجین کے واسطے وصیت ہو حتیٰ کہ جائز ہو جائے اور اگر فقراء علویہ کے واسطے وصیت کی تو جائز ہے علی ہذا القیاس اگر فقہاء کے واسطے وصیت کی تو جائز نہیں ہے اور فقیر فقہاء کے واسطے وصیت کی تو جائز ہے یہ اسی طرح اگر طالب علموں کے واسطے وصیت کی تو نہیں جائز ہے اور اگر محتاج طالب علموں کے واسطے وصیت کی تو جائز ہے اور امام شمس الاممہ حلوانی نے فرمایا کہ قاضی امام فرماتے تھے کہ علی ہذا القیاس اگر طالب علمان شہر فلاں کے واسطے یا طالب علمان علم فلاں کے واسطے وصیت کی تو جائز ہے اور اگر وصی نے فقیر طالب علموں یا علمویوں میں سے ایک کو دے دیا تو جائز ہے یہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک جب تک دو یا زیادہ کو نہ دے جائز نہیں ہے اور اگر دو یا زیادہ کو دے تو جائز ہے۔ اور اگر فقیر فقہاء کے واسطے وصیت کی تو فقیہ ابو جعفرؒ سے منقول ہے کہ ہمارے نزدیک فقیہ وہ ہے کہ فقہ میں انتہا درجہ تک پہنچ گیا ہو اور فقہ سیکھنے والا فقیہ نہیں ہے اور اُس کو وصیت میں سے حصہ نہ ملے گا اور اگر شہر فلاں کے اہل علم کے واسطے وصیت کی تو اس میں اہل فقہ و اہل حدیث سب داخل ہوں گے اور جو شخص فلسفہ کی باتیں بیان کرتا ہے وہ داخل نہ ہوگا اور آیا متکلمین داخل ہوں گے یا نہیں سو اس مسئلہ کا صریح ذکر کتابوں میں نہیں ہے اور شیخ ابو قاسم سے مروی ہے کہ کتب (۵) کلام کتب علم نہیں ہے یعنی عرف میں ان کو کتب علم نہیں بولتے ہیں اور فہم کی طرف متبادر نہیں ہے پس مطلق کتابوں کی تحت میں داخل نہ ہوں گی اور اس مسئلہ کے قیاس پر مسئلہ وصیت میں متکلمین داخل نہ ہوں گے اور اگر اپنے تہائی مال کے واسطے طالبان علم حدیث کے فلاں شہر میں ایسے مدرسہ میں جو مدرسہ حدیث مشہور ہے علم فقہ سیکھنے کو جاتے ہیں اُن میں سے محتاجوں کے لیے

(۱) آزاد کردہ ۱۲ (۲) آزاد کردہ کا آزاد کردہ ۱۲ (۳) ایمان لا کر موالات کی ہے ۱۲ (۴) بلا سو گند جو کسی میں شمار ہو ۱۲

(۵) یعنی کتابوں کا حکم مذکور ہے اور اسی سے نکاح کا حکم ہے ۱۲ منہ

وصیت کی تو یہ وصیت شافعی مذہب والوں کے واسطے جو فقہ سیکھنے کو ایسے مدرسہ میں جاتے ہیں جو ان کی طرف منسوب ہے کچھ مفید نہیں ہے جب کہ وہ لوگ منجملہ اصحاب حدیث کے نہ ہوں تو یہ وصیت خواہ مخواہ شافعی مذہب والوں کو شامل نہ ہوگی بلکہ ہر ایسے شخص کو شامل ہوگی جو احادیث پڑھتا ہے اور احادیث کی سماعت کرتا ہے اور اسی کی طلب میں سرگرم ہے خواہ وہ شافعی ہو یا حنفی ہو یا کوئی دوسرا ہو اور جو شافعی مذہب ہو لیکن وہ احادیث نہ پڑھتا ہو اور نہ سنتا ہو اور اُس کی طلب میں ہو تو اصحاب حدیث کا لفظ اُس کو فقط شافعی مذہب ہونے کی وجہ سے شامل نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے واسطے فلاں واسطے بنی تمیم کے وصیت کی تو فرمایا کہ کل مال فلاں کو ملے گا اور بنی تمیم کے واسطے کچھ نہ ہوگا جب کہ وہ لوگ بے شمار ہوں اس واسطے کہ یہ ایسا ہو گیا کہ گویا اُس نے کہا کہ واسطے فلاں کے اور واسطے موتی (۱) کے حالانکہ موتی کے واسطے وصیت باطل ہے اور اگر کہا کہ میرا تہائی واسطے فلاں کے واسطے ایک مرد کے مسلمانوں میں سے وصیت ہے تو تہائی سے فقط نصف اُس فلاں کو ملے گا اور باقی وارثوں کو واپس دیا جائے گا اسی طرح اگر کہا کہ واسطے فلاں کے اور واسطے دس مسلمانوں کے تو بھی گیارہ جزوں میں سے ایک جزو فلاں شخص کو دیا جائے گا اور مسلمانوں کو کچھ نہ دیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

سانو (۶) باب ☆

سکنی و خدمت و ثمر و کرایہ غلامان و حاصلات باغات و زمین وغیرہ اور جانوران سواری کی سواری وغیرہ کی وصیت کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ خدمت رقیق و سکنی دار و کرایہ غلامان مکانات و حاصلات اراضی و باغات کی وصیت ہمارے علماء کے قول کے موافق جائز ہے اور جب خدمت رقیق کی وصیت جائز ہوئی تو ہم کہتے ہیں کہ اگر ایک شخص نے زید کے واسطے اپنے غلام کی ایک سال تک خدمت کرنے کی وصیت کی اور سوائے اس کے اُس کا کچھ مال نہیں ہے تو اس میں دو صورتیں ہیں یا تو سال معین ہوگا مثلاً کہا کہ میں نے سال (۴۷۰ھ) اس غلام کے خدمت کی زید کے واسطے وصیت کی یا غیر معین ہوگا مثلاً سال کی تعیین نہ کی کہ فلاں سال پھر ہر ایک صورت میں دو صورتیں ہیں کہ یہ غلام یا تو موسیٰ کے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہوگا یا نہ ہوتا ہوگا پس اگر زید کے واسطے غلام مذکور کے خدمت کی سال معین میں وصیت کی پس اگر موسیٰ کی موت سے پہلے یہ سال معین گزر گیا تو وصیت باطل ہو جائے گی اور اگر موسیٰ کے مرنے کے وقت میں اس سال میں سے کسی قدر گزرا تھا مثلاً چھ مہینہ گزرے تھے اور چھ مہینے باقی تھے یا موسیٰ اس سال سے پہلے مر گیا پھر اُس کے مرنے کے بعد یہ سال آیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر یہ غلام اُس کے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہو یا برآمد نہ ہوتا ہو لیکن وارثوں نے اجازت دے دی تو غلام مذکور موسیٰ لے کو دیا جائے گا تاکہ وہ اپنی وصیت پوری حاصل کر لے لیکن اگر سال میں سے چھ مہینے باقی رہے ہوں تو فقط چھ مہینہ تک خدمت لے گا کہ وہی اُس کی پوری وصیت ہے اور اگر موسیٰ اس سال معین سے پہلے مر گیا ہو تو موسیٰ لے اُس سے پورا سال بھر خدمت لے گا اور اگر غلام مذکور اُس کے تہائی مال سے برآمد نہ ہوتا ہو اور نہ وارثوں نے اجازت دی تو غلام مذکور اس تمام سال معین تک ایک روز موسیٰ لے کی خدمت کرے گا اور دو روز وارثوں کی خدمت کرے گا یہاں تک کہ جب سال معین گزر جائے تو غلام مذکور وارثوں کے سپرد کیا جائے گا۔ یہ اس وقت ہے کہ سال معین ہو اور اگر سال غیر معین ہو پس اگر غلام مذکور اُس کے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہو یا برآمد نہ ہوتا ہو تو لیکن وارثوں نے اجازت دے دی تو غلام مذکور موسیٰ لے کو دیا جائے گا کہ وہ ایک سال کامل

۱۔ یہ دفع داخل اس واسطے ہے کہ عرف میں شافعی لوگ اصحاب حدیث مشہور ہیں ۱۲ ۲۔ وصیت کرنے والا شخص (۱) موتی جمعیت یعنی مردگان ۱۲

اُس سے خدمت لے کر وارثوں کو واپس دے گا اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی اور غلام موسیٰ کے تہائی مال سے برآمد نہیں ہوتا ہے تو غلام مذکور تین سال تک ایک روز موسیٰ لہ کی خدمت کرے گا اور دو روز تک وارثوں کی خدمت کرے گا پھر جب تین سال پورے ہو جائیں تو وصیت خدمت پوری ہو جائے گی اور واجب یہ ہے کہ جس سال موسیٰ مرا ہے اُسی سال سے اس طرح وصیت کا حساب شروع ہو اور جو حکم ایک سال تک غلام کی خدمت کی وصیت میں معلوم ہوا ہے اسی طرح ایک سال کے کرایہ یا سکونت دار کی وصیت میں بھی حکم ہے کہ سال معین ہو گا یا نہ ہو گا آخر تک اُسی تفصیل سے جو خدمت میں بیان ہوئی ہے یہ محیط میں ہے اور اگر زید کے واسطے اپنے غلام کی خدمت کی اور عمرو کے واسطے اُس کے رقبہ لہ کی وصیت کی اور غلام مذکور اُس کا تہائی مال ہے تو اُس کا رقبہ عمرو کا ہو گا اور زید کے واسطے اُس پر خدمت واجب ہوگی یہ ہدایہ میں ہے۔

☆ اگر وصیت کی کہ میری طرف سے ایام حج میں ایک مہینہ تک فی سبیل اللہ پانی پلایا جائے

اگر وصیت خدمت مطلقہ ہر یعنی وقت کی مقدار سال یا دو سال وغیرہ کچھ بیان نہ کی ہو تو خدمت موسیٰ لہ کے واسطے موسیٰ لہ کی موت تک اس منفعت کا استحقاق ثابت ہو گا پھر اگر غلام کے رقبہ کی کسی شخص کے واسطے وصیت ہو تو بعد موت موسیٰ لہ بخد مت کے وہ غلام موسیٰ لہ برقبہ کو دیا جائے گا اور اگر نہ ہو تو وارثوں کی طرف واپس ہو گا اور اگر زید کے واسطے کرایہ دار یا غلام کی وصیت کی پھر زید نے چاہا کہ میں خود اس دار میں رہوں یا خود غلام سے خدمت لیا کروں پس آیا اُس کو یہ اختیار ہے یا نہیں سو اس مسئلہ کو اصل میں ذکر نہیں فرمایا ہے اور مشائخؒ نے اُس میں اختلاف کیا ہے ابو بکر عموں نے فرمایا کہ اُس کو یہ اختیار نہیں ہے اور یہی صحیح ہے یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر زید کے واسطے ایک سال تک اپنے دار کی سکونت کی وصیت کی اور سوائے اس دار کے موسیٰ کا کچھ مال نہیں ہے تو زید اس میں سے تہائی دار میں رہے گا اور وارث لوگ دو تہائی میں رہیں گے اور وارثوں کو یہ اختیار نہ ہو گا کہ دو تہائی دار جو اُن کے قبضہ میں ہے اُس کو فروخت کر دیں اور جس شخص کے واسطے سکونت دار یا خدمت غلام کی وصیت ہو اُس کو ہمارے نزدیک یہ اختیار نہ ہو گا کہ ان دونوں کو کرایہ پر چلائے اور اُس کو یہ بھی اختیار نہ ہو گا کہ غلام کو کوفہ میں سے باہر لے جائے لیکن اگر موسیٰ لہ کے اہل و عیال کوفہ کے سوائے بغداد وغیرہ دوسرے شجر میں ہوں تو خدمت کے واسطے غلام مذکور کو باہر لے جائے گا بشرطیکہ غلام مذکور موسیٰ کا تہائی مال ہو یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر موسیٰ لہ وارثوں نے دار کو بطور محابات زمانی کے تقسیم کر لیا تو بھی جائز ہے اس واسطے کہ حق انہیں کا ہے لیکن طریقہ اول اولیٰ ہے اس واسطے کہ اُس میں انصاف زیادہ ہے یہ کافی میں ہے ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا بیت فلاں شخص کو عاریت دیا جائے تو یہ باطل ہے اسی طرح اگر یہ وصیت کی کہ میری طرف سے ایام حج میں ایک مہینہ تک فی سبیل اللہ پانی پلایا جائے تو بھی امام اعظمؒ کے نزدیک باطل ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ میں نے فلاں کے چوپاؤں کے واسطے اس بھوسہ کی وصیت کی تو باطل ہے اور اگر کہا کہ یہ فلاں شخص کے چوپاؤں کو کھلایا جائے تو وصیت جائز ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ منشی میں بروایت معلیٰ از امام ابو یوسف مروی ہے کہ اگر ایک شخص کے واسطے اپنے دار کے سکونت کی وصیت کی اور اس کا کچھ وقت مقرر نہیں کیا تو جب تک موسیٰ لہ زندہ رہے تب تک کے واسطے ہو گا اور امام ابو حنیفہؒ سے مروی ہے کہ اگر زید کے واسطے اپنے اس غلام کے کرایہ کی وصیت کی اور مدت مقرر نہ کی تو اگر غلام مذکور اُس کا تہائی مال ہے تو موسیٰ لہ کو اپنی زندگی تک اس کا کرایہ ملے گا اگرچہ مقدار تہائی مال سے زائد ہو جائے اسی طرح حاصلات باغ و سکونت دار و خدمت غلام کی وصیت میں بھی ایسی صورت میں یہی حکم ہے اور یہی امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کا قول ہے اور نوادر بشر میں امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ اگر زید کے غلام کے واسطے اپنے غلام کی خدمت یا دار کی سکونت کی وصیت کی تو جائز ہے

اور غلام موسیٰ لہ اُس سے خدمت لے گا اُس کا مولیٰ نہیں لے سکتا ہے اور غلام موسیٰ لہ اُس دار میں رہے گا اُس کا مولیٰ نہیں رہ سکتا ہے پھر اگر غلام موسیٰ لہ مر گیا تو وصیت باطل ہو جائے گی اور اگر فروخت کیا گیا یا آزاد کیا گیا تو اس کی وصیت اُس کے ساتھ جائے گی۔ نوادر بن سماعہ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا غلام زید کی خدمت کرے یہاں تک کہ زید مستغنی ہو جائے پس اگر زید صغیر ہو تو غلام مذکور اُس کی خدمت کرے گا یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے اور اگر بالغ فقیر ہو تو یہاں تک خدمت کرے گا کہ وہ ایک خادم کا ثمن پا جائے جو اُس کی خدمت کرے اور اگر بالغ غنی ہو تو وصیت باطل ہے یہ محیط میں ہے اور جس شخص کے واسطے سکونت دار و خدمت غلام کی وصیت ہے اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ دار و غلام کو کرایہ پر چلائے یہ محیط سرحی میں ہے۔

اگر زید کے واسطے اپنے باغ کے غلہ کی وصیت کی تو زید کو جو غلہ اس وقت موجود ہے وہ ملے گا اور جو آئندہ (۱) پیدا ہو وہ ملے گا (۲) یہ کافی میں ہے اور اگر زید کے واسطے اپنے باغ کے پھلوں کی وصیت کی تو اس میں دو صورتیں ہیں یا تو کہا کہ ہمیشہ کے واسطے یا یہ نہ کہا پس اگر یہ لفظ نہ کہا ہو تو اس میں پھر دو صورتیں ہیں اگر موسیٰ کی موت کے وقت اُس میں پھل موجود ہوں تو موسیٰ لہ کو یہ پھل اُس کے تہائی مال سے ملیں گے اور آئندہ موسیٰ لہ کی موت تک جو پھل پیدا ہوں وہ موسیٰ لہ کو نہ ملیں گے بشرطیکہ باغ اُس کا تہائی مال ہو یہ اُس وقت ہے کہ موسیٰ کی موت کے وقت اُس میں پھل موجود ہوں اور اگر نہ ہوں تو قیاس یہ ہے کہ وصیت باطل ہو جائے اور جو پھل بعد موت کے پیدا ہوں اُن کی طرف وصیت منصرف نہ ہو لیکن احتساباً یہ حکم ہے کہ وصیت باطل نہ ہوگی بلکہ بعد موت موسیٰ کے جو پھل باغ میں موسیٰ لہ کی موت تک پیدا ہوں سب موسیٰ لہ کے ہوں گے بشرطیکہ باغ اُس کا تہائی مال ہو اور یہ اس وقت ہے کہ موسیٰ نے ہمیشہ کے واسطے صریح بیان نہ کیا ہو اور اگر یوں کہا کہ میں نے زید کے واسطے ہمیشہ کے لیے اپنے باغ کے پھلوں کی وصیت کی تو باغ میں جو پھل بعد موت موسیٰ کے موجود ہوں اور جو اس کے بعد پیدا ہوں سب موسیٰ لہ کو ملیں گے اور منقہی میں ہے کہ اگر ایک شخص کے واسطے ہمیشہ کے لیے اپنے باغ کے حاصلات کی وصیت کی پھر باغ مذکور میں درخت خرما کی جڑ پھوٹی اور ایک درخت ہو گیا اور اس میں پھل آئے تو اُس کی پیدوار بھی وصیت میں داخل ہوگی اور اگر کسی شخص کے واسطے اپنے باغ کی تہائی حاصلات کی ہمیشہ کے واسطے وصیت کر دی حالانکہ موسیٰ کا اس کے سوائے کچھ مال نہیں ہے تو جائز ہے اور اگر موسیٰ لہ نے وارثوں کے ساتھ بٹائی کر لی پھر جو درخت موسیٰ لہ کے حصہ میں پڑے اُن میں پھل آئے اور جو وارثوں کے حصہ میں پڑے ہیں ان میں پھل نہ آئے یا درخت وارثوں کے حصہ میں پڑے ہیں اُن میں پھل آئے اور جو موسیٰ لہ کے حصہ میں پڑے ہیں اُن میں پھل نہ آئے تو موسیٰ لہ پیداوار میں وارثوں کا شریک ہو جائے گا اور وارث لوگ بھی اس کے شریک ہو سکتے ہیں اور فرمایا کہ وارثوں کو اختیار ہے کہ اپنا دو تہائی حق فروخت کر دیں پس مشتری موسیٰ لہ کا شریک ہو جائے گا بخلاف اُس کے اگر وارثوں نے سب باغ فروخت کیا تو تہائی کی بیع جائز نہیں ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر کرایہ دار کی وصیت ہو تو موسیٰ لہ کو تہائی کرایہ ملتا رہے گا اور وارثوں کو اختیار نہ ہوگا کہ موسیٰ لہ سے بٹائی کر لیں کیونکہ مجھے خوف ہے کہ شاید بٹائی کرنے کے بعد وہ کرایہ پر نہ اٹھے پس اُس کو کچھ نہ ملے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ وارثوں کو اختیار ہے کہ بٹائی کر لیں پس موسیٰ لہ کے واسطے تہائی الگ کر دیا جائے گا پس اگر اس میں سے کرایہ آیا تو موسیٰ لہ کا ہوگا اور اگر نہ آیا تو اُس کو کچھ نہ ملے گا۔ اور وارثان کو اختیار ہے کہ اپنا دو تہائی حق تقسیم سے پہلے یا اُس کے بعد فروخت کر دیں اور اگر ایک شخص نے دوسرے کے واسطے اپنے زمین کے حاصلات کی وصیت کی حالانکہ اُس زمین درخت و درختان خرما کچھ نہیں ہیں اور اس کے سوائے اُس کا کچھ مال نہیں ہے تو وہ زمین کرایہ پر دی جائے گی پس موسیٰ لہ کو تہائی کرایہ دے دیا جائے گا اور اگر اُس میں درختان خرما و اشجار ہوں تو موسیٰ لہ

کو درختان خرما و اشجار کی تہائی حاصلات دی جائے گی اور وہ زمین آدمی یا تہائی کی بٹائی پر نہ دی جائے گی اگرچہ کاشتکار و عامل کی طرف سے بیج ہونے کی صورت میں یہ بھی اجارہ ہوتا ہے اور اگر وصیت کی کہ میری زمین شروع فلاں سال سے اتنے برسوں کے واسطے ہر سال ایک ٹر گیہوں کے عوض اجرت پردی جائے ^(۱) اور یہی زمین اُس کا مال ہے تو اُس کی اجرت کو دیکھا جائے گا اگر اُس کی اجرت مثل اسی قدر ہو جس قدر اُس نے پوتہ مقرر کیا ہے تو اُس وصیت کی تنفیذ واجب ہوگی اور اگر پوتہ مقررہ اُس کے اجر المثل سے کم ہو پس کمی کو دیکھا جائے گا اگر مقدار کمی جو محابات ہے اُس کے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہو تو بھی یہ وصیت نافذ کی جائے گی اور اگر مقدار محابات اُس کے تہائی مال سے برآمد نہ ہوتی ہو تو موصی لہ سے کہا جائے گا کہ اگر تو اس زمین کو کرایہ پر لینا چاہتا ہے تو دو تہائی اجر المثل پورا کر دے پس اگر وہ پورا کرنے پر راضی ہو تو زمین اُس کو کرایہ پردی جائے گی اور اگر اُس نے پورا نہ کیا تو نہ دی جائے گی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے زید کے واسطے ہمیشہ کے لیے اپنی بکریوں کے بال کی یا بکریوں کے بچوں کی یا بکریوں کے دودھ کی وصیت کی پھر مر گیا تو جس دن موصی مرا ہے اُس دن جس قدر صوف ان بکریوں پر ہوا جس قدر دودھ ان کے تھنوں میں ہوا جو بچہ ان کے پیٹوں میں ہوں سب موصی لہ کے ہوں گے خواہ موصی نے ہمیشہ کے واسطے کہا ہو یا نہ کہا ہو یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے زید کے واسطے اپنے باغ کے حاصلات کی وصیت کی پھر زید نے وارثان میت سے وہ باغ خرید لیا تو جائز ہے اور وصیت باطل ہو جائے گی اسی طرح اگر وارثوں نے فروخت نہ کیا بلکہ اس بات پر باہم رضا مند ہوئے کہ موصی لہ کو اس قدر دے دیں بدین شرط کہ وہ حاصلات وصیت ہم کو دے دے اور اُس سے بالکل لا دعویٰ ہو جائے تو یہ بھی جائز ہے اسی طرح سکونت دار و خدمت غلام کی وصیت سے بھی صلح کر لینا جائز ہے اگرچہ ان حقوق کی بیع جائز نہیں ہے اور اگر اپنے دار کے کرایہ کی یا غلام کی کمائی کی مسکینوں کو دینے کے واسطے وصیت کی تو اُس کے تہائی مال سے جائز ہے اور اگر اپنے دار کی سکونت یا اپنے غلام کی خدمت یا اپنے جانور ان سواری کی سواری کی مسکینوں کے واسطے وصیت کی تو وصیت جائز نہیں ہے لیکن اُس صورت میں جائز ہوگی جب موصی لہ کو معلوم ہو یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا باغ ان گور تین سال تک مسکینوں کے واسطے جھوڑ دیا جائے پھر مر گیا اور اس وقت سے تین سال تک اُس کے باغ مذکور میں کچھ پیداوار نہیں ہوئی تو بعض نے فرمایا کہ وصیت باطل ہو جائے گی اور بعض نے فرمایا کہ اگر یہ باغ اُس کے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہو تو جب تک تین سال تک اس کا غلہ صدقہ نہ کیا جائے تب تک موقوف رکھا جائے گا اور فقیہ ابواللیث نے فرمایا کہ یہ قول ہمارے اصحاب کے قول کے موافق ہے۔ اگر اپنے باغ ان گور کے حاصلات کی کسی شخص کے واسطے وصیت کی تو حاصلات میں قوائم و اوراق و ایندھن و پھل سب داخل ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک شخص نے اپنے تن کے کپڑوں کی کسی شخص کے واسطے وصیت کی تو جائز ہے اور موصی لہ کو اُس کے جبہ و قمیص و چادریں کندھے کی و پانجامہ و اسے ^(۲) سب ملیں گی اور ٹوپیاں و موزے اور حواری نہ ملیں گی اس واسطے کہ یہ جامہائے بدن نہیں ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ تم لوگ اس کپڑے کو صدقہ کر دینا تو وارثوں کو اختیار ہے چاہیں اس کو فروخت کر کے اُس کا ثمن صدقہ کریں یا اُن کی قیمت صدقہ کر دیں اور کپڑا رہنے دیں۔ زید نے اپنے وصی سے کہا کہ (وہ یتیم راجامہ کن) یعنی دس یتیم کو کپڑے بنوادینا پس وصی نے ہر یتیم کو کپڑا اس قدر دے دیا کہ جس سے وہ ایک جامہ بنا سکتا ہے پس اگر کپڑے کے ساتھ درزی کی سلائی دے دی تو جائز ہے یہ خزائنہ المستعین میں ہے اور عیون میں لکھا ہے کہ اگر ایک شخص نے زید کے واسطے اپنے درختوں کے پھل

۱۔ یعنی جو ایسے شخص کی مزدوری ملتی ہو اُس کے مثل ۱۲ ۲۔ قال المترجم یہاں کا عرف ہے اور ہماری زبان میں خلاف ہونا چاہئے واللہ اعلم ۱۲

(۱) یعنی فلاں شخص معین کو ۱۲ (۲) چادر اوڑھنے کی ۱۲

کی جو پختہ ہو گئے ہیں یا کھیتی کی جو تیار ہو گئی ہے مگر کاٹی نہیں گئی ہے وصیت کی تو اُس کا خراج موسیٰ لہ پر ہوگا اور اس کی تفسیر یہ ہے کہ اگر اپنے درختوں کے پھلوں کی جو درخت پر لگے ہیں اور پختہ ہیں یا کھیتی کی جو پکی کھڑی ہے وصیت کی تو اُس کا خراج موسیٰ لہ پر ہوگا اور اگر پھل توڑ لئے گئے یا کھیتی کاٹ لی گئی پھر زید کے واسطے اُس کی وصیت کر دی تو خراج موسیٰ لہ پر ہوگا یہ تاتار خانہ میں ہے اور اگر اس جراب ہروی کی وصیت کی تو موسیٰ لہ کو جراب مع اُس کے جو اُس میں ہے ملے گی اور اسی طرح ذبیل خرما بھی یہی حکم ہے اور اگر گون کے گیسوؤں کی کسی کے واسطے وصیت کی تو موسیٰ لہ کو گون نہ ملے گی اور اگر زید کے واسطے سیلہ^(۱) زعفران کی وصیت کی تو وصیت میں زعفران داخل ہوگی نہ سبلہ اور شہد و گھی و روغن زیتون کی وصیت میں مشک جس میں بھرے ہیں وہ داخل نہ ہوں گے اور یہ چیزیں داخل ہوں گی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کسی کے واسطے تلوار کی وصیت کی تو اُس کو تلوار مع نیام و پرتلے کے ملے گی اور اگر کسی کے واسطے زین کی وصیت کی تو موسیٰ لہ کو زین مع توابع کے ملے گی یعنی نمدہ و زیادہ لٹو محی اور کابین و دوال کی یہ ظاہر الروایۃ کے موافق ہے اور اگر زید کے واسطے مصحف کی وصیت کی اور مصحف کا غلاف ہے تو امام ابو یوسفؒ کے قول کے موافق اُس کو فقط مصحف ملے گا نہ غلاف اور یہی امام اعظمؒ کا قول ہے ایسا ہی قدوری نے ذکر کیا ہے اور اگر اُس کے واسطے قبہ کی وصیت کی تو قبہ مع اُس کی لکڑیوں کے ملے گا اور اگر اُس کے واسطے قبہ ترکی کی وصیت کی جس کو فارسی میں خرگاہ کہتے ہیں تو اُس کو قبہ مع نمدون کے ملے گا اور اگر جملہ کی وصیت کی تو اُس کو اُس کا کپڑا ملے گا اور لکڑیاں نہ ملیں گی یہ بدائع میں ہے۔

وصیت کی کہ میری باندی فلاں شخص کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کی جائے پھر وہ بعد موسیٰ کے بچہ جنی ☆

اگر ایک منکھ سرکہ کی وصیت کی تو منکھ مع سرکہ کے ملے گا اور اگر دار چار پایاں کی وصیت کی تو دار کی وصیت ہوگی نہ دواب کی اسی طرح اگر کہا کہ اناج کی کشتی تو اناج کی وصیت ہے نہ کشتی کی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر زید کے واسطے ترازو کی وصیت کی تو یہ عمود و ہر دو پلہ و دو پر یوں کی وصیت ہے اور اس میں بانٹ اور علاق داخل نہ ہوں گے اور یہ اس وقت ہے کہ ترازو وغیرہ معین ہو اور اگر معین ہو تو یہ بھی داخل ہو جائیں گے ابراہیمؒ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اپنا غلام آزاد کیا اور کہا کہ میرا لباس اس کے واسطے ہے تو فرمایا کہ اُس کو میت کے دونوں موزے اور ٹوپی اور قمیص و ازار و پانچامہ ملے گا اور اس وصیت میں اُس کی تلوار اور پیٹی داخل نہ ہوگی اور اگر کہا ہو کہ میری متاع اس کے واسطے ہے تو یہ بھی داخل ہوگی اور نو اور بشر میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے زید کے واسطے اپنی بکریوں میں سے ایک بکری کی وصیت کی اور یہ نہ کہا کہ میری ان بکریوں میں سے پھر وارثوں نے موسیٰ لہ کو ایسی بکری دی جو موسیٰ کے مرنے کے بعد بچہ جنی ہے تو فرمایا کہ اُس کی بکری کا بچہ اُس کے ہاتھ نہ دیا جائے گا اور اگر کہا کہ میں نے زید کے واسطے اپنی ان بکریوں میں سے ایک بکری کی وصیت کی پھر وارثوں نے اُس کو ایسی بکری دی جو بعد موت موسیٰ کے بچہ جنی ہے تو فرمایا کہ اُس کا بچہ اُس کے تابع ہوگا یعنی بچہ بھی دیا جائے گا اور اگر وارث نے اُس بچہ کو قبل اس کے کہ اُس کی ماں کو موسیٰ لہ کے دینے کے واسطے معین کرے تلف کیا ہو تو اُس پر ضمان واجب نہ ہوگی اسی طرح اگر زید کے واسطے ایک درخت خرما کی مع اُس کی جڑ کے وصیت کی اور یہ نہ کہا کہ میرے ان درختان خرما میں سے تو اس کا حکم بھی مثل بکری کے ہے جس کی وصیت^(۲) کی تھی پس وارثوں کو اختیار ہوگا کہ جو درخت خرما چاہیں بدون اُس کے ان پھلوں کے جو بعد وفات موسیٰ کے اُس درخت پر آتے ہیں دے دیں اور اگر وارثوں نے ان پھلوں کو تلف کر دیا ہو تو ضامن نہ ہوں گے۔ اور اگر وصیت کی کہ میری موت کے بعد میری یہ باندی آزاد کی جائے پھر

۱۔ جراب ہروی ہرات کے کپڑوں کی گھڑی ۱۲ منہ ۲۔ نکتہ وغیرہ جو لوازمات میں سے ہے ۱۲۔ جس کو ہمارے طرف میں سمجھتے ہیں ۱۲

(۱) ظروف جس میں ایسی چیز رکھتے ہیں ۱۲ (۲) یعنی بدون اُس کے ہے کہ ان بکریوں میں سے ایک بکری ۱۲

مرگیا پس قبل اس کے کہ وہ آزاد کی جائے بچہ جنی اور وہ باندی مع بچہ کے اُس کے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہے تو باندی آزاد کی جائے گی اور بچہ آزاد نہ کیا جائے گا اسی طرح اگر وصیت کی کہ میری یہ باندی مکاتب کی جائے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر یہ وصیت کی کہ میری موت کے بعد یہ باندی اسی کے ہاتھ فروخت کی جائے یا مال لے کر آزاد کی جائے پھر بعد موت موصی کے وہ بچہ جنی تو بچہ میں وصیت نافذ نہ کی جائے گی اور اگر یہ وصیت کی کہ میری یہ باندی مسکینوں کو صدقہ کر دی جائے یا فلاں شخص کو صدقہ میں دی جائے یا فلاں شخص کو ہبہ کی جائے پھر بعد موت موصی کے وہ بچہ جنی تو مثل باندی کے بچہ میں بھی وصیت نافذ کی جائے گی۔ اور اگر وصیت کی کہ میری باندی فلاں شخص کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کی جائے پھر وہ بعد موصی کے بچہ جنی تو باندی مذکور فروخت کی جائے گی اور اُس کا بچہ فروخت نہ کیا جائے گا اور اگر یہ وصیت کی کہ میری یہ باندی فروخت کر کے اس کا ثمن مسکینوں کو یا فلاں شخص کو صدقہ دیا جائے پھر اُس کی موت کے بعد باندی مذکور بچہ جنی تو بچہ میں بھی وصیت نافذ کی جائے گی اور اگر وصیت کی کہ میری یہ باندی فلاں شخص کے ہاتھ ہزار درم میں فروخت کی جائے پھر ایک غلام نے اُس کو قتل کیا اور اس جرم کے عوض قاتل دے دیا گیا یا باندی مذکور کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور اس کے جرم میں دے دیا گیا یا کسی وٹلی کرنے والے نے اُس سے شبہ سے وٹلی کی حتیٰ کہ اس کا عقر تاوان دیا تو غلام مدفوع مارش یا عقر فروخت نہ کیا جائے گا پھر دیکھا جائے گا کہ اگر وہ باندی قتل ہوئی ہے تو محل وصیت فوت ہونے کی وجہ سے وصیت باطل ہو جائے گی اور اگر اس کا ہاتھ کاٹا گیا ہو تو موصی لہ کے ہاتھ اگر وہ چاہے تو نصف ثمن کے عوض فروخت کی جائے گی اور اگر اُس کے ساتھ وٹلی کی گئی حالانکہ وہ باکرہ تھی تو بھی ثمن میں سے بقدر نقصان بکارت کے کم کیا جائے گا اور اگر اُس سے وٹلی کی گئی حالانکہ وہ بیٹہ تھی کہ وٹلی سے اُس میں کچھ نقصان نہ آیا تو ثمن میں سے کچھ کم نہ کیا جائے گا اسی طرح اگر اُس کی آنکھ یا ہاتھ کسی آسانی آفت سے جاتا رہا تو بھی پورے ثمن کے عوض اگر موصی لہ چاہے تو فروخت کی جائے گی اور اگر وصیت کی کہ میری یہ باندی ہزار درم کے عوض فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کی جائے اور اُس کا ثمن مسکینوں کو صدقہ کر دیا جائے پھر فلاں شخص نے خریدنے سے انکار کیا تو دونوں وصیتیں باطل ہو جائیں گی اسی طرح اگر موصی کی موت کے بعد باندی قتل کی گئی اور قاتل نے اُس کی قیمت تاوان دی تو بھی دونوں وصیتیں باطل ہو جائیں گی۔ اسی طرح اگر وصیت کی کہ میری یہ باندی بعد میرے مکاتب کی جائے اور اُس کا بدل کتابت صدقہ کیا جائے یا باندی خود اُسی کے ہاتھ فروخت کی جائے اور اُس کا ثمن صدقہ کیا جائے پس باندی نے کتابت کی وصیت یا بیع کی وصیت قبول کرنے کو رد کیا تو دونوں وصیتیں باطل ہو جائیں گی اور اگر وصیت کی کہ میری باندی نسہ فروخت کی جائے اور اُس کا ثمن مسکینوں پر صدقہ کر دیا جائے پھر بعد موت موصی کے وہ بچہ جنی تو خالی باندی نسہ فروخت کی جائے گی اس کے ساتھ اُس کا بچہ فروخت نہ کیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر زید کے واسطے اپنے غلام کی ایک سال خدمت کی اور عمرو کے واسطے دو برس تک اُس کی خدمت کی وصیت کی اور وارثوں نے اجازت نہ دی تو وارثوں کے واسطے چھ روز تک خدمت کرے گا اور تین روز تک دونوں موصی لہ کے واسطے کہ ایک روز زید کے واسطے اور دو روز عمرو کے واسطے خدمت کرے گا یہاں تک کہ نو برس گزر جائیں اور اگر موصی لہ نے سال معین کر دیا ہو کہ زید کے واسطے فلاں سنہ سال اور عمرو کے فلاں فلاں سال تو پہلے سال میں چار روز وارثوں کے واسطے اور دو روز دونوں موصی لہ کے واسطے خدمت کرے گا اور دوسرے سال میں وارثوں کے واسطے دو روز اور عمرو کے واسطے ایک روز خدمت کرے گا اور اگر کہا کہ میں نے زید کے واسطے اس باندی کی اور عمرو کے واسطے اس کے حمل کی وصیت کی یا اس دار کی زید کے واسطے اور اس کی عمارت کی عمرو کے واسطے وصیت کی یا اس انگوٹھی کی زید کے واسطے اور اُس کے نگینہ کی عمرو کے واسطے وصیت کی یا اس زنبیل کی زید کے واسطے اور جو اُس میں خرے ہیں

اُن کی عمرو کے واسطے وصیت کی پس اگر بکلام متصل دونوں کے واسطے وصیت کی تو ہر ایک کو وہ چیز ملے گی جس کی اُس کے واسطے وصیت کی ہے اور اگر بکلام منفصل بیان کیا تو بھی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہی حکم ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک دونوں جزوں میں سے جو اصل ہے اُس کی وصیت جس کے نام ہے وہ خاصۃً اس اصل کو لے لے گا اور جو چیز تابع ہے اُس میں دونوں شریک ہوں گے یہ کافی میں ہے اور اگر اس غلام کی زید کے واسطے اور اُس کی خدمت کی عمرو کے واسطے یا اس دار کی فلاں کے واسطے اور اُس کی سکونت کی عمرو کے واسطے یا اس شجر کی فلاں کے واسطے اور اُس کے شمر کی عمرو کے واسطے یا اس بکری کی زید کے واسطے اور اُس کے صوف کی عمرو کے واسطے وصیت کی تو دونوں میں سے ہر ایک کو وہ چیز ملے گی جس کی اُس کے واسطے وصیت کی ہے اس میں کچھ اختلاف نہیں ہے خواہ بکلام موصول وصیت کی ہو یا بکلام فضول وصیت کی ہو اور اگر ان مسائل میں پہلے توابع کی وصیت کی پھر اصول کی وصیت کی بایں طور کہ خدمت غلام کی زید کے واسطے پھر غلام کی عمرو کے واسطے یا سکونت دار کی زید کے واسطے پھر دار کی عمرو کے واسطے یا پھلوں کی زید کے واسطے پھر درخت کی عمرو کے واسطے وصیت کی پس اگر بکلام موصول وصیت کی تو دونوں میں سے ہر ایک کو وہ چیز ملے گی جس کی اُن کے واسطے وصیت کی ہے اور اگر بکلام مفصول وصیت کی تو اصل اُس کو جس کے واسطے اصل کی وصیت کی ہے اور تابع میں دونوں مساوی شریک ہوں گے اور اگر غلام کی زید کے واسطے پھر اُس کی خدمت کی عمرو کے واسطے پھر عمرو کے واسطے بعد غلام کی خدمت کی غلام کی وصیت کی یا اپنی انگوٹھی کی زید کے واسطے پھر اُس کے نگینہ کی عمرو کے واسطے پھر عمرو کے واسطے بعد نگینہ کی وصیت کے انگوٹھی کی وصیت کی یا باندی کی زید کے واسطے پھر اُس کے بچہ کی عمرو کے واسطے پھر عمرو کے واسطے بعد بچہ کی وصیت کے باندی کی وصیت کی تو اصل و تابع دونوں میں نصفانصف ہوں گے یعنی نصف غلام زید کا اور نصف عمرو کا ہوگا اور غلام کی نصف خدمت و واسطے زید کے اور نصف خدمت و واسطے عمرو کے ہوگی اسی طرح باندی مع بچہ اور انگوٹھی مع نگینہ میں بھی یہی حکم ہے اور اگر ان مسائل میں عمرو کے واسطے نصف غلام کی وصیت کی ہو تو غلام تین حصہ ہو کر دو حصے زید کو اور ایک حصہ عمرو کو دیا جائے گا اور عمرو کو اُس کی نصف خدمت ملے گی اور ابن سماعہ نے ذکر کیا کہ امام ابو یوسفؒ نے اس سے رجوع کیا ہے اور فرمایا کہ اگر ایک شخص نے زید کے واسطے اپنے غلام کی اور عمرو کے واسطے اُس کی خدمت کی وصیت کی پھر عمرو کے واسطے غلام کی وصیت کی تو غلام دونوں میں نصفانصف ہوگا اور اُس کی پوری خدمت فقط عمرو کے واسطے ہوگی اور فرمایا کہ اگر زید کے واسطے باندی کی جو اُس کا تہائی مال ہے وصیت کی اور عمرو کے واسطے جو اُس کے پیٹ میں ہے اُس کی وصیت کی پھر عمرو کے واسطے باندی کی بھی وصیت کی تو باندی دونوں میں نصفانصف تقسیم ہوگی اور بچہ پورا عمرو کا ہوگا اُس میں زید شریک نہ ہوگا اور اگر اپنے دار کی زید کے واسطے اور اس میں سے ایک بیت معین کی عمرو کے واسطے وصیت کی تو بیت مذکور دونوں میں حصہ رسد تقسیم ہوگا اسی طرح اگر ہزار درم معین کی زید کے واسطے اور اس میں سے سو درم کی عمرو کے واسطے وصیت کی تو نو سو درم زید کے ہوں گے اور سو درم میں دونوں نصفانصف کے شریک ہوں گے اور اس میں کچھ اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ اختلاف کیفیت تقسیم میں ہے پس امام اعظمؒ کے نزدیک بطریق منازعت^۱ تقسیم ہوں گے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بطریق مضاربیت تقسیم ہوں گے اور اگر دار کے بیت معین کی زید کے واسطے اور عمارت دار کی عمرو کے واسطے وصیت کی تو عمارت دونوں میں حصہ رسد تقسیم ہوگی یہ بدائع میں ہے۔ اگر ایسے غلام نے جس کی خدمت کی زید کے واسطے اور اُس کے رقبہ کی عمرو کے واسطے وصیت کی گئی ہے کوئی جنایت کی تو اُس کا فدیہ زید کی

۱۔ قال المترجم یعنی نو سو درم میں کچھ نزاع نہیں ہے وہ زید کو دیئے جائیں گے اور سو درم میں زید و عمرو کا منازعہ ہے اور منازعت برابر ہے پس برابر تقسیم ہوں گے اور مضاربیت کی یہ صورت ہے کہ ہر ایک اپنے پورے حق کے واسطے کل نزاع میں شریک کیا جائے گا چنانچہ نو سو درم میں زید اپنے باقی حق کے واسطے یعنی ہزار درم میں سے نو سو کم کر کے باقی سو درم کے واسطے اور عمرو اپنے پورے حق سو درم کے واسطے شریک کیا جائے گا اور چونکہ دونوں کا حق برابر ہے اس واسطے باقی سو درم دونوں میں برابر تقسیم ہوں گے اُس کا مال واحد ہے اور کیفیت تقسیم میں اختلاف ہے ۱۲

طرف ہوگا پس اگر فدیہ دے دیا تو موافق وصیت کے اُس سے خدمت لے گا اس لئے کہ زید نے اُس کو جنایت سے پاک کر لیا اور اگر زید مر گیا تو وصیت ٹوٹ جائے گی پھر عمرو سے کہا جائے گا کہ وارثان زید کو یہ فدیہ دے دے تاکہ وہ وارث جنایت کو ادا کرے پس اگر عمرو نے اس سے انکار کیا تو غلام اس کے واسطے واجب کیا جائے گا اور یہ مال غلام کی گردن پر بمنزلہ قرضہ کے ہوگا اور اگر زید نے ابتدا سے فدیہ دینے سے انکار کیا تو اُس پر مجبور نہ کیا جائے گا اور عمرو سے کہا جائے گا کہ اس کو دے دے یا اس کا فدیہ دے اور دونوں باتوں میں سے جو بات اُس نے اختیار کر کے پوری کی تو زید کے واسطے جو وصیت ہے وہ باطل ہو جائے گی اور اگر غلام نے جنایت نہ کی بلکہ اُس کو کسی شخص نے قتل کیا تو قاتل کی مددگار برادری پر اُس کی قیمت واجب ہوگی جس کے عوض دوسرا غلام خرید کیا جائے گا جس سے زید اپنی خدمت لے گا اور اگر قاتل نے اس کو عہد اُقتل کیا تو قصاص نہ ہوگا الا اُس صورت میں کہ زید و عمرو دونوں قصاص لینے پر اتفاق کریں اور اگر دونوں نے اختلاف کیا تو قصاص لینا مستعد ہو جائے گا پس مال قاتل سے قیمت واجب ہوگی جس کے عوض غلام دیگر خرید کیا جائے گا جو بجائے مقتول کے زید کی خدمت کرے گا اور اگر کسی نے اُس کی آنکھیں پھوڑ دیں یا دونوں ہاتھ کاٹ دالے تو یہ غلام اُس مجرم کو دیا جائے گا اور اُس سے غلام تندرست کی قیمت لے لی جائے گی اور اُس کے عوض دوسرا غلام بجائے اُس کے خریداجائے گا اور اگر اُس کی آنکھ پھوڑ دی یا ہاتھ کاٹا گیا یا موضع زخم پہنچایا گیا اور قاطع مجرم نے اس کا ارش ادا کیا اس جنایت سے خدمت میں نقصان آتا ہو تو ارش کے عوض دوسرا غلام خریدا جائے گا جو اول کے ساتھ زید کی خدمت کرے گا یا غلام فروخت کر کے اُس کا ثمن اس ارش میں ملا کر دوسرا غلام خریدا جائے گا تاکہ اول کے قائم مقام ہو لیکن یہ اس وقت ہوگا جب دونوں اس پر اتفاق کریں اور اگر دونوں نے اختلاف کیا تو فروخت نہ کیا جائے گا بلکہ ارش کے عوض دوسرا غلام خریدا جائے گا اور اگر ارش کے عوض کوئی غلام نہ ملتا ہو تو ارش متوقف رکھا جائے گا یہاں تک کہ دونوں باہم صلح و اتفاق کریں پس اگر دونوں نے اس امر پر صلح کی کہ ارش کو نصفانصف بانٹ لیں تو میں اجازت دوں گا کہ دونوں میں تقسیم کیا جائے اور اگر جنایت سے خدمت میں کچھ نقصان نہ آتا ہو تو اُس کا ارش عمرو کا ہوگا اور جو غلام کو ہبہ کیا جائے یا صدقہ دیا جائے یا وہ خود کمائے وہ سب عمرو کا ہوگا اور اگر بجائے غلام کے باندی ہو تو باندی جو اولاد جنی وہ عمرو کی ہوگی اور غلام کا کھانا و کپڑا زید کے ذمہ ہوگا۔ اور اگر غلام صغیر کی خدمت کی زید کے واسطے اور رقبہ غلام مذکور کی عمرو کے واسطے وصیت کی حالانکہ غلام مذکور اُس کا تہائی مال ہے تو جب تک وہ بالغ ہو کر لائق خدمت نہ ہو تب تک اُس کو نفقہ عمرو پر ہوگا اور جب سے وہ خدمت کے لائق ہو جائے تب سے اُس کا نفقہ زید پر ہوگا اور اگر عمرو کے واسطے اپنے جانور سواری کی وصیت کا اور اُس کا سواری و منفعت حاصل کرنے کی زید کے واسطے وصیت کی تو یہ بھی مثل غلام کے ہے کیونکہ فی المعنی دونوں یکساں ہیں یہ مبسوط میں ہے۔

ایک شخص کا کل مال تین غلام ہیں پس اُس نے ایک غلام کی زید کے واسطے وصیت کی اور قیمت اُس کی تین سو درم ہیں اور دوسرے کی خدمت کی عمرو کے واسطے وصیت کی اور اُس کی قیمت پانچ سو درم ہیں اور تیسرے غلام کی قیمت ہزار درم ہیں تو ہر ایک کے واسطے تین چوتھائی وصیت جائز ہوگی چنانچہ زید کو اُس کی وصیت کا غلام تین چوتھائی دیا جائے گا اور عمرو کے واسطے تین روز اُس کا غلام خدمت کرے گا اور دوسرے وارثوں (۱) کی خدمت کرے گا اس وجہ سے کہ وصیتیں تہائی سے تجاوز کر گئیں کیونکہ تہائی فقط چھ سو درم ہیں اور وصیت کے آٹھ سو درم ہوتے ہیں پس تہائی مال وصیتوں کا تین چوتھائی ہوا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر خدمت کا موصی لہ مر گیا تو جس کے واسطے رقبہ غلام کی وصیت ہے وہ غلام پورا لے لے گا اسی طرح اگر وہ غلام مر گیا جو خدمت کرتا تھا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر

مترجم کہتا ہے کہ اصل نسخہ میں یوں ہی ہے اور میرے نزدیک صحیح ایک روز ہے ۱۲ (۱) مترجم کے نزدیک ایک روز صحیح ہے ۱۲

غلاموں کی قیمت برابر ہو تو خدمت کے موصی لہ کو نصف خدمت اور صاحب رقبہ کو دوسرے غلام کا نصف رقبہ ملے گا اور اگر اُس نے زید کے واسطے سب غلاموں کے رقبہ کی وصیت کی اور عمرو کے واسطے ان میں سے ایک غلام کی خدمت کی وصیت کی تو زید فقط ایک غلام کے قیمت کی مقدار پر شریک کیا جائے گا اور عمرو بحساب دوسرے کی قیمت کے شریک کیا جائے گا پس یہ صورت مثل اول کے ہو جائے گی یہ امام اعظم کا قول ہے بنا بریں کہ وصیت بمال عین جب تہائی سے زائد ہو جائے تو در صورت وارثوں کی اجازت نہ دینے کے ازراہ شرکت و ازراہ استحقاق دونوں راہ سے باطل ہوتی ہے اور اگر یہ سب غلام موصی کے تہائی مال سے برآمد ہوتے ہوں تو زید کو سب غلام جن کے رقبہ کی اُس کے لیے وصیت کی ہے ملیں گے اور عمرو کو اس کی وصیت ملے گی کیونکہ محل وصیت میں گنجائش ہے اور ایک غلام میں زید کے واسطے وصیت رقبہ اور عمرو کے واسطے خدمت مجتمع ہو جائے گی پھر جب عمرو مر جائے تو وہ زید کی طرف (۱) رجوع کرے گا اور موصی کا کچھ مال سوائے ان غلاموں کے نہ ہو پھر اُس نے ہر ایک غلام کے تہائی کی زید کے واسطے وصیت کی اور ایک معین غلام کی عمرو کے واسطے وصیت کی تو تہائی دونوں میں پانچ حصے ہو کر تقسیم ہوگی پس عمرو کو تہائی کے پانچ حصوں میں سے تین حصے ملیں گے پس غلام مذکور تین روز عمرو کی خدمت کرے گا اور دو روز وارثوں کی خدمت کرے گا پس زید کے واسطے باقی دو غلاموں سے دو پانچویں حصے یعنی ہر غلام میں سے پانچواں حصہ رقبہ ملے گا اور اگر اُس نے زید کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی اور غلاموں میں سے ایک غلام معین کی عمرو کے واسطے وصیت کی اور سوائے ان غلاموں کے اُس کا کچھ مال نہیں ہے تو تہائی دونوں میں نصف نصف تقسیم ہوگی اور اگر زید کے واسطے اپنے غلام کی خدمت کی اور عمرو کے واسطے اُس کی کمائی کی وصیت کی اور وہ غلام تہائی مال سے برآمد ہوتا ہے تو وہ غلام ایک مہینہ زید کی خدمت کرے گا اور اُس کا کھانا زید پر ہوگا اور ایک مہینہ عمرو کے واسطے کمائی کرے گا اور اُس کا کھانا عمرو پر ہوگا اور اُس کا کپڑا دونوں پر نصف نصف ہوگا اور اگر اُس غلام نے کوئی جنایت کی تو دونوں سے کہا جائے گا کہ دونوں اس کا فدیہ دو پس اگر دونوں نے اُس کا فدیہ دیا بدستور سابق حالت باقی رہے گی اور اگر دونوں نے فدیہ سے انکار کیا اور وارثوں نے اُس کا فدیہ دیا تو دونوں کی وصیت باطل ہو جائے گی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر زید کے واسطے اپنے غلام کی کمائی میں سے ماہواری ایک درم کی وصیت کی اور عمرو کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی حالانکہ سوائے اس غلام کے اُس کا کچھ مال نہیں ہے تو امام اعظم کے نزدیک تہائی غلام دونوں میں نصف نصف تقسیم ہوگا اور اُس کا کرایہ رکھ چھوڑا جائے گا جس میں سے ماہواری ایک درم موافق وصیت کے زید کو دیا جائے گا اور رقبہ کے چار سہام وارثوں دیے جائیں گے پھر اگر زید مر گیا اور کرایہ میں سے کچھ باقی ہے تو وہ عمرو کو دے دیا جائے گا اسی طرح جس قدر کرایہ غلام محبوس رکھا گیا ہے وہ بھی عمرو کو دے دیا جائے گا اور صاحبین کے نزدیک تہائی کے چار حصے ہوں گے جس میں سے زید پورے کے تین سہام کا اور عمرو تہائی کے ایک سہام کا شریک کیا جائے گا اور اگر زید کے واسطے اپنے دار کے کرایہ کی اور عمرو کے واسطے اپنے غلام کی اور بکر کے واسطے کپڑے کی وصیت کی تو اس مسئلہ (۲) میں دو صورتیں ہیں کہ یا یہ چیزیں سب اُس کے تہائی مال سے برآمد ہوں گی یا نہ ہوں گی پس اگر تہائی سے برآمد ہوں تو ہر موصی لہ کے واسطے جس چیز کی وصیت کی وہ اُس کو لے لے گا اور اگر تہائی مال سے برآمد نہ ہوں لیکن وارثوں نے اجازت دے دی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو ہر موصی لہ بقدر اپنے حق کے شریک کیا جائے گا لیکن اگر کسی کی وصیت تہائی سے زائد ہو تو تہائی کے مقدار سے زائد کے حساب سے شریک نہ کیا جائے گا یہ امام اعظم کا قول (۳) پر ہے اور

۱۔ مراد یہ ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک کی قیمت چار سو درم ہو اور یہ مراد نہیں ہے کہ جو قیمت ہو مساوی ہو ۱۲ منہ

(۱) یعنی اس کا رقبہ ہے اسی کی خدمت بھی کرے گا ۱۲ (۲) پس سب چار حصے ہوئے اول کو ایک درم کو تین ۱۲ منہ

(۳) اور صاحبین کے نزدیک پورے حق کے حساب سے شریک کیا جائے گا اگر چہ تہائی سے زائد ہو ۱۲ منہ

جب زید مر جائے تو اُس کی وصیت باطل ہو جائے گی اور تہائی مال باقیوں میں تقسیم ہوگا اور اگر اپنے دار کے کرایہ کی زید کے واسطے اور اُس کے سکونت کی عمرو کے واسطے اور اس کے رقبہ کی بکر کے واسطے وصیت کی حالانکہ وہ اُس کا تہائی مال ہے پھر موصی کی موت کے بعد اُس کو کسی نے منہدم کر دیا تو جو کچھ منہدم کیا ہے اُس کی قیمت کا ضامن ہوگا پھر اُس میں جیسی عمارت تھی ویسے ہی بنائی جائے گی پھر وہ کرایہ پر دیا جائے گا پس زید اُس کا کرایہ لے گا اور عمرو اُس میں سکونت رکھے گا اسی طرح اگر باغ کے حاصلات کی زید کے واسطے اور رقبہ باغ کی عمرو کے واسطے وصیت کی پھر ایک شخص نے اس میں سے درخت خرما یا کوئی درخت کاٹ ڈالا تو وہ قیمت کا ضامن ہوگا اور اس قیمت سے درختان مقطوعہ کے مثل درخت خرید کر لگائے جائیں گے اور اگر زید کے واسطے تہائی مال کی اور عمرو کے واسطے اپنے کرایہ دار کی وصیت کی اور قیمت دار ہزار درم ہیں اور موصی کا مال اس کے سوائے دو ہزار درم ہے تو عمرو کو کرایہ مکان میں سے نصف کرایہ ملے گا اور زید کو باقی مال و دار میں سے چھٹا حصہ ملے گا جس میں سے دار میں سے پانچواں حصہ اور مال میں سے چار پانچویں حصہ ملیں گے اور یہ امام اعظم کا قول ہے اور صاحبین کے قول پر دراز مذکور بطریق عول و مضاربہ تقسیم ہوگا پس زید بحساب تہائی کے ایک سہم کے اور عمرو بحساب کل کے تین سہام کے شریک کیا جائے گا اور اگر عمرو مر گیا تو زید کو تہائی دار و مال ملے گی اور اگر دار کو استحقاق میں لے لیا گیا تو عمرو کی وصیت باطل ہوگئی اور زید باقی مال میں سے تہائی لے لے گا اور اگر دار مذکور استحقاق میں نہ لیا گیا بلکہ منہدم ہو گیا تو عمرو سے کہا جائے گا کہ اپنا حصہ بتائے اور زید اپنا حصہ بتادے گا اور وارث لوگ اپنا حصہ بتا دیں گے اور اُن میں سے جس نے بٹانے سے انکار کیا کہ اُس پر جبر نہ کیا جائے گا اور جس دوسرے نے اپنا حصہ بتانا چاہا اُس کو ممانعت نہ کی جائے گی اور چاہے کرایہ پر دے اور چاہے اُس میں رہے یہ بدائع میں ہے۔

اگر زید کے واسطے اپنے باغ کے حاصلات کی وصیت کی اور عمرو کے واسطے اُس کے رقبہ کی وصیت کی اور باغ مذکور اُس کا تہائی مال ہے تو باغ مذکور عمرو کا ہوگا اور اُس کی حاصلات زید کے واسطے ہوگی اور رہا سینہنا اور خراج اور اُس کی درستی کی چیزیں اور اُس کے درستی کی چیزوں کی مرمت زید پر ہوگی اور اگر کسی کے واسطے اپنی بکریوں کے صوف کی یا اُن کے دودھ کی یا مسکے کی یا بچوں کی ہمیشہ کے واسطے وصیت کی تو نہیں جائز ہے الا اس قدر کے حق میں جائز ہوگی جو موصی کی موت کے روز اُن بکریوں کی پیٹھ پر بال ہیں یا تھنوں میں دودھ ہے یا تھنوں کے دودھ میں مسکہ ہے یا جو بچہ پیٹ میں ہے۔ اور پھر اس کے بعد جو کچھ ان چیزوں میں سے نئی پیدا ہوں تو اُس میں حق وصیت کچھ نہ ہوگا اور اگر اپنے درختان خرما کے حاصلات کی زید کے واسطے ہمیشہ کے لیے وصیت کر دی اور اُس کے رقبہ کی عمرو کے واسطے وصیت کی اور ہنوز وہ درخت پھل آنے کے قابل نہیں ہوئے ہیں اور پھل نہیں آئے ہیں تو اُن کے سینچنے و پرداخت کرنے کا خرچہ عمرو پر ہوگا پھر جب اُن میں پھل آئیں تو اُس کا خرچہ زید پر ہوگا اور اگر ایک سال اُس میں پھل لگے پھر بیج خالی (۱) دیا اور کچھ پھل نہیں آئے تو اُس کا خرچہ زید پر ہوگا اور یہ نظیر غلام خدمت کی ہے کہ جس غلام کے خدمت کی وصیت ہے اُس غلام کا نفقہ رات و دن سب کا موصی لہ پر ہوتا ہے اگر غلام مذکور رات میں اُس کی خدمت نہیں کرتا ہے بلکہ سوتا رہتا ہے اور اگر زید نے جس کے واسطے حاصلات کی وصیت ہے ان ایام کا خرچہ نہ اٹھایا اور عمرو نے جس کے واسطے رقبہ کی وصیت ہے اُس نے خرچہ اٹھایا پھر اُن میں پھل آئے تو عمرو اس حاصلات سے اپنا خرچہ سب وصول کر لے گا یہ مبسوط میں ہے اور اگر زید کے واسطے اپنی روٹی کی اور عمرو کے واسطے بنولوں کی وصیت کی یا بکری معین کے گوشت کی زید کے واسطے اور اُس کے کھال کی عمرو کے وصیت کی یا زید کے واسطے گہوؤں

۱۔ قطع کردہ شدہ یعنی کاٹے ہوئے ۱۲۔ یعنی جس صورت میں مخرج تنگ ہو اور سہام اکثر تو مخرج بڑھانے کے مول بولتے ہیں ۱۲۔

(۱) جیسی اکثر انہ وغیرہ کے درختوں میں ہوتا ہے بیج کی فصل خالی جاتی ہے ۱۲۔

کی جو بالیوں کے اندر ہیں وصیت کی اور عمرو کے واسطے اُس کے بھوسہ کی وصیت کی تو دونوں کے واسطے وصیت جائز ہے اور زید و عمرو دونوں پر واجب ہوگا کہ کھلیان کو روند و ادیں اور بکری کو مسلوخ^(۱) کر ادیں۔ اور اگر گدے کی وصیت زید کے واسطے اور اُس کے اندر کی روئی کی وصیت عمرو کے واسطے کی تو بالاتفاق گدے سے روئی نکلو انا عمرو پر لازم ہے اور اگر ان تلوں کے تیل کی زید کے واسطے اور اُس کے کھلی کی عمرو کے واسطے وصیت کی تو زید پر تیل نکلو انے کا خرچہ^(۲) پڑے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر زید کے واسطے معین بکری کی وصیت کی اور عمرو کے واسطے اُس کے پاؤں کی وصیت کی تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر یہ بکری تہائی مال سے برآمد ہو تو زید کو ملے گی اور عمرو کو کچھ نہ ملے گا اور اگر باوجود اُس کے بکر کے واسطے اُس کے ہاتھ کی اور خالد کے واسطے اُس کے کھال کی وصیت بھی کی ہو تو فرمایا کہ بکری ذبح کی جائے گی اور عمرو کو پاؤں اور بکر کو ہاتھ اور خالد کو کھال دے دی جائے گی اور باقی زید کے واسطے ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر وصیت کی کہ اس ڈھینڈی میں سے مسکہ زید کے واسطے اور اُس کا مٹھا عمرو کے واسطے ہے تو مسکہ نکالنا زید کے ذمہ ہوگا اور اگر حلقہ انگشتری کی زید کے واسطے اور اُس کے نگینہ کی عمرو کے واسطے وصیت کی تو وصیت دونوں کے حق میں جائز ہوگی پھر اگر نگینہ جدا کرنے میں ضرر ہو تو دیکھا جائے گا اور اگر نگینہ کی بہ نسبت حلقہ کی قیمت زائد ہے تو زید سے خداجائے گا کہ اس کو نگینہ کی قیمت دے دے اور نگینہ تیز ہو جائے گا اور اگر نگینہ بیش قیمت ہو تو عمرو سے کہا جائے گا کہ زید کو اُس کے حلقہ کی قیمت دے دے اور یہ مسئلہ مثل اس کے ہے کہ ایک شخص کی مرغی نے دوسرے کا موتی نگل لیا تو اُس میں بھی ایسا ہی حکم ہے اور اگر ایک شخص کی زمین میں انگور وغیرہ کے درخت لگے ہیں پس اُس نے زمین کی وصیت زید کے واسطے اور درختاں انگور و پودوں وغیرہ درختوں کی وصیت عمرو کے واسطے کی پھر عمرو نے اپنے درخت کٹوائے اور زمین میں گڈھے ہو گئے اور زید نے اُس سے مطالبہ کیا کہ زمین جیسی تھی ویسی برابر^(۳) کر دے تو عمرو پر اُس کا برابر^(۴) کرنا لازم ہوگا۔ اور اگر اپنے غلام کی زید کے واسطے اور اس کی خدمت کی عمرو کے واسطے وصیت کی تو غلام کا نفقہ عمرو پر ہوگا پھر اگر غلام کو کوئی مرض عاجز کنندہ لاحق ہو یا بسبب لہنے پن وغیرہ کے وہ خدمت سے عاجز ہے تو اُس کا نفقہ زید پر ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر ایک شخص نے اپنے باغ کے حاصلات پھل وغیرہ کی جو اُس میں موجود ہیں زید کے واسطے وصیت کی اور نیز زید کے واسطے ہمیشہ کے لیے اُس کے حاصلات کی وصیت کر دی پھر مر گیا اور سوائے اس باغ کے اُس کا کچھ مال نہیں ہے اور باغ میں سودرم کا غلہ یعنی پیداوار موجود ہے اور باغ تین سودرم کا ہے تو موصی لہ کو موجودہ پیداوار کی تہائی ملے گی اور آئندہ ہمیشہ تک جو حاصلات ہوا کرے اُس کی تہائی ملا کرے گی اور اگر زید کے واسطے اپنے کرایہ غلام سے بیس درم سالانہ کی وصیت کی پھر کسی سال کرایہ زیادہ آیا اور کسی سال کم آیا تو زید کے واسطے ہر سال کا تہائی کرایہ روک رکھا جائے گا اس میں سے بیس درم زید کو جب تک زندہ رہے خرچہ دیئے جائیں گے جیسا کہ موصی نے وصیت کی تھی اور بسا اوقات بعض سال میں کرایہ نہیں حاصل ہوتا ہے اس واسطے تہائی کرایہ اُس کے حق کا روک رکھا جائے گا اسی طرح اگر یہ وصیت کی کہ زید کو میرے مال سے پانچ درم ماہواری نفقہ دیا جائے تو بھی پوری تہائی رکھ چھوڑی جائے گی تاکہ موافق وصیت موصی کے اس میں سے پانچ درم ماہواری اُس کو نفقہ دیا جائے اور تہائی روک رکھنے کے حق میں خواہ وہ ایک درم ماہواری کی وصیت کرے یا دس درم^(۵) ماہواری کی سب برابر ہیں یہ مبسوط میں ہے۔ ہشام نے فرمایا کہ میں نے امام محمدؒ سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے دو شخصوں کے واسطے وصیت کی کہ ہر ایک کو ماہواری اس اس قدر خرچہ دیا جائے اور تہائی مال دونوں

(۱) کھال کھینچ کر صاف کرنا (۲) یعنی اپنا تیل جدا کر لے (۳) جیسی تھی اسی طرح پر (۴) یعنی چاہے جس قدر

وصیت کرے (۵) یعنی وصیت سے بری ہو جائے ۱۲

کے واسطے روک رکھا گیا پھر موصیٰ نے میں سے ایک کے ساتھ وارثوں نے صلح کر لی اس طرح کہ اُس کو کچھ مال بدین شرط دیا کہ وہ اپنی وصیت سے لا دعویٰ ہو جائے تو فرمایا کہ تہائی مال دونوں کے وارثوں کے واسطے رُکار ہے گا اور جس نے صلح کر لی ہے اُس کا حصہ وارثوں کو نہ دیا جائے گا یہ محیط میں ہے اور اگر وصیت کی کہ میرا ورزید کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا جائے اور عمرو کو ہزار درم سدا بھر کے واسطے قرضہ دیئے جائیں اور وارثوں نے عین مال سوائے دار کے تلف کر دیا پھر وہ دار ہزار درم کے عوض جو اُس کی قیمت ہے فروخت کیا گیا تو یہ در اہم عمرو کو قرضہ دیئے جائیں گے پھر سال کے بعد وارثوں کے ہوں گے یہ محیط سرخی میں ہے۔

امام محمدؒ نے جامع میں فرمایا کہ ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے مال سے زید کو جب تک زندہ رہے پانچ درم ماہواری دیئے جائیں اور عمرو کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی اور وارثوں نے اجازت دے دی تو مال کے چھ حصے کئے جائیں گے جس میں سے عمرو کو ایک حصہ دیا جائے گا اور باقی پانچ حصے روک رکھے جائیں گے اور اُس میں سے موافق وصیت کے پانچ درم ماہواری زید کو دیئے جائیں گے اور یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ نے فرمایا کہ مال کے چار حصے کئے جائیں گے پھر کتاب میں فرمایا کہ اور جس قدر زید کے حصے میں پڑا ہے وہ اُس کے سپرد نہ کیا جائے گا اور کتاب میں قلیل و کثیر کی کوئی تفصیل مذکور نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ یہ حکم قلیل میں ہے اور اگر مال کثیر ہو تو جس مقدار سے زیادہ زید کی زندگی کی توقع نہ ہو یعنی معلوم ہو کہ غالباً اس سے زیادہ زندہ نہ رہے گا تو اُس سے زیادہ مال نہ روکا جائے گا بلکہ وارثوں کو دے دیا جائے گا لیکن جو کتاب میں مذکور ہے وہی اصح ہے اور اگر تمام مال جو زید کے واسطے روکا گیا ہے اُس کے خرچ ہو جانے سے پہلے زید مر گیا تو عمرو کی وصیت حصہ سوم پوری کر دی جائے گی اور مال کی وہ تہائی معتبر ہوگی جو موصیٰ کی موت کے روز تھی اور وہ تہائی معتبر نہ ہوگی جو زید کی موت کے روز ہے اس واسطے کہ حق عمرو اُس تمام مال کی تہائی سے متعلق تھا جو مرگ موصیٰ کے روز تھا لیکن زید کی مزاحمت کی وجہ سے اُس کے حق میں نقصان ہو گیا تھا پھر جب مزاحمت جاتی رہی تو اُس کو پورے مال کی تہائی پوری کر دی جائے گی لیکن اگر دو تہائی مال سے زائد خرچ ہو چکا ہو تو ایسی حالت میں اُس کو نفقہ دیا جائے گا اور تہائی پوری نہ کی جائے گی اس واسطے کہ مال میں سے اس قدر باقی نہیں رہا ہے جس سے تہائی پوری کی جائے گی پھر جب عمرو کا حق پورا کر دیا گیا تو جس قدر باقی رہے وہ وارثان موصیٰ کو دیا جائے گا اور وارثان زید کو نہ دیا جائے گا یہ سب اس وقت ہے کہ وارثوں نے وصیتوں کی اجازت دے دی اور اگر اجازت نہ دی تو امام اعظمؒ کے نزدیک تہائی مال زید و عمرو کے درمیان نصفانصف تقسیم ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک چار حصے ہو کر تقسیم ہوگا پھر بنا بر قول امام اعظمؒ کے تہائی کا نصف عمرو کو دیا جائے گا اور نصف باقی روک رکھا جائے گا کہ زید کو ماہواری نفقہ دیا جائے پھر اگر زید اس مال کے سب خرچ ہونے سے پہلے مر گیا تو جس قدر باقی رہا ہے وہ عمرو کو دے دیا جائے گا اور اگر زید و عمرو دونوں شخصوں کے واسطے وصیت کی جب تک زندہ رہیں ان کو ماہواری دس درم دیئے جائیں اور بکر کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو وارثوں کی اجازت دینے کی صورت میں امام اعظمؒ کے نزدیک تمام مال کے چھ حصے کئے جائیں گے اور عدم اجازت کی صورت میں دو حصے کئے جائیں گے اور صاحبینؒ کے نزدیک چار حصے کئے جائیں گے پھر اگر زید و عمرو میں سے ایک مر گیا تو بکر کو مال موقوف میں سے کچھ نہ دیا جائے گا بلکہ جو کچھ دونوں کے واسطے روک رکھا گیا تھا وہ ویسا ہی بکاسب رُکار ہے گا اور دونوں میں سے جو زندہ باقی ہے اُس کو نفقہ دیا جایا کرے گا اور اگر موصیٰ نے آخر وصیت میں یہ لفظ کہا ہو کہ میں سے ہر ایک کو پانچ درم نفقہ دیئے جائیں تو اُس کے مطلق ایجاب سے جو امر واجب ہو گیا تھا یہ اُس کا بیان ہو جائے گا پس اس سے حکم مختلف نہ ہوگا اور اگر میت نے عمرو کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی اور زید کے واسطے جب تک زندہ رہے پانچ درم

ماہواری دیئے جانے کی وصیت کی اور بکر کے واسطے جب تک زندہ رہے پانچ درم ماہواری اور نفقہ دیئے جانے کی وصیت کی پس اگر وارثوں نے اجازت دے دی تو امام اعظمؒ کے نزدیک نو حصے کئے جائیں گے جن میں سے عمرو کو ایک حصہ دیا جائے گا اور باقی آٹھ سہام میں سے زید و بکر کے واسطے چار چار سہام روک رکھے جائیں گے اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک مال کے ساتھ حصے کئے جائیں گے جن میں سے ایک حصہ عمرو کو دیا جائے گا اور باقی چھ حصص میں سے تین تین حصے زید و بکر کے واسطے روک رکھے جائیں گے۔ یہ سب اُس وقت ہے کہ وارثوں نے اجازت دے دی اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو بھی صاحبینؒ کے نزدیک تہائی مال کے سات حصے کئے جائیں گے اور امام اعظمؒ کے نزدیک تہائی سے زائد استحقاق و اُس کی مقدار پر شریک کیا جانا باطل ہو گیا پس گویا وہ سب ایک تہائی کے مستحق ہیں پس امام کے نزدیک تہائی مال ان سب میں برابر تین تہائی تقسیم ہوگا اور اس صورت میں اگر زید و بکر اپنا نفقہ پورا کر لینے سے پہلے مر گئے تو باقی مال عمرو کو دیا جائے گا اور اگر زید و بکر میں سے ایک مر گیا اور ہنوز اُس مال میں سے جو دونوں پر وقف ہے باقی ہے تو اُس میں سے نصف مال عمرو کو دے دیا جائے گا اور باقی نصف مال دوسرے زندہ کے واسطے وقف رہے گا یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اس میں سے ایک چوتھائی عمرو کو ملے گی اور تین چوتھائی دوسرے زندہ کے واسطے وقف رہے گی اور اگر وصیت کی کہ میرے مال سے پانچ درم ماہواری زید کو جب تک زندہ رہے نفقہ دیا جائے اور عمرو و بکر کو دس درم ماہواری جب تک دونوں زندہ رہیں نفقہ دیا جائے خواہ یہ لفظ بھی کہا کہ ہر ایک کو پانچ درم ماہواری یا یہ نہ کہا پھر وارثوں نے اجازت دے دی تو تمام مال زید کے عمرو و بکر کے درمیان برابر نصف نصف تقسیم ہوگا پس نصف مال زید کے واسطے موقوف رکھا جائے گا اور نصف مال عمرو و بکر کے درمیان رکھا جائے گا اس واسطے کہ زید کے حق میں خود پورے مال کی تہا وصیت ہے اور عمرو و بکر دونوں کے واسطے پورے مال کی تہا وصیت ہے پس گویا موصی نے زید کے واسطے پورے مال کی وصیت کی اور عمرو و بکر دونوں کے واسطے پورے مال کی وصیت کی ہے پس بالاتفاق ان میں تمام مال نصف نصف تقسیم ہوگا پھر اگر زید مر گیا تو اُس کے حصہ کے مال میں سے جس قدر باقی رہا ہو وہ عمرو و بکر پر وقف کر دیا جائے گا اور دونوں کو دس درم ماہواری دیئے جائیں گے اور اگر عمرو و بکر دونوں میں سے ایک مر گیا اور زید زندہ باقی رہا تو میت کی ماہی حصہ اُس کے شریک پر وقف کیا جائے گا اور شریک کو پانچ درم ماہواری دیئے جائیں گے اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو تہائی مال دو حصوں پر برابر تقسیم ہوگا اُس میں سے نصف زید کے واسطے ہوگا اور نصف عمرو و بکر کے واسطے ہوگا اس میں بھی اماموں کا اتفاق ہے اس واسطے کہ زید تمام مال کا موصی لہ ہے اور عمرو و بکر دونوں تمام مال کے موصی لہ ہیں تو وارث کی اجازت نہ دینے کی صورت میں تہائی مال میں زید بقدر تہائی کے اور عمرو و بکر بھی بقدر تہائی کے شریک کئے جائیں گے یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے پس برابر کے شریک ہوئے اور صاحبینؒ کے نزدیک زید پورے مال کے حساب سے اور عمرو و بکر بھی پورے مال کے حساب شریک کئے جائیں گے پس صاحبینؒ کے نزدیک بھی برابر کے شریک ہوئے پس بالاتفاق تہائی مال کے برابر دو حصے ہوں گے اور اگر وصیت کی کہ میرے مال سے عمرو کو جب تک زندہ رہے پانچ درم ماہواری نفقہ دیا جائے اور بکر کو جب تک زندہ رہے پانچ درم ماہواری نفقہ دیا جائے پس اگر وارثوں نے اجازت دے دی تو باوجود اختلاف تخریجینؒ کے سب کے نزدیک تمام مال میں تین حصوں پر تقسیم ہوگا اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو تہائی مال ان سب کے واسطے برابر تین حصے ہو کر وقف رکھا جائے گا یہ بھی بالاتفاق ہے اگر امام اور صاحبینؒ کی تخریج میں اختلاف ہے۔ پھر اگر ان میں سے ایک مر گیا تو ماہی اُس کے ساتھی پر وقف کیا جائے گا اور

۱۔ قول تخریجین یعنی تخریج امام بطریق منازعت و تخریج صاحبین بطریق مضاربت علی ما مرئی الجاشیہ ۱۲

(۱) یعنی مال کا دونوں کا ایک ہے ورنہ اصل میں اختلاف ہے ۱۲ (۲) یعنی مساوی تین حصوں میں ۱۲

وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے چار درم ماہواری زید کو نفقہ دیا جائے جب تک زید زندہ رہے اور وصیت کی کہ عمرو و بکر کو دس درم ماہواری جب تک زندہ رہیں میرے تہائی مال سے نفقہ دیا جائے پس اگر وارثوں نے اجازت دے دی تو تہائی مال زید پر وقف کیا جائے گا اور دوسری تہائی عمرو و بکر پر وقف کی جائے گی پھر اگر زید اپنے حصہ وصیت کا مال پورا لینے سے پہلے مر گیا تو باقی مال وارثوں موصی کو دیا جائے گا اور اگر عمرو و بکر میں سے کوئی مر گیا تو اُس کے حصہ کا باقی اُس کے شریک کے واسطے وقف کیا جائے گا پھر اگر اُس کے بعد دوسرا بھی مر گیا تو باقی مال وارثان موصی کو واپس دیا جائے گا اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو تہائی مال کے دو حصہ کئے جائیں گے جن میں سے نصف تہائی زید کے واسطے اور نصف تہائی عمرو و بکر کے واسطے سب اماموں کے نزدیک باوجود اختلاف تخریجین کے وقف کی جائے گی۔ نیز امام محمدؒ نے جامع میں فرمایا کہ ایک شخص نے کہا کہ میں نے زید کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی وہ وقف کیا جائے اس میں سے زید کو جب تک زندہ رہے چار درم تا ماہواری دیئے جائیں اور میں نے عمرو و بکر کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی وہ وقف کیا جائے اور اُس میں سے دونوں کو دس درم ماہواری جب تک زندہ رہیں نفقہ دیا جائے پس اگر وارثوں نے اجازت دی تو زید کو پوری تہائی دے دی جائے گی اُس کو جو چاہے کرے اور عمرو و بکر کو بھی دوسری تہائی دی جائے گی جو چاہیں کریں اور وہ دونوں میں نصف نصف نہ ہوگی اور قلیل و کثیر کچھ وقف نہ کیا جائے گا اور جو کوئی ان زید و عمرو و بکر میں سے مر گیا اُس کا حصہ اُس کے وارثوں کا ہوگا اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو ایک تہائی میں سے نصف فقط زید کو اور نصف باقی عمرو و بکر کو نصف نصف دے دی جائے گی اور اسی طرح اگر کہا کہ میں نے اپنے تہائی مال کی زید کے واسطے وصیت کی اُس میں سے اُس کو چار درم ماہواری نفقہ دیا جائے اور عمرو و بکر کے واسطے تہائی کی وصیت کی عمرو کو پانچ درم ماہواری اُس میں سے نفقہ دیا جائے اور بکر کو تین درم ماہواری دیا جائے پس اگر وارثوں نے اجازت دے دی تو زید کو تہائی مال دے دیا جائے گا اور عمرو و بکر کو دوسری تہائی دے دی جائے گی جو دونوں میں نصف نصف ہوگی پس زید و عمرو و بکر اپنے مال سے جو چاہیں کریں اُن کو اختیار ہوگا اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو ایک تہائی میں سے نصف زید کو اور باقی نصف عمرو و بکر کے درمیان برابر تقسیم ہوگا اور ان میں جو مر جائے اُس کا حصہ اُس کے وارثوں کے واسطے میراث ہوگا یہ محیط میں ہے۔

باغ کے غلہ کی وصیت کی پھر موصی کے مرنے سے پہلے کئی سال تک باغ مذکور کا غلہ آیا پھر موصی مر گیا تو موصی لہ کو اس غلہ میں سے کچھ نہ ملے گا ☆

اگر وصیت کی کہ میرے مال سے زید کو چار درم ماہواری نفقہ دیا جائے اور عمرو کو میرے باغ سے پانچ درم ماہواری نفقہ دیا جائے تو تہائی باغ میں دونوں کا نصف نصف استحقاق ہوگا پس ہر ایک کے واسطے چھٹا حصہ باغ کا غلہ فروخت کر کے اُس کا ثمن موصی کے پاس اگر موصی نہ ہو تو کسی عادل آدمی کے پاس موقوف رکھا جائے گا اور ہر ایک کو اُس کے حصہ سے جس قدر ماہواری اُس کے واسطے بیان کی ہے دی جائے گی اور اگر دونوں مر گئے اور اس میں سے کچھ باقی رہا تو وارثان موصی کو واپس دیا جائے گا اس وجہ سے کہ دونوں کی وصیت بسبب موت کے باطل ہو گئی ہے۔ اسی طرح اگر کہا کہ زید چار درم ماہواری اور عمرو و بکر کو پانچ درم ماہواری نفقہ دیا جائے تو چھٹا حصہ فقط زید کے واسطے اور چھٹا حصہ عمرو و بکر دونوں کے واسطے موقوف رکھا جائے گا اور اگر زید کے واسطے اپنے باغ کے حاصلات کی اور عمرو کے واسطے نصف حاصلات باغ کی وصیت کی اور اُس کا مال کل یہی باغ ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک تہائی غلہ ہر سال دونوں پر نصف نصف تقسیم کیا جائے گا اور اگر اُس کا مال زائد ہو کہ یہ باغ اُس کی تہائی ہو تو زید کو سال کی حاصلات باغ کا تین چوتھائی حصہ اور

عمر کو ایک چوتھائی ملے گا اور تقسیم امام کے نزدیک اُن کے اصول کے موافق بطریق منازعت ہوگی اور صاحبین کے نزدیک چونکہ تقسیم بطریق عول و مضاربہ ہے لہذا اگر باغ مذکور کے سوائے اُس کا کچھ مال نہ ہو تو تہائی حاصلات دونوں کو تین تہائی تقسیم کردی جائے گی اور اگر مال ہو کہ باغ اس کا تہائی ہو سکتا ہے تو عام حاصلات دونوں میں تین تہائی تقسیم ہوگی اور اگر زید کے واسطے اپنے باغ کے حاصلات کی وصیت کی اور اُس کی قیمت ہزار درم ہے اور عمرو کے واسطے اپنے غلام کی کمائی کی وصیت کی اور اُس کی قیمت تین سو درم ہے اور موسیٰ کا مال تین سو درم سوائے اُس کے اور بھی ہے تو امام اعظم کے نزدیک ایک تہائی دونوں میں گیارہ حصے ہو کر تقسیم ہوگی جس میں سے زید کو حاصلات باغ سے چھ حصے اور عمرو کو کرایہ غلام سے پانچ حصے ملیں گے اور اگر زید کے واسطے اپنی زمین کے حاصلات غلہ کی وصیت کی اور عمرو کے واسطے اُس زمین کے رقبہ کی وصیت کی حالانکہ زمین مذکور اُس کا تہائی مال ہے پھر عمرو نے اُس کو فروخت کیا اور زید نے اُس کے بیع کی اجازت دے دی تو جائز ہے اور زید کی وصیت باطل ہوگئی اور ثمن میں زید کا کچھ استحقاق نہ ہوگا اور اگر زید کے واسطے اپنے باغ کے غلہ کی وصیت کی پھر موسیٰ کے مرنے سے پہلے کئی سال تک باغ مذکور کا غلہ آیا پھر موسیٰ مر گیا تو موسیٰ لہ کو اس غلہ میں سے کچھ نہ ملے گا لیکن موت موسیٰ کے وقت باغ میں جو غلہ یعنی پھل وغیرہ موجود ہیں یا جو آئندہ پیدا ہوں سب ملیں گے یہ محیط میں ہے۔

اگر کہا کہ میں نے زید کے واسطے اس ہزار درم کی وصیت کی اور عمرو کے واسطے اس ہزار درم میں سے سو درم کی وصیت کی تو یہ قول وصیت اول سے رجوع نہیں ہے بلکہ وہ سو درم زید کو ملیں گے پھر سو درم میں سے نصف زید کو اور نصف عمرو کو ملیں گے اور کہا کہ اس ہزار درم کی زید کے واسطے الا اس میں سے سو درم کی عمرو کے واسطے وصیت کی تو سو درم عمرو کو اور نو سو درم زید کو ملیں گے اور اگر زید کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی پھر کہا کہ میں نے عمرو و بکر کے واسطے اُس قدر کی وصیت کی جس قدر زید پسند کرے تو فرمایا کہ زید جس قدر پسند کرے اختیار کرے اُسی قدر کے واسطے تہائی مال میں عمرو و بکر حصہ دار کئے جائیں گے پس اگر زید نے پوری تہائی کو پسند کیا تو تہائی میں سے نصف زید کا اور نصف دوسرے موسیٰ لہما کا ہوگا اور اگر پوری تہائی میں سے سوائے ایک درم کے پسند کی تو تہائی میں سے ایک درم کم کی مقدار پر شریک کئے جائیں گے اور اگر کہا کہ میں نے زید و عمرو کے واسطے ہزار درم کے لئے کہ اُس میں سے زید کو سو درم اور عمرو کو دو سو درم دیئے جائیں وصیت کی تو فرمایا کہ میں ہزار درم میں سے جس قدر جس کے واسطے بیان کر دیا ہے دے کر باقی وارثوں کو واپس دوں گا اور اگر ہزار درم میں سے فقط ایک کے واسطے کوئی مقدار بیان کی ہو تو اس مقدار اُس کو دے کر باقی کا استحقاق دوسرے کے واسطے قرار دوں گا۔ اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال زید و عمرو کے واسطے ہے کہ اُس میں سے زید کے واسطے سو درم ہیں پھر اُس کا تہائی مال ستر درم نکلتا تو یہ سب زید ہی کو جس کے واسطے سو درم کی مقدار بیان کی ہے دے دیا جائے گا اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال بکر و زید و عمرو کے واسطے کہ زید کے واسطے پچاس درم اور عمرو کے واسطے سو درم ہیں اور اُس کا کل مال تین سو درم ہے تو تہائی سو درم

۱۔ اقول صاحبین کے نزدیک اگر مال ہو یا باغ کے سوائے مال نہ ہو ہر دو صورت میں ہر ایک موسیٰ لہ اپنے پورے حق کے واسطے شریک کیا جائے گا اور چونکہ زید و عمرو کے حقوق میں ۲۔ کی نسبت ہے اس واسطے اگر مال نہ ہو تو تہائی کے ۳۲۔ حصہ ہوں گے اور اگر ہو تو بھی یہی حکم ہے اور امام اعظم کے نزدیک در صورت باغ کے سوائے مال نہ ہونے کی تہائی میں دونوں برابر شریک ہوں گے اس وجہ سے کہ زید کی تہائی سے زائد وصیت اور عمرو کی بھی تہائی سے زائد وصیت باطل ہوگئی باقی رہی تہائی کی وصیت ہر ایک کے واسطے پس دونوں برابر مستحق ہوئے اور صورتیکہ باغ اُس کے تہائی مال سے برآمد ہو تو امام کے نزدیک نصف حاصلات زید کو بلا منازعت دی جائے گی اور باقی رہی نصف حاصلات اُس میں عمرو اُس کے ساتھ مزاحم ہے اور مزاحمت دونوں کی یکساں ہیں پس نصف دونوں میں برابر تقسیم ہوا تو نصف کا نصف یعنی چوتھائی کل کی عمرو کو ملی اور چوتھائی اور نصف اول مجموعہ میں سے چوتھائی زید کو ملی فاقہم وقد بینا ذلک مراراً ثم لا یندہ فیما بعد ۱۴۔ قال المترجم یہ موافق اصل امام اعظم کے ہے اور صاحبین کے نزدیک ہزار کے گیارہ حصوں میں سے ہر ایک حصہ عمرو کو اور دس حصہ زید کو ملیں گے ۱۲۔ منہ

دونوں کے واسطے جن کے لئے مقدار بیان کی ہو تین تہائی تقسیم ہوگا اور دوسرے کو کچھ نہ ملے گا اور اگر تہائی مال تین سودرم ہو تو زید کو پچاس اور عمرو کو سودرم اور باقی ڈیڑھ سودرم بکر کو ملیں گے جس کے واسطے کوئی مقدار بیان نہیں کی ہے اور اگر کہا کہ تہائی کی واسطے زید و عمرو کے ہے زید کے واسطے سودرم اور عمرو کے واسطے پچاس درم اور تہائی مال تین سودرم ہے تو ہر ایک کو اس قدر ملے گا جس قدر اُس کے واسطے بیان کر دیا ہے اور باقی دونوں میں نصفانصف ہوگا اور اگر ہزار درم کی زید و عمرو کے واسطے بایں طور وصیت کی کہ واسطے زید کے اس میں سے سودرم ہیں تو موافق اُس کے کہنے کے سودرم زید کو دیئے جائیں گے اور باقی نو سودرم عمرو کو ملیں گے اور اگر ان میں سے تھوڑے درم تلف ہو گئے تو باقی کے بھی دس حصے کئے جائیں گے اور اگر اُس نے بکر کے واسطے دوسرے ہزار درم کی وصیت بھی کی ہو حالانکہ اُس کا تہائی مال ہزار درم ہے تو پانچ سودرم بکر کو ملیں گے اور پانچ سودرم میں زید و عمرو کے واسطے دس حصے کئے جائیں گے جن میں سے ایک حصہ زید کو اور نو حصے عمرو کو دیئے جائیں گے اور اگر کہا کہ یہ ہزار درم زید و عمرو کے واسطے ہیں زید کے واسطے اُس میں سے سودرم ہیں اور باقی عمرو کے واسطے ہیں تو زید کو سودرم کو ملیں گے اور اگر سوائے سودرم کے باقی سب تلف ہو گئے تو یہ سودرم زید کو ملیں گے اور عمرو کے واسطے وہی ہوگا جو بعد سودرم کے باقی رہے اور اگر باوجود اس کے اُس نے بکر کے واسطے ہزار درم دوسرے کی وصیت کی حالانکہ اُس کا تہائی مال ہزار درم ہے تو درمیانی کو کچھ نہ ملے گا اور ہزار درم باقی دونوں میں گیارہ حصے ہو کر تقسیم ہوں گے جن میں سے دس حصے ہزار درم کی وصیت والے کو ملیں گے اور ایک حصہ سودرم کی وصیت والے کو ملے گا اور اگر کہا کہ میں نے اپنے تہائی مال کی زید و عمرو کے واسطے وصیت کی اُس میں سے سودرم زید کے ہیں اور اُس کا تہائی مال ہزار درم ہے مگر تقسیم کے روز تلف ہو کر پانچ سودرم رہ گیا ہے تو اُس میں سے زید کو پورے سودرم ملیں گے اور باقی عمرو کو ملیں گے اور اگر باوجود اس کے بکر کے واسطے اپنے تہائی مال کی بھی وصیت کی ہو اور مال میں کچھ نقصان نہیں آیا تو ہزار کا نصف بکر کو ملے گا اور باقی نصف کے دس حصے ہو کر اُس میں سے ایک حصہ زید کو ملے گا اور (نو) حصے عمرو کو دیئے جائیں گے اور اگر کہا کہ میں نے زید کے واسطے اپنے تہائی مال سے سودرم کی اور عمرو کے واسطے باقی مال کی وصیت کی اور بکر کے واسطے ہزار درم کی وصیت کی اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو عمرو کو کچھ نہ ملے گا اور ہزار درم اُس کا تہائی مال درمیان زید بکر کے گیارہ حصے ہو کر تقسیم ہوگا جس میں سے زید کو ایک اور بکر کو (نو) حصے ملیں گے اگر ایک شخص کے پاس تین ہزار درم ہوں اور ہر ہزار درم ایک خاص تھیلی میں ہوں پس اُس نے زید سے کہا کہ میں نے تیرے واسطے جو کچھ اس تھیلی میں سے باقی رہ جائے اُس کی وصیت کی تو اُس کو پورے ہزار درم ملیں گے اور یہ وصیت باقی تمام وصیتوں سے موخر ہوگی حتیٰ کہ اگر اُس نے عمرو کے واسطے دوسرے ہزار درم کی وصیت کی تو اوّل کو کچھ نہ ملے گا اور اگر کہا کہ میں نے ان ہزار درموں کی زید و عمرو کے واسطے وصیت کی زید کے واسطے سات سودرم کی اور عمرو کے واسطے چھ سودرم کی تو یہ ہزار درم ان دونوں میں تیرہ حصے ہو کر تقسیم ہوں گے اور اگر کہا کہ میں نے ان ہزار درموں کی زید و عمرو کے واسطے وصیت کی ان میں سے ہزار درم زید کے واسطے ہیں تو پوری ہزار درم فقط زید کو مل جائیں گے اور اگر کہا کہ ان میں سے ہزار درم زید کے واسطے اور ہزار درم عمرو کے واسطے ہیں تو ہزار درم معین دونوں میں نصفانصف تقسیم ہوں گے یہ محیط سرخی میں ہے اور اگر کہا کہ میں نے زید و عمرو کے واسطے ان ہزار درموں کی وصیت کی اس میں سے زید کے واسطے ہزار درم ہیں اور عمرو کے واسطے ان ہزار درم میں سے جس کی میں نے زید کے واسطے وصیت کی ہے ہزار درم ہیں یا کہا کہ میں نے اپنے تہائی مال کی زید و عمرو کے واسطے وصیت کی اس میں سے ہزار درم زید کے ہیں اور ان ہزار درم میں سے عمرو کے واسطے ہزار درم ہیں حالانکہ اُس کا تہائی مال ہزار درم ہے تو ہر دو صورت میں پورے ہزار درم عمرو کو ملیں گے۔ اگر ایک شخص نے ایک قوم کے واسطے چند وصیتیں علیحدہ

علیحدہ کیس پھر صاحبان وصیت میں سے کوئی حاضر ہوا اور اُس نے گواہ قائم کر کے اپنا حق وصیت لینا چاہا تو فرمایا کہ اُس کا حصہ دے کر باقیوں کا حصہ روک رکھوں گا پھر اگر باقی ضائع ہو گیا تو جس نے جو کچھ لیا ہے اُس کے لئے ہوئے میں حصہ رسد شریک ہو جائیں گے اور جس کو اس کا حصہ وصیت دیا گیا ہے اُس کے دینے میں تقسیم بحق باقی لازم نہ آئے گی یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے وصیت کی کہ فلاں شخص کو ہزار درم دیئے جائیں کہ وہ قیدیوں کو خریدے یعنی کفار مقید اسلام یا مسلمانان اسیر بدست کفار کو خریدے پس اگر یہ شخص قبل اس کے مر گیا تو یہ مقدمہ حاکم کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ وہ کسی شخص کو اس کام کے واسطے مقرر کر دے یہ خزانہ امین میں ہے۔

ایک مریض نے کہا کہ میرے مال سے بیس ہزار درم نکالو تو اُس میں سے فلاں کو اس قدر دو اور فلاں کو اس قدر دو حتیٰ کہ اُس نے اسی طور سے گیارہ ہزار کا حساب بتلایا پھر کہا کہ باقی فقیروں کے واسطے ہے پھر مر گیا پھر ظاہر ہوا کہ اُس کا تہائی مال فقط نو ہزار درم ہیں تو فقیر ابو بکر بلخی نے فرمایا کہ ہر ایک کی وصیت کے بیس حصے کر کے اُس میں سے اُس کو نو حصے دیئے جائیں گے اور گیارہ حصے باطل ہو جائیں گے اور قولہ باقی واسطے فقیروں کے ہے اس میں گویا اُس نے نو ہزار درم فقیروں کے واسطے بیان کر دیئے اس واسطے کہ جب اُس نے ابتداء میں تمام مال بیان کیا تو باقی اسی قدر ہوا جو ہم کہتے ہیں بخلاف اُس کے اگر اُس نے یہ کہا کہ میرے تہائی مال سے فلاں کو اس قدر دو اور فلاں کو اس قدر دو حتیٰ کہ اُس نے کہا کہ باقی فقیروں کو دو تو ایسی صورت میں فقیروں کو کچھ نہ ملے گا اور صاحبان وصیت میں سے ہر ایک کو وصیت کے گیارہ جزیوں میں نو جز و بیس حصے کے اور دو جز و باطل ہو جائیں گے ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا دار فروخت کیا جائے اور اُس کے ثمن سے دس گون گےہوں خریدے جائیں اور ہزار روٹیاں خریدی جائیں اور اُس نے دوسری کچھ وصیت بھی کی ہے پھر اُس کا دار فروخت کیا گیا اور اُس کے ثمن میں اس قدر گنجائش بھی نہ ہوئی جس سے اس قدر گےہوں و روٹیاں خریدی جائیں اور میت کا اُس کے سوائے اور مال بھی ہے تو شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ اگر اُس کے تہائی مال میں اس وصیت اور دوسری وصیتوں کے پورا کرنے کی گنجائش ہو تو تہائی مال سے سب پوری کی جائیں اور ایسا ہو گا کہ گویا اُس نے یہ وصیت کی کہ میرے مال سے دس گون گےہوں اور ہزار روٹیاں خریدو اور اُس کا ثمن میرے مکان کے ثمن سے قرار دو مگر وارثوں نے اُس کو دوسرے مال سے قرار دیا ہے یہ امر وارثوں کے حق میں مضرنہ ہو گا لیکن اگر میت نے جو مال تجویز کیا ہے اُس میں کوئی دلیل پائی جائے جس سے اُس کا برقرار رکھنا ضروری ہو مثلاً معلوم ہو کہ اُس کا تھوڑا مال پاک و حلال ہے اور باقی پلید و حرام ہے تو وصیتیں اسی مال حلال سے نافذ کی جائیں گی ایک شخص نے چند وصیتیں کیں پھر اُس کے فرزندوں کو خبر پہنچی کہ ہمارے باپ نے چند وصیتیں کی ہیں اور اُن کو یہ معلوم نہیں ہے کہ کیا وصیتیں کی ہیں پس انہوں نے کہا کہ جس کی ہمارے باپ نے وصیت کی ہے ہم نے اُس کی اجازت دے دی تو منشی میں مذکور ہے کہ اُن کی اجازت صحیح نہ ہوگی اور اجازت جہمی صحیح ہوگی کہ جب بعد واقف ہونے کے اجازت دیں۔ ایک شخص نے زید کے واسطے مال کی وصیت کی اور فقیروں کے واسطے مال کی وصیت کی حالانکہ زید بھی محتاج ہے پس آیا اُس کو حصہ فقراء میں سے دیا جائے گا تو علماء نے اُس میں اختلاف کیا ہے اور محمد بن مقاتل و خلف اور شداؤ نے فرمایا کہ دیا جائے گا اور ابراہیم نخعی و حسن بن مطیع نے فرمایا کہ نہ دیا جائے گا اور اول اصح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ نوازل میں ہے کہ اگر وصیتیں کیں اور فقیروں کے واسطے وصیت کی اور اپنے آزاد کردہ شدہ کے واسطے سودرم کی وصیت کی پھر اُس کا آزاد کیا ہوا اس کی موت کے بعد مر گیا پس اگر اُس نے ہر وصیت کے واسطے کوئی مقدار بیان کر دی ہو اور باقی فقیروں کے واسطے کہا ہو تو اُس کے آزاد کردہ شدہ کے سودرم فقیروں پر صرف کر دیئے جائیں گے اور اگر اُس نے ہر ایک وصیت کے واسطے کوئی مقدار بیان کی ہو اور فقیروں کے واسطے بھی مقدار بیان کی ہو تو آزاد کردہ شدہ کے سودرم وارثان موسمی کو دیئے جائیں

گے اور علی ہذا اگر چند وصیتیں کیں پھر کہا کہ باقی فقیروں پر تقسیم کر دیا جائے پھر بعض وصیتوں سے رجوع کر لیا یا بعض موصی نے قتل موت موصی کے مر گئے تو باقی فقیروں کو تقسیم کی جائے گی اگر اُس سے رجوع نہ کیا ہو یہ محیط میں ہے۔

الزہد باب ۶ ☆

ذمی و حربی کی وصیت کے بیان میں

ذمی کی وصیت اگر از جنس معاملات ہو تو بالا جماع صحیح ہے اور اگر جنس معاملات نہ ہو تو اس میں چار اقسام ہیں اول آنک وہ فعل ہمارے اور اُن کے نزدیک قربت ہو پس ایسی وصیت بھی صحیح ہے خواہ واسطے قوم معین کے ہو یا غیر معین کے دوم آنک ہمارے اور اُن کے دونوں کے نزدیک معصیت ہو پس اگر ایسی وصیت قوم معین کے واسطے ہو تو صحیح ہے اور یہ اعتبار کیا جائے گا کہ موصی نے اُن لوگوں کو مالک کر دیا ہے پس اس میں کوئی وجہ قربت للہ تعالیٰ کی شرط نہ ہوگی اور اگر قوم غیر معین کے واسطے ہو تو باطل ہے۔ سوم آنک ہمارے نزدیک قربت اور اُن کے نزدیک معصیت ہو پس اگر یہ قوم معین کے واسطے ہو تو صحیح ہے اور اُن کے واسطے تملیک شمار کی جائے گی پس اُس میں موصی کی طرف تقرب شرط نہ ہوگا اور اگر قوم غیر معین کے واسطے ہو تو صحیح ہے چہارم آنک ہمارے نزدیک معصیت اور اُن کے نزدیک قربت ہو تو ایسی وصیت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک صحیح ہے خواہ قوم معین کے واسطے ہو یا غیر معین کے واسطے اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر قوم معین کے واسطے ہو تو خیر ورنہ باطل ہے فرمایا کہ اگر ذمی نے وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے رقبات یعنی مملوک لوگ خواہ معین^(۱) یا غیر معین خریدے جائیں اور میری طرف سے آزاد کئے جائیں یا یہ وصیت کی کہ میرا تہائی مال فقیروں و مسکینوں کو صدقہ میں دیا جائے یا اُس سے بیت المقدس میں چراغ جلائے جائیں یا اُس میں عمارت بنائی جائے یا تہائی مال سے ترک و ویلم پر جہاد کیا جائے اور موصی نصرانی ہے تو وصیت صحیح ہے اور اگر تہائی مال کی گانے والیوں یا رونے والیوں کے واسطے وصیت کی پس یہ عورتیں معین کر دی ہوں تو صحیح ہوگی اور یہ شمار کیا جائے گا کہ اُس نے ان عورتوں کو تہائی مذکور کا مالک کر دیا ہے اور اگر غیر معین ہوں تو باطل ہے اور اگر یہ وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے ایک قوم مسلمان کوچ کرایا جائے یا اُس میں سے مسلمانوں کی مسجد بنائی جائے پس اگر قوم معین کے واسطے ہو تو وصیت صحیح ہوگی اور اگر اُن لوگوں کے حق میں تملیک قرار دی جائے گی اور موصی کے وارث لوگ مختار ہوں گے چاہیں حج کرادیں و مسجد بنادیں اور چاہیں ایسا نہ کریں اور اگر قوم غیر معین کے واسطے ہو تو وصیت باطل ہوگی اور اگر وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے بیعہ یا کنیہ بنایا جائے یا میرا دار بیعہ یا کنیہ کر دیا جائے تو صاحبینؒ کے نزدیک وصیت مذکور باطل ہے الا جب کہ یہ وصیت قوم معین کے واسطے ہو تو یہ اُن کے حق میں تملیک قرار دی جائے گی اور امام اعظمؒ کے نزدیک ہر حال میں وصیت صحیح ہے اور یہ حکم اختلافی بقیاس مسئلہ مختلف فیہا ہے اور ہمارے مشائخؒ نے فرمایا کہ امام اعظمؒ کے قول پر یہ حکم گاؤں میں ہے اور اگر شہر میں ایسی وصیت کی تو اُس کی وصیت نافذ نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔ حربی متامن نے اگر مسلمان و ذمی کے واسطے وصیت کی تو سب صحیح ہے لیکن اگر اُس کے ساتھ اُس کا وارث دارالاسلام میں آیا ہو اور حربی متامن نے تہائی سے زائد کی وصیت کی تو تہائی سے زائد کی حق میں اُس کے وارث کی اجازت کی ضرورت ہوگی اور اگر اُس کا کوئی وارث ہی نہ ہو تو تمام مال سے وصیت صحیح ہوگی جیسا کہ مسلمان و ذمی کے حق میں اسی طرح اگر وارث ہو لیکن دارالحرب میں ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اصل میں مذکور ہے کہ اگر حربی نے دارالحرب میں وصیت کی پھر دارالحرب کے لوگ مسلمان ہو گئے یا سب ذمی ہو گئے پھر دونوں نے اس وصیت کی بابت قاضی کے پاس مالش کی پس اگر چیز وصیت

۱۔ وہ کافر جو دارالاسلام میں بشرط جز یہ امان لے کر قیام و بود و باش رکھتا ہو ۱۲ (۱) یعنی خواہ معین رقبات کے بیان کے یا غیر معین بیان کے ۱۲

بعینہ قائم ہو تو قاضی اُس کو نافذ کرے گا اور اگر مسلمان ہونے سے پہلے وہ تلف ہو گئی تو قاضی اُس کو باطل کر دے گا یہ بدائع میں ہے۔
 حربی مستامن نے اگر ذمی کے واسطے اپنے بعض مال کی وصیت کی تو باقی اُس کے وارثان اہل الحرب کو دیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔
 اگر دارالاسلام میں مستامن (۱) نے اپنے غلام کو عند الموت آزاد کیا یا مدبر کیا تو صحیح ہو گا بدون اُس کے کہ اُس کے تہائی مال سے اعتبار کیا جائے اور اگر ذمی نے تہائی سے زائد کی یا بعض وارثوں کے واسطے وصیت کی تو مثل مسلمان کے صحیح نہیں ہے اور اگر اپنے برخلاف (۲) ملت کے واسطے وصیت کی تو مثل ارث کے صحیح ہے اور اگر حربی غیر مستامن (۳) کے واسطے وصیت کی تو نہیں صحیح ہے یہ کافی میں ہے اور اگر ذمی نے حربی مستامن کے واسطے وصیت کی تو جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کوئی مسلمان نعوذ باللہ مرتد ہو کر یہودی یا نصرانی یا مجوسی وہ گیا پھر اُس نے وصیتوں میں سے کوئی وصیت کی تو امام اعظمؒ کے قول پر اُس کی وصیتوں میں سے جو ایسی وصیتیں ہیں کہ مسلمان کی طرف سے صحیح ہوتی ہیں موقوف (۴) رہیں گی اور جو مسلمان کی طرف سے صحیح نہیں ہوتی ہیں وہ باطل ہوں گی اور صاحبینؒ کے نزدیک تصرفات مرتد فی الحال نافذ ہوتے ہیں پس جس قوم کی طرف مرتد ہو گیا ہے جو وصیتیں اُس قوم کی طرف جمع ہو سکتی ہیں ویسی وصیتیں اُس کی صحیح ہوں گی حتیٰ کہ اگر اُس نے ایسی وصیت کی جو اُس قوم کے نزدیک کار ثواب اور ہمارے نزدیک معصیت ہے اور یہ وصیت ایک قوم غیر معین کے واسطے واقع ہوئی تو صاحبینؒ کے نزدیک صحیح نہ ہوگی اور رہی مرتدہ عورت سو وہ جس قوم کی طرف مرتد ہو کر گئی ہے جو اُس قوم سے صحیح ہو سکتی ہے وہ اس عورت مرتدہ کی وصیتیں بھی صحیح ہوں گی اور کتاب میں فرمایا کہ سوائے ایک صورت کے وہ یہ ہے کہ ایسی وصیت کی کہ اُن کے نزدیک کار ثواب ہے اور ہمارے نزدیک معصیت ہے مثلاً کنیسہ یا بیعہ کی تعمیر کی وصیت کی اس کے مانند کوئی وصیت کی اور یہ وصیت ایک قوم غیر معین کے واسطے واقع ہوئی تو میں اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہؒ سے کوئی حکم یاد (۵) نہیں رکھتا ہوں اور مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ صحیح ہے اور بعض نے فرمایا کہ نہیں صحیح ہے یہ محیط میں ہے اور مبتدع اگر اُس کی تکفیر کا حکم نہ ہو تو حق وصیت میں بمنزلہ مسلمان کے ہے اس واسطے کہ بظاہر وہ اسلام کا دعویٰ کرتا ہے اور اگر اُس کی تکفیر کا حکم ہو تو وہ بمنزلہ مرتد کے ہے پس اُس کے تصرفات میں امام اعظمؒ و صاحبینؒ کے درمیان وہی اختلاف ہو گا جو مرتد کے حق میں معروف ہے یہ کافی میں ہے۔

اگر یہودی یا نصرانی نے اپنی صحت میں کنیسہ یا بیعہ بنایا پھر مر گیا تو وہ میراث ہو گا یہ بدایہ مسائل شتی میں ہے۔ ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں کوئی وصیت نہ کروں گا پھر اُس نے مرض الموت میں چیز ہبہ کی یا اپنا بیٹا خرید ا جو آزاد ہو گیا تو وہ شخص حائث نہ ہوگا اور اگر اپنے وارث کو کچھ ہبہ کیا حالانکہ مرض الموت کا مریض ہے یا وارث کے واسطے کسی چیز کی وصیت کی اور اس کے نافذ کرنے کا حکم کہ تو امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ دونوں باطل ہیں اور اگر باقی وارثوں نے اس طرح اجازت دی کہ میت نے جس چیز کا حکم کیا ہے ہم نے اُس کی اجازت دی تو یہ وصیت کی طرف راجع ہوگی اس واسطے کہ وصیت ہی کا حکم دیا ہے ہبہ کی طرف راجع نہ ہوگی اور اگر وارثوں نے اس طرح اجازت دی کہ ہم نے فعل میت کی اجازت دی تو ہبہ و وصیت دونوں کے حق میں اجازت صحیح ہوگی۔ ایک مریض نے کچھ وصیتیں کیں پھر وہ اس مرض سے اچھا ہو گیا اور برسوں زندہ رہا پھر بیمار ہوا تو اُس کی وصیتیں باقی رہیں گی بشرطیکہ اُس نے ان وصیتوں کے وقت یہ نہ کہا ہو کہ اگر میں اس مرض سے مر جاؤں تو یا اگر میں اس مرض سے اچھا نہ ہوں تو میں نے یہ وصیت کی یا فاری میں

۱ یعنی باپ کے مالک ہوتے ہی آزاد ہو گیا بدینی وجہ کہ جو ذمی رحم محرم کا مالک ہوتا ہے وہ اُس کی طرف سے آزاد ہو جاتا ہے ۱۲

(۱) یا مسلمان کے لیے ۱۲ (۲) اس واسطے کہ کفر تک واحد ہے ۱۲ (۳) اور یہ مسئلہ مفصل پہلے گذر چکا ہے ۱۲ (۴) یہاں تک کہ اُس

انجام کار مطوم ہو ۱۲ (۵) جیسے رافضی و خارجی وغیرہ ۱۲

کہا (مرازیں بیماری اگر مرگ آید یا اگر ازیں بیماری بمیرم) اور اگر اُس نے یہ شرط لگائی ہو تو اچھے ہو جانے کی صورت میں یہ وصیتیں باطل ہو جائیں گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے وصیت کی اور کہا کہ اگر میں اپنے اس مرض سے مر جاؤں تو میرے غلام آزاد ہیں اور غلام کو میرے مال سے اس قدر دیا جائے اور میری طرف سے حج کیا جائے پھر وہ اس مرض سے اچھا ہو گیا پھر دوبارہ بیمار ہوا اور جن لوگوں کو پہلی بیماری میں وصیت پر گواہ کیا تھا انہیں سے یا دوسرے گواہوں سے کہا کہ تم گواہ رہو کہ میں اپنی پہلی وصیت پر ہوں تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ قیاساً یہ باطل ہے کیونکہ وہ جب مرض اول سے اچھا ہوا جیسی یہ وصیتیں باطل ہو چکی ہیں لیکن میں اس مسئلہ میں استحسان کو لیتا ہوں اور حکم دیتا ہوں کہ یہ سب جائز ہے اور سب وصیتوں کا حصہ تہائی مال سے لگایا جائے گا اور یہ قیاس و استحسان ایسی صورت میں ہے کہ مریض نے کہا کہ میں نے عبداللہ کے واسطے سودرم کی وصیت کی اور مساکین کے واسطے سودرم کی وصیت کی پھر کہا کہ میں اگر اس مرض سے مر جاؤں تو میرے غلام آزاد ہیں پھر اچھا ہو گیا اور پھر دوبارہ بیمار ہوا یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے کچھ وصیتیں کیں اور اُس کا وصیت نامہ لکھ دیا پھر اس کے بعد بیمار ہوا اور پھر بھی کچھ وصیتیں کیں اور وصیت نامہ لکھ دیا پس اگر وصیت نامہ ثانی میں یہ تحریر نہ کیا کہ میں نے وصیت اول سے رجوع کیا ہے تو دونوں وصیتوں کی تعمیل کی جائے گی یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ ایک شخص نے کچھ وصیت کی پھر اُس کو دوسواں لے گھیرا جس سے وہ معتوہ ہو گیا اور ایک مدت ایسا ہی رہا پھر اس کے بعد مر گیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ وصیت باطل ہے۔ ایک مریض نے بسبب ضعف کے گفتگو کرنے پر قادر نہیں ہے لیکن اُس کی عقل موجود ہے پس اُس نے سر سے کسی وصیت کا اشارہ کیا تو محمد بن مقاتل نے فرمایا کہ اشارہ سے اُس کی وصیت جائز ہے اور ہمارے اصحاب نے اس وصیت کو جائز نہیں رکھا ہے اور ناطقی نے فرمایا کہ کیسانیات میں مذکور ہے کہ ایک شخص کو فالج نے مارا پس اُس کی زبان جاتی رہی اور گفتگو سے عاجز ہو گیا پس اُس نے اشارہ سے وصیت کی یا لکھ دیا پھر ایک مدت تک یہی حال رہا اور زمانہ طویل گزر گزرا گیا تو اُس کا حکم مثل گونگے (۱) کے ہے اور حسن بن زیاد سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دیے اور کہا کہ یہ ہزار درم زید کے واسطے ہیں اگر میں مر جاؤں تو تو اُس کو دے دینا پھر مر گیا تو مامور زید کو موافق حکم میت کے دے دے گا اور اگر یہ نہ کہا کہ یہ واسطے فلاں کے ہیں بلکہ یہ کہا کہ زید کو یہ درم دے دینا پھر مر گیا تو مامور درم زید کو نہ دے گا۔ شیخ ابونصر الدبوسی سے روایت ہے کہ مریض نے ایک شخص کو دراہم دیے اور کہا کہ ان کو زید کو دینا یا کہا کہ میرے بیٹے کو دینا پھر مر گیا حالانکہ میت پر قرضے ہیں تو فرمایا کہ اگر اُس نے فقط یہی کہا کہ میرے بھائی یا بیٹے کو دے دینا اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو مامور ان دراہم کو قرض خواہان میت کو دے دے گا اور شیخ نصیرؒ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ تم لوگ یہ دراہم یا یہ کپڑے زید کو دے دینا اور یہ نہ کہا کہ یہ اُس کے واسطے ہیں اور یہ بھی نہ کہا کہ یہ اُس کے واسطے وصیت ہیں تو فرمایا کہ یہ باطل ہے۔ اس واسطے کہ یہ نہ اقرار ہے اور نہ وصیت ہے۔ ایک شخص نے وصیتیں کیں اور اُس کے پیچھے لوگوں نے اُس کی وصیتوں کو زیوف وردی درموں سے نافذ کیا تو اس میں مشائخؒ نے اختلاف کیا ہی شیخ ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر وصیت کسی قوم معین کے واسطے ہو اور وہ لوگ باوجود علم اس بات کے ایسے درموں پر راضی ہو گئے تو جائز ہے اور اگر غیر معین فقیروں کے واسطے کی تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے۔ ایک شخص نے وصایا نقدی کی وصیت کی حالانکہ نقد مختلف رائج ہیں تو خرید و فروخت میں جو نقد سب سے زیادہ رائج ہو اُسی سے اُس کی وصیتیں نافذ کی جائیں گی ایک

۱۔ یعنی خلاف عقل کے اوہام فاسدہ اس کے دماغ پر غالب ہو گئے ۱۲۔ قال المتزجم زمانہ دراز سے ایک سال مراد ہے کذا صرح بہ بعضہم ۱۲

(۱) یعنی وصیت جائز ہے ۱۲

مریض نے ہزار درم شکتہ کی وصیت کی حالانکہ اُس کے در اہم ثابت ہیں تو اُس کے ثابت درموں سے کوئی چیز خرید کر پھر یہ چیز شکتہ درموں سے فروخت کر کے اُس کی وصیت نافذ کی جائے گی۔ ایک مریض سے لوگوں نے کہا کہ تو وصیت کیوں نہیں کرتا ہے اُس نے کہا کہ میں نے وصیت کی کہ میرا تہائی مال سے نکالا جائے پس ہزار درم مسکینوں کو صدقہ دیئے جائیں اور اس سے زیادہ کچھ نہ کیا جائے یہاں تک کہ مر گیا پھر ظاہر ہوا کہ اُس کا تہائی دو ہزار درم ہے تو شیخ امام ابو القاسم نے فرمایا کہ فقط ہزار درم صدقہ کئے جائیں اور اگر مریض نے کہا کہ میں نے وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے نکالا جائے اور کچھ زیادہ نہ کہا تو اس کا پورا تہائی مال فقیروں کو صدقہ دیا جائے گا اور حسن بن زیاد سے مروی ہے کہ ایک مریض نے کہا کہ میں نے فلاں کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی اور وہ ہزار درم ہیں پس ظاہر ہوا کہ تہائی مال اس سے زیادہ ہے تو احسن نے فرمایا کہ تہائی پوری وصیت میں دی جائے گی چاہے جس قدر ہو اسی طرح اگر کہا کہ میں نے اس دار میں سے اپنے حصہ کی وصیت کی اور وہ تہائی ہے پھر ظاہر ہوا کہ اُس کا حصہ نصف ہے تو بھی فرمایا کہ پورا تہائی مال جو نصف دار ہے دیا جائے گا اور اگر کہا کہ میں نے ہزار درم کی وصیت کی اور وہ میرا دسواں حصہ مال ہے تو موصی لہ کو فقط ہزار درم ملیں گے خواہ دسواں حصہ اس سے زیادہ ہو یا کم ہو اور اگر کہا کہ میں نے زید کے واسطے تمام اُس مال کی جو اس تھیلی میں ہے وصیت کی اور وہ ہزار درم ہیں پھر ظاہر ہوا کہ اس میں دو ہزار درم ہیں تو زید کو جو کچھ اُس تھیلی میں ہے سب ملے گا بشرطیکہ اُس کے تہائی مال سے زائد نہ ہو اسی طرح اگر تھیلی میں بجائے درم کے دینار و جواہر وغیرہ کوئی چیز پائی گئی تو بھی زید کو ملے گی اور اگر کہا کہ میں نے زید کے واسطے ہزار درم کی وصیت کی اور وہ پورا وہ مال ہے جو اس تھیلی میں ہے تو زید کو فقط ہزار درم ملیں گے اور اگر کہا کہ میں نے زید کے واسطے اُس مال کی جو اس تھیلی میں ہے ہزار درم کی وصیت کی حالانکہ ہزار درم اس تھیلی کے مال کا نصف ہے یا تھیلی میں تین ہزار درم ہیں تو زید کو فقط ہزار درم ملیں گے اور اگر تھیلی میں ہزار درم ہوں تو زید کو ملیں گے اور اگر تھیلی میں فقط پانچ سو درم ہوں تو اُس کو پانچ سو درم ملیں گے اور کچھ نہ ملے گا اور اگر تھیلی میں دینار یا جواہر وغیرہ ہوں تو زید کو کچھ نہ ملے گا فقیہ ابواللیثؒ نے فرمایا کہ بنا بر قیاس امام اعظمؒ کے چاہئے کہ موصی لہ کو اس میں سے بقدر ہزار درم کے دیئے جائیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میں نے تمام اُس چیز کی جو اس بیت میں ہے وصیت کی وہ ایک گر گیہوں ہیں پھر معلوم ہوا اس میں کہ کئی گر گیہوں ہیں یا گیہوں و جو ہیں تو سب موصی لہ کو ملیں گے بشرطیکہ اُس کے تہائی مال سے برآمد ہوں یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔

اگر کہا کہ میں نے زید کے واسطے اس تھیلی میں سے ہزار درم کی وصیت کی اور اس دوسری تھیلی میں سے زید کے واسطے ہزار درم کی وصیت کی تو دونوں تھیلیوں سے اس کو ملیں گے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے وصیت کی کہ میری طرف سے ہزار درم صدقہ کئے جائیں پھر وارثوں نے اُس کی طرف سے گیہوں صدقہ کئے یا اس کے برعکس واقع ہوا تو ابن (۱) مقاتل نے فرمایا کہ یہ جائز ہے۔ اور فقیہ ابواللیثؒ نے فرمایا کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اُس نے یوں وصیت کی کہ میری طرف سے ہزار درم گیہوں دے کر صدقہ کئے جائیں لیکن یہ لفظ سوال میں سے ساقط ہو گیا ہے پھر ابن مقاتل سے دریافت کیا گیا کہ اگر گیہوں موجود ہوں الا وارثوں نے گیہوں کی قیمت دے دی تو فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ یہ بھی جائز ہوگا اور اگر ایک شخص نے درموں کی وصیت کی ہو مگر لوگوں نے گیہوں دیئے تو نہیں جائز ہے اور فقیہ ابواللیثؒ نے فرمایا کہ بعض مشائخؒ نے کہا کہ یہ جائز ہے اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور اگر اُس نے وصیت کی کہ یہ غلام فروخت کر کے اُس کا ثمن مساکین کو صدقہ کیا جائے تو وارثوں کو روا ہے کہ نفس غلام صدقہ میں دے دیں اور اگر موصی سے کہا کہ دس

کپڑے خرید کر اُن کو صدقہ کرنا پھر وصی نے دس کپڑے خریدے تو اُس کو اختیار ہوگا کہ کپڑوں کو فروخت کر کے اُس کا ثمن صدقہ کر دے اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر معین ہزار درم کے صدقہ کرنے کی وصیت کر دی پھر وصی نے بجائے ان درموں کے مال میت سے صدقہ کر دیا تو جائز ہے اور اگر درہم وصیت قبل اس کے کہ وصی صدقہ کرے تلف ہو گئے تو مثل اُن کے وارثوں کے واسطے تاوان دے گا اور نیز امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص نے ہزار درم معین اپنی طرف سے صدقہ کرنے کی وصیت کی پھر یہ درم تلف ہو گئے تو وصیت باطل ہو جائے گی ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے مال سے کسی قدر محتاج حاجیوں کو صدقہ میں دیا جائے تو کیا سوائے محتاج حاجیوں کے دوسرے فقیروں کو دینا روا ہے یا نہیں ہے تو امام ابو نصرؒ نے فرمایا کہ یہ جائز ہے کیونکہ امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے وصیت کی کہ فقراء مکہ معظمہ کو صدقہ دیا جائے تو فرمایا کہ سوائے فقراء (۱) کے غیروں کو بھی صدقہ دینا جائز ہے۔ ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا تہائی مال صدقہ کر دیا جائے پھر ایک شخص نے وصی سے مال غصب کر کے تلف کر دیا پس وصی نے چاہا کہ یہ مال اسی غاصب کو صدقہ دیا ہو اقرار دے حالانکہ غاصب تنگ دست ہے تو شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ یہ جائز ہے ایک شخص نے مال حرام پایا اور مرتے وقت وصیت کی کہ یہ مال اس کے مالک کی طرف سے صدقہ کر دیا جائے تو فرمایا کہ اُس کا مالک معلوم ہو تو یہ مال اُس کو واپس دیا جائے اور اگر معلوم نہ ہو تو صدقہ کیا جائے اور اگر وارثوں نے اس اقرار میں اپنے مورث کی تکذیب کی تو فرمایا کہ اس میں سے بقدر ایک تہائی کے صدقہ کی جائے ایک عورت نے اپنی وصیت میں کہا کہ (خویشان مرایا دگار ہست از مال من) یعنی میرے مال میں میرے اقربا کے واسطے بھی یادگار ہے تو فرمایا کہ مال میں سے اُس کے رشتہ دار کسی کو دیا جائے گا جو اُس کا وارث نہیں ہے اور اس مال کی مقدار مقرر کرنے میں اُس شخص کو اختیار ہوگا جس سے عورت نے اس وصیت کا خطاب کیا ہے پس عورت مذکور کے مال سے جس قدر چاہے دے دے اور ادنیٰ مقدار کہلائے گی جس پر یادگاری کا اطلاق ہو سکے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اپنے افضل غلامان یا خیر غلامان کی مساکین کے واسطے وصیت کی اور یہ وصیت کی کہ فروخت کر کے اُس کا ثمن مسکینوں میں خرچ کیا جائے تو غلاموں میں جو ازراہ قیمت افضل و بہتر ہو وہ لیا جائے گا۔ اور اگر کہا کہ میں نے اپنے غلاموں میں سے بہتر یا افضل کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو ذہن کی راہ سے جو غلام سب سے افضل ہو اُس کو دیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے اپنے تہائی مال کی واسطے مساکین کے وصیت کی حالانکہ اُس کا وطن دوسرے شہر میں ہے اور فی الحال وہ ایک غیر وطن میں موجود ہے تو فرمایا کہ اگر اُس کے ساتھ کچھ مال ہو تو وہ اس شہر کے فقیروں کو دے دیا جائے گا اور جو اُس کے و باطن میں ہو وہ اُس کے وطن کے مسکینوں کو دیا جائے گا اور اگر وصیت کی کہ میرا تہائی مال فقراء بلخ کو دیا جائے تو افضل یہی ہے کہ انہیں فقیروں کو دیا جائے اور اگر غیروں کو دیا گیا تو بھی جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ سوائے فقراء بلخ کے غیر فقیروں کو دینا روا نہیں ہے اور اگر وصیت کی کہ دس روز میں یہ صدقہ کیا جائے پس وصی نے ایک ہی روز میں صدقہ کر دیا تو باطل میں لکھا ہے کہ جائز ہے اور نیز نوازل میں لکھا ہے کہ اگر وصیت کی کہ ہر فقیر کو ایک درم دیا جائے پس وصی نے اُس کو نصف درم دیا اور پھر دوسرا نصف دیا حالانکہ فقیر اول نصف کو خرچ کر چکا ہے تو مجھے امید ہے کہ وصی ضامن نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر وصیت کی کہ میرے کفارہ کے واسطے دس مسکین کھلائے جائیں پس وصی نے دس مسکینوں کو صبح کا کھانا کھلایا پھر وہ سب مر گئے تو وصی ضامن نہ ہوگا اور دوسرے دس مسکینوں کو صبح و شام کھانا کھلائے اور اگر کہا کہ میری طرف سے دس مسکینوں کو صبح و شام کھانا کھلایا جائے رکفارہ کا نام نہ لیا پس وصی نے دس مسکینوں کو صبح کا کھانا کھلایا پھر وہ مر گئے تو دوسرے دس مسکینوں کو شام کا کھانا کھلائے اور بعض نے

دوسری صورت میں فرمایا ہے کہ استخسانا وصی ضامن نہ ہوگا اور سوائے اُن کے دوسرے دس مسکینوں کو صبح و شام کھانا کھلائے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ خزانہ کمفنین میں ہے اور اگر وصیت کی کہ میری وفات کے بعد تین سو من گہوں فقیروں کو صدقہ دیئے جائیں پس وصی نے موسیٰ کی حیات میں دو سو من بانٹ دیئے تو شیخ ابونصر نے فرمایا کہ جس قدر اُس نے موسیٰ کی حیات میں بانٹے ہیں اُن کا ضامن ہوگا اور فرمایا کہ موسیٰ کی وفات کے بعد بحکم حاکم تقسیم کرے تاکہ ضمان سے بری ہو جائے اور اگر بعد وفات موسیٰ کے اُس نے بغیر حکم حاکم تقسیم کئے تو ضمان سے بری نہ ہوگا پس شیخ موصوف سے دریافت کیا گیا کہ اگر اُس نے بعد وفات موسیٰ کے بحکم وارثان تقسیم کئے تو فرمایا کہ اگر وارثوں میں کوئی نابالغ بھی ہو تو وارثوں کا حکم ناجائز ہے اور اگر نابالغ نہ ہو تو اُن کا حکم جائز ہوگا اور جب اُس نے تقسیم کر دیا تو ضمان سے خارج ہو جائے گا اور شیخ^۱ کہتے ہیں کہ بالغوں کا حکم واجازت بقدر اُن کے حصہ کے صحیح ہے اور نابالغوں کے حصہ میں تو نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص نے اپنے مرض میں وصیت کی کہ میں نے رمضان میں روزہ رکھ کر دن میں اپنی زوجہ سے وطی کی تھی پس تم لوگ فقیہوں سے دریافت کرنا جو کچھ مجھ پر واجب ہو اُس کو ادا کرنا پس اگر مملوک کی قیمت اُس کی باقی وصیتوں کے ساتھ اُس کے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہو تو اُس کی طرف سے ایک مملوک آزاد کیا جائے گا اور نیز اُس کی طرف سے نصف صاع گہوں کھانے میں دیئے جائیں گے اور اگر مملوک کی قیمت اُس کے تہائی مال سے برآمد نہ ہوتی ہو تو وارثوں نے زیادہ میں سے اجازت نہ دی تو اُس کی طرف سے ساٹھ مسکین کھلائے جائیں گے ہر ایک کے واسطے دو گہوں ہوں گے اور دوزید ایک مسکین کے واسطے ہوں گے بشرطیکہ اُس کے تہائی مال سے برآمد ہو یہ خزانہ کمفنین میں ہے۔ اگر وصیت کی کہ گہوں و روٹی خرید کر مسکینوں کو صدقہ دی جائے تو جو لوگ گہوں و روٹی لائیں گے ان حمالوں کی اجرت کس پر واجب ہوگی تو مشائخ^۲ نے فرمایا کہ اگر میت نے اس کی حمالی کی وصیت نہ کی ہو کہ کس مقام تک اُٹھوا کر لائی جائے تو موسیٰ کو چاہئے کہ جو شخص بلا مزدوری اُٹھالائے اُس سے مدد لے کر اُٹھوالے اور بطور صدقہ کے اُس کو اس میں سے دے دے اور اگر میت نے مساجد تک اُٹھانے کی وصیت کی ہو تو اُس کی مزدوری مال میت سے ہوگی۔ ایک شخص کو وصیت کی یعنی وصی مقرر کیا کہ میرا تہائی مال صدقہ کر دے پس اگر اُس نے اپنے واسطے رکھ لیا تو نہیں جائز ہے اگر اپنے بیٹے کو یا نابالغ کو قبضہ کو سمجھتا ہے دے دیا تو جائز ہے اور اگر صغیر مذکور قبضہ کو نہ سمجھتا ہو تو نہیں جائز ہے اور فتاویٰ میں لکھا ہے کہ عامل سلطان نے وصیت کی کہ میرے مال سے اس قدر مال فقیروں کو دیا جائے تو شیخ ابوالقاسم نے فرمایا کہ اگر یہ بات معلوم ہو کہ یہ غیر کا مال ہے تو اُس کا مال حلال نہیں ہے اور اگر معلوم ہو کہ یہ اُس کے مال میں مخلط ہے تو لینا جائز ہے اور اگر معلوم نہ ہو تو جائز ہے یہاں تک کہ یہ ظاہر ہو کہ غیر کا مال ہے فقہ نے فرمایا کہ اگر مخلط ہو تو امام ابو یوسف و امام محمد کے نزدیک وہ مال اپنے مالک کی ملک باقی ہے تو اُس کا لینا جائز ہوگا اور سوائے مالک کو واپس دینے کے کوئی راہ نہیں ہے اور امام اعظم کے نزدیک خلط کرنے سے غاصب اُس کا مالک ہو گیا پس اس لینا جائز ہے بشرطیکہ مال میت میں اس قدر ہو کہ جس سے اُس کے خصوم راضی ہو سکتے ہیں اور جامع میں لکھا ہے کہ اگر اپنے تہائی مال کی مسکینوں کے واسطے وصیت کی کہ اُس میں سے ہر سال آٹھ درم صدقہ کئے جائیں یا کہا کہ میں نے اپنے تہائی مال سے ہر سال درم صدقہ کرنے کی وصیت کی کہ تو اسی پوری تہائی کو سال اول میں صدقہ کر دے گا اور اُس کو کئی سالوں پر مفرق نہ کرے گا۔ ایک شخص نے موت کے وقت وصیت کی کہ میرے قاتل کو عفو کیا جائے حالانکہ قتل عمد ہے تو بقیاس اول امام اعظم کے باطل ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر زید کے واسطے اپنے چھٹے حصہ مال کی وصیت کی پھر اسی مجلس میں یا دوسری مجلس میں زید ہی کے واسطے چھٹے حصہ

وصیت کی اور ایک وصیت کے دو گواہ کر لئے یا نہیں کئے تو بالا جماع زید کو فقط ایک چھٹا حصہ ملے گا لیکن اگر وصیت زائد ہو یا ہر دو وصیت میں سے ایک زائد ہو تو ایسی صورت میں زیادہ میں کم داخل ہو جائے گی اور موسیٰ لہ کو زیادہ دی جائے گی اور باقی کا حکم ساقط ہو جائے گا یہ شرح طحاوی میں ہے۔ شیخؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنے تہائی مال کی فقیروں کے واسطے وصیت کی پس وصی نے تو انکروں کو دیا حالانکہ وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ لوگ تو انگر ہیں تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہ کافی نہ ہوگا اور فقیروں کے واسطے بالائتقانہ وصی ضامن ہوگا یہ تاتار خانہ میں ہے۔ ایک شخص نے زید کے واسطے تہائی مال دین کی وصیت کی اور عمرو کے واسطے تہائی مال عین کی وصیت کی اور دین سودرم ہے تو سودرم مال عین کی تہائی دونوں نصفانصف تقسیم کر لیں گے پھر اگر قرضہ میں سے پچاس درم حاصل ہوئے تو وہ مال عین میں ملائے جائیں گے اور اس سب کی تہائی دونوں میں پانچ حصہ ہو کر تقسیم ہوگی اور اگر تہائی مال عین کی زید کے واسطے اور تہائی مال عین و دین کی عمرو کے واسطے وصیت کی اور قرضہ میں سے کچھ حاصل نہ ہو تو تہائی مال عین کو دونوں نصفانصف تقسیم کر لیں گے پھر اگر قرضہ میں سے پچاس درم حاصل ہوئے تو یہ مال عین میں ملائے جائیں گے پس صاحبین کے نزدیک اس کے تہائی یعنی پچاس درم دونوں میں تین حصے ہو کر اس طرح تقسیم ہوں گے کہ اس میں سے ایک تہائی زید کو اور دو حصے عمرو کو ملیں گے اور امام اعظمؒ کے نزدیک اس صورت میں بھی پچاس درم دونوں میں پانچ حصے ہو کر تقسیم ہوں گے اور اگر ایک شخص کے پاس سودرم ہیں اور سودرم کسی اجنبی پر دین ہوں پس اُس نے زید کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی تو وہ مال عین تہائی لے لے گا یہ ظہیر یہ میں ہے اور فتاویٰ فضلی میں مذکور ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنے قرضہ کی نسبت جو دوسرے شخص پر آتا ہے یہ وصیت کی کہ وہ کارہائے خیر میں صرف کیا جائے تو وصیت قرضہ مذکور سے متعلق ہوگی پھر اگر اس کے بعد کسی قدر قرضہ قرض دار کو ہبہ کر دیا تو اسی قدر سے وصیت بھی باطل ہو جائے گی گویا اُس نے وصیت سے اس قدر میں رجوع کر لیا اور بقالی نے فرمایا کہ گیہوں دین میں داخل ہیں اور فرمایا کہ وصیت دین میں درم و دینار داخل ہوتے ہیں یہ محیط میں ہے۔

فتاویٰ اہل سمرقند میں لکھا ہے کہ اگر متاع بدن خویش کی وصیت کی تو وصیت میں ٹوپی و موزہ و لحاف و اوپر کے کپڑے اور بچھونا سب داخل ہوں گے اور سیر میں لکھا ہے کہ متاع کا لفظ عرف و عادت میں اوڑھنے بچھونے پر اطلاق کیا جاتا ہے پس علی ہذا متاع کی وصیت میں جامہائے پوشیدنی و بچھونے و قمیص و فرش و پردہ سب داخل ہوں گے اور آ یا ظروف بھی داخل ہوں گے یا نہیں سو اس میں مشائخؒ نے اختلاف کیا ہے اور امام محمدؒ نے سیر میں اشارہ کیا ہے کہ داخل ہوں گے۔ اگر ایک شخص نے اپنے گھوڑے مع سلاح کی وصیت کی تو امام ابو یوسفؒ سے دریافت کیا گیا کہ آیا یہ وصیت گھوڑے کے مال پر ہوگی یا موسیٰ کے سلاح پر ہوگی تو فرمایا کہ موسیٰ کے ہتھیاروں پر ہوگی اور بقالی نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا کہ ادنیٰ سلاح میں ڈھال، تلوار، نیزہ و کمان ہے اور اگر ایک شخص کے واسطے سونے یا چاندی کی وصیت کی اور موسیٰ کی ایک تلوار سونے یا چاندی سے محلے ہے تو حلیہ موسیٰ لہ کا ہوگا پھر اس کے بعد دیکھا جائے گا کہ اگر حلیہ الگ کرنے سے ضرر فاحش نہ ہو تو تلوار سے الگ کر کے دیا جائے گا اور اگر اُس کے الگ کرنے میں ضرر فاحش ہو تو تلوار کی قیمت اور حلیہ کی قیمت کو دیکھا جائے گا پس اگر تلوار کی قیمت زیادہ ہو تو وارثوں کو اختیار ہوگا چاہیں موسیٰ لہ کو حلیہ کی قیمت دوسری (۱) جنس سے دے دیں پس تلوار حلیہ اُن کی ہو جائے گی اور اگر حلیہ کی قیمت زائد ہو تو موسیٰ لہ کو اختیار ہوگا چاہے تلوار کی قیمت دے کر پس تلوار بھی اسی کی ہو جائے گی اور چاہئے چھوڑ دے اور اگر دونوں کی قیمت برابر ہو تو وارثوں کو اختیار ہوگا اور اگر ایک شخص کے واسطے قرض کی وصیت کی اور موسیٰ کا ایک جبہ یا قبا ہے جس میں قز بھرا ہوا ہے تو موسیٰ لہ کو کچھ نہ ملے گا اور اگر ایک شخص کے واسطے جامہ قز کی

یعنی ایسا ضرر جو کھلا ہوا ہو کہ اس کو عام طور پر لوگ سمجھ سکتے ہوں ۱۲ (۱) یعنی اگر حلیہ چاندی ہے تو سونے سے قیمت دین یا برعکس ۱۲

وصیت کی اور موسیٰ کا ایک جبہ ہے جس کا استرقز ہے اور ابرہہ دوسرا کپڑا ہے تو استر موسیٰ لہ کا ہوگا اور دوسرا وارثوں کا ہوگا اور اگر ایک شخص کے لیے جبہ حریر کی وصیت کی اور موسیٰ کا ایک جبہ ہے جس کا ابرہہ حریر ہے اور استر بھی حریر ہے تو پورا جبہ وصیت میں داخل ہوگا اور اگر ابرہہ حریر ہو اور استر دوسرا کپڑا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر استر حریر ہو تو اُس کو کچھ نہ ملے گا اور اگر کسی کے واسطے زیور کی وصیت کی تو جن پر زیور کا اطلاق کیا جاتا ہے وہ سب وصیت میں داخل ہوں گی خواہ زمر دیا قوت سے جڑاؤ ہوں یا نہ ہوں اور یہ سب موسیٰ لہ کو ملیں گے اور اگر کسی کے واسطے سونے کی وصیت کی اور موسیٰ کا ایک کپڑا بیان کا ہے جس میں تار سونے کے ہیں پس اگر تار سونے کا ہے مثل سوت کے تو اُس کو کچھ نہ ملے گا اور اگر اس میں سونا ایسا ہو کہ دکھلائی دیتا ہو تو وہ موسیٰ لہ کا ہوگا اور اُس کے سوائے وارثوں کا ہوگا پس کپڑا فروخت کیا جائے گا اور اُس کا ثمن اس سونے پر و باقی کپڑے پر تقسیم کیا جائے گا پس جس قدر سونے کے حصہ میں پڑے وہ موسیٰ لہ کا ہوگا اور اگر زیور کی وصیت کی تو وصیت کی تو وصیت میں چاندی کی انگوٹھی داخل ہو جائے گی پس اگر ایسی انگوٹھیاں ہوں جن کو عورتیں پہنتی ہیں مرد نہیں پہنتے تو وصیت میں چاندی کی انگوٹھی داخل ہو جائے گی پس اگر ایسی انگوٹھیاں ہوں جن کو عورتیں پہنتی ہیں مرد نہیں پہنتے ہیں تو وہ وصیت میں موتی و زمر دیا قوت داخل ہوں گے یا نہیں پس اگر یہ جواہرات سونے یا چاندی میں جڑاؤ ہوں تو بالاتفاق داخل ہو جائیں گے اور اگر جڑاؤ نہ ہوں تو امام اعظمؒ کے نزدیک داخل نہ ہوں گے اس واسطے کہ یہ زیور نہیں ہیں اور صاحبینؒ کے نزدیک زیور ہیں پس داخل ہوں گے یہ محیط میں ہے۔

نولہ باب ☆

وصی اور اُس کے اختیارات کے بیان میں

کسی شخص کو نہ چاہئے کہ وصیت قبول کرے یعنی وصی ہونا قبول نہ کرے کیونکہ امام ابو یوسفؒ سے روایت کی گئی ہے کہ فرمایا کہ وصی ہونا اول مرتبہ غلطی (۱) ہے اور دوسری مرتبہ جنایت ہے اور تیسری مرتبہ چوری ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ وصی تین طرح کے ہوتے ہیں ایک امین کہ جس بات کی اُس کو وصیت کی گئی ہے اُس کے انجام دینے پر قادر ہو تو ایسا وصی مقرر رہے گا اور قاضی اُس کو معزول نہیں کر سکتا ہے دوم امین کہ انجام دہی سے عاجز ہو تو قاضی اُس کے ساتھ اُس کا مددگار مقرر کر دے گا۔ سوم فاسق یا کافر یا غلام ہے پس اس کا معزول کرنا واجب ہے اس کے دوسرا مقرر کرنا واجب ہے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو روبرو وصی مقرر کیا اُس نے جواب دیا کہ میں وصیت نہیں قبول کرتا ہوں تو اُس کا رد کرنا صحیح ہے اور وہ وصی نہ ہوگا پھر اگر موسیٰ نے اُس سے کہا کہ مجھے تجھ سے یہ امید نہ تھی کہ تو میری وصیت قبول نہ کرے پس موسیٰ الیہ نے کہا کہ میں نے قبول کر لی تو جائز ہے اور اگر موسیٰ کی زندگی میں اُس نے سکوت کیا موسیٰ مر گیا تو اُس کو اختیار رہے گا چاہے وصیت قبول کرے یا رد کر دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر زید کو وصی مقرر کیا حالانکہ زید غائب ہے پھر موسیٰ کی موت کے بعد زید کو یہ خبر پہنچی پس اُس نے کہا کہ میں نہیں قبول کرتا ہوں پھر کہا کہ میں نے قبول کر لی تو یہ جائز ہے تا وقتیکہ اُس کے قبول کرنے سے پہلے سلطان نے اُس کو خارج نہ کیا ہو یہ سراج الوہاج میں ہے۔ امام محمدؒ نے جامع صغیر میں فرمایا کہ ایک شخص نے زید کو وصی مقرر کیا اُس نے موسیٰ کی زندگی میں وصی ہونا قبول کر لیا تو یہ لازم ہو جائے گا حتیٰ کہ اگر اُس نے موسیٰ کی موت کے بعد اس سے الگ ہونا چاہا تو اُس کو یہ اختیار نہ ہوگا اور اگر اُس نے موسیٰ کی زندگی میں اُس کو رد کر دیا پس اگر اس طرح رد کیا کہ موسیٰ کو معلوم ہو گیا تو رد کرنا صحیح ہے اور اگر اس طرح رد کیا کہ اُس کو معلوم نہ ہوا تو رد کرنا صحیح نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ زید کو ایک شخص نے وصی مقرر کیا اور اختیار دیا کہ جب چاہے وصی ہونے سے نکل جائے تو یہ جائز ہے اور

اُس کو اختیار ہوگا کہ جب اور جس وقت چاہے وصی ہونے سے الگ ہو جائے یہ خزانہ المقتنین میں ہے۔ ایک شخص کو وصیت کی اُس نے کہا کہ میں قبول نہیں کرتا ہوں پھر موصی خاموش رہا یہاں تک کہ مر گیا پھر موصی علیہ نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو قبول صحیح نہیں ہے۔ اور اگر وصی نے اُس کے منہ پر یہ نہ کہا کہ میں نہیں قبول کرتا ہوں بلکہ سکوت کیا پھر موصی کی زندگی میں اُس کے پیٹھ پیچھے یا اُس کی موت کے بعد ایک جماعت کے سامنے یہ کہا کہ میں نے قبول کیا تو یہ جائز ہے اور وہ وصی ہو جائے گا خواہ یہ قاضی کے سامنے کہا یا قاضی کے سامنے نہ ہو اور اگر اُس کے اس کہنے کے وقت کہ میں قبول نہیں کرتا ہوں اُس کو خارج کر دیا ہو پھر اُس نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو قبول صحیح نہ ہوگا اور اگر اُس نے موصی کی پیٹھ پیچھے کہا کہ میں نہیں قبول کرتا ہوں اور اس پیغام کے واسطے ایک ایلیچی بھیج دیا یا خط بھیج دیا حتیٰ کہ موصی کو اس کی خبر پہنچ گئی پھر اُس نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو قبول صحیح نہ ہوگا اور اگر وصی نے موصی کے روبرو وصیت قبول کی پھر جب وصی غائب ہو گیا تو موصی نے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ میں نے اُس کو وصی ہونے سے خارج کر دیا تو حسن نے امام ابو حنیفہ سے روایت کی ہے کہ اُس کا نکال دینا صحیح ہے اور اگر وصی نے موصی کی پیٹھ پیچھے یعنی بغیر اُس کی آگاہی کے وصایت رد کر دی تو ہمارے نزدیک اُس کا رد کرنا باطل ہے اور اگر زید نے عمرو کو وصی مقرر کیا اور عمرو کو یہ حال معلوم نہ ہوا پھر عمرو نے زید کی موت کے بعد اُس کے ترکہ میں سے کوئی چیز فروخت کی تو اُس کی بیع جائز ہوگی اور وصی ہونا اُس کو لازم ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص نے زید و عمرو دونوں کو وصی کیا پس زید نے وصایت قبول کی اور عمرو نے سکوت کیا پھر موصی کی موت کے بعد قبول کرنے والے نے ساکت سے کہا کہ میت کے واسطے کفن خرید کر اُس نے کہا کہ اچھا تو یہ قبول وصیت ہے۔ اسی طرح اگر سکوت کرنے والا قبول کرنے والے کا خادم ہو لیکن وہ آزاد ہو اُس کے پاس کام کیا کرتا ہو اور قبول کرنے والے نے اُس سے کہا کہ میت کے واسطے کفن خرید کر اُس نے کہا کہ اچھا یا خرید کیا تو یہ قبول وصایت ہے یہ خزانہ المقتنین میں ہے۔ کرنی نے فرمایا کہ اگر وصی نے وصایت قبول کی یا بعد موت کے تصرف کیا پھر چاہا کہ اپنے آپ کو وصی ہونے سے خارج کرے تو جائز نہیں ہے الا حاکم کے نزدیک جا کر اُس کے حکم سے خارج ہو سکتا ہے اور مشائخؒ نے فرمایا ہے کہ جب وصی نے التزام کر لیا پھر قاضی کے پاس حاضر ہو کر اپنے آپ کو خارج کرنا چاہا تو حاکم اُس کے حال کو دیکھے گا اگر وہ امین و انجام دہی کار پر قادر ہو تو خارج نہ کرے گا اور اگر حاکم کو اُس کا بجز و کفالت اشغال و کم فرصتی ثابت ہو تو خارج کرے گا یہ سراج الوہاج میں ہے فرمایا کہ اگر کسی نے اپنے غلام کو یا غیر کے غلام کو وصی کیا تو اس میں تین صورتیں ہیں اول آنکہ سب وارث بالغ ہوں دوم آنکہ بالغ و نابالغ دونوں ہوں سوم آنکہ سب نابالغ ہوں پس اگر اول و دوم صورت ہو تو وصیت باطل ہے ایسا ہی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جامع صغیر و اصل میں ذکر کیا ہے اور باطل کہنے سے یہ مراد ہے کہ عنقریب وہ باطل کر دی جائے گی حتیٰ کہ اگر باطل کئے جانے سے پہلے اُس نے ترکہ میں مانند بیع وغیرہ کے کوئی تصرف کیا تو اُس کا تصرف نافذ ہوگا اور اُس کا عہدہ وارثوں کے ذمہ ہوگا اور اگر تیسری صورت ہو پس اگر غیر کے غلام کو وصی کیا ہو تو وصیت باطل ہے اور اگر اپنے غلام کو وصی کیا ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک وصیت جائز ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ باطل ہے اور باطل سے وہی مراد ہے جو ہم نے بیان کر دی ہے اور امام محمد کا قول اس مسئلہ میں مضطرب ہے بعض روایات میں وہ امام ابو حنیفہ کے ساتھ مذکور ہیں اور بعض امام ابو یوسف کے ساتھ مذکور ہیں یہ محیط میں ہے۔

اگر اپنے مکاتب کو وصی مقرر کیا تو جائز ہے خواہ وارث بالغ ہوں یا نابالغ ہوں پس اگر مکاتب مذکور مال کتابت ادا کر کے

آزاد ہو گیا تو برابر وصی رہے گا اور اگر عاجز ہو کر رقیق ہو گیا تو اُس کا حکم وہی ہے جو غلام مذکور ہوا ہے اور اگر ایسے غلام کو وصی مقرر کیا جو سعایت کرتا ہے تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بھی جائز ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر فاسق کو وصی مقرر کیا جس کی طرف سے وصی کے مال تباہ کرنے کا خوف ہے تو اصل میں مذکور ہے کہ وصیت باطل ہے یعنی قاضی اُس کو وصی ہونے سے خارج کر دے گا اور حسن نے امام اعظمؒ سے روایت کی ہے کہ اگر فاسق کو وصی مقرر کیا تو قاضی کو چاہئے کہ اُس کو خارج کر کے بجائے اُس کے دوسرا وصی مقرر کر دے درحالیکہ فاسق ایسا شخص ہو جو وصی ہونے کے لائق نہیں ہے اور اگر قاضی نے وصیت کو نافذ کیا اور اس وصی نے قرضہ میت ادا کیا اور اُس کا ترکہ اس طرح فروخت کیا جیسا وصی لوگ فروخت کرتے ہیں قبل اس کے کہ قاضی اُس کو وصی ہونے سے خارج کرے تو جو کچھ اُس نے کیا ہے سب جائز ہوگا اور اگر قاضی نے اُس کو خارج نہ کیا یہاں تک کہ اُس نے فسق سے توبہ کر لی اور صالح ہو گیا تو قاضی اُس کو بر حال خود وصی چھوڑ دے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر قاضی کو معلوم نہ ہوا کہ میت کا کوئی وصی ہے پس اُس نے وصی کے سامنے دوسرا وصی مقرر کیا پس وصی اول نے کام میں مداخلت کی تو اُس کو اختیار ہوگا اور قاضی کا یہ فعل اُس کو وصیت سے خارج کرنا شمار نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر قاضی کو میت کا وصی مقرر کرنا معلوم نہ ہوا پس اُس نے وصی کی غیبت میں دوسرا آدمی وصی مقرر کیا تو وصی وہی میت کا وصی ہوگا نہ وصی قاضی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر مسلمان نے کسی حربی مستامن یا غیر مستامن کو وصی مقرر کیا تو یہ باطل ہے یعنی قاضی اُس کے وصی ہونے کو باطل کر دے گا اس واسطے کہ اگر مسلمان نے ذمی کو وصی مقرر کیا تو قاضی اُس کو باطل کرے گا تو یہ بدرجہ اولیٰ باطل کرنے کے لائق ہے۔ اور اگر ذمی نے حربی کو وصی مقرر کیا تو نہیں جائز ہے اس واسطے کہ ذمی کی نسبت حربی کی طرف اس معاملہ میں ویسی ہی ہے جیسے مسلمان کی ذمی کی طرف اور مسلمان نے اگر ذمی کو وصی کیا تو باطل ہی اسی طرح ذمی کا حربی کو وصی مقرر کرنا بھی باطل ہے اور اگر حربی ایسا شخص ہو جس کی طرف سے مال تلف کر ڈالنے کا خوف ہو تو قاضی اُس کو وصی ہونے سے خارج کر دے گا اور بجائے اُس کے دوسرا شخص عادل مقرر کرے گا اور اگر ذمی نے دوسرے ذمی کو وصی مقرر کیا تو جائز ہے اور قاضی اُس کو وصی ہونے سے خارج نہ کرے گا اور اگر حربی دارالاسلام میں امان لے کر آیا اور اُس نے کسی مسلمان کو وصی مقرر کیا تو جائز ہے اور وہ خارج نہ کیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر مسلمان نے کسی حربی کو وصی مقرر کیا پھر وہ مسلمان ہو گیا تو اپنے حال پر وصی رہے گا اسی طرح اگر کسی مرتد کو وصی مقرر کیا پھر وہ مسلمان ہو گیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ایک عاقل کو مقرر کیا پھر وہ مجنون ہو گیا اور اُس کا جنون مطبق ہے تو قاضی کو چاہئے کہ اُس کی جگہ دوسرا شخص وصی مقرر کر دے اور اگر ہنوز قاضی نے ایسا نہ کیا یہاں تک کہ وہ اچھا ہو گیا تو بر حال خود وصی رہے گا اور اگر طفل یا معتوہ کو یا ایسے مجنون کو جس کا جنون مطبق ہے وصی مقرر کیا تو جائز نہیں ہے خواہ مجنون مذکور کو اس کے بعد افاقہ ہو جائے یا نہ ہو۔ اور اگر مرتد نے اپنے فرزند نابالغ مسلمان کا مال فروخت کیا پھر مرتد مذکور مسلمان ہو گیا تو ابن رستم نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ اس کی بیع جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کسی مرد نے عورت یا اندھے کو وصی مقرر کیا تو جائز ہے اسی طرح اگر ایسے شخص کو جو تہمت لگانے میں شرعی حد مارا گیا ہے وصی کیا تو بھی جائز ہے اور اگر طفل کو وصی مقرر کیا تو قاضی اُس کو خارج کر دے گا اور بجائے اس کے دوسرا وصی مقرر کر دے گا ایسا ہی خصافؒ نے ذکر فرمایا ہے اور آیا طفل کے تصرفات قبل اُس کے خارج کئے جانے کے مثل غلام و ذمی کے تصرفات کے نافذ ہوں گے یا نہیں سو اس میں مشائخؒ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ نافذ ہوں گے اور بعض نے فرمایا کہ

۱۔ یعنی سعایت کرتا ہے تاکہ کمائی دے کر آزاد ہو جائے یعنی جس پر سعایت لازم ہے درواقع وہ آزاد ہے علی اختلاف فی ذلک فانہم ۱۲۱

۲۔ وہ کافر حربی جو دارالحرب سے دارالاسلام میں امان لے کر ایک مدت معینہ کے واسطے داخل ہوا

نہیں نافذ ہوں گے اور یہی صحیح ہے اور فرمایا کہ اگر طفل غلام و ذمی کو قاضی نے ہنوز وصایت سے خارج نہ کیا ہو کہ طفل بالغ ہو گیا اور غلام آزاد کیا گیا و ذمی مسلمان ہو گیا تو ذمی و غلام و وصی باقی رہیں گے اور پھر قاضی اُن کو وصی ہونے سے خارج نہ کرے گا اور رہا طفل تو اُس کے حق میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ وصی نہ ہوگا اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ وصی ہوگا اور امام محمدؒ کا قول مثل قول ابو یوسفؒ کے ہے اور نوادر ابراہیم میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر زید کو وصی مقرر کیا اور کہا کہ اگر تو مر جائے تو تیرے بعد عمرو وصی ہو گا پس زید کو جنون مطبق ہو گیا تو قاضی بجائے اُس کے دوسرا وصی مقرر کرے گا یہاں تک کہ مجنون مذکور مر جائے پھر عمرو وصی ہو جائے گا۔ اور ابن سماعہ نے اپنی نوادر میں امام محمدؒ سے روایت کی کہ اگر ایک شخص نے اپنے طفل نابالغ کو وصی مقرر کیا تو فرمایا کہ قاضی بجائے اُس کے دوسرا وصی مقرر کرے گا مگر حکم میت جائز ہے لہذا جب وہ طفل بالغ ہو جائے گا تو جائز ہوگا کہ قاضی اپنے مقرر کردہ وصی کو خارج کر دے اور بدون اخراج قاضی کے وہ خارج نہ ہو جائے گا یہ محیط میں ہے اور اگر ایسے شخص کو وصی مقرر کیا جو کارہائے وصیت کے انجام دینے سے عاجز ہے تو قاضی اُس کے ساتھ دوسرا مدگار مقرر کر دے گا اور اگر وصی نے قاضی کے پاس جا کر اپنی عاجزی کی شکایت کی تو قاضی اُس کی درخواست کو منظور نہ کرے گا جب تک کہ تحقیق کر کے اس حال کو معلوم نہ کرے پھر اگر قاضی کے نزدیک ثابت ہو کہ وہ بالکل عاجز ہے تو اُس کو موقوف کر کے دوسرا وصی مقرر کر دے گا اور اگر وہ شخص کارہائے وصیت کی انجام دہی پر قادر ہو اور مرد امین ہو تو قاضی کو اس کے موقوف کرنے کا اختیار نہیں ہے اسی طرح اگر وارثوں نے یا بعض وارثوں نے قاضی کے پاس وصی کی شکایت کی تو بھی قاضی کو اُس کا موقوف کرنا نہ چاہئے یہاں تک کہ قاضی کو اُس کی کوئی خیانت ثابت ہو جائے پھر اگر اُس کی کوئی خیانت ثابت ہو تو اُس کو معزول کر دے یہ کافی میں ہے۔

قاضی کے نزدیک اگر وصی متہم ہو تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ قاضی اُس کو موقوف نہ کرے گا بلکہ اُس کے ساتھ دوسرا آدمی مقرر کر دے گا اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ معزول کر دے گا اور یہی ظاہر ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ فتاویٰ فضلی میں ہے کہ ایک شخص جو مال وقف یا ترکہ میت کے واسطے وصی مقرر ہے کارہائے ترکہ میت یا امورات وقف کے انجام دینے سے عاجز ہو اپس حاکم نے دوسرا وصی مقرر کیا پھر وصی اول نے بعد چند روز کے کہا کہ جو کام میرے سپرد کیا گیا تھا اب میں اُس کی انجام دہی پر قادر ہو گیا ہوں پس آیا قاضی اُس کو دوبارہ اپنی حالت سابق پر پہنچائے گا فرمایا کہ وہ اپنی حالت پر بدستور وصی ہے اُس کو قاضی کی طرف سے دوبارہ مقرر کرنے کی ضرورت نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دو آدمیوں کو وصی مقرر کیا تو امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ نے فرمایا کہ دونوں میں سے ایک وصی تنہا تصرف نہیں کر سکتا ہے اور اگر تصرف کیا تو بدون اجازت دوسرے کے نافذ نہ ہوگا لیکن چند چیزوں میں تنہا ایک کا تصرف نافذ ہوگا ازان جملہ تجہیز و تکفین میت و ادائے قرضہ و میت بشرطیکہ ترکہ از جنس قرضہ ہو اور مال عین کی وصیت میت کا نافذ کرنا جب کہ وصیت بعین ہو اور ثواب کی راہ سے بردہ آزاد کرنا اور سالہائے مغصوبہ و ودائع کا واپس دینا اور میت کا قرضہ دوسرے سے وصول کرنا یا میت کی ودیعت سے کسی سے وصول کرنا ان میں تنہا ایک وصی قبضہ نہیں کر سکتا ہے اس واسطے کہ یہ از باب امانت ہے اور میت کے حقوق جو لوگوں پاس یا اُن پر ہیں اُن کی نالش تنہا ایک وصی کر سکتا ہے اور تنہا ایک وصی کو اختیار ہے کہ صغیر کی طرف سے اُس کا ہبہ قبول کر لے یا کیلی دوزنی چیز تقسیم کر لے یا صغیر کو کسی کام کی اجازت دے دے اور نیز ایسی چیز کہ جس کے تباہ و تلف ہو جانے کا خوف ہے وہ ذخیرہ نہیں رکھی جاتی ہے تنہا فروخت کر سکتا ہے جیسے ساگ پات وغیرہ۔ اور اگر میت نے وصیت کی کہ میرے مال سے اس اس قدر صدقہ کر دیا جائے اور کسی فقیر کو معین نہ کیا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک تنہا ایک وصی اس کو نہیں کر سکتا ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کر سکتا ہے اور اگر کسی فقیر کو معین کر دیا ہو تو بالاتفاق تنہا اس کو ایک وصی نافذ کر سکتا ہے اور اگر

مساکین کے واسطے کسی چیز کی وصیت کی اور مساکین کو معین نہ کیا تو بھی ایسا ہی اختلاف ہے کہ امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ کے نزدیک تنہا نہیں دے سکتا ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تنہا دے سکتا ہے اور اگر مسکین کو معین کر دیا تو بالاتفاق تنہا دے سکتا ہے۔ یہ سب اُس صورت میں ہے کہ ایک ہی کلام میں ایک ساتھ دونوں کو وصی مقرر کیا ہو اور اگر ایک کو پہلے مقرر کیا پھر دوسرے کو مقرر کیا تو شمس الائمہ طوائی نے فرمایا کہ اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ ایسی صورت میں ہر ایک تنہا تصرف کا مختار ہے اور بعض نے فرمایا کہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک بہر حال ایک کو تنہا تصرف کا اختیار نہیں ہے اور اسی کو شمس الائمہ سرخسی نے اختیار کیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر دو آدمیوں کو وصی مقرر کیا اور کہا کہ ہر ایک ان دونوں میں سے پورا وصی ہے تو ہر ایک کو تنہا تصرف کا اختیار ہے یہ خزانة المفتیین میں ہے ایک شخص نے ایک کو خاص ایک شے کا وصی مقرر کیا مثلاً اُس کو اپنے قرضہ کے تصرفات کا جو لوگوں پر آتا ہے وصی مقرر کیا اور دوسرے کو دوسرے نوع کا وصی کیا مثلاً کہا کہ جو مجھ پر قرضہ ہے اُس کے ادا کرنے کا تو وصی ہے اور تیسرے سے کہا کہ میں نے تجھ کو اپنے مال کے کاموں کی پرداخت کا وصی مقرر کیا یا ایک سے کہا کہ میں نے تجھے اپنے قرضہ کے تقاضے کا وصی مقرر کیا اور اُس کے سوائے اُس کو کچھ وصیت نہیں کی اور فلاں دوسرے کو اپنے تمام مال کی پرداخت کا وصی مقرر کیا تو ہر ایک وصی امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تمام انواع کے واسطے وہ وصی ہو جائے گا گویا اُس نے دونوں کو وصی مقرر کر دیا ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک جس کو میں امر کی وصیت کی ہے اُسی کے کام کے واسطے وہ وصی ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر زید کو اپنے ایک پسر پر وصی مقرر کیا اور عمر کو دوسرے پسر پر وصی مقرر کیا یا ایک کو اپنے مال حاضر پر وصی کیا اور دوسرے کو مال غائب پر وصی کیا پس اگر شرط لگا دی کہ جس کام کے واسطے ایک وصی ہے اُس میں دوسرے کو کچھ اختیار نہیں ہے۔ تو بالاتفاق اُس کی شرط کے موافق حکم ہوگا اور اگر ایسی شرط نہ لگائی ہو تو مسئلہ میں اختلاف مذکور جاری ہوگا اور فتویٰ امام ابو حنیفہؒ کے قول پر ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک شخص نے دو آدمیوں کو وصی مقرر کیا پھر ایک مر گیا تو بنا بر قول امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے زندہ کو اُس کے مال میں تصرف کا اختیار نہ ہوگا پس یہ مقدمہ قاضی کے پاس پیش کیا جائے گا پس اگر قاضی کی رائے میں آیا کہ اس کو تنہا وصی کر کے تمام اختیار دے دے تو ایسا کرے گا اور اگر بجائے میت کے اس کے ساتھ دوسرا آدمی مقرر کرنا مصلحت معلوم ہو تو ایسا کرے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جس طرح اُس کی زندگی میں دوسرے کو تنہا تصرف کا اختیار تھا اُسی طرح اُس کے مرجانے کے بعد بھی دوسرے کو تنہا تصرف کا اختیار رہے گا اور یہاں تین مسائل ہیں ایک تو یہی ہے اور دوسرا یہ کہ ایک شخص نے دو آدمیوں کو وصی مقرر کیا پھر مر گیا پھر دونوں میں سے ایک نے وصیت قبول کی دوسرے نے قبول نہ کی یا وصی کی موت سے پہلے ایک وصی مر گیا اور دوسرے نے وصی ہونا قبول کیا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک قبول کرنے والے کو تنہا تصرف کا اختیار نہ ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہوگا سوم آنکہ دو شخصوں کو وصی مقرر کیا پھر ان میں سے ایک فاسق ہو گیا تو قاضی کو اختیار ہے چاہے دوسرے کو تمام مختار کر دے اور چاہے فاسق کے بجائے دوسرا عادل مقرر کر کے اُس کے ساتھ کر دے پھر قبل حکم قاضی کے جو وصی صالح رہا اُس کو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک تنہا تصرف کا اختیار نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تنہا تصرف کا اختیار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص ایک قوم کے ساتھ سفر میں مر گیا تو فرمایا کہ استخسانا وہ لوگ اُس کی متاع و کپڑوں کو فروخت کر دیں اور اُس کے رقیقوں کو فروخت نہ کریں اور ان رقیقوں کے نفقہ میں مال میت خرچ نہ کریں لیکن اگر رقیقوں کے پاس اُن کے مولیٰ کا اناج ہو یا وہ مولیٰ کے دراہم لیتا ہو تو رقیق خود ہی کھائے یہ نہ ہو کہ یہ لوگ اُس کو دے دیں اسی طرح اگر دراہم ہوں تو رقیق خود ہی لے کر کھائے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص مر گیا اور لوگوں پر اُس

کے قرضے ہیں اور اُس پر لوگوں کے بھی قرضہ ہیں اور اُس نے بہت مال اور وارث چھوڑے پھر ایک شخص نے دو گواہ قائم کئے کہ میت نے مجھے اور فلاں غائب کو وصی مقرر کیا ہے تو قاضی اس کی گواہی قبول کرے گا اس واسطے کہ اس شخص نے اپنے حق پر گواہ قائم کئے ہیں اور اُس کا حق متصل بحق غائب ہے پس وہ غائب کی طرف سے خصم ہو سکتا ہے پس دونوں وصی ہو جائیں گے پھر امام اعظم و امام محمد کے نزدیک جب تک غائب حاضر نہ ہو تب تک سوائے ان تصرفات کے جن کو تنہا ایک وصی کر سکتا ہے باقی تصرفات میں اس کو تنہا تصرف کا اختیار نہ ہوگا۔ پھر اگر اُس کے بعد غائب حاضر ہوا اور اُس نے حاضر کی تصدیق کی اور دعویٰ کیا کہ میت نے ہم دونوں کو وصی مقرر کیا تھا تو اُس کو دوبارہ گواہ لانے کی کوئی حاجت نہ ہوگی اور دونوں وصی ہو جائیں گے اور امام ابو یوسف کے نزدیک غائب جو حاضر ہوا ہے جب تک دوبارہ گواہ پیش نہ کرے تب تک وصی نہ ہوگا اور اگر غائب نے حاضر ہو کر اپنے وصی مقرر کئے جانے سے انکار کیا تو قاضی کو اختیار ہے کہ اول کو تنہا وصی کر دے یا اُس کے ساتھ دوسرا مقرر کر دے ایک شخص نے دو آدمیوں کو وصی مقرر کیا تو دونوں میں سے کسی کو اختیار نہیں ہے کہ مال یتیم میں سے کوئی چیز دوسرے وصی سے خرید کرے اسی طرح اگر دونوں دو یتیموں کے وصی ہوں تو یہ اختیار نہیں ہے کہ ایک یتیم کے مال سے کوئی چیز دوسرے یتیم کے واسطے دوسرے وصی سے خریدے۔ ایک شخص مر گیا اور اُسے دو آدمیوں کو وصی مقرر کیا پھر زید نے آ کر میت پر اپنے قرضہ کا دعویٰ پس دونوں وصیوں نے بلا حجت اس کا قرضہ ادا کو دیا پھر دونوں نے قاضی کے پاس زید کے قرضہ کی گواہی دی تو قاضی ان کی گواہی قبول نہ کرے گا اور جو کچھ دونوں نے زید کو دیا ہے قرض خواہان میت کے لیے دونوں اس کے ضامن ہوں گے اور اگر پہلے دونوں نے زید کے واسطے اُس کے قرضہ کی گواہی دی پھر قاضی نے دونوں کو قرضہ ادا کرنے کے واسطے حکم دیا تو ان پر پھر ضمان واجب نہ ہوگی اسی طرح اگر دو وارثوں نے میت پر قرضہ کی گواہی دی تو قبل اس کے کہ دونوں وارث اُس کے ترکہ سے قرضہ ادا کریں دونوں کی گواہی جائز ہوگی اور اگر قرضہ دے کر پھر گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی میت کے وصی نے اگر قرضہ میت بعد گواہوں کے گواہی دینے کے ادا کیا ہے تو جائز ہے اور کوئی اس سے تاوان نہیں لے سکتا ہے اور اگر بغیر حکم قاضی کے کسی کا قرضہ میت کی طرف سے اُس کو دے دیا تو قرض خواہان میت کے واسطے اُس کا ضامن ہوگا اور بحکم قاضی بعض کا قرضہ دے دیا تو ضامن نہ ہوگا اور دوسرا قرض خواہ اول کے مقبوضہ میں شریک کیا جائے گا۔ ایک شخص نے زید و عمرو کو وصی مقرر کیا پھر زید مر گیا اور اُس نے عمرو کو اپنی طرف سے وصیت کر دی تو یہ جائز ہے اور عمرو کو اختیار ہوگا کہ تنہا تصرف کرے اس واسطے کہ اگر تنہا ایک باجائز دوسرے کے اُس کی زندگی میں تصرف کرتا تو جائز تھا۔ اسی طرح بعد موت کے بھی اُس کی اجازت سے تنہا تصرف جائز ہے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ نہیں جائز ہے مگر اول ہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

وصی کو اپنی موت کے وقت اختیار ہے کہ دوسرے کو بجائے خویش وصی مقرر کر دے اگرچہ وصی نے اُس کو اختیار نہ دیا ہو کہ دوسرا وصی مقرر کرے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے وصی مقرر کیا پھر مر گیا اور اُس کے پاس ایک شخص کی ودیعتیں ہیں پھر میت کے گھر میں سے ایک وصی نے بدون اجازت دوسرے وصی کے یا کسی وارث نے بدون اجازت وارثوں کے ان ودیعتوں پر قبضہ کر لیا اور یہ مال اُس کے پاس تلف ہو گیا تو اُس پر ضمان واجب نہ ہوگی اور اگر میت پر قرضہ نہ ہوا اور دونوں وصی میں سے ایک نے اُس کے ترکہ پر قبضہ کیا اور اُس کے پاس تلف ہو گیا تو کچھ ضامن نہ ہوگا اور اگر کسی وارث نے قبضہ کیا ہو تو باقی وارثوں کے حصہ کا ضامن ہوگا لیکن اگر مال ترکہ ایسے موقع پر پڑا ہو جہاں سے تلف ہو جانے کا خوف ہو اور وارث نے اُس کو قبضہ میں کر لیا تو تلف ہو جانے سے استحساناً ضامن نہ ہوگا اور اگر میت پر قرضہ محیط ہو اور کسی شخص کے پاس اُس کی ودیعت ہو اور مستودع نے مال ودیعت اُس کے

وارث کو دیا اور وہ وارث کے پاس تلف ہو گیا تو قرض خواہ کو اختیار ہوگا چاہے مستودع سے ضمان لے یا وارث سے اور یہ مثل میت کے گھر سے اُس کا ترکہ لے لینے کے نہیں ہے اور اگر میت کا مال غاصب کے قبضہ میں ہو تو ہر دو وصی اُس کو مستودع و غاصب سے نہیں لے سکتے ہیں لیکن اگر وارثوں میں سے کوئی شخص ثقہ ہو تو غصب کی صورت میں غاصب سے قاضی لے کر وارث کو دے دے گا اور ودیعت کی صورت میں مستودع کے پاس چھوڑ دیا جائے گا۔ دونوں وصی میں سے ایک نے میت کا جنازہ قبر تک لے جانے کے واسطے دو مزدور کئے اور دوسرا حاضر ہے مگر خاموش ہے یا وارثوں میں سے کسی نے ہر دو وصی کے سامنے ایسا کیا اور دونوں وصی خاموش رہے تو یہ جائز ہے اور یہ بھی خرچہ تمام ترکہ سے ہوگا اور یہ بمنزلہ خرید کفن کے ہے اور اگر میت نے وصیت کی ہو کہ جنازہ اٹھانے سے پہلے فقیروں پر گےہوں تصدق کئے جائیں اور اس کو ایک وصی^(۱) نے کہا کہ تو فقیہ ابو بکر نے فرمایا کہ اگر گےہوں ترکہ میں موجود ہوں تو دینا جائز ہوگا اور دوسرے وصی کو اس سے ممانعت کا اختیار نہ ہوگا اور اگر گےہوں ترکہ میں نہ ہوں پھر ایک وصی نے گےہوں خرید کر صدقہ کئے تو یہ صدقہ اُسی کی طرف سے ہوگا اور فقیہ ابو بکر نے فرمایا کہ میں اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ و امام محمد کا قول اختیار کرتا ہوں اور ناطقی نے ذکر کیا کہ اگر ترکہ میں کھانا و کپڑا ہو اور ایک وصی نے اس کو یتیم کو دے دیا تو جائز ہے اور اگر ترکہ میں نہ ہو تو کوئی وصی بدون دوسرے وصی حاضر کی اجازت کے تنہا نہیں خرید سکتا ہے اور اگر میت نے دو آدمیوں کو وصی مقرر کیا اور میت نے اپنی زندگی میں کوئی غلام فروخت کیا تھا پھر مشتری نے اُس میں عیب پا کر ہر دو وصی کو واپس دیا تو دونوں میں سے ایک کو یہ اختیار ہوگا کہ اُس کا ثمن اُس کو واپس دے دے اور دونوں میں سے ایک کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ تنہا بیع کو مشتری سے لے کر قبضہ کرے اور جس وصی کے قبضہ میں جو کچھ ترکہ میت سے آیا ہے اُس کو تنہا یہ اختیار ہے کہ کسی کے پاس ودیعت رکھے اور اگر میت نے ایک غلام خرید کر آزاد کرنے کی وصیت کی تو تنہا ایک کو غلام خریدنے کا اختیار نہیں ہے اور بعد دونوں کے خریدنے کے تنہا ایک اُس کو آزاد کر سکتا ہے ایک شخص نے دو آدمیوں کو وصی مقرر کیا اور کہا کہ تم دونوں میرا تہائی مال جہاں چاہو اور جس پر چاہو خرچ کر دینا پھر ایک وصی مر گیا تو ابن مقاتل نے فرمایا کہ وصیت باطل ہو جائے گی اور تہائی مذکور وارثوں کو واپس ملے گی اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال واسطے مساکین کے ہے۔ پھر دونوں وصیتوں سے جس طرح ہم نے بیان کیا ہے کہا پھر ایک وصی مر گیا تو فرمایا کہ قاضی دوسرا وصی مقرر کرے گا اور اگر چاہے تو دونوں میں سے باقی کو حکم دے دے کہ تنہا تقسیم کر دے اور امام ابو یوسف کے دوسرے قول میں باقی کو تنہا تقسیم کا اختیار ہے۔ ایک دیوار دو نابالغوں کے درمیان مشترک ہے اور دونوں کا اُس پر دھنیاں وغیرہ بار لدا ہوا ہے جس سے اُس کے گر جانے کا خوف ہے اور ہر نابالغ کا ایک وصی ہے پھر دونوں وصیتوں میں سے ایک وصی نے دیوار کی مرمت کا مطالبہ کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو امام ابو بکر نے فرمایا کہ قاضی اپنے امین کو بھیج کر دریافت کرے گا اگر معلوم ہوا کہ چھوڑ رکھنے میں دونوں کا ضرر ہے تو انکار کرنے والے پر جبر کیا جائے گا کہ دوسرے کے ساتھ مرمت کرادے۔ ایک شخص نے دو آدمیوں کو وصی مقرر کر کے کہا کہ میرے تہائی مال سے ایک غلام اس قدر درموں کو خرید کرو اور ہر دو وصی میں سے ایک کے پاس ایک غلام ہے جس کی قیمت اس مقدار سے جو مو وصی نے بیان کی ہے زائد ہے پھر دوسرے وصی نے چاہا کہ میث نے جو مقدار بیان کی ہے اُسے کو یہ غلام خریدے تو شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ اگر مو وصی نے ہر ایک وصی کو یہ کام تفویض کر دیا ہو تو اس وصی کا دوسرے وصی سے یہ غلام خریدنا جائز ہوگا اور اگر ایسا نہ کرے بلکہ وصی نے کسی دوسرے کے ہاتھ یہ غلام فروخت کر کے اُس مشتری اجنبی کے سپرد کر دیا پھر دونوں اُس اجنبی سے میت کے واسطے خرید لیں تو یہ اصبوب ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک

۱۔ قولہ وصی کے قبضہ میں مترجم کہتا ہے کہ اس مقام پر یوں ہی مذکور ہے اور حق یہ کہ ان دونوں میں ایک کو دوسرے سے ایذا جائز ہے ۱۲۱۲
(۱) کہ ایک بھی اس کو کر سکتا ہے دوسرے کے اجازت کی ضرورت نہیں ہے ۲

شخص نے وصی مقرر کر کے کہا کہ میرا تہائی مال جہاں تجھے اچھا معلوم ہو خرچ کر دینا تو اُس کو اختیار ہوگا چاہے اپنی ذات کے واسطے رکھ لے اسی طرح اگر موصی نے صریح بیان کر دیا کہ اپنے واسطے خرچ کرے تو بھی جائز ہے اور اگر کہا کہ جس کو تیرا جی چاہے عطا کرنا تو اپنے آپ کو نہیں عطا کر سکتا ہے اس واسطے کہ عطا کرنا متحقق نہیں ہوتا ہے بدون اُس کے کہ کوئی اُس کو لے لے پس لینا و دینا ایک ہی آدمی سے متحقق نہ ہوگا یہ محیط سرخی میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو وصی کیا اور کہا کہ فلاں شخص کی آگاہی کے ساتھ کام کرنا تو وصی کو اختیار ہوگا کہ بدون آگاہی فلاں کے کام نہ کرنا تو اُس کو بدون آگاہی فلاں کے کام کرنا روا نہیں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اگر ایک شخص کو وصی کر کے کہا کہ فلاں شخص کی رائے پر کام کرنا تو اس صورت میں وصی وہی ہے جس کو وصی کیا ہے اور اگر کہا کہ بدون رائے فلاں کے کام نہ کرنا تو مختار مذہب کے واسطے دونوں وصی ہو جائیں گے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ شیخ ابونصر نے فرمایا کہ اگر موصی نے کہا کہ اس میں فلاں کے حکم سے کام کرنا تو وصی وہی رہے گا جس کو وصی کیا ہے اور اگر کہا کہ بدون حکم فلاں کے کام نہ کرنا تو وہ دونوں وصی ہو جائیں گے اور یہی ہمارے اصحاب کے قول کے ساتھ شبہ ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے وارث کو وصی کیا تو جائز ہے پھر اگر یہ وصی اپنے مورث کی موت کے بعد مر گیا اور زید کو وصی مقرر کیا پس اگر یوں کہا کہ میں نے تجھ کو اپنے مال کا اور مال میت اول کا جس کا میں وصی ہوں وصی مقرر کیا تو زید دونوں ترکوں کا وصی ہو جائے گا اور اگر اُس نے زید سے فقط یہ کہا کہ میں نے تجھ کو وصی مقرر کیا تو بھی ہمارے نزدیک زید دونوں ترکوں کا وصی ہوگا اور اگر اس نے زید سے کہا کہ میں نے تجھ کو دونوں ترکوں کا وصی مقرر کیا تو امام اعظم سے روایت ہے کہ دونوں ترکوں کا وصی ہوگا اور صاحبین نے فرمایا کہ فقط میت دوم کے ترکہ کا وصی ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کو وصی مقرر کیا پھر بکر نے زید کو وصی مقرر کیا پھر بکر مر گیا تو زید اُس کا وصی ہوگا پھر اگر زید مر اور اُس نے دوسری وصیت نہ کی تو عمرو ان دونوں یعنی زید و بکر کا وصی ہوگا یہ شرح طحاوی میں ہے۔ ایک شخص نے ایک جماعت کو خطاب کر کے فرمایا کہ میرے مرنے کے بعد ایسا کرو پس اگر سب نے قبول کیا تو سب وصی ہو جائیں گے۔ اور اگر سب خاموش رہے یہاں تک کہ موصی مر گیا پھر بعض نے قبول کیا پس اگر دو یا تین نے قبول کیا تو وصی ہو جائیں گے اور ان کے تصرفات نافذ ہوں گے اور اگر ایک نے قبول کیا تو وہ بھی وصی ہو جائے گا لیکن اُس کا تصرف نافذ نہ ہوگا یہاں تک کہ حاکم کی طرف رجوع کیا جائے گا پس حاکم کو اختیار ہوگا چاہے اُس کے ساتھ دوسرا شخص مقرر کر دے یا اسی کو بالکل اختیار دے دے۔ ایک شخص نے زید کو وصی کیا اور عمرو کو اس کا مشرف قرار دیا تو مال کا قابض وہی زید ہوگا اور عمرو وصی نہ ہوگا لیکن عمرو کے مشرف ہونے کا حاصل یہ ہوگا کہ زید کا کوئی تصرف بدون علم عمرو کے جائز نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔

اگر دو وصیوں نے باہم اختلاف کیا کہ مال کس کے پاس رہے گا پس اگر مال قابل تقسیم ہو تو دونوں تقسیم کر لیں گے اور ہر ایک کے پاس نصف مال رہے گا اور اگر مال قابل تقسیم نہ ہو تو مہابات کر لیں گے اور اگر دونوں اس امر پر راضی ہوئے کہ ایک شخص کے پاس سب مال و دیعت رکھیں یا دونوں میں سے ایک کے پاس رکھیں تو جائز ہے اور اگر دونوں آدمی قیموں کے وصی ہوں اور ایک نے مقاسمہ کر لیا تو امام اعظم و امام محمد کے نزدیک نہیں جائز ہے الا اُس صورت میں کہ دونوں حاضر ہوں یا ایک حاضر نے غائب کی اجازت سے ایسا کیا ہو اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور اگر دو وصیتوں میں سے ایک نے صغیر کے مال میں سے کوئی چیز فروخت کی تو امام اعظم و امام محمد کے نزدیک ہر حال میں جائز ہے اجور یہی حکم بٹائی کر لینے کا ہے اور اگر ایک عورت نے اپنے باپ اور اپنے شوہر کو اپنا وصی مقرر کیا اور آزاد کرنے اور صلہ وغیرہ کی چند وصیتیں کیں اور اُس نے زمین اور کپڑے اور زیور اور دودھ پیتے ہوئے بچے چھوڑے پس شوہر نے کاہ کہ میں اس کی وصیتیں اپنے خالص مال سے نافذ کئے دیتا ہوں اور کپڑے و زیور فروخت نہیں کروں گا

پس اگر شوہر نے دوسرے وصی یعنی باپ کی اجازت سے ان وصیتوں کو نافذ کیا پس جو وصیتیں صلہ ہوں یا ایسی ہوں کہ جن میں کسی چیز کے خریدنے کی صورت ہے اور شوہر نے اس شرط سے اُس کا نفاذ کیا کہ میں ترکہ سے واپس لوں گا تو یہ مال ترکہ پر قرضہ ہو جائے گا اور اگر اس شرط سے کیا کہ ترکہ سے واپس نہ لوں گا یہ فعل وصیت کا نفاذ نہ ہوگا اور وصیت ادا نہ ہوگی اور جس وصیت صدقہ میں خرید کی ضرورت نہ ہو تو اُس میں کسی وجہ سے وصیت جاری نہ ہوگی پس اگر شوہر نے پسند کیا کہ یہ مال عین اپنی اولاد کے واسطے باقی رکھے اور وصیت اپنے مال سے نافذ کر دے تو نابالغوں کو کچھ مال ہبہ کر دے پھر دونوں وصی اس مال میں سے بقدر وصیت کے کسی کے ہاتھ فروخت کر دیں گے پھر باپ ان نابالغوں کے واسطے اس مشتری سے بعد اُس کے سپرد کرنے کے برابر یا زیادہ ثمن پر اس کو خرید کرے گا پھر یہ مال بالغ کو دے کر دونوں وصی ثمن زمین وصول کر کے اُس سے وصیت کو نافذ کریں گے یہ محیط میں ہے۔ ایک وصی نے عقار کو بدین غرض فروخت کیا کہ اُس سے میت کا قرضہ ادا کرے حالانکہ اُس کے قبضہ میں اس قدر مال ہے جس سے ادائے قرضہ ہو سکتا ہے تو بھی یہ بیع جائز ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ باپ کا وصی نابالغ کے مال کا بٹوارہ کر سکتا ہے چاہے جو مال ہو خواہ مال منقول ہو یا عقار ہو اگرچہ تقسیم میں خفیف خسارہ ہو اور اگر تقسیم میں خسارہ بہت ہو تو اُس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ ایسے خسارہ کے ساتھ بٹائی کر دے اور ایسے مسائل میں اصل یہ ہے کہ جس کو کسی چیز کے فروخت کا اختیار ہے اُس کو اُس کے تقسیم کرانے کا بھی اختیار^(۱) ہے یہ محیط میں ہے اور وصی کو اختیار ہے کہ موصی لہ کے ساتھ مشترک مال وصیت میں بٹوارہ کرالے بشرطیکہ یہ مال عقار نہ ہو پھر جس قدر حصہ نابالغوں کے پر تے میں آئے وہ اپنے قبضہ میں رکھے گا اگرچہ وارثوں میں کوئی بالغ و غائب ہو اور اگر وصی نے وارثوں کے واسطے بٹائی کرائی اور ترکہ میں کسی شخص کے واسطے وصیت ہے اور موصی لہ غائب ہے تو وصی کی تقسیم موصی لہ غائب کے حق میں جائز نہ ہوگی اور موصی لہ کو اختیار ہوگا کہ وارثوں کے ساتھ شریک ہو جائے اور اگر سب وارث نابالغ ہوں اور وصی لہ کے ساتھ بٹائی کر کے اُس کو تہائی دے دی اور دو تہائی وارثوں کے واسطے رکھ چھوڑی تو جائز ہے حتیٰ کہ جو کچھ وصی کے قبضہ میں وارثوں کا مال ہے اگر وہ تلف ہو گیا تو وارث لوگ موصی لہ سے کچھ واپس نہیں لے سکتے ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر قاضی نے یتیم کے واسطے ہر شے کا مختار وصی مقرر کیا اور اُس نے یتیم کے واسطے حصہ بانٹ کر الیا خواہ عروض کا یا عقار کا تو جائز ہے۔ یہ اس وقت ہے کہ ہر شے کا وصی کیا ہو اور اگر نفقہ کا یا کسی شے معین کی حفاظت کا وصی کیا ہو تو اُس کی تقسیم جائز نہ ہوگی اور اگر وصی نے تہائی مال کے وصی لہ سے حصہ بانٹ کر الیا اور وارث لوگ نابالغ ہیں پس تہائی موصی لہ کو دے دی اور دو تہائی وارثوں کے واسطے لے لی تو صحیح ہے حتیٰ کہ اگر وارثوں کا حصہ وصی کے پاس تلف ہو جائے تو اس پر ضمان واجب نہ ہوگی اور اگر وارث سب بالغ ہوں یا بعض بالغ ہوں اور بالغ حاضر ہوں تو وصی کی تقسیم از جانب وارث بالغ خواہ عقار میں ہو یا منقول میں ہو باطل ہے لیکن اگر نصیب وارث بالغ وصی کے پاس تلف ہو گیا تو اُس پر ضمان واجب نہ ہوگی لیکن موصی لہ سے جو اُس نے لیا ہے اُس کا دو تہائی واپس لیں گے بشرطیکہ جو کچھ موصی لہ نے لیا ہے وہ اُس کے پاس موجود ہو اور اگر جو کچھ موصی لہ نے لیا ہے وہ تلف ہو گیا ہو تو وارث بالغ کو اختیار ہوگا چاہے وصی سے ضمان لے یا موصی لہ سے اور اگر وارث بالغ ہوں مگر غائب ہوں اور موصی لہ کے ساتھ وصی نے بٹائی کر لی تو غیر منقول کی تقسیم باطل ہے اور اختلافات زفر و امام ابو یوسفؒ میں مذکور ہے کہ اس صورت میں اختلاف ہے کہ بنا بر قول امام ابو حنیفہؒ زفر کے تقسیم جائز نہیں ہے اور بنا بر قول امام ابو یوسفؒ کے جائز ہے اور مال منقول میں موصی لہ کے ساتھ اُس کی تقسیم جائز ہے اور اگر

۱۔ قول خسارہ بہت کہا گیا ہے کہ ایک درم خسارہ کثیر ہے ۱۲ سامان و اسباب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے ۱۲

(۱) اس واسطے کہ تقسیم میں بھی معنی بیع ہوتے ہیں ۱۲

وصی نے وصی لہ کے واسطے وارثوں سے تقسیم کی و وارث لوگ بالغ ہیں اور حاضر ہیں اور وصی لہ غائب ہے تو وصی کی تقسیم غیر منقول و منقول دونوں میں باطل ہے اور اختلافات زفر و امام ابو یوسفؒ میں اس مسئلہ میں بھی اختلاف مذکور ہے کہ امام زفر و امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تقسیم نہیں جائز ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے پس اگر وصی لہ کا حصہ وصی کے پاس تلف ہو گیا اور وارثوں کے حصے باقی رہے تو وصی لہ کو اختیار ہوگا کہ وارثوں کے پاس جو باقی ہے اُس میں سے تہائی لے لے اور اگر وصی کے پاس وصی لہ کا حصہ اور وارثوں کے پاس وارثوں کا حصہ بھی تلف ہو گیا تو جس قدر حصہ وصی لہ وصی کے پاس تلف ہوا ہے اُس کا ضامن نہ ہوگا اور جس قدر وارثوں کے پاس وصی لہ کا حصہ تلف ہوا ہے اُس کی بابت اُس کو اختیار ہوگا چاہے وصی سے اُس کا تاوان لے یا وارثوں سے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے ہزار درم کی تہائی کی وصیت کی اور وارثوں نے یہ درم قاضی کو دے دیئے اُس نے حصہ بانٹ دیا حالانکہ وصی لہ غائب ہے تو قاضی کی تقسیم صحیح ہے حتیٰ کہ اگر وصی لہ کا حصہ مقبوضہ تلف ہو گیا پھر وصی لہ حاضر ہوا تو اُس کو وارثوں سے لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی یہ کافی میں ہے۔ ایک وصی کے پاس دو تہیموں کے دو ہزار درم ہیں پھر دونوں بالغ ہوئے پھر ایک کو وصی نے ہزار درم دیئے اور دوسرا بھی حاضر ہے پھر جس کو دیئے اُس نے وصول پانے سے انکار کیا تو وصی پانچ سو درم کا دونوں کے واسطے ضامن ہوگا اور اگر غائب ہو تو وصی کی تقسیم اُس پر جائز ہوگی پس ایک کو اُس کا حصہ دینے سے ضامن نہ ہوگا اور اگر وصول پانے والا مقرر ہو تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ اُس سے پانچ سو درم لے لے اور اگر چاہے تو وصی سے ضمان لے اور وصی اُس کو دوسرے سے واپس لے گا ایک وصی دو تہیموں کا ہے اُس نے دونوں کے بالغ ہونے کے بعد دونوں سے کہا کہ میں نے تم دونوں کو ہزار درم دیئے ہیں پس ایک نے اُس کی تصدیق کی اور دوسرے نے تکذیب کی تو منکر اپنے بھائی سے دو سو پچاس درم واپس لے گا اور اگر دونوں نے انکار کیا تو دونوں کا وصی پر کچھ نہ ہوگا۔ اور اگر وصی نے کہا کہ میں نے تم میں سے ہر ایک کو پانچ سو درم علیحدہ دیئے ہیں پھر ایک نے تصدیق اور دوسرے نے تکذیب کی تو انکار کرنے والا وصی سے دو سو پچاس درم واپس لے گا اور اگر دونوں غائب ہوں تو وصی کی تقسیم دونوں کے حق میں جائز نہ ہوگی۔ ایک شخص مر گیا اور اس نے دو نابالغ بیٹے چھوڑے پھر جب دونوں بالغ ہوئے تو دونوں نے اپنے باپ کی میراث طلب کی پس وصی نے کہا کہ تمہارے باپ کا سب تر کہ ہزار درم تھا جس میں سے تم دونوں میں سے ہر ایک پر میں نے پانچ سو درم خرچ کئے ہیں پس ایک نے تصدیق کی اور دوسرے نے تکذیب کی تو منکر اپنے بھائی سے دو سو پچاس درم واپس لے گا اور اس صورت میں امام زفرؒ کے نزدیک وصی سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور یہی امام اعظمؒ سے مروی ہے اور ابن ابی مالک نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی کہ وصی سے واپس لے سکتا ہے یہ محیط سرخی میں ہے۔

وصی مادر کو اختیار ہے کہ مادر کے نابالغ بچے کے واسطے اُس کے مال منقولہ کو جو اُس نے اپنی ماں کی میراث میں پایا ہے تقسیم کرا لے بشرطیکہ باپ زندہ نہ ہو اور نہ باپ کا وصی ہو اور اگر ان دونوں میں سے کوئی ہو تو وصی مادر کو اختیار قیمت نہ ہوگا اور مال غیر منقولہ کی تقسیم کا کسی حال میں اُس کو اختیار نہیں ہے اور نابالغ مذکور نے سوائے ماں کی میراث کے اور کسی میراث سے جو کچھ پایا ہے اُس کی بٹائی کا ماں کے وصی کو اختیار نہیں ہے خواہ میراث مال منقول ہو یا مخلوط ہو اور جو حکم کہ ماں کے وصی کا ہے وہی بھائی و چچا کے وصی کا ہے اور اگر وصی نے وارثوں میں میراث تقسیم کی اور ہر وارث کا حصہ الگ کر دیا تو اس میں پانچ صورتیں ہیں اول آنکہ وارثوں میں کوئی بالغ نہ ہو بلکہ سب نابالغ ہوں تو ایسی صورت میں اُس کی تقسیم بالکل جائز نہیں ہے اور یہ بخلاف حکم پدر کے ہے کہ اگر باپ نے اپنی نابالغ اولاد کا مال تقسیم کیا حالانکہ ان میں کوئی بالغ نہیں ہے تو یہ جائز ہے اور مشائخؒ نے فرمایا کہ وصی کے واسطے اس

صورت میں حیلہ یہ ہے کہ اگر مثلاً دو نابالغ ہوں تو وصی دونوں میں سے ایک کا حصہ غیر مقسوم کسی مشتری کے ہاتھ فروخت کرے پھر مشتری سے حصہ بانٹ کر الے پھر جس کا حصہ فروخت کیا ہے اُس کا حصہ پھر مشتری سے خرید لے پس ایک کا حصہ دوسرے سے جدا ہو جائے گا اور دوسرا حیلہ یہ ہے کہ دونوں کا حصہ کسی مشتری کے ہاتھ فروخت کرے پھر اُسی مشتری سے دونوں کا حصہ علیحدہ علیحدہ بٹا ہوا خریدے دوم آنکہ سب وارث بالغ ہوں جن میں سے بعض حاضر اور بعض غائب ہوں پس جو وارث حاضر ہیں اُن کے ساتھ وصی نے بٹائی کر کے اُن کا حصہ الگ کر دیا تو یہ جائز ہے اور مراد یہ ہے کہ عروض کی تقسیم جائز ہے اور عقار میں وصی کی تقسیم بالغوں پر جائز نہ ہوگی سوم آنکہ وارث لوگ صغیر و کبیر دونوں ہوں اور کبیر سب غائب ہوں تو وصی کا حصہ بانٹ کر جائز نہ ہوگا چہارم آنکہ وارثوں میں صغیر و کبیر دونوں ہیں پس اُس نے بالغوں کا حصہ جدا کر کے اُن کو دے دیا اور سب وارثان بالغ حاضر موجود ہیں اور نابالغوں کا سب کا حصہ مجموعہ جدا کر لیا اور ہر ایک صغیر کا حصہ الگ الگ نہ کیا تو یہ جائز ہے پنجم آنکہ وصی نے کبیروں و صغیروں میں سے ہر ایک کا حصہ جدا کیا اور سب کو تقسیم کر دیا تو پوری تقسیم فاسد ہے اور اگر اُس نے بالغوں کو اُن کا حصہ دے دیا اور نابالغوں کا حصہ مجموعہ رکھ لیا پھر نابالغوں کا حصہ باہم تقسیم کر دیا تو بالغوں و نابالغوں سب کے حق میں تقسیم صحیح ہوگی اور اگر بعض بالغ ہوں اور بعض نابالغ ہوں اور بالغوں میں سے ایک شخص نابالغوں کا وصی ہے اور اُس سے تقسیم کی درخواست کی تو امام زاہد ابو حفص الکبیرؒ سے منقول ہے کہ وصی بالغوں کے درمیان تقسیم کر دے گا اور نابالغوں کا حصہ الگ کرے گا اور اپنا حصہ نابالغوں کے حصہ میں رکھے گا پھر اپنا حصہ کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کرے گا پھر اجنبی مشتری اور نابالغوں کے درمیان حصہ بانٹ کر الے گا پھر مشتری مذکور سے اپنا حصہ خرید لے گا پس اس طور سے سب میں تقسیم متحقق ہو جائے گی یہ محیط میں ہے۔

نابالغ کا مال عقار فروخت کرنا بھی جائز ہے کہ جب میت پر اس قدر قرضہ ہو کہ بدون عقار کے فروخت کئے ادا نہ ہو سکے ☆

اگر وصی نے باپ کے ترکہ میں سے کوئی چیز فروخت کی تو اس میں دو صورتیں ہیں اول آنکہ میت پر قرضہ نہ ہو اور نہ اُس نے کچھ وصیت کی ہو تو دوم آنکہ اُس نے کچھ وصیت کی ہو یا اُس پر قرضہ ہو پس صورت اول کے واسطے کتاب میں فرمایا کہ وصی کو اختیار ہے کہ جب وارث لوگ نابالغ ہوں تو ترکہ کی متاع و عروض و عقار میں سے ہر چیز فروخت کرے سو ما سوائے عقار کے بیچ اس وجہ سے جائز ہے کہ اُس میں حفاظت کی ضرورت ہے اور دور نہیں ہے کہ ثمن کی حفاظت کرنا اُس کے نزدیک زیادہ آسان ہو اور بیع عقار میں بھی موافق جواب کتاب کے جواز کا حکم ہے اور ثمن الائمہ طوائی نے فرمایا کہ جو حکم کتاب میں مذکور ہے یہی سلف کا قول ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور متاخرین کے نزدیک نابالغ کا مال عقار فروخت کرنا بھی جائز ہے کہ جب میت پر اس قدر قرضہ ہو کہ بدون عقار کے فروخت کرنے اور اُس کے ثمن سے ادا کرنے کے ادا نہ ہو سکے یا صغیر کو ایسی ضرورت ہو کہ بغیر ثمن عقار کے حاجت رفع نہ ہو یا مشتری کو اس عقار کی جانب ایسی رغبت ہو کہ دو چند قیمت دے کر خریدتا ہو اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الکافی اور یا ترکہ میں وصیت مرسلہ ہے کہ اُس کے پورے کرنے کے واسطے ثمن عقار کی طرف حاجت ہو یا عقار کا فروخت کرنا یتیم کے حق میں بہتر ہو مثلاً اُس کا خراج و خرچہ اُس کے حاصلات سے زیادہ ہوتا ہو یا عقار ایسی دوکان یا دار ہو جو گرا پڑتا ہو یا خراب و برباد ہوا چاہتا ہو پس اگر یتیم کو اُس کے ادائے خراج کی ضرورت پیش آئے پس اگر ترکہ میں عقار کے سوائے عروض بھی ہو تو سوائے عقار کے باقی میں سے فروخت کیا جائے اور اگر بدون عقار کے باقی سے حاجت رفع نہ ہو سکے تو ایسی صورت میں عقار کو اُس کی برابر قیمت پر یا خفیف نقصان پر فروخت کرے اور اس قدر نقصان کے ساتھ جو لوگ اپنے اندازہ میں نہیں اٹھاتے ہیں وصی کو فروخت کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اسی طرح اگر وصی نے اس قدر نقصان کے ساتھ جو لوگ اپنے اندازہ میں نہیں اٹھاتے ہیں یتیم کے واسطے کوئی چیز خریدی تو بھی جائز نہیں ہے یہ سب اُس

وقت ہے کہ سب وارث نابالغ ہوں اور اگر سب بالغ ہوں اور حاضر ہوں تو ترکہ میں سے وصی کا کسی چیز کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے الا وارثان مذکور کی اجازت سے اور اگر وارثان بالغ غائب ہوں تو وصی کا عقار فروخت کرنا جائز نہیں ہے اور ماسوائے عقار کے فروخت کرنا جائز ہے اور سب کا اجارہ پر دینا جائز ہے اور وجہ یہ ہے کہ مال غائب کی حفاظت کا وصی کو اختیار ہے اور عروض کا فروخت کر دینا حفاظت میں شمار ہے اور عقارات خود ہی محفوظ ہوتے ہیں لیکن اگر عقار ایسا ہو کہ اگر فروخت نہ کیا جائے تو تلف ہو جائے گا تو ایسی صورت میں عقار بھی بمنزلہ عروض کے ہو جائے گا اور اگر سب وارث بالغ ہوں مگر بعض غائب ہوں اور باقی حاضر ہوں تو غائب کے حصہ میں سوائے عقار کے دوسری چیز کی بیع کا بغرض حفاظت کے وصی کو اختیار ہے اور اس میں اتفاق ہے اور جب غائب کے حصہ کی بیع بالاتفاق وصی کی طرف سے جائز ہوئی ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک وصی کی طرف سے حاضر کے حصہ کی بیع بھی جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک حاضر کے حصہ کی بیع کا وصی کو اختیار نہیں ہے یہ سب اُس وقت ہے کہ ترکہ پر قرضہ نہ ہو کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور اگر میت پر قرضہ ہو پس اگر اس قدر قرضہ ہو کہ تمام ترکہ کو محیط ہو تو بالا جماع تمام ترکہ فروخت کیا جائے گا اور اگر محیط نہ ہو تو بقدر قرضہ کے فروخت کیا جائے گا اور قرضہ سے زائد میں امام اعظمؒ کے نزدیک وصی باقی کو بھی فروخت کر سکتا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں کذا فی الکا فی اگر ترکہ میں وصیت مرسلہ ہو تو بالاتفاق سب کے نزدیک وصی کو یہ اختیار ہے کہ ترکہ میں اس قدر فروخت کرے جس سے وصیت نافذ ہو جائے اور جب تھوڑے ترکہ کی بیع کا مختار ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک باقی کی بیع کا بھی مختار ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک نہ ہوگا اور اگر وارثوں میں ایک صغیر ہو اور باقی کبیر ہوں اور ترکہ پر قرضہ نہیں ہے اور نہ وصیت ہے اور ترکہ مال منقول ہے تو بالاتفاق وصی کو حصہ نابالغ کی بیع کا اختیار ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک باقی کی بیع کا بھی اختیار ہے پس اگر اُس نے سب ترکہ فروخت کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک کل کی بیع جائز ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک بقدر حصہ بالغوں کے جائز نہ ہوگی اور اصل امام اعظمؒ کے نزدیک یہ قرار پائی ہے کہ اگر وصی کو بعض ترکہ کی بیع کا اختیار حاصل ہو تو اُس کو پورے ترکہ کی بیع کا اختیار ہوگا اور باپ کا وصی بمنزلہ باپ کے ہوتا ہے اسی طرح سگے دادا کا وصی بھی بمنزلہ وصی پدر کے ہوتا ہے اور سگے دادا کے وصی کا وصی بھی بمنزلہ سگے دادا کے وصی کے ہے اور قاضی کے وصی کا حکم بمنزلہ وصی^(۱) قاضی کے ہے بشرطیکہ اُس کو عام اختیار ہو اور ماں کا وصی یا بھائی کا وصی سوایا نہیں ہے چنانچہ اگر ماں مرگئی اور اُس نے ایک بچہ نابالغ چھوڑا کسی شخص کو وصی کر دیا یا ایک مرد مر گیا اور ایک نابالغ بھائی چھوڑا اور ایک شخص کو وصی مقرر کر دیا تو اس وصی کو اختیار ہے کہ اس میت کے ترکہ میں سے ماسوائے عقار کے فروخت کر دے اور عقار کی بیع نہیں کر سکتا ہے اور اس وصی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ صغیر کے واسطے کوئی چیز خریدے سوائے کھانے و پکڑے کے اس واسطے کہ یہ چیزیں خریدنا منجملہ حفاظت صغیر کے ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور ماں کے وصی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ صغیر نے جو مال اپنے باپ کے ترکہ میں پایا ہے اُس میں سے کچھ فروخت کرے خواہ عقار غیر منقول ہو یا مال منقول ہو خواہ قرضہ میں پھنسا ہو یا خالی از قرضہ ہو اور جو مال صغیر کو ماں کے ترکہ میں ملا ہے اگر وہ قرضہ و وصیت سے خالی ہو تو منقول کو فروخت کر سکتا ہے اور غیر منقول کو اُس میں سے فروخت نہیں کر سکتا ہے اور اگر ترکہ قرضہ میں یا وصیت میں پھنسا ہوا ہو پس اگر قرضہ مستغرق ہو تو وصی مذکور کو کل ترکہ کے فروخت کا اختیار ہے اور غیر منقول بھی اس میں آگیا اور اگر قرضہ محیط نہ ہو تو بقدر قرضہ کے فروخت کر سکتا ہے اور قرضہ سے زائد کے فروخت کرنے میں ویسا ہی اختلاف امام اور صاحبینؒ کے درمیان ہے جیسا ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں اور جو حکم وصی مادر کے حق میں معلوم ہوا وہی وصی برادر و چچا میں ہے

۱ یعنی وہ جائیداد مراد جس کا نقل کرنا دوسری جگہ ممکن نہ ہو تو وہ بذات خود محفوظ شمار ہوتی ہے ۱۲

(۱) یعنی قاضی مقرر کیا ہوا وصی ۱۲

اور اگر سب وارث بالغ ہوں پس اگر حاضر ہوں اور ترکہ قرضہ کے پھنساؤ سے خالی ہے تو ماں کا وصی اُس کے ترکہ میں سے کچھ فروخت نہیں کر سکتا ہے اور اگر ترکہ پر قرضہ ہو تو جو حکم باپ کے وصی کی صورت میں مذکور ہوا ہے وہی حکم ماں کے وصی کا ہے جس میں اتفاق ہے اُس میں اتفاق ہے اور جس میں اختلاف ہے اُس میں یہاں بھی اختلاف ہے اور اگر وارثوں میں صغیر و کبیر دونوں ہوں اور کبیر وارث غائب ہوں پس اگر ترکہ قرضہ سے خالی ہو تو وصی کو ماں کے ترکہ میں سے مال منقول میں سے نابالغوں و بالغوں سب کے حصہ کے فروخت کا اختیار اور مال غیر منقول سے نابالغ و بالغ کسی کا حصہ فروخت نہیں کر سکتا ہے اور اگر ترکہ پر قرضہ ہو تو وصی مادر کا وہی حکم ہے جو وصی پدر کا مذکور ہوا ہے اور اگر وارثان بالغ حاضر ہوں اور ترکہ قرضہ سے خالی ہو تو نابالغوں کا ماں کے ترکہ میں سے مال منقول کا حصہ فروخت کر سکتا ہے اور مال منقول میں سے بالغوں کا حصہ فروخت کرنے میں اختلاف ہے اور مال غیر منقول میں سے کسی کا حصہ فروخت نہیں کر سکتا ہے اور اگر ترکہ پر قرضہ یا وصیت ہو پس اگر قرضہ مستغرق ہو تو وصی کو مال منقول و غیر منقول سب کے فروخت کا اختیار ہے۔ اور اگر غیر محیط ہو تو منقول سب فروخت کر سکتا ہے اور مال غیر منقول میں سے بقدر قرضہ کے بالا جماع فروخت کر سکتا ہے اور قرضہ سے زائد کے فروخت کرنے میں اختلاف مشائخ ہے یہ محیط میں ہے۔

اصل یہ ہے کہ وصی کی ولایت اُسی قدر ہوتی ہے جس قدر موصی کی ولایت ہے اور ولایت حفاظت تصرف کی تابع ہے۔ ایک باندی دو شخصوں میں مشترک ہے اُس کے ایک بچہ پیدا ہوا اور دونوں نے منہا اُس کے نسب کا دعویٰ کیا حتیٰ کہ اُس کا نسب دونوں سے ثابت ہو گیا پھر باندی مذکورہ آزاد کی گئی پھر وہ مر گئی اور کچھ مال چھوڑا اور ایک شخص کو وصی مقرر کیا تو اُس کے بچہ و بچہ کے مال کی ولایت اُس کے دونوں باپ کو حاصل ہے باندی مذکور کے موصی کو حاصل نہ ہوگی اس واسطے کہ ماں کا وصی مثل ماں کے ہے حالانکہ باندی مذکور کو ولایت تصرف حاصل نہ تھی پس ایسا ہی حکم اُس کے وصی کا ہے اور اُس کے وصی کو ولایت حفاظت بھی حاصل نہ ہوگی اس واسطے کہ وہ ولایت تصرف کی تابع ہے حتیٰ کہ اگر دونوں باپ اُس کے غائب ہو جائیں تو ماں کے وصی کو ولایت حفاظت حاصل ہوگی پس وہ مال منقول کی بیع کا مختار ہوگا اس واسطے کہ منقول کی بیع حفاظت میں داخل ہی کذا فی الکافی لیکن وصی مذکور اُسی مال میں ولایت حاصل ہوگی جو صغیر نے اپنی ماں کے ترکہ میں پایا ہے یا ماں کی موت سے پہلے صغیر کا ہے نہ ایسے مال میں جو اُس کے بعد صغیر مذکور کی ملک میں آیا ہے جس طرح اُس کو ولایت حفاظت حاصل ہوگی اُسی طرح جو تصرف از باب حفاظت ہے اُس کا اختیار بھی حاصل ہوگا جیسے مال منقول کا فروخت کرنا یا ایسی چیز کا فروخت کرنا جس میں جلد خرابی آ جانے والی ہے اور وہ چیز جلد بگڑ جانے والی ہے اور اگر دونوں باپ میں سے ایک غائب ہو اور دوسرا حاضر ہے تو بھی امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک یہی حکم ہے اور اگر صغیر مذکور کی ماں مر جانے کے بعد اُس کے دونوں باپ میں سے بھی ایک مر گیا اور سوائے اس صغیر کے کوئی وارث نہیں چھوڑا اور ایک شخص کو وصی مقرر کیا اور دوسرا باپ زندہ حاضر ہے تو اُس کی سب میراث اس صغیر کو ملے گی اور دونوں ترکوں میں ولایت تصرف اُس کے دوسرے باپ کو حاصل ہوگی اور پدر مردہ کے وصی کو حاصل نہ ہوگی اور نہ ماں کے وصی کو حاصل ہوگی اور فرمایا کہ جو باپ زندہ ہے اُس کے ساتھ قاضی دوسرا شخص وصی مقرر نہ کرے گا تاکہ اُس کے ساتھ تصرف کرے اور اگر دوسرا باپ غائب ہو تو ماں کے وصی کو جس قدر ماں کا ترکہ ہے اُس کی حفاظت کا اختیار ہوگا اور جو اس قبیل سے ہے اور باپ میت کے وصی کو اُس کے ترکہ میں تصرف کا اختیار حاصل ہوگا اور نیز جو امر از باب حفاظت ہے اُس کا اختیار ہوگا پھر اگر اس کے بعد دوسرا والد بھی مر گیا اور ایک شخص کو وصی مقرر کیا تو اس کے وصی کو ماں کے وصی سے اور اُس باپ کے وصی سے جو پہلے مر گیا تھا ترجیح ہوگی اور اگر اس باپ کا جو پہلے مر گیا تھا باپ موجود ہو یعنی صغیر کا دادا اور باقی

مسئلہ بحالہ رہے تو بھی جو باپ اخیر میں مرا ہے اُس کے وصی کو تصرف مال میں ترجیح (۱) ہوگی اسی طرح اگر دوسرا باپ کا جو اخیر میں مرا ہے باپ یعنی صغیر کا دادا موجود ہو تو بھی بہ نسبت اُس کے باپ کے اُس کے وصی کو تصرف مال صغیر میں ترجیح ہوگی اور اگر اس باپ کا وصی جو اخیر میں مرا ہے مرگیا اور دوسرے شخص کو اُس نے وصی مقرر کیا تو یہ وصی بھی بہ نسبت اُن لوگوں کے جن کو ہم نے بیان کیا ہے اولیٰ ہوگا یعنی یہی مختار ہوگا اور اگر اس باپ کا وصی جو اخیر میں مرا ہے مرگیا اور کسی کو وصی مقرر کیا یا جو باپ اخیر میں مرا ہے اُس نے کسی کو وصی مقرر نہیں کیا۔ اور حالت یہ ہے کہ جو باپ پہلے مرا ہے وہ اپنا وصی اور اپنا باپ یعنی صغیر کا دادا چھوڑ گیا ہے پس یہ دادا بہ نسبت اُس کے وصی کے اولیٰ ہوگا اور اگر دونوں باپ ایک دوسرے کے بعد مر گئے اور ہر ایک نے اپنا باپ (۲) چھوڑا اور ہر ایک نے ایک ایک آدمی کو وصی بھی مقرر کیا ہے پس اگر یہ ثابت نہ ہو کہ کون پہلے مرا ہے اور کون پیچھے تو ولایت تصرف ہر دو وصی کو حاصل ہوگی کیونکہ جب پہلا مرنے والا اور پچھلا مرنے والا ثابت و ظاہر نہ ہوا تو ایسا قرار دیا جائے گا کہ گویا دونوں ساتھ ہی مرے ہیں اور اگر دونوں ساتھ ہی مرے تو ماں میں تصرف کرنے کی ولایت دونوں وصی کو حاصل ہوگی اور اگر پہلا مرنے والا پچھلا مرنے والا معلوم ہو گیا تو مال صغیر میں تصرف کا اختیار پچھلے مرنے والے کے وصی کو ہوگا اور اگر پچھلا مرنے والا باپ مر گیا اور اُس نے کسی کو وصی نہ کیا یا وصی کیا اور اُس کا وصی مر گیا اور کسی کو وصی نہ کیا اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو تصرف کی ولایت دونوں دادا کو حاصل ہے کسی ایک کو تنہا حاصل نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔

میت کے وصی نے اگر ادائے قرضہ کے واسطے ترکہ فروخت کیا ☆

اگر ایک شخص مر گیا اور اولاد صغیر اور ایک باپ چھوڑا اور کسی کو وصیت نہ کی تو باپ بمنزلہ وصی کے ہوگا کہ ترکہ کی حفاظت کرے گا اور اُس میں ہر طرح کا تصرف کرے گا اور اگر میت پر قرضہ کثیر ہو تو اُس کا باپ یعنی نابالغوں کا دادا یہ اختیار نہیں رکھتا ہے کہ ادائے قرضہ کے واسطے ترکہ فروخت کرے اسی طرح اگر ایک شخص نے اپنے نابالغ مراہق پسر کو جو بیع و شراء سمجھتا ہے تجارت کی اجازت دی اور پسر مذکور نے تصرف کیا اور اُس پر بہت قرضے ہو گئے پھر یہ پسر مر گیا اور باپ چھوڑا تو اُس کے قرضہ ادا کرنے کے واسطے باپ کو اُس کے ترکہ میں تصرف کا اختیار نہیں ہے۔ میت کے وصی نے اگر ادائے قرضہ کے واسطے ترکہ فروخت کیا اور قرضہ محیط نہیں ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کی بیع جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے اور اگر ترکہ پر قرضہ نہ ہو لیکن وارثوں میں کوئی نابالغ ہو اور قاضی نے پورا ترکہ فروخت کیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اُس کی بیع نافذ ہوگی اور امام ابو حنیفہؒ نے وصی میت اور پدر میت میں فرق کیا ہے کہ وصیت میت کو اختیار ہے کہ ادائے قرضہ و تنفیذ وصیت کے واسطے ترکہ فروخت کرے اور پدر میت یعنی نابالغوں کے دادا کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنے پسر کے واسطے نابالغوں پر ترکہ فروخت کرے اور یہ اختیار نہیں ہے کہ قرضہ میت ادا کرنے کی غرض سے اولاد صغیر کا ترکہ فروخت کرے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ امام خصافؒ نے افادہ فرمایا ہے اور امام محمدؒ نے دادا کو بجائے باپ کے قائم کیا ہے۔ کتاب میں فرمایا کہ اگر ایک شخص مر گیا اور ایک وصی اور باپ چھوڑا تو وصی بہ نسبت باپ کے اولیٰ ہوگا اور اگر اُس کا کوئی وصی نہ ہو تو باپ اولیٰ ہے علیٰ ہذا القیاس دادا وغیرہ یہاں تک کہ فرمایا کہ پھر دادا کا وصی پھر قاضی کا وصی اولیٰ ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ ہم امام خصافؒ کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں ایک صغیر کو مال میراث ملا اور اس کا باپ مرد مسرف و مندر مستحق حجرؒ ہے تو جس امام کے نزدیک ایسے شخص کا مجبور کرنا روا ہے اُس کے نزدیک پدر مذکور کو مال صغیر میں ولایت تصرف حاصل نہ ہوگی اور شمس الائمہ حلوائی نے شرح ادب القاضی میں ذکر کیا کہ اگر قاضی نے یتیم کے واسطے ایک وصی مقرر کیا جس کے باپ کا وصی نہیں ہے تو وصی

قاضی بمنزلہ وصی پدر کے ہوگا بشرطیکہ قاضی نے اُس کو عام اجازت دے دی ہو کہ تمام انواع تصرف کا وصی ہے اور اگر کسی نوع خاص کے تصرف کا مختار کیا تو اسی نوع خاص کا وصی رہے گا بخلاف وصی پدر کے کہ وہ قابل تخصیص نہیں ہے چنانچہ اگر باپ نے کسی شخص کو ایک نوع خاص میں وصی مقرر کیا تو وہ تمام انواع تصرف میں وصی ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر وصی نے ترکہ میت میں سے کچھ مال اُدھار فروخت کیا پس اگر اس میں یتیم کے حق میں ضرر ہو مثلاً مشتری کی طرف سے یہ خوف ہو کہ وہ میعاد آنے پر منکر ہو جائے گا یا نہ دے گا تو نہیں جائز ہے اور اگر ضرر نہ ہو تو جائز ہے۔ ہمارے مشائخؒ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے کوئی مال یتیم بعوض ہزار درم کے خریدنا چاہا اور دوسرے نے بعوض ایک ہزار ایک سو درم کے خریدنا چاہا اور شخص اول بہ نسبت دوسرے کے تو انگریز ہے تو وصی کو چاہئے کہ اول کے ہاتھ فروخت کرے جس سے ثمن طلب کرنے کے وقت انکار یا نادہندگی کا خوف نہیں ہے اسی طرح اگر یتیم کا ایک دار ہو جس کو ایک شخص آٹھ درم ماہواری کے عوض کرایہ پر مانگتا ہے اور دوسرا دس درم ماہواری پر مانگتا ہے مگر اول بہ نسبت دوسرے کے تو انگریز ہے تو اول کو کرایہ پر دینا چاہئے اور علی ہذا جو شخص متولی جو وقف ہو اُس کا بھی حکم ہے و نیز سب لوگوں کو جو مالہائے وقف کے امین قرار دیئے جائیں ایسا ہی کرنا چاہئے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک وصی نے یتیم کی زمین ایک مفلس کے ہاتھ فروخت کی جس کو جانتا ہے کہ یہ ادائے ثمن پر قادر نہ ہوگا تو شیخ ابوالقاسم نے فرمایا کہ اگر بیع بر غبت ہو تو قاضی تین روز تک مشتری کو مہلت دے گا پس اگر اُس نے اس عرصہ میں ادا کر دیا تو بیع توڑ دی جائے گی اس واسطے کہ وصی کا ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرنا مال کا تلف کرنا ہے لیکن اگر اُس نے بیع نہ ٹوٹنے کا حکم دینے سے پہلے ثمن ادا کر دیا تو بیع صحیح ہوگی شیخؒ نے فرمایا کہ در صورتیکہ یہ بات معلوم ہو کہ مشتری ادائے ثمن پر قادر نہ ہوگا تو چاہئے کہ قاضی کی بیع بھی جائز نہ ہو اس واسطے کہ قاضی سب کے واسطے خصوصاً بالغوں کے واسطے درستی و اصلاح کی نظر کرنے پر مقرر ہے اور پوری نظر اصلاح اسی میں ہے جو ہم نے بیان کی ہے۔ وصی نے مال یتیم میں سے کوئی چیز فروخت کی پھر ایک شخص نے وصی سے جس قدر ثمن کو فروخت کی ہے اس سے زیادہ کے عوض لینے کی درخواست کی تو قاضی اہل بصارت و امانت کی طرف رجوع کرے گا پس اگر اہل بصارت و امانت میں سے دو آدمیوں نے قاضی کو خبر دی کہ وصی نے اُس کو پوری قیمت پر فروخت کیا ہے اور اُس کی قیمت اس قدر ہے جو شخص زیادہ دینا چاہتا ہے اُس کی طرف التفات نہ کرے گا اور اگر بطریق بیع مزائد کے زیادہ ثمن کو فروخت ہوتی ہے اور زار میں اس سے کم کو فروخت ہوئی تو ایسی زیادتی کے واسطے وصی کی بیع نہ ٹوٹے گی بلکہ اہل بصارت و امانت کی طرف رجوع کرے گا پس اگر ان میں سے دو آدمی اس بات پر متفق ہوئے کہ یہ قیمت ہے تو وصی کے مشتری سے وہی قیمت لے لی جائے گی اور یہ امام محمد کا قول ہے کہ دو آدمی اتفاق کریں اور امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ رحمہم اللہ کے قول پر ایک ہی عادل کافی ہے جیسا کہ ترکہ وغیرہ میں ہے اور علی ہذا متولی وقف نے اگر وقف سے جو چیز کرایہ پر چلتی ہے کسی کو کرایہ پر دی پھر دوسرے شخص نے آ کر اس سے زیادہ کرایہ لینی چاہی تو اُس میں بھی یہی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک وصی نے میت کے ترکہ میں سے کوئی چیز واسطے تنفیذ تکوینیت کے فروخت کی پھر مشتری بیع سے منکر ہو گیا یعنی کہا کہ میں نے نہیں خریدی ہے اور وصی اُس کو قاضی کے پاس لایا اور قسم طلب کی اُس نے قسم کھالی حالانکہ وصی جانتا ہے کہ وہ جھوٹا ہے تو قاضی وصی سے کہے گا کہ اگر تو سچا ہے تو میں نے تم دونوں کے درمیان سے بیع فسخ کر دی تو ایسا فسخ جائز ہے اگرچہ بجا طرہ ہے اور فسخ حاکم کی

یعنی دوسرا ایسا نہیں ہے ۱۲ مترجم کہتا ہے ایسا ہی ایک نسخہ میں ہے یعنی بیع توڑ دی جائے گی اور ہذا بر اس کے ظاہر ہوتا ہے کہ قاضی کو تنصیح بیع کا اختیار نہیں ہے اور ظاہر یہ کہ اگر اُسے ادا کر دیا اُس پر قبضہ وصی کا ہو گیا تو صحیح ہے ورنہ قاضی بیع توڑ دے گا ۱۲ منہ
۱۳ وصیت پوری کر دینا اور یہ قید واسطے جواز بیع کے بالاتفاق ہے ۱۲ منہ

ضرورت اس واسطے ہے کہ اگر بعد از کار مشتری کے وصی اُس کے ساتھ خصومت ترک کرنے کا عزم کر لے تو یہ امر بمنزلہ اقالہ کے ہوگا مثل ہیئۃ اقالہ کرنے کے بیع وصی کے ذمہ لازم ہوگی جب قاضی نے بیع کو فسخ کیا تو اُس کے ذمہ لازم نہ ہوگی بلکہ بیع ملک میت میں عود کرے گی یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔ فتاویٰ ابواللیث میں ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اُس نے تہائی مال کی وصیت کی ہے اور اقسام عقارات ترک چھوڑا اور وصی کسی صنف کو وصیت کے واسطے فروخت کرتا ہے تو وارث کو اختیار ہے کہ راضی نہ ہو لیکن اگر اُس نے ہر چیز کی تہائی جس میں سے تہائی فروخت ہو سکتی ہے فروخت کرنی چاہی تو ایسا اختیار نہ ہوگا اور شیخ ابوبکر اسکاف سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت نے وصیت کی کہ اُس کی زمین فروخت کر کے اُس کا تہائی ثمن فقیروں کو صدقہ دیا جائے پھر وہ مر گئی اور بالغ وارث چھوڑے پھر وصی نے تمام زمین فروخت کرنی چاہی اور وارثوں نے قدر وصیت سے زائد فروخت سے منع کیا تو فرمایا کہ اگر فقط تہائی زمین گھٹے داموں بکتی ہو جس سے وارثوں و اہل وصیت کو ضرر پہنچتا ہو تو وصی کو کل فروخت کرنے کا اختیار ہوگا ورنہ فقط بقدر وصیت فروخت کرے گا اور شیخ ابونصر الدبوسی عدم ضرر کی صورت میں صاحبین کا قول پر اور ضرر کی صورت میں امام اعظم کے قول پر فتویٰ دیتے تھے یہ ذخیرہ میں ہے فرمایا کہ وصی کو مال یتیم سے تجارت کرنے کا اختیار ہے یہ مبسوط میں ہے اور یہ جائز نہیں ہے کہ یتیم کے مال سے اپنے واسطے یا میت کے مال سے اپنے واسطے تجارت کرے اور اگر کرے گا اور نفع کمائے گا اور اس المال کا ضامن ہوگا اور نفع کو صدقہ کرنا پڑے گا یہ امام اعظم و امام محمد کا قول ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ وصی کو اختیار ہے کہ مال یتیم مضاربت پر دے دے یا دوسرے سے اس مال سے شرکت کرے یا بضاعت پر دے دے یہ محیط میں ہے۔

ایک وصی نے بعض مال ترکہ کو اجارہ طویلہ پر بدین غرض دیا کہ میت کا قرضہ ادا ہو جائے تو نہیں جائز ہے۔ ایک شخص نے وصی مقرر کیا و مر گیا اور وصی غائب ہو گیا پس بعض وارثوں نے قصد البعض ترکہ کو فروخت کر کے میت کا قرضہ ادا کیا اور اُس کی وصیتیں نافذ کر دیں تو بیع فاسد ہے الا اُس صورت میں کہ قاضی نے اجازت دے دی ہو یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ تمام ترکہ قرضہ میں مستغرق ہو اور اگر مستغرق نہ ہو تو وارث کا تصرف اُس کے حصہ میں جائز ہوگا الا اُس صورت میں کہ بیع دار میں سے ایک بیت معین ہو وارث بالغ نے ترکہ میت میں سے کوئی چیز یا عقار میں سے کوئی عقار فروخت کیا اور ہنوز میت پر قرضہ یا وصیت باقی ہے اور وصی نے اُس کی بیع رد کرنی چاہی پس اگر وصی کے پاس اس قدر مال ہو جس سے فروخت کرنے کے بعد قرضہ و وصیت پوری کر سکتا ہے تو وارث کی بیع رد نہ کرے گا ایک عورت اپنا شوہر و دختر و بھائی چھوڑ کر مر گئی اور بھائی کو وصی کر دیا اور اُس نے وصیت قبول کی پھر قبل از انکہ اُس کی وصیت و قرضہ ادا کرے شوہر سے اُس کا حصہ اسباب و عقار میں سے خرید لیا اور بالغ کو اپنے حصہ کی مقدار معلوم نہیں ہے اور مشتری کو معلوم ہے پس اگر اُس نے وصایا کو قبل نالش کرنے کے نافذ کر دیا تو بیع جائز ہوگی اور اگر اُس نے نافذ نہ کیس یہاں تک کہ انہوں نے قاضی کے پاس نالش کی تو قاضی اس بیع کو باطل کر دے گا اور پہلے قرضہ میت و اُس کی وصیتیں نافذ کر دے گا پھر میراث کا حکم دے گا یہ خزائنہ المغنی میں ہے۔ ایک قرض دار نے چند وصیتیں کیں جو بعد ادا قرضہ کے اُس کے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہیں اور ایک دار چھوڑا اور وصی کو بدو ثمن دار کے اُس کی وصیتیں و قرضہ ادا کرنے کی قدرت نہیں ہے اور وارث پورے دار کی بیع پر راضی نہیں ہوتا ہے پس اگر قرضہ پورے دار تک یا اکثر دار تک پہنچتا ہو کہ اس میں سے خفیہ باقی رہ جاتا ہو پس اگر اس کو معلوم ہو کہ در صورتیکہ فروخت نہ کیا جائے تو قرضہ میت پر زمانہ دراز تک رہے گا تو اُس کو فروخت کرنے کا اختیار ہے جب کہ اور گنجائش نہ ہو

اور کہا گیا کہ امام ابو یوسف کے نزدیک اُس کو نفع لینا جائز ہوگا ۱۲

یعنی کسی تاجر کو دے تاکہ اُس سے نفع حاصل کر کے خود بھی لے اور اُس کو بھی دے ۱۲

اور اہل وصیت وارث کے شریک ہوں گے اور اگر وصی نے سوائے اپنے غیر کو مال یتیم قرض دینا چاہا تو باتفاق روایات اُس کو اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اُس نے قرض دے دیا تو ضامن ہوگا اور قاضی کو بھی قرض دینے کا اختیار نہیں ہے اور باپ میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے کہ امام اعظمؒ سے روایات مختلف ہیں اور صحیح یہ ہے کہ باپ بمنزلہ وصی کے ہے نہ بمنزلہ قاضی کے اور اگر وصی یا باپ نے اپنے ذاتی قرضہ میں مال یتیم رہن کیا تو قیاساً نہیں جائز ہے اور استحساناً جائز ہے اور اگر وصی نے اپنا قرضہ مال یتیم سے ادا کیا تو نہیں جائز ہے اور اگر باپ نے ادا کیا تو جائز ہے۔ وصی نے قرض دار یتیم سے دوسرے پر حوالہ قبول کیا پس اگر وہ دوسرا بہ نسبت قرض دار کے تو انگریز ہو تو جائز ہے اور اگر برابر ہو تو نہیں جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ وصی نے اگر مال یتیم اپنے قرض خواہ کے ہاتھ بعوض اُس قدر ثمن کے جس قدر اُس پر قرضہ ہے فروخت کر دیا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے اور ثمن اُس کے قرضہ کا قصاص ہو جائے گا اور خود صغیر کے واسطے ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔

وصی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنے تئیں یتیم کو مزدوری پر دے دے ☆

اگر وصی نے مال یتیم ایسے قرضہ کے عوض جس کو اُس نے صغیر کے واسطے لیا ہے رہن کیا اور مرہن نے اُس پر قبضہ کر لیا پھر وصی نے اُس کو مرہن سے صغیر کی حاجت کے واسطے مستعار لیا اور وہ وصی کے پاس تلف ہو گیا تو یتیم کا مال گیا اور قرضہ مرہن بحالہ باقی رہے گا کہ وصی سے اُس کا مطالبہ ہوگا اور اگر وصی نے مرہن سے مال مرہون غصب کر لیا اور صغیر کی ضرورت میں استعمال کیا اور وہ تلف ہو گیا تو مرہن کے حق کے واسطے اُس کی قیمت کا ضامن ہوگا حق یتیم کے واسطے ضامن نہ ہوگا اور اگر بعد غصب کے اپنی ضرورت میں استعمال کیا اور وہ تلف ہوا تو دونوں کے حق کے واسطے ضامن ہوگا چنانچہ صورت اول میں اگر قرضہ مرہن ادا کیا یعنی ضمان دے کر تو اُس کو مال یتیم سے واپس لے گا اور دوسری صورت میں واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر وصی نے غیر کا غلام غصب کر کے صغیر کی ضرورت میں استعمال کیا پھر تلف ہونے پر اُس کی قیمت مالک کو تاوان دے دی پس آیا مال صغیر سے واپس لے گا سو اس کی کوئی روایت ہمارے اصحاب سے نہیں ہے اور ہمارے مشائخؒ نے فرمایا کہ چاہئے کہ واپس نہ لے سکے اور اگر وصی نے یتیم کو کارہائے خیر میں سے کسی کام میں اجرت پر دیا تو جائز ہے اسی طرح اگر صغیر کا غلام یا اور اُس کا مال ایسے کام میں اجرت پر دیا تو بھی جائز ہے پھر اگر صغیر مذکور بالغ ہو گیا تو اُس کو اختیار ہو گیا کہ جو اجارہ وصی نے اُس کی ذات پر معقود کیا ہے اُس کو فسخ کر دے اور جو اُس کے مال پر معقود کیا ہے اُس کو فسخ نہیں کر سکتا ہے۔ وصی نے اگر یتیم کے واسطے ایک شخص مزدور کیا اس قدر اجرت پر کہ لوگ اجرا لشل سے زائد اس قدر اجرت دے کر ایسا نقصان اندازہ میں نہیں اٹھاتے ہیں تو رکن الاسلام علی سغدی نے شرح السیر میں فرمایا کہ وصی اپنے واسطے مزدور کرنے والا قرار دیا جائے گا اور پوری اجرت اُس کے مال سے واجب ہوگی اور شیخ الاسلام نے اپنی شرح میں فرمایا کہ اجارہ صغیر کے واسطے واقع ہوگا لیکن مزدور کے کام کرنے پر اجرا لشل واجب ہوگا اور جس قدر زیادہ ٹھہرا کر دیا ہے وہ صغیر کو واپس دیا جائے گا وصی نے اگر صغیر کی خولی اجرا لشل سے کم کرایہ پر دے دی پس آیا مستاجر پر اجرا لشل واجب ہوگا وہ مسکن کا غاصب قرار دیا جائے گا کہ اُس پر سکونت کی وجہ سے اجرت واجب نہ ہوگی تو امام فضلی نے اپنے فتاویٰ میں ذکر فرمایا کہ ہمارے اصحاب کے اصول پر توبہ لازم آتا ہے غاصب قرار دیا جائے اور اُس پر کرایہ واجب نہ ہو اور مضاف نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا کہ مستاجر غاصب نہ ہوگا اور اُس پر اجرا لشل واجب ہوگا پس امام فضلی سے کہا گیا کہ آپ امام خصاص کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں فرمایا کہ ہاں اور میں نے دوسرے نسخہ میں دیکھا کہ پورا اجرا لشل واجب ہوگا اور اگر کرایہ میں مقدار بیان کر دی گئی ہو تو مقدار بیان کردہ واجب ہوگی اُس سے زیادہ نہ کیا جائے گا

ہمارے بعض مشائخ یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ اجر المثل واجب ہوگا لیکن اگر کمی میں یتیم کے حق میں بہتری ہو تو ایسی صورت میں ناقص واجب ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ وصی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنے تئیں یتیم کو مزدوری پر دے دے بخلاف باپ کے اگر باپ نے اپنے تئیں صغیر کو مزدوری پر دیا تو جائز ہے یہ قدوری میں ہے اور ایسا ہی امام فضلیؒ نے جواب دیا ہے کہ اگر وصی نے اپنے تئیں یا اپنی کسی چیز کو یتیم کے پاس مزدوری پر اُس کے کام میں لگایا تو نہیں جائز ہے اور امام علیؒ سفدی نے فرمایا کہ اگر وصی یا باپ نے اپنے آپ کو یتیم کو مزدوری پر دیا تو بالاتفاق جائز ہے مگر فتویٰ اُسی قول پر ہے جو قدوری نے ذکر کیا ہے یہ کبریٰ میں ہے اور اگر وصی نے خود یتیم کو مزدوری پر لیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہونا چاہئے یہ تاتار خانیہ میں ہے اور وصی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ مال یتیم بعوض یا بلاعوض کسی کو ہبہ کرے اور یہی حکم باپ کا ہے اور اگر کسی نے صغیر کو مال ہبہ کیا اور باپ نے اُس کا عوض مال صغیر سے دیا تو نہیں جائز ہے اور واہب کو حق رجوع باقی رہے گا اسی طرح اگر وصی نے مال یتیم سے عوض دیا تو نہیں جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ نوادر ہشام میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ وصی نے غلام یتیم ہزار درم کو فروخت کیا اور اُس کی قیمت بھی ہزار درم ہے بدین شرط کہ وصی کو اختیار باقی ہے پھر مدت خیار میں اُس کی قیمت بڑھ کر دو ہزار درم ہوگئی تو وصی کو بیع نافذ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ یہ امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کا قول ہے اور نیز امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک وصی نے غلام صغیر بدین شرط کہ وہی کو تین روز تک خیال ہے فروخت کیا پھر صغیر تین روز کے اندر بالغ ہو گیا پھر تین روز گزر گئے تو بیع تمام ہوگئی اور اگر وصی تین روز خود اجازت دے دی یا مر گیا تو جائز نہ ہو جائے گی یہاں تک کہ صغیر مذکور خود اجازت دے دے اور اگر وصی یتیم نے غلام یتیم بشرط خیال سے روز فروخت کیا پھر مدت خیار میں یتیم مر گیا تو بیع جائز ہوگی اور یہی حکم والد کا ہے اور اس کی وجہ بدین طور بیان فرمائی کہ عقد بیع صغیر کے واسطے واقع ہوا تھا اور اگر وصی نے اپنے واسطے تین روز خیال کی شرط کر کے یتیم کا غلام فروخت کیا پھر مدت خیار میں یتیم بالغ ہو گیا تو بیع تمام ہوگئی اور خیال باطل ہو گیا اور اگر وصی نے صغیر کے واسطے باندی خریدی پھر صغیر بالغ ہو گیا پھر وصی اس کے کسی عیب پر واقف ہو کر راضی ہو گیا قبل اس کے کہ یتیم اُس کو تصرف سے منع کرے یا تصرف سے منع کرنے کے بعد راضی ہو تو وہ ان صورتوں میں مثل وکیل کے ہے اور اگر وصی نے صغیر کے واسطے ہزار درم کو ایک غلام اپنے واسطے تین روز کے خیال کی شرط کر کے خرید ا پھر تین روز میں یتیم بالغ ہو گیا پھر وصی نے بیع کی اجازت دے دی تو یتیم کو اختیار ہے چاہے راضی ہو جائے اور چاہے وصی کے ذمے لازم کرے اور اگر اُس نے کچھ اختیار نہ کیا یہاں تک کہ وصی بعد بیع پر راضی ہو جانے کے یا اس سے پہلے مر گیا تو یتیم اپنے خیال پر رہے گا اور اگر وصی نہ مرا اور مدت خیال کے اندر یا بعد گزرنے کے وصی کے پاس غلام مر گیا یا مدت خیال کے اندر وصی کی بیع پر راضی ہو جانے سے پہلے یا بعد اس کے یتیم مر گیا تو خرید مذکور بہ ذمہ یتیم لازم ہوگی یہ محیط میں ہے۔

وصی نے مال یتیم سے کوئی چیز فروخت کی پھر وہ بالغ ہو گیا اور مشتری کو ثمن سے بری کر دیا ہے بعض نے فرمایا کہ اگر صلح غیر مفسد ہو اور کہا کہ تو اُس چیز سے جس سے تجھ کو میرے قاضی نے میرے مال سے بری کر دیا ہے بری ہے تو جائز ہے اور اگر کہا کہ تو اس مال سے جو تجھ پر ہے بری ہے تو بری نہ ہوگا اور فقیہؒ نے فرمایا کہ یہ ہمارے اصحاب کے قول کے خلاف ہے ہم اُس کو نہیں لیتے ہیں بلکہ طفل مذکور کے بالغ ہو کر بری کرنے کے بعد مشتری بری ہو جائے گا یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے اور اگر وصی نے مال یتیم اپنے ہاتھ یا اپنا مال یتیم کے ہاتھ فروخت کیا تو ہر دو روایت میں امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت کے موافق و قول امام اعظمؒ کے موافق اگر اُس میں یتیم کے واسطے منفعت ظاہر ہو تو جائز ہے اور اگر یتیم کے واسطے منفعت ظاہر نہ ہو تو نہیں جائز ہے اور بقول امام محمدؒ کے موافق اظہر الروایت

کے امام ابو یوسفؒ سے یہ حکم ہے کہ ہر حال میں نہیں جائز ہے اور بنا بر قول امام اعظمؒ کے منفعت ظاہرہ کی تفسیر میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ اپنا ہزار درم کا مال طفل کے ہاتھ آٹھ سو درم کو فروخت کرے اور طفل کا آٹھ سو درم کا مال خود ہزار درم کو خریدے اور بعض نے فرمایا کہ اپنا ہزار درم کا مال طفل کے ہاتھ پانچ سو درم کو بیچے اور اُس کا پانچ سو درم کا مال ہزار درم کو خریدے۔ اور موافق قول امام اعظمؒ کے ہر گاہ وصی کا اپنے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہو پس آیا میں نے خریدا یا میں نے فروخت کیا پراکتفا کرے جیسا کہ باپ کے حق میں حکم ہے یا رکنین عقد کی ضرورت ہے پس یہ صورت اس مقام پر ذکر نہیں فرمائی اور نا طقی نے اپنے واقعات میں ذکر کیا کہ وصی کو ہر دور کن کی حاجت ہے بخلاف باپ کے اور اگر دو یتیموں کے ایک وصی نے ایک کا مال دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو نہیں جائز ہے۔ اسی طرح اگر وصی نے دونوں کو تجارت کی اجازت دی اور ایک نے دوسرے کے ہاتھ اپنا مال فروخت کیا تو نہیں جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اسی طرح اگر دو یتیموں کے دو غلاموں کو اجازت دی اور ایک نے دوسرے کے ہاتھ اپنا مال فروخت کیا تو نہیں جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ باپ یا وصی نے اگر صغیر یا اُس کے غلام کو تجارت کی اجازت دی تو صحیح ہے اور اگر دونوں نے خرید و فروخت کرتے دیکھ کر سکوت کیا تو یہ اجازت میں شمار ہے اور اگر صغیر کے بالغ ہونے سے پہلے باپ یا وصی مر گیا تو اجازت باطل ہو جائے گی اور اگر صغیر کے بالغ ہو جانے کے بعد باپ یا وصی مر گیا تو اجازت باطل نہ ہوگی اور اگر باپ یا وصی نے صغیر کا مال فروخت کرنے یا اُس کے لیے خریدنے کے واسطے وکیل کیا پھر باپ مر گیا یا صغیر بالغ ہو گیا تو وکیل معزول ہو جائے گا۔ قاضی نے اگر صغیر یا معتوہ کو یا دونوں کے غلام کو تجارت کی اجازت دی تو صحیح ہے اسی طرح اگر معتوہ کے غلام کو مجبور کیا تو صحیح ہے اور اگر قاضی نے معتوہ کے غلام کو خرید و فروخت کرتے دیکھ کر سکوت کیا تو یہ قاضی کی طرف سے اجازت نہ ہوگی اگر قاضی کی رائے میں صغیر یا اُس کے غلام کو تجارت کی اجازت دینا مصلحت معلوم ہو اور باپ یا وصی نے انکار کیا تو دونوں کا انکار کرنا باطل ہے اور اگر قاضی کی اجازت دینے کے بعد باپ نے یا وصی نے اُس کو مجبور کر دیا تو دونوں کا مجبور کرنا صحیح نہ ہوگا اسی طرح اگر یہ قاضی مر گیا تو وہ مجبور نہ ہوگا الا اس صورت میں کہ یہ مقدمہ دوسرے قاضی کے سامنے پیش کیا جائے اور وہ مجبور کر دے تو مجبور ہو جائے گا اس واسطے کہ اس قاضی کی ولایت مثل ولایت قاضی اول کے ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر اس طفل نے وصی کے ہاتھ کوئی چیز بیچی یا اس سے خریدی تو بقول امام محمدؒ کے بالکل نہیں جائز ہے جیسا کہ وصی خود اپنے ہاتھ فروخت کرے اور بقول امام اعظمؒ کے بنا بر روایت جامع و زیادات کے اور بعض روایت کتاب الما ذون کے اگر اُس میں صغیر کے واسطے نفع ظاہر ہو تو صحیح ہے اور اگر صغیر کے واسطے نفع ظاہر نہ ہو تو نہیں صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ وصی نے اگر یتیم کی زمین مزارعت پر لی تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ مطلقاً جائز ہے جیسے دوسرے کو دینا جائز ہے اور بعض نے فرمایا کہ اگر بیع یتیم کی طرف سے ہوں تو نہیں جائز ہے اور اگر وصی کی طرف سے ہوں تو جائز ہے اور عامہ مشائخؒ نے نزدیک اگر اجر المثل یا تاوان نقصان لینا یتیم کے واسطے بہتر ہوگا بہ نسبت اس حاصلات کے جو یتیم کے حصہ میں پڑتی ہے تو مزارعت جائز نہ ہوگی اور اگر حاصلات اُس کے حق میں بہتر ہو تو مزارعت جائز ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر یتیم مالدار ہو تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وصی کو اختیار ہوگا کہ اُس کی طرف سے قربانی اُس کے مال سے کر دے یا اُس کا صدقہ فطر ادا کر دے اور وصی کو اختیار نہیں ہے کہ قرض دار میت کو بری کر دے یا اُس کے ذمہ سے کچھ ساقط کر دے یا اُس کو مہلت دے دے بشرطیکہ جو قرضہ واجب ہے وہ وصی کے عقد سے واجب نہ ہوا ہو اور اگر وصی کے عقد سے واجب ہوا ہو تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک کچھ ساقط کرنا و مہلت دینا و بری کر دینا سب جائز ہے لیکن وصی

ضامن ہوگا اور اگر وصی نے کسی قرض دار میت کے ساتھ قرضہ سے صلح کر لی پس اگر میت کے گواہ اس قرضہ کے ہوں یا قرض دار مقرر ہو یا قاضی کو اس کا حال معلوم ہو تو وصی کی صلح جائز نہ ہوگی اور اگر حق کے گواہ غیر نہ ہوں تو صلح وصی جائز ہے۔ اگر میت پر قرضہ سے صلح کی یا یتیم پر قرضہ سے صلح کی پس اگر مدعی کے پاس اپنے حق کے گواہ ہوں یا قاضی نے اُس کے حق کی ڈگری کر دی ہو تو وصی کی صلح جائز ہوگی اور اگر مدعی کے پاس اپنے حق کے گواہ نہ ہوں اور نہ قاضی نے اُس کے نام ڈگری کی ہو تو وصی کی صلح جائز نہ ہوگی اس واسطے کہ یہ اُس کے ال کا تلف کرنا ہے اور یہ نظیر اس مسئلہ کی ہے کہ سلطان ظالم یا زبردست نے مال یتیم میں طمع کی اور وصی کو پکڑ کر دھمکایا تاکہ یتیم کا کچھ مال لے تو شیخ نصیرؒ نے فرمایا کہ وصی کو نہ دینا چاہئے اور اگر وصی دے دے گا تو ضامن ہوگا اور فقیہ ابواللیثؒ نے فرمایا کہ اگر وصی کو اپنے جان پر قتل کا یا کسی عضو کے تلف کرنے کا خوف ہو یا تمام مال یتیم کے چھین لینے کا خوف ہو تو ضامن نہ ہوگا اور اگر اُسے اپنی ذات پر قید کئے جانے یا بیڑیاں ڈالی جانے کا خوف ہو یا یہ جانے کہ ظالم مذکور وصی کا کچھ مال لے لے گا اور اُس کے پاس اس قدر رہ جائے گا جو اُس کو کافی ہے تو اُس کو یہ گنجائش نہ ہوگی کہ مال یتیم دے دے اور اگر دے دے گا تو ضامن ہوگا اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ وصی خود اُس کو مال دے اور اگر سلطان یا حاکم زبردست نے خود اپنے ہاتھ سے مال لے لیا تو وصی ضامن نہ ہوگا یہ فتویٰ اُسی قول پر ہے جس کو فقیہ ابواللیثؒ نے اختیار کیا ہے ایک وصی مال یتیم لے کر ایک ظالم کی طرف گزرا اور اُس کو خوف ہوا کہ اگر اس کو کچھ نہ دوں گا تو سب مال میرے ہاتھ سے چھین لے گا پس اُس نے مال یتیم میں سے کچھ مال دیا تو بعض نے فرمایا کہ اُس پر ضمان واجب نہ ہوگی اسی طرح اگر مضارب مال مضارب سے لے کر گزرا تو بھی یہی حکم ہے اور شیخ ابوبکر اسکافؒ نے فرمایا کہ یہ ہمارے اصحاب کا قول نہیں ہے بلکہ یہ محمد بن سلمہ کا قول بطریق استحسان ہے اور فقیہ ابواللیثؒ سے منقول ہے کہ امام ابو یوسفؒ وصی لوگوں کے واسطے مصانعتؑ کو اموال یتیمان میں جائز رکھتے تھے پس جو امر سلمہؒ نے اختیار کیا ہے وہ موافق قول امام ابو یوسفؒ کے ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جائے گا ایک وصی نے قاضی کی کچھری میں مال یتیم خرچ کیا اور بطریق اجرت دیا تو ضامن نہ ہوگا اور شیخ ابوبکر محمد بن الفضلؒ نے فرمایا کہ بقدر اجر الشل اور غبن سیر کے ضامن نہ ہوگا اور جو بطور رشوت کے دیا ہے اُس کا ضامن ہوگا اور مشائخؒ نے فرمایا ہے کہ اپنے اوپر سے یا اپنے مال سے ظلم دفع کرنے کے واسطے مال دینا اس دینے والے کے حق میں رشوت نہیں ہے اور اپنا حق جو دوسرے پر آتا ہے اُس کے برآمد کرانے کے واسطے مال دینا رشوت ہے۔ ایک شخص مر گیا اور اپنی بیوی کو وصی مقرر کیا اور نابالغ وارث چھوڑے پھر سلطان اُس کے دوار میں اُتر اپس عورت مذکورہ سے کہا گیا کہ اگر تو اس کو کچھ تو اضع نہ کرے گی تو دار و عقار سب چھین لے گا پس عورت مذکورہ نے عقار میں سے کچھ اُس کو دیا تو مشائخؒ نے فرمایا کہ اُس کی مصانعت جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

مسائل میراث فتاویٰ نسفی میں ہے کہ اگر وصی سے دار یتیم کی جباہت طلب کی گئی اور حالت یہ ہے کہ اگر انکار کیا جائے تو مؤنث ستر زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ پس وصی نے ترکہ میں سے اُس کے دار کی جباہت ادا کی تو اُس پر ضمان واجب نہ ہوگی اور مثل مصالغہ کے قرار دیا جائے گا اور فقیہ ابو جعفرؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص مر گیا اور دو دختر و عصبہ چھوڑا پس سلطان نے ترکہ طلب کیا اور وصی نے ترکہ میں سے کچھ درم دے کر اُس کو ٹالا کہ سلطان نے تعرض ترک کیا پس جو کچھ وصی نے دیا ہے وہ مخصوص حصہ عصبہ میں سے ہوگا یا تمام مال میں سے ہوگا فرمایا کہ اگر وصی کو بدون اس فعل کے حفاظت ترکہ کی قدرت نہ ہو تو تمام ترکہ میں سے محسوب ہوگا یہ محیط میں ہے۔ وصی نے مال یتیم میں سے اُس کی تعلیم قرآن شریف و ادب میں خرچ کیا پس اگر طفل اس لائق (۱) ہو تو جائز ہے اور وصی کو ثواب

۱۔ مصانعت رشوت دینا دارا کرنا سختی میں ۱۲ ۲۔ جس کو ہندی میں پر جوت وغیرہ بولتے ہیں ۱۲ ۳۔ مشقت وزیر باری وغیرہ ۱۲

(۱) یعنی اُس کی صلاحیت رکھتا ہو ۱۲

ملے گا اور اگر طفل اُس کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو وصی کو ضرور ہے کہ اس قدر تعلیم قرآن میں تکلیف اٹھائے جس سے نماز صحیح ہو جاتی ہے۔ اور وصی کو چاہئے کہ یتیم کو وسعت کے ساتھ نفقہ دے اُس میں نہ اسراف ہو اور نہ تنگی ہو اور یہ امر بلحاظ قلت و کثرت مال طفل کے متفاوت ہوگا اور نیز بنظر اختلاف حال تفاوت ہوگا پس اُس کے مال و حال پر لحاظ کر کے اُس کے لائق اُس پر خرچ کرے ایک وصی کار یتیم کے واسطے سفر کو جاتا ہے اور مال یتیم سے سواری کرایہ پر لیتا ہے اور اپنی ذات پر خرچ کرتا ہے تو اُس میں سے بقدر ضروری صرف کرنے کا استحسانا اُس کو اختیار ہے اور شیخ نصیر سے روایت ہے کہ وصی کو اختیار ہے کہ مال یتیم میں سے کھائے اور اُس کی سواری پر سوار ہو بشرطیکہ اُس کے کام کے واسطے جائے اور فقیہ ابواللیثؒ نے فرمایا کہ یہ حکم اُس وقت ہے کہ وصی محتاج ہو اور بعض نے فرمایا کہ وصی کو اُس کے مال سے کھانا اور اُس کی سواری پر سوار ہونا نہیں جائز ہے اور یہ قیاس ہے اور استحسانا اُس کو بقدر معروف کھائے اگر محتاج ہو جس قدر اس کے مال میں سعی و کوشش کرتا ہے ایک وصی نے مال میت میں سے کوئی چیز اپنے واسطے خریدی پس اگر میت کا کوئی وارث صغیر و کبیر نہ ہو تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

☆ ایک شخص مر گیا اور اُس کے پاس اقوام متفرقہ کی ودیعتیں ہیں ☆

واقعات نا طقی میں ہے کہ فرمایا کہ اگر وصی نے مال یتیم لے کر اپنے واسطے خرچ کیا پھر جس قدر لیا ہے اُس کے مثل رکھ دیا تو ضمان سے بری نہ ہوگا الا اُس صورت میں کہ یتیم بالغ ہو جائے اور وصی اُس کو دے دے یا یتیم کے واسطے کوئی چیز خرید کر گواہوں سے کہ یتیم کا مجھ پر اس قدر آتا ہے اور میں اُس کے واسطے یہ چیز خریدتا ہوں پس ثمن سے قصاص ہو جائے گا اور وصی بری ہو جائے گا یہ محیط سرخی میں ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر کسی نے وصیت کی کہ میرا غلام فروخت کیا جائے اور اُس کا ثمن مسکینوں کو صدقہ دے دیا جائے پس وصی نے غلام کو فروخت کر کے اُس کا ثمن وصول کیا اور ثمن اُس کے پاس تلف ہو گیا پھر مشتری کے پاس سے وہ غلام استحقاق میں لے لیا گیا تو وصی اس ثمن کا مشتری کے واسطے ضامن ہوگا پھر وصی تمام ترکہ میت سے مال تاوان واپس لے گا اسی طرح یہ مسئلہ جامع صغیر میں مذکور ہے اور یہی ظاہر الروایۃ کا حکم ہے اور اگر ترکہ سب تلف ہو گیا تو کسی سے واپس نہیں لے سکتا ہے نہ وارثوں سے اور نہ مساکین سے جب کہ مساکین کو صدقہ دے دیا ہو اور اگر وصی نے ترکہ تقسیم کیا پھر وارثوں میں سے کسی صغیر کے حصہ میں غلام آیا اور اُس کو وصی نے فروخت کیا اور ثمن وصول کیا اور اُس کے پاس تلف ہو گیا پھر غلام مذکور مشتری سے استحقاق میں لے لیا گیا تو مشتری اپنا ثمن وصی سے واپس لے گا اور وصی مال صغیر سے واپس لے گا اس واسطے کہ وصی نے اُسی کے لیے فروخت کیا تھا اور صغیر بحساب اُس قدر حصہ کے دوسرے وارثوں سے واپس لے گا اس واسطے کہ تقسیم باطل ہو گئی ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص مر گیا اور اُس کے پاس اقوام متفرقہ کی ودیعتیں ہیں اور اُس نے اموال ترکہ چھوڑے اور اُس پر اس قدر قرضہ ہے کہ اُس کے تمام مال کو محیط ہے پھر وصی نے میت کے گھر سے ودیعتوں کو لے کر قبضہ کیا کہ صاحبان و دائع کو دے دے یا مال میت پر قبضہ کیا تا کہ اُس سے میت کا قرضہ ادا کرے پس مقبوضہ وصی کے پاس تلف ہو گیا تو اُس پر ضمان واجب نہ ہوگی اسی طرح اگر میت پر قرضہ نہ ہو اور وصی نے اُس کے گھر سے اُس کا مال لے کر قبضہ کیا اور اُس کے پاس تلف ہو گیا تو بھی اُس پر ضمان واجب نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر وصی نے ایسے شخص کو جس کے پاس میت کی ودیعت ہے یہ حکم کیا کہ مال ودیعت ہبہ کر دے یا صدقہ کر دے یا قرضہ دے دے پس اگر مستودع نے ایسا کیا تو ضامن ہوگا اور اگر اُس کو حکم دیا کہ فلاں کو دے دے اُس نے ایسا کیا تو ضامن نہ ہوگا اسی طرح اگر اس کو حکم دیا کہ فلاں کو

۱۔ یعنی کسی دوسرے نے اس پر اپنے استحقاق کا ثبوت پہنچا کر اس کو لے لیا ۱۲ ۲۔ قولہ بحساب کیونکہ جب ظاہر ہو غلام مذکور ملک میت نہ تھا تو باقی ترکہ میں بمقابلہ غلام کے جس قدر حصہ صغیر دوسروں کے پاس گیا ہے وہ واپس لے لے گا ۱۲

مضاربت پردے دے یا خود مضاربت پر اس مال سے تجارت کر تو اُس پر ضمان نہ ہوگی یہ تاتار خانہ میں ہے اگر وصی نے وارثان نابالغ کو ترکہ میں سے نفقہ دیا یہاں تک کہ تمام ترکہ خرچ ہو گیا اُس میں سے کچھ باقی نہ رہا پھر ایک نے آکر گواہوں سے میت پر اپنا قرضہ ثابت کیا اور قاضی نے اُس کے نام ڈگری کر دی پس آیا قرض خواہ مذکور کو وصی سے ضمان لینے کا اختیار ہے تو اس کا ذکر کتاب میں نہیں ہے اور چاہئے کہ جواب میں تفصیل ہو یعنی اگر وصی نے وارثان مذکور کو حکم قاضی نفقہ دیا ہے تو اُس پر ضمان نہیں ہو سکتی ہے اور اگر بے حکم قاضی نفقہ دیا ہے تو ضامن ہوگا۔ اور اگر میت پر کوئی قرضہ بقضائے قاضی واجب ہوا اور وصی نے اُس کو ادا کر دیا پھر اس کے بعد میت پر دوسرا قرضہ لاحق ہوا بایں طور کہ اُس نے اپنی زندگی میں کنواں کھودا تھا پھر اب اُس میں کوئی جانور گرا حتیٰ کہ اُس کا تاوان بدمہ میت بطور قرضہ ہو گیا یا زندگی میں اُس نے کوئی اسباب فروخت کر کے اُس کا ثمن لیا تھا پھر بعد وفات کے مشتری نے اُس میں عیب پا کر وصی کو واپس دیا اور اُس کا ثمن ترکہ میت پر قرضہ ہوا پس آیا وصی دوسرے قرض خواہ کے واسطے کچھ ضامن ہوگا تو اس میں دو صورتیں ہیں یا تو وصی نے اول کو جو کچھ دیا ہے بحکم قاضی دیا ہوگا یا بغیر حکم قاضی پس اگر بحکم قاضی دیا ہو تو اُس پر ضمان نہ ہوگی اور نہ قاضی پر ضمان ہوگی لیکن دوسرا حق دار پہلے کا دامنگیر ہو کر اس کے مقبوضہ میں سے حصہ رسد لے لے اگر مال مقبوضہ اُس کے پاس قائم ہو اور اگر تلف ہو گیا ہو تو بقدر اُس کے حصہ کے ضامن ہوگا اور وصی دوسرے کے واسطے ضامن نہ ہوگا اگرچہ یہ ظاہر ہوا کہ اُس نے دوسرے کا کسی قدر حق بدون اُس کی اجازت کے اول کو دے دیا ہے بدینی وجہ کہ وہ اس دینے میں قاضی کے حکم سے مجبور تھا اور اگر وصی نے بغیر حکم قاضی کے اول کو دیا ہو تو دوسرے کو اختیار ہوگا چاہے وصی سے بقدر اپنے حصہ کے تاوان لے یا قابض کے مقبوضہ میں سے یا غیر مقبوضہ سے بطریق تاوان لے پھر اگر وصی کے زعم میں یہ بات ہو کہ دوسرا اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے اور گواہ جھوٹے ہیں تو در صورتیکہ وصی سے اُس نے ضمان لی تو وصی مال تاوان کو اول سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر وصی کے زعم میں ہو کہ دوسرے کا دعویٰ سچا ہے تو واپس لے گا یہ سب اُس وقت ہے کہ قرض خواہ نے گواہی قاضی کے نزدیک اپنا قرضہ ثابت کیا ہو اور اگر میت نے وصی کے سامنے اقرار کیا ہو کہ زید کا مجھ پر اس قدر قرضہ ہے یا وصی کے پیش نظر قرضہ ثابت ہوا ہو مثلاً وصی نے دیکھا ہو کہ میت نے اپنی زندگی میں کسی کا مال تلف کر دیا یا اُس کے پاس سے لے لیا ہے پس آیا وصی اُس کو ادا کر سکتا ہے در حالیکہ وارث لوگ منکر ہیں تو کتاب میں اُس کی کوئی روایت نہیں ہے اور اس میں مشائخؒ نے اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ ادا کر سکتا ہے اور بعض نے کہا کہ چاہئے کہ اُس کو ادا کرنے کا اختیار نہ ہو یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے پاس مال ودیعت رکھا اور کہا کہ اگر میں مر جاؤں تو میرے بیٹے کو دے دینا حالانکہ میت کا اس کے سوائے دوسرا وارث بھی ہے تو بقدر حصہ وارث دیگر کے ضامن ہوگا اور وہ شخص اتنی بات سے وصی نہیں ہو سکتا ہے اور اگر اُس نے کہا کہ میرے بعد فلاں شخص کو جو وارث نہیں ہے دے دینا تو اُس کو دینے سے ضامن ہوگا ایک مریض کے پاس اہل قرابت جمع ہوئے کہ اُس کے مال سے کھاتے پیتے تھے تو شیخ ابوالقاسم صفار نے فرمایا کہ اگر باجائز مریض کھاتے ہیں تو جوان میں سے وارث ہے وہ ضامن ہوگا اور جو وارث نہیں ہے اُس کی خوراک مریض کی تہائی سے محسوب ہوگی اور فقیہ ابواللیثؒ نے فرمایا کہ اگر مریض کو اپنی تیمار داری میں ان لوگوں کی حاجت ہو پس انہوں نے اُس کے اور اُس کے عیال کے ساتھ کھایا پیا حالانکہ بدون اسراف کے کھایا تو اُس پر استحساناً ضمان نہ ہوگی۔ ایک شخص مر گیا اور اُس پر قرضہ ہے پس اُس کے وصی نے قرض خواہوں کے واسطے اُس کے غلاموں کو فروخت کیا اور اُن کا ثمن وصی کے پاس تلف ہو گیا یا مشتری کو غلام مذکور دینے سے پہلے بعض غلام وصی کے پاس مر گئے تو مشتری اپنا ثمن وصی سے واپس لے گا اور پھر وصی قرض خواہوں سے واپس لے گا اور اگر غلام مذکور استحقاق میں لے لئے گئے تو مشتری اپنا ثمن وصی سے واپس لے گا اور وصی اس کو قرض خواہوں سے واپس نہیں لے سکتا ہے الا اُس صورت میں لے سکتا ہے کہ قرض خواہوں کے حکم سے اُس کو

فروخت کیا ہو اسی طرح اگر قرض خواہوں نے اس سے یوں کہا ہو کہ ان میت کا غلام فروخت کر کے ہمارا قرضہ ادا کر دے تو وصی اُن سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر قرض خواہوں نے کہا کہ فلاں کا یہ غلام فروخت کر دے تو اُن سے ثمن واپس لے گا اس واسطے کہ انہوں نے اُس کو دھوکا دیا ہے لیکن اگر ثمن بہ نسبت قرضہ کے زائد ہو تو بقدر قرضہ کے واپس لے سکتا ہے۔ اُس سے زائد نہیں لے سکتا ہے اور اگر انہوں نے کہا کہ یہ غلام فروخت کر کہ یہ فلاں کا ہے اور وصی نے کہا کہ میں اُس کو نہیں فروخت کروں گا پھر اُس کو فروخت کیا پھر وہ استحقاق میں لے لیا گیا اور ثمن ضائع ہو گیا تو وصی اُس کو قرض خواہ سے واپس لے گا اور اگر میت پر قرضہ نہ ہو لیکن وصی نے وارثان بالغ کے واسطے غلام فروخت کیا تو وارثان بالغ ان سب صورتوں میں بمنزلہ قرض خواہوں کے ہیں اور اگر وارثان صغیر ہوں تو استحساناً اُن سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر قاضی نے رقیق میت کو قرض خواہوں کے واسطے فروخت کیا اور ثمن قاضی کے پاس ضائع ہو گیا پھر رقیق مذکور مشتری کے پاس سے استحقاق میں لے لیا گیا تو مشتری اپنا ثمن قرض خواہ سے واپس لے گا نہ قاضی سے۔ ایک شخص اپنے غلام کے آزاد کرنے کی وصیت کی پھر غلام نے بعد موت وصی کے کوئی جنایت کی اور وصی نے جنایت سے واقف ہو کر اُس کو آزاد کر دیا تو نہ یہ کا ضامن ہوگا اور اگر نہ جانتا ہو تو قیمت کا ضامن ہوگا اور اس نہ یہ یا قیمت کو وارثوں سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر یتیموں کے غلام نے کوئی جنایت کی تو اُن کے وصی کو اختیار ہوگا کہ اُن کے واسطے غلام کا رکھ لینا اختیار کرے اور اُن کے مال سے ارش جنایت ادا کر دے لیکن اگر ارش جنایت و قیمت غلام میں بہت بڑا فرق ہو تو ایسا نہیں کر سکتا ہے اور اگر وصی نے قاضی کے پاس کہا کہ میں نے غلام رکھ لینا اختیار کیا یا اس بات پر گواہ کر لئے تو اُس کو یہ اختیار نہ رہے گا کہ اس سے رجوع کر کے غلام کا دے دینا اختیار کرے پھر اگر یتیموں کا کچھ مال سوائے اس غلام کے نہ ہو تو اُس پر واجب ہوگا کہ غلام فروخت کر کے اُس کے ثمن سے ارش جنایت ادا کرے اور اگر قبل فروخت کرنے کے غلام مر گیا حالانکہ وہ غلام رکھ لینا اختیار کر چکا ہے تو ارش جنایت بذمہ یتیمان قرضہ لازم ہے یہاں تک کہ اُس کو ادا کریں نہ محیط سرخسی میں ہے۔ امام محمد نے جامع کبیر میں فرمایا کہ ایک شخص نے ہزار درم کو غلام خرید کر اُس پر قبضہ کر لیا اور ثمن نہ دیا یہاں تک کہ مر گیا اور اُس پر دوسرے شخص کے ہزار درم بھی قرضہ ہیں اور سوائے اس غلام کے اُس کا کچھ مال نہیں ہے پھر وصی نے غلام مذکور میں کوئی عیب پا کر بسبب عیب کے بغیر حکم قاضی کے بائع کو واپس دیا تو یہ جائز ہے اور قرض خواہ دوم اُس کو نہیں توڑ سکتا ہے پھر وصی مذکور بائع سے نصف ثمن واپس لے کر دوسرے قرض خواہ کو دے دے گا اور اگر بائع پر ثمن ڈوب گیا تو وصی ضامن نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ واپسی ہر گاہ حق قرض خواہ دوم میں بیع جدید شمار کی گئی تو ایسا ہوا کہ گویا وصی نے غلام کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور ثمن اُس پر ڈوب گیا وصول نہ ہوا اور اس صورت میں ضامن نہیں ہوتا ہے پس صورت مذکورہ میں بھی ضامن نہ ہوگا اور اس صورت میں اور صورت ذیل میں فرق ہے کہ جب وصی نے ایک شخص کے ہاتھ فروخت کر کے ثمن وصول کر کے بائع کو سب دے دیا تو اس صورت میں دوسرے قرض خواہ کے واسطے ضامن ہوگا اور اگر یہ ہے کہ جب وصی نے سوائے بائع کے دوسرے مشتری کے ہاتھ فروخت کیا اور ثمن وصول کیا تو ثمن سے دونوں قرض خواہوں کا حق متعلق ہوا پس وصی نے جب ایک ہی کو دے دیا تو اُس نے دوسرے کا حق تلف کیا پس ضامن ہوگا اور صورت مذکورہ بالا میں وصی نے کچھ وصول نہیں کیا ہے فقط عیب کی وجہ سے واپس کیا ہے اور یہ امر حق قرض خواہ دوم میں بیع جدید ہے اور وصی کو بیع کا اختیار ہے پس کوئی ایسی بات نہیں پائی گئی جو موجب ضمان ہو اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ جب وصی نے میت کا قرضہ ادا کیا اور اُس کو خوف ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ میت پر دوسرا قرضہ ظاہر ہو اور وصی کو ضامن ہونا پڑے تو اُس کے واسطے یہی حیلہ ہے کہ قرض خواہ میت کے ہاتھ اُس کے قرضہ کے عوض میت کی کوئی چیز فروخت کرے پھر اگر میت پر دوسرا قرضہ ظاہر ہوگا تو وصی ضامن نہ ہوگا اور اگر ایسا ہوا کہ جب وصی نے بسبب عیب کے بائع کو واپس دینا چاہا تو اُس نے انکار کیا یہاں

تک کہ مقدمہ قاضی کے پاس پیش ہوا پس اگر قاضی کو دوسرے قرض خواہ کے قرضہ کا حال معلوم ہو تو غلام کو بسبب عیب کے واپس نہ دے گا بلکہ فروخت کر کے اُس کا ثمن دونوں کو تقسیم کر دے گا اور بائع کے ذمہ سے نقصان ساقط ہو جائے گا کہ قاضی کی بیع سے پہلے یا اُس کے بعد نہ عیان عیب کا ضامن نہ ہو گا اور اگر قاضی کو دوسرے قرض خواہ کا حال معلوم نہ ہو تو بائع کو واپس کر دے گا اور بائع کے ذمہ سے ثمن ساقط ہو جائے گا پھر اس کے بعد اگر دوسرے قرض خواہ نے گواہ قائم کئے تو قاضی کو اختیار ہے چاہے واپسی کو باقی رکھے اور قرض خواہ دوم کو نصف ثمن تاوان دلائے اور چاہے واپسی کو توڑ کر غلام مذکور دونوں کے قرضہ میں فروخت کرے یہ محیط میں ہے۔

ایک قوم نے میت پر قرضہ کا دعویٰ کیا اور ان کے پاس گواہ نہیں ہیں لیکن وصی کو اُن کے قرضہ کا حال معلوم ہے تو شیخ نصیرؒ نے فرمایا کہ وصی مال ترکہ کو قرض خواہ کے ہاتھ فروخت کرے پھر قرض خواہ ثمن سے منکر ہو جائے پس بدلا ہو جائے گا اور اگر ترکہ درم و دینار ہوں تو قرض خواہ کے پاس بقدر قرضہ کے ودیعت رکھے پھر وہ ودیعت سے منکر ہو جائے پس قصاص ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر گواہان عادل نے وصی کے سامنے گواہی دی کہ فلاں شخص کا میت پر قرضہ ہے اور قاضی کے سامنے یہ گواہی نہیں دیتے پس آیا وصی کو در حالیکہ وارث لوگ منکر ہوں ایسا قرضہ ادا کرنے کا اختیار ہے سو اس کی کوئی روایت نہیں ہے اور مشائخؒ نے اس میں بھی اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ ادا کر سکتا ہے اور بعض کے نزدیک نہیں ادا کر سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر میت نے وصی کے سامنے قرضہ کا اقرار کیا اور وصی نے چاہا کہ اُس کا قرضہ ادا کرے اور اُس پر ضمان لازم نہ آئے تو اس میں مشائخ کے پانچ اقوال مختلف ہیں بعض نے فرمایا کہ قاضی کے پاس جائے اور اُس سے کہے کہ آپ میراث کو وارثوں میں تقسیم کر دیں تاکہ اگر بہ ثبوت گواہان میت پر کوئی قرضہ ظاہر تو قرض خواہ مجھ سے خصومت نہ کر سکے اور نہ مجھ سے تاوان لے سکے اور بعض نے فرمایا کہ قرض خواہ مقررہ کو بقدر اُس کے قرضہ کے خفیہ دے دے تاکہ وارث لوگ واقف نہ ہوں کہ اُس سے ضمان لیں اور بعض نے فرمایا کہ ترکہ میں سے بقدر قرضہ کے ایک تھیلی میں بھر کر رکھے اور قرض خواہ کے پاس ایک آدمی بھیج کر بلائے پس قرض خواہ آ کر خفیہ و ظاہر لے لے اور وصی اُس سے تغافل کر جائے پس اگر وارثوں کو معلوم ہو جائے تو وارثوں سے کہے کہ تم لوگ خود خصومت کر دیا بجائے میرے دوسرے کو خصومت کے واسطے مقرر کرو اور بعض نے فرمایا کہ جس قرضہ سے بقدر قرضہ کے ترکہ میں سے ایک تھیلی بھر کر قرض خواہ کو ودیعت دے دے پھر قرض خواہ مذکور ودیعت سے منکر ہو جائے پس قصاص ہو جائے گا اور وصی ضامن نہ ہو گا کیونکہ اُس کو ودیعت رکھنے کا اختیار ہے اور بعض نے فرمایا کہ جس وقت میت نے وصی کے سامنے قرضہ کا اقرار کیا ہے اُس وقت وصی کو چاہئے کہ میت سے کہے کہ دو گواہ بلا کر شاہد کر دے یا میرے سوائے دوسرے آدمی کو بلا کر گواہ کر دے تاکہ اگر پیچھے قرض خواہ آئے تو دونوں گواہ یا وصی مع ایک گواہ کے گواہی دیں پس وصی اُس کا قرضہ ادا کرے گا اور ضامن نہ ہو گا اور اگر وارثوں نے وصی پر دعویٰ کیا کہ تو نے ترکہ میں سے میت کی طرف سے ایسا قرضہ ادا کیا ہے جو اُس پر واجب نہ تھا تو ضامن ہوا اور وصی نے ضمان سے انکار کیا اور وارثوں نے اُس سے قسم طلب کی تو قاضی وصی سے اُس کے حق کی رعایت کر کے یہ قسم نہ لے گا کہ واللہ میں نے ادا نہیں کیا ہے بلکہ یوں قسم لے گا کہ واللہ ان لوگوں کا جو میری جانب مجھ پر ضمان واجب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص مر گیا اور اُس پر علاوہ قرضوں کے زید کا بھی قرضہ تھا پس زید نے کہا کہ میں نے اپنے ہزار درم میت سے اُس کی صحت میں وصول کئے ہیں اور قرض خواہان میت نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے اُس کے مرض میں جس میں وہ مرا ہے وصول کئے ہیں پس ہم کو تیرے ساتھ تیرے مقبوضہ میں حق شرکت حاصل ہے مشائخ نے فرمایا کہ اگر ہزار درم مقبوضہ قائم ہوں اُس میں شریک ہو جائیں گے اس واسطے کہ وصول کرنا امر حادث

ہے پس اقرب اوقات کی طرف جو حالت مرض ہے راجع کیا جائے گا اور اگر مقبوضہ درہم تلف ہو گئے ہوں تو قرض خواہان میت کے واسطے زید پر کچھ واجب نہ ہو گا اس واسطے اقرب اوقات کی طرف راجع کرنا نبوع ظاہر ہے اور ظاہر واسطے دفعیہ کے صالح ہے موجب ضمان ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے پس در صورتیکہ مقبوضہ قائم ہے زید اپنے واسطے ان سب کے مسلم ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور قرض خواہ لوگ اس سے منکر ہیں اور اس پر سب متفق ہیں کہ یہ مقبوضہ ملکیت میت تھا پس ظاہر زید کے واسطے شاہد نہیں ہے اور بعد مقبوضہ تلف ہونے کے قرض خواہوں کو موجب ضمان کی حاجت ہے اور ظاہر ان کے واسطے شاہد نہیں ہے ایک وصی پر میت کا قرضہ ہے اور میت نے چند وصیتیں کی ہیں پس وصی نے چاہا کہ جو کچھ اُس کے ذمہ ہے اُس کی ذمہ داری سے خارج ہو جائے تو مشائخؒ نے فرمایا کہ میت کی وصیتیں یا قرضے اپنے ذاتی مال سے ادا کر دے پس یہ اُس قرضہ کا جو وصی پر ہے قصاص ہو جائے گا لیکن یہ چاہئے کہ ادا کرنے کے وقت قصاص کی نیت کرے اور کہے کہ مال میت سے ادا کرتا ہوں تاکہ قصاص ہو جائے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر وصی نے وصایت سے خارج ہونے کے بعد یتیم کا قرضہ وصول کیا پس اگر یہ قرضہ یتیم کے واسطے موروثی ہو یا وصی کے ایسے عقد سے واجب ہوا ہو جس کے حقوق بجانب عاقد راجع نہیں ہوتے ہیں تو قبضہ نہیں صحیح ہے اور قرض دار بری نہ ہو گا اور اگر وصی کے ایسے عقد سے واجب ہوا ہو جس کے حقوق بجانب عاقد راجع ہوتے ہیں تو اُس کا قبضہ صحیح ہے اور قرض دار بری ہو جائے گا یہ محیط میں ہے۔ ایک وصی نے میت پر قرضہ کا دعویٰ کیا تو مشائخؒ نے اختلاف کیا ہے کہ قاضی آیا اُس کے قبضہ سے مال نکال لے گا یا نہیں سو بعض نے فرمایا کہ نہیں نکالے گا اور اگر وصی نے کسی مال عین پر اپنی ملک ہونے کا دعویٰ کیا تو قاضی اُس کو اُس کے قبضہ سے نکال لے گا اور بعض نے فرمایا کہ اگر اُس کے پاس اُس کے دعویٰ کے گواہ نہ ہوں تو قاضی اُس کو وصایت سے خارج کر دے گا اور فقیہ ابواللیثؒ نے کہا کہ یوں کہے کہ یا تو میت کو اپنے اس دعویٰ سے بری کر دے یا اپنے دعویٰ کے گواہ قائم کرتا کہ قرضہ وصول کر لے ورنہ میں نے تجھ کو وصایت سے خارج کر دیا پس اگر اُس نے گواہ قائم نہ کئے تو اُس کو وصایت سے خارج کر دے گا اور محمد بن سلمہ سے روایت ہے کہ اگر وصی نے میت پر اپنے قرضہ کا دعویٰ کیا اور اُس کے پاس گواہ نہیں ہیں تو قاضی اُس کو وصایت سے معزول کر دے گا اور اگر گواہ ہوں تو قاضی میت کی طرف سے وصی مقرر کرے گا تاکہ مدعی اُس کے مقابلہ میں گواہ قائم کرے پھر اُس کے بعد قاضی کو اختیار ہے چاہے دوسرے کو وصی رکھے پس اول وصایت سے خارج ہو گیا اور چاہے اول کا قرضہ ادا کرنے کے بعد اول کو پھر وصی مقرر کر دے اور خصافؒ نے ذکر فرمایا کہ قاضی میت کی طرف سے دوسرا وصی اسی قدر کے واسطے مقرر کرے گا جس قدر مدعی کا قرضہ ہے اور وہ مدعی کو پوری وصایت سے خارج نہ کرے گا اور اسی کو مشائخؒ نے اختیار کیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

میت کا ایک شخص پر قرضہ ہے اور اُس کا وصی اور پسر وارث ہے پھر پسر بالغ ہو گیا پھر وصی نے قرضہ میت وصول کیا تو اُس کا قبضہ جائز ہے اور اگر پسر نے وقت بالغ ہونے کے اُس کو قبضہ سے منع کر دیا ہو تو قبضہ صحیح نہ ہو گا ایک شخص مر گیا اور اُس پر زید کے ہزار درم قرضہ ہیں اور میت کے عمرو پر ہزار درم قرضہ ہیں پس عمرو نے میت کا قرضہ اُس کے قرض خواہ زید کو ادا کرنا چاہا تو اصل میں مذکور ہے کہ اگر عمرو ادا کر دے تو میت کے قرضہ سے بری ہو جائے گا اگرچہ بغیر حکم وصی و وارث کے ادا کیا ہو اور ادا کرنے کی کیفیت امام محمدؒ نے یوں بیان فرمائی ہے کہ قاضی کے سامنے عمرو میت کے قرض خواہ زید سے یوں کہے کہ یہ ہزار درم جو مجھ پر میت فلاں کے تھے تجھ کو ان ہزار درم کے عوض دیتا ہوں جو تیرے میت مذکور پر قرضہ تھے پس یہ جائز ہو گا اور اگر اُس نے یہ کہا کہ بلکہ میت کی طرف سے زید کو

ہزار درم ادا کر دے تو تبرع ہوگا اور اُس میت کا قرضہ بحالہ باقی رہے گا اور اگر مستودع نے مال و دیعت میں سے مورع کا قرضہ ادا کر دیا تو مودع کو اختیار ہوگا چاہے اس کے ادا کرنے کی اجازت دے دے اور چاہے مستودع سے تاوان لے پھر قابض نے جو کچھ وصول کیا ہے وہ اُس کو مسلم دیا جائے گا۔ میت نے اپنی بیوی کو وصی کیا اور مال چھوڑا اور بیوی کا اُس پر مہر باقی ہے پس اگر میت نے درم یا دینار چھوڑے ہوں تو چونکہ عورت مذکور نے اپنی جنس حق پر قابو پایا ہے اُس میں سے بقدر دین مہر کے لے لے اور اگر درم و دینار نہ چھوڑے ہوں تو اُس کو اختیار ہوگا کہ جو مال فروخت کرنے کے لائق ہے اُس کو فروخت کر کے ثمن سے اپنا قرضہ مہر وصول کر لے۔ ایک قرض دار مرگیا اور قرض خواہ اُس کا وارث یا وصی ہو تو اُس کو اختیار نہ ہوگا کہ بدون علم وارثوں کے بقدر اپنے حق کے لے لے۔ ایک شخص نابالغ اولاد چھوڑ کر مرگیا اور کسی کو وصی نہیں کیا پھر قاضی نے اُس کا وصی مقرر کیا کہ ترکہ کی حفاظت کرے پھر کسی مدعی نے میت پر قرضہ یا ودیعت کا دعویٰ کیا اور اُس کی بیوی نے مہر کا دعویٰ کیا تو مشائخ^(۱) نے فرمایا کہ قرضہ و ودیعت جب تک کہ گواہوں سے ثابت نہ کئے جائیں ادا نہ کئے جائیں گے اور مہر اگر بنکاح معروف ہے یعنی لوگوں میں اس عورت سے نکاح معروف ہو تو مہر مثل تک عورت کا قول قبول ہوگا کہ بقدر مہر مثل اُس کو دے دیا جائے گا اور فقیہ ابواللیث نے فرمایا کہ اگر یہ امر قبل اُس کے ہو کہ عورت نے اپنے آپ کو مرد مذکور کے قابو میں دیا ہے تو یہی حکم ہے اگر عورت اپنے آپ کو مرد کے قابو میں دے چکی ہو تو جس قدر مہر متجمل قبل قابو دینے کے ادا کرنے کی عادت جاری ہے وہ بھی عورت کو نہ دیا جائے گا اس واسطے کہ ظاہر یہ ہے کہ اُس نے بدون وصول قدر متجمل کے اپنے آپ کو مرد کے قابو میں نہ دیا ہوگا۔ مؤلف نے فرمایا کہ اس میں ایک گونہ^(۱) نظر ہے اس واسطے کہ کل مہر بنکاح واجب ہوا ہے پس بحکم ظاہر اُس میں سے کسی مقدار کے ساقط ہونے کا حکم نہ دیا جائے گا کیوں کہ ظاہر ایسی چیز کے باطل کرنے کے واسطے جو ثابت ہو حجت صالحہ نہیں ہے یہ فتویٰ قاضی خان میں ہے۔

امام محمد نے جامع میں فرمایا کہ ایک شخص مرگیا اور ایک وارث و مال چھوڑا پھر ایک شخص نے گواہ قائم کئے کہ میت پر میرے ہزار درم قرضہ ہیں اور قاضی نے اُس کے نام حکم دیا اور وارث نے ہزار درم ادا کر دیئے پھر غائب ہو گیا پھر دوسرا شخص آیا اور اُس نے گواہ قرضہ قائم کرنے چاہے تو قرض خواہ اول اُس کا خصم ہوگا اور اگر قرض خواہ اول غائب ہو گیا ہو تو وارث اُس کا خصم ہوگا پس اگر دوسرے کے واسطے بھی وارث پر قاضی نے حکم دیا حالانکہ جو کچھ وارث نے وصول کیا ہے وہ سب تلف ہو گیا ہے تو دوسرا قرض خواہ پہلے قرض خواہ کا دامنگیر ہو کر جو کچھ اُس نے وصول کیا ہے اس میں سے حصہ رسد لے لے گا پھر دونوں اپنے باقی حق کے واسطے وارث کے دامنگیر ہوں گے اور اگر اول قرض خواہ نہ ہو بلکہ تہائی کا موصی لہ ہو پس اُس نے مال وصیت وصول کر لیا پھر وارث غائب ہو گیا پھر دوسرے نے گواہ قائم کرنے چاہے کہ میت پر میرا اس قدر قرضہ ہے تو موصی لہ اُس کا خصم نہ ہوگا اسی طرح اگر اول قرض خواہ ہو اور دوسرا موصی لہ مدعی ہو تو قرض خواہ اُس کا خصم نہ ہوگا اور نوازل میں مذکور ہے کہ ایک شخص مرگیا اور اس پر اس قدر قرضہ ہے کہ تمام ترکہ کو محیط ہے پس قرض خواہ اپنے ساتھ وارث میت کو لایا تو بعض نے فرمایا کہ وارث اُس کا خصم نہ ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ خصم ہوگا اور

۱۔ مترجم کہتا ہے کہ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ فقیہ ابواللیث قدر ثابت کے اسقاط کے قائل نہیں ہیں بلکہ ادائے قدر متجمل کی ممانعت کے بھی قائل ہیں پس اس میں اعتراض ہرگز نہیں وارد ہوگا اور حاصل اس کا یہ ہے کہ ایک عورت نے اپنی ذات کے واسطے دعویٰ کیا کہ اُس کو مہر مثل دیا جائے اور ظاہر حال اُس کے واسطے اُس مہر سے قدر متجمل کا شاہد نہیں ہے جب کہ اُس نے اپنے نفس کو سپرد کر دیا پھر یہ واقعہ پیش آیا اور فقیہ سے کسی کو یہ فضل نہیں ہے جو کہہ دے کہ وہ غیر ثابت ہے جیسا کہ مہر مثل پر زیادتی کی صورت میں ہے کیونکہ اُس کے واسطے ایسا مہر مسمی ہو جو اُس کے مہر مثل سے زائد ہو پس اُس وقت اُس کے واسطے مہر مسمی واجب ہوگا نہ مہر مثل پس جیسے اُس کو اُس کے قول پر سوائے مہر مثل کے دیا گیا پس اسی طرح اُس کو مہر مثل سے بقدر متجمل بھی نہ دیا جائے گا بنا بر آئندہ اُس پر ظاہر حال شاہد نہیں ہے جیسا کہ مذکور ہوا ۱۲۱ منہ (۱) یعنی اعتراض ہے ۱۲ منہ

حق خصوصیت میں میت کا قائم مقام ہوگا اور اسی کو فقیہ ابو اللیثؒ نے اختیار کیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اگر ترکہ تمام قرض خواہوں کے قرضہ میں مستغرق ہو پھر ایک شخص نے آ کر میت پر ہزار درم قرضہ کا دعویٰ کیا اور گواہ قائم کرنے سے عاجز ہو کر وارثوں و قرض خواہوں سے قسم طلب کی تو قرض خواہوں پر بالکل قسم عائد نہ ہوگی اسی طرح جب کہ پورا ترکہ قرضہ میں مستغرق ہے تو وارثوں پر قسم عائد نہ ہوگی اور اگر اُس کے پاس گواہ ہوں تو وصی فقط اُس کا خصم ہوگا اور اگر میت کا کوئی وصی یا وارث نہ ہو تو قاضی اُس کا وصی مقرر کر دے گا اور اگر قرضہ کی بہ نسبت ترکہ زائد ہو تو وارث سے قسم لی جائے گی اور ہم نے کتاب ادب القاضی میں ذکر کیا ہے کہ جب وارث کو ترکہ کچھ نہ ملا تو موافق اختیار فقیہ ابو اللیثؒ ابو جعفر کے مدعی کے گواہوں کی سماعت کرنے کے واسطے وارث خصم قرار دیا جائے گا لیکن قبل اس کے کہ میت کا کچھ مال ظاہر ہو وارث سے قسم نہیں لی جائے گی ایک شخص نے میت پر قرضہ کا دعویٰ کیا اور اُس کا وصی بغیبت منقطعہ غائب ہو گیا ہے تو قاضی میت کی طرف سے ایک وصی کھڑا کرے گا تاکہ مدعی کی جوابدہی کرے اسی طرح اگر وصی حاضر ہو اور اُس نے مدعی کے قرضہ کا اقرار کیا تو قاضی میت کی طرف سے خصم مقرر کرے گا ایسا ہی امام فضلیؒ نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے اور اقرار واقعات میں لکھا ہے کہ اگر وصی میت نے اقرار کیا کہ میں نے فلاں میت کا ہر قرضہ جو لوگوں پر تھا وصول کیا پھر میت کا ایک قرض دار آیا اور اُس نے وصی سے کہا کہ میں نے تجھ کو اس قدر دیا ہے اور وصی نے کہا کہ میں نے تجھ سے کچھ وصول نہیں کیا اور نہ مجھے معلوم تھا کہ میت کا تجھ پر قرضہ ہے تو قسم سے وصی کا قول قبول ہوگا اور اگر اصل قرضہ پر گواہ قائم ہوئے تو اس سے وصی پر کچھ لازم نہ آئے گا اسی طرح اگر وصی نے کہا کہ میں نے میت کا کوفہ کا قرضہ وصول کر لیا یا کسی دوسرے شہر یا سودا کی طرف نسبت کی تو بھی یہی حکم ہے اور جو شخص قرضہ و دیعت و مضاربہ وصول کرنے کا وکیل ہو اُس کا بھی ان سب صورتوں میں یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔

ایک وصی نے وصیت میت اپنے مال سے نافذ کر دی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر یہ وصی وارث ہو تو ترکہ میں سے واپس لے لے گا اور نہ واپس نہیں لے سکتا ہے اور بعض نے کہا کہ اگر وصیت بندوں کے واسطے ہو تو واپس لے گا اس واسطے کہ اُس کا مطالبہ از جانب بندہ ہے اور اگر وصیت اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو تو واپس نہیں لے سکتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ ہر حال میں واپس لے سکتا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اسی طرح اگر وصی نے صغیر کے واسطے کھانا یا کپڑا اپنے مال سے خریدا تو بھی واپس لے سکتا ہے اسی طرح اگر بغیر اجازت وارث کے قرضہ میت اپنے مال سے ادا کیا اور گواہ کر لئے تو بھی واپس لے سکتا ہے اسی طرح اگر وارث بالغ نے وارثان نابالغ کے واسطے کھانا یا کپڑا اپنے مال سے خریدا تو مال میت و ترکہ سے واپس لے گا اسی طرح اگر وصی نے یتیم کا خراج و ارش اپنے مال سے ادا کیا تو واپس لے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ کسی وارث نے اگر قرضہ میت اپنے مال سے ادا کیا حتیٰ کہ اس کو واپس لینے کا اختیار حاصل ہوا پھر قبل واپس لینے کے جو قرضہ ادا کیا ہے وہ مال دوسری میت سے سکھوں نے میراث پایا تو ادا کرنے والے کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ دوسری میت کے ترکہ سے وہ مال جو اُس نے قرضہ میں دیا تھا واپس لے لے یہ ذخیرہ میں ہے۔ وارث کو اختیار ہے کہ بدون حکم وارثان میت کے اُس کا قرضہ ادا کرے اور اُس کو کفن دے اور اُس کو اختیار ہوگا کہ مال میت سے اُس کو واپس لے لے اور اگر وارث یا وصی نے میت کے واسطے کفن خریدا پھر بعد دفن میت کے کفن کے عیب پر واقف ہوا تو وارث یا وصی کو نقصان عیب واپس لینے کا اختیار ہوگا اور اگر اجنبی نے میت کے لیے کفن خریدا اور بعد دفن کے عیب کفن پر وقف ہوا تو نا طہقی نے ذکر کیا کہ اجنبی نقصان عیب واپس نہیں

۱۔ یعنی سارا مال متروکہ قرضہ میں ڈوبا ہوا ہے اور اُس سے کچھ فاضل نہیں ہے ۱۲۔ یعنی اس طور پر غائب ہو گیا کہ اُس کے مرنے جینے کا حال معلوم کرنے کے ذرائع منقطع ہو گئے ۱۳۔ یعنی کار خیر مثل حج وغیرہ ۱۴۔

لے سکتا ہے اور بعض روایات میں ہے کہ واپس لے سکتا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اجنبی واپس نہیں لے سکتا ہے۔ ایک مسافر ایک شخص کے مکان میں اُترا پھر مر گیا اور کوئی وصی مقرر نہیں کیا اور دراہم جھوڑے تو شیخ ابوالقاسم نے فرمایا کہ مقدمہ حاکم کے پاس پیش کرے پس حاکم کے حکم سے اُس کو اوسط درجہ کا کفن دے اور اگر اُس نے کسی حاکم کو نہ پایا تو اوسط درجہ کا کفن دے دے اور اگر میت مذکور پر قرضہ ہو تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ قرضہ ادا کرنے کے واسطے اُس کا مال فروخت کرے اسی طرح اگر کوئی باندی چھوڑی ہو تو اُس کو فروخت نہیں کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر اہل کوچہ میں سے کسی نے مال یتیم میں خرید و فروخت کا تصرف کیا اور میت کا کوئی وصی نہیں ہے اور وہ شخص جانتا ہے کہ اگر حاکم کے پاس یہ مقدمہ پیش کیا جائے تاکہ وہ وصی مقرر کر دے تب تک یہ مال لے کر برباد کر دے گا تو قاضی و بویٰ نے فتویٰ دیا کہ بضرورت اُس کا تصرف جائز ہے اور امام قاضی خان نے فرمایا کہ یہ استحسان ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جائے یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔

بشر بن الولید سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کسی گاؤں میں مر گیا اُس کا وارث آیا اور کہا کہ میرا باپ مر گیا اور اُس نے کئی قسم کا مال چھوڑا ہے اور کسی کو وصی نہیں کیا اور اُس پر قرضہ ہے اور وارث مذکور اس وجہ سے گواہ قائم نہ کر سکا کہ گواہ گاؤں کے لوگ تھے اور قاضی کو اُن کی عدالت کا حال معلوم نہ تھا پس آیا قاضی کو اختیار ہے کہ اُس سے کہے کہ اگر تو سچا ہے تو مال فروخت کر یہاں تک کہ قرضہ ادا کر دے تو فرمایا کہ اگر قاضی نے ایسا کیا تو اچھا ہے اور شیخ ابونصر سے مروی ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اُس کے وارثوں و قرض خواہوں نے کہا کہ فلاں مر گیا اور کسی کو وصی نہیں کیا اور حاکم کو اُس میں سے کچھ معلوم نہیں ہے پس آیا حاکم اُن سے کہہ سکتا ہے کہ اگر تم لوگ سچے ہو تو میں نے اس کو وصی کیا تو فرمایا کہ اگر حاکم نے ایسا کیا تو مجھے امید ہے کہ وہ ایسا کر سکتا ہے اور وہ شخص وصی ہو جائے گا بشرطیکہ یہ لوگ سچے ہوں ایک عورت نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی اور ایک مرہ کو وصی مقرر کیا پس وصی نے اُس کی مقدار وصیت میں سے بعض وصیتیں نافذ کیں اور کچھ مال وارثوں کے پاس باقی رہ گیا آیا وصی اُس باقی کو وارثوں کے پاس چھوڑ سکتا ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر وصی کو وارثوں کی دیانت سے معلوم ہو کہ باقی بھی وصیت میں دے دیں گے تو چھوڑ سکتا ہے اور اگر اس کے برخلاف جانتا ہو پس اگر اُس کو یہ قدرت ہو کہ وارثوں کے قبضہ سے باقی تہائی نکال لے تو نہیں چھوڑ سکتا ہے ایک شخص نے اپنے ولد صغیر کے واسطے کوئی چیز خریدی اور اپنے مال سے ثمن ادا کیا بدین نیت کہ صغیر کے مال سے واپس لے گا تو نوادر میں مذکور ہے اگر ادائے ثمن کے وقف اُس نے اس بات کے گواہ نہ کئے ہوں کہ میں اپنے مال سے اس طور سے ادا کرتا ہوں کہ صغیر کے مال سے واپس لوں گا تو واپس نہیں لے سکتا ہے بخلاف وصی کے کہ اگر وصی نے اپنے مال سے ادا کیا تو اُس کو گواہ کر لینے کی ضرورت نہیں ہے اور فرق یہ ہے کہ والدین کی اکثر عادت یہ ہوتی ہے کہ اپنی اولاد کے ساتھ صلہ و کوئی کا قصد رکھتے ہیں پس اُس کے حق میں گواہ کر لینے کی ضرورت ہے اسی طرح اگر باپ نے اپنے پسر کی بیوی کا مہر اپنے پاس سے ادا کیا تو گواہ کر لے ورنہ واپس نہیں لے سکتا ہے اسی طرح اگر ماں وصیہ ہو تو وہ بھی بمنزلہ باپ کے ہے کہ اگر اُس نے ادائے ثمن کے وقت گواہ نہ کر لئے ہوں تو واپس نہیں لے سکتی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر وصی نے یتیم سے کہا کہ میں نے اتنے برس تجھ پر تیرے مال سے تیرے نفقہ میں خرچ کیا ہے تو اتنی مدت میں یتیم مذکور کے نفقہ مثل میں وصی کے قول کی تصدیق کی جائے گی اور نفقہ مثل سے زائد کے حق میں تصدیق نہ کی جائے گی پھر نفقہ مثل ہوتا ہے جس میں اسراف نہ ہو ونگی نہ ہو یہ محیط میں ہے۔ اور اگر وصی نے کہا کہ تیرا باپ دس برس ہوئے کہ مرا ہے اور یتیم نے کہا کہ میرے باپ کو مرے ہوئے فقط پانچ برس ہوئے ہیں تو کتاب میں مذکور ہے کہ یتیم کا قول قبول ہوگا اور مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے ثمن الاثمہ حلوائی نے فرمایا کہ کتاب میں امام

محمد کا قول مذکور ہے اور بقول امام ابو یوسفؒ کے وصی کا قول قبول ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر وصی نے کہا کہ تیرے باپ نے غلام چھوڑے تھے میں نے ان کو تیرے مال سے اس قدر درم نفقہ دیئے پھر وہ سب مر گئے یا بھاگ گئے اور یہ نفقہ جو دیا ہے نفقہ مثل ہے اور یتیم اُس کے قول کی تکذیب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے باپ نے کوئی رقیق نہیں چھوڑا تھا تو وصی کا قول قبول ہوگا اور خانہ میں ہے کہ امام محمدؒ و حسن بن زیاد کے نزدیک یتیم کا قول قبول ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وصی کا قول قبول ہوگا اور اگر غلامان مذکور زندہ موجود ہوں تو بالا جماع وصی کا قول قبول ہوگا یہ تا تار خانہ میں ہے۔ اگر وصی نے دعویٰ کیا کہ یتیم کا غلام بھاگ گیا تھا اُس کو ایک شخص پکڑ لایا پس میں نے اُس کو چالیس درم جعل دیئے ہیں اور یتیم اُس کے بھاگنے سے انکار کرتا ہے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وصی کا قول قبول ہوگا اور امام محمدؒ و حسن بن زیاد کے نزدیک یتیم کا قول قبول ہوگا لیکن اگر وصی اپنے گواہ لائے تو اُس کے گواہ مقبول ہوں گے کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور اسی طرح اگر وصی نے کہا کہ تیرے باپ نے کوئی رقیق نہیں چھوڑا تھا مگر میں نے تیرے واسطے مال سے غلام خریدے اور تیرے مال سے اُن کا ثمن ادا کیا اور تیرے مال سے اُن کا نفقہ دیا تو ان سب باتوں میں اُس کے قول کی تصدیق کی جائے گی اور جب قول اُسی کا اقرار دیا جائے گا تو اس سے قسم لی جائے گی یہ کتاب میں مذکور ہے لیکن ہمارے مشائخؒ نے فرمایا کہ جب وصی کی کوئی خیانت ظاہر نہیں ہوئی تو ہمارے نزدیک اُس سے قسم لینا مستحسن نہیں ہے۔ نو اور ہشام میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر وصی نے دعویٰ کیا کہ والد صغیر نے اس قدر غلام چھوڑے تھے اور میں نے ان کو اس قدر نفقہ دیا ہے پھر وہ سب مر گئے پس اگر ایسے میت کے اس قدر غلام ہوتے ہوں تو وصی کا قول قبول ہوگا اور اگر یہ بات فقط وصی کے قول سے ثابت ہوتی ہو اور ایسے شخص کے اُس قدر غلام نہ ہوئے ہوں تو میں اُس کے قول کی تصدیق نہ کروں گا۔ اور اگر وصی نے کہا کہ میں نے یتیم کو مہینے میں سودرم دیئے اُس نے ضائع کر دیئے حالانکہ وہ فریضہ زکوٰۃ تھے پھر میں نے اُس کو سودرم اسی مہینہ میں دوبارہ دیئے تو میں اُس کے قول کی تصدیق کروں گا تا وقتیکہ ایسی بات بیان نہ کرے جو کھلی مستبعد ہو مثلاً بیان کرے کہ میں نے اُس کو اسی مہینہ میں بہت مرتبہ دیئے اور اُس نے ضائع کر دیئے۔ ایک شخص کے پاس ایک غلام ہے وہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ میرا ہے اور وصی نے یتیم سے کہا کہ میں نے یہ غلام اس سے تیرے مال سے ہزار درم کو تیرے لیے خریدا تھا اور قبضہ کر کے ثمن ادا کر دیا تھا اور اس کو اتنے عرصہ تک اس قدر نفقہ دیا پھر یہ قابض مجھ پر غالب آیا اور مجھ سے یہ غلام لے لیا اور یتیم و قابض دونوں اُس کی تکذیب کرتے ہیں تو وصی مذکور کو اُس کے حق میں ضمان سے بری ہونے کے واسطے تصدیق کی جائے گی مگر قابض کے حق میں غلام اُس کے قبضہ سے نکال لئے جانے کے واسطے تصدیق نہ ہوگی اس وجہ سے کہ قابض کے حق میں وہ مدعی ہے یا گواہ ہے پس مدعی کے دعویٰ پر یا ایک گواہ پر حکم نہیں دیا جاتا ہے اور اپنے حق میں وہ منکر ضمان ہے پس قسم سے اُس کا قول قبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر وصی نے کہا کہ قابض نے تیرے اس بھائی لہجے کے واسطے تیرے مال سے اس قدر ماہواری نفقہ مقرر کر دیا تھا پس میں دس برس سے اس کو اس قدر ماہواری تیرے مال سے دیتا ہوں اور یتیم نے اُس کی تکذیب کی تو بالا جماع وصی کا قول قبول نہ ہوگا اور وہ ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر وصی نے کہا کہ تیرا باپ مر گیا اور یہ زمین تیرے واسطے میراث چھوڑی اور یہ زمین خراجی ہے پس میں نے دس برس سے اس قدر سالانہ اس کا خراج سلطان کو ادا کیا ہے اور وارث نے کہا کہ میرے باپ کو مرے ہوئے فقط دو برس ہوئے تو اس میں ویسا ہی اختلاف ہے جو جعل^(۱) میں مذکور ہوا اسی طرح اگر باپ کے مرنے کی مدت دس برس ہونے پر دونوں نے اتفاق کیا لیکن زمین مذکور میں جس میں پانی بھرا ہوا ہے جس کی وجہ سے زراعت ممکن نہیں ہے اختلاف کیا پس وارث نے کہا کہ یہ

زمین برابر اس وقت سے ایسی ہی ہے اس کا خراج واجب نہیں ہوا ہے اور وصی نے کہا کہ اس میں فی الحال پانی آ گیا ہے اور میں نے دس برس تک اس کا خراج ادا کیا ہے تو اس میں بھی وہی اختلاف ہے جو جعل میں مذکور ہے۔ اور اگر وقت خصومت کے زمین مذکور قابل زراعت ہو اس میں پانی نہ ہو اور باقی مسئلہ بحال رہے تو بالا جماع قسم سے وصی کا قول قبول ہوگا نازل میں ہے کہ اگر وصی نے یتیم سے کہا کہ تو نے صغریٰ میں اس شخص کا اس قدر مال تلف کر دیا تھا پس میں نے تیری طرف سے اُس کو ادا کر دیا اور یتیم نے اس سب سے انکار کیا تو یتیم کا قول قبول ہوگا اور بالا جماع وصی ضامن ہوگا۔ اور اگر وصی نے یتیم سے کہا کہ تیرا یہ غلام شام کی طرف بھاگا تھا پس میں نے ایک شخص کو اجرت پر مقرر کیا جو اُس کو شام سے پکڑ لایا اور سودرم اجرت پر مقرر کیا تھا پس میں نے اُس کو سودرم دے دیئے اور یتیم نے اس سے انکار کیا تو بالا جماع وصی کا قول قبول ہوگا اور اگر وصی نے اس سب میں یہ کہا کہ میں نے اپنے مال سے ادا کیا تا کہ تجھ سے واپس لوں اور یتیم نے انکار کیا تو بالا جماع بدون گواہوں کے وصی کے قول کی تصدیق نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر وصی ایک شخص کو قاضی کے پاس لایا اور کہا کہ یہ شخص صغیر کے غلام کو جو بھاگ گیا تھا واپس لایا ہے۔ پس اس کے واسطے مال واجب ہوا پس میں نے اس کو مال صغیر سے جو میرے پاس ہے اس کا حق دے دیا پس آیا قاضی اُس کے قول کی تصدیق کرے گا سو بعض نے فرمایا کہ اس میں بھی اختلاف ہے اور بعض نے فرمایا کہ بالاتفاق تصدیق نہ کرے گا یہ محیط سرخی میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ کی ایک صورت جس میں باوجودیکہ اقرار کے مال پر قبضہ کرنے کے واسطے خصم نہ ہوگا ☆

منقولی میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر میت کا زید پر مال ہو اور میت کے وصی نے اقرار کیا کہ میت نے یہ مال وصول کر لیا ہے تو اس کے بعد وصی مذکور اس مال پر قبضہ کرنے کے واسطے خصم نہ ہوگا بلکہ قاضی از جانب میت ایک شخص اُس کے وصول کرنے کے واسطے مقرر کرے گا اور امام محمدؒ نے اقرار الاصل میں فرمایا کہ اگر وصی نے اقرار کیا کہ میں نے میت کا سب مال جو فلاں بن فلاں پر تھا وصول کر لیا اور یہ بیان نہ کیا کہ کس قدر تھا پھر کہا کہ میں نے اُس سے فقط سودرم وصول کئے ہیں اور قرض دار نے کہا کہ میت کے مجھ پر ہزار دم تھے تو نے سب وصول کر لئے ہیں تو اس میں دو صورتیں ہیں یا تو یہ مال وصی کے قرضہ کر دینے سے قرض دار پر واجب ہوا ہوگا یا خود میت کے معاملہ سے واجب ہوا ہوگا اور دونوں صورتوں میں سے ہر ایک میں ضرور ہے کہ قرضدار سے قرضہ کا اقرار یا تو وصی کے اقرار کے بعد کہ میں نے سب وصول پایا ہے واقع ہوا ہوگا یا وصی کے اقرار سے پہلے واقع ہوا ہوگا اور ہر ایک میں دونوں صورتوں میں سے یا تو وصی نے یہ اقرار کہ وہ سودرم ہیں اپنے اس اقرار سے کہ میں نے سب وصول پایا ہے ملا کر کہا ہوگا یا الگ کہا ہوگا پس در صورتیکہ قرض دار پر قرضہ میت کے معاملہ سے واجب ہوا اور وصی نے پہلے پورا قرضہ وصول پانے کا اقرار کیا پھر جدا کہا کہ وہ سودرم ہیں بعد ازاں قرض دار نے اقرار کیا کہ اُس پر ہزار درم قرضہ ہے اور وصی نے اُس سے ہزار درم وصول کر لئے ہیں تو امام محمدؒ نے ذکر فرمایا کہ قرض دار ہزار درم سے بری ہو جائے گا اور وصی کو اُس سے کچھ زیادہ لینے کا اختیار نہ ہوگا اور اس بات میں کہ وصی نے سو درم پر قبضہ کیا ہے قسم کے ساتھ وصی کا قول قبول ہوگا اور قرض دار کے قول کی وصی کے حق میں تصدیق نہ کی جائے گی حتیٰ کہ انکار وارثان کی وجہ سے وصی نو سودرم کا ضامن نہ ہوگا پھر اگر میت کی طرف سے گواہ قائم ہوں مثلاً میت کا وارث یا اُس کا قرض خواہ گواہ قائم

۱۔ قال المحرّج جمیعاً یعنی امام محمد و حسن بن زیاد کے نزدیک یتیم کا قول اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وصی کا قول قبول ہوگا اور مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک اصح قول ابی یوسفؒ ہے کیونکہ وصی امین مقرر کیا گیا ہے پس ظاہر حال اگرچہ اُس کے واسطے شاہد نہیں لیکن وہ وارث کے حق میں نافع نہیں بلکہ ضمان کا موجب ہے اور وہ پایا نہ گیا پس قول وصی کا اپنے حال پر باقی رہا مگر آنکہ وارث گواہ پیش کرے پس اُس وقت ہمارے جانب ہی مستحسن ہے کہ ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ

کرے کہ قرض دار مذکور پر میت کے ہزار درم تھے تو قرض دار ہزار درم سے بری ہوگا حتیٰ کہ وصی کو اُس سے تو سودرم واپس لینے کا اختیار نہ ہوگا مگر وصی وارثوں کے واسطے نو سودرم کا ضامن ہوگا۔ اور اگر پہلے قرض دار نے اقرار کیا کہ قرضہ ہزار درم ہے پھر وصی نے سب قرضہ وصول پانے کا اقرار کیا پھر جدا اقرار کیا کہ وہ سودرم تھے تو اُس کا حکم ویسا ہے جیسا کہ گواہ قائم ہو کر ہزار درم قرضہ ثابت ہونے کی صورت میں مذکور ہوا کہ قرض دار بسبب اقرار وصی کے بری ہوگا اور وصی تو سودرم کا وارثوں کے واسطے ضامن ہوگا اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ وصی نے اپنے اقرار تمام وصول سے جدا کر کے اقرار کیا کہ وہ سودرم ہیں اور اگر متصل اقرار کیا کہ میں نے تمام قرضہ میت جو فلاں پر تھا وصول پایا اور وہ سودرم تھے اور قرض دار نے کہا کہ نہیں بلکہ ہزار درم تھے تو ذکر فرمایا کہ اس اقرار میں وصی کے قول کی تصدیق ہوگی حتیٰ کہ وصی کو اختیار ہوگا کہ قرض دار مذکور سے نو سودرم کا مطالبہ کر کے وصول کرے یہ اُس وقت ہے کہ پہلے وصی نے تمام وصول یا بی کا اقرار کیا ہو اور اگر قرض دار نے پہلے قرضہ کا اقرار کیا پھر وصی نے کہا کہ میں نے جو کچھ اُس پر تھا سب وصول پایا پھر جدا اقرار کیا کہ وہ سودرم تھے تو اس کا حکم وہی ہے جو در صورتیکہ میت کے معاملہ سے قرضہ واجب ہونے کی صورت میں مذکور ہوا ہے کہ قرض دار تمام اُس مال سے جو اُس پر تھا بری ہوگا بسبب اقرار وصی کے اور وصی نو سودرم کا وارثوں کے واسطے ضامن ہوگا یہ سب اُس صورت میں ہے کہ وصی نے یہ اقرار کہ وہ سودرم تھے جدا کر کے بیان کیا ہو اور اگر متصل بیان کیا مثلاً کہا کہ میں نے سب جو اُس پر تھا وصول کیا اور وہ سودرم تھے پھر قرض دار نے کہا کہ مجھ پر ہزار درم قرضہ تھا اور تو نے سب وصول کیا ہے تو قرض دار پورے قرضہ سے جو اُس پر تھا بری ہوگا حتیٰ کہ وصی کو اُس سے کچھ مطالبہ کا اختیار نہ ہوگا اور وارثوں کے واسطے وصی فقط اُسی قدر کا ضامن ہوگا جس قدر اُس نے پہلے وصول پانے کا اقرار کیا ہے اور اگر قرض دار نے پہلے ہزار درم کا اقرار کیا پھر وصی نے کہا کہ میں نے سب جو اُس پر تھا وصول پایا اور وہ سودرم ہیں تو قرض دار پورے ہزار درم سے بری ہوگا اور وصی وارثوں کے واسطے نو سودرم کا ضامن ہوگا اور فرمایا کہ اگر وصی نے وارثوں کے واسطے کوئی خادم فروخت کیا اور گواہ کئے کہ میں نے تمام ثمن وصول پایا ہے اور وہ سودرم ہیں اور مشتری نے کہا کہ نہیں بلکہ ایک سو پچاس درم ہیں تو اس میں دو صورتیں ہیں یا تو وصی نے یہ قول کہ وہ سودرم ہیں اپنے اقرار سے متصل بیان کیا یا منفصل پس اگر متصل بیان کیا تو یہ بیان صحیح نہیں ہے اور مشتری پورے ثمن ڈیڑھ سودرم سے باقرا وصی کہ اُس نے سب جو کچھ مشتری پر تھا وصول پایا ہے بری ہو جائے گا اور وصی کی مقبوضہ مقدار میں وصی کا قول قبول ہوگا اور اگر مالک نے خود فروخت کیا اور جو کچھ مشتری پر تھا سب وصول پانے کا اقرار کیا پھر متصل یا منفصل بیان کیا کہ وہ سودرم تھے تو اس کا حکم بھی وہی ہے جو وصی کی صورت میں بیان ہوا ہے۔ اور اگر وصی نے اقرار کیا کہ میں نے فلاں مشتری سے سودرم وصول پائے اور وہ پورا ثمن ہے پس مشتری نے کہا کہ نہیں بلکہ پورا ثمن ایک سو پچاس درم ہیں تو وصی کو اختیار ہوگا کہ مشتری سے پچاس درم اور لے۔ اور اگر وصی نے اقرار کیا کہ میں نے سب جو کچھ فلاں شخص یعنی مثلاً زید کا عمرو پر تھا وصول پایا اور وہ سودرم تھے اور وارثوں یا قرض خواہ میت نے گواہ قائم کئے کہ وہ دو سودرم تھے حتیٰ کہ یہ گواہی قبول کی گئی ہو تو قرض دار سے باقی سودرم بھی وصول کئے جائیں گے اور وصی سوائے ان سودرم کے جن کو اُس نے وصول کیا ہے کچھ ضامن نہ ہوگا اور یہ حکم بخلاف ایسی صورت کے ہے کہ جب وصی نے جدا کر کے بیان کیا کہ وہ سودرم تھے پھر گواہ بطور مذکور قائم ہوئے کہ قرض دار پر سودرم تھے تو ایسی صورت میں وصی دو سودرم کا ضامن ہوگا اور فرمایا کہ اگر وصی نے اقرار کیا کہ میں نے جو کچھ میت کا فلاں شخص کے پاس از قسم ودیعت یا مضاربیت یا شرکت یا بضاعت یا عاریت کے تھا وصول پایا پھر اس کے بعد کہا میں نے اُس سے سودرم وصول پائے ہیں اور مطلوب نے اقرار کیا کہ میرے پاس میت کے ہزار درم تھے تو اس میں دو صورتیں ہیں یا تو وصی نے اول

وصول پانے کا اقرار کیا پھر مطلوب نے ہزار درم ہونے کا اقرار کیا یا مطلوب نے اولاً ہزار درم ہونے کا اقرار کیا پھر وصی نے جو کچھ اُس کے پاس تھا سب وصول پانے کا اقرار کیا پھر یہ قول اُس کا کہ وہ سودرم تھے یا متصل باقرار سابق ہے یا اُس نے الگ بیان کیا ہے پس اگر وصی نے اولاً استیفاء کا اقرار کیا ہے پھر اُس کے بعد کہا کہ میں نے سودرم وصول کئے ہیں اور مطلوب نے کہا کہ وہ ہزار درم تھے اور تو نے سب وصول پائے ہیں تو وصی جس قدر اقرار کرتا ہے اُس سے زیادہ کا ضامن نہ ہوگا اور مطلوب تمام مطالبہ سے بری ہوگا جیسا کہ قرض دار کی صورت میں ہے اور اگر گواہ قائم ہوئے کہ مطلوب کے پاس ہزار درم تھے تو وصی ان سب کا ضامن ہوگا یہ اُس وقت ہے کہ وصی نے جدا کر کے بیان کیا ہو پھر مطلوب نے اقرار کیا کہ میرے پاس ہزار درم تھے تو وصی کا قول قبول ہوگا کہ اُس نے سودرم وصول پائے ہیں اور مطلوب سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے بخلاف اس کے اگر قرضہ کی صورت میں یہ بات ہو تو وہ باقی کے واسطے مطلوب کا دامنگیر ہوگا یہ سب اُس صورت میں ہے کہ وصی نے اولاً استیفاء کا اقرار کیا ہو اور اگر اولاً مطلوب نے اقرار کیا کہ میرے پاس امانت کے ہزار درم میت کے ہیں پھر وصی نے اقرار کیا کہ میں نے سب جو کچھ اُس کے پاس تھا وصول پایا اور بیان کیا کہ وہ سودرم تھے خواہ متصل بیان کیا یا منفصل کر کے بیان کیا تو اس کا حکم وہی ہے جو در صورت گواہ قائم ہونے کے کہ مطلوب کے پاس ہزار درم تھے بیان ہوا ہے لیکن وہ مطلوب سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور فرمایا کہ اگر وصی میت نے اقرار کیا کہ میں نے فلاں میت کا ہر قرضہ جو لوگوں پر تھا وصول پایا پھر میت کا ایک قرض دار آیا اور اُس نے وصی سے کہا کہ میں نے تجھ کو اس قدر ادا کر دیا ہے اور وصی نے کہا کہ میں نے تجھ سے کچھ نہیں وصول پایا اور نہ مجھے معلوم ہوا کہ میت کا تجھ پر کچھ ہے تو وصی کا قول قبول ہوگا اور وصی کے ایسے اقرار سے قرض داران میت کی بریت نہ ہوگی اسی طرح جو وکیل بقبضہ قرضہ و دیعت و مضاربہ ہو اُس کے اقرار کا بھی یہی حکم ہے اور اگر وصی نے اقرار کیا کہ میت کا جو مجھ پر قرضہ زید پر تھا میں نے وصول پایا پس قرض دار نے کہا کہ مجھ پر اُس کے ہزار درم تھے اور وصی نے کہا کہ تجھ پر اُس کے ہزار درم تھے لیکن تو نے اس میں سے پانچ سودرم اُس کی زندگی میں اُس کو دے دیئے تھے اور باقی پانچ سودرم اُس کی موت کے بعد مجھے دے دیئے اور قرض دار نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے سب تجھے دیئے ہیں تو اس کا جواب وہی ہے جو مسئلہ اول میں بیان کیا گیا ہے کہ وصی ہزار درم کا ضامن ہوگا لیکن وارثوں سے اُس کے دعویٰ پر قسم لی جائے گی اور اگر وصی نے اقرار کیا کہ جو کچھ لوگوں پر فلاں میت کا از جنس قرضہ تھا میں نے وصول پایا میں نے اُس کو فلاں بن فلاں سے بھر پایا پھر گواہ قائم ہوئے کہ میت کے اس شخص پر ہزار درم تھے پس وصی نے کہا کہ میرے مقبوضہ یہ نہیں ہے تو یہ وصی کے لازم ہوں گے اور تمام قرض داران میت وصی کے ایسے اقرار سے بری ہو جائیں گے بخلاف اس کے کہ اگر اقرار کیا کہ میں نے سب جو کچھ میت کا قرضہ لوگوں پر تھا وصول پایا اور یہ نہ کہا کہ اس شخص سے تو ایسے اقرار سے قرض داران میت کی بریت نہ ہوگی اور اگر وصی نے اقرار کیا کہ میں نے میت کی متاع و میراث سب اُس کے مکان سے لے کر اُس پر قبضہ کر لیا پھر اس کے بعد کہا کہ وہ سودرم اور پانچ کپڑے تھے اور وارث نے دعویٰ کیا کہ وہ اس سے زیادہ مال تھا اور گواہ قائم کئے کہ میت کی موت کے روز اُس کے مکان میں ہزار درم اور سو کپڑے تھے تو وصی کے ذمہ سوائے اُس قدر کے جس کا اُس نے اپنے قبضہ کرنے میں اقرار کیا ہے کچھ لازم نہ ہوگا اگرچہ اُس نے بیان اقرار کیا کہ وہ سودرم و پانچ کپڑے تھے الگ کر کے بیان کیا ہو یہ محیط میں ہے اور اگر وصی (۱) نے میت پر قرضہ کا اقرار کیا تو اُس کا اقرار صحیح نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

۱۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی صدر حسام کے واقعات میں مذکور ہے پھر ظاہر ہوا کہ جو کچھ صدر حسام نے ذکر کیا وہ محمد کے قول سے ہے ۱۲

(۱) بخلاف وکیل خصوصت مطلق کے ۱۲

دسواں باب ☆

وصیت پر گواہی دینے کے بیان میں

مسئلہ مذکورہ میں اگر وارث لوگ مدعی ہوں تو گواہی مقبول نہ ہوگی ☆

اگر زید و عمرو دو وصیوں نے گواہی دی کہ میت نے ہمارے ساتھ بکر کو بھی وصی کیا ہے اور بکر نے دعویٰ کیا ہے تو استحساناً جائز ہے یہ فتاویٰ قیاساً یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر بکر مدعی نہ وہ تو استحساناً و قیاساً دونوں کی گواہی مقبول نہ ہوگی جب کہ وارث لوگ اس کے مدعی ہوں اور بکر منکر ہو اور اگر وارث لوگ زید و عمرو کے ساتھ تیسرے کے وصی ہونے کے مدعی نہ ہوں تو ہر دو وصی کی گواہی قیاساً و استحساناً مقبول نہ ہوگی اصل میں فرمایا کہ اگر مشہود علیہ مثلاً بکر نے دونوں گواہوں کی تکذیب کی تو میں دونوں وصیتوں کے ساتھ سوائے بکر کے کسی تیسرے کو وصی کر کے داخل کر دوں گا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ تیسرے آدمی کو مقرر کر کے داخل کرنے کا حکم جو مذکور ہے امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا قول ہے اور بعض نے فرمایا کہ نہیں بلکہ یہ حکم سب کے نزدیک بالاتفاق ہے اور یہی ظاہر ہے کیونکہ امام محمدؒ نے اس میں کوئی اختلاف ذکر نہیں فرمایا اور اگر دو لڑکوں نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے زید کو وصی کیا ہے اور زید مدعی ہے تو قیاساً ان کی گواہی قبول نہ ہونی چاہئے مگر استحساناً مقبول ہوگی اور اگر اس مسئلہ میں زید منکر ہو اور باقی وارث بھی مدعی نہ ہوں تو قیاساً و استحساناً دونوں کی گواہی قبول نہ ہوگی اور اگر باقی وارث دعویٰ کرتے ہوں اور زید منکر ہو تو استحساناً و قیاساً مقبول نہ ہوگی اگر دو قرض خواہان میت نے گواہی دی کہ میت نے زید کو اپنا وصی مقرر کیا اور زید نے قبول کر لیا ہے اور زید اس کا مدعی ہے تو قیاساً ایسی گواہی قبول نہ ہونی چاہئے اور استحساناً قبول ہوگی یہ اس وقت ہے کہ زید اس کا مدعی ہو اور اگر مدعی نہ وہ اور ہر دو گواہان کے سوائے باقی قرض خواہان میت اس کے مدعی ہوں تو قیاساً و استحساناً دونوں کی گواہی قبول نہ ہوگی اسی طرح اگر میت کے دو قرض داروں نے گواہی دی کہ اُس نے زید کو وصی کیا ہے اور زید اُس کا مدعی ہے تو بھی مسئلہ میں قیاس و استحسان جاری ہے اور اگر زید اس کا مدعی نہ ہو پس اگر وارث لوگ اس کے مدعی ہوں تو گواہی قیاساً و استحساناً قبول نہ ہوگی اور اگر وارث لوگ منکر ہوں اور اس کا دعویٰ نہ کرتے ہوں تو قیاساً و استحساناً قبول نہ ہوگی اور اگر پھر ان وصی نے گواہی دی کہ فلاں میت نے ہمارے باپ کو وصی کیا ہے اور وصی اس کا مدعی ہے اور وارث لوگ مدعی نہیں ہیں تو قیاساً و استحساناً یہ گواہی قبول نہ ہوگی اور قاضی کو اختیار نہیں ہے کہ ایسے شخص کو جو وصی ہونا طلب کرتا ہے بدون گواہی کے اُس کی درخواست پر وصی مقرر کر دے اگرچہ وصی ہونے میں رغبت کرنے والا اپنے بیٹوں کی گواہی سے مقرر نہ ہوگا۔

مسئلہ مذکورہ میں شریکین متفاو ضین یا غیر متفاو ضین میں سے ایک کی گواہی دوسرے کے حق میں

جائز ہے ☆

اگر وصی انکار کرتا ہو اور وارث لوگ دعویٰ کرتے ہوں تو ایسی گواہی مقبول ہوگی اور اگر وارث لوگ دعویٰ نہ کرتے ہوں تو ایسی گواہی قبول نہ ہوگی اور بھائی کی گواہی ایسے معاملہ میں مقبول ہے اور شریکین متفاو ضین یا غیر متفاو ضین میں سے ایک کی

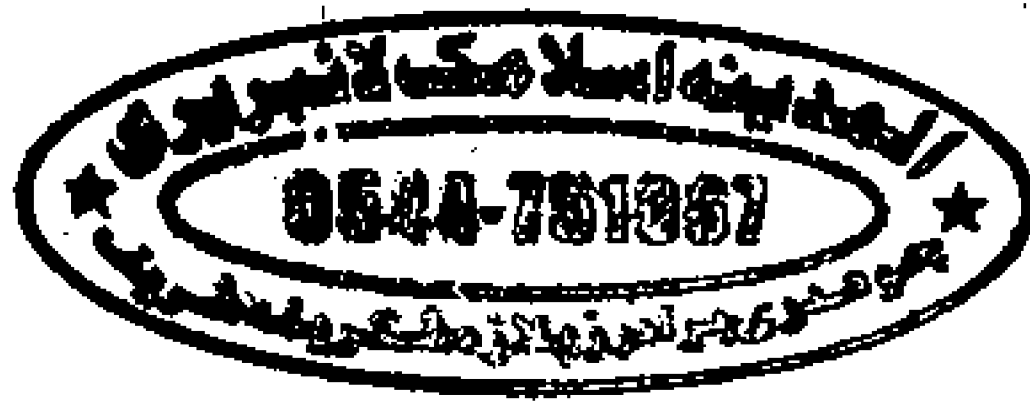
گواہی دوسرے کے حق میں ایسے معاملہ میں جائز ہے اور اگر زید و عمرو دونوں میں سے ایک کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ فلاں میت نے ہمارے باپ و فلاں دوسرے کو ساتھ ہی وصی مقرر کیا ہے پس اگر ان کا باپ مدعی ہو تو ایسی گواہی قبول نہ ہوگی نہ باپ کے حق میں اور نہ دوسرے کے حق میں اور اگر باپ مدعی نہ ہو اور وارثان میت مدعی ہوں تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر باپ و دوسرا وارث کوئی مدعی نہ ہو تو بسبب عدم دعویٰ کے ایسی گواہی مقبول نہ ہوگی فرمایا کہ اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ میت نے اس زید کو وصی مقرر کیا تھا پھر اس سے رجوع کر کے اس عمرو کو وصی مقرر کیا تو دونوں کی گواہی جائز ہے۔ اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ میت نے اس زید کو وصی مقرر کیا پھر زید کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ میت نے ہمارے باپ کو وصیت سے معزول کر دیا ہے اور فلاں شخص کو مقرر کیا ہے تو دونوں کی گواہی جائز ہوگی اور فرمایا کہ اگر دو بیٹوں نے گواہی دی کہ میت نے ہمارے باپ کو وصی کیا تھا پھر اُس کو معزول کر کے اس عمرو کو وصی مقرر کیا ہے تو دونوں کی گواہی جائز ہے۔ اور فرمایا کہ اگر فلاں شخص کے وصی ہونے پر میت کے دو بیٹوں نے جو میت کے قرض دار ہیں یا قرض خواہ ہیں ایسی گواہی دی اور فلاں اس کا مدعی ہے تو مسئلہ میں موافق قیاس کے عدم جواز کا اور موافق استحسان کے جواز کا حکم ہے اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ فلاں شخص نے اس زید کو اپنے تمام ترکہ کا اپنی موت کے بعد وکیل کیا ہے تو میں اُس کو وصی قرار دوں گا اور اگر کسی نے کہا کہ میں نے زید کو وصی گردانا تو یہ کہنا اور قول او وصیت الیہ یعنی اُس کو وصیت کر دی۔ دونوں یکساں ہیں پس زید وصی ہو جائے گا۔ اور اگر دو گواہوں میں سے ایک نے گواہی دی کہ میت نے اس کو جمعرات کے روز وصی کیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ میت نے اس کو جمعہ کے روز وصی کیا ہے تو ایسی گواہی مقبول ہوگی یہ محیط میں ہے۔

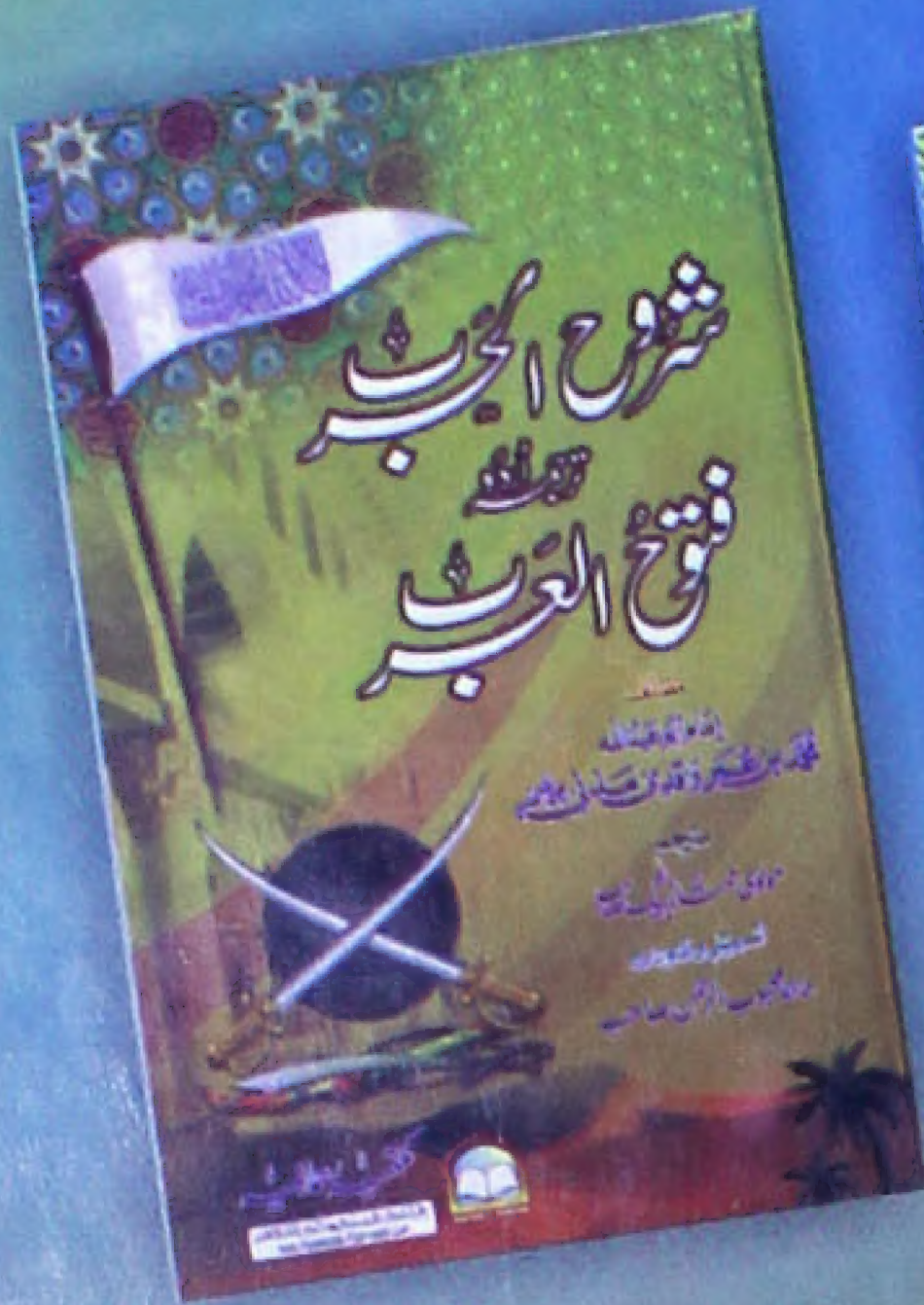
☆ اگر دو گواہوں نے عمرو زید کے واسطے میت پر ہزار درم قرضہ کی گواہی دی

اگر دو وصیتوں نے وارث کے واسطے جو صغیر ہے مال میت یا غیر میت میں سے کسی چیز کی گواہی دی تو دونوں کی گواہی باطل ہے اور اگر بالغ وارث کے واسطے مال میت میں سے کسی چیز کی گواہی دی تو نہیں جائز ہے اور اگر میت کے سوائے دوسرے کے مال میں سے کسی چیز کی گواہی دی تو جائز ہے اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر وارث بالغ کے واسطے دونوں نے گواہی دی تو دونوں (۱) صورتوں میں جائز ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر موصی لہ معلوم ہو مگر جس چیز کی اُس کے واسطے وصیت کی ہے وہ مجہول ہو پس گواہوں نے گواہی دی کہ میت نے اس موصی لہ کے واسطے وصیت کا اقرار کیا ہے تو ایسی گواہی مقبول ہوگی اور موصی لہ کے بیان کے واسطے وارثان موصی کی طرح رجوع (۲) کیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔ اگر دو گواہوں نے عمرو زید کے واسطے میت پر ہزار درم قرضہ کی گواہی دی پھر زید و عمرو نے اپنے دونوں گواہوں کے واسطے میت پر ہزار درم قرض کی گواہی دی تو دونوں فریق گواہوں کی گواہی جائز ہے اور اگر ہر دو فریق گواہوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کے واسطے ہزار درم وصیت کی گواہی دی تو نہیں جائز ہے اور اگر زید نے گواہی دی کہ میں نے ان دونوں کے واسطے اپنی باندی دینے کی وصیت کی ہے پھر جن دونوں کے واسطے اُس نے گواہی دی ہے انہوں نے گواہی دی کہ میت نے اس کے بعد زید کے واسطے اس کی وصیت کر دی ہے تو یہ گواہی بالاتفاق جائز ہے۔ اور اگر زید و عمرو نے بکر و خالد کے واسطے گواہی دی کہ میت نے ان دونوں کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی ہے پھر بکر و خالد نے

۱۔ وہ چیز جس کی وصیت کنندہ نے وصیت کی ۱۲ (۱) خواہ مال میت سے یا غیر سے ۱۲ (۲) پس جس قدر چاہیں اقرار کریں ۱۲

گواہی دی کہ میت نے زید و عمرو کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی ہے تو گواہی باطل ہے۔ اسی طرح اگر زید و عمرو نے گواہی دی کہ میت نے بکرو خالد کے واسطے اپنے غلام کی وصیت کی ہے اور بکرو خالد نے گواہی دی کہ میت نے زید و عمرو کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی ہے تو بھی باطل ہے اس واسطے کہ اس مقدمہ میں گواہی مثبت شرکت ہے یہ خزانہ المقتبین میں ہے اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ میت نے ان دونوں کے واسطے دراہم کی وصیت کی ہے پھر دوسرے گواہوں نے گواہی دی کہ میت نے ان دونوں کے واسطے دراہم کی وصیت کی ہے تو دونوں کی گواہی باطل ہے اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ میت نے اس کے دینار کی وصیت کی ہے اور دوسروں نے دراہم کی گواہی دی یا دو گواہوں نے غلام کے وصیت کی گواہی دی اور دوسروں نے دراہم دینے کے وصیت کی گواہی دی تو گواہی جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک قوم کو وصیت پر گواہ کر لیا حالانکہ وصیت نامہ اُن کو پڑھ کر نہیں سنایا اور نہ اُن کے سامنے تحریر کیا اور اس وصیت نامہ میں اعتاق و اقرار بقرضہ دو وصیتیں ہیں تو اشہاد صحیح نہیں ہے کذا فی المحیط۔





ہماری چند دیگر
خوبصورت اور

معیاری مطبوعات



مکتبہ رحمانیہ

اقرا سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار
لاہور۔ پاکستان

Phone: 042 - 7224228